درس قرآن بورڈ

ادارہ اصلاح وتبلیغ لاہور نے درس قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کے لیے
ایک بورڈ مقرر کیا ہوا ہے اور اس بورڈ کے مندرجہ ذیل حضرات نے اس
دوسری منزل کو مرتب فرمایا ہے۔

۱۔ مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی مرحوم
سابق صدر شعبۂ اسلامیات عربی اسلامیہ کالج ریلوے روڈ۔ لاہور

۲۔ مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب توفیق مرحوم
مولوی فاضل منشی فاضل، ایم اے، ایم او ایل، سابق صدر شعبۂ اسلامیات
وعربی ڈھاکہ یونی ورسٹی

۳۔ حاجی عبدالواحد صاحب ایم۔ اے
سابق انسپکٹر آف سکولز

Marfat.com

فہرست مضامین

درس قرآن بورڈ			ب
فہرست مضامین			ج
فہرست مضامین وآیات دوسری منزل			ح
فہرست الفاظ تشریح شدہ دوسری منزل			ف
پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ	(۶)	پارے	۱
پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا	(۷)		۸۹
پارہ وَلَوْ اَنَّنَا	(۸)		۲۳۲
پارہ قَالَ الْمَلَاُ	(۹)		۳۵۸
پارہ وَاعْلَمُوْٓا	(۱۰)		۴۸۰
پارہ یَعْتَذِرُوْنَ	(۱۱)		۵۵۶
سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃ		سورتیں	۱
سُوْرَۃُ الْاَنْعَام			۱۳۰
سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف			۲۶۷
سُوْرَۃُ الْاَنْفَال			۴۳۱
سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ			۵۰۱

سرٹیفکیٹ

میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھ ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے سورۃ نمبر، آیت نمبر، پارہ نمبر اور متن میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

مولوی محمد رمضان

محمد رمضان

چاہ میران

لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین و آیات منزل ثانی

سورۃ المائدہ - — الانعام — — الاعراف — — الانفال — — التوبۃ

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارہ لا یحب اللہ (۶)	
	سورۃ المائدۃ	
۱	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	
۲	ذمہ داری پوری کرو	۱
۳	ذمہ داری پوری کرو	
۴	زیادتی نہ کرو	۲
۵	معاشرتی اصول	
۶	حرام چیزوں کا ذکر	۳
۷	دین مکمل ہوگیا	۳
۸	حلال کی تفصیل	۴
۹	حلال چیزیں	۵
۱۰	وضو اور غسل	۶
۱۱	تیمم کا بیان	۶
۱۲	اللہ کا عہد	۷
۱۳	عدل و انصاف	۸
۱۴	اچھوں اور بروں کا انجام	۹-۱۰
۱۵	اللہ کا احسان	۱۱
۱۶	بنی اسرائیل کا عہد	۱۲
۱۷	بنی اسرائیل نے عہد توڑا	۱۳
۱۸	نصاریٰ کا حال	۱۴

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۹	قرآن کو مانو	۱۵-۱۶
۲۰	نصاریٰ کا غلط عقیدہ	۱۷
۲۱	ایک اور غلط خیال	۱۸
۲۲	یہود و نصاریٰ کو نصیحت	۱۹
۲۳	یہود پر اللہ کی مہربانیاں (الف)	۲۰-۲۱
۲۴	یہود پر اللہ کی مہربانیاں (ب)	
۲۵	جہاد سے انکار	۲۲-۲۳
۲۶	ہمت والے جیتتے ہیں	۲۳-۲۴
۲۷	سرکشی کی سزا	۲۵-۲۶
۲۸	بے گناہ کا قتل	۲۷
۲۹	بے گناہ کے قتل کا نتیجہ	
۳۰	پرہیزگاروں کا رویہ	۲۸-۲۹
۳۱	خواہش اندھا کر دیتی ہے (ا)	۳۰-۳۱
۳۲	خواہش اندھا کر دیتی ہے (ب)	
۳۳	قابیل کے کیے کا پھل (الف)	۳۲
۳۴	قابیل کے کیے کا پھل (ب)	
۳۵	دنیا میں فساد پھیلانے والوں کی سزا	۳۳
۳۶	فسادیوں کی سزا	۳۳-۳۴
۳۷	فلاح کی راہ	۳۵
۳۸	فدیہ کام نہ دے گا	۳۶-۳۷
۳۹	چوری کی سزا	۳۸

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۰	توبہ اور اصلاح	۳۹
۴۱	اللہ تعالیٰ کی حکومت	۴۰
۴۲	اسلامی سزائیں	
۴۳	کفر کے حامی	۴۱
۴۴	کافروں کا رویّہ	
۴۵	کفر کے ہتھکنڈے	۴۱
۴۶	گمراہوں کی سزا	۴۱
۴۷	عدل و انصاف	۴۲
۴۸	یہود و نصاریٰ کا رویّہ	۴۳
۴۹	تورات	
۵۰	راست بازوں کو نصیحت	۴۴
۵۱	تورات کا حکم	۴۵
۵۲	انجیل	۴۶
۵۳	انجیل پر عمل	۴۷
۵۴	قرآن مجید	۴۸
۵۵	آزمائش	۴۸
۵۶	انصاف	۴۹
۵۷	دین سے گریز	۴۹-۵۰
۵۸	خود غرضوں سے بچو	۵۱
۵۹	اپنے بل پر بڑھو	
۶۰	کافروں کی طرف رجحان	۵۲
۶۱	منافقوں کا انجام	۵۳
۶۲	مسلمانوں کا غیروں سے رویّہ	
۶۳	اسلام انسانی مذہب ہے	۵۴
۶۴	اللہ والے غالب ہیں	۵۴ تا ۵۶

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۶۵	دین مضحکہ نہیں	۵۷
۶۶	نماز کا تمسخر	۵۸
۶۷	بُروں کو اچھے نہیں بھاتے	۵۹
۶۸	قابل نفرت باتیں	۶۰
۶۹	یہودیوں کی دھوکہ بازی	۶۱
۷۰	عام برائی سے روکیں	۶۲-۶۳
۷۱	یہودیوں کی گستاخی	۶۴
۷۲	فسادی مٹنے چوگے ہیں	۶۷
۷۳	اہل کتاب چوک گئے	۶۵-۶۶
۷۴	ٹھیک طرز عمل	
۷۵	رسول کا فرض	۶۷
۷۶	مسلمانوں کا فرض	
۷۷	اہل کتاب کو پھر نصیحت	۶۸
۷۸	خوف و غم سے نجات	۶۹
۷۹	خواہش کے غلام	۷۰
۸۰	گناہوں کا بدلہ	۷۱
۸۱	نصاریٰ کا شرک	۷۲
۸۲	تثلیث کفر ہے	۷۳-۷۴
۸۳	حضرت مسیح اور مریم کی حیثیت	۷۵-۷۶
۸۴	دین میں غلو	۷۷
۸۵	لعنت کا سبب	۷۸-۷۹
۸۶	کفار کی دوستی	۸۰-۸۱
۸۷	یہود اور نصاریٰ کا موازنہ	۸۲
۸۸	نرم دلی کے اسباب	۸۲

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا ۷	
۸۹	نرم دل ہونے کی پہچان	۸۳، ۸۴
۹۰	ایمان کا بدلہ	۸۵-۸۶
۵	یہود و نصاریٰ کا طرز عمل	
۹۲	حلال کو حرام نہ ٹھیراؤ	۸۷-۸۸
۵۳	قسموں کے حکم (الف)	۸۹
۹۴	قسموں کے حکم (ب)	۸۹
۹۵	شراب اور جوا	۹۰
۹۶	اُن کی خرابیاں	۹۱
۹۷	اللہ اور رسول کی اطاعت	۹۲
۹۸	سابقہ پر کوئی گرفت نہیں	۹۳
۹۹	اللہ کی آزمائشیں	۹۴
۱۰۰	شکار کی ممانعت	۹۵
۱۰۱	جرمانے کی صورتیں	۹۵
۱۰۲	احرام میں شکار	۹۶
۱۰۳	کعبہ کیا ہے؟	۹۷
۱۰۴	اللہ کی صفتیں	۹۸-۹۹
۱۰۵	خبیث و طیب	۱۰۰
۱۰۶	سوالات سے نقصان	۱۰۱
۱۰۷	بتوں کے نام جانور	۱۰۲-۱۰۳
۱۰۸	باپ دادا کی اندھی تقلید	۱۰۴
۱۰۹	تم اپنا فکر کرو	۱۰۵
۱۱۰	وصیت پر گواہی	۱۰۶
۱۱۱	وصی کی جانچ	۱۰۶
۱۱۲	وصی کی دروغ گوئی	۱۰۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۱۳	وارثوں کی قسمیں	۱۰۸
۱۱۴	انبیاء سے سوال	۱۰۹
۱۱۵	حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیتیں	۱۱۰
۱۱۶	حضرت عیسیٰؑ کے اور معجزے	۱۱۰
۱۱۷	حضرت عیسیٰؑ کے مزید معجزے	۱۱۱
۱۱۸	حواریوں کی درخواست	۱۱۲-۱۱۳
۱۱۹	ذکر مسیح علیہ السلام	۱۱۴
۱۲۰	حضرت عیسیٰؑ کی دعا	۱۱۵
۱۲۱	نافرمانی کی سزا	
۱۲۲	حضرت عیسیٰؑ کی وعید	۱۱۶
۱۲۳	حضرت عیسیٰؑ کی گواہی	۱۱۷
۱۲۴	دل کا حال	۱۱۸
۱۲۵	نبی کی شہادت	۱۱۹
۱۲۶	اللہ سے رحم کی درخواست	۱۱۸
۱۲۷	اللہ کا فیصلہ	۱۱۹
۱۲۸	سورۂ مائدہ کا موضوع	
۱۲۹	سورۂ مائدہ پر ایک نظر	
	سُوْرَۃُ الْاَنْعَام	
۱۳۰	سورہ انعام کا خلاصہ	۱
۱۳۲	سب کا خالق اللہ ہے	۲
۱۳۲	انسان کی پیدائش	۲
۱۳۳	اللہ کی صفات حسنہ	۳، ۴
۱۳۴	اظہار حقیقت	۵
۱۳۵	گذشتہ سے عبرت	

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۳۶	بد اعمالی کا نتیجہ	۶
۱۳۷	ضد کی انتہا	۷
۱۳۸	انوکھی فرمائش	۸
۱۳۹	نبیوں کی بے ادبی	۹، ۱۰
۱۴۰	سیاحت کا مقصد	۱۱
۱۴۱	بنیادی قاعدہ (الف)	
۱۴۲	بنیادی قاعدہ (ب)	۱۲
۱۴۳	اللہ ہی سب کا مالک ہے	۱۳
۱۴۴	اللہ کی اطاعت	۱۴-۱۵
۱۴۵	اللہ قادر مطلق ہے (ا)	۱۶-۱۷
۱۴۶	اللہ قادر مطلق ہے (ب)	
۱۴۷	اللہ سب سے زبردست ہے	۱۸
۱۴۸	ایک اللہ	
۱۴۹	جانتے ہیں اور نہیں مانتے	۱۹-۲۰
۱۵۰	مسلمانوں کی ناکامی	
۱۵۱	بہت بڑی بے انصافی	۲۱-۲۲
۱۵۲	مسلمان گریبان میں منہ ڈالیں	
۱۵۳	مشرکوں کی دروغ حلفی	۲۳-۲۴
۱۵۴	بعض لوگوں کا طرز عمل	
۱۵۵	اسلام کے مخالف اپنا نقصان کر رہے ہیں	۲۵-۲۶
۱۵۶	پچھلی آیت میں غور و خوض	
۱۵۷	موجودہ حالت	
۱۵۸	دوزخ کا ہولناک منظر	۲۷
۱۵۹	دوبارہ پھر وہی کریں گے	۲۸
۱۶۰	سچ کا اقرار	۳۰

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۶۱	سوچنے کا مقام	۳۰
۱۶۲	کوتاہیوں پر پچھتاوا	۳۱
۱۶۳	اصل زندگی	۳۲
۱۶۴	لوگوں کی نافرمانی سے رسول اللہ کو دکھ	۳۳
۱۶۵	رسولوں کا مددگار اللہ ہے	۳۴
۱۶۶	زبردستی مقصود نہیں	۳۵
۱۶۷	ماننے کے لیے عقل کافی ہے	۳۶
۱۶۸	کافر کھلی نشانی مانگتے ہیں	۳۷
۱۶۹	ہر مخلوق ایک امت ہے	۳۸
۱۷۰	عقل سے کام لینا	۳۹
۱۷۱	مصیبت میں اللہ کی یاد	۴۰-۴۱
۱۷۲	سخت دلی	۴۲-۴۳
۱۷۳	ظلم کا انجام	۴۴-۴۵
۱۷۴	توبہ میں دیر نہ کرے	۴۶-۴۷
۱۷۵	خوش خبری اور ڈراوا	۴۸-۴۹
۱۷۶	رسالت کی حقیقت	۵۰
۱۷۷	قرآن سے فائدہ کون اٹھائے گا	۵۱
۱۷۸	خلوص والوں کو دور مت کرو	۵۲
۱۷۹	مرنیوں کا فرق آزمائش ہے	۵۳
۱۸۰	مسلمانوں کی دلجوئی کرو	۵۵
۱۸۱	پچھلی آیتوں میں غور و فکر	
۱۸۲	رسول کسی انسان کے پیرو نہیں	۵۶
۱۸۳	منکروں کا فیصلہ اللہ پر ہے	۵۷
۱۸۴	سزا دینا صرف اللہ کا کام ہے	۵۸
۱۸۵	اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے	۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر آیت
۱۸۶	انسان کو اپنا بھی ہوش نہیں	۶۰
۱۸۷	انسانی زندگی کا مکمل نقشہ	۶۱-۶۲
۱۸۸	ہر مشکل میں اللہ ہی یاد رہے	۶۳-۶۴
۱۸۹	اللہ ہر طرح عذاب بھیج سکتا ہے	۶۵
۱۹۰	ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے	۶۶-۶۷
۹۱	قرآن کے ساتھ تحول	۶۸
۱۹۲	نیک لوگوں کی ذمہ داری	۶۹
۱۹۳	شریروں سے بچو	
۱۹۴	بدلہ قبول نہ کیا جائے گا	۷۰
۱۹۵	تبلیغ کا طریقہ	
۱۹۶	ماسوا اللہ کی پکار	
۱۹۷	اللہ کی صفات	۷۲ تا ۷۴
۱۹۸	ابراہیم علیہ السلام کی مثال	۷۴-۷۵
۱۹۹	عقل کا کام	۷۶-۷۷
۲۰۰	عقل کا فیصلہ	۷۸-۷۹
۲۰۱	کٹھ حجتی کا جواب	۸۰
۲۰۲	مشرک خطرے میں ہیں	۸۱
۲۰۳	مطمئن کون ہیں	۸۲
۲۰۴	نبیوں کا گروہ	۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷
۲۰۵	اللہ کی ہدایت	۸
۲۰۶	زبردست پیش گوئی	۸۹
۲۰۷	ہر نبی سیدھی راہ پر ہے	۹۰
۲۰۸	اللہ کی کتاب	
۲۰۹	ان سے اللہ سمجھے	۹۱
۲۱۰	اللہ کی کتاب	۹۲
۲۱۱	اللہ کی بے ادبی	۹۲
۲۱۲	ظالموں کی سزا	
۲۱۳	غور کا مقام	
۲۱۴	مرتے وقت انسان تنہا ہوگا	۹۴
۲۱۵	قدرت کے کرشمے (ا)	۹۵-۹۶
۲۱۶	قدرت کے کرشمے (ب)	۹۷-۹۸
۲۱۷	اللہ نے سب پھل نر کاریاں پیدا کیں	
۲۱۸	اللہ خیال سے برتر ہے	۹۹-۱۰۰
۲۱۹	اللہ کی اولاد نہیں	۱۰۱
۲۲۰	کائنات سے اللہ کو پہچانو	۱۰۲-۱۰۳
۲۲۱	اللہ کے پہچاننے کا طریقہ	
۲۲۲	کامیاب کون ہے	۱۰۴-۱۰۵
۲۲۳	اندھے کا انجام	
۲۲۴	وحی پر چلنے کا حکم	۱۰۶
۲۲۵	زبردستی نہیں ہے	۱۰۷
۲۲۶	غور کا مقام	
۲۲۷	رواداری کی تعلیم	
۲۲۸	ہر ایک کو اپنا اپنا طریقہ پسند ہے	۱۰۸
۲۲۹	نہ ماننے کے سو بہانے	
۲۳۰	نشانیاں دیکھ کر بھی نہ مانے	۱۰۹
۲۳۱	پہلی ضدیں اب بھی رکھے گی	۱۱۰
	پارہ وَلَوْ اَنَّنَا ۱۸	
۲۳۲	انوکھی نشانیوں کا مطالبہ	۱۱۱
۲۳۳	نبی کے دشمن	۱۱۲

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۳۴	برے لوگوں کے کام	۱۱۳
۲۳۵	فیصلہ اللہ ہی کرسکتا ہے	۱۱۴
۲۳۶	قرآن مجید کے احکام اٹل ہیں	۱۱۵
۲۳۷	گمراہ کن	۱۱۶
۲۳۸	گمراہی سے پناہ	
۲۳۹	گمراہ اور ہدایت یافتہ	۱۱۷-۱۱۸
۲۴۰	بے بنیاد اعتراض	۱۱۹
۲۴۱	گناہ نہ کرو	۱۲۰
۲۴۲	غیر کے نام کا ذبیحہ حرام ہے	۱۲۱
۲۴۳	روشنی اور اندھیرا برابر نہیں	۱۲۲
۲۴۴	بڑے مجرم	۱۲۳
۲۴۵	رسالت کسی کی نہیں	۱۲۴
۲۴۶	محروم ہدایت	۱۲۵
۲۴۷	سیدھا راستہ	۱۲۶-۱۲۷
۲۴۸	شیطان کا راستہ	
۲۴۹	بروں کا حشر	۱۲۸-۱۲۹
۲۵۰	انبیاء کا پیغام	۱۳۰
۲۵۱	سوچنے کی ضرورت	
۲۵۲	اللہ کے ہاں اندھیر نگری نہیں ہے	۱۳۱-۱۳۲
۲۵۳	خدا کو تمہارے ماننے نہ ماننے کی پروا نہیں	۱۳۳-۱۳۴
۲۵۴	کھلا ہوا مقابلہ	۱۳۵
۲۵۵	کافروں کے کرتوت	۱۳۶
۲۵۶	ایک اور اس سے بڑھ کر حماقت	۱۳۷
۲۵۷	دین کی اور غلط شکلیں	۱۳۸
۲۵۸	مشرکوں کی اور فضول باتیں	۱۳۹-۱۴۰
۲۵۹	پچھلی آیتوں پر غور	
۲۶۰	اللہ کی مہربانیاں	۱۴۱
۲۶۱	جانور بھی بنائے	۱۴۲
۲۶۲	جانوروں کی دو باقی قسمیں	۱۴۳-۱۴۴
۲۶۳	حرام چیزیں	۱۴۵
۲۶۴	یہودیوں پر حرام	۱۴۶
۲۶۵	مجرم بچ نہیں سکتے	۱۴۷
۲۶۶	دھوکا	
۲۶۷	اٹکل پچو باتیں	۱۴۸-۱۴۹
۲۶۸	گواہ لاؤ	۱۵۰
۲۶۹	اللہ کے صریح حکم	
۲۷۰	بے حیائی مت کرو	۱۵۱
۲۷۱	عدل اور انصاف کرو	
۲۷۲	اللہ کا سیدھا راستہ	۱۵۲-۱۵۳
۲۷۳	صراط مستقیم	
۲۷۴	ہدایت کا سلسلہ	۱۵۴
۲۷۵	قرآن شریف	۱۵۵-۱۵۶
۲۷۶	قرآن حکیم سے منہ موڑنا	۱۵۷
۲۷۷	اب کیسا انتظار	۱۵۸
۲۷۸	فرقہ بندی	۱۵۹
۲۷۹	نیکی کا ثواب	۱۶۰-۱۶۱
۲۸۰	خالص توحید	۱۶۲
۲۸۱	اللہ کے سوا کوئی کچھ دینے لینے والا نہیں	۱۶۴
۲۸۲	انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے	۱۶۵
۲۸۳	سورۃ الانعام ہمیں کیا سکھلاتی ہے	

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۲۸۴	خلافت الٰہی کا مطلب : الف	
۲۸۵	خلافت الٰہی کا مطلب ب	
۲۸۶	خلافت الٰہی کا مطلب ج۔	
	سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف	
۲۸۷	سورۃ الاعراف	
۲۸۸	تذکرۂ کتاب	۱-۲-۳
۲۸۹	نافرمانوں پر عذاب	۴-۵-۶-۷
۲۹۰	کاموں کی تول	۸-۹
۲۹۱	زندگی کا سامان	۱۰
۲۹۲	انسان کا مرتبہ	۱۱
۲۹۳	ابلیس کو دھتکار	۱۲-۱۳
۲۹۴	ابلیس نے بہکانے کی ٹھان لی	۱۴-۱۵-۱۶-۱۷
۲۹۵	ابلیس نکالا گیا	۱۸-۱۹
۲۹۶	شیطان کا فریب	۲۰-۲۱
۲۹۷	فریب کا نتیجہ	۲۲
۲۹۸	زمین پر آگئے	۲۳-۲۴-۲۵
۲۹۹	قصۂ آدم سے کیا سیکھنا چاہیئے	
۳۰۰	لباس تقویٰ	۲۶
۳۰۱	شیطان سے ہوشیار رہو	۲۷
۳۰۲	بے حیائی	۲۸
۳۰۳	گناہ کو گناہ سمجھو	۲۹-۳۰
۳۰۴	کھانے پینے میں زیادتی	۳۱
۳۰۵	خود کوئی چیز حرام مت کرو	۳۲
۳۰۶	حرام باتیں	۳۳
۳۰۷	مقررہ مدت	۳۴
۳۰۸	نجات کا طریقہ	۳۵-۳۶
۳۰۹	اقراری مجرم	۳۷
۳۱۰	دوزخیوں کا جھگڑا	۳۸-۳۹
۳۱۱	جھگڑا فضول ہے	
۳۱۲	قرآن مجید کی باتیں اٹل ہیں	
۳۱۳	نافرمانوں کا فیصلہ	۴۰-۴۱
۳۱۴	نیکوں کی جزا	۴۲
۳۱۵	اللہ کا شکر	۴۳
۳۱۶	گفتگو	۴۴
۳۱۷	غیبی آواز	۴۴-۴۵
۳۱۸	اعراف	۴۶-۴۷
۳۱۹	اعراف والے	۴۸-۴۹
۳۲۰	دوزخیوں کی درخواست	۵۰
۳۲۱	غفلت کا نتیجہ	۵۱-۵۲
۳۲۲	بے موقع ایمان	۵۳
۳۲۳	رب اللہ ہے	
۳۲۴	خالق اور حاکم	۵۴-۵۵
۳۲۵	خواہ مخواہ گڑبڑ	۵۶
۳۲۶	دعوتِ فکر	
۳۲۷	زمین کا انتظام	۵۷
۳۲۸	پیداوار کی صلاحیت	۵۸
۳۲۹	پچھلے دو سبق	
۳۳۰	نوح علیہ السلام	۵۹-۶۰
۳۳۱	نوح علیہ السلام کا جواب	۶۱-۶۲

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۳۲	پیغمبر بھی بشر ہے	۶۳
۳۳۳	ناسمجھوں کا انجام	۶۴
۳۳۴	حضرت ہود علیہ السلام	۶۵-۶۲
۳۳۵	ہود علیہ السلام کا جواب	۶۸-۶۷
۳۳۶	قوم نوح سے سبق	۷۰-۶۹
۳۳۷	حضرت ہودؑ کا آخری جواب	۷۱
۳۳۸	نافرمان تباہ ہو گئے	۷۲
۳۳۹	ثمود کا حال	۷۳
۳۴۰	فساد مت کرو	۷۴
۳۴۱	بڑوں کی جھوٹوں سے گفتگو	۷۶-۷۵
۳۴۲	نافرمان ہلاک ہو گئے	۷۸-۷۷
۳۴۳	پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت	
۳۴۴	قوم لوط کا حال	۸۰
۳۴۵	ایک بالکل نیا گناہ	۸۱
۳۴۶	قوم لوط میں یہ گناہ کیسے شروع ہوا	
۳۴۷	کھیا نی بلی کھمبا نوچے	
۳۴۸	پاکبازی کو جرم ٹھہرا لیا	۸۲
۳۴۹	آخر تباہ ہوئے	۸۳
۳۵۰	مجرموں پہ پتھر برسے	۸۴
۳۵۱	بُرے کاموں کی سزا	
۳۵۲	مدین کا قصہ	۸۵
۳۵۳	مدین کی برائیاں	
۳۵۴	دوسروں کو سیدھی راہ سے روکنا	
۳۵۵	بروں کے انجام سے سبق لو	۹۲
۳۵۶	اختلاف کا فیصلہ	۸۷

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۵۷	مطلب کیا ہے	
	پارہ قَالَ الْمَلَاُ (۹)	
۳۵۸	قوم کا جواب	۸۸
۳۵۹	معاملہ دوٹوک ہو گیا	۹۰-۸۹
۳۶۰	آخر وہی ہوا جو ہونا تھا	۹۳-۹۱
۳۶۱	تباہ کرنے سے پہلے مہلت	۹۵-۹۴
۳۶۲	ایمان اور تقویٰ	۹۶
۳۶۳	عذاب اچانک آسکتا ہے	۹۹-۹۸-۹۷
۳۶۴	بستیوں کی حالتوں سے پچھلے سبق سیکھیں	۱۰۰-۱۰۱
۳۶۵	فرعون کا حال	۱۰۳-۱۰۲
۳۶۶	موسیٰ علیہ السلام	۱۰۵-۱۰۴
۳۶۷	حضرت موسیٰؑ کے معجزے	۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶
۳۶۸	جادوگر	۱۱۰-۱۰۹
۳۶۹	جادوگر آدھمکے	۱۱۲-۱۱۱
۳۷۰	جادو کا پول کھل گیا	۱۱۵
۳۷۱	جادوگر اللہ پر ایمان لے آئے	۱۲۰-۱۱۹
۳۷۲	صبر کی دعا	۱۲۲-۱۲۱
۳۷۳	دبانے کی تدبیر	۱۲۵-۱۲۳
۳۷۴	اللہ سے مدد مانگو	۱۲۶
۳۷۵	بے چینی	۱۲۷
۳۷۶	بنی اسرائیل کے قصے سے عبرت	۱۲۸
۳۷۷	مزید تنبیہ	۱۲۹
۳۷۸	نشانیوں کو جھٹلا دیا	۱۳۰-۱۳۱
۳۷۹	بنی اسرائیل کی ضد	۱۳۲-۱۳۳
		۱۳۵-۱۳۴

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۸۰	کرتوتوں کا وبال	۱۳۶
۳۸۱	صبر کا پھل	۱۳۷
۳۸۲	غلامی رنگ لائی	۱۳۸-۱۳۹
۳۸۳	معبود فقط اللہ ہے	۱۴۰-۱۴۱
۳۸۴	قانون کی طلب	۱۴۲
۳۸۵	اللہ کا دیدار	
۳۸۶	تجلی کا اثر	۱۴۳
۳۸۷	موسیٰؑ کو تسکین	۱۴۴-۱۴۵
۳۸۸	تنکبر بڑھے چلتے ہیں	
۳۸۹	کام کیے بغیر مزدوری کیسے	۱۴۶-۱۴۷
۳۹۰	آخر بچھڑا بنا ہی لیا	۱۴۸-۱۴۹
۳۹۱	حضرت موسیٰؑ غضب ناک ہوئے	
۳۹۲	حضرت ہارونؑ بے قصور تھے	۱۵۰-۱۵۱
۳۹۳	گناہ کا علاج توبہ	۱۵۲-۱۵۳
۳۹۴	دیدار کی طلب	۱۵۴
۳۹۵	حضرت موسیٰؑ کی دعا	۱۵۵
۳۹۶	نیک بخت کون ہے	۱۵۶
۳۹۷	باقی شرطیں	
۳۹۸	رسول عربی	۱۵۷
۳۹۹	رسالت عامہ	۱۵۹
۴۰۰	بنی اسرائیل کے قبیلے	
۴۰۱	جنگل میں آرام	۱۶۰
۴۰۲	شہر میں بسنے کی اجازت	۱۶۱
۴۰۳	ظالم پھر بھی نہ چوکے	۱۶۲
۴۰۴	ایک اور واقعہ	۱۶۳
۴۰۵	پچھلے قصے کا بقیہ	۱۶۴
۴۰۶	نافرمانوں کی سزا	۱۶۵-۱۶۶
۴۰۷	ایک اور سزا	۱۶۷
۴۰۸	یہودی تتر بتر ہو گئے	۱۶۸
۴۰۹	آگے کیا ہوا	
۴۱۰	کتاب کی صریح مخالفت	۱۶۹-۱۷۰
۴۱۱	بنی اسرائیل کا عہد	۱۷۱
۴۱۲	تاریخ ایک درس عبرت ہے	
۴۱۳	عہد الست (ا)	
۴۱۴	عہد الست (ب)	۱۷۳
۴۱۵	شرک میں تقلید عذر نہیں	۱۷۴-۱۷۳
۴۱۶	شیطان کی پیروی	۱۷۵
۴۱۷	دنیا کا لالچ	
۴۱۸	گمراہوں کی مثال	۱۷۶
۴۱۹	اللہ ہی بچانے والا ہے	۱۷۷-۱۷۸
۴۲۰	بہت سے جہنم کے لیے بنے ہیں	۱۷۹
۴۲۱	غفلت کا علاج	۱۸۰-۱۸۱
۴۲۲	منکروں کی پکڑ ایک دم نہیں	۱۸۲-۱۸۳
۴۲۳	فکر کی دعوت	۱۸۴
۴۲۴	اصل میں سوچنے کی باتیں	
۴۲۵	قرآن آخری پیغام ہے	۱۸۵
۴۲۶	ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے	۱۸۶
۴۲۷	قیامت کب آئے گی	۱۸۷
۴۲۸	غیب کا علم اللہ کو ہے	۱۸۸
۴۲۹	انسان کی نسل	۱۸۹

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۴۳۰	شرک کی آفت	۱۹۰-۱۹۱
۴۳۱	بت تمہاری نہیں سنتے	۱۹۲
۴۳۲	بت کچھ نہیں کر سکتے	۱۹۳-۱۹۴
۴۳۳	قوتِ ایمانی	۱۹۵
۴۳۴	ہٹ دھرموں کے ساتھ سلوک	۱۹۶-۱۹۸
۴۳۵	شیطان کے پھندے	۱۹۹-۲۰۰
۴۳۶	نبی کا صحیح تصور	۲۰۱-۲۰۲
۴۳۷	قرآن ذریعہ رحمت کیسے ہوتا ہے	۲۰۳
۴۳۸	اللہ کی یاد دل سے کرو	۲۰۴
۴۳۹	مقرب فرشتوں کا حال	۲۰۵
۴۴۰	سورہ اعراف پر ایک نظر	۲۰۶
۴۴۱	**سُوْرَۃُ الْاَنْفَال**	
۴۴۲	پس منظر	۱
۴۴۳	قانون تقسیم غنیمت	
۴۴۴	تقسیم کا قاعدہ	
۴۴۵	مومنوں کی نشانیاں	۲-۳
۴۴۶	سچے مومنوں کا انعام	۴
۴۴۷	لڑائی کیسے ہوئی	۵-۶
۴۴۸	قافلے کے بدلے لشکر ملا	۷
۴۴۹	جنگ بدر کی غرض	۸-۹
۴۵۰	خوشی اور اطمینان	۱۰
۴۵۱	مدد کی صورتیں	۱۱
۴۵۲	فرشتوں کی مدد	۱۲
۴۵۳	فسادیوں کی یہی سزا ہے	۱۳-۱۴

نمبر شمار	مضمون	آیت نمبر
۴۵۴	میدان سے مت بھاگو	۱۵-۱۶
۴۵۵	جو کیا اللہ نے کیا	۱۷
۴۵۶	اللہ مومنوں کے ساتھ ہے	۱۸-۱۹
۴۵۷	اللہ اور رسول کی اطاعت	۲۰-۲۱
۴۵۸	بدترین مخلوق	۲۲-۲۳
۴۵۹	زندگی کا پیغام	۲۴
۴۶۰	کریں تھوڑے بھریں سب	۲۵
۴۶۱	اللہ کا شکر کرو	۲۶
۴۶۲	خیانت مت کرو (ا)	۲۷-۲۸
۴۶۳	خیانت مت کرو (ب)	
۴۶۴	تمام مشکلات کا حل	۲۹-۳۰
۴۶۵	ضد کی انتہا	۳۱-۳۲
۴۶۶	عذاب نہ آنے کی وجہ	۳۳-۳۴
۴۶۷	مال کا غلط خرچ	۳۵-۳۶
۴۶۸	اچھے کو برے سے الگ کرنا	۳۷
۴۶۹	اللہ کا دستور	۳۸-۳۹-۴۰
	پَارَہ وَاعْلَمُوْا (۱۰)	
۴۷۰	تقسیم غنیمت	۴۱
۴۷۱	جنگ بدر اللہ کو منظور تھی	۴۲
۴۷۲	لڑائی کا سامان	۴۳
۴۷۳	وقت پر تدبیر	۴۴
۴۷۴	فلاح کا راستہ	۴۵-۴۶
۴۷۵	کافروں کا چھچھورا پن	۴۷
۴۷۶	شیطان کی شیطنت	۴۸

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۴۷۷	دین دھوکا نہیں ہے	۴۹
۴۷۸	کافروں کی بُری گت	۵۰-۵۱
۴۷۹	شریر پہلے بھی تھے	۵۲-۵۳
۴۸۰	پچھلوں کی تباہی	۵۴
۴۸۱	بدترین خالق	۵۵-۵۶
۴۸۲	عہد شکنوں کی سزا	۵۷-۵۸
۴۸۳	تیاری سے کچھ نہ ہوگا	۵۹
۴۸۴	اپنی قوت پر اعتماد	۶۰
۴۸۵	صلح کا حکم	۶۱
۴۸۶	دھوکے بازوں کا کیا علاج	۶۲
۴۸۷	یہ ملاپ کس نے کرایا	۶۳-۶۴
۴۸۸	ناسمجھ صبر نہیں سکتے	۶۵
۴۸۹	دوگنوں سے لڑو	۶۶
۴۹۰	پہلے دھاک بٹھاؤ	۶۷
۴۹۱	مال کی حرص باعثِ عذاب ہے	۶۸-۶۹
۴۹۲	مغفرت کا وعدہ	۷۰-۷۱
۴۹۳	اسلامی برادری	
۴۹۴	جنہوں نے ہجرت نہ کی	۷۲
۴۹۵	فساد کا دباؤ	۷۳
۴۹۶	سچے ایمان دار	۷۴
۴۹۷	بعد کے مہاجر	۷۵
۴۹۸	سورۃ الانفال پر ایک نظر (ا)	
۴۹۹	سورۃ الانفال پر ایک نظر (ب)	
۵۰۰	سورۃ الانفال پر ایک نظر (ج)	

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
	سُوْرَۃُ التَّوْبَہ	
۵۰۱	عہد کے خاتمہ کا اعلان	۱-۲
۵۰۲	اعلان عام	۳
۵۰۳	کچھ لوگ ابھی بچ رہیں گے	۴
۵۰۴	باقی لوگوں سے سلوک	۵
۵۰۵	مزید رعایت	۶
۵۰۶	عہد کی کوئی صورت ہی نہیں	۷
۵۰۷	صلح کیسے ہو	۸-۹
۵۰۸	مل کر رہنا نہیں جانتے	۱۰-۱۱
۵۰۹	عہد شکنوں سے لڑو	۱۲
۵۱۰	لڑائی کن سے ہے	۱۳
۵۱۱	ان سے جنگ کرو (ا)	۱۴-۱۵
۵۱۲	ان سے جنگ کرو (ب)	
۵۱۳	کام ایک جانچ ہے	۱۶
۵۱۴	راہِ عمل	
۵۱۵	مسجدوں کی آبادی	۱۷
۵۱۶	مسجد کے متولی	۱۸
۵۱۷	مسجدوں کی ظاہری چہل پہل	۱۹
۵۱۸	کامیابی کی راہ	۲۰-۲۱-۲۲
۵۱۹	ایمان والوں کی صفت	۲۳
۵۲۰	زبردست دھمکی	۲۴
۵۲۱	اسلام کیا ہے (ا)	
۵۲۲	اسلام کیا ہے (ب)	
۵۲۳	اسلام کیا ہے (ج)	

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۵۲۵	اسلام کیا ہے؟ (ز)	
۵۲۶	اللہ کی مدد	۲۵
۵۲۷	اطمینان قلب	۲۶-۲۷
۵۲۸	پاکیزگی ایمان ہے	۲۸
۵۲۹	پاکیزگی ایمان ہے (ب)	
۵۳۰	اسلام کے دیگر مخالفین (ز)	۲۹
۵۳۱	اسلام کے دیگر مخالفین (ب)	
۵۳۲	دینِ حق کے خلاف باتیں	۳۰
۵۳۳	رب فقط اللہ ہے	۳۱
۵۳۴	دین کا زور (ز)	۳۲
۵۳۵	دین کا زور (ب)	
۵۳۶	اللہ کی تدبیر	۳۳
۵۳۷	دین حق کا غلبہ	
۵۳۸	اہل کتاب کے علماء اور درویش	
۵۳۹	مال جمع کرنے کی سزا	۳۴
۵۴۰	مال کا وبال	۳۵
۵۴۱	مال و دولت کا حکم	
۵۴۲	زمانے کی تقسیم (ز)	۳۶
۵۴۳	زمانے کی تقسیم (ب)	
۵۴۴	حکم توڑنا	۳۷
۵۴۵	پچھلی دو آیتوں کا خلاصہ	
۵۴۶	وقت پر کاہلی بری ہے (ز)	۳۸
۵۴۷	وقت پر کاہلی بری ہے (ب)	
۵۴۸	تم نہیں تو اور	۳۹
۵۴۹	لمحۂ فکریہ	
۵۵۰	اللہ کی مدد	

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۵۵۱	اطمینان و سکون	۴۰
۵۵۲	عام تیاری کا حکم	۴۱
۵۵۳	منافقوں کے چیلے اور بہانے	۴۲
۵۵۴	منافقوں کا پول	۴۳
۵۵۵	ایمان والوں کا رویہ	۴۴
۵۵۶	بہلنے بازوں کا کھوٹ	۴۵
۵۵۷	نفاق کا ثبوت	۴۶
۵۵۸	بُرے دُور ہی اچھے	۴۷
۵۵۹	پرلے فتنہ پرداز	۴۸
۵۶۰	نہ کرنے کے سو بہانے	۴۹
۵۶۱	دوست نما دشمن	۵۰
۵۶۲	اللہ پر بھروسہ	۵۱
۵۶۳	پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟	۵۲
۵۶۴	مال کی بے وقعتی	۵۳-۵۴
۵۶۵	مال کا وبال	۵۵-۵۶-۵۷
۵۶۶	لالچی	۵۸-۵۹
۵۶۷	صدقوں کے مستحق	۶۰
۵۶۸	مخالفت کا نتیجہ	۶۱
۵۶۹	منافقوں کی چال	۶۲-۶۳
۵۷۰	منافقوں کی پریشانی	۶۴
۵۷۱	منافقوں کا عذر لنگ	۶۵-۶۶
۵۷۲	نفاق کی علامتیں	۶۷
۵۷۳	کافروں اور منافقوں کی سزا	۶۸
۵۷۴	پہلی قوموں سے عبرت	۶۹
۵۷۵	پہلوں کی خبریں	۷۰
۵۷۶	مومنوں کی خصوصیتیں	۷۱

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۵۷۷	مومنوں کا انعام	۷۲
۵۷۸	جہاد کی ضرورت	۷۳
۵۷۹	ناشکری کی سزا	۷۴
۵۸۰	نفاق کی جڑ بخل	۷۵ تا ۷۷
۵۸۱	نفاق کی علامت	۷۸-۷۹
۵۸۲	مغفرت کے لیے ایمان شرط ہے	۸۰
۵۸۳	منافق کی پرکھ جہاد ہے	
۵۸۴	ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے	۸۱-۸۲
۵۸۵	منافقوں سے قطع تعلق	۸۳
۵۸۶	فاسقوں کا علاج	۸۴
۵۸۷	ان کی خوشحالی جنجال ہے	۸۵
۵۸۸	ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں	۸۶
۵۸۹	تندرست ہو کر اپاہج بنتے ہو	۸۷
۵۹۰	مومنوں کی شان	۸۸
۵۹۱	آخرت کا بدلہ	۸۹
۵۹۲	دیہاتیوں کا حال	۹۰
۵۹۳	قابل قبول عذر	۹۱
۵۹۴	سواری نہ ہونا عذر ہے	۹۲
۵۹۵	گرفت کس کی ہے؟	۹۳-۹۴
	پارہ یَعْتَذِرُوْنَ ۱۱	
۵۹۶	واپسی پہ پھر اپنا رونا روئیں گے	۹۴
۵۹۷	منافقوں کے ساتھ برتاؤ	۹۵
۵۹۸	اللہ نافرمانوں سے راضی نہیں	۹۶
۵۹۹	دیہاتیوں کا حال	۹۷
۶۰۰	دیہاتی ماحول کا اثر	۹۸
۶۰۱	بعض دیہاتی اچھے بھی ہیں	۹۹
۶۰۲	اسلام لانے والوں کا انعام	۱۰۰
۶۰۳	اردگرد کے لوگوں کا حال	۱۰۱
۶۰۴	خطاکار مسلمان	۱۰۲
۶۰۵	نیک کاموں کی ترغیب	۱۰۳
۶۰۶	اللہ سب کام دیکھ رہا ہے	۱۰۴-۱۰۵
۶۰۷	دو اور گروہ	۱۰۶
۶۰۸	بظاہر خیر خواہ بنتے ہیں	۱۰۷
۶۰۹	نیک نیتی اصل چیز ہے	۱۰۷
۶۱۰	تقویٰ پائیدار بنیاد ہے	۱۰۹
۶۱۱	مسجد ضرار کا وبال	۱۱۰
۶۱۲	نفع کا سودا	۱۱۱
۶۱۳	مسلمانوں کے کام	۱۱۲
۶۱۴	مشرکوں سے دینی بے تعلقی	۱۱۳
۶۱۵	ایک غلط فہمی کی اصلاح	۱۱۴
۶۱۶	جان کر نہ ماننا گمراہی ہے	۱۱۵-۱۱۶
۶۱۷	ایثار کا بدلہ	۱۱۷
۶۱۸	ایمان والوں کو معافی	۱۱۸
۶۱۹	سچائی کی قدر	۱۱۹-۱۲۰
۶۲۰	مشقت کا اجر	۱۲۰
۶۲۱	نیکی کا بدلہ	۱۲۱
۶۲۲	قومی کام کرنے کا طریقہ	۱۲۲
۶۲۳	حفاظت کا طریقہ	۱۲۳
۶۲۴	وحی کا اثر	۱۲۴
۶۲۵	نفاق کی حقیقت	۱۲۵
۶۲۶	بلاؤں سے سبق نہیں لیتے	۱۲۶
۶۲۷	منافقوں کی بدنصیبی	۱۲۷
۶۲۸	رسول کا تعارف	۱۲۸
۶۲۹	رسول کی تسلی	۱۲۹
۶۳۰	سورہ توبہ پر ایک نظر	
۶۳۱	سورہ توبہ کیا سکھاتی ہے	
۶۳۲	اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	
۶۳۳	لڑائی کا سبب	
۶۳۴	اسلام میں لڑائی	
۶۳۵	بیان حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	
۶۳۶	بقیہ بیان	

Marfat.com

فہرست الفاظ منزل دوم

سورۃ المائدہ ——— سورۃ الانعام ——— سورۃ الاعراف ——— سورۃ الانفال ——— سورۃ توبۃ

صرف وہ الفاظ جن کی تشریح حل لغات کے طور پر درس قرآن میں کی گئی ہے!

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
	الف	
۱	اٰبَآءَ	۵۲۱
۲	ابنی	۲۸
۳	ابتغی	۲۳۵
۴	اِبتغوا	۵۵۹
۵	ائتِ	۲۸
۶	اتّقوا	۹۸-۳۷
۷	اتّبع	۲۲۴
۸	اِلّقی	۳۰۸
۹	اثاب	۹۰
۱۰	اثاقلتم	۵۴۶
۱۱	اجل	۲۴۸-۲۳
۱۲	اجلّت	۲۴۸
۱۳	اَجَلٌ	۳۰۷
۱۴	اُجتُبِیتَھا	۴۳۶
۱۵	اجر	۵۰۶
۱۶	اجدر	۵۹۹
۱۷	اجبآءکم	۲۱
۱۸	اجبار	۵۳۴۷
۱۹	احسنُوا	۹۸
۲۰	اُخرٰی	۲۸۱
۲۱	اخذ	۴۱۴
۲۲	اخلد	۴۱۷
۲۳	اخذنا	۵۶۱
۲۴	ادارکوا	۳۱۰
۲۵	اذلّۃ	۶۳
۲۶	اُذُنَ	۳۹۸
۲۷	اُذِنَ	۵۰۳ ۵۵۶
۲۸	ارتابت	۵۵۶
۲۹	ارتداد	۶۳
۳۰	ارجه	۳۶۸
۳۱	ارصاداً	۶۰۷
۳۲	استحفظوا	۴۹
۳۳	استھوت	۱۹۶
۳۴	استکثرتم	۲۴۸
۳۵	اسٰی	۳۶۰
۳۶	اِستمع	۲۴۸
۳۷	استضعفونی	۳۹۲
۳۸	اسباط	۴۰۲
۳۹	استمعوا	۴۳۷
۴۰	استکباراً	۴۳۹
۴۱	استکبروا	۳۰۷
۴۲	استجاب	۴۴۹
۴۳	استجابۃ	۴۴۹
۴۴	استجیبوا	۴۵۹
۴۵	اساطیر	۴۶۵
۴۶	اسری	۴۹۰
۴۷	استجار	۵۰۲
۴۸	استقاموا	۵۰۷
۴۹	استقیموا	۵۰۷
۵۰	استجبوا	۵۲۰
۵۱	اسّس	۶۱۰
۵۲	اشتمال	۲۶۱
۵۳	اصحاب	۹۰-۱۴
۵۴	اصفح	۲۷
۵۵	اصنام	۱۹۲-۳۸۲
۵۶	اصال	۴۳۸
۵۷	اضطررتم	۳۴۰
۵۸	اعتدوا	۴
۵۹	اعرض	۲۲۴-۲۷
۶۰	اعزۃ	۶۳
۶۱	اعقاب	۱۹۶

Marfat.com

ص

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
		۴۸۴
۶۲	اعدوا	۵۵۷
۶۳	اعقب	۵۸۰
۶۴	اغربیاً	۱۸
۶۵	افرق	۲۷
۶۶	افل	۱۹۹
۶۷	افتراء	۲۱۱
۶۸	افیضوا	۳۲۰
۶۹	ارتضتم	۱۶
۷۰	اقلّت	۳۲۷
۷۱	اقترفتم	۵۲۱
۷۲	الاء	۳۳۶
۷۳	الا	۲۴۰
۷۴	الّا	۵۰۸
۷۵	الاحبار	۴۹
۷۶	الاعراف	۳۱۸
۷۷	الارض المقدسة	۲۳
۷۸	البحر	۳۸۲
۷۹	البیّنٰت	۳۳
۸۰	الربانیّون	۴۹-۷۰
۸۱	الحوایا	۲۶۴
۸۲	الحجّ الاکبر	۵۰۳
۸۳	الاشهر الحرم	۵۰۵
۸۴	الامّی	۳۹۷
۸۵	البیّنٰت	۳۳
۸۶	الحسنیٰ	۳۸۱
۸۷	الحسنیین	۵۶۳
۸۸	الانفال	۴۴۳
۸۹	الدنیا	۴۷۱

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۹۰	الدّواب	۴۸۱
۹۱	الحجّة البالغة	۳۶۷
۹۲	السارق والسارقة	۳۹
۹۳	الساعة	۴۲۷
۹۴	الساحون	۶۱۳
۹۵	السبت	۴۰۴
۹۶	السمٰوٰت	۱۳۱
۹۷	الشیطین	۱۹۷
۹۸	الصدقات	۲۰۶
۹۹	الصم البکم	۴۵۸
۱۰۰	الصّغرین	۲۹۳
۱۰۱	الطیبٰت	۹
۱۰۲	الظلمٰت	۱۳۱
۱۰۳	الفسقین	۲۷
۱۰۴	الفاحشة	۳۴۴
۱۰۵	الفواحش	۲۷۰
۱۰۶	الفحشاء	۳۰۲
۱۰۷	الفرقان	۴۷۰
۱۰۸	آل فرعون	۴۷۹
۱۰۹	القصوٰی	۴۸۱
۱۱۰	القریة	۴۰۴
۱۱۱	القصص	۴۱۸
۱۱۲	القیّم	۵۴۲
۱۱۳	الکعبین	۱۰
۱۱۴	المطوعین	۵۸۱
۱۱۵	المص	۲۸۸
۱۱۶	الممترین	۲۳۵
۱۱۷	المعتدین	۲۴۰

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۱۱۸	المتّقین	۲۸
۱۱۹	النور	۱۳۱
۱۲۰	الهنک	۳۷۳
۱۲۱	الهة	۱۹۸
۱۲۲	ام القریٰ	۲۱۰
۱۲۳	امّا	۴۸۲-۲۲۱ ۳۰۸
۱۲۴	املاق	۲۶۹
۱۲۵	امة	۳۷ ۴۲۸
۱۲۶	امر	۴۶۲
۱۲۷	اُملی	۴۲۳
۱۲۸	امانات	۴۶۲
۱۲۹	امسحوا	۱۰
۱۳۰	انصاب	۹۵ ۲۳۷
۱۳۱	انّ	۲۶۵
۱۳۲	انبعاث	۵۵۷
۱۳۳	انزلنا	۳۰۰
۱۳۴	انتقمنا	۳۸۰
۱۳۵	ان تقولوا	۴۱۴
۱۳۶	انشآء	۲۵۳
۱۳۷	انصتوا	۴۳۷
۱۳۸	انسلخ	۵۰۵
۱۳۹	انصاب	۹۵
۱۴۰	ان یظهر	۵۰۸
۱۴۱	ان یعمروا	۵۱۶
۱۴۲	ان یطعمُوا	۵۳۴
۱۴۳	انفروا	۵۴۶
۱۴۴	اولیآء	۵۸-۵۲۰-۲۴۲
۱۴۵	اوفوا	۲۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۱۴۶	اوحی	۲۱۱
۱۴۷	اورثتموہ	۳۱۵
۱۴۸	اُوٰی	۴۶۱
۱۴۹	اُود	۴۹۳
۱۵۰	اولوالارحام	۴۹۷
۱۵۱	اھواء	۸۴
۱۵۲	اھلّ	۲۶۳
۱۵۳	اھبط	۲۹۳
۱۵۴	ائمة	۵۱۰
۱۵۵	ایة	۴۳۶
۱۵۶	ابدی	۱۵
۱۵۷	ایمان	۹۳-۵۱۰۰

ب

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۱۵۸	باسا	۳۶۱
۱۵۹	باغ	۲۶۳
۱۶۰	بایعتم	۶۱۲
۱۶۱	براءة	۵۰۲
۱۶۲	برکات	۳۶۲
۱۶۳	بسطت	۳۰
۱۶۴	بدیع	۲۱۹
۱۶۵	بعثنا	۱۶
۱۶۶	بصطة	۳۴۶
۱۶۷	بصائر	۲۲۲-۴۳۶
۱۶۸	بطراً	۴۷۵
۱۶۹	بظلم	۲۰۳
۱۷۰	بغیرالحق	۳۸۸
۱۷۱	بلد	۳۲۸
۱۷۲	بلاء	۲۱۱
۱۷۳	بلّغ	۳۱۵
۱۷۴	بواء	۴۶۱
۱۷۵	بنان	۴۹۳
۱۷۶	بئس	۴۹۷
۱۷۷	بیّنت	۸۴

ت

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۱۷۸	تاویل	۵۱۰
۱۷۹	تبسل	۴۳۶
۱۸۰	تبوّئ	۱۵
۱۸۱	تثقفنّھم	۹۳-۵۱۰۰
۱۸۲	تجلّی	
۱۸۳	تزھبون	
۱۸۴	تربصون	۳۶۱
۱۸۵	تزھق	۲۶۳
۱۸۶	تزکّی	۶۱۲
۱۸۷	تخرجوہ	۵۰۲
۱۸۸	تستدرجھم	۳۶۲
۱۸۹	تستغیثون	۳۰
۱۹۰	تصدق	۲۱۹
۱۹۱	تصغٰی	۱۶
۱۹۲	تصدیة	۳۴۶
۱۹۳	تضرعا	۲۲۲-۴۳۶
۱۹۴	تطھر	۴۷۵
۱۹۵	تعلمون	۲۰۳
۱۹۶	تعد	۳۸۸
۱۹۷	تعدل	۳۲۸
۱۹۸	تعالوا	۲۶۹
۱۹۹	ترجعون	۴۳۷
۲۰۰	تعظون	۴۰۵
۲۰۱	تغشّٰی	۴۲۹
۲۰۲	تفیض	۸۹
۲۰۳	تفشلوا	۴۷۴
۲۰۴	تقوی	۳۰۰
۲۰۵	تقطع	۶۱۱
۲۰۶	تکوی	۵۴۰
۲۰۷	تلیت	۴۴۵
۲۰۸	تمترون	۱۳۲
۲۰۹	تنقمون	۶۷
۲۱۰	تنظرون	۴۳۲
۲۱۱	تنازعتم	۴۷۲
۲۱۲	تنتھوا	۴۵۶

ث

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۲۱۳	ثالث ثلثة	۸۲
۲۱۴	ثبط	۵۵۷
۲۱۵	ثقال	۵۵۲
۲۱۶	ثمن	۵۰
۲۱۷	ثمود	۳۳۹

ج

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۲۰۸	جار	۴۷۵
۲۱۹	جاھد	۵۷۸
۲۲۰	جاھلیت	۵۷
۲۲۱	جبارین	۲۴

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۲۲۲	جرف	۶۱۰
۲۲۳	جزاء	۳۵
۲۲۴	جزیۃ	۵۳۰
۲۲۵	جنب	۱۰
۲۲۶	جَنّ	۱۹۹
۲۲۷	جن	۲۱۸
۲۲۸	جنحوا	۴۸۵
۲۲۹	جمد	۲۲۹-۲۱
	ح	
۲۳۰	حاضرۃ البحر	۴۰۴
۲۳۱	حاجّۃ	۲۰۱
۲۳۲	حبط	۲۰۵
۲۳۳	حبطت	۵۱۶-۶۱
۲۳۴	حجر	۲۵۷
۲۳۵	حرج	۲۴۶
۲۳۶	حرض	۴۸۸
۲۳۷	حرم	۲۷۰-۲۶۹
۲۳۸	حرمت	۶
۲۳۹	حزب اللہ	۶۴
۲۴۰	حسبان	۲۱۵
۲۴۱	حسنۃ	۵۶۱
۲۴۲	حصاد	۲۶۰
۲۴۳	حفیظ	۲۲۵-۲۲۲
۲۴۴	حفی	۴۲۷
۲۴۵	حقّ	۴۴۷-۲۶۰
۲۴۶	حقیق	۲۶۷
۲۴۷	حکم	۲۳۵-۲۰۶
۲۴۸	حلفتم	۹۴
۲۴۹	حلتم	۴
۲۵۰	حُلِّیھِمْ	۲۹۰
۲۵۱	حمولۃ	۲۶۱
۲۵۲	حمیم	۱۹۴
۲۵۳	حوارین	۱۱۷
	خ	
۲۵۴	خبال	۵۵۸
۲۵۵	خذوا	۳۱۰
۲۵۶	خرقوا	۲۱۸
۲۵۷	خرص	۲۶۷
۲۵۸	خزی	۳۶
۲۵۹	خفف	۵۵۲
۲۶۰	خلق	۱۹۷
۲۶۱	خلات	۳۵
۲۶۲	خلائف	۳۸۲
۲۶۳	خلفاء	۳۳۶
۲۶۴	خلف	۴۰۹
۲۶۵	خَلَفَ	۴۰۹
۲۶۶	خنازیر	۶۸
۲۶۷	خوض	۲۰۹
۲۶۸	خولنا	۲۱۴
۲۶۹	خیفۃ	۴۳۸
۲۷۰	خیر	۲۷۷
	د	
۲۷۱	دارالسلام	۶۰
۲۷۲	دائرۃ	۶۰
۲۷۳	درست	۲۲۲
۲۷۴	درسوا	۴۱۰
۲۷۵	دلّی	۲۹۶
۲۷۶	دمّرنا	۳۸۱
۲۷۷	دوّاب	۴۵۸
۲۷۸	دین	۲۷۹-۴۶۹
	ذ	
۲۷۹	ذٰلکم	۲۲
۲۸۰	ذات الصدور	۴۷۳
۲۸۱	ذرھم	۲۰۹
۲۸۲	ذکر	۳۳۲
۲۸۳	ذکرٰی	۱۹۲
	ر	
۲۸۴	راکعون	۶۴
۲۸۵	رباط	۴۸۴
۲۸۶	رجسٌ	۲۴۶
۲۸۷	رسلته	۷۵
۲۸۸	رسلنا	۳۰۹
۲۸۹	رھبان	۸۸ ۵۳۳
۲۹۰	رخاء	۴۷۵
۲۹۱	ریش	۳۰
۲۹۲	ریبۃ	۶۱۱
	ز	
۲۹۳	زحف	۴۵۴
۲۹۴	زخرف	۲۳۳

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۲۹۵	زعمتم	۲۱۴
۲۹۶	زیّنّا	۲۲۸
	س	
۲۹۷	ساعۃ العسرۃ	۶۱۷
۲۹۸	سبقوا	۴۸۳
۲۹۹	سِقَایۃ۔ سُقایۃ	۵۱۴
۳۰۰	سقط فی ایدیھم	۳۹۰
۳۰۱	سکن	۲۱۵
۳۰۲	سکینتہ	۵۲۷
۳۰۳	سلطان	۲۰۲
۳۰۴	سماعون	۴۳
۳۰۵	سنین	۳۷۷
۳۰۶	سواۃ	۲۹۶
۳۰۷	سوٓءۃ	۳۱
۳۰۸	سیحا	۵۰۲
۳۰۹	سینالھم	۳۹۳
۳۱۰	سیما	۳۱۸
	ش	
۳۱۱	شاھدین	۸۹
۳۱۲	شاقوا	۴۵۳
۳۱۳	شرر	۴۸۲
۳۱۴	شرعۃ	۵۵
۳۱۵	شرّعًا	۴۰۴
۳۱۶	شرکاء	۳۵۵
۳۱۷	شرکائھم	۲۵۶
۳۱۸	شعیب	۳۵۲
۳۱۹	شقۃ	۵۵۳

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۳۲۰	شھدنا	۲۵۰
۳۲۱	شیطین	۲۳۲
۳۲۲	شیٔ	۷۷
	ص	
۳۲۳	صابرۃ	۲۵۰
۳۲۴	صاحبۃ	۲۳۲
۳۲۵	صالح	۷۷
۳۲۶	صدف	
۳۲۷	صدیقہ	
۳۲۸	صعقا	
	ض	
۳۲۹	ضرًّا	
۳۳۰	ضرارًا	
۳۳۱	ضعفٍ	
۳۳۲	ضیقا	
	ط	
۳۳۳	طائف	
۳۳۴	طفقا یخصفٰن	
	ظ	
۳۳۵	ظالمون	۲۹۵-۳۱۸
۳۳۶	ظالمین	۴۱۱
۳۳۷	ظللۃ	۴۰۱
۳۳۸	ظللنا	۲۵۲
۳۳۹	ظلم	۳۶۵
۳۴۰	ظلموا	

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۳۴۱	ظلمٰت	۱۹
۳۴۲	ظنّ	۲۶۷
	ع	
۳۴۳	عاد	۲۶۳-۳۳۴
۳۴۴	عالم الغیب والشھادۃ	۵۹۶
۳۴۵	عبادتہ	۴۳۹
۳۴۶	عتوا	۳۴۲
۳۴۷	عجزت	۳۱
۳۴۸	عدن	۵۷۷
۳۴۹	عدل	۱۳ ۲۳۶
۳۵۰	عدواً	۲۲۷
۳۵۱	عرض	۵۵۳
۳۵۲	عرش	۴۰۹ ۶۲۹
۳۵۳	عزر تموھم	۱۶
۳۵۴	عصوا	۸۵
۳۵۵	عقدتم	۹۳
۳۵۶	عقرھا	۳۴۲
۳۵۷	عقود	۱
۳۵۸	عفا	۵۵۴
۳۵۹	عفوا	۲۶۱ ۴۲۴
۳۶۰	علم	۲۶۷
۳۶۱	عمین	۳۳۳
۳۶۲	عمارۃ	۵۱۸
۳۶۳	عھد	۲۷۲ ۳۷۹
۳۶۴	عیلۃ	۵۲۸
	غ	
۳۶۵	غائط	۱۱

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۳۶۶	غابرین	۴۴۹
۳۶۷	غرّ	۴۷۷
۳۶۸	غرت	۱۹۳/۲۵۰
۳۶۹	غرور	۲۳۲
۳۷۰	غل	۳۱۴
۳۷۱	غلّت	۷۱
۳۷۲	غدد	۴۳۸
۳۷۳	غنی	۲۵۳
۳۷۴	غمرات	۲۱۲
۳۷۵	غیب	۱۸۵
۳۷۶	غیر ذات الشوکۃ	۴۴۸
۳۷۷	غیر الحق	۲۱۲

ف

۳۷۸	فالق	۲۱۵
۳۷۹	فاستون	۵۷
۳۸۰	فاحشۃ	۳۰۲
۳۸۱	فترۃ	۲۲
۳۸۲	فتنۃ	۴۷۹
۳۸۳	فرادای	۲۱۴
۳۸۴	فرش	۲۶۱
۳۸۵	فساد	۳۳
۳۸۶	فتق	۲۴۲/۳۶۳
۳۸۷	فشلتم	۴۷۳
۳۸۸	فرقۃ	۴۵۴

ق

۳۸۹	قاصد	۵۵۰
۳۹۰	قاتلون	۲۸۹
۳۹۱	قبیل	۳۰۱
۳۹۲	قدروا	۲۰۸
۳۹۳	قراطیس	۲۰۸
۳۹۴	قرابت	۶۰۱
۳۹۵	قربان . قربا	۲۸
۳۹۶	قرن	۱۳۶
۳۹۷	قسط	۳۰۳
۳۹۸	قسیسین	۸۸
۳۹۹	قطعنا	۴۰۰/۴۰۸
۴۰۰	قفینا	۵۲
۴۰۱	قلبوا	۵۵۹
۴۰۲	قنوان	۲۱۷
۴۰۳	قیم	۲۷۹

ک

۴۰۴	کارهون	۴۴۷
۴۰۵	کافۃ	۵۴۲
۴۰۶	کافرین	۵۰۲
۴۰۷	کتاب	۲۰۶/۲۰۹
۴۰۸	کتاب مبین	۱۸۵
۴۰۹	کساد	۵۲۱
۴۱۰	کسالی	۵۶۴
۴۱۱	کعبۃ	۱۰۱
۴۱۲	کفارۃ	۹۳/۱۰۱
۴۱۳	کفر	۲۰
۴۱۴	کلمۃ	۱۰۱
۴۱۵	کید	۴۲۲
۴۱۶	کیدون	۴۳۲

ل

۴۱۷	لا اوضعوا	۵۵۸
۴۱۸	لاترتدوا	۲۳
۴۱۹	لاتاس	۲۷
۴۲۰	لاتخشوا	۵۰
۴۲۱	لاتثربوا	۵۰
۴۲۲	لاتزر	۲۸۱
۴۲۳	لاتخونوا	۴۶۲
۴۲۴	لاتظلمون	۴۸۵
۴۲۵	لاتتخذوا	۵۲۰
۴۲۶	لاتفتنی	۵۶۰
۴۲۷	لاتشمت	۳۹۲
۴۲۸	لاتسبوا	۲۲۷
۴۲۹	لاتغلوا	۸۴
۴۳۰	لمستم	۱۱
۴۳۱	لایتناهون	۸۵
۴۳۲	لایرهبون	۵۰۹
۴۳۳	لایقصرون	۴۳۵
۴۳۴	لایدینون	۵۳۰
۴۳۵	لایتالون	۲۲۰
۴۳۶	لایفتنون	۳۰۱
۴۳۷	لایؤاخذ	۳۰۱
۴۳۸	لقاء	۹۳
۴۳۹	لَغْوٌ	۹۳
۴۴۰	لم یلبسوا	۲۰۳
۴۴۱	لم یقصوا۔ لم یظاهروا	۵۰۴
۴۴۲	لم یغنوا	۳۶۰
۴۴۳	لعباً ولهواً	۱۹۳
۴۴۴	لعل	۳۳۲
۴۴۵	لعنّا	۱۷
۴۴۶	لعنوا	۷۱
۴۴۷	لن نملك	۴۶
۴۴۸	لن یضروك	۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۴۴۹	لومة	۶۳
۴۵۰	ليبلى	۴۵۵
۴۵۱	ليمس	۸۲
۴۵۲	ليجادلوكم	۲۴۲
۴۵۳	ليميز	۴۶۸
	م	
۴۵۴	اماعنتم	۶۲۸
۴۵۵	مائدة	۱۲۰
۴۵۶	ماستقاموا	۵۰۷
۴۵۷	مبارك	۲۱۰
۴۵۸	مبصرون	۴۳۵
۴۵۹	متاع	۵۴۶
...	متحرف	۴۵۴
...	متكئ	۲۱۷
۴۶۲	متين	۴۲۲
۴۶۳	مثوبة	۶۸
۴۶۴	مثل	۴۱۸
۴۶۵	محزى	۵۰۲
۴۶۶	مدين	۳۵۲
۴۶۷	مدخل	۵۶۵
۴۶۸	مدحوراً	۲۹۵
۴۶۹	مذؤماً	//
۴۷۰	مرجون	۶۰۷
۴۷۱	مردفين	۴۴۹
۴۷۲	مرض	۵۹
۴۷۳	مرسٰى	۴۲۷
۴۷۴	مردوا	۶۰۳
۴۷۵	مرجون	۶۰۷
۴۷۶	مسرفون	۳۳

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۴۷۷	مستقر	۲۱۶
۴۷۸	مستودع	۲۱۶
۴۷۹	مسجد	۳۱۰
۴۸۰	مستضعفون	۴۶۱
۴۸۱	مسلم	۴۸۵
۴۸۲	مشتبهاً	۲۱۷
۴۸۳	معتدون	۵۰۹
۴۸۴	معذرة	۴۰۵
۴۸۵	معروشات	۲۶۰
۴۸۶	معرضون	۴۵۸
۴۸۷	مغرم	۶۰۰
۴۸۸	مغلولة	۷۱
۴۸۹	مفاتح	۱۸۵
۴۹۰	مكاء	۴۶۷
۴۹۱	مكانته	۲۵۴
۴۹۲	مكنا	۲۹۱
۴۹۳	مكر	۳۶۳
۴۹۴	ملكوت	۴۲۳
۴۹۵	ملوكاً	۲۳
۴۹۶	من بعد ذلك	۴۸
۴۹۷	منافقون	۴۷۷
۴۹۸	من وسلوٰى	۴۰۱
۴۹۹	منهاج	۵۵
۵۰۰	موازين	۲۹۰
۵۰۱	مواطن	۵۲۶
۵۰۲	موطئ	۶۲۰
۵۰۳	موهن	۴۵۶
۵۰۴	مهتدون	۲۵۳
۵۰۵	مهلك	۳۵۲

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۵۰۶	مهما	۳۷۸
۵۰۷	ميقات	۳۸۴
	ن	
۵۰۸	نبّأ	۵۱۶
۵۰۹	نبذ	۴۸۲
۵۱۰	نبوة	۲۰۶
۵۱۱	نتقنا	۴۱۱
۵۱۲	نجس	۵۲۸
۵۱۳	نزعنا	۳۱۴
۵۱۴	نسختها	۳۹۴
۵۱۵	نسئ	۵۴۴
۵۱۶	نصارٰى	۱۸
۵۱۷	نصرف	۲۲۲
۵۱۸	نفس	۲۳ / ۴۲۹
۵۱۹	نفقات	۵۶۴
۵۲۰	نفقة	۶۲۱
۵۲۱	نكدا	۳۲۸
۵۲۲	نكص على عقبيه	۴۷۶
۵۲۳	نكثوا	۵۱۰
۵۲۴	نودوا	۳۱۵
۵۲۵	نور	۱۹
	و	
۵۲۶	واثقكم	۱۲
۵۲۷	واذ	۴۱۴
۵۲۸	والازلام	۹۵
۵۲۹	وامسحوا	۱۰
۵۳۰	وحملة	۴۶۵
۵۳۱	وذر	۱۹۳
۵۳۲	وذروا	۴۲۱

Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	صفحہ
۵۳۳	وسوس	۲۹۶
۵۳۴	وصّکم	۲۷۰
۵۳۵	وصفهم	۲۵۸
۵۳۶	وطعنوا	۵۱۰
۵۳۷	وکّلنا	۲۰۶
۵۳۸	وکیل	۲۲۵
۵۳۹	وری	۲۹۶
۵۴۰	ولی	۲۴۷
۵۴۱	ولیجة	۵۱۴
	ه	
۵۴۲	هُدًی	۲۰۵
۵۴۳	هدی	۱۰۱
۵۴۴	هدیٰنه	۳۹۵
۵۴۵	هلم	۲۶۸
۵۴۶	هَمَّ	۱۵
۵۴۷	هود	۳۳۴
	ی	
۵۴۸	یابی	۵۳۴
۵۴۹	یاقوم	۲۳
۵۵۰	یویلتیٰ	۳۱
۵۵۱	یبدی	۲۹۶
۵۵۲	یبحث	۳۱
۵۵۳	یبطل	۴۴۹
۵۵۴	یتخطف	۴۰۱
۵۵۵	یترددون	۵۵۶
۵۵۶	یتقون	۱۹۲
۵۵۷	یتکبّرون	۳۸۸
۵۵۸	یتولون	۴۸
۵۵۹	یتوفی	۴۷۸
۵۶۰	یتیهون	۲۷
۵۶۱	یجمحون	۵۶۵
۵۶۲	یحرفون	۱۷ / ۴۵
۵۶۳	یحادوا	۵۶۹
۵۶۴	یحاربون	۳۵
۵۶۵	یحق	۴۴۹
۵۶۶	یحول	۴۵۹
۵۶۷	یحیٰی	۵۴۰
۵۶۸	یحییکم	۴۵۹
۵۶۹	یحکمون	۴۸
۵۷۰	یخرصون	۲۳۷
۵۷۱	یخوضون	۱۹۱
۵۷۲	یذکّرون	۲۴۷
۵۷۳	یزیّنکم	۴۶۸
۵۷۴	یسارعون	۴۳ / ۶۰
۵۷۵	یردوهم	۲۵۶
۵۷۶	یساقون	۴۴۷
۵۷۷	یسبحون	۴۳۹
۵۷۸	یستاذن	۵۵۶
۵۷۹	یستحیون	۳۸۳
۵۸۰	یستخلف	۲۵۳
۵۸۱	یسجدون	۴۳۹
۵۸۲	یسعون	۳۵
۵۸۳	یشکرون	۳۲۸
۵۸۴	یسومونکم	۳۸۳
۵۸۵	یصل	۲۵۵
۵۸۶	یصّعد	۲۴۶
۵۸۷	یصلحون	۲۹۰
۵۸۸	یصنعون	۱۸
۵۸۹	یضاهئون	۵۳۲ / ۶۲۰
۵۹۰	یطئون	۲۷
۵۹۱	یطیروا	۳۷۷
۵۹۲	یعتدون	۸۵
۵۹۳	یعدلون	۱۳۱
۵۹۴	یعمهون	۲۳۱
۵۹۵	یعتذرون	۵۹۶
۵۹۶	یعجزون	۴۸۳
۵۹۷	یعکفون	۳۸۲
۵۹۸	یعفوا	۱۹
۵۹۹	یفتدوا	۳۸
۶۰۰	یفتنوا	۵۶
۶۰۱	یفرقون	۵۶۵
۶۰۲	یقتونوا	۲۳۴
۶۰۳	یقترفون	۲۴۱
۶۰۴	یقصون	۲۵۰
۶۰۵	یقطعون	۶۲۱
۶۰۶	یکنزون	۵۲۹
۶۰۷	یلعبون	۲۰۹
۶۰۸	یلمز	۵۶۶
۶۰۹	یلمث	۴۱۷
۶۱۰	یمدون	۴۳۵
۶۱۱	ینال	۳۰۱
۶۱۲	ینبئ	۱۸
۶۱۳	ینفروا	۶۲۲
۶۱۴	ینهی	۷۰
۶۱۵	ینزغن	۴۳۴
۶۱۶	ینم	۲۱۸
۶۱۷	ینفوا من الارض	۳۵
۶۱۸	ینقضون	۴۸۱
۶۱۹	یهدون	۴۲۱
۶۲۰	یوحی	۲۳۳ / ۴۵۲
۶۲۱	یواطئوا	۵۴۴
۶۲۲	یومئین	۵۲۶
۶۲۳	یئس	۷

Marfat.com

سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ

ترتیب قرآنی کے مطابق یہ پانچویں سورت ہے اور اس کا نام المائدہ ہے جو عربی میں کھانے سے سجے سجائے خوان کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسٰے (ع) کے حواریوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آسمان سے ایسا خوان ان پر اترے' اس واقعہ کا اس سورت میں بیان ہے۔ اس لیے اس کا نام المائدہ ہو گیا۔

اسی سورت سے قرآن مجید کی سات منزلوں سے دوسری منزل شروع ہوتی ہے۔ پہلی منزل سورۃ النساء کے ساتھ ختم ہوئی۔ یہ سورت مدینہ میں تھوڑی تھوڑی کر کے ۸ھ سے لے کر ۱۰ھ تک نازل ہوئی' اس کے مکمل ہونے کے بعد کوئی اور سورت پوری نازل نہیں ہوئی اس لیے اس کو قرآن مجید کی سب سے آخری سورت بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک آیت میدانِ عرفات میں آخری حج کے موقعہ پر جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں اتری اور اس میں مسلمانوں سے کہہ دیا گیا۔ کہ آج تمہارا دین مکمل ہو گیا اور یہی دین تمہارے لیے مقرر کر دیا گیا اور اس کا نام اسلام ہے۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا کہ وہی عرب جو بڑے زور شور سے آپ کی مخالفت کے لیے اٹھے تھے۔ سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ جس کا ذکر سورۃ اذا جآء نصر اللہ میں ہے۔

اس سورت کا خاص پیغام مسلمانوں کے لیے یہ ہے کہ دین کی باتوں کو بڑی پابندی اور خیال کے ساتھ پورا کرو اور جس بات کا تم نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اقرار کیا ہے اس کو عملی طور پر پورا کر کے دکھاؤ۔

اس سورت میں مسلمانوں کے لیے بعض چیزوں کا کھانا پینا حرام کیا گیا ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ میل جول رکھنے کی حد تک اجازت دی گئی ہے۔ طہارت اور وضو کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں۔ بیرونی پاکیزگی کے ساتھ اندرونی پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے۔ احکام شرعی بجا لانے پر دونوں جہان کی کامیابی موقوف رکھی گئی ہے' یہود و نصاریٰ کے مختلف رویوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور یہود سے کہا گیا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو تم نے ستایا اور ان کی نافرمانی کی۔ اب تمہیں دوسرا موقعہ دیا جاتا ہے۔ یہ آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس کام کی باتیں لاتے ہیں ان کو مانو اور ستانے سے باز آؤ۔ یہود کو ناحق قتل کرنے اور فساد سے روکنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے

یہود کے وہ قانون جو جرموں کو روکنے کے لیے ان کے اوپر مقرر کئے گئے تھے بیان کیے گئے ہیں اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے دین پر عمل نہ کیا۔ لیکن تمہیں اپنے دین پر پورا پورا عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد یہود کی بہانہ بازیوں اور احکام کے پورا کرنے میں ٹال مٹول کا مفصل بیان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام لوگوں کو قرآنی پیغام پہنچانا آپ کا فرض ہے' آپ اس کا فکر نہ کریں کہ لوگ سنتے ہیں یا نہیں۔ سنتے مسلمانوں کو شراب اور جوئے سے بچنے کو کہا گیا ہے' احرام کے وقت بعض چیزوں سے پرہیز کرنے کو کہا گیا ہے۔

اس کے بعد پرانی بری رسموں کو چھوڑ دینے کو کہا گیا ہے۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کے واقعات کا بیان ہے۔ اور اسی پر سورت کا اختتام ہے۔

Marfat.com

سورۃ المائدہ ۵ مدنیۃ ۱۲ رکوعہا ۱۶

منزل ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) ذمہ داری پوری کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ

اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا

تمہارے لیے حلال ہوئے چوپائے مویشی ان کے سوائے جو

يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ

تم کو سنائے جائیں گے مگر شکار کو حلال نہ جانو

اَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝۱

احرام کی حالت میں اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ

اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کی نشانیوں

اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

کو اور نہ ادب والے مہینہ کو اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ ہو

وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ

اور نہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لے جائیں کعبہ کو نہ آنے والوں کو حرمت والے

الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ

گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی

عُقُود: عقد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گرہ لگانا، باندھنا۔ اپنے ذمہ کوئی کام لے لینے کو عقد کہتے ہیں۔ اس کے معنی عہد و پیمان کرنا اور پختہ وعدہ کرنا بھی ہیں۔ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَام: مویشی وہ جانور ہیں اکثر پالے جاتے ہیں اور جن کا کھانے کے لیے شکار کیا جاتا ہے۔ مُحِلِّي الصَّيْدِ کی اصل شکل مُحِلِّيْنَ ہے جو مُحِلّ کی جمع ہے اور یہ اِحلال سے بنا ہے جو حلال سے ہے اِحلال کے معنی ہیں حلال جاننا یا جائز کر لینا۔ مُحِلِّي الصَّيْدِ: محلین کو صید کے ساتھ ملانے سے اس کا نون گر گیا۔ اس کے معنی ہیں شکار کو حلال سمجھنے والے یا جائز کر لینے والے۔ حُرُم: حرام کی جمع ہے جو حرمت سے بنا ہے۔ حرام کے معنی ہیں محفوظ۔ وہ چیز جس کی بے ادبی نہ کی جا سکے نہ اس کو استعمال کیا جا سکے وہ کوئی جسے کسی چیز کے کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ یہاں اس سے مراد حاجی ہیں جو حج کی نیت کر لیں ان پر چند چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ شَعَاۗىِٕرَ: شعیرۃ کی جمع ہے وہ چیزیں اللہ نے اپنی بندگی کی نشانیاں مقرر کیا ہے۔ قَلَاۗىِٕد: قلادہ کی جمع ہے۔ ہار یا پٹہ یا اسی قسم کی کوئی چیز جسے قربانی کے گلے میں باندھ دیتے ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جانور قربانی کے لیے جا رہا ہے یہاں مراد وہ جانور ہیں جن کے گلوں میں یہ چیزیں باندھ دی گئی ہوں۔ اٰۗمِّيْن: آمّ کی جمع ہے کعبہ کا ارادہ کر کے چل دینے والے۔ الْبَيْتَ الْحَرَام: حرمت والا گھر یعنی کعبہ۔

اس سورت کے شروع میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن باتوں کا پورا کرنا تم نے اپنے ذمہ لیا ہے انہیں پورا کرنا چاہیئے انسان جب کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اپنے ذمہ لیتا ہے کہ اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑوں گا اس ذمہ داری کا نبھانا اس کا فرض ہے چنانچہ اس کے بعد جو چیزیں کرنے کی ہیں اور جن چیزوں سے رکنا ہے وہ بتا دی گئی ہیں۔

Marfat.com

ذمّہ داری پوری کرو (ب)

شروع سورت میں ہی ایمان والوں سے کہا گیا ہے کہ جو تم اپنے ذمّہ لے لو اسے پورا کرو ایمان والا شخص وہ ہے جو زبان سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل میں ٹھان لے کہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مجھے حکم دیں گے اسے دل و جان سے بجا لاؤں گا۔ اس کلمہ کے پڑھتے ہی اسے کچھ کام کرنے کے حکم دیئے جاتے ہیں:

۱۔ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو۔

۲۔ پانچ وقت مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرو۔

۳۔ جب رمضان کا مہینہ آئے تو مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھو۔

۴۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔

۵۔ آسانی سے ہو سکے تو عمر میں ایک دفعہ بیت اللہ کا حج کرو۔

کلمہ پڑھ لینا ان سب کاموں کے کرنے کا عہد ہے جس کو عقد بھی کہتے ہیں آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے عہد کو پورا کرو اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہیں کرو۔

پچھلی قوموں نے جن کی مثال یہود اور نصاریٰ کی شکل میں عرب کے سامنے موجود تھی۔ سب سے بڑھ کر قصور یہی کیا کہ اللہ کے ساتھ جو عہد و پیمان کیے تھے انہیں پورا نہ کیا۔ ان کی سب باتیں تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ۔ آل عمران اور النساء میں بیان کی گئی ہیں۔ شاید ایسی بہانہ بازیاں نہ کسی نے کی ہوں گی جیسی ان دو قوموں نے کیں۔ زبان سے اقرار کیا کہ ہم اللہ کے سارے حکم مانیں گے مگر ان کے بعد اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے اور اللہ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہا موڑ توڑ لیا۔ سب سے بڑا عہد جو انہوں نے آخر میں توڑا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا عہد تھا۔ یہاں پہلے ہی مسلمانوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ کرنا بلکہ جو راستہ تمہارے لیے اللہ اور رسول نے مقرر کیا ہے اس کی خیال کے ساتھ پیروی کرنا۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ تم پر چوپائے جانوروں سے فائدہ اٹھانا حلال کیا گیا ہے جی چاہے تو ان کو کھاؤ۔ لیکن حج کے احرام کی حالت میں جنگلی جانوروں کا شکار نہ کرو۔ اسی طرح تم کو حکم دیا جاتا ہے اللہ نے جن چیزوں کو اپنی عبادت کا مقام یا علامت مقرر کر دیا ان کی عزت اور احترام کرو۔ یہ مقام مسجدیں ہیں اور خانہ کعبہ کے اردگرد کی بہت سی جگہیں ہیں۔ جہاں حج کے موقعہ پر جانا پڑتا ہے یا کوئی کام کرنا پڑتا ہے خاص کر چار حرام مہینوں میں لڑائی اور گناہوں سے بچنے اور اچھے کام کرنے کی کوشش کریں۔ مگر ہاں کوئی حملہ کرے تو اس سے لڑنا ان مہینوں میں بھی جائز ہے۔ یہ مہینے رجب۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم ہیں۔

اسی طرح قربانی کے جانور جو مکہ معظمہ لے جائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی ان کے گلے میں پٹہ یا کوئی ایسی ہی چیز لٹکا دی جاتی ہے ان کا احترام ضروری ہے کسی کو انہیں ستانا نہ چاہیئے۔ اسی طرح جو لوگ حج کے ارادہ سے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ ان کی حفاظت اور ان کا احترام مسلمانوں پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔

آگے ساری سورت میں یہود و نصاریٰ کا حال بتا کر سمجھایا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے فرمان بردار بندے بننے میں ناکامیاب رہے۔ تم ان کی سی باتیں اختیار نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔

Marfat.com

زیادتی نہ کرو

وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا
اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرو اور زیادتی نہ
یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ
ہو تم کو دشمنی اس قوم کی کہ انہوں نے روکا تھا تم کو
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا
حرمت والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو
عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى
نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو
الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ
گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾
اللہ کا عذاب سخت ہے

المائدۃ

حَلَلْتُمْ: حلال ہو جاؤ یعنی احرام کھول دو اور احرام سے باہر آ جاؤ

اصْطَادُوْا: شکار کرو تم یعنی شکار تمہارے لیے جائز ہو جائے گا۔

اعْتَدُوْا: عدوان سے بنا ہے جس کے معنی زیادتی ہیں۔ یہ لفظ بھی آیت میں موجود ہے۔

اتَّقُوْا: تقویٰ سے ہے جس کے معنی ہیں برائی سے بچنا۔ مطلب یہ ہے برائی سے بچو

پہلی آیت میں احرام کی حالت میں جنگلی جانوروں کا شکار حرام کیا گیا۔ اس آیت میں احرام ختم ہو جانے کے بعد اس کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد کی ہدایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا کتنا اونچا طریقہ سکھاتا ہے۔ آیت کا پہلا حصہ جو پچھلے سبق میں آچکا ہے چند باتوں کی ہدایت کرتا ہے کہ حج کے مہینوں کا احترام کرو جو لوگ حج یا کعبہ کی زیارت کے لیے آئیں ان کو نہ روکو اور نہ ستاؤ۔ ان کے قربانی کے جانوروں کی حفاظت کرو۔ مکہ کے لوگ بھی ان باتوں کو مانتے تھے۔ لیکن مسلمانوں سے اتنی دشمنی ہو گئی کہ جب وہ مدینہ منورہ سے کعبے کی زیارت (عمرہ) کے لیے مکہ معظمہ آئے تو کافروں نے ان سب باتوں کا کوئی خیال نہیں کیا اور مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ایسے موقع پر مسلمانوں کا جوش میں آجانا معمولی بات تھی۔ اس لیے پہلے ان باتوں کا ذکر کر دیا۔ جنہیں حج اور عمرہ ادا کرنے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ مسلمان ان باتوں کا خیال رکھیں اور پھر صاف صاف کہہ دیا کہ مکہ والوں نے دشمنی کی وجہ سے تمہارے ساتھ یہ سب زیادتیاں کیں۔ لیکن ان کی دشمنی کی وجہ سے تم جوش میں آکر ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ خود مجرم بن جاؤ۔ اپنے ہر آدمی کو جوش میں آنے سے روکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں حد سے بڑھ جائے۔

Marfat.com

معاشرتی اصول

پچھلے دو سبقوں میں جس آیت کا بیان ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو کئی مفید حکم دیئے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض خاص موقعوں کے لیے ہیں اور بعض عام ہیں۔ عام حکموں میں سے دو حکم بہت زیادہ مسلمانوں کی توجہ کے قابل ہیں۔ اگر ان پر عمل کر لیا جائے۔ تو ہماری سوسائٹی کی تمام خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اگر شروع کی طرح بعد میں بھی ان پر عمل جاری رہتا تو سوسائٹی کی کوئی خرابی ہمارے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس سے غفلت برتی اور اس کا نتیجہ جو ہوا ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ دو حکم یہ ہیں:

۱۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔

۲۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

تعاون اور عدم تعاون کے الفاظ عرصہ سے بہت سنے جاتے رہے ہیں۔ آج اس کا مطلب سمجھ لینا چاہیئے۔ یعنی وہ مطلب جو قرآن مجید میں بتایا گیا ہے۔ تعاون کے معنی ہیں آپس میں مدد کرنا اور عدم تعاون کا مطلب ہے مدد نہ کرنا اور منہ موڑ لینا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تعاون کن چیزوں میں ہونا چاہیئے اور عدم تعاون کا موقعہ کونسا ہے، ان دو جملوں میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں یعنی بر اور تقویٰ پھیلانے کے لیے تعاون کرو اور اثم اور عدوان روکنے کے لیے عدم تعاون سے کام لو۔ بر کے معنی ہیں نیک کام اور تقویٰ کے معنی ہیں بُرے کاموں سے بچنا۔ ان دو چیزوں میں تعاون ہونا چاہیئے۔ اثم کے معنی ہیں گناہ اور عدوان کے معنی ہیں کسی پر ظلم اور زیادتی۔ ان دونوں چیزوں میں عدم تعاون ہونا چاہیئے۔ اگر اس کو صاف الفاظ کے اندر اپنی زبان میں کہا جائے۔ تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اچھے آدمیوں کی ان کے اچھے کاموں میں مدد کرو اور بُرے آدمیوں سے ان کے بُرے کاموں میں الگ ہو جاؤ۔

بر میں وہ سب کام آگئے جن سے آدمیوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تقویٰ پرہیزگاری کو کہتے ہیں۔ اثم وہ ہے جس کے کرنے سے آدمی دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں میں سزا پاتا ہے اور عدوان اپنے سے کمزور کو دبا کر اپنا کام نکالنے کو کہتے ہیں۔

تعاون کی صورت یہ ہے کہ سب آدمی جمع ہو کر یہ ارادہ کر لیں کہ جو شخص آدمیوں کے فائدے کا کام کرے گا اور گناہوں سے بچے گا اس کی ہم سب مل کر مدد کریں گے اور عدم تعاون کی صورت یہ ہے کہ سب مل کر فیصلہ کریں کہ جو گناہ کرے گا اور کمزوروں کو دبائے گا۔ اس سے ہم سب سارے تعلقات قطع کر لیں گے۔ ایسا انتظام کر لینے سے ممکن نہیں کہ کوئی شخص گناہ کر سکے یا کمزوروں کو دبا کر اپنا مطلب نکال سکے۔

اب سوچنا یہ ہے کہ کیا ہم اس کے بالکل برخلاف نہیں کر رہے ہیں۔ اگر یہ صورت جاری رہی تو اس کا نقصان آخر میں قوم کی قوم کو پہنچے گا۔ نیک لوگ دبتے دبتے مٹ جائیں گے اور بُرے بُرے ہی بُرے رہ جائیں گے جس وقت ایسا واقعہ ہو گیا تو قوم تو قوم ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اس کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔

Marfat.com

حرام چیزوں کا ذکر

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ | حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ
تم پر حرام ہوا مردہ جانور اور لہو اور
الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَ
خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا
الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ
اور جو مرگیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر
وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا
یا سینگ لگنے سے اور جس کو کھایا ہو درندے نے مگر جس کو تم
ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ
نے ذبح کرلیا اور جو حرام ہے وہ جو کسی تھان پر ذبح ہوا اور
أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ
یہ کہ بانٹو تم ساتھ جوئے کے تیروں کے یہ گناہ ہے یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ کا کام ہے

تشریح: حرام کا لفظ اس مصدر تحریم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس سے بچنا چاہیئے بچنا تعظیم اور عزت کے خیال سے بھی ہوتا ہے اور استعمال کرنے سے رکنا بھی ہوتا ہے یہاں یہ دونوں مراد ہیں۔ ان چیزوں کا کھانا اس آیت میں حرام کیا گیا ہے ان کو نہ کھاؤ وہ چیزیں یہ ہیں (۱) میتہ یعنی مردار جانور، وہ جانور جس کی جان ذبح کرنے سے نہیں بلکہ خود بخود نکل گئی ہو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اس کا خون اسی میں خشک ہوگیا ہے (۲) بدن سے بہہ کر نکلنے والا خون۔ خواہ ذبح کرنے سے نکلا ہو یا کسی اور وجہ سے یہ خون ناپاک ہے اور اس کا کھانا حرام ہے بلکہ مردار گوشت کھانا بھی اس لیے حرام ہے کہ اس کا خون مرنے کی وجہ سے اندر ہی اندر جذب ہوجاتا ہے۔ جانور کو ذبح کرکے اس کا خون بہا دینا ضروری ہے تاکہ گوشت پاک اور حلال ہوجائے (۳) خنزیر کا گوشت ناپاک اور اس کا کھانا حرام ہے (۴) وہ جانور جس کو اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، یہ جانور باوجود ذبح کے اور خون بہا دینے کے حرام ہے (۵) مُنْخَنِقَةٌ۔ مَوْقُوذَةٌ۔ مُتَرَدِّيَةٌ۔ نَطِيحَةٌ حرام ہیں، ان کے معنی ترجمہ کے ساتھ اوپر دے دیے گئے ہیں یہ جانور وہ ہیں جو ذبح نہیں کیے گئے ہیں اور چوٹ وغیرہ لگ کر یا اوپر سے گر کر مرے ہیں یہ سب میتہ کے اندر داخل ہیں۔ لیکن چونکہ عرب میں ان کے کھانے کا عام رواج تھا اس لیے ان کو الگ الگ نام لے کر بیان کیا گیا (۶) درندے کا کھایا ہوا جانور حرام ہے لیکن اگر اس میں کچھ جان تھی اور تم نے اسے ذبح کرلیا تو جائز ہے (۷) جو جانور تھان پر ذبح کیا جائے تو وہ اگرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے پھر بھی حرام ہے۔ تھان وہ جگہ ہے جہاں کوئی بت بنا کر کھڑا کردیا ہو اور اس کی تعظیم کی جاتی ہو۔ اس جگہ جانور ذبح کرنے کا عرب میں عام رواج تھا اور اس سے مطلب بت کا حق ادا کرنا ہوتا تھا۔ یہ نمبر ۴ میں داخل ہے لیکن چونکہ ذبح کا یہ ایک خاص طریقہ تھا اس لیے اس کا ذکر الگ کردیا گیا (۸) سب سے آخر میں جوئے کی ایک خاص شکل سے جو عرب میں رائج تھی منع کیا گیا ہے، عرب بے فکرے نوجوان چاہے جس کا اونٹ پکڑ کر ذبح کرلیتے اور پھر اس کے گوشت کے حصے بنا کر بکھیر دیتے اور ان حصوں کو تیروں کے ذریعے بانٹتے ہر تیر پر ایک ہندسہ لکھا ہوتا لیکن کچھ تیر خالی بھی ہوتے ہر شخص جا کر جوئے میں سے ایک تیر نکال لاتا اور اس تیر کے ہندسے کے مطابق اسے حصے مل جاتے اور جو خالی تیر لاتے وہ محروم رہتے بلکہ ان کو سارے جانور کی قیمت ادا کرنی پڑتی۔

Marfat.com

دین مکمل ہو گیا

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ
آج نا امید ہو گئے وہ جو کافر ہوئے تمہارے دین سے
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ
پس نہ ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے آج
اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
پورا کر چکا میں تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کر دیا میں نے تمہارے اوپر
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ
احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین
فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
پس جو لاچار ہو جاوے بھوک میں نہ جھکنے والا
لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾
طرف گناہ کے پس تحقیق اللہ ہے بخشنے والا مہربان

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ
آج نا امید ہو گئے کافر تمہارے دین سے
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ
سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں
اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کر دیا میں نے تم پر
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ
احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین
فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے بھوک میں لیکن گناہ پر
لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾
مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

یَئِسَ: مایوس ہونے۔ یَئِسَ سے ہے جس کے معنی نا امیدی اور مایوسی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اب انہیں امید نہیں رہی کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ کر ان کے دین میں واپس آ جائیں گے۔ لَا تَخْشَوْهُمْ: مت ڈرو ان سے۔ خشیۃ سے ہے جس کے معنی ڈر، خوف، ہیبت کے ہیں اسی سے۔ اِخْشَوْنِ بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈرو مجھ سے۔ اس کے ساتھ جو نون لگا ہوا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ یہاں سے ی گر گئی ہے مگر اس کے معنی (مجھ سے) باقی ہیں۔ اُضْطُرَّ: مضطر ہو جانے۔ اضطرار سے ہے جس کے معنی ہیں بے بس ہو جانا کسی چیز کے کرنے کی اٹل ضرورت آ پڑنے کو اضطرار کہتے ہیں۔ مَخْمَصَةٍ: بھوک جس کے لیے عربی میں دوسرا لفظ جوع ہے۔ مُتَجَانِفٍ: مائل ہونے والا، جھکنے والا۔ جنف سے ہے جس کے معنی میل کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ کافروں کو امید تھی کہ مسلمان یہ دیکھ کر کہ ان کو سخت کام کرنے پڑ رہے ہیں بہت سی کھانے پینے کی چیزوں سے جن کی انہیں عادت تھی انہیں روک دیا گیا ہے اور عبادت اور جہاد کا حکم دیا گیا ہے اسلام کو چھوڑ کر پھر اپنا پرانا دین اختیار کر لیں گے اور ہمیں جیسے ہو جائیں گے آج ان کی یہ آس ٹوٹ گئی۔

مسلمان اس وقت بڑے اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے مکہ فتح ہو چکا تھا۔ سارا عرب اسلام قبول کر چکا تھا قانون کا ماننا بہت آسان ہو گیا تھا۔ ہر کام کے قاعدے مقرر ہو چکے تھے۔ اس لیے آخری حج کے موقعہ پر میدان عرفات میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ آج کافر اس سے نا امید ہو گئے کہ وہ مسلمانوں کو پھر بہکا کر کافر بنا لیں گے۔ مسلمان اب ان کا خوف بالکل دل سے نکال دیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔ مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی پوری پوری نعمت تمہارے اوپر نازل کر دی۔ اب تمہارا دین اسلام ہے اس میں تمہاری ہر مشکل کا حل اور ہر موقع کے مناسب ہدایت موجود ہے اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو جانور تمہارے لیے حرام کیے گئے ہیں ان میں سے جان بچانے کے لیے جب بھوک سے دم نکل رہا ہو اتنا کھا لینے میں کچھ حرج نہیں جس سے جان بچ جائے۔

Marfat.com

حلال کی تفصیل

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ
پوچھتے ہیں تجھ سے کیا ہے جو حلال کیا ان کے لیے

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ
کہہ دے حلال کیں تمہارے لیے ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ تم

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ
شکاری جانور دوڑنے سے لیے شکار پر سکھا کر ان کو

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ
ان میں سے جو سکھایا تم کو اللہ نے پس کھاؤ اس سے جو پکڑ رکھیں وہ

عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۖ
تمہارے لیے اور یاد کرو نام اللہ کا اس پر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴
اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ
تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے حلال ہے

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ
کہہ دے تم کو ستھری چیزیں حلال ہیں اور جو سدھاؤ

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ
شکاری جانور دوڑانے سے لیے شکار پر سکھا کر ان کو

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ
تم کو سکھایا ہے سو اس میں سے کھاؤ جو پکڑ رکھیں

عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۖ
تمہارے واسطے اور اس پر اللہ کا نام لو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴
اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے

جَوَارِح: شکار کو جانے والا ہر درندہ جانور جو جھپٹ کر شکار کو دبوچ لیتا ہے۔ مُكَلِّبِيْنَ: شکار پر دوڑانا تکلیب سے ہے جس کے معنی شکاری جانور کو شکار دکھا کر اس کے اوپر چھوڑ دینا۔ تُعَلِّمُوْنَ: اسدھاتے ہو تم (تعلیم سے ہے جس سے یہاں مراد شکاری جانور کو شکار پکڑنے کے لیے سدھانا ہے) پچھلی آیت میں حرام چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے پوچھا کہ اب ہمارے لیے حلال کیا ہے نیز یہ کہ شکاری کتوں اور باز وغیرہ سے شکار ہمارے لیے حلال ہے یا نہیں، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جو چیزیں حرام ہیں ان کے سوا اصاف ستھری چیزیں سب کی سب حلال ہیں۔ البتہ ان کے حاصل کرنے میں کوئی ناجائز طریقہ جیسے جوا، سٹہ، سود وغیرہ استعمال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بہت سی چیزیں خود تو اچھی ہوتی ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے طریقے ان کو خراب کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد شکاری جانوروں سے شکار کروانے کا طریقہ بتا دیا (۱) اوّل یہ کہ اس جانور کو شکار کرنے کے لیے سدھایا گیا ہو، اور وہ خود شکار کو نہ کھائے بلکہ تمہارے لیے رکھ چھوڑے (۲) تم اسے خود شکار دکھا کر اس کے پکڑنے کے لیے چھوڑو۔ آپ سے لپک کر نہ جائے (۳) اسدھانے کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ شکار خود نہ کھائے اور اگر واپس بلایا جائے تو شکار چھوڑ کر تمہارے حکم پر واپس چلا آئے (۴) شکار پر چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو۔ ان کے علاوہ ایک شرط یہ ہے کہ جانور شکار کو زخمی کر دے کہ اس کا کچھ خون بہہ جائے اور اگر اس نے زخمی نہیں کیا تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر پکڑنے سے پہلے مر گیا اور ذبح نہ کر سکے تو وہ مردار ہے اور حرام ہے اس بات کا خیال ضروری ہے کہ ہر چیز کے چھوڑنے کا باعث اللہ تعالیٰ کا ڈر ہونا چاہیئے۔ وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ ہر بات کا جھگڑا فوراً چکا دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حلال چیزیں

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ
آج حلال کردی گئیں واسطے تمہارے ستھری چیزیں اور کھانا ان لوگوں کا جو
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫
دیئے گئے کتاب حلال ہے واسطے تمہارے اور کھانا تمہارا حلال ہے ان کے لیے
وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ
اور پاکدامن عورتیں مسلمانوں میں سے اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں سے
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
جو دیئے گئے کتاب تم سے پہلے جب کہ دو تم ان کو
اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا
مہران کے حفاظت کرنے کو نہ خواہش پورا کرنے کو اور نہ
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ
بنانے والے چوری آشنائی اور جو انکار کرے ایمان سے
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۖ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ ع
پس تحقیق اکارت ہوا کیا اس کا اور وہ آخرت میں ٹوٹے والوں میں سے

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ
آج تمہارے لیے سب ستھری چیزیں حلال ہوئیں اور اہل کتاب کا کھانا
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫
دیئے گئے کتاب حلال ہے تم کو اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے
وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ
اور حلال ہیں تم کو پاکدامن مسلمان عورتیں اور ان میں سے پاکدامن عورتیں جن کو
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
تم سے پہلے دی گئی کتاب جب ان کو
اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا
ان کے مہر دو قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ
آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ایمان سے
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۖ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ ع
تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں ٹوٹا پانے والوں میں سے

طَيِّبٰتُ: ستھری چیزیں۔ طیبہ کی جمع ہے وہ چیز جو صاف ستھری مانی جاتی ہو اور طبیعت اس سے کراہت نہ کرے۔ اَلْمُحْصَنٰتُ: **عفت والی عورتیں**۔ پاکدامن بی بیاں۔ یہ لفظ پانچویں پارہ کے شروع میں آیا ہے اور محصنۃ کی جمع ہے۔ اصل میں یہ حصن سے بنا ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ محصنۃ وہ عورت ہے جس کی عصمت پر کوئی حملہ نہ کر سکے اس لیے خاوند والی عورت کو محصنہ کہتے ہیں۔ پانچویں پارے میں اس سے یہی مراد ہے۔ یہاں اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جو اپنی نیک بختی کی بدولت گناہ سے محفوظ ہوں۔ یا ماں باپ اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی حفاظت میں ہوں۔ ایسی نیک پاک دامن عورت کے ساتھ خواہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو شادی مناسب ہے۔

ارشاد ہے کہ اسلام نے تمہارے لیے پاکیزہ جانوروں کا اور ساری پاکیزہ چیزوں کا کھانا اور استعمال کرنا حلال کر دیا ہے۔ جانوروں کا گوشت جب حلال ہوگا جب اس کو ذبح کیا جائے اور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ یہودی اور عیسائی کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔ ان کا ذبح کیا ہوا جانور تمہارے لیے اور تمہارا ذبح کیا ہوا جانور ان کے لیے حلال ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ مسلمان عفیفہ پاکدامن عورت سے شادی کرنا اچھا ہے اور ایسے ہی یہودی یا عیسائی عورت سے جو پاک دامن نیک اور گناہ سے بچنے والی ہو شادی کرنی اچھی ہے۔ شادی کی غرض یہ ہونی چاہیئے کہ مرد اور عورت شادی کر کے ایک دوسرے کے لیے حفاظت کا قلعہ بن جائیں۔ خواہش کے جوش میں آکر اندھا دھند جنسی تعلقات قائم نہ کرنے چاہئیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں مل جل کر رہنا مشکل معلوم ہونے لگے عورت سے خفیہ تعلقات جن کی غرض یہود و خواہش پوری کرنے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی نہ ہونے چاہئیں یہ سب جانوروں کی سی حرکتیں ہیں جو انسان کے لیے کسی طرح مناسب نہیں۔ نکاح میں پاک دامنی کی قید مصلحت کی بنا پر ہے ورنہ نکاح ہر ایک سے ہو جائے ماسوا کافر اور مشرک کے۔ [illegible] ہے ورنہ عمل بے کار ہے۔ آخرت میں بے ایمان ٹوٹے میں رہیں گے۔

Marfat.com

وضو اور غسل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اے وہ جو ایمان لائے ہو جب کھڑے ہو تم طرف نماز کے

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
پس دھولو منہ اپنے اور ہاتھ اپنے کہنیوں سمیت

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى
اور پھیر لو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں کو

الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ
ٹخنوں سمیت اور اگر ہو تم ناپاک پس اچھی طرح پاک ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھو

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
تو اپنے منہ دھولو اور کہنیوں سمیت ہاتھ

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى
اور مل لو اپنے سروں کو اور پاؤں دھو لو

الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ
ٹخنوں سمیت اور پھر اگر جنابت سے ہو تو اچھی طرح پاک ہو جاؤ

وَامْسَحُوْا (اور ہاتھ پھیر لو) مسح سے بنا ہے جس کے معنی ہیں۔ ہاتھ سے کسی چیز کو چھونا۔ کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا۔

الْكَعْبَيْنِ (ٹخنے) کعب کا تثنیہ ہے۔ کعب کسی ابھری ہوئی یا اُبھری ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ یہاں پاؤں کے دونوں طرف کے ابھرے ہوئے حصے مراد ہیں جنہیں ہم ٹخنے کہتے ہیں۔

جُنُبًا (ناپاک) جنابت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ایسی حالت جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو شروع سورت ہی میں کہہ دیا گیا۔ کہ اللہ کے حکم سب کے سب پورے کرو۔ اس کے بعد بتایا گیا۔ کہ کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ انہیں بخوشی استعمال کرو۔ اسی طرح عورتوں سے شادی کرو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کے اندر رہ کر دنیا کی لذتیں اٹھاؤ۔ لیکن آخر میں اشارہ کر دیا گیا تھا کہ دنیا کی لذتوں میں ہر وقت پھنسا رہنا۔ انسان کو روحانی خوشیوں سے دور اور ایمان کے نور کو دھندلا کر دیتا ہے۔ اس لیے مقررہ اوقات پر اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر نماز پڑھو کہ تمہارا ایمان تازہ ہوتا رہے، اور آخرت میں ٹوٹے سے بچ جاؤ۔ لیکن حلال لذتیں بھی انسان کو اس قابل نہیں چھوڑتیں کہ وہ یونہی سیدھا نماز میں حاضر ہو جائے۔ اس لیے نماز ادا کرنے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کرو اور اگر نہانے کی حاجت نہ ہو تو وضو کرو یعنی ہاتھ منہ دھوؤ، سر کا مسح کرو اور پاؤں دھوؤ۔ پہلے پہنچوں تک دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے۔ پھر کلی کر کے منہ دانت وغیرہ خوب صاف کرے۔ پھر ناک صاف کرے اور پانی ڈال کر دھوئے۔ اس کے بعد سارا چہرہ پانی سے دھوئے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے۔ پھر سر کا مسح کرے یعنی ہاتھ تر کر کے سر پر پھیرے۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے۔

بڑوں کو لازم ہے کہ بچوں کو بہت جلد وضو کرنا سکھا دیں اور نماز پر بھی بچپن ہی سے لگا دیں۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اگر غسل ضروری ہو تو اس وقت نماز کے لیے نرا وضو کافی نہیں ہے۔ بلکہ سارے بدن کو اچھی طرح پانی ڈال کر دھونا ضروری ہے۔

Marfat.com

تیمّم کا بیان

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اور اگر ہو تم بیمار یا پر سفر یا آئے
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
کوئی تم میں سے بیت الخلا سے یا ہو تم عورتوں سے
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
پھر نہ پاؤ تم پانی پس قصد کرو تم مٹی پاک کا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ
پس ہو تم اپنے منہ اور ہاتھ اس سے
مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
نہیں چاہتا اللہ کہ کرے تم پر کوئی تنگی
وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ
اور لیکن چاہتا ہے کہ پاک کرے تم کو اور یہ کہ پوری کرے
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

اپنی نعمت تم پر تاکہ تم شکر کرو

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
میں سے آیا ہے بیت الخلا سے یا عورتوں کے پاس گئے ہو پھر
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
تم پانی نہ پاؤ تو قصد کرو پاک مٹی کا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ
اور اپنے منہ اور ہاتھ اس سے مل لو
مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے
وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ
لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

احسان تم پر پورا کرے تاکہ تم احسان مانو

غَآئِط: نیچی جگہ نشیب۔ انسان رفع حاجت کے لیے اکثر گڑھوں اور نیچی جگہوں میں بیٹھتا ہے اس لیے غائط سے مراد حاجت رفع کرنے کی جگہ ہے۔

لٰمَسْتُمُ: لامس سے ہے جو لمس سے بنا ہے اس کے معنی ہیں چھونا ہاتھ لگانا یہاں مراد ہے عورت سے صحبت کرنا۔ پچھلے صفحہ میں ذکر تھا کہ جب نماز پڑھنے کے لیے اٹھو تو وضو کرو لیکن اکثر بیمار آدمی کو پانی کا استعمال نقصان پہنچاتا ہے اور سفر میں بھی کبھی کبھی پانی میسّر نہیں ہوتا اور جتنا ہوتا ہے وہ پینے کے لیے رکھنا پڑتا ہے ایسی صورتوں میں اگر نماز کا وقت آجائے تو کیا کرنا چاہیئے اس آیت میں اس کا حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وقت تیمم کر لیا کرو۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پاکی حاصل کرنے کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں پھیلا کر پاک مٹی پر رکھے پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر چہرہ پر اچھی طرح پھیرے دوبارہ پھر اسی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر رکھے اور اٹھا کر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ پر انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے لے کر کہنی تک اچھی طرح پھیرے بس تیمم ہو گیا اس کے بعد نماز پڑھ لے۔ آدمی کو کھانے پینے کی وجہ سے پاخانے پیشاب کی حاجت ہوتی ہے اور کبھی کبھی ہوا وغیرہ خارج ہوتی ہے ان تینوں کو چھوٹی ناپاکی کہتے ہیں ان صورتوں میں نماز سے پہلے وضو کرنا پڑتا ہے پھر یہ وضو جب ٹوٹتا ہے جب ان تینوں میں سے کوئی بات ہو جائے یا کہیں سے خون وغیرہ بہے یا نیند آجائے وغیرہ اس کے علاوہ ایک بڑی ناپاکی ہوتی ہے جس سے پاک ہونے کے لیے وضو کافی نہیں ہوتا بلکہ غسل ضروری ہوتا ہے اگر وضو اور غسل دونوں کی ضرورت ہو مگر پانی کا استعمال ممکن نہ ہو تو تیمم دونوں کے لیے کافی ہوگا۔ اللہ نے دین میں ہمارے لیے کوئی تنگی نہیں کی بلکہ ہر چیز کے لیے آسانیاں کر دی گئی ہیں اس لیے اللہ کا شکر کرو اور اس کے حکموں پر عمل کرو۔

Marfat.com

اللہ کا عہد

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا کہ
وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫
ٹھیرایا اس نے تم سے اس کو جب کہا تم نے سنا ہم نے اور مانا ہم نے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷
اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ خوب جانتا ہے بات دلوں کی

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
اور اپنے اوپر احسان اللہ کا یاد کرو اور اس کا عہد
وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫
جو تم نے ٹھیرایا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات

وَاثَقَكُمْ اقرار لیا تم سے مواثقہ سے ہے جو وثوق سے بنا ہے، اس کے معنی ہیں قول و قرار کرنا پختہ وعدہ لے لینا۔ الصُّدُوْرُ (سینے) صدر کی جمع ہے جس کے معنی سینہ اور دل کے ہیں۔ ذَاتِ الصُّدُوْرِ (دلوں والی) یعنی وہ بات جو دلوں میں ہوتی ہے۔ پچھلی آیتوں میں مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ تمہارے لیے سب ستھری چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ پھر کہا گیا تھا کہ تمہارا دین آج پورا ہو گیا اور مکمل کر دیا گیا۔ پھر نماز کے لیے صاف ستھرے ہونے کا حکم دیا گیا اور وضو اور غسل اس کے لیے مقرر کیے پھر اور آسانی کی بیماروں اور مسافروں کے لیے نیز پانی نہ ملنے کی صورت میں پاکی کا طریقہ تیمم مقرر کیا۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو ہر وقت یاد رکھو۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد پھر وہی سبق یاد دلایا جاتا ہے۔ جو شروع سورت میں دیا گیا تھا یعنی اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ انسان کلمہ پڑھتے ہی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے گویا وہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤں گا اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کروں گا۔ چوری نہیں کروں گا۔ زنا نہیں کروں گا۔ کسی پر جھوٹا بہتان نہ لگاؤں گا۔ اولاد کو قتل نہیں کروں گا۔ نیک کام کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کروں گا۔ عقیدہ درست رکھوں گا۔ عبادتیں مقررہ طریقے سے ادا کروں گا۔ نیک اخلاق اور اچھی عادتیں اختیار کروں گا وغیرہ۔ انہی باتوں کو کلمہ پڑھنے کے بعد آپ ہر ایک سے اکثر زبانی بھی کہلوا لیتے تھے اور انہی کو پورا کرنا ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت کلمہ پڑھتے ہی ضروری ہو جاتا ہے اور یہی باتیں پچھلی قوموں پر بھی ایمان لاتے ہی ضروری ہو جاتی تھیں اور اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ وغیرہ کو بار بار کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور ایمان لانے کی وجہ سے جو قول و قرار تم نے کیے تھے ان کو پورا کرو۔

یہی بات مسلمانوں کو جب بھی موقع آتا ہے ٹھہر ٹھہر کر یاد دلائی جاتی ہے، یا تو انہی سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں تم پر بہت ہیں انہیں یاد کرو یا دوسرے لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایمان لا کر اللہ سے جو عہد کیے تھے وہ پورے نہیں کیے، انہیں پورا کرو۔ اس آیت میں مسلمانوں سے یہی کہنا مقصود ہے کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا، بلکہ اسلام سے جو ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں، انہیں پورا کرنا۔

اس عہد و پیمان کے پورا کرنے پر نجات کا دارومدار ہے، اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ وہ ان سب باتوں سے جو تمہارے دلوں میں چھپی ہوئی ہیں اچھی طرح واقف ہے تم اس سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے اور وہ سب کی جزا دے گا۔

Marfat.com

عدل وانصاف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ہو جاؤ تم کھڑے ہونے والے اللہ کے لیے
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
گواہی دینے کو ساتھ انصاف کے اور نہ مجرم بنا دے تم کو دشمنی
قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ
کسی قوم کی اس کی کہ نہ عدل کرو تم عدل کرو یہی زیادہ قریب ہے
لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
تقویٰ سے اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ جاننے والا ہے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾
جو کچھ تم کرتے ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ
اے ایمان والو اللہ کے واسطے کھڑے ہو جایا کرو
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے
قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ
باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات تقویٰ سے
لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
زیادہ نزدیک ہے اور ڈرتے رہو اللہ سے جو تم کرتے ہو
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾
اللہ کو خوب خبر ہے

پچھلی آیت میں اللہ کا قول و قرار پورا کرنے کی تاکید کی گئی تھی اس آیت میں اس کے ایک پہلو کو واضح کر کے بیان کیا گیا ہے۔ کلمہ کے اندر یہ اقرار بھی پوشیدہ ہے کہ میں اپنے سب کام اللہ کے حکم کے مطابق درست کروں گا اسی کو یہاں اور زیادہ کھول کر کہا گیا ہے، ارشاد ہے کہ ایمان تم سے دو باتیں پوری کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے احسان اور نعمتیں یاد کر کے ہمیشہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے تیار رہو اور جس طرح وہ حکم دے اس طرح اس کی عبادت کرو۔ دوسرے یہ کہ جن کے ساتھ تم مل جل کر رہتے ہو ان کا حق پورا پورا ادا کرو۔

ایمان دو باتیں چاہتا ہے (۱) اللہ کا حق ادا کرنا (۲) اس کے بندوں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنا یہی سارے دین کا خلاصہ ہے جو ان دو حکموں کے اندر آگیا ہے (۱) كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ اور دوسرے كُوْنُوْا شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ اسی طرح کی ایک آیت اس سے پہلی سورت سورۃ النساء پارہ والمحصنٰت کے آخر میں گذری ہے وہاں ان دو حکموں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ (۲) كُوْنُوْا شُهَدَآءَ وہاں پہلے بندوں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنے کا ذکر ہے اور اللہ کے حق ادا کرنے کا بعد میں ذکر ہے، یہاں پہلے اللہ کے حق ادا کرنے کا ذکر ہے اور بعد میں بندوں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک برتاؤ کرنے کا حکم ہے مطلب یہ کہ دونوں پر برابر زور دیا گیا ہے اور دونوں کو ساتھ ساتھ پورا کرنا ہے، اللہ کا حق اس طرح پورا ہوگا کہ اس کی عبادت کرو۔ بندوں کے ساتھ سلوک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بات میں عدل وانصاف کا خیال رکھو۔

عدل کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے۔ کوئی شخص ایسی بات میں حصہ نہ لے جس میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہو یہاں تک کہ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرے اور دشمنی کی وجہ سے اس کا جائز حق نہ دبائے۔ جب اخلاق اس قدر بلند ہوں تب کہیں جا کر تقویٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں اللہ کے ڈر سے برے کاموں سے بچنا۔

Marfat.com

اچھّے اور بُروں کا انجام

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰

وعدہ کیا اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور کام کیے نیک کہ ان کے واسطے ہے بخشش اور بڑا ثواب اور جنہوں نے کفر کیا اور جھوٹا بتایا ہماری آیتوں کو وہ ہیں ساتھی دوزخ کے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰

اللہ نے وعدہ کیا ایمان والوں سے اور نیک عمل کرنے والوں سے کہ ان کے واسطے ہے بخشش اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخ والے ہیں

اَصْحٰبُ : (دوست، ساتھی) صاحب کی جمع ہے صاحب کے معنی ہیں۔ ساتھ رہنے والا ساتھی۔ اس کے معنی فقط "والے" کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے صاحب المال۔ مال والا۔ صاحب العزۃ۔ عزّت والا۔ ایسے ہی صاحب الجحیم دوزخ والا۔ اس کی جمع اصحاب الجحیم ہوئی یعنی دوزخ والے۔

پچھلی آیتوں میں برابر اس کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ ایمان والوں کو چاہیئے کہ ایمان لانے سے جو جو باتیں ان کے لیے کرنی ضروری ہو جاتی ہیں انہیں خوشی خوشی کریں کیونکہ ان کے اوپر اللہ کی بے شمار نعمتیں اور احسان ہیں، جب اس کو اپنا مالک اور معبود مان لیا تو اس کا حکم ماننا ضروری ہو گیا پھر اللہ نے اپنے کچھ حکم سنائے، اس کے بعد سارے دین کا خلاصہ دو ہی جملوں میں بتا دیا۔ جس سے معلوم ہو گیا۔ کہ مسلمان کو دو ہی قسم کے کام کرنے ہیں۔ اللہ کی بندگی۔ مخلوق کے ساتھ انصاف۔ ایمان والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی خطائیں اپنی رحمت سے معاف کر دے گا اور فقط یہی نہیں بلکہ وعدہ ہے کہ ان کے نیک کاموں کے بدلے انہیں بڑے بڑے انعام دیئے جائیں گے اور وہ جنّت میں بڑے آرام و چین سے خوش و خرم رہیں گے۔

اس لیے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ نیک کاموں کا دنیا میں کوئی پھل نہیں، اللہ نیک کام کرنے والوں کو دنیا میں بھی غلطیوں سے بچا کر سیدھے راستے پر چلائے گا اور پھر آخرت میں بھی ان پر بڑے بڑے انعام ہوں گے اور وہ ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ہمارا انکار کر دیا اور قرآن شریف کی آیتوں کو جھوٹا سمجھ بیٹھے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت نہ مانی وہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کی ان نادانیوں کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ دنیا میں تو ان کو شاید کچھ ڈھیل بھی دے بھی دی جائے۔ اس لیے کہ شاید وہ کبھی نہ کبھی عقل سے کام لے کر ایمان لے آئیں اور کفر چھوڑ دیں۔ لیکن مرنے کے بعد اگر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ بری طرح دوزخ کے کندے بنیں گے۔

Marfat.com

اللہ کا احسان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے یاد کرو مہربانی
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ
اللہ کی اپنے اوپر جب ارادہ کیا لوگوں نے کہ
يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
بڑھائیں تمہاری طرف ہاتھ اپنے پس روک دیا
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
ہاتھوں کو ان کے تم سے اور ڈرو
اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
اللہ سے اور اوپر اللہ ہی کے چاہیئے کہ بھروسہ کریں
الْمُؤْمِنُوْنَ ع (۱۱)
ایمان والے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کا احسان
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ
یاد رکھو جب لوگوں نے قصد کیا کہ تم پر
يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
ہاتھ چلا دیں تم سے ان کے ہاتھ روک
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
دیئے اور اللہ سے
اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر
الْمُؤْمِنُوْنَ ع (۱۱)
بھروسہ چاہیئے

ع ۲ ۶ ۶

هَمَّ: ارادہ کیا قصد کیا ھَمٌّ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ارادہ کرنا قصد کرنا چاہنا۔ يَبْسُطُوْا ارادہ پھیلائیں بسط سے ہے جس کے معنی ہیں پھیلانا بڑھانا اب (ہاتھ) یدٌ کی جمع ہے عربی میں ہاتھ کو کہتے ہیں۔ ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ تم کو ستائیں تم سے لڑیں تم پر حملہ کریں۔ کَفَّ روک دیا کَفٌّ سے ہے جس کے معنی ہیں روک دینا۔ الگ ہٹا دینا۔ ہاتھ روک دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کو تمہیں ستانے نہ دیا اور تم پر حملہ کرنے سے انہیں روک دیا۔

اس سے پہلے ایمان والوں کو عدل و انصاف کی تاکید کی اور کہا کہ پرانے دشمن بھی جب تمہارے قابو میں آجائیں اور ہتھیار ڈال دیں اور اسلام قبول کر لیں تو ان کی دشمنی کو بھلا دو۔ اسلام لانے کے بعد تو وہ تمہارے بھائی ہیں ہی ویسے بھی پرانی دشمنی کی وجہ سے ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنا مت چھوڑو بلکہ معاملات کے اندر ان کے ساتھ بھی ویسا ہی عدل و انصاف کرو جیسا تم آپس میں کرتے ہو یہ انسانیت کی تعلیم ہے جو مسلمانوں کو دی جا رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خود عمل کر کے مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ کسی کی دشمنی مسلمانوں کو اس کے ساتھ عدل و انصاف کرنے سے نہیں روک سکتی ——— اس میں شک نہیں کہ بُروں کے ساتھ بھلائی کرنا کوئی آسان کام نہیں اور ایسا کام بڑے اونچے اخلاق والے ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے اس آیت میں ایسی بات بتائی گئی ہے جس سے دشمنوں کے ساتھ انصاف کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس میں یہ گُر بتایا گیا ہے کہ جب دشمن زیر ہو گیا تو یہ سوچنا چاہیئے کہ اگر اللہ اس کو فتح دیتا تو ہماری کیا گت بنتی۔ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے دشمن کو ہمارے اوپر قابو نہیں دیا اس کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیئے کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد اس کے ساتھ اللہ کے حکم سے احسان کریں اور عدل و انصاف سے کام لیں اگر تمہارے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ دشمن کو معاف کر دینے سے لوگ ہمارے اوپر شیر ہو جائیں گے اور اس معاف کر دینے کو ہماری کمزوری سمجھیں گے تو اس اندیشے کو دور کر دو کیونکہ جس اللہ نے تمہیں ان کے ہاتھ سے پہلے بچایا وہی دوبارہ بھی بچائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ لوگوں سے مت ڈرو بلکہ اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ مومن کا اصلی ہتھیار یہی ہے کہ وہ ہر معاملہ میں فقط اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کا عہد

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ

اور اس سے پہلے لیا اللہ نے عہد بنی اسرائیل ۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ

اور بھیجے ہم نے ان میں سے بارہ سردار

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ اَقَمْتُمُ

اور کہا اللہ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر قائم کی تم نے

الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

نماز اور دیتے رہے تم زکوٰۃ اور ایمان لاتے تم ساتھ میرے رسولوں کے

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور مدد کی تم نے ان کی اور قرض دیا تم نے اللہ کو قرض اچھا

لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ

تو ضرور دور کروں گا تم سے برائیاں تمہاری اور ضرور داخل کروں گا تم کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ

باغوں میں کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں پس جس نے کفر کیا

بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۱۲)

بعد اس کے تم میں سے پس تحقیق بھٹکا وہ سیدھے راستے سے

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ

اور اللہ بنی اسرائیل سے عہد لے چکا ہے

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ

اور ہم نے مقرر کیے ان میں سے بارہ سردار

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ اَقَمْتُمُ

اور اللہ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم

الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

نماز قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور ان کی مدد کرو گے اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض

لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ

تو میں البتہ دور کروں گا تم سے تمہارے گناہ اور داخل کروں گا تم کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ

باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی

بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۱۲)

اس کے بعد تم میں سے کافر ہوا تو وہ بے شک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے

(بعثنا) مقرر کیے ہم نے (بعث) سے بنا ہے جس کے معنی ہیں اٹھانا۔ کھڑا کرنا مقرر کرنا (عزرتموھم) مدد کی تم نے ان کی (عزر) سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قوت۔ مدد۔ تائید عزر ہی سے تعزیر بنا جس کے معنی ہیں قوت پہنچانا۔ مدد دینا۔ تائید کرنا۔ (اقرضتم) اقراض سے ہے جس کے معنی ہیں قرض دینا۔ قرض کے معنی ہیں کسی کو روپیہ دینا اس خیال سے کہ اس کا کام نکل جائے (قرضا حسنا) وہ قرض ہے جس میں دوسرے کو فائدہ پہنچانا منظور ہو اور اپنے فائدہ کا لالچ نہ ہو اس کو فقہا قرض حسنہ لکھتے اور بولتے ہیں۔ صحیح لفظ قرض حسن ہے قرض کے معنی روپیہ دینا حسن کے معنی اچھا۔

اب پچھلی قوموں کا حال بتا کر نصیحت کی جاتی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا جیسا انہوں نے کیا۔ ارشاد ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں سے عہد لیا اور ان میں بارہ سردار مقرر کر دیئے کہ ان کو عہد پورا کرنے کی تاکید کریں اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (۱) اگر تم برابر نماز پڑھتے رہے (۲) اور زکوٰۃ دیتے رہے (۳) اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد اور تائید کرتے رہے (۴) اور اللہ کے دین کے پھیلانے کے لیے روپیہ خرچ کرتے رہے جس کو یہ سمجھا جائے گا کہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو اور دنیا کا فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو یہ باتیں پوری نہ کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور راہ راست سے ہٹا ہوا ہوگا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل نے عہد توڑا

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا

سو ان کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے

قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ

ان کے دلوں کو سخت کر دیا کلام کو پھیرتے ہیں اس کے ٹھکانے سے

مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ

اور نفع اٹھانا بھول گئے اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور تو ہمیشہ

تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ

مطلع ہوتا رہتا ہے ان کے کسی دغا پر مگر تھوڑے لوگ ان میں سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

سو ان کو معاف کر اور درگذر کر اللہ احسان کرنے والوں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کو دوست رکھتا ہے

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا

پس بوجہ توڑنے ان کے عہد اپنا لعنت کی ہم نے ان پر اور

قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ

کر دیا ہم نے دلوں کو ان کے سخت پھیرتے ہیں کلام کو اس کے

مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ

ٹھکانوں سے اور بھول گئے بڑا حصہ اس سے کہ نصیحت کئے گئے تھے وہ ساتھ اس کے اور ہمیشہ

تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ

مطلع ہوتا رہتا ہے تو اوپر دغا کے ان میں سے مگر تھوڑے ان میں سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

پس معاف کر ان کو اور درگذر کر بے شک اللہ پسند کرتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

احسان کرنے والوں کو

لَعَنّٰهُمْ: لعنت کی ہم نے لعنت سے ہے لعنت کے معنی ہیں دور کر دینا۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ يُحَرِّفُوْنَ (پھیر دیتے ہیں) تحریف سے ہے جو حرف سے بنا ہے حرف کے معنی ہیں کنارہ۔ تحریف کا مطلب ہے کسی چیز کو کنارہ پر ہٹا دینا۔ جگہ سے بے جگہ کر دینا۔ ذُكِّرُوْا (نصیحت کیے گئے) تذکیر سے ہے جو ذکر سے بنا ہے۔ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا۔ تذکیر کا مطلب ہے یاد دلانا۔ فائدہ کی بات بتانا۔ اصفح (درگذر کر) صفح سے بنا ہے جس کا مطلب ہے اعراض کرنا۔ منہ پھیر لینا۔ خیال نہ کرنا۔ درگذر کرنا۔ ارشاد ہے کہ یہودیوں نے عہد و پیمان کر کے توڑ دیا اور جو کام اپنے ذمہ لیا تھا اسے پورا نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہماری عنایت سے محروم ہو گئے' اللہ کے ساتھ عہد توڑ دینا سخت جرم ہے۔ جو بھی یہ حرکت کرے گا اس کے وبال سے اس کا دل سخت ہو جائے گا اور اچھی بات اس پر اثر ہی نہیں کرے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ یہودیوں نے تورات کے الفاظ اور معنی بدل ڈالے اور اپنے فائدے کی باتوں کو بالکل بھلا دیا۔ اور اپنی خواہشوں کی تابعداری میں ایسے بے خود ہوئے کہ بڑی بڑی کام کی باتوں کا ذرا بھی خیال نہ رہا۔ انہی میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ آخری رسول تمہارے پاس آئیں گے ان کا کہنا ماننا۔ اس کو انہوں نے بالکل ہی غائب کر دیا اور الفاظ کو پھیر پھیر کر معنی کچھ اور ہی پیدا کر لیے۔

اب ان کا یہ حال ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی دغا فریب، شرارت ہر وقت تیرے سامنے آتی رہتی ہے اور ان میں سے چند آدمیوں کے سوا جو ایمان لا چکے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی باقی سارے کے سارے فریبی اور دغا باز ہیں پھر بھی ان کی برائی کے بدلے احسان کرو اور ان سے کھلم کھلا جھگڑا نہ کرو کیونکہ ہر وقت ملامت اور سرزنش کرتے سے دشمن اور ضد میں آ جاتا ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیے جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والے پسند ہیں۔

Marfat.com

نصاریٰ کا حال

وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا
اور ان سے بھی جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے
مِیْثَاقَهُمْ فَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا
عہد لیا تھا پھر بھول گئے اس نصیحت سے نفع اٹھانا جو انہیں کی
بِهٖ ۠ فَ اَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
گئی تھی پھر ہم نے آپس میں ان کے دشمنی لگادی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ
کینہ قیامت کے دن تک اور آخر اللہ
یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾
ان کو جتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا
اور ان سے بھی جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے ان سے
مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا
عہد لیا تھا پھر بھول گئے اس نصیحت سے نفع اٹھانا جو انہیں کی
بِهٖ ۠ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
گئی تھی پھر ہم نے آپس میں ان کے دشمنی لگادی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ
کینہ قیامت کے دن تک اور آخر اللہ
یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾
ان کو جتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے

نصاریٰ: یا تو نصر سے بنا ہے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں تو اس کے معنی مددگار کے ہیں اور یا ناصرہ سے نسبت رکھتا ہے جو ملک شام میں ایک گاؤں کا نام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو مسیح ناصری کہتے ہیں اس لحاظ سے نصاریٰ کے معنی ہیں ناصرہ کے رہنے والے مسیح کے ماننے والے۔

اَغْرَیْنَا: (بھڑکا دی ہم نے) اغراء سے ہے لگا دینا بھڑکانا پیدا کر دینا۔

یُنَبِّئُ: (خبر دینا) انباء سے بنا ہے جس کے معنی ہیں خبر۔ مراد یہ ہے کہ اللہ ان کو بتا دے گا۔

یَصْنَعُوْنَ: (کرتے تھے) صنعت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کوئی چیز بنانا۔ کوئی کام کرنا۔

اس آیت میں نصاریٰ کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے ہم نے عہد و پیمان لیا کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو مان چکے تھے اور یہ اس کا عہد ہے کہ ان کا کہنا مانیں گے۔ لیکن آگے چل کر وہ بھی اپنے عہد و پیمان توڑ بیٹھے اور یہودیوں کی طرح نافرمان بن گئے۔ جو کچھ انجیل میں انہیں باتیں بتائی گئی تھیں، ان میں سے اصلی باتیں بھول بھال گئے اور ان کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا اور ان کے فائدوں سے محروم ہو گئے۔ سب سے بڑی بات اس میں یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کے بعد آخری رسول دنیا میں تشریف لائیں گے، ان کی مدد کرنا اور ان کی تابعداری دل و جان سے کرنا اس کا انہوں نے اپنی کتاب میں نام و نشان ہی نہ چھوڑا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کتاب کی اصل تعلیم کو بھلا دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی کچھ کہنے لگا کوئی کچھ اور یہ آپس کا اختلاف اتنا بڑھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ ایک طرف یہود و نصاریٰ میں باہم دشمنی ہو گئی، دوسری طرف خود یہود آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ اُدھر نصاریٰ کے فرقے آپس میں لڑنے لگے۔ آپس کا ملاپ اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی کتابیں اصل شکل میں دنیا میں باقی نہیں۔ اس لیے یہ ہمیشہ دنیا کے ختم ہونے تک ایک دوسرے سے آپس میں بھی لڑتے جھگڑتے ہی رہیں گے کیونکہ اب کوئی چیز اُن کے آپس کے جھگڑوں کو نپٹانے والی باقی نہیں اب ان کے سنبھلنے کا سوا اس کے کہ قرآن مجید کو مانیں کوئی طریقہ نہیں ؛

Marfat.com

قرآن کو مانو

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
ظاہر کرتا ہے تم پر بہت کچھ اس میں سے جو تھے تم چھپاتے
الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ
کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک آئی ہے تمہارے پاس
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ
اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب کھلی دکھاتا ہے
بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ
جس سے اللہ اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا راستے سلامتی کے
وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ
اور نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے طرف روشنی کے ساتھ حکم اپنے کے
وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾
اور چلاتا ہے ان کو طرف راہ سیدھی کے

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں
الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ
سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک تمہارے پاس
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ
آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے اللہ دکھاتا ہے
بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ
اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں
وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ
اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے
وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾
اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ پر

يَعْفُوْا: درگذر کرتا ہے، عفو سے ہے جس کے معنی مٹانے اور موقوف کر دینے کے ہیں۔
نُوْرٌ: روشنی، یہاں اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اندھیروں کے دور کرنے والے ہیں۔
سُبُلَ: راستے سبیل کی جمع ہے جس کے معنی راہ اور طریق کے ہیں سُبُلَ السَّلٰمِ۔ راستے امن و امان کے جن میں کوئی دشواری یا مشکل پیش نہیں آتی۔
ظُلُمٰتُ: اندھیرے ظلمۃٌ کی جمع ہے۔ یہاں اس سے مراد شک و شبہ ہیں جو آدمی کو کام سے روکتے ہیں پچھلے سبقوں میں یہود اور نصاریٰ کی بابت کہا گیا تھا کہ ان میں سے کسی نے اپنے وعدے جو اللہ اور رسول سے کیے گئے تھے پورے نہیں کیے۔ بلکہ اپنی اپنی کتابوں یعنی تورات اور انجیل میں بہت سی باتیں بدل ڈالیں، اب انہیں پتہ نہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے جب تک یہ دنیا میں ہیں اسی طرح بھٹکتے رہیں گے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ اپنی زندگی کو سنوارنا اور امن و امان سے رہنا اور آخرت میں عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ ہمارا پیغام سنیں۔

وہ پیغام یہ ہے:

اے کتاب والو! تمہارے پاس یہ آخری رسول یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید لے کر آئے ہیں جس میں بہت سی باتوں کو جنہیں تم بھلا چکے ہو اور جو کچھ بچی کھچی ہیں ان کو چھپاتے پھرتے ہو صاف صاف ظاہر کر دیا ہے اور بہت سی باتوں کو جو ضروری نہیں تھیں مگر تم نے اپنی کتابوں میں داخل کر لی ہیں ان کو موقوف کر دیا ہے اور ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشی اور رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ امن و امان اور سلامتی کے راستے بالکل کھل گئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے اس میں اور بھی سبق ہے کہ اس روشنی سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

Marfat.com

نصاریٰ کا غلط عقیدہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
البتہ کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا بے شک اللہ وہی
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ
مسیح بیٹا مریم کا تو کہدے پس کون مالک ہے اللہ
اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ
کے آگے کسی چیز کا اگر اللہ ارادہ کرے کہ ہلاک کردے مسیح ولد
مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ
مریم اور اس کی ماں کو اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اور اللہ کے لیے ہے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ
سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو ان دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے
مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷)
جو چاہے اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ
مریم کا بیٹا مسیح ہے تو کہدے پھر کس کا بس چل سکتا ہے
اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ
اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح بن
مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ
مریم اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں اور اللہ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ
ہی کے واسطے آسمانوں کی سلطنت ہے اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے پیدا کرتا ہے
مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷)
جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

کَفَرَ: (کافر ہوئے) کفر سے بنا ہے کفر کے معنی ہیں ٹھیک بات کو نہ ماننا جس بات کو بے غرض لوگوں کی عقل ٹھیک کہے اس سے انکار کر دینا۔

اس آیت میں بعض عیسائیوں کا غلط عقیدہ بیان کیا ہے اور اسے انسانی عقل کے خلاف کہا ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جسے یعقوبیہ کہتے ہیں۔ یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ دنیا کے اندر حضرت عیسیٰؑ کے روپ میں ظاہر ہوا ہے۔ عام عیسائی بھی ایسی باتیں کہتے ہیں جس کا صاف خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی اللہ ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح اور اللہ ایک دوسرے سے جدا نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اللہ ایک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ مسیح ہی اللہ ہے۔ قرآن مجید صاف صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ اللہ نہ کسی کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور نہ کسی کے ساتھ رشتہ ناطہ رکھتا ہے۔ وہ سب سے الگ اور سب سے اونچا ہے اور سب اس کی مخلوق ہیں جس کو چاہے پیدا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے مار دیتا ہے۔ سب چیزیں اور تمام آدمی اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں کوئی چیز اس کے حکم سے باہر نہیں۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ایسی باتیں بناتے ہیں جن سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مریم کے بیٹے مسیح ہی اللہ ہیں، یہ لوگ کافر ہیں۔ انہوں نے اللہ کی عظمت اور شان کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ نے زمین و آسمان اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اور انہی میں مسیح اور ان کی والدہ بھی داخل ہیں اگر وہ مسیح اور ان کی ماں کو اور زمین کی تمام چیزوں کو ہلاک اور برباد کرنے کا ارادہ کر لے تو کسی میں اکیلے اکیلے یا اکٹھے ہو کر اتنی طاقت نہیں کہ ان میں سے کسی کو بچا لے۔ وہ جس کے پیدا کرنے کا ارادہ کرے وہ پیدا ہو کر رہے گا۔ اور اسی طریقہ سے پیدا ہو گا جس طرح وہ چاہے اور جس کو تباہ و برباد کرنا چاہے وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ کوئی شخص اس کو نہیں بچا سکتا۔

Marfat.com

ایک اور غلط خیال

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا
اور کہا یہود اور نصاریٰ نے ہم ہیں بیٹے

اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ
اللہ کے اور چہیتے اس کے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ
بسبب گناہوں تمہارے کے بلکہ تم بشر ہو انہی میں سے جو پیدا کیا اس نے

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ
بخشے جس کو چاہے اور عذاب دے جس کو چاہے

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا
اور اللہ کا ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا جو

بَیْنَهُمَا ۫ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾
ان کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا
اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں

اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ
اللہ کے اور اس کے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ
تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی آدمی ہو اس کی مخلوق میں

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ
بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ

بَیْنَهُمَا ۫ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾
دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اَحِبَّآؤُهٗ: (اپنے) اس کے حبیب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں دوست، عزیز، چہیتا۔ یہود اور نصاریٰ اپنے آپ کو لوگوں سے بڑا سمجھتے تھے عرب کے سیدھے سادے لوگوں میں جب پہنچے تو وہ لوگ بھی عموماً ان کو بڑا ماننے لگے۔ یہ عرب کو اپنی کتھا بھی سنایا کرتے تھے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی غلطیاں انہیں بتائیں تو بہت زچ ہوئے آپ نے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ اب میری بات مانے بغیر تم عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ آخر ان کے عالموں نے کہا کہ یہ باتیں آپ اپنے ہم قوم عرب کو سنائیے۔ ہمارا مرتبہ بہت اونچا ہے، یہاں تک کہہ دیا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب اور پسندیدہ لوگ ہیں۔

سورۂ بقرہ میں اور پھر سورۂ آل عمران میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ ہم کو آگ کا عذاب نہیں ہوگا اور اگر ہوا بھی تو فقط چند روز۔ وہاں اس کا جواب یوں دیا گیا تھا کہ وہ عہد نامہ دکھاؤ جس کی رُو سے تم عذاب سے بچو گے۔ سورۂ آل عمران میں کہا گیا تھا کہ ان باتوں نے جو انہوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کر لی ہیں، انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اس آیت میں ان کے اس غرور کا کہ ہم اللہ کے چہیتے اور مقرب لوگ ہیں منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں اگر صحیح ہے تو پھر تمہیں اس دنیا میں گناہوں کا عذاب کیوں ملتا ہے کبھی حکم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو اور کبھی طاعون میں مبتلا ہوتے ہو ظاہر ہے کہ تم بھی ویسے ہی آدمی ہو جیسے اور ہیں اور تم بھی اسی کے قاعدے کے اندر شامل ہو کہ اللہ نے جس کو چاہا معاف کر دیا جس کو چاہا عذاب دے دیا۔ کیونکہ ہر چیز کا وہ مالک ہے زمین میں ہو یا آسمانوں میں کوئی چیز اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتی اور سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے۔ اللہ کے پیارے بندے تو وہ ہیں جو اچھے کام کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے بری باتوں اور گناہوں سے بچتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو کوئی پریشانی رنج اور غم نہ ہوگا۔

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کو نصیحت

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

اے کتاب والو! تحقیق آگیا تمہارے پاس رسول ہمارا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا

بیان کرتا ہے تمہارے لیے سلسلہ ٹھہر جانے کے بعد رسولوں کے کہ کہیں کہو

مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ

نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا کیونکہ یہ

جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

آگیا تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

ہر چیز کے قادر ہے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا

تم پر کھولتا ہے رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو

مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ

کہ ہمارے پاس کوئی نہ آیا خوشی یا ڈر سنانے والا سو تمہارے پاس

جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

خوشی اور ڈر سنانے والا آچکا اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع ۳

ہر چیز پر قادر ہے

فترۃ کے معنی ڈھیلے اور سست پڑ جانے کے ہیں فتور بھی اسی سے ہے جس کے معنی کمی اور نقصان کے ہیں اگر کوئی شے برابر ہوتی چلی آرہی ہو اور پھر رک جائے اور اس کا ہونا موقوف ہو جائے تو اس رکنے اور موقوف ہو جانے کو فترہ کہتے ہیں اور اس زمانے کو جس میں اس کا ہونا بند رہا ہے زمانِ فترہ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سال سے کوئی رسول نہیں آیا تھا اور رسولوں کا آنا بند ہو گیا تھا۔ اس کو فترۃ کہتے ہیں یہاں یہ کہا گیا ہے کہ اتنے زمانے تک رسولوں کے آنے کا سلسلہ بند رہنے کے بعد رسول آخر الزمان یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں ان کا کہنا مانو۔

پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدوں اور ان کی بُری باتوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے اور صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ان غلط عقیدوں کو درست کرو اور بُری باتوں کو چھوڑو نہیں تو عذاب میں گرفتار ہو گے اور مرنے کے بعد راحت اور آرام نصیب نہ ہو گا۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ تمہارے پاس ہمارا رسول اسی لیے آیا ہے کہ نیک لوگوں کو خوش خبری سنائے اور برائی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرائے۔ عربی میں خوشخبری دینے والے کو بشیر اور ڈرانے والے کو نذیر کہتے ہیں۔ اس لیے رسول کا لقب بشیر اور نذیر ہوتا ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے پاس بشیر و نذیر نہیں آیا۔ کیونکہ یہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لے آئے ہیں یہ بھی بشیر و نذیر ہیں، ان کی بات مانے بغیر نہ دنیا سنور سکتی ہے نہ آخرت۔

آخر میں اہل کتاب کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر تم نہ مانو گے تو یاد رکھو کہ اللہ میں سب قدرت ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر اپنے دین کے ماننے والے اور پیدا کر سکتا ہے اور تمہیں تمہاری کرتوتوں کی وجہ سے اپنی رحمت سے محروم کر سکتا ہے۔

Marfat.com

یہود پر اللہ کی مہربانیاں (الف)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ
یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب بنائے
فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا
تم میں نبی اور کیا تم کو بادشاہ
وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ
اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان والوں
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
میں سے اے قوم داخل ہو زمین پاک میں
الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا
جو مقرر کر چکا ہے اللہ تمہارے لیے اور نہ واپس ہو
عَلٰۤی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾
اپنی پیٹھوں پر پس موجاؤ گے تم نقصان اٹھانے والے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ
یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب
فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا
تم میں نبی پیدا کیے اور تم کو بادشاہ کیا
وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ
اور تم کو دیا جو نہیں دیا کسی کو
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
جہان میں اے قوم اس اک زمین میں داخل ہو
الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا
جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دی ہے اور نہ لوٹو
عَلٰۤی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾
اپنی پیٹھ کی طرف پھر نقصان میں جا پڑو گے

یٰقَوْمِ (اے میری قوم) اس میں قوم کے بعد ایک حرف محذوف ہے اور وہ "ی" ہے جس کے معنی میری ہیں۔

مُّلُوْكًا: (بادشاہ) ملک کی جمع ہے۔ عربی میں بادشاہ کو کہتے ہیں۔

اَلْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ: سے مراد شام و فلسطین کا ملک ہے جہاں بے شمار نبی اور رسول ہوئے ہیں۔ اس سرزمین کو پہلے مقدس نشانات اور یادگاروں سے بھرا ہوا ہے۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا: (مت پھرو تم) ارتداد سے ہے جو رَدٌّ سے بنا ہے۔ رد کے معنی واپس کر دینا۔ ارتداد کے معنی واپس ہو جانا۔ پھر جانا۔

اَدْبَار: دبر کی جمع ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔

خٰسِرِیْنَ: (نقصان اٹھانے والے) خاسر کی جمع ہے جو خسارہ سے بنا ہے خسارۃ نقصان۔ خاسر۔ گھاٹا اور نقصان اٹھانے والا۔

ان آیتوں میں رکوع کے آخر تک یہود کو اللہ تعالیٰ اپنے وہ انعام یاد دلاتا ہے جو اس نے ان پر کیے۔ اس سے یہ کہنا مقصود ہے کہ وہ ایسے مہربان اللہ کی نافرمانی نہ کریں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں تاکہ وہ دونوں جہان میں سرخ رو ہوں۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ سبق سکھاتا ہے کہ وہ اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہرگز ایسی گستاخیاں نہ کریں جیسے یہود نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیں، تاکہ وہ ان سزاؤں اور مصیبتوں سے بچے رہیں جو یہودیوں کو اپنی شرارتوں کی وجہ سے اٹھانی پڑیں۔

Marfat.com

(ب ۱)

یہود پر اللہ کی مہربانیاں

تفسیروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن کے لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور بت پرستی نہ چھوڑی۔ تو وہ اپنے وطن عراق کو چھوڑ کر ملک شام میں آکر ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تیری اولاد کو شام کا مالک بنا دوں گا۔ حضرت یعقوبؑ ان کے پوتے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا وہ مع اپنی اولاد کے اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کے بلانے پر شام چھوڑ کر مصر چلے آئے۔ اور پھر یہ لوگ وہیں بس گئے اور بنی اسرائیل کہلائے آگے چل کر مصر کے بادشاہ فرعون نے ان کو ستانا شروع کیا جس کا کچھ قصہ سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے اور کچھ آگے سورۃ الاعراف اور سورہ طٰہٰ میں آئے گا۔

حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے سمجھائیں کہ بنی اسرائیل کو ستانا چھوڑ دے اور اللہ پر ایمان لائے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ آخر حضرت موسیٰؑ تمام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر دریا پار دوسرے کنارے پر لے آئے شام وہاں سے تھوڑی دور تھا اور وہاں اس وقت ایک زبردست قوم کی حکومت تھی جو عمالقہ کہلاتی تھی اس وقت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا اب اس کے پورا ہونے کا وقت آیا ہے۔ ملک شام تمہارا ہے لیکن تمہیں اس کے لیے عمالقہ سے جہاد کرنا پڑے گا۔ اس رکوع میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے موسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو لڑائی کے لیے تیار کرنا چاہا اور ان سے کہ کہ تم پر اللہ کی بڑی نعمتیں رہی ہیں تمہارے دادا ابراہیمؑ کے وقت سے سارے نبی انہی کی اولاد میں ہوئے یعنی اسمٰعیل۔ اسحاق۔ یعقوب علیہم السلام وغیرہ پھر تم کو دنیا میں بادشاہت عطا کی۔ تم میں سے حضرت یوسفؑ مصر کے بادشاہ ہوئے۔

حضرت موسیٰؑ کو ان بادشاہوں کا حال وحی سے معلوم تھا جو ان کے بعد بنی اسرائیل میں ہونے والے تھے جیسے داؤد۔ سلیمان علیہما السلام وغیرہ۔ ان سب کو وہ بنی اسرائیل پر اللہ کی خاص نعمت بتا رہے ہیں۔ اس کے حاصل کرنے کے لیے انہیں اس وقت اپنے دشمنوں سے لڑ کر اللہ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ تمہیں اللہ نے دین اور دنیا دونوں کے مرتبے عطا کیے۔ چنانچہ نبی بھی تم ہی میں سے ہوئے اور بڑے بڑے بادشاہ بھی۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ تم اس پاک سرزمین میں داخل ہو اور اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھو کہ تمہارے دادا ابراہیمؑ سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ ملک شام تمہاری اولاد کو دیا جائے گا وہ تمہارے ہاتھوں پورا ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پہلے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو شام بھیجا تھا کہ وہاں کی صحیح خبر لائیں اور آکر وہاں کے حالات بتائیں انہوں نے واپس آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ شام بڑی خوبیوں کا ملک ہے لیکن جن لوگوں کا آج کل اس پر قبضہ ہے وہ بڑے زبردست قوت والے دیو جیسے آدمی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سرداروں سے کہا کہ تم عوام کے سامنے ملک کی خوبیاں بیان کرنا لیکن یہ نہ کہنا کہ وہاں بڑی طاقت والے زبردست لوگ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل یہ سن کر ہمت ہار دیں۔ بارہ کے بارہ نے اس کا وعدہ کیا لیکن باہر نکل کر دو تو اپنے وعدہ پر قائم رہے اور دس نے کہہ دیا کہ شام کے لوگ انسان نہیں دیو ہیں ایسے طاقتور آدمی نہ دیکھے نہ سنے۔

Marfat.com

جہاد سے انکار

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

انہوں نے کہا اے موسیٰ بے شک اس میں ایک قوم ہے زبردست اور بیشک ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے اس میں یہاں تک کہ نکلیں وہ اس میں سے پس اگر نکل گئے وہ اس میں سے پھر ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

کہا دو مردوں نے ان میں سے جو ڈرتے تھے اللہ سے انعام کیا تھا اللہ نے ان دو پر گھس پڑو تم ان میں دروازے سے

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ[1] وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

بولے اے موسیٰ وہاں ایک زبردست قوم ہے اور ہم وہاں ہرگز نہ جاویں گے یہاں تک کہ اس میں سے وہ نکل جاویں پھر اگر اس میں سے وہ نکل جاویں گے تو ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو مردوں نے کہا جن پر

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

خدا کی نوازش تھی ان پر حملہ کر کے دروازے میں گھس جاؤ

[1] اَلْجَبَّارِيْنَ (زبردست) جَبَّار کی جمع ہے جو جبر سے بنا ہے۔ جبر کے معنی زبردستی اور جبار کے معنی زبردست۔

پچھلے سبق میں بیان ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شام کے حالات ٹھیک ٹھیک معلوم کرنے کے لیے وہاں بھیجا تھا۔ واپس آکر ان میں سے دس نے وہاں کے آدمیوں کو دیو بتا کر بنی اسرائیل کو ڈرایا۔ اس لیے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ شہر میں بہادروں کی طرح داخل ہو جاؤ اور اس کو فتح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ شہر تمہارے لیے پہلے سے مقرر کر رکھا ہے اس پر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔

بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بڑے زبردست دیو کی طرح کے لوگ ہیں جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم وہاں بڑے شوق سے جائیں گے۔ ان کا یہ جواب صاف بتا رہا ہے کہ جو آدمی شام اور وہاں کے لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے انہوں نے ان لوگوں سے شہر کی تو خوب تعریف کر دی تھی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود وہاں کے آدمیوں کو ڈرا دیا تھا۔ البتہ ان میں سے دو آدمی ایسے بھی تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کیا اور ان کے ساتھ شہر کی تعریف کی۔ اس وقت بنی اسرائیل کا جواب سن کر ان دو آدمیوں نے انہیں حوصلہ دلایا۔

آیت میں ان دو آدمیوں کی تعریف کی ہے اور ان کو فقط اللہ سے ڈرنے والا کہا ہے اور کہا ہے کہ ان پر اللہ نے اپنا انعام کیا کہ وہ اپنے قول و قرار پر قائم رہے۔ جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اس وقت ان دو آدمیوں نے کہا کہ لوگو! تم بے دھڑک شہر کے دروازے میں گھس کر ان لوگوں سے جا لڑو اور ذرا خوف نہ کرو۔

اس کے بعد جو کچھ کہا وہ آگے کے سبق میں آئے گا۔

Marfat.com

ہمّت والے جیتتے ہیں

نَ اِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ
پھر جب داخل ہوگئے تم اس میں تو بے شک تم ہی
غٰلِبُوْنَ ۲۲ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
غالب آؤ گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ۲۳ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ
ایمان رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ
نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا
داخل ہوں گے اس میں کبھی جب تک وہ ہیں اس میں
فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ
سو جا تو اور تیرا رب پھر لڑو تم دونوں
اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۲۴
ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ
پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے تو تم ہی
غٰلِبُوْنَ ۲۲ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
غالب آؤ گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ۲۳ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ
یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ہم ہرگز
نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا
نہ جائیں گے ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اس میں
فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ
سو تو اور تیرا رب جاؤ اور تم دونوں لڑو
اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۲۴
ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

پچھلے سبق میں دو آدمیوں کی بات اس آیت میں پوری کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم اس طرح بے دھڑک ان پر شہر میں گھس کر ٹوٹ پڑو گے تو آخر کار تم ہی غالب رہو گے۔ تم تو ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تمہیں چاہیئے کہ فقط اللہ پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ ایمان دار اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک کا نام یوشع بن نون اور دوسرے کا نام کالب بن یوحنا تھا

ان دو بہادر آدمیوں کی دلیلوں کا ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ان کو اللہ کی مدد پر بھروسہ نہ تھا' ان کا دل قوی نہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو اللہ کی تابعداری کرے گا اور اس کے حکم کے عین مطابق چلے گا۔ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ عمالقہ کے شہر میں گھس کر ان کو وہاں سے نکال دیں۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس کے حکم کے عین مطابق بالکل نڈر ہو کر ان پر جا پڑیں۔ اللہ ہمیں ان کے اوپر فتح ضرور دے گا۔ ہمارا ایمان فقط اللہ کی طاقت ہونا چاہیئے اس کی فوج اور طاقت سب سے بڑھی ہوئی ہے اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ بڑے بڑے زور آور دل کا زور اس کے سامنے بکھارہ جاتا ہے اور ضعیف لوگ اس کی مدد سے زبردستوں پر غالب آجاتے ہیں۔

لیکن ان کی قوم نے ان کی بات نہ سنی اور جواب میں کہا کہ اے موسیٰؑ ہم تو اس شہر میں اس وقت تک ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ زبردست لوگ وہاں ہیں بس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں یہاں سے نہ ٹلیں گے۔ اس جواب سے اس بات کا اندازہ کرنا آسان ہے کہ بنی اسرائیل کس قدر ڈھیٹ' گستاخ اور بے ادب ہو گئے تھے۔

Marfat.com

سرکشی کی سزا

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ
کہا اے رب میں تو نہیں قبضہ رکھتا مگر اپنے آپ پر
وَ اَخِیْ فَ افْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ
اور اپنے بھائی پر پس جدائی کردے درمیان ہمارے اور درمیان قوم
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَ اِنَّ هَا مُحَرَّمَةٌ
نافرمان کے فرمایا پس تحقیق وہ زمین حرام کی گئی
عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ
ان پر چالیس سال بھٹکتے پھریں گے بیچ زمین کے
فَ لَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ ع
پس نہ افسوس کر اوپر لوگوں نافرمان کے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ
بولا اے میرے رب مجھے اپنے اور بھائی کے
وَ اَخِیْ فَ افْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ
سوا کسی پر اختیار نہیں سو تم ہم میں اور اس نافرمان قوم میں
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ
جدائی کردے فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس
عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ
حرام کر دی گئی وہ ملک میں سر مارتے پھریں گے
فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ ع
سو تو نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کر

اُفْرُقْ: جدائی کردے۔ فرق سے بنا ہے جس کے معنی جدائی اور علیحدگی کے ہیں یعنی ہم کو ان سے علیحدہ کردے۔ ہم ان میں شامل ہونا نہیں چاہتے۔

الْفٰسِقِیْنَ: (نافرمانی کرنے والے) فسق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قانون کی حد سے باہر نکل جانا۔ یہ فاسق کی جمع ہے۔ فاسق وہ ہے جو حکم نہ مانے اور قانون کو خاطر میں نہ لائے جیسے غنڈہ یا بدمعاش۔

یَتِیْهُوْنَ: (بھٹکتے پھریں گے) تیہ سے ہے جس کے معنی ہیں سر مارنا بھٹکنا۔ سرگرداں پھرنا۔ مراد یہ ہے کہ وہ حیران پریشان پھریں گے۔

لَا تَاْسَ: (مت افسوس کر) اَسی سے بنا ہے جس کے معنی افسوس، رنج اور کڑھنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان پر افسوس نہ کر۔ پچھلے سبق میں یہودیوں کا جواب بیان کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس جواب کا جو اثر ہوا اس کا اس آیت میں بیان ہے۔ آپ نے کہا اے میرے پروردگار میرے بس میں تو کچھ بھی نہیں ہے میں اور میرا بھائی آپ کا حکم بجا لانے کے لیے حاضر ہیں۔ باقی لوگوں نے نافرمانی پر کمر باندھ لی۔ ہمیں ان میں شامل نہ کر ہمارے اور ان کے درمیان جدائی کردے کیونکہ وہ لوگ نافرمان ہیں اور فاسق ہو چکے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی اس دعا سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے گستاخانہ جواب کا ان کو کتنا رنج ہوا۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ارشاد ہوا کہ اب ان کو اس سرزمین میں گھسنا آسانی سے میسر نہ ہوگا۔ اگر یہ کہنا مان لیتے اور وہاں چلے جاتے تو وہاں کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے لیکن اب ان کو چالیس برس تک جنگلوں میں سر مارتے اور بھٹکتے پھرنا پڑے گا۔

چالیس سال میں ان کے یہ ڈھیٹ اور سرکش لوگ مر کھپ جائیں گے اور ان کی اولاد وہاں جا کر آباد ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا ہے کہ ان نافرمان لوگوں پر تم ذرا افسوس مت کرو۔ یہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔ تم اطمینان سے اپنا کام کیے جاؤ۔

Marfat.com

بے گناہ کا قتل

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ
اور پڑھ اوپر ان کے خبر دو بیٹوں آدم کی
بِالْحَقِّ م اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَ تُقُبِّلَ
سچائی کے ساتھ جب پیش کی دونوں نے نیاز پس قبول کی گئی
مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ
ان دونوں میں سے ایک کی اور نہ قبول کی گئی دوسرے
الْاٰخَرِ ط قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ
سے کہا البتہ ضرور میں قتل کروں گا تجھ کو اس نے کہا
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ
ہوتا یہی ہے کہ قبول کرتا ہے اللہ سے
الْمُتَّقِيْنَ (۲۷)
پرہیزگاروں

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ
اور ان کو سنا آدم کے دو بیٹوں کا صحیح
بِالْحَقِّ م اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ
حال جب دونوں نے کچھ نیاز پیش کی
مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ
اور ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی مقبول نہ
الْاٰخَرِ ط قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ
ہوئی کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ
اللہ صرف پرہیزگاروں سے قبول
الْمُتَّقِيْنَ (۲۷)
کرتا ہے

اتْلُ: (پڑھ کر سنا) تلاوت سے ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا۔ کسی کو پڑھ کر سنانا یہاں مراد ہے خبر دینا۔ اطلاع دینا۔

ابْنَيْ: (دو بیٹے) یہ ابن کا تثنیہ ہے۔ اصل کے مطابق ابنین ہونا چاہیے لیکن بعد کے لفظ آدم کے ساتھ ملانے کی وجہ سے آخر کا نون گر گیا۔

قَرَّبَا: (پیش کی دونوں نے) یہ قَرَّبَ کا تثنیہ ہے جو تقریب سے ہے اور تقریب کے معنی ہیں نزدیکی۔ تقرّب کے معنی ہیں نزدیک کرنا۔ آگے کرنا۔ پیش کرنا۔

قُرْبَانًا: تحفہ۔ پیش کش۔ جو چیز کسی کی مہربانی حاصل کرنے کے لیے اُسے پیش کی جائے اسے نیاز بھی کہتے ہیں۔

الْمُتَّقِيْنَ: (پرہیزگار) متقی کی جمع ہے (برائیوں سے بچنے والا) جو تقویٰ سے بنا ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں اللہ کے ڈر سے بری باتوں سے بچنا۔

پچھلی سورتوں میں خاص کر سورۃ بقرۃ میں بنی اسرائیل کے برے کام بہت سے بیان کیے گئے ہیں۔ وہ اپنے نبیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ وہ لڑ بھڑ کر اپنے آدمیوں کو وطن سے باہر دھکیل دیتے تھے۔ طرح طرح کے دنگے مچاتے تھے۔ لڑائی۔ قتل۔ دنگا۔ فساد ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ لیکن جب ان کو ٹھیک طرح دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے ٹکا سا جواب دے دیا۔ جیسا کہ پچھلے رکوع میں بیان کیا گیا۔ اس رکوع میں ان کو حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ سنا کر سمجھایا جاتا ہے کہ بے گناہ کو اپنی غرض کے لیے قتل کرنا اور فساد پھیلانا بُری بات ہے۔ جیسے جہاد سے انکار کرنا بھی بُری بات ہے، یہ اللہ کی نافرمانی اور اس کا مقابلہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔

Marfat.com

بے گناہ کے قتل کا نتیجہ

ارشاد ہے کہ ان کو ہابیل اور قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا دیں تاکہ ان کی سمجھ میں آ جائے کہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک بے گناہ کو قتل کرنا اور اللہ کے حکم سے دشمنوں کے قتل سے انکار کرنا' اللہ سے لڑنا اور اس سے مقابلہ کرنا ہے۔ یہ انکار اس وجہ سے نہیں کہ انہیں قتل کرنا نہیں آتا' بلکہ ان کے اس رویہ کا مطلب یہ ہوا کہ بے گناہوں کو تو قتل کرتے ہیں جن کا قتل باعث فساد ہے اور جب اللہ حکم دیتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرو جن کے قتل کرنے سے فساد رکتا ہے اور امن قائم ہوتا ہے تو ڈھٹائی سے کورا جواب دے دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنے والے تباہ و برباد ہوں اور ان کو سخت سزائیں دی جائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت کے دستور کے مطابق ہابیل کا نکاح ایک لڑکی سے کرنا چاہا۔ اس کے بھائی نے کہا کہ نہیں، میرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جھگڑا چکانے کے لیے دونوں سے کہا کہ اپنی اپنی نیاز اللہ کی درگاہ میں پیش کرو جس کی نیاز قبول ہو جائے اس کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح ہوگا۔ اس وقت قاعدہ یہ تھا کہ جس کو نیاز دینی ہوتی تھی۔ وہ کوئی اچھی چیز لا کر ایک مقررہ جگہ پر رکھ دیتا تھا جس کی نیاز قبول ہوتی تھی' اس کی چیز کو ایک آگ آ کر کھا لیتی تھی اور جس کی چیز آگ نہ کھاتے وہ کوئی [illegible] ہوئی۔ ہابیل قابیل دونوں نے اپنی اپنی نیاز لا کر رکھی آگ آئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قابیل کی درخواست رد کر دی گئی۔ شادی ہابیل کے ساتھ ہونی چاہیئے۔

اس پر قابیل کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے ہابیل سے صاف صاف کہہ دیا کہ اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے باز آ جا ورنہ میں تجھ کو جان سے مار ڈالوں گا۔

جو لوگ اپنی غرض کے دیوانے ہوتے ہیں وہ سوا اس کے کچھ نہیں جانتے کہ جس طرح ہو سکے ان کی خواہش پوری ہو۔ اور جو کوئی اس کے پوری ہونے میں رکاوٹ ڈالے اسے کسی نہ کسی طرح ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ اس کے لیے وہ سازشیں کرتے ہیں، خوشامدیں کرتے ہیں، رشوتیں دیتے ہیں۔ دھمکاتے ہیں۔ غرض کسی بات سے نہیں چوکتے اور گناہ۔ ثواب۔ حرام۔ حلال سب باتوں کے خیال کو بیٹھ کے پیچھے پھینک دیتے ہیں۔ قابیل نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور بھائی کو قتل کی دھمکی دی۔

ہابیل ایک سمجھی ہوئی طبیعت کا سیدھا سادا انسان تھا۔ اس نے کہا کہ میری نیاز قبول ہو گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں [illegible] دبانا نہیں چاہتا۔ کسی سے حسد نہیں کرتا' نہ کسی سے لڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فتنہ و فساد کی باتوں سے بچتا ہوں۔ اللہ کو یہ باتیں پسند ہیں۔ اور یہی باتیں متقیوں اور پرہیزگاروں کی نشانیاں ہیں اور اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ متقیوں اور پرہیزگاروں کی نیاز قبول کرتا ہے۔

Marfat.com

پرہیزگاروں کا رویّہ

لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ
البتہ اگر پھیلا دے تو میری طرف اپنا ہاتھ تاکہ قتل کرے تو مجھ کو
مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ
نہیں میں پھیلانے والا ہاتھ اپنا تیری طرف
لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
تاکہ قتل کروں تجھ کو بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے پالنے والا
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ
سارے جہانوں کا بے شک میں ڈرتا ہوں یہ کہ حاصل کرے تو
بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر تو ہو جائے میں سے
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾
ساتھیوں آگ کے اور یہی ہے بدلہ ظالموں کا

لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ
اگر تو مجھ پر مارنے کو ہاتھ چلائے گا
مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ
تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہ چلاؤں گا
لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ
جہان کا پروردگار ہے میں چاہتا ہوں کہ تو میرا
بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
گناہ اور اپنا گناہ دونوں حاصل کرے تو
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾
دوزخ والوں میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے

بَسَطْتَ (پھیلائے تو) البسط سے ہے جس کے معنی پھیلانے اور دراز کرنے آگے بڑھانے کے ہیں باسط بھی اسی سے ہے پھیلانے والا۔

تَبُوْٓءَ (حاصل کرے تو) بوء سے ہے اس کے معنی لوٹنے اور پھیرنے کے ہیں یہ لفظ سورہ بقرہ میں آیا ہے مراد یہ ہے کہ جب تو اپنا کام کر کے فارغ ہو تو مجھ پر دونوں قتلوں کا بوجھ ہو ایک تو اپنے فعل کا اور دوسرے میرے قتل کا۔

ابن آدم نے اس سے کہا اگر تو نے میرے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا مجھے جان سے مارنے کی ٹھان لی۔ تو تو جان میں تو کبھی مجھے جان سے مارنے کے ارادہ سے تیرے اوپر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا کیوں کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بیٹھا ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ سارے جہانوں کا نگہبان اور رکھوالا وہی ہے اور اسی کی مدد سے سب کام چلتے ہیں میں اس کو نارض کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے بچاؤ کے لیے تیرے مقابلہ میں ہاتھ اٹھاؤں گا اور کوئی بات ایسی نہ کروں گا جس سے تجھے جوش آجائے اور تو مجھے جوش میں قتل کر دے۔ ایسا کرنے سے کچھ حصہ گناہ کا میری طرف سے آجائے گا میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں اور اس طرح میرے حصے کا گناہ بھی تیرے ہی سر پڑے اور تو اپنا اور میرا دونوں کا گناہ سمیٹے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تو جہنم کے اندر جانے والوں میں سے ہو جائے کیونکہ ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

اس نے یہ سب اس لیے کہا کہ شاید قابیل یہ سب سن کر گناہ سے رک جائے۔ "میں تیرا ذرا بھی مقابلہ نہ کروں گا اور سارے ... کا سارا گناہ تیرے ہی سر پر ہو گا اور تو دوزخیوں میں داخل ہو جائے گا" لیکن قابیل اپنی خواہشوں میں اندھا ہو۔ انتہا اس نے ایک نہ سنی۔

Marfat.com

خواہش اندھا کر دیتی ہے (الف)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ
پس آراستہ کیا اس کے لیے اس کے جی نے مار ڈالنا اپنے بھائی کا

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾
سو اسے اس نے قتل کر دیا پھر ہو گیا ٹوٹا پانے والوں سے

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ
پس بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ
تاکہ دکھائے اس کو کیسے چھپائے وہ لاش

اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ
اپنے بھائی کی بولا ہائے افسوس کیا میں بے بس ہوا اس سے

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ
کہ ہو جاؤں مانند اس کوے کے پھر چھپا دوں

سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ
لاش اپنے بھائی کی پس ہو گیا وہ پچھتانے والوں

النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
میں سے

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ
پھر اس کو اس کے نفس نے راضی کیا اپنے بھائی کے خون پر

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾
پھر اس کو مار ڈالا سو نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ
پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدتا تھا

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ
تاکہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپائے بے حرمتی

اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ
لاش بولا اے افسوس مجھ سے تو نہ ہو سکا

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ
کہ اس کوے کے برابر ہو جاؤں چھپا دوں اپنے

سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ
بھائی کی لاش کو پھر پچھتانے

النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
لگا

صَوَّعَتْ: تطویع سے ہے اس کے معنی ہیں کسی کو کوئی برا کام اچھی شکل میں دکھانا کہ وہ اس کے کرنے پر آمادہ ہو جائے

يَبْحَثُ: کھودتا ہے بحث سے ہے جس کے معنی ہیں زمین کھودنا یعنی کوا اس سے سامنے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کھود رہا تھا

يٰوَيْلَتٰى: عربی میں افسوس ظاہر کرنے کے وقت یہ لفظ بولا جاتا ہے جیسے ہم بے اختیار ہائے افسوس کہہ دیتے ہیں

عَجَزْتُ: بے بس ہوا ہیں عجز سے بنا ہے جس کے معنی ہیں عاجز ہو جانا کسی کام کو نہ کر سکنا

سَوْءَةَ: بری چیز جو آنکھوں کو بھی نہ معلوم ہو یہاں مراد لاش ہے۔

قابیل کے دل نے جو خواہش حسد اور غضب میں ابلا ہو رہا تھا اسے یہی سمجھایا کہ بھائی کو قتل کر ڈالے جو شخص اپنی غفلت کی وجہ سے اندھا ہو گیا ہو اسے اس کے سوا کچھ نہیں سوجھتا کہ جا ہے کچھ ہو اپنے فائدے کے لیے دوسرے کو دکھ پہنچائے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا لیکن اس کا نتیجہ اس کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہ ہوا دنیا کا نقصان تو یہ ہوا کہ بھائی جیسا ساتھی اور مددگار کھو بیٹھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ دو گناہ ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتا ہے۔ ایک تو کسی پر ظلم کرنا اور دوسرے رشتہ داروں کو ستانا جس کو قطع رحم کہتے ہیں۔

Marfat.com

خواہش اندھا کر دیتی ہے (ب)

قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالنے سے آخرت کا نقصان اتنا ہوا کہ اس کے آگے دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ وہ یہ کہ اس نے دنیا میں گناہ کا دروازہ کھول دیا۔ اس لیے اس کو فقط اس کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی۔ بلکہ اس کے بعد قیامت تک جو کوئی انسان اپنی غرض کی وجہ سے دوسرے کو دکھ پہنچائے گا یا قتل کرے گا اس کا عذاب اسے بھی ملے گا۔ لکھا ہے کہ قابیل سے پہلے کسی نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ اس وقت تک کوئی انسان اپنی موت مرا تھا اس لیے قابیل حیران تھا کہ بھائی کی لاش کو کیا کرے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے سامنے ایک کوا بھیجا۔ وہ نیچے اتر کر چونچ اور پنجوں سے زمین کریدنے لگا۔ مفسر لکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک مردہ کوے کو چونچ میں لٹکا کر لایا جسے اس نے زمین پر ڈال کر زمین کھودی اور کافی جگہ بنا کر اس میں اس مردہ کو ڈال دیا اور اوپر سے مٹی ڈال کر زمین کو برابر کر دیا۔ قابیل نے اس کوے کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے دیکھا اس وقت اسے افسوس ہوا کہ اس میں اس کوے کے برابر بھی سمجھ نہ تھی جو بھائی کی لاش کو زمین میں دبا دیتا۔ اس وقت اسے یہ بھی خیال ہوا ہوگا کہ اس کوے کو اپنے جیسے کوے کے ساتھ اتنی ہمدردی تھی کہ اسے اٹھا کر لایا اور زمین میں چھپا دیا۔ حالانکہ یہ کوا اپنی موت آپ مرا تھا اور خود اس نے اپنے جیسے آدمی ہی کو نہیں بلکہ اپنے حقیقی بھائی کو جان بوجھ کر مارا۔ اور پھر اتنی سمجھ بھی نہ آئی کہ اس کی لاش کو کھلا گلنے سڑنے کی رسوائی سے بچائے۔ ظاہر ہے کہ کوے کے مقابلے میں یہ سخت دل بھی زیادہ ہوا اور ناسمجھ بھی۔ چنانچہ اس کو ندامت اور پشیمانی نے آن دبایا اور وہ اپنے کیے پر پچھتانے لگا۔

یہاں سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ انسان کے بدن کی عزت جبھی تک ہے۔ جب تک اس میں جان ہے جب جان نکل جاتی ہے تو وہی بدن انسان کے لیے باعث شرم ہو جاتا ہے، گویا وہ ایک گندی اور قابل نفرت چیز تھی۔ جس کے عیب روح نے دبا رکھے تھے۔ اسی لیے اس آیت میں اس کے لیے سوآۃ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی بُری اور قابل نفرت چیز کے ہیں جس کو جتنی جلد آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا جائے اچھا ہے۔ سچ مچ بدن کا حسن و جمال اور اس کی خوبصورتی روح کی بدولت ہے ورنہ وہ سوا ایک مٹھی بھر خاک کے کچھ بھی نہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگی ہی میں اس باریک بات کو سمجھ لیں اور اس گارے کے ڈھیر کی اتنی خاطر نہ کریں۔ کہ جس کی وجہ سے روح جیسی پاکیزہ چیز کو مصیبت اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑے۔ اسی لیے کہا ہے کہ جسمانی لذتوں کو چھوڑو اور روحانی لذتوں کی تلاش کرو۔

Marfat.com

قابیل کے کیے کا پھل (الف)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
بوجہ اس کے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
کہ جو کوئی قتل کرے ایک شخص کو بلا عوض دوسرے شخص کے یا فساد کرے
فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ
زمین میں پس گویا قتل کیا اس نے لوگوں
جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ
سب کو اور جو زندہ رکھے اس کو پس گویا
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْ
زندہ رکھا اس نے لوگوں سب کو اور البتہ آ چکے پاس
هُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ز ثُمَّ اِنَّ
ان کے رسول ہمارے ساتھ صاف باتوں کے پھر بے شک
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ
بہت ان میں سے بعد اس کے زمین میں
لَمُسْرِفُوْنَ (۳۲)
البتہ حد سے گذر جانے والے ہیں

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
کہ جو کوئی ایک جان کو مارے بلا عوض جان کے یا
فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ
ملک میں فساد کرے گویا اس نے سب لوگوں کو
جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ
قتل کر ڈالا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا سب
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ
لوگوں کو زندہ کیا اور ان کے پاس ہمارے رسول
رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ز ثُمَّ اِنَّ
کھلے ہوئے حکم لا چکے ہیں پھر بہت لوگ ان میں
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ
سے اس پر بھی ملک میں دست درازی
لَمُسْرِفُوْنَ (۳۲)
کرتے ہیں

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ

اَجْل: باعث، سبب نَفْس: (جان) انسان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک جسم یا بدن دوسرے نفس یا جان اصل میں زندہ چیز نفس ہے۔ بدن اس کی وجہ سے زندہ ہے اس لیے آدمی اصل میں نفس ہے۔ فساد: بگاڑ۔ کسی بنی بنائی چیز کے ناس کرنے کی کوشش کرنا۔ بینات: روشن چیزیں، بیّنۃ کی جمع ہے کھلی ہوئی دلیل۔ بات یہاں مراد حکم یعنی شرع کی باتیں ہیں یا رسول کی سچائی کی نشانیاں ہیں۔ مسرفون: زیادتی کرنے والے اسراف سے ہے جس کے معنی ہیں زیادتی کرنا۔ حد سے نکل جانا۔

ہابیل قابیل کا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ قابیل نے قتل کر کے سارے آدمیوں کے لیے قتل کرنے کا دروازہ کھول دیا۔ اس وجہ سے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ بلا وجہ اور عدالت کے فیصلے کے بغیر کسی بے گناہ کو مار ڈالنا سارے آدمیوں کے مار ڈالنے کے برابر ہے کیونکہ ایک کے دیکھا دیکھی ایک دوسرے کے مار ڈالنے پر تل جائیں گے اور جس نے ایک شخص کو زندہ رہنے دیا اور غصہ و غضب کے باوجود نہ مارا تو گویا اس نے سارے آدمیوں کے زندہ رہنے کا بندوبست کر دیا۔ آدمی اکثر وہی کرتا ہے جو دوسرے کو کرتے دیکھتا ہے اس لیے جو نیک کام کرے گا اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی نیک کام کریں گے اور جو برا کام کرے گا اس کو دیکھ کر دوسرے بھی برا کام کرنے لگیں گے۔

Marfat.com

قابیل کے کیے کا پھل (ب)

قابیل پہلا آدمی تھا جس نے خواہش، حسد اور غضب سے مرعوب ہو کر دوسرے آدمی کو جان سے مارا اس سے پہلے کسی نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا جب دنیا میں ایک دفعہ قتل کا دروازہ کھل گیا۔ تو پھر لوگ بے دھڑک ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ اس کو روکنے کی ضرورت پڑی اور پھر اپنے زمانے میں ہر ایک نبی نے اس کی بابت لوگوں کو ہدایت کی اور قتل سے روکا۔

ایسے ہی اور گناہ بھی دنیا میں پھیلے ہوں گے۔ پہلے آدمی نے کوئی گناہ کیا پھر اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی کرنے لگے۔ قرآن شریف میں کئی قوموں کا ذکر ہے کہ کسی میں کوئی برائی پھیلی ہوئی تھی اور کسی میں کوئی۔ نبیوں نے اور ان کے ماننے والے عقل مند لوگوں نے جو برائی اپنی قوم میں دیکھی، اس سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی۔ بڑے گناہ کی پہچان یہ ہے کہ اس سے کسی آدمی کو یا پوری جماعت کو کوئی سخت نقصان پہنچتا ہے۔ پہلی صورت ظلم ہے اور اس میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور دوسری صورت فساد ہے۔ اس میں آدمیوں کے مل جل کر رہنے میں خرابی پڑتی ہے اور دنیا کے کام رکتے ہیں۔ قتل میں یہ دونوں برائیاں موجود ہیں۔ کیونکہ ہر آدمی کو جینے کا حق ہے کسی وجہ سے بلا وجہ اس کا یہ حق چھیننا ظلم ہے۔ دوسرے یہ کہ آدمی ایک دوسرے سے ڈر کر بھاگنا شروع کر دیتے ہیں اور میل جول خطرہ میں پڑ جاتا ہے اور یہ فساد ہے۔ قابیل نے قتل کر کے ظلم و فساد دونوں برائیاں آدمیوں میں پھیلا دیں اور بنی اسرائیل کے زمانہ تک اس برائی نے پورے طور پر جڑ پکڑ لی۔ اس لیے اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے ان خرابیوں کو روکنے کے لیے بنی اسرائیل کے لیے یہ قانون مقرر کیا کہ کوئی کسی کو قتل نہ کرے۔ یاد رکھو کہ ایک آدمی کا مارنا تمام آدمیوں کے مارنے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے بدامنی پھیلتی ہے۔ اور ایک آدمی کا زندہ رکھنا تمام آدمیوں کے زندہ رکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے ہر ایک کو امن و امان کا یقین ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان باتوں کے سمجھانے کے لیے تمہارے پاس ہمارے رسول آچکے ہیں جو ہمارے حکم تم کو صاف صاف سناتے ہیں اور ان کے پاس اپنی سچائی کی روشن نشانیاں ہوتی ہیں اب اگر لوگ اس کے بعد بھی گناہوں میں مبتلا رہیں اور ایک دوسرے پر زیادتیاں کرنے سے باز نہ آئیں تو وہ سخت مجرم ہیں۔ اس لیے آیت میں ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ جس کا اشارہ یہود کی طرف ہے اس پر بھی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ یہود ہمیشہ قتل کرنے اور لوگوں کے ستانے میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ نبیوں تک کو قتل کر دیا اور کسی آدمی کا قتل کرنا اور ستانا تو ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی۔ اور اس وقت بھی وہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے، ان کو دکھ پہنچانے اور مسلمانوں پر ظلم اور زیادتیاں کرنے سے باز نہیں آتے۔ یہ لوگ واقعی اپنی شرارت اور شیطان پن میں حد سے گذر چکے ہیں اور دوسروں کو ستانا ان کی گھٹی میں پڑ گیا ہے۔ اس لیے یہ مُسرف ہیں یعنی دوسروں پر دست درازیاں کرتے ہیں

مُسرفوں کے کام اس سے آگے کی آیت میں گنوائے ہیں اور دنیا میں جو انہیں سزا ملنی چاہیے۔ وہ بھی بتائی ہے:

Marfat.com

دنیا میں فساد پھیلانے والوں کی سزا

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ
جن کے سوا کچھ نہیں کہ سزا ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ
یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے

وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ
اور رسول سے اس کے اور دوڑتے پھرتے ہیں ملک میں

وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ
اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا
فساد کرتے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا
کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں

أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
یا کاٹ ڈالے جائیں ہاتھ ان کے اور پاؤں ان کے

أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں

مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ
ایک اس طرف کا اور ایک اس طرف کا دور کیے جائیں ملک سے

مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ
مخالف جانب سے یا دور کر دیے جاویں اس خطہ سے

جَزَاءٌ: بدلا۔ عربی میں بھلائی اور برائی دونوں کے بدلوں کو جزا کہتے ہیں ہم بھلائی کے بدلے کو جزا اور برائی کے بدلے کو سزا کہتے ہیں۔

يُحَارِبُونَ: لڑائی کرتے ہیں محاربہ سے ہے کسی سے لڑائی کرنا حرب سے بنا ہے جس کے معنی لڑائی کے ہیں اس سے مراد ہے بغاوت کرنا شرعی حکم کی نافرمانی کرنا اور اس سے لڑنے کے لیے کھڑے ہو جانا۔

يَسْعَوْنَ: دوڑتے ہیں سعی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چلنا، پھرنا، دوڑنا، کوشش کرنا۔ یہاں اس سے مراد ہے فساد کرتے پھرتے ہیں۔

مِنْ خِلَافٍ: اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں۔

يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ: ملک سے نکال دیے جائیں اس کی صورت یہ ہے کہ کہیں دور لے جا کر انہیں قید کر دیں جسے آج کل نظر بند کرنا کہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ کے قانون کے توڑنے والوں کی سزا بیان کی گئی۔ ہے کہ یہ لوگ جو اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کی پروا نہیں کرتے جو ہیں اللہ اور رسول سے لڑائی کرتے ہیں۔

فساد کی ڈاکو جو حکومت شرعیہ سے بغاوت کر کے لوٹ مار شروع کر دیں چار قسم کے ہو سکتے ہیں

(۱) جنہوں نے قتل کر دیا لیکن مال نہ لے سکے ان لوگوں کی سزا وہ ہے جو پہلے بیان کی گئی یعنی اَنْ يُقَتَّلُوا قتل کر دیے جائیں۔

(۲) قتل کر کے مال بھی لے لیا ہو ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ سولی پر لٹکا دیا جائے یعنی اَنْ يُصَلَّبُوا

(۳) قتل نہیں کیا مگر مال چھین لیا۔ ان کی سزا یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے یعنی اَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ۔

(۴) لوگوں کو گھیر تو لیا مگر قتل کرنے اور مال لینے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں دور لے جا کر قید کر دیا جائے یعنی اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ۔

Marfat.com

فسادیوں کی سزا

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ
یہ ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾
ان کے لیے بیچ آخرت کے عذاب ہے بڑا
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ
مگر جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے
اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا
کہ قابو پاؤ ان پر پس جان لو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع
کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ
یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾
آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ
مگر جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کرلی
اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا
کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ ۹
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

خزی: رسوائی، ذلت۔ شرمندگی۔ شرمندہ کے لیے عربی میں لفظ خزیان ہے۔ اردو میں شاید اسی لفظ خزیان کو کھینچ تان کر لیا گیا ہے۔ پچھلے سبق میں ان فساد کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی تھی جو شرعی قانون کی حد سے نکل کر لوگوں کو مارنا اور ستانا شروع کر دیں ایسے لوگوں کو حکومت ان کے جرم کے مطابق اوپر کی سزاؤں میں سے کوئی سزا دے گی۔

اس میں ارشاد ہے کہ یہ سزا تو اس دنیا میں مقرر ہے تاکہ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوں۔ اس کے بعد آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائیگا یہ دونوں جگہ کی سزا اس لیے دی جائے گی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کو توڑا۔

باغیوں کی یہ سزائیں اس حالت میں معاف ہو سکتی ہیں کہ اس سے قبل کہ حکومت کے سپاہی انہیں گرفتار کریں وہ اپنے کیے پر پچھتا کر اس سے توبہ کرلیں اور آئندہ فرمانبردار بن کر رہنے کا اقرار کرلیں اور اگر ان کی توبہ سچی ہے تو آخرت میں بھی ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کا نام غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سزائیں ڈاکوؤں، لٹیروں اور لوٹ مار کرنے والوں کی تھیں۔ ایسی سزا کو جو مجرموں کے لیے شرع میں مقرر کر دی گئی ہو۔ حد کہتے ہیں۔ توبہ کرنے سے باغیوں کی حد معاف ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے اگر کسی کو مالی یا جانی نقصان پہنچا ہے تو اس کا ذمہ ان مجرم کو پھر بھی دینا ہوگا یعنی جس کا مال لیا ہے۔ اس کو واپس کرنا ہوگا۔ قتل کیا ہے تو اس کا قصاص دینا ہوگا ——— یہ تو حقوق العباد کہلاتے ہیں، یہ توبہ سے معاف نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر خود حق والا معاف کر دے تو معاف ہو جائیں گے۔

Marfat.com

فلاح کی راہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور
ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا
تلاش کرو اس کی طرف نزدیکی اور کوشش کرو
فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾
اس کی راہ میں اس سے توقع ہے تم خوشحال ہو جاؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور
ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا
ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور کوشش کرو
فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾
اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو

اتقوا (ڈرو اللہ سے) اتقار سے ہے جو وقایہ سے بنا ہے۔ وقایہ کے معنی ہے بچاؤ۔ حفاظت۔ اتقار کے معنی ہیں بچنا۔ دور ہٹ جانا۔ اتقوا اللہ کے معنی ہوئے اللہ سے بچو۔ یعنی ایسے کام نہ کرو جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے اس کے غضب سے بچو۔ ہم خود اپنی بول چال میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ میاں پولیس والوں سے بچتے رہنا۔ مطلب یہ کہ ایسا کام نہ کرنا کہ وہ تمہیں پکڑے۔ اللہ کو راضی کرنے سے اس کی نزدیکی ہوتی ہے۔ اذان کے بعد جو دعا پڑھتے ہیں، اس کے ایک حصہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ ہمارے رسول حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا فرما۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ اپنی نزدیکی اور اپنا قرب ان کو نصیب کر۔

حدیث میں آیا ہے کہ وسیلہ ایک مقام ہے جو اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ مقام خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اس لیے ہر مسلمان کو دعا سکھائی گئی ہے کہ یوں کہیں اے اللہ جو مقام تو نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مقرر کیا ہے اس تک انہیں پہنچا دے۔ یہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر خواہ ہے کسی شخص کی اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو گی کہ آپ کے خیر خواہوں میں اس کا نام لکھا جائے۔

پچھلے رکوع میں ان ڈاکوؤں۔ لٹیروں۔ قاتلوں اور فسادیوں کی سزا بتائی گئی تھی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی ٹھان لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو قتل کرتے اور ان کا مال چھین لیتے ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں سے ارشاد ہے کہ یہ ایسے کام ہیں جن سے تمہیں نفرت ہونی چاہیئے تم تو اللہ پر ایمان لائے ہو ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے اللہ ناراض ہو اور تمہیں پکڑ لے تمہیں تو ہمیشہ ایسے کام کرنے چاہئیں۔ جن سے تمہیں اللہ کی نزدیکی نصیب ہو۔ دنیا والے یہاں کے بادشاہوں اور حاکموں کی نزدیکی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایسے کام کرتے ہیں جن سے وہ خوش ہوں اور ان کے مقرب بن جائیں وہ اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی ایسا کام ہو جائے جس سے حاکم خوش ہو جائے۔ بس پھر زوار سے بنا رہے ہیں اے ایمان والو! تم کو چاہیئے کہ ہر وقت تم اس دھن میں لگے رہو کہ کسی طرح اللہ خوش ہو جائے اور تم اس سے نزدیک ہوتے چلے جاؤ۔ جو کوئی اس دھن میں لگے گا اور ہر وقت اس کا خیال رکھے گا کہ کوئی کام ایسا نہ ہو جس سے اللہ ناراض ہو جائے۔ وہ شخص کامیاب ہے وہ تمام مصیبتوں سے چھوٹ جائے گا اور خوش و خرم رہے گا اس راستہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں جس میں فلاح اور خوشحالی کی امید کی جا سکے۔

Marfat.com

فدیہ کام نہ دے گا

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ
بے شک جنہوں نے کفر کیا اگر یہ ہو جائے کہ ان کے لیے ہو
مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ
جو ہے زمین میں سب کا سب اور اس جیسا ساتھ اس کے
لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ
تاکہ دے کر چھوٹیں اس کے ساتھ عذاب سے دن قیامت کے
مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۳۶)
تو نہیں قبول کیا جائیگا ان سے اور ان کے لیے ہے عذاب درد دینے والا
یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا
چاہیں گے کہ نکل جائیں آگ سے اور نہیں
هُمْ بِخَارِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (۳۷)
وہ نکلنے والے اس سے اور ان کے لیے ہے عذاب ہمیشہ رہنے والا

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ
جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو
مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ
جو کچھ زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی
لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ
اور ہوتا کہ بدلے میں دیں اپنے عذاب کے تو قیامت کے دن
مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۳۶)
ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے
یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا
چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں اور وہ نکلنے والے
هُمْ بِخَارِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (۳۷)
نہیں اس سے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے

یَفْتَدُوْا: (دیں اس کے بدلے میں) افتداء سے ہے۔ یہ لفظ فدیہ سے بنا ہے۔ فدیہ کہتے ہیں اس چیز کو جو جان چھڑانے کو دی جائے۔ چنانچہ افتداء کے معنی ہیں فدیہ دینا یعنی جان بچانے کے لیے اپنی پسند کی کوئی اور چیز دے دینا۔

ارشاد ہے کہ کافروں کے قبضے میں اگر زمین کی ساری چیزیں اور خزانے بھی آجائیں اور اس کے برابر اتنا ہی اور اس کے ساتھ مل جائے اور وہ یہ سب کا سب فدیہ کے طور پر دے دیں کہ کسی طرح قیامت کے دن عذاب سے بچ جائیں۔ تو بھی وہ عذاب سے نہ بچ سکیں گے اور یہ سب کچھ ان کے منہ پر مارا جائے گا اور قبول نہ کیا جائے گا اور ان کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو ان کو بڑا دکھ پہنچائے گا اور وہ درد کے مارے چلا اٹھیں گے۔

وہ بہتیرا چاہیں گے کہ کسی طرح اس دوزخ کی آگ سے جس میں وہ داخل کیے جائیں گے نکل جائیں۔ لیکن ان کو اس سے نکلنا نصیب نہ ہوگا اور وہ دکھ درد اور عذاب ہمیشہ کے لیے ان کو بھگتنا ہوگا۔ وہ کبھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاں رشوت نہیں چلتی۔ اگر اس کے غضب سے بچنا ہے تو ایمان لاؤ اور اس سے ڈرو۔ اور اس کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔ ورنہ اس سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ دنیا میں رشوتیں دے کر کام نکال لیتے ہو۔ اللہ کے ہاں بندگی اور فرمانبرداری کے سوا کوئی چیز کام نہ آئے گی۔

Marfat.com

چوری کی سزا

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا — وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا

اور چوری کرنے والا اور چوری کرنے والی عورت پس کاٹ دو تم — اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان کے ہاتھ

اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا — اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا

ہاتھ ان دونوں کے بدلہ عوض اس کے جو انہوں نے کیا — کاٹ ڈالو ان کی کمائی کے بدلے میں یہ

نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ — نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

بطور سزا اللہ کی طرف سے اور اللہ — اللہ کی طرف سے سزا ہے اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ — عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾

زبردست ہے حکمت والا — غالب ہے حکمت والا ہے

السارق والسارقۃ: چور مرد اور چور عورت یہ دونوں لفظ سرق سے بنے ہیں جس کے معنی چوری کے ہیں

پچھلے رکوع کے ختم میں ڈاکو ٹھگ اور لٹیروں کی سزا بیان کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ لوگ اللہ سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اس کے قانون کو توڑتے اور اس کے ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔

اس کے بعد اس رکوع کے شروع میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اللہ سے صلح کرو اور لڑائی کرنے والوں کے سے کام مت کرو اور اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ اس کی نزدیکی حاصل کرو۔

اس کے بعد پھر مجرموں کی سزاؤں کے سلسلے میں چوروں کی سزا بیان کی جاتی ہے۔ یہ ڈاکوؤں سے تو کم ہیں کیونکہ کسی کو مارتے یا ڈراتے دھمکاتے نہیں فقط مالک کی آنکھ بچا کر چپکے سے اس کا مال اٹھا لے جاتے ہیں لیکن ان سے بھی لوگوں کو کچھ کم دکھ نہیں پہنچتا۔ اور بعض وقت تو جان کنی کی سی تکلیف ہوتی ہے جس شخص کا بیس پچیس روپے کا جوتا مسجد میں نماز پڑھتے وقت کسی نے چرا لیا ہو۔ اس کے دل سے پوچھیے کہ اس پر کیا گذر رہی ہے۔ خاص کر جب اُسے صبح دفتر نوکری پر جانا ہو اور جیب میں ٹکا نہ ہو کہ اور خرید لے۔ اس سے بڑھ کر اس مزدور کے دل کے حال پر غور کیجیے۔ جو دن بھر محنت کر کے دو ڈھائی روپیہ بمشکل لایا تھا۔ شام کو اس کی جیب راستہ میں صاف کر دی گئی اور گھر میں بیوی بچے بھوکے بیٹھے ہیں اب بتائیے وہ کیا کرے؟

آیت میں ارشاد ہے کہ چور کے، مرد ہو یا عورت، ہاتھ کاٹ دو اور یہ ان کے کرتوت کی سزا ہے۔ اور سزا اللہ کا حکم نہ ماننے کی ہے۔ اللہ زبردست ہے۔ سب پر غالب ہے اور ساتھ ہی حکمت والا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور وہ جو حکم دیتا ہے اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے۔

فقہ میں اس سزا کی تفصیل ہے

بہرحال یہ جان لینا کافی ہے کہ جو پہلی دفعہ چوری کرے اور جرم ثابت ہو جائے تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی پر سے کاٹ دو۔

Marfat.com

توبہ اور اصلاح

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ
پس جس نے توبہ کی پیچھے
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ
اپنے ظلم سے اور ٹھیک ہوگیا پس تحقیق
اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اللہ توجہ کرے گا اس کی طرف بے شک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۹)
بخشنے والا مہربان ہے

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ
پھر جس نے اپنے ظلم کے پیچھے توبہ کی
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ
اور اصلاح کی تو اللہ اس کی
اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
توبہ قبول کرتا ہے بے شک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۹)
بخشنے والا مہربان ہے

پچھلے سبق میں چور کی سزا بیان ہوئی تھی کہ اس کا ہاتھ کاٹ دینا اس کے کیے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے ناراضی کا اظہار ہے اس کے بعد کہا گیا تھا کہ اللہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے۔ چور اس بات سے اس قدر غافل ہوا کہ اس کو بھول ہی گیا اور ایسی حرکت کر بیٹھا کہ اگر اس کی سزا نہ دی جائے تو دوسرے سمجھیں گے کہ چوری معمولی بات ہے۔ حالانکہ اس سے دنیا کے کاموں میں خلل آجائے گا اور لوگ پریشان ہو جائیں گے۔ اللہ کی حکمت اس بات کو چاہتی ہے کہ اللہ ایسے موقعہ پر اپنی قوت اور غلبہ کا سب پر اظہار کرے اور چور کو ایسی سزا دے کہ اس کو دیکھ کر لوگ لرز جائیں اور چوری کے پاس نہ پھٹکیں اس لیے وہ اپنے فرماں بردار بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جو کوئی چوری کرے۔ مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ دو تاکہ وہ اپنے کیے کو بھگتے اور دوسروں کو اسے دیکھ کر عبرت ہو۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر چوری کرنے والا آخرت کی سزا سے بچنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے کیے پر پشیمان ہو اور اللہ کے سامنے دل سے اقرار کرے کہ اب کبھی ایسا کام نہ کروں گا اور اس کے ساتھ ہی چوری کی وجہ سے جو ایک اپنے جیسے آدمی کو بیٹھے بٹھائے بلاوجہ نقصان پہنچایا ہے اس کو پورا کرے اور اس کا مال اسے واپس دے دے اور اگر وہ مال ضائع ہو گیا ہے تو اس کے بدلے اس کی قیمت دے یعنی تاوان ادا کرے اور آئندہ کے لیے اپنے آپ کو سنوارے اور اس بات کو سمجھے کہ میں نے چوری کر کے واقعی بڑا ظلم کیا۔ ایسا کرنے سے اس کو آخرت کی سزا سے معافی دی جاتے گی اور جیسے اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا ہے اللہ بھی اس کی طرف توجہ کرے گا۔

اس سے پہلے لٹیروں اور ڈاکوؤں کی سزا بیان کرنے کے بعد بھی کہا تھا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی بھی آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی وہاں یہ بھی کہا تھا کہ اگر پکڑے جانے سے پہلے وہ توبہ کر لیں تو ان کی دنیا کی سزا بھی جو ان کے جرم کے بدلے دی جانی چاہیئے تھی معاف ہو جائے گی۔ البتہ بندوں کی حق تلفی ہوئی ہے اس کا معاف کرنا ان کے ہاتھ میں ہے جن کی حق تلفی ہوئی ہے لیکن چوری میں دنیا کی سزا کی بابت نہیں کہا کہ پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لے تو معاف ہو جائے گی۔ اس لیے جرم ثابت ہونے پر وہ سزا بہرحال ملے گی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حکومت

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
کیا نہیں جانتا تو کہ اللہ کے لیے ہے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ
سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ
عذاب کرے جسے چاہے اور بخشش کرے
لِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
واسطے جس کے چاہے اور اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾
چیز کے قدرت والا ہے

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے واسطے ہے
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آسمانوں اور زمین کی سلطنت
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ
جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے
لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
چاہے بخشے اور اللہ ہر چیز پر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾
قادر ہے

پچھلے سبق میں بعض جرموں یعنی قتل، ڈکیتی، چوری کی سزائیں بتائی گئی تھیں ہو سکتا تھا کہ بعض نادان لوگوں کو خیال پیدا ہو کر یہ سزائیں بہت سخت ہیں کیونکہ ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی جرم کی برائی کو پورے طور پر سمجھ کر اس سے اس کی سزا جانچے بظاہر سوچتا ہے کہ ہائے ایک چنگے بھلے آدمی کو ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے یا ہاتھ جیسی کام کی چیز سے محروم کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ہر ایک سزا کے ساتھ اپنی ایک صفت بیان کر کے اس کا اشارتاً جواب دے دیا۔ اس سے عقلمند آدمی تو فوراً سمجھ لیں گے کہ اللہ عزیز یعنی سب سے زبردست قوت والا ہونے کے ساتھ ہی حکیم بھی ہے یعنی وہ ہر جرم کی حقیقت سے واقف ہے اور اس سے جو نقصان آدمیوں کو پہنچتا ہے اور جو فساد دنیا میں پھیلتا ہے اس کی مقدار اور حد کو وہی اچھی طرح پہچانتا ہے اور پھر اس کی مناسب سزا مقرر کرتا ہے جو اس گناہ کی حد اور مقدار کے بالکل مطابق ہوتی ہے۔ لیکن ناقص اور محض قریب کی چیزوں کے دیکھنے والے جن کی نگاہ کسی کام کے آخری انجام اور دور تک کے نتیجوں کو نہیں دیکھ سکتی ان اشاروں کو نہیں سمجھ سکتے ان کے لیے اس آیت میں خوب کھول کر ایسی بات بیان کر دی۔

ارشاد ہے کہ انسان لاکھ نادان سہی وہ کیا اتنا بھی نہیں جان سکتا کہ آسمانوں میں اور زمین میں بڑی چھوٹی اونچی نیچی حاضر غائب انسانی حیوانی جنی یا ملکی جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی ملک ہے اور وہ نرا مالک ہی نہیں بلکہ اس پر قبضہ بھی رکھتا ہے اور سارے ملک کا جیسے انتظام کرتا ہے اور جو چاہے حکم کرتا ہے جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس کے مناسب اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔

جو شخص اس آیت کو اچھی طرح سمجھ لے اسے اللہ کے کسی حکم پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس کے دل میں اللہ کے حکم کے ٹھیک اور مناسب ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ ہم انسان کے بارے میں تو اس قاعدہ کو مانتے ہیں کہ جو جس چیز کا مالک ہو اسے اختیار ہے کہ اس بارے میں جو چاہے کرے لیکن اللہ کے بارے میں اس چیز کو بالکل بھول جاتے ہیں۔

Marfat.com

اسلامی سزائیں

بعض لوگ قرآن مجید کی سزاؤں کی بابت نازیبا خیالات رکھتے ہیں۔ غیر مسلم اور خصوصاً اہل یورپ تو ایک طرف خود مسلمان بھی ان کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو چکے ہیں اور اس فکر میں ہیں کہ ان میں ترمیم ہونی چاہیئے اس قسم کے خیالات زیادہ تر اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ اسلام کو ہم نے ایک سرسری چیز سمجھا ہوا ہے۔ اس سے متعلق سب سے پہلی بات جو سمجھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ اسلام کسی انسان کا بنایا ہوا کوئی ڈھکوسلا نہیں ہے اسلام اسی نے بنایا ہے جس نے خود انسان کو بنایا ہے۔

ہمارے لیے اللہ کے حکموں کا مجموعہ قرآن کریم ہے اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہنچا دیا ہے۔ اور اس کا مطلب زبان سے بھی سمجھا دیا ہے اور اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے۔

قرآن مجید میں تاکید ہے کہ مسلمانوں کو اپنی اجتماعی زندگی کا ایسا ڈھنگ ڈالنا چاہیئے کہ ان کا کوئی آدمی ایسا کام نہ کر سکے۔ جس میں آپس کے میل جول پر کوئی برا اثر پڑے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر آدمی جرموں سے خواہ مخواہ بچے اس ڈر سے کہ اگر اس نے کوئی برا کام کیا تو اللہ کے حکم سے سب لوگ اس سے قطع تعلق کر دیں گے اور اس کا دنیا میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ جس وقت ہر آدمی کے دل میں اپنی جماعت کا اتنا ڈر بیٹھ جائے گا تو ممکن ہے کہ وہ کوئی جرم کرے۔ قرآن مجید میں جہاں کسی کو سزا دینے کا حکم ہے وہاں ساری امت کو کہا گیا ہے کہ تم خود یہ سزا دو ظاہر ہے کہ اس سے ہر فرد کے دل میں ساری ملت کا ڈر بٹھانا مقصود ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کہیں ایک شخص کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیا گیا۔

اوّل تو امت کو ہر شخص کی تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ بچپن ہی سے ہر ایک کے دل میں اس کا ڈر بیٹھ جائے اور خود بخود اس کا دل برے کاموں سے اور دوسروں کے ستانے کے ارادوں سے ہٹ جائے، اسے یقین ہونا چاہیئے۔ کہ میری قوم جرم کو دنیا سے ناپید کرنے کے درپے ہے اور اس کے لیے وہ سخت سے سخت سزا دے سکتی ہے۔ اس کے بعد یقیناً کوئی شخص جرم کرنے کا ارادہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اگر جرم کیا تو سب لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں گے اور قطع تعلق کر لیں گے۔

جب امت ایسا ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ تو ظاہر ہے کہ سزا دینے کی نوبت ہی نہ آئے گی اور اگر ایک شخص کو بھی سزا مل گئی تو دوسرا کبھی جرم اور گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکے گا۔

دوسری غلط فہمی جس میں اعتراض کرنے والے مبتلا ہیں یہ ہے کہ یہ سزائیں اندھا دھند دی جائیں گی اور غرض مند لوگ اپنی دشمنی اور کینہ اس طرح نکالیں گے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قانونی سزا دینے سے پہلے مجرم کے جرم کا ثبوت حاصل کرنا ہوگا۔

جہاں تک سنگین سزاؤں کا تعلق ہے یہ سزائیں ملت کے افراد میں قانون کا احترام اور شرافت کا اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لیے ہیں سزاؤں کو بچوں کا کھیل بنانے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ شدید سزاؤں سے جرائم کا خاتمہ ہی ہو جائے۔ دو ایک آدمیوں کو سزا مل جائے اور پھر کسی کو جرم کا تصور ہی پیدا نہ ہو۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان سزاؤں کے دینے کا اختیار اس سوسائٹی کو دیا گیا ہے جس کی تنظیم نے پہلے ہی جرائم کو تقریباً ناپید کر دیا ہو۔

Marfat.com

کفر کے حامی

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ
اے رسول نہ غمگین کریں تجھ کو
الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ
وہ لوگ جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں ان میں
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ
سے جنہوں نے کہا ایمان لائے ہم اپنے منہ سے
وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ
اور نہیں ایمان لائے ان کے دل اور ان
الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ
میں سے جو یہودی ہوئے کان لگا کر سنتے ہیں جھوٹ کے لیے
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ
وہ کان لگا کر سنتے ہیں اس قوم کے لیے جو دوسری ہے نہیں آئے وہ تجھ تک

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ
اے رسول غمگین کریں تجھ کو
الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ
ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ
لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم
وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ
مسلمان ہیں اور ان کے دل مومن نہیں اور وہ جو
الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ
یہودی ہیں جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ
کرتے ہیں وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں جو تجھ تک نہیں آئے

يُسَارِعُوْنَ: مسارعۃ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف دوڑنا۔ یہ سرعت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جلدی۔ مراد یہ ہے کہ تیزی سے دوڑتے ہیں۔

اَفْوَاہٌ: منہ یہ فوہ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔

سَمّٰعُوْنَ: بہت زیادہ سننے والے، سماع کی جمع ہے جو جمع سے ہے جس کے معنی کان بھی ہیں اور سننا بھی۔ سماع اس کو کہتے ہیں جو خوب کان لگا کر غور سے سنے۔

جو لوگ قرآن پاک کو دھیان سے پڑھتے ہیں اور اس کے مطالب پر غور کرتے ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کہ اسلام انسان کو مل جل کر اتفاق اور اتحاد سے رہنا سکھاتا ہے، وہ اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ سب مل کر اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی کو کسی سے نقصان نہ پہنچ جائے اور سب مل جل کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ کہ آپس کے میل ملاپ میں فرق نہ آنے پائے اور جو کوئی امن و امان اتفاق و اتحاد کے توڑنے کا باعث ہو اس کو سب مل کر دبا لیں تاکہ اس کی شرارت کی وجہ سے بے چینی اور فساد نہ پھیلنے پائے۔ جب انسان اس طرح کا انتظام کرنے کے قابل ہو جائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ ان کے اندر ٹھیک معنی میں معاشرہ قائم ہو گیا۔ معاشرہ کی ٹھیک صورت یہی ہے کہ نیک لوگوں سے برے لوگ دبے رہیں۔ معاشرہ کے لیے دوسرے الفاظ سوسائٹی اور سماج ہیں۔ سوسائٹی یا سماج درست نہیں ہو سکتی جب تک شرارت کرنے والوں کے دل میں اس کا اتنا خوف نہ بیٹھ جائے کہ ڈر کے مارے کوئی جرم نہ کر سکیں۔ یہاں اس بات کو کئی طریقے سے سمجھایا گیا ہے، سب سے بڑا قانون اس میں یہ بیان کیا ہے کہ نیک لوگوں کی مدد کرو اور برے لوگوں کی مدد ذرا سی بھی نہ کرو۔

اسلامی سماج کی بنیاد سچے دل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر ہے قرآن مجید نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سماج کے قائم کرنے کے طریقے بتائے ہیں اور ان لوگوں کی تباہی کا حال سنایا ہے، جو اس طریقے پر نہیں چلے۔

Marfat.com

کافروں کا رویّہ

[illegible] طرح [illegible] اس طرح نہ ماننے کو کفر کہتے ہیں۔ ایمان اس کے برعکس ہے یعنی اللہ کو ٹھیک طرح ماننا۔ سماج کا ڈھانچہ پہلے کفر کی بنیاد پہ قائم تھا۔ اور اس میں قتل۔ زنا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ لوٹ مار اور اسی قسم کے جرم عام طور پہ رائج تھے اور یہ دستور قائم ہوگیا تھا کہ زور دار کمزور کو اور مال دار مفلس کو دبا کر جس طرح چاہے اپنا کام نکالے۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی زندگی کو ان آفتوں سے پاک کرنا چاہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور قرآن مجید کا قانون آپ پہ نازل فرمایا اور حکم ہوا کہ جب اسلام دنیا میں آگیا تو کمزوروں کو ستانے کی وہ آزادی جو کفر میں تھی باقی نہ رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود غرض لوگ اسلام کے مقابلے پر نکل گئے۔ کچھ لوگ تو کھلم کھلا مقابلہ پر آگئے، ان سے لڑائیاں ہوئیں۔ کچھ لوگ اسلام میں اس غرض سے داخل ہوگئے کہ مسلمانوں کا بھیدی بن کر اس کی عمارت کو ڈھائیں اور کفر کا بول بالا کریں، یہ لوگ منافق کہلائے۔ یہود (بنی قریظہ) نے کفر کی حمایت کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ لیکن ان میں سے کچھ الگ تھلگ رہے۔ انہوں نے اپنا کام منافقوں کے ذریعے نکالنے کا فیصلہ دیا اور مسلمانوں میں آنے جانے لگے اور منافقوں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔ ان دونوں قسموں کے ظاہری اور باطنی دشمنوں کا پردہ اس آیت میں فاش کیا گیا۔ ان کے کرتوتوں کا خاکہ کھینچا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کے طرز عمل کی وجہ سے غمگین اور اداس نہ ہوں اور اپنا کام جاری رکھیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، منافقوں اور یہودیوں کے ہتھکنڈوں سے پریشان اور نا امید نہ ہو ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کی باتیں معلوم کریں اور ان کو باہر اپنے رنگ میں پھیلائیں۔ لیکن چونکہ اسلام کی باتیں بے عیب ہیں اور سچے رنگ میں تو وہ اچھی ہی لگیں گی۔ اس لیے وہ اس پر جھوٹ کا رنگ چڑھاتے ہیں اور اس طرح اچھی چیز کو بُرا بنا کر دکھاتے ہیں۔ یہ تمہاری باتیں جو وہ غور سے کان لگا کر سنتے ہیں۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اس پر جھوٹ کا ملمع چڑھائیں۔ کیونکہ اپنے اصلی رنگ میں اگر وہ پھیل گئیں تو دنیا انہیں مانے بغیر نہ رہے گی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلام کی خوبی کو دنیا اس وقت مانے گی۔ جب اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ اسلام کو دنیا کا نہ ماننا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اس پر غلط رنگ چڑھ گیا ہے۔ اس کے برخلاف کفر تب مقبول ہوتا ہے جب اس کا اصلی رنگ بھڑک دار ملمع سے چھپایا جائے۔ اصلی شکل سامنے آجائے، تو اس کی قلعی کھل جائے گی اور ہر ایک اس سے نفرت کرنے لگے گا۔

تمہاری باتیں کان لگا کر سننے سے ان کی دوسری غرض یہ ہے کہ ان لوگوں کے جاسوس بنیں جو تمہارے پاس پھٹکنے تک نہیں۔ لیکن ان جاسوسوں کے ذریعہ حالات معلوم کر کے اسلام کی جڑ کھودتے اور کفر کو رائج کرنے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔

یہاں سے یہ سمجھ میں آگیا کہ اسلام پورے طور پہ جرموں کو [illegible] اور عاجزوں اور کمزوروں کو ظلم اور زیادتی سے بچانا چاہتا ہے۔ کافر اکیلا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جرموں کو دنیا میں قائم رکھتا اور ظلم و زیادتی کی حمایت کرتا ہے خواہ وہ بظاہر اسلام کا نام لیتا ہو یا اسلام سے کوسوں دور ہو۔

Marfat.com

کفر کے ہتھکنڈے

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ

بدل دیتے ہیں باتوں کو ہٹا کر ان کے ٹھکانوں سے

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا

کہتے ہیں اگر دیئے جاؤ تم یہ حکم

فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ

تو لے لینا اس کو اور اگر نہ

تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا

دیئے جاؤ تم اس کو تو بچنا اس سے

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ

بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر بدل ڈالتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا

کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے

فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ

تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم

تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا

نہ ملے تو بچتے رہنا

يُحَرِّفُوْنَ: تحریف سے ہے جس کے معنی ہیں۔ ہٹا دینا اور بدل دینا

کافر، منافق اور کچے ایمان والے لوگ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی اپنی مرضی کے خلاف نظر آئے۔ اس کو بدل کر اپنے منشا کے مطابق کر لیں مگر ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہود کے پاس حضرت موسیٰؑ تورات لے کر آئے۔ مگر لوگوں نے اپنی خواہشیں پوری کرنے کے لیے لفظوں کے کچھ کے کچھ معنی کر ڈالے۔ مثلاً تورات میں شادی شدہ مرد اور عورت کے زنا کی سزا رجم تھی۔ یہود نے اس حکم کو غائب ہی کر دیا۔ جو یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے تھے، ان سے کہتے تھے کہ تم اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زنا کی سزا پوچھنا۔ اگر وہ کہہ دیں کہ زنا کی سزا رجم نہیں ہے تو پھر ہم لوگوں کو بہکا سکیں گے کہ رجم کے انکاری ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں اور اگر وہ رجم کی سزا کو برقرار رکھیں تو پھر ان کی بات نہ سننا۔ گویا دین کو اپنی خواہش کے مطابق کرنا ہے لیکن آپؐ نے فرمایا کہ رجم تورات میں موجود ہے اور (۳) پر ان کے بڑے عالم کی گواہی دلوا دی۔

ادھر جبرائیل علیہ السلام بھی خدا کی طرف سے آپ کے پاس آئے اور کہا کہ رجم کو قائم رکھو۔ کیونکہ زنا کا سختی کے ساتھ روکنا مقصود ہے۔ (۳) سے سماج میں بڑی بڑی خرابیاں پھیلتی ہیں۔

یہ وہ چالیں تھیں۔ جن سے یہودی اور دوسرے لوگ دین کی پابندیوں کو توڑنا چاہتے تھے اور جرم کرنے اور ظلم و زیادتی کی آزادی چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان کفر کے طرف داروں کے کاموں کی وجہ سے غمگین اور دل برداشتہ ہو۔ اپنا کام کرو۔ فسادی لوگ آخر دب کر رہیں گے۔

افسوس اس کا ہے کہ اس وقت تو یہ لوگ دب گئے، اور مدت تک دبے رہے۔ لیکن (۳) کے بعد مسلمان بھی آخر کار خواہشوں کے غلام بن گئے اور انہی خرابیوں میں پھنس گئے، جن میں اس وقت کے یہود اور منافق پھنسے ہوئے تھے اور وہی سزائیں پانے لگے۔

Marfat.com

گمراہوں کی سزا

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ
اور وہ کہ چاہے اللہ گمراہی اس کی پس ہرگز نہ
تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ
بس میں پائے گا تو اس کے لیے اللہ کے سامنے کوئی چیز یہ لوگ
الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ
وہ ہیں نہیں چاہا اللہ نے کہ
يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي
پاک کرے دل ان کے ان کے لیے دنیا
الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي
میں رسوائی ہے اور ان کے لیے میں
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾
آخرت عذاب ہے بڑا

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ
اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کے
تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ
لیے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں یہ وہی
الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ
لوگ ہیں جن کے لیے اللہ نے نہ چاہا کہ
يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي
ان کے دل پاک کرے ان کے لیے
الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي
دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾
میں بڑا عذاب ہے

لَنْ تَمْلِكَ: (ہرگز اپنے بس میں نہ پائے گا) یہ لفظ ملک سے ہے جس کے معنی ہیں مالک ہونا مراد یہ ہے کہ آپ کے بس میں نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ نیک مشورہ دینے پر چڑنے اور برائیوں میں اور بھی زیادہ اصرار کرنے والوں کو دیکھ کر آپ نہ کڑھیں اور نہ رنجیدہ ہوں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ نیکوں کو نیک بننے کا طریقہ دکھا دیں اور بُروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں وہ اگر آپ کی بات نہ مانیں تو آپ رنج نہ کریں۔ دنیا میں ہر قسم کے آدمی رہیں گے یہاں کی زندگی کی درستی اس میں ہے کہ نیک لوگوں کا غلبہ رہے۔

دنیا میں نیکی اور بدی دونوں موجود ہوں تب ہی نیک اور بد راستوں کے چننے کا موقع پیش آتا ہے اور دنیا میں بسنے والے انسانوں کا امتحان ہوتا ہے اور اسی امتحان میں کامیابی پر انعام ملتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بدعملوں کو بھی مہلت دی ہے اوّل تو وہ دوسروں کی آزمائش بنے ہوئے ہیں دوسرے انہیں بھی اپنی اصلاح کا موقع میسر ہے چنانچہ یہ وہی لوگ ہیں یہ آپ کی طاقت میں نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلہ کے خلاف ان سب کو سیدھے راستے پر لے آئیں۔

ان کی بابت یہ سمجھ لو کہ ان کی لگاتار بدکرداریوں کی وجہ سے ان کے دل درستی کے قابل نہیں رہے۔ اب یہ لاعلاج ہیں اور یہ بُرے لوگوں میں داخل ہیں۔ جن کا رہنا بھی دنیا کی بناوٹ کے مطابق دُنیا میں ضروری ہے۔ ان کی وجہ سے اصلاح خلق کا کام نہیں رک سکتا اور اگر رکا تو دنیا فنا ہو جائے گی۔

ان کی بابت یہ فیصلہ ہے کہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو دُنیا میں ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی۔ یہ ظاہراً اگر پنپتے ہوئے بھی نظر آئیں تو یہ صرف ظاہری کچھ دن کی بہار ہے اور عارضی حالت ہے۔ دنیا میں یہ اخلاقی لحاظ سے گرے ہوئے رہیں گے اور یہی ذلت کے معنی ہیں اور آخرت میں ان کے لیے دکھ، درد، بے چینی، قلق اور اضطراب کے سوا کچھ نہیں ہے اس سے بڑھ کر اور عذاب کیا ہوگا ان کے دل ناپاک ہیں اور یہاں اس ناپاکی کا اثر احساس کمتری ہے اور وہاں سخت عذاب۔

Marfat.com

عدل وانصاف

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ
کان لگا کر سننے والے جھوٹ بولنے کے لیے بڑے کھانے والے حرام کے
فَ اِنْ جَآءُوْكَ فَ احْكُمْ بَيْنَهُمْ
پس اگر آئیں وہ تیرے پاس پس فیصلہ کر ان میں
اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ
یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر منہ پھیر لے تو ان سے
فَ لَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ
پس ہرگز نہ بگاڑیں گے تیرا کچھ اور اگر تو فیصلہ کرے
فَ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِ الْقِسْطِ ؕ اِنَّ
تو فیصلہ کر ان میں ساتھ انصاف کے بے شک
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾
اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ
جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور بڑے حرام کھانے والے
فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ
سو اگر آویں تیرے پاس تو ان میں فیصلہ کر دے
اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ
یا ان سے منہ پھیر لے اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے گا
فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ
تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ
تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر بے شک
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾
اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو

اَعْرِضْ: (منہ پھیر لے) مصدر اعراض ہے جو عرض سے بنا ہے۔ عرض کے معنی جانب اور طرف کے ہیں۔ اعراض ایک جانب ہو جانا۔ ہٹ جانا۔ مراد یہ ہے کہ بات سننے سے انکار کر دے۔ لَنْ يَّضُرُّوْكَ: (ہرگز نہ بگاڑیں گے تیرا کچھ) ضرر سے بنا ہے جس کے معنی نقصان اور نقصان پہنچانا ہیں یعنی تجھے کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

پچھلے سبق میں یہودیوں اور منافقوں کا حال بیان ہو رہا تھا کہ یہ لوگ دین کی پابندیوں کو اٹھا دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ کفر میں انہیں اپنا مطلب پورا کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور شیطانی آزادی کے ساتھ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔

اب ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے اندرونی راز معلوم کرنے کے لیے منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان کی عادت ہی یہ ہو گئی ہے کہ کسی طرح تمہارے اندر عیب کی باتیں نکالیں اور چونکہ عیب کی باتیں ملتی نہیں اس لیے وہ ہنر کو عیب کر کے دکھانا چاہتے ہیں جو بغیر جھوٹ بولے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ان کا تمہاری باتیں غور سے سننا اسی لیے ہے کہ جھوٹ بولیں۔ یہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو حرام کی چاٹ لگی ہوئی ہے یہ دوسرے کو دبا کر اس کا حق چھینتے ہیں۔ کمزوروں کی کمزوری سے اور مفلسوں کی مفلسی سے ضرورت مند کی ضرورت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مثلاً سود لینا۔ رشوت طلب کرنا۔ بیگار میں پکڑنا۔ غرض جس میں اپنا نفع ہو اس کے ارتکاب سے نہیں کتراتے ——— اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ تیرے پاس اپنے مقدمے لے کر آئیں تو تجھے اختیار ہے کہ تو ان کا مقدمہ سن کر اس کا فیصلہ کرے یا ان کو ٹال دے یہ بگڑیں تو بگڑنے دے۔ یہ تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے لیکن جب تو فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے یہ تیرے فیصلہ سے راضی ہوں یا ناراض تجھے انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے ———

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو بھی مسلمانوں سے اپنا فیصلہ کرائے مسلمانوں کو عدل و انصاف کے ساتھ اس کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کا رویّہ

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ
اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس
التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
تو تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر
يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ
اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ
اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع ۶ ۹ ۱۰
لوگ ہرگز ماننے والے نہیں

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ
اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس
التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
تو تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر
يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ
اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ
اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع
لوگ ہرگز ماننے والے نہیں

يُحَكِّمُوْنَكَ: مضارع ہے تحکیم سے۔ جو حکم سے بنا ہے اور اسی سے حاکم۔ محکوم وغیرہ بہت سے لفظ بنے۔ تحکیم کے معنی ہیں حاکم بنانا۔ کسی کے سامنے فیصلہ کرنے کے لیے اپنا مقدمہ پیش کرنا۔ پنچ بنانا۔

يَتَوَلَّوْنَ: تولّی سے ہے جس کے معنی ہیں منہ پھیر لینا۔ مراد یہ ہے کہ اس کے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: (اس کے پیچھے) مراد یہ ہے کہ تورات ان کے پاس موجود ہے پھر بھی اس کے ہوتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہودی کوئی سچ مچ فیصلہ کرانے کی غرض سے تیرے پاس نہیں آتے بلکہ اس میں بھی ان کا اپنا مطلب ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ تورات میں کسی جرم کی سخت سزا مقرر ہے۔ اس سے بچنے کے لیے وہ مجرموں کا مقدمہ آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ اس خیال سے کہ یہ نبی امّی ہے یعنی مقرر طریقہ کے مطابق پڑھا لکھا نہیں۔ اس لیے تورات کا حال اسے کیا معلوم ہوگا۔ ویسے رحم دل ہے تو ہلکی سزا کا فیصلہ کریگا۔ اس طرح دنیا سے وہ اپنا دعویٰ منوالیں گے کہ تورات میں سخت سزا ہے ہی نہیں۔ اس لیے سزا اس نبی کے فیصلہ کے مطابق ہلکی ملنی چاہیئے۔

واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ یہود کے معزز طبقے میں ایک نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں شادی شدہ تھے، تورات میں ان کے جرم کی سزا رجم تھی یعنی دونوں کو سامنے کھڑا کر کے پتھر مار مار کے مار ڈالو۔ چونکہ اونچے درجے کے لوگ تھے۔ ان کو اس سزا سے بچانا منظور تھا اس لیے تورات کا رجم کا حکم چھپا کر کوڑے وغیرہ کی ہلکی سزا دے دلا کر معاملہ ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے بھیجے کہ انہیں رجم کا حال تو معلوم نہیں، ہلکی سزا کا فیصلہ سنا دیں گے اور ان سے کہہ دیا کہ ہلکی سزا دیں تو ان کا فیصلہ ماننا ورنہ نہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ تعجب ہے یہ لوگ آپ کو اپنا پنچ اور فیصلہ کرنے والا بناتے ہیں۔ حالانکہ تورات میں اس جرم کی بابت اللہ کا صاف صاف حکم موجود ہے، اس حکم پر عمل نہ کرنے کے کیا معنی۔

بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان سے محروم ہیں نہ ان کا ایمان تورات پر ہے اور نہ قرآن پر۔ یونہی دین کو تماشا بنا رکھا ہے آگے کے رکوع میں تورات اور انجیل کی شان کا ذکر ہے اس کے بعد قرآن مجید کا وصف بیان کر کے فرمایا ہے کہ سب کتابیں برحق اور ایک دوسرے کی مددگار ہیں۔

Marfat.com

تورات

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ
بیشک ہم نے نازل کیا تورات کو اس میں ہے ہدایت اور
نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ
روشنی حکم کرتے تھے اس سے پیغمبر جو
اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ
فرمانبردار تھے ان لوگوں میں جو یہود کہلائے اور اللہ والے
وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ
اور عقل مند اس لیے کہ نگہبان کیے گئے تھے سے
كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ
کتاب اللہ اور تھے وہ اس پر دیکھ بھال کرنے والے

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ
ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور
نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ
روشنی ہے پیغمبر اس کے ذریعہ یہود کے فیصلے کرتے تھے جو
اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ
اللہ کے حکم بردار تھے اور حکم کرتے تھے درویش
وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ
اور [illegible] اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب پر نگہبان
كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ
ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبرگیری پر مقرر تھے

اَلرَّبّٰنِيُّوْنَ: (اللہ والے) رَبّانی کی جمع ہے جو ربّ سے بنا ہے اس میں یٔ نسبت کی ہے جس کے معنی ہیں والا۔ ربّانی۔ رب والا یعنی اللہ والا
اَحْبَارٌ: (پڑھے لکھے) حِبر کی جمع ہے۔ حِبر، علم اور عقل والے کو کہتے ہیں۔
اسْتُحْفِظُوْا: (نگہبان ٹھہرائے گئے) استحفاظ سے ہے جو حفظ (حفاظت) سے بنا ہے حفظ کے معنی ہیں نگہبانی۔ استحفاظ کے معنی ہیں نگہبان مقرر کرنا۔

پچھلی آیت میں بیان تھا۔ کہ یہودی تورات کے حکم سے جیسے بہانے کرکے بچنا چاہتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس آیت میں تورات کی تعریف ہے کہ یہ کتاب جس کے حکم اب یہود ٹالتے پھر رہے ہیں۔ وہ عظیم الشان کتاب ہے کہ جس میں انسان کی اس وقت کی تمام ضرورتوں کے لیے ہدایتیں موجود تھیں اور اس میں ایک ایسی روشنی تھی کہ جس کی مدد سے بہت سے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکانے والے نبی اور اپنے رب سے لو لگانے والے اور جاننے والے عقل مند عالم مدتوں فیصلے کرتے رہے اور انسان کے لیے کام کرنے کا صحیح طریقہ مقرر کرتے رہے اور چاہیئے بھی یہی تھا۔ کیونکہ اس کتاب کا انہی کو محافظ بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے اور انہی کی دیکھ بھال کی وجہ سے وہ دنیا میں قائم تھی کیونکہ تورات، انجیل میں کوئی ایسا وعدہ نہ تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ خود اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اس لیے جب تک اس کی محافظت کرنے والے نبی یا ولی موجود رہے یہ دنیا میں صحیح طور پر موجود رہیں۔ جس وقت یہ لوگ دنیا سے رخصت ہوئے تورات اور انجیل بھی اپنی اصلی شکلوں میں باقی نہ رہیں۔

بہرحال تورات میں اپنے وقت کے لیے پورے پورے احکام ہر چیز کے موجود تھے، اور اب تک بھی وہ احکام جن کو قرآن مجید نے منسوخ نہیں کیا ہے موجود ہیں۔ جو لوگ یہودی ہونے کے دعویدار ہیں، ان کا فرض ہے کہ ان احکام کے مطابق چلیں اور ان میں اپنی طرف سے ردّ و بدل نہ کریں۔

Marfat.com

راست بازوں کو نصیحت

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ
پس مت ڈرو لوگوں سے اور ڈرو مجھ سے
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ
اور نہ خرید کرو بدلے میری آیتوں کے مول تھوڑا اور جو
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
نہ حکم کرے ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۴۴)
پس وہ لوگ ہی کافر ہیں

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ
سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ
اور مت خریدو میری آیتوں پر تھوڑا مول اور جو
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۴۴)
سو وہی لوگ کافر ہیں

لَا تَخْشَوْا: مت ڈرو۔ خشیہ سے ہے جس کے معنی ڈر کے ہیں۔ اور اخشوا اس کے بعد کا لفظ بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈرو

لَا تَشْتَرُوْا: (مت خریدو) اشتراء سے ہے، جو شرا سے بنا ہے، یہ دو لفظ بیع و شراء ساتھ ساتھ چلتے ہیں جن کے واسطے ہم خرید و فروخت استعمال کرتے ہیں۔

ثمن: (مول) عموماً اس نقدی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے بدلے میں اس کو حاصل کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ اس آیت میں خرید یا روپیہ کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ یہاں اصلی غرض روپیہ کا حاصل کرنا ہے۔ اس کے لینے کے لیے اپنی کوئی چیز دی گئی ہے۔

پچھلی آیتوں میں ذکر تھا کہ یہود کے عالموں نے دین کو ایک کھیل بنا رکھا ہے۔ ذرا ذرا سے بہانے سے اس کے حکموں کو بدل ڈالتے ہیں یا چھپا دیتے ہیں اور غرض فقط یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے بڑے لوگ ان سے راضی رہیں، یا ان کو کچھ مال مل جائے اور دنیادار لوگ ان کو بڑا مان کر ان کی تابعداری کرتے رہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے، جب وہ ہمیشہ ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرتے رہیں۔ چنانچہ انہوں نے رجم کے حکم کو موقوف کر دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید چاہی تورات میں جو آپ کے آنے کی بشارت تھی اس کے معنی کچھ کے کچھ کر ڈالے اور آپ کو رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ غرض دنیاوی غرضوں کی خاطر دین کو تباہ و برباد کر ڈالا اور ایک ایسی شاندار کتاب تورات کی کچھ بھی قدر نہ کی۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم کو یہودیوں کی ان باتوں کو اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ وہ لوگوں کے ڈر سے دین کی باتیں بدل ڈالتے ہیں۔ تم فقط اللہ سے ڈرنا اور دین کے معاملہ میں کسی کی رو رعایت نہ کرنا اور نہ مال کا لالچ کرنا کہ رشوت لے کر غلط فیصلے کر دو۔

یاد رکھو جو اللہ کی اتاری ہوئی باتوں کے مطابق جن کی دو قسمیں ہیں، قرآن و حدیث، سے فیصلے نہیں کراتے وہ کافروں میں داخل ہیں کیونکہ وہ صحیح بات کو جان بوجھ کر نہیں مانتے ؛

Marfat.com

تورات کا حکم

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ
اور لکھا ہم نے ان پر اس کتاب میں یہ کہ جان
بِ النَّفْسِ لا وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ
بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک
بِ الْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِ الْاُذُنِ
بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے
وَ السِّنَّ بِ السِّنِّ لا وَ الْجُرُوْحَ
اور دانت بدلے دانت کے اور زخموں میں
قِصَاصٌ ط فَ مَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ
برابری پس جو معاف کردے اس کو
فَ هُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَ مَنْ لَّمْ
پس وہ کفارہ ہے اس کے لیے اور جو نہ
يَحْكُمْ بِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَ اُولٰٓئِكَ
حکم کرے ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے پس یہ لوگ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾
وہی ہیں جو ظالم ہیں

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ
اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے
بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ
بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے
بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ
بدلے ناک اور کان کے بدلے کان
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ
اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ
قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ
ان کے برابر پھر جس نے معاف کردیا
فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ لَّمْ
تو وہ گناہ سے پاک ہوگیا اور جو حکم
يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا پس یہی لوگ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾
ظالم ہیں

تَصَدَّقَ : (معاف کردے) تصدّقٌ سے ہے جو صدقہ سے بنا ہے۔ صدقہ کے معنی ہیں خیرات۔ کسی کو اللہ کے واسطے کچھ دینا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ستایا ہوا اپنے ستانے والے کا قصور معاف کردے۔ یہ اس کی مہربانی ہے، ورنہ قانوناً وہ بدلے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ یہ معافی دینا ایک خیرات کا کام ہے اور اس کے بدلے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں یہود کی ایک اور بے جا بات کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے ان کے لیے قانون مقرر کیا تھا کہ قتل کرنے والے کسی کے عضو کو کاٹنے والے یا کسی کو زخم کرنے والے پر قصاص کا حکم جاری کرو۔ یعنی جو اس نے نقصان پہنچایا ہے اس کے بدلے اتنا ہی نقصان اسے پہنچاؤ۔ لیکن اس کو بھی انہوں نے نہ مانا بڑے لوگوں کی رعایت کی اور رشوتیں لے لے کر مجرم کو سزا سے بچا دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ کے قانون کو جاری کرتے اور مجرم کو سزا دیتے۔ البتہ جو کوئی آپ سے مجرم کو معاف کر دے اور اس سے بدلہ نہ لے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ لیکن جو جان بوجھ کر اپنی کسی غرض کی وجہ سے قانون کو جاری نہیں کرتے۔ وہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔ اس سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے۔

Marfat.com

انجیل

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ
اور پیچھے بھیجا ہم نے اوپر قدموں کے ان کے عیسیٰ بیٹے
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
مریم کو سچ بتانے والا اس کو جو درمیان تھی اس کے دو ہاتھوں کے
التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ
تورت سے اور دی ہم نے اس کو انجیل جس میں
هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
ہدایت اور روشنی تھی اور سچ بتاتی تھی اس کو جو درمیان
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ
اس کے دو ہاتھوں کے تھی تورات سے اور راہ دکھانے والی اور
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۶
نصیحت تھی واسطے پرہیزگاروں کے

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ
اور ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
کو بھیجا تصدیق کرنے والا تورات کی جو آگے
التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ
سے تھی اور اسے ہم نے انجیل دی جس میں
هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
ہدایت اور روشنی تھی اور اپنے سے اگلی کتاب تورات
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ
کی تصدیق کرتی تھی اور راہ بتانے والی
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۶
اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کے لیے

قَفَّيْنَا: پیچھے بھیجا ہم نے۔ تقفیہ سے ہے جو قفا سے بنا ہے۔ قفا گدی یعنی سر کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں۔ تقفیہ کے معنی ہیں آگے جانے والے کے پیچھے کسی اور کو بھیجنا۔

بَيْنَ يَدَيْهِ: (جو اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا) یہ عربی محاورہ ہے وہ چیز جو کسی آدمی سے پہلے ہو چکی ہو۔ یہاں تورات مراد ہے جو حضرت عیسیٰؑ اور انجیل سے پہلے آ چکی تھی۔ پہلے سے بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے تورات نازل کی اور اس میں ہر معاملہ کی بابت حکم نازل کیے ان حکموں کے مطابق نبی اور ملا جھگڑوں کے فیصلے کرتے تھے۔ جب وہ نہ رہے تو بنی اسرائیل نے ان حکموں کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ رجم کو سرے سے اڑا ہی دیا۔ جس کی وجہ سے یہود کافر ہو گئے۔ کیونکہ سرے سے حکم ہی کا انکار کر دیا اور قصاص کو اگرچہ رہنے دیا۔ لیکن اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور زبردست لوگ کمزوروں سے دوگنا چوگنا بدلہ لینے لگے۔ اس لحاظ سے یہود ظالم ہوئے کہ بڑے درجہ کے کسی آدمی کو اگر چھوٹے درجہ والا مار ڈالتا تو اس کے بدلے اس چھوٹے آدمی کی برادری میں سے دو تین جتنے آدمی مل سکتے قتل کر دیتے تھے اور بڑا آدمی چھوٹے کو مار ڈالتا تو وہ یونہی بچ جاتا تھا' ایسا ہی معاملہ لین دین میں تھا کہ زبردست کمزور سے خوب روپیہ وصول کرتا تھا اور کمزور کو اس کا حق بھی نہ دیتا۔

اس آیت میں ہے کہ انہی نبیوں۔ ربانیوں اور احبار کے قدموں کے نشان پر چلنے والے ان کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ آئے اور انہوں نے تورات کی تصدیق کی اور ان کو جو انجیل ملی اس میں بھی تورات کی تصدیق موجود تھی، فقط کچھ سخت قانون نرم کر دیئے گئے تھے اور بعض چیزیں جو تورات میں حرام تھیں وہ اس میں حلال کر دی گئی تھیں۔

Marfat.com

انجیل پر عمل

وَ لْ يَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ
اور چاہیئے کہ حکم کریں رکھنے والے انجیل کے اس کے ساتھ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
جو اتارا اللہ نے اس میں اور جو نہ حکم کرے
بِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَ اُولٰٓئِكَ
ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے پس وہ لوگ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾
وہی فاسق ہیں

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ
اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے مطابق
اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اس کے مطابق حکم نہ کرے
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
جو اللہ نے اتارا تو فاسق
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾
وہی لوگ ہیں

پہلے یہودیوں سے کہا گیا تھا، کہ تورات کے کہنے کے مطابق عمل کریں اور اپنے تھوڑے تھوڑے سے دنیاوی فائدوں کے لیے اس کے عمل میں ردوبدل نہ کریں اور نہ کوئی چیز اس میں سے چھپادیں۔

یہودیوں نے حکموں کا انکار دو طرح سے کیا یا تو سرے سے حکم کتاب میں سے اڑا ہی دیا اور کہہ دیا کہ یہ حکم تورات میں ہے ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کو اس رکوع کی سب سے پہلی آیت میں کافر کہا۔ اور یا حکم کا اقرار تو کیا لیکن اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اپنی خوشی کو دخل دے کر اس کو جیسے جی چاہا بدل دیا۔ ایسے لوگوں کو دوسری آیت میں ظالم کہا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے زمانہ میں مدینہ میں دو یہودی قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ بنو نضیر زبردست تھے اور بنو قریظہ کمزور۔ تورات میں قصاص کا حکم تھا یعنی قتل ہو جائے یا مار پیٹ میں چوٹ پھیٹ لگ جائے یا کوئی کسی کے عضو کو نقصان پہنچائے تو اس کی سزا زبردست کمزور، مالدار، مفلس سب کو برابر کی دینی چاہیئے۔ لیکن بنو نضیر اپنے زور کے گھمنڈ میں بنو قریظہ سے جان اور مال دونوں صورتوں میں دگنا بدلہ یا روپیہ وصول کرتے تھے اور خود آدھا دیتے تھے۔ اس لیے ان کو دوسری آیت میں ظالم کہا گیا

اس آیت میں عیسائیوں کو حکم ہے کہ تم کو انجیل پر پورا پورا عمل کرنا چاہیئے، یہ بات ٹھیک نہیں کہ تمہارے عالموں نے انجیل کے اس حکم کو کہ نبی عربی کی پوری پوری فرمان برداری کرنا، کوئی پروا نہ کی۔ یا تو اس کو چھپایا۔ یا اس کا مطلب کچھ اور ہی بیان کرنے لگے۔ اگرچہ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ مقدس فارقلیط یہی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) رسولِ خدا ہیں پھر بھی حیلے بہانے کر کے ٹال گئے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ایسے لوگ جو جان بوجھ کر حکم ماننے میں حیلے بہانے کرتے ہیں وہ فاسق یعنی نافرمان ہیں۔

آگے کی آیت میں آخری کتاب یعنی قرآن مجید کا ذکر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ذریعے ان کی امت کو بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔

Marfat.com

قرآن مجید

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
اور ہم نے تیری طرف کتاب ساتھ سچائی کے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
اور تجھ پر اتاری ہم نے سچی کتاب تصدیق

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
تصدیق کرنے والی واسطے اس کے جو درمیان اس کے دو ہاتھوں کے ہے کتاب سے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
کرنے والی سابقہ کتابوں کی

وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَ احْكُمْ بَیْنَهُمْ
اور نگہبان اس کے اوپر پس حکم کر ان کے درمیان

وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ
اور ان کے مضامین پر نگہبان پس ان میں حکم کر

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ
ساتھ اس کے جو اتارا اللہ نے اور مت چل

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اس کے موافق جو اللہ نے اتارا اور ان کی خوشی

اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ
خواہشوں ان کی ہٹ کر اس سے جو تیرے پاس سچائی سے

اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ
پر مت چل سیدھا راستہ چھوڑ کر جو تیرے پاس آیا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہو گئی تو یہودیوں کو بڑی مشکل آ پڑی۔ اس سے پہلے وہ اپنے سے کمزوروں کو دبا کر رکھتے تھے اور جیسے جی میں آتا تھا اپنے اور ان کے آپس میں جھگڑوں کے فیصلے کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے معزز لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ یہ بڑا زبردست قبیلہ تھا۔ ان کا جھگڑا یہودیوں کے ایک اور قبیلہ بنو قریظہ سے تھا جو ان سے کمزور تھا۔ بنو نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ بنو قریظہ کے ساتھ ہمارا جھگڑا ہماری مرضی کے مطابق فیصلہ کرا دیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے زبردست اثر سے اور بھی بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا' مجھے ایسے مسلمان نہیں چاہئیں' جو اپنی دنیاوی غرض سے مسلمان ہوں اس موقعہ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آپ کے طرز عمل کی تائید کی گئی اور آسمانی کتابوں کا باہم رشتہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا۔ ارشاد ہے:

"کہ تورات و انجیل کے بعد اے رسول ہم نے تیری طرف قرآن مجید اتارا جو آخری کتاب ہے اور وہ سب پچھلی آسمانی کتابوں کو سچا بتاتی ہے اور اس میں سب باتیں جو ان کے بعد انسان کے کام آنے والی ہیں جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید ہے کہ یہود و نصاریٰ ہوں یا کوئی اور جو اپنے مقدمے تیرے پاس لائیں ان کا فیصلہ بالکل سچے اور ٹھیک قاعدوں اور قانون کے مطابق کر جو تیرے پاس قرآن مجید کے ذریعہ آچکے ہیں اور کسی کی خواہشوں کی پیروی نہ کر! بات وہ ٹھیک نہیں جس کو جی چاہتا ہو بات ٹھیک وہ ہے جس کو قرآنی قانون ٹھیک کہتا ہو۔

قرآن شریف کو تمام پچھلی کتابوں کا محافظ اور نگہبان کہا گیا ہے۔ واقعی جو اس کتاب میں غور کرتا ہے' وہ انسان کے لیے ساری مفید باتوں کو اس میں جمع پاتا ہے۔ اگر کوئی چیز جو رائج ہو چکی ہو اور قرآن مجید کے احکام سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو تو وہ انسان کے لیے زہر قاتل ہے اگر وہ چھوڑی نہ گئی تو جلد یا بدیر اس کا نتیجہ انسان کے لیے ہلاک ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا یہ بات دنیا کے تجربے سے ثابت ہو چکی ہے:

Marfat.com

آزمایش

لِ كُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ
واسطے ہرایک کے کیاہم نے تم میں سے الگ دستور اور الگ راستہ

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَ جَعَلَ كُمْ اُمَّةً
اور اگر چاہتا اللہ تو البتہ کردیتا تم کو امت

وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّ يَبْلُوَ كُمْ فِيْ مَآ
ایک اور لیکن یہ اس لیے کیا تاکہ آزمائے تم کو اس میں جو

اٰتٰا كُمْ فَ اسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى
دیا تم کو پس دوڑ کر لو بہتری کی باتیں طرف

اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَ يُنَبِّئُ كُمْ
اللہ کے ہے لوٹنا تمہارا سب کا پس خبر دے گا تم کو

بِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾
ساتھ اس کے کہ تھے تم اس میں اختلاف کرتے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ
تم میں سے ہرایک کو ہم نے الگ الگ دستور اور راستہ دیا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا
کردیتا اور لیکن وہ تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں

اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى
آزمانا چاہتا ہے سو تم خوبیوں کو دوڑ کر لو تم سب

اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
کو اللہ کے پاس پہنچنا ہے وہ تم کو جتا دے گا وہ

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾
سب باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے

شِرْعَةً: (قانون) شرع اور شریعت اسی لفظ کی دوسری شکلیں ہیں ان سب کے معنی ایک ہیں دین کا مقرر کیا ہوا قانون۔

مِنْهَاجًا: (راستہ) نہج سے ہے جس کے معنی طرز اور طریقہ کے ہیں۔ اس کے لیے دوسرا لفظ مذہب یا طریقہ ہے۔ قانون شرع کے اندر ایک خاص راستہ۔ (فائدہ) دین، شرع، مذہب یہ تینوں لفظ تقریباً ایک ہی معنی میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اصل میں دین ایک وسیع چیز ہے اس کے جاری کرنے کے لیے جو راستہ رسول مقرر کرے وہ شرع ہے۔ جس کو دینی قانون کہنا چاہیے۔ سمجھدار لوگ اس شرع میں غور و فکر کر کے خاص خاص فیصلے کرتے ہیں ان کا مجموعہ مذہب ہوتا ہے اور اسی کو فقہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم نے دنیا میں انسان کو جس طرح چاہے رہنے سہنے کا اختیار دیا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو فرقہ بندی میں مبتلا کرلیا ہے اور ہر فرقہ نے اپنے لیے الگ الگ راستے اور قانون بنا لیے ہیں اور ہم نے ان کو مہلت دی ہے کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون ہے جو سیدھا راستہ اختیار کرتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم چاہتے تو سب کو اسی ایک راستہ پر قائم کر دیتے لیکن آزمائش کے لیے الگ الگ راستوں کو بھی رہنے دیا۔ پھر بھی سیدھے راستے کی ایک خاص علامت مقرر کر دی ہے اور وہ یہ کہ اس میں ساری مفید باتیں تمام انسانوں کے لیے جمع کر دی ہیں۔ اس لیے اگر تم سیدھے راستہ پر آنا چاہتے ہو تو انسان کے لیے جو مفید باتیں ہیں ان کی طرف لپکو۔ یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے اس کے بعد تم سب اللہ کے پاس جا کر جمع ہوئے اور وہ تمہارے ان سب راستوں کی حقیقت اور اس کا انجام ظاہر کر دے گا۔ قرآن شریف اس سیدھے راستے کا بتانے والا ہے اور امت مسلمہ اپنے عمل کے ذریعہ دنیا کے سامنے اسے پیش کرنے کے لیے مقرر ہے۔

Marfat.com

انصاف

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ
اور حکم ہے کہ فیصلہ کر ان کے درمیان ساتھ اس کے جو اتارا
اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ
اللہ نے اور نہ پیچھے چل خواہشوں کے ان کی اور
احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ
بچ ان سے کہ بہکا دیں وہ تجھ کو کسی ایسی بات سے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ
جو اتاری اللہ نے طرف تیری پس اگر
تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
منہ پھیریں تو جان لے کہ یہی ارادہ ہے اللہ کا
اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ
کہ پہنچائے ان کو سزا بعض گناہوں کی ان کے

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
اور حکم ہے اللہ کا ان میں اس کے موافق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا
اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ
اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور
احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ
ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھ کو بہکا نہ دیں کسی
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ
ایسے حکم سے جو اللہ نے تیری طرف اتارا پھر اگر
تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے
اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ
کہ ان کو ان کے گناہوں کی کچھ سزا پہنچائے

یَفْتِنُوْكَ : (بہکا دیں تجھ کو) فتنہ سے ہے جس کے معنی ہیں بہکا کر غلط راستہ پہ ڈال دینا۔ مراد یہ ہے کہ ان کی اس بات سے بچ کر وہ تجھے بہکا کر غلط راستہ پر ڈال دیں۔

اے رسولؐ تجھے حکم دیا جاتا ہے کہ اگر مختلف فرقوں والے تیرے پاس اپنا جھگڑا فیصلہ کے لیے لائیں، تو تُو ان کی خواہشوں کے مطابق فیصلہ نہ کر بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، یہ لوگ بڑے چالاک ہیں۔ اس بات کے لیے بڑی بڑی رشوتیں پیش کریں گے۔ منت خوشامد کریں گے کہ کسی طرح تو ان کے بہکاوے میں آکر ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے، اور وہ تیرے ذمہ بوجھ ڈال کر اپنی خواہشوں کو پورا کریں۔

حقیقت میں یہ انہوں نے بڑی رشوت پیش کی تھی، کہ اگر آپ ہمیں اس جھگڑے میں جتا دیں تو ہم سب اسلام قبول کر لیں گے۔ کوئی لیڈر مشکل ہی سے اس کو نامنظور کر سکتا ہے جب کہ ذرا سی دیر میں اس کی جماعت اور قوت اتنی بڑھ سکتی ہے۔ جو اس کے وہم و گمان سے کہیں زیادہ ہو۔ یہ پیغمبر ہی کا کام ہے کہ عدل و انصاف کا خیال رکھے، چاہے اس کی جماعت کتنی ہی گھٹ جائے۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر وہ اپنی بات بگڑتی دیکھ کر تجھے چھوڑ کر چل دیں تو جان لے کہ ان کی شامت نے دھکا دیا ہے اور انہیں عنقریب ان کے کچھ گناہوں کی سزا ملنے والی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ؛

Marfat.com

دین سے گریز

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
اور بے شک بہت سے آدمیوں میں سے
لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ
البتہ نافرمان ہیں۔ کیا پس حکم
الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ
جاہلیت کا تلاش کرتے ہیں اور کون ہے بہتر
مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
اور اس میں شک نہیں کہ لوگوں میں
لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ
نافرمان بہت ہیں پس کیا چاہتے
الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ
کے لیے کہ حکم چاہتے ہیں اور یقین
مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع
کرنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہے۔

الفٰسقون: (نافرمان) فاسق کی جمع ہے جو فسق سے بنا ہے۔ فسق کے معنی ہیں حکم نہ ماننا، قانون کی پروا نہ کرنا۔ شاید ہماری زبان میں ایسے ہی لوگوں کو بدمعاش کہتے ہیں اور ان میں بھی درجے ہیں کوئی کم بدمعاش ہے کوئی زیادہ۔ بعض چھپے ہوئے بدمعاش ہیں بعض کھلم کھلا۔

الجاھلیۃ: اس زمانے کو کہتے ہیں جس میں دین کو نہ مانا جاتا تھا اور لوگ اپنی قوت کے بل بوتے پر کمزوروں کو دبانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ جاہلیت کے اصل معنی نادانی کے ہیں اور اسے جہل بھی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جاہلیت کے معنی زیادہ وسیع ہیں یعنی ایسی حالت جس میں قانون کا نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کی پیروی کا دور دورہ ہو۔ اسلام سے پہلے ایسا ہی زمانہ تھا اس لیے اس کو زمانہ جاہلیت یا فقط جاہلیت کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ حقیقت میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد رہنا چاہتے ہیں ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ کوئی ان کو روکنے ٹوکنے والا نہ ہو اور وہ جو جی چاہے کریں اور اپنا جتھا قائم کر کے اوروں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا کر رکھیں۔ تاکہ دنیا میں بے لگام کچھرے اڑائیں اور کوئی ان کے سامنے بات تک نہ کر سکے، یہ لوگ گو شکل و صورت میں انسان ہیں لیکن اصل میں وہ جانور ہیں، وہی جانوروں کی سی مادر پدر آزادی اور وہی جنگلی قانون جس کی لاٹھی اس کی بھینس چاہتے ہیں۔

ان سے کہو کہ یہ تو اس زمانے میں تھا، جب انسان اپنی خواہشوں میں گرفتار ہو کر سب قاعدے قانون بھول چکے تھے اور اپنی اصلیت یعنی انسانیت سے بہت دور جا پڑے تھے، تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے دو بڑی مشہور سلطنتوں ایران اور روم کی حالت کیا تھی۔ زبردستوں نے کمزوروں کو دبا رکھا تھا، گویا زبردست شیر تھے اور کمزور گائے، بیل، بھیڑ، بکری تھے، حکومت کرنے والے اپنی رعیت سے غلاموں کی طرح کام لیتے تھے، جنگلی جانوروں کی طرح ان سے اپنی گاڑیاں تک کھچواتے تھے۔

ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو کہ اسی جاہلیت کے زمانے کی سی حالت کیا آج کل بھی چاہتے ہو۔ آج کل رات کا سا اندھیرا نہیں ہے دن کی روشنی میں اللہ کے قانون، اس کے رسولؐ نے سب بتا دیئے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ ایمان و یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ کے حکم سے بڑھ کر کسی کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ایمان اور یقین سے دور لوگ کسی اور کا یا اپنی خواہشوں کا حکم ماننا چاہتے ہیں، تو وہ بہت جلد اپنے کیے کو بھگتیں گے۔

Marfat.com

خود غرضوں سے بچو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ

الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ

یہود اور نصاریٰ کو گہرے دوست ان میں سے ایک

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

دوست ہیں دوسرے کے اور جو کوئی دوستی کرے ان سے تم میں سے

فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

پس بیشک وہ انہی میں سے ہے بیشک اللہ نہیں

يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو

الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ

دوست مت بناؤ وہ ہیں ایک دوسرے

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے

فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے اور اللہ

يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

اَوْلِیَآءُ: (دوست) ولی کی جمع ہے ولی کے معنی ہیں گہرا دوست، قریبی، طرف دار، مددگار، خیر خواہ، دل کا بھیدی۔

پچھلی آیتوں میں ذکر تھا کہ مسلمانوں کی امت دنیا میں قرآن مجید کے احکام جاری کرنے کے لیے ہے اس کے سوا اس امت کا کوئی کام نہیں ——— جس وقت مسلمانوں کی امت بننی شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ قرآنی قانون کا راج ہونے لگا تو اردگرد کے لوگوں کو جو اپنے ہی دنیاوی فائدوں سے غرض رکھتے تھے اور کسی کو اپنے سے بڑھتا دیکھنا نہ چاہتے تھے مسلمانوں کی ترقی میں صاف اپنی موت نظر آئی اس لیے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ چاہے کچھ ہو جب تک دم ہے اسلام کی مخالفت ہمارا فرض ہے ان کو لاکھ سمجھایا کہ اسلام تمام دنیا کو زندگی بسر کرنے کا بہترین طریقہ سکھانا چاہتا ہے، اس کی مخالفت نہ کرو۔ لیکن ان کی آنکھوں پر خود غرضی کی پٹی بندھی ہوئی تھی ان کو اسلام میں سوا اپنے نقصان کے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔

انہوں نے ایک نہ سنی، ان کا مطلب فقط یہ تھا، کہ ہمارا ہی ——— بھلا ہونا چاہیے کوئی مرے یا جیے ——— اسلام کا کھلم کھلا اعلان تھا کہ سب کا ایک سا بھلا ہو کوئی کسی کو دبا کر نہ رکھے، سب نیکی اور احسان کی زندگی بسر کریں، چنانچہ دنیا میں ہمیشہ کے لیے دو بڑے گروہ انسانوں کے پیدا ہو گئے۔ مومن یعنی سب کا برابر کا بھلا چاہنے والے اور کافر یعنی صرف اپنا ہی بھلا چاہنے والے۔ مومن اور کافر میں سب سے بڑا فرق یہی ہے، انہی کافروں کے ساتھ ہونے کا یہود اور نصاریٰ نے فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ ان سے یہ توقع نہ تھی، کیوں کہ ان کے پاس تورات اور انجیل موجود تھیں اور قرآن مجید ان کی اصلی باتوں کا حامی تھا امید یہی کی جا سکتی تھی کہ فوراً مسلمانوں کے طرفدار ہو جائیں گے لیکن ہوا یہ کہ ان پر بھی خود غرضی کا بھوت سوار ہو گیا، بلکہ یہ اور سارے کافروں سے بھی بڑھ کر خود غرض نکلے۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کو سمجھ کر اس کے طرفدار بنیں ——— الٹا مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ خود غرضی انسان کو اپنی طرف آسانی سے کھینچ لیتی ہے ؛

Marfat.com

اپنے بل پر بڑھو

اسلام کے شروع میں جبکہ وہ دنیا والوں کے سامنے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو رہا تھا عرب میں رہنے والی مختلف قومیں سب کی سب اس کی مخالف ہو گئیں۔ اس کی وجہ ظاہر یہی تھی کہ اسلام چاہتا تھا کہ سب انسان برابر کے بھائی بھائی ہو کر رہیں اور وہ لوگ اس کے عادی ہو چکے تھے کہ وہ خود بڑے بن کر رہیں اور سب لوگ ان سے دب کر ان کے نیچے رہیں، چونکہ ہر ایک جماعت اور قوم اپنی ہی بڑائی چاہتی تھی۔ اس لیے ان میں لڑائی۔ مار پیٹ۔ فساد۔ لوٹ مار سبھی انتقیں تھیں اور وہ اسی میں خوش تھے۔ اسلام نے ان سب تباہ کرنے والی باتوں سے روکنا اور سلامت اور امن و امان کا راستہ قائم کرنا چاہا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر ایسا ہو گیا تو ان میں سے کسی کو اپنی سرداری قائم کرنے کا آئندہ موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے وہ آپس میں مل کر اسلام کے مٹانے پر تل گئے اور یہ نہ سمجھے کہ وہ ایسا کر کے ہمیشہ کے لیے دنیا میں ایک دوسرے کے گھولنے کا میدان تیار کر رہے ہیں۔

اس آیت میں مسلمان کو اس خطرے سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ خود غرضی میں ایسے مبتلا ہو چکے ہیں، جیسے دوسرے کافر لوگ ہو چکے ہیں۔ سورۂ آل عمران میں صاف صاف کہہ دیا تھا، کہ کافروں سے دوستی مت کرو۔ وہ خود غرض ہیں اور خود غرض کسی کا دوست نہیں ہو سکتا چونکہ یہود و نصاریٰ بھی ایسے ہی ہیں، اس لیے یہاں ان کی بابت بھی یہی حکم ہے کہ ان سے دوستی کی امید فضول ہے۔ اپنا بھلا چاہنے والا اور سب کا بھلا چاہنے والا دونوں ایک دوسرے کے دوست اور خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے۔

ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! یہود و نصاریٰ کی دوستی مت ڈھونڈو۔ یہ تو آپس میں ایک دوسرے کی اور دوسرے کافروں کی عارضی دوستی پر آمادہ ہیں تمہارے دوست نہیں ہو سکتے اور یہ ان کی آپس کی دوستی اور کافروں کے ساتھ میل ملاپ اسی وقت تک ہے جب تک ان کی خود غرضی اس کی اجازت دیتی ہے تم ان کے ساتھی مت بنو۔ کیونکہ جو ان کا ساتھی اور دوست بنے گا۔ وہ انہی جیسا ہو جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ تم اخلاقی لحاظ سے ان سے اونچی سطح پر ہو، کیونکہ تم سب کا بھلا چاہتے ہو اور یہ تم سے نیچے کے میدان میں ہیں۔ کیونکہ ان کا نعرہ خود غرضی ہے اور ظاہر ہے کہ اونچے سے نیچے گرانا نیچے سے اوپر اٹھانے سے آسان ہے اس لیے اگر تم ان سے ملے تو وہ تم کو آسانی سے گرا دیں گے اور خود غرض بنا دیں گے اور تم ان کو اونچا نہ اٹھا سکو گے اور سب کا برابر کا خیر خواہ نہ بنا سکو گے۔ اس لیے سمجھ لو کہ اگر ان سے کسی نے دوستی کی تو وہ انہی جیسا ہو جائے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ یہ مت خیال کرنا کہ تم ان سے مل کر انہیں اپنا جیسا بنا لو گے۔ کیونکہ اللہ ظالموں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔ یہ لوگ ظالم ہیں۔ اس لیے کہ یہ اپنے فائدے کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور دنیا میں سارے جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں کہ ہر ایک اپنے فائدے کو دیکھے اور دوسرے کو اس کے لیے دبائے اسی کو ظلم کہتے ہیں۔

آج کل دنیا جانتی ہے کہ یہ لوگ اپنی بات اونچی رکھنے کے لیے دنیا تک کو تباہ کرنے پر آمادہ ہیں اور خوش ہیں کہ ہمارے پاس بم وغیرہ ہیں۔ اب ہمارے سامنے کوئی سر نہیں اٹھا سکتا۔ یہ خود غرضی کی انتہا ہے اور یہ فقط اس لیے اس حد تک پہنچی ہے کہ مسلمان خود بھی خود غرضی کے نیچے میں پھنس گئے ہیں اور اب بے بس ہو کر انہی کی طرف دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے لیے دیکھ رہے ہیں جن سے خبردار رہنے کے لیے انہیں کہا گیا تھا۔

Marfat.com

کافروں کی طرف رجحان

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
پس دیکھے تو انہیں کہ جن کے دلوں کے ان کے بیماری ہے

يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ
دوڑ کر گھستے ہیں ان میں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ

تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ
پہنچے ہم کو مصیبت پس قریب ہے اللہ کہ

يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ
لائے ساتھ فتح کے یا کسی حکم کے اپنے پاس سے

فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ
پس ہو جائیں اوپر اس کے کہ چھپایا انہوں نے جی

اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝۵۲
دلوں اپنے سے پچھتانے والے

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
اب تو انہیں جن کے دل میں بیماری ہے یہ دیکھے گا

يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ
کہ دوڑ کر ان میں ملتے ہیں کہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر

تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ
زمانے کی گردش نہ آجائے سو قریب ہے کہ اللہ

يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ
بھیجے فتح ظاہر فرما دے یا اپنے پاس سے کوئی حکم

فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ
تو وہ اپنی جی کی چھپی بات پر

اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝۵۲
پچھتانے لگیں

مَرَضٌ: بیماری یہاں اس سے مراد ہے اپنے نفع کی محبت۔ لالچ۔ دنیاوی فائدوں کا خیال۔ خودغرضی۔

يُسَارِعُوْنَ: جو سرعت سے بنا ہے۔ سرعت کے معنی ہیں جلد۔ مسارعۃ کے معنی ہیں کسی کی طرف دوڑ کر جانا۔

دَآئِرَةٌ: مصیبت ادور سے ہے جس کے معنی ہیں گھومنا۔ چکر لگانا۔ دائرہ وہ شے جو گھومتی ہو۔ گردش زمانہ مصیبت۔

بعض لوگ خود مسلمانوں میں اس وقت ایسے تھے کہ ان کو مسلمانوں کی نئی اٹھنے والی جماعت پر بھروسہ نہ تھا۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ایسی پرانی جمی ہوں قوموں پر جیسے کفار مکہ، یہود اور نصاریٰ ہیں یہ بالکل نئی چیز کے قبول کرنے والے کیسے غالب آجائیں گے۔ یہ لوگ وہی مدینہ کے منافق بظاہر مسلمان لوگ تھے جن کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ یہ ہمیشہ اس توقع میں رہتا تھا کہ مسلمانوں پر جلد کوئی مصیبت پڑنے والی ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ایسے لوگ دل کے مریض ہیں۔ ان پر دنیاوی شان و شوکت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ یہ اللہ کی شان سے واقف نہیں۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان کے ساتھیوں کو کچھ نہیں گردانتے۔ ایمان کے پاس سے ہو کر بھی نہیں گذرے۔ کہتے ہیں مسلمانوں پر بھروسہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔ عقلمندی یہی ہے کہ مصیبت کے وقت کا سہارا یہودیوں کو بنایا جائے۔ چنانچہ ان میں دوڑ دوڑ کر گھستے ہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ بہت جلد اللہ مسلمانوں کو ان پر فتح اور غلبہ دینے والا ہے اور کیا عجب کہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی بات ظاہر کر دے اس وقت یہ پچھتائیں گے۔

چنانچہ

ایسا ہی ہوا۔ مسلمان یہودیوں پر غالب آئے اور مکہ فتح ہو گیا۔ سارے عرب پر بلکہ دنیا پر مسلمان چھا گئے اور یہودی نکالے گئے ؛

Marfat.com

منافقوں کا انجام

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے کیا یہ

الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

وہی ہیں جو قسم کھاتے تھے ساتھ اللہ کے بڑی

اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ

قسمیں اپنی کہ وہ بیشک ساتھ تمہارے ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا

اکارت ہوگئے ان کے عمل پس ہوگئے وہ

خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

نقصان اٹھانے والے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ

اور مسلمان کہتے ہیں کیا یہ وہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

جو تاکید سے قسمیں کھاتے تھے اللہ کی

اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ

کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا

ان کے عمل برباد ہوگئے پھر وہ نقصان

خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

میں رہ گئے

جَهْدَ : بس، طاقت، کوشش کی انتہا۔ اَيْمَان : یمین کی جمع ہے جس کے معنی قسم کے ہیں۔

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ : اپنی بس اور طاقت کی انتہا تک پختہ اور مضبوط قسمیں۔

حَبِطَتْ : برباد ہوگئے احبط سے ہے جس کے معنی ہیں بیکار ہو جانا۔ برباد ہو جانا۔ اکارت ہونا۔ مراد یہ ہے کسی کام کے نہ رہے۔

پچھلی آیت کے مضمون کا بقیہ ہے کہ یہ منافق مسلمان جن کا اسلام فقط زبان تک کا ہی ہے دل میں نہ انہیں اللہ پر یقین ہے نہ مسلمانوں کے پنپنے کی امید ہے دل کے مریض ہیں اور مرض وہی ہے جس میں یہود و نصاریٰ اور سارے کافر مبتلا ہیں یعنی خود غرضی اور صرف اپنے نفع کا خیال اور ظاہری دنیاوی طاقت پر بھروسہ۔ اس لیے یہ سوا اس کے اور کچھ اپنے بچاؤ اور حفاظت کی صورت نہیں دیکھتے کہ یہودیوں سے دوستانہ گانٹھیں اور صاف کہہ دیں کہ ہمیں تو یہ مسلمان مٹتے نظر آتے ہیں بھلا ان کی کیا مجال کہ ایسے طاقتور عزت والے اور مال دار لوگوں کے مقابلہ میں جیسے مکہ کے کافر اور یہود و نصاریٰ ہیں بازی لے جائیں۔ ان پر آج نہیں تو کل کوئی زبردست مصیبت آکر رہے گی۔ اس لیے اگر ہم بھی انہی کے ساتھ ملے رہے تو ظاہر ہے کہ ہماری بھی ان کے ساتھ بُری گت بنے گی۔ اس لیے انہوں نے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے کہ خود ہیں وہ مسلمانوں کے ساتھ رہیں اور ان کو قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے رہیں کہ بھلا ہم تمہیں چھوڑ کر کہاں جائیں گے۔ ہم تو پوری طرح تمہارے ساتھ ہیں۔ مسلمانوں کو یہ یقین دلاتے ہیں لیکن ان کے دل میں پختہ یقین ہے کہ ان پر مصیبت آنے والی ہے اور اس سے فقط وہی لوگ بچیں گے جو یہودیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔

آگے چل کر ان کے یہ سب خیالات بالکل غلط ثابت ہوئے کافروں اور یہودیوں نے مسلمانوں سے شکست کھائی اور سوا بھاگنے کے اور کچھ ان سے نہ بن پڑا۔ خیالات، منصوبے اور تدبیریں سب دھرے کے دھرے رہ گئے اور سوا نقصان اور پچھتاوے کے ان کے پلے کچھ نہ پڑا۔

Marfat.com

مُسلمانوں کا غیروں سے رویّہ

پچھلے دو سبقوں میں ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے گہرے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں اور اُن لوگوں کی بابت جو مسلمان کہلا کر ان کی طرف دوستانہ نظر سے دیکھتے ہیں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ان کے دل میں کھوٹ ہے بلکہ بیماری ہے۔

اس سے پہلے سورہ آل عمران اور دوسرے سورۃ النساء میں عام طور پر مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔ اتنی کڑی ہدایتوں کے بعد اب ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں دُنیا میں کس طرح رہنا ہے۔ کیونکہ دنیا میں کافر بھی ہمیشہ رہیں گے۔ یہودی بھی اپنی مقررہ مدت تک رہیں گے اور مسلمان بھی دنیا کے فنا ہونے تک مٹنے والے نہیں۔

اب تک اس مسئلہ پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت یوں نہیں پڑی تھی کہ مسلمانوں کی دُنیا میں بڑی طاقتور حکومت قائم تھی، اور وہ غالباً اس خیال میں تھے کہ ہم کبھی پست نہ ہوں گے، اس لیے یہ سوال ان کے لیے کوئی اہمیّت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن آج کل مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے کسی کا دل چاہے یا نہ چاہے لیکن اس کو یہ بات مجبوراً ماننی پڑے گی کہ مسلمان اس وقت نرغے میں ہیں اور چاروں طرف سے بُری طرح اغیار کے پھندوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ ہماری غلطی تھی کہ ہم نے ان آیتوں پر اس وقت جب کہ ہمیں دنیا کی قوموں کی سرداری اور آلیقی کا مرتبہ حاصل تھا، غور کر کے مختلف قوموں سے مل جل کر رہنا نہ سیکھا اور نہ دوسروں کو سکھایا۔

ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں اور اہل کتاب سے الگ رہنے کی ہدایت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کافر ہیں اور یہ مومن۔ بلکہ اس لیے ہے کہ وہ سب پرلے درجے کے خود غرض اور اکھل کھرے ہیں۔ ادھر مسلمانوں کا بنیادی اعتقاد یہ ہے کہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس لیے الگ الگ مذہب رکھتے ہوئے بھی ان پر ایک دوسرے کی خیر خواہی لازم ہے، ان کو صرف اپنے ہی قدح کی خیر منانی نہ چاہیے۔ بلکہ اللہ کی دی ہوئی دنیاوی نعمتوں سے سب کو برابر فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہیے اور سب کو انصاف کے ساتھ آپس میں مل بانٹ کر کھانا چاہیے۔

یہ وہ سبق ہے جس کو مسلمان خود ہی بھول گئے۔ حالانکہ انہیں موقعہ دیا گیا تھا کہ خود بھی اس پر عمل کریں اور دنیا کو بھی اچھی طرح سکھا دیں کہ اس زندگی میں چین اور آرام سے رہنے کا طریقہ کیا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ سبق بھلا کر خود دوسروں سے خود غرضی کا سبق سیکھا اور قرآن شریف کی تعلیم کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔

ظاہر ہے کہ دنیا میں رہنے کا فائدہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک فرقہ اور ملت اپنے خیالات اور مذہب میں آزاد ہو اور کوئی کسی کو نہ دبائے، لیکن سب مل کر اس پر متفق ہو جائیں کہ دنیاوی فائدوں میں سب کا برابر کا حصّہ ہے۔ لہٰذا جنگ و جدل جو یقیناً خود غرضی پر مبنی ہیں۔ بالکل موقوف ہونے چاہئیں۔

قرآن پاک کی تعلیم بھی یہی ہے کہ دنیاوی برتری کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ نہ کرو۔ ہاں اخلاقی برتری کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔

Marfat.com

اِسلام انسانی مذہب ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو پھرے گا

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي

تم میں سے اپنے دین سے تو عنقریب لائے گا

اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ

اللہ ایسی قوم جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

نرم دل ہیں اوپر مومنوں کے زبردست ہیں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

اوپر کافروں کے لڑتے ہیں راہ میں

اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

اللہ کے اور نہیں ڈرتے ملامت سے کسی ملامت کرنے والے کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ

اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي

سے پھرے گا تو اللہ عنقریب ایسی قوم

اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ

کو لاوے گا کہ اللہ ان کو پیار کرتا ہے اور وہ اللہ پر مرتے ہیں

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

مسلمانوں پر نرم دل ہیں کافروں پر

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

زبردست ہیں اللہ کی راہ میں لڑتے

اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ

ہیں اور کسی کے الزام سے نہیں ڈرتے

اِرْتِدَاد: پھر جانا۔ ردّ سے ہے ردّ کے معنی ہیں واپس کرنا، لوٹا دینا۔ ارتداد کے معنی ہیں واپس ہو جانا، لوٹ جانا۔ ایسے آدمی کو جو اسلام قبول کر کے پھر اس کو چھوڑ دے مرتد کہتے ہیں۔ یہ اسی ارتداد سے بنا ہے۔

اَذِلَّة: ذلیل کی جمع ہے جو ذلّت سے بنا ہے۔ ذلّت کے معنی ہیں نرمی۔ ڈھیلا پن۔ دوسرے کے آگے جھکنا۔

اَعِزَّة: عزیز کی جمع ہے جو عزّت سے بنا ہے۔ عزّت کے معنی ہیں سختی۔ درشتی۔ دوسرے سے اکڑنا۔

لَوْمَة: طعن و تشنیع۔ برا کہنا۔ لائم اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں برائی کرنے والا۔ طعنے دینے والا۔

پہلے کہا گیا تھا کہ جو لوگ غیروں سے ملتے ہیں ان کے لیے خطرہ ہے کہ یہ غیر اپنی ظاہری مہربانی اور شان و شوکت دکھا کر انہیں اپنی طرف مائل کر لیں اور وہ اسلام کو بہ ظاہر کمزوری کی حالت میں دیکھ کر چھوڑ بیٹھیں۔ آج اس آیت میں صاف صاف کہہ دیا گیا کہ یہ مت سمجھنا کہ اسلام دنیا میں رہنے کے لیے تمہارا محتاج ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم اچھی زندگی بسر کرنے کے لیے اسلام کے محتاج ہو اگر تم میں سے کوئی اسلام چھوڑ دے تو وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ کو منظور یہ ہے کہ دنیا میں اسلام باقی رہے اور وہ اس کو قائم رکھے گا تم چھوڑ دو گے تو لیوے گا تم جیسے نکمے لوگوں کے بدلے اللہ کوئی اور کام کی قوم کھڑی کر دے گا جس کو وہ پسند فرماتا ہوگا اور وہ بھی اس کے ساتھ خلوص و محبت رکھتے ہوں گے۔ وہ اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آئیں گے۔ کافروں کے ساتھ جو اسی بنا پر کے دشمن ہیں، بڑے سخت ہوں گے۔ کسی برا کہنے والے، طعنے دینے والے اور دل توڑنے کی باتیں کرنے والے سے خوف نہ کریں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

Marfat.com

اللہ والے ہی غالب ہیں

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے اس کو جسے
يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾
چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا خبردار ہے
اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
تمہارا رفیق تو اللہ ہی ہے اور اس کا رسول
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ
رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ
عاجزی کرنے والے ہیں جو اللہ کو اور اس کے
رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ
رسول کو اور ایمان والوں کو دوست رکھے گا تو
اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۶ ۱۲
اللہ ہی کی جماعت سب پر غالب ہے

رَاكِعُوْنَ: راکع کی جمع ہے اس کا مادہ رکوع ہے اس کے معنی ہیں سر جھکانا عاجزی کرنا اس لیے راکع کے معنی ہیں عاجزی کرنے والا
حِزْبَ اللّٰهِ: گروہ، فریق، مددگاروں کی جماعت۔ "حزب اللہ" سے مراد ہے اللہ کا گروہ یعنی اللہ کے فرماں بردار بندوں کی جماعت۔

پچھلے سبق میں ذکر تھا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے دین کی حفاظت اور حمایت کے لیے مقرر کر لیتا ہے۔ جو لوگ اس وقت اسلام کے نام لیوا ہیں، انہیں شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ نے ان کو اسلام کا حمایتی بنا رکھا ہے اگر وہ لوگ اسلام سے پھر جائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان میں اسلام کے سنبھالنے کا سلیقہ نہیں ہے اور وہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کو اسلام کا نگہبان اور اس کا حمایتی بنایا جائے، اس لیے ان کو ہٹا کر اللہ کسی اور قوم کو اسلام کی بڑائی اور عظمت قائم کرنے کے لیے مقرر کر دے گا۔

یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے جس سے چاہے اسلام کی سربلندی کا کام لے اس کی رحمت تنگ اور محدود نہیں ہے اور وہ ہر ایک کی قابلیتوں سے خوب واقف ہے یاد رکھو تمہارے اصلی دوست اور مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو اللہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں، یہی لوگ اللہ کے مددگار اور معاون ہیں، یہ اللہ کی پارٹی ہیں۔ یاد رکھو اللہ کی جماعت اور اس کے معاون ہی سب پر غالب آکر رہیں گے۔

Marfat.com

دین مضحکہ نہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ ان کو جنہوں نے
اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا
ٹھہرایا تمہارے دین کو ٹھٹھا اور کھیل
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
ان میں سے جو دیئے گئے کتاب تم سے
قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا
پہلے اور کافروں کو دوست اور ڈرو
اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
اے ایمان والو ان لوگوں کو جو تمہارے دین کو
اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا
ہنسی اور کھیل ٹھہراتے ہیں یعنی وہ لوگ
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور
قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا
کافروں کو اپنا دوست مت بناؤ اور اللہ سے
اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

پچھلے رکوع کی ابتدائی آیت میں حکم دیا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ اس رکوع کے شروع میں بھی یہی حکم ہے۔ لیکن کسی قدر فرق کے ساتھ۔ اس میں اس حکم کی وجہ کی طرف زیادہ واضح اشارہ ہے اور دوسرے کافروں کو بھی اسی حکم میں شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں کے برتاؤ کی جڑ ایک ہی ہے۔

ارشاد ہے کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اللہ پر ایمان لانا اس بات کا ایمان لانا ہے کہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں، اس لیے اس لحاظ سے سب برابر ہیں ہر ایک کو دنیا میں اس کی ضرورت کے مطابق ضرورت کی چیزیں ملنی چاہئیں۔ انسان کو نہ کسی انسان کو اپنا بندہ بنانا چاہیئے اور نہ کسی انسان کو سوا اللہ کے کسی کا بندہ بننا چاہیئے۔ اس لیے تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم ان لوگوں سے جو یہود و نصاریٰ کہلاتے ہیں اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، دوستی کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ یہ تمہارے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں اور تمہارے خیالات کو لغو سمجھتے ہیں اور تمہارے طریقہ زندگی کو کھیل سے زیادہ کچھ نہیں قرار دیتے۔ ان کے دل میں یہ بے ہودہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ ہم سب سے اچھے اور سب سے بڑھ کر ہیں اور سب کو ہم سے دب کر رہنا چاہیئے اب عقل سے سوچو کہ کیا تم میں اور ان میں گرامیل ملاپ اور سچی دوستی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں اس لیے تم اپنے ایمان پر قائم رہو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

اسی طرح اور کافر بھی ہیں۔ ایک دوسرے کو لوٹنا اور ان کو دبا کر اور غلام بنا کر رکھنا، ان کا پرانا دستور ہے۔ انہیں کبھی یہود اور نصاریٰ کی طرح اسلام میں اپنی موت نظر آتی ہے۔ یہ کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایک دوسرے کے دین کی توہین کرتے ہیں، ان کی آپس میں گہری دوستی نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ کہ دین اور خیالات کی آزادی ہر ایک کو حاصل ہو اور امن و امان کا اور سب کو اس کی ضرورت کے مطابق ضروریات زندگی ملنے کا باہمی معاہدہ ہو جائے۔ تو دنیا میں اچھی طرح سب کی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

نماز کا تمسخر

وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اور جب پکارتے ہو تم طرف نماز کے
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ
ٹھہراتے ہیں وہ اس کو ہنسی اور کھیل
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
یہ اس وجہ سے کہ وہ ہیں قوم جو نہیں
يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
سمجھ رکھتے

وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ
تو وہ اس کو ہنسی اور کھیل ٹھیراتے ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
یہ اس واسطے کہ یہ لوگ
يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
بے عقل ہیں

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دین کے ساتھ مسخرا پن کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس کی مثال دی ہے۔ ارشاد ہے کہ جب تم نماز کی طرف لوگوں کو پکارتے ہو یعنی اذان دیتے ہو تو یہ لوگ ہنستے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے، کہ اذان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کو ٹھٹھا بنایا جائے۔ اس میں اللہ کی بڑائی اور عظمت کا اظہار ہے اس کی توحید اور معبود حقیقی ہونے کا اقرار ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا اقرار ہے جو آخری رسول ہیں اور دنیا میں آخری شریعت لے کر آئے ہیں وہ تمام پہلے رسولوں کو سچا کہتے ہیں اور ان کی شریعت تمام پہلے رسولوں کی شریعتوں کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

اپنے اخلاق کے لحاظ سے تمام اچھے لوگوں کے امام ہیں۔ وہ کسی کا بُرا نہیں چاہتے اور ہر ایک کی حالت درست کرتے ہیں۔ مدد کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ کوئی شخص اپنی غرض اور خواہش پوری کرنے کے لیے دوسرے کو نہ دبائے۔ کسی کا نقصان کر کے اپنا فائدہ حاصل نہ کرے۔ اذان کے کلموں میں اللہ اور رسولؐ کے برحق ہونے کا اقرار اور سب کو نیکی اور بھلائی کی طرف دعوت دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایسی باتوں کی ہنسی اڑانے والے نادان اور بے وقوف کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ یہی باتیں ہیں جن سے دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور انسان اپنی حالت کو سنوار سکتا ہے

اگر غور کیا جائے تو اذان میں تمام انسانوں کے لیے امن و امان کا اعلان ہے اور ان کی زندگی کا صحیح راستہ پورا پورا اس میں بتا دیا گیا ہے۔ اذان میں اس بات کی دعوت ہے کہ آؤ سب مل کر ایک معبود برحق کے سامنے ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہو جائیں اور مل کر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں۔ نہ کوئی کسی سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔ اللہ کے آگے سب برابر ہیں اور فقط وہی ایک سب سے بڑا ہے اسی کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔ اسی کے آگے عاجزی سے جھکو اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ اپنی خواہشوں کے غلام ہرگز نہ بنو ؕ

Marfat.com

بُروں کو اچھّے نہیں بھاتے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ
کہہ اے کتاب والو کیا بُری لگتی ہے تم کو کوئی چیز
مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ
ہم سے سوا اس کے کہ ایمان لائے ہم اللہ پر اور اس پر
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ
جو نازل ہوا ہماری طرف اور جو نازل ہوا اس سے پہلے
وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾
اور یہ کہ زیادہ تر تم میں نافرمان ہیں

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ
تو کہہ اے کتاب والو تم کو ہم سے کیا ضد ہے
مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ
مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾
جو نازل ہوا ہماری طرف اور اس پر جو اس سے پہلے نازل ہوا
اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں

تَنْقِمُوْنَ : (تم بُرا سمجھتے ہو) نقمت سے ہے جس کے معنی ہیں عیب نکالنا۔ بُرا سمجھنا۔ مراد یہ ہے کہ تم ہمارے اوپر جھنجھلاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ کسی کے ہنر کو عیب ٹھہرا کر اسے ستانا اور برا کہنا ضد ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے تَنْقِمُوْنَ کا ترجمہ ضد کیا گیا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی معرفت مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ ان سے پوچھو تو سہی کہ ہم سے تمہیں ضد کیوں ہو گئی ہے ہم نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی جس کی وجہ سے تم ہمارے دشمن ہو جاؤ۔ ہم میں جو نئی بات دیکھی جاتی ہے وہ اتنی ہی تو ہے کہ ہم نے اپنی بے جا خواہشوں کو چھوڑ کر فقط اللہ کو اپنا معبود بنایا ہے۔ ہم اللہ کو دل سے مانتے ہیں اور قرآن شریف کو سچا جانتے ہیں اور اسی طرح ان کتابوں کو بھی جو اس سے پہلے نازل ہوئیں سچا مانتے ہیں قرآن شریف نے خود بھی ان کو سچا بتایا ہے اور سابقہ کتابوں کے اصلی حکموں کو جوں کا توں یا مناسب ردّ و بدل کے ساتھ باقی رکھا ہے، ہمارا کام ان حکموں کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور تم میں نئی بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمانی پر تل گئے ہیں اور خود اپنی کتابوں کے حکموں کے نہ ماننے پر کمر باندھی ہے۔ اگر ان کے حکموں کو مانتے تو قرآن مجید کا ماننا بھی ان کے لیے ضروری ہو جاتا۔ کیونکہ ان میں انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نبی آخر الزمان کو اور ان کی کتاب قرآن کو سچا ماننا اور ان کے فرمان کے مطابق چلنا یہ دو باتیں ہیں جو ہمارے اندر اور تمہارے اندر کھلم کھلا نظر آ رہی ہیں یعنی ہمارے اندر اللہ کی فرماں برداری اور تمہارے اندر اللہ کی نافرمانی۔ تو کیا یہ کچھ اچھی بات ہے کہ ہماری فرماں برداری کو تم بُرا سمجھو اور اپنی نافرمانی کو اچھی بات سمجھو اور ہم سے دشمنی کرو؟ اگر تمہیں ہماری اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ہم سے دشمنی نہیں، تو پھر بتاؤ اور کون سی بات ہے جو تم میں اور ہم میں بگاڑ کا باعث ہے؟

اگر تم ہمیں ستاؤ گے تو تمام انصاف کرنے والے لوگ یہی کہیں گے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو صرف اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ مسلمان اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

Marfat.com

قابلِ نفرت باتیں

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ
تو کہہ کہ ہم تم کو بتلاؤں ان میں کس کا
ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ
بُری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ
اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ
نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ
ان میں سے بعضوں کو بندر بنا دیا اور سؤر اور جنہوں نے
الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا
شیطان کی بندگی کی وہی لوگ درجہ میں بدتر ہیں
وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾
اور سیدھی راہ سے بہت بہکے ہوئے ہیں

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ
تو کہہ کہ ہم تم کو بتلاؤں ان میں کس کا
ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ
بُری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ
اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ
نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ
ان میں سے بعضوں کو بندر اور سؤر اور جس نے بندگی
الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا
کی شیطان کی یہی لوگ بدتر ہیں درجہ کے لحاظ سے
وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾
اور سیدھی راہ سے بہت بہکے ہوئے ہیں

مَثُوْبَةً: ثواب کی دوسری شکل ہے جس کے معنی جزا یعنی بدلے کے ہیں، خواہ اچھی بات کا ہو یا بُری بات کا یہاں اس سے مراد بُرا بدلہ اور سزا ہے۔

خَنَازِيْرَ: خنزیر کی جمع ہے جو عربی میں سؤر کے معنی میں آتا ہے۔

پچھلی آیت میں مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ یہود سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اسی کی بھیجی ہوئی تمام کتابوں کو مانتے ہیں اور انہیں میں سے قرآن مجید ہے جو ہماری کتاب ہے۔ اور تم میں زیادہ حصہ نافرمانوں اور سرکشوں کا ہے تم نے یہ جو فیصلہ کیا ہے کہ ایمان والے بُرے ہیں اور سزا کے قابل ہیں یہ انصاف کا خون کرنا ہے اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہودیوں سے کہہ دو کہ اگر تم کہو تو ہم تم کو بتا دیں کہ دونوں میں سے کون بُرا ہے اور کس کو سزا ملنی چاہیئے صاف صاف نام تو ہم کسی کا نہیں لیتے۔ لیکن کچھ نشانیاں بتا دیتے ہیں ہم دونوں میں سے جس میں پائی جائیں وہی بُرا ہے اور سزا کا مستحق ہے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہو کہ ہم بتائے دیتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک بُرا اور بُرے بدلے کا مستحق وہ گروہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اس نے اپنا غضب نازل کیا جن میں سے پچھلے زمانے میں بعض کو بندر اور بعض کو سؤر بنا دیا۔

جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہی انسانیت کے درجے سے گرا ہوا ہے وہی سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے، وہی قابلِ نفرت ہے اور اسی کو سزا ملنی چاہیئے۔

یہود خود بھی اور جو لوگ ان کی تاریخ سے واقف تھے وہ سب جانتے تھے کہ ساری باتیں انہی پر چسپاں ہوتی ہیں انہی پر اللہ کی لعنت ہوئی۔ انہی پر اللہ کا غضب نازل ہوا انہی میں سے بندر اور سؤر بنائے گئے اور انہی میں سے شیطان کی بات مان کر بچھڑے کی پوجا کی۔ یہ سب سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔

Marfat.com

یہودیوں کی دھوکہ بازی

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ وَ
اور جب آتے ہیں تمہارے پاس تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور
قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ
حالانکہ داخل ہوئے ساتھ کفر کے اور وہ یقیناً
خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
نکلے بھی ساتھ اس کے اور اللہ خوب واقف ہے ساتھ اس کے جو
كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾
تھے وہ چھپائے ہوئے

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ وَ
اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور
قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ
حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی
خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
چلے گئے اور جو کچھ وہ چھپائے ہوئے
كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾
تھے اللہ خوب جانتا ہے

ارشاد ہے کہ یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ کے فرماں بردار بندوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرتے ہیں اور ان میں طرح طرح کے عیب نکالتے ہیں حالانکہ ان میں اس کے سوا کہ وہ اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں اور کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے اور اچھے کام کرنے ہی کو عیب سمجھتے ہیں یہ کس قدر ڈھٹائی ہے۔ اس کے بعد کہا گیا تھا کہ مسلمانوں کے کاموں کی یہاں تک کہ اذان تک کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

اس آیت میں ان ٹھٹھا کرنے والوں میں سے بعض آدمیوں کی ایک اور حرکت کا ذکر ہے، یہ لوگ جب اپنے لوگوں میں ہوتے ہیں جہاں مسلمان ان کے ساتھ نہیں ہوتے تو خوب مسلمانوں پر اور ان کے کاموں پر ہنستے ہیں اور ان کو نادان، بے وقوف اور جانے کیا کیا بتاتے ہیں لیکن جب مسلمانوں کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو خوشامد کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! یہ دھوکے باز ہیں۔ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو بے گناہوں کا سا منہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں لیکن یہ جھوٹے ہیں اور واقعہ کے خلاف اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں، ان کے دل کی خباثت میں ذرا فرق نہیں آتا، خواہ تمہارے پاس ہوں یا تم سے دور ہوں، دونوں حالتوں میں ان کے دل میں تمہاری حقارت اور دشمنی بھری ہوئی ہے، منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔

لیکن حال یہ ہے کہ جب تمہاری مجلس میں داخل ہوتے ہیں جب بھی کافر ہی ہوتے ہیں اور جب تمہارے پاس سے اٹھ کر چلنے لگتے ہیں۔ اس وقت بھی کافر ہی ہوتے ہیں، جیسے آئے ویسے گئے اور کافر کے کافر ہی رہے۔ لیکن اس کفر کے دل میں چھپانے اور زبان سے ایمان کا اقرار کرنے سے کچھ حاصل نہیں، اللہ کو ان کے دل کی چھپی ہوئی باتیں سب معلوم ہیں اور اس وقت بھی معلوم تھیں۔ جب یہ تمہارے سامنے زبان سے ایمان کا اقرار کر رہے تھے۔ یہ سمجھے تھے کہ ہم بہ ظاہر مسلمانوں سے ملے رہیں گے اور اندر ہی اندر ان کی جڑ کاٹیں گے۔ لیکن اللہ نے جو سب کچھ جانتا ہے ان کا راز فاش کر دیا۔ یہ مسلمانوں کی ہنسی کیا اڑاتے ہیں، خود ان کی حرکتیں ایسی چھچھوری ہیں کہ ان کی جتنی ہنسی اڑائی جائے کم ہے ؛

Marfat.com

عالم بُرائی سے روکیں

وَ تَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ
اور دیکھے گا تو بہت ان میں سے دوڑتے ہیں
فِی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ
گناہ میں اور دوسروں پر زیادتی کرنے میں اور کھانے میں
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾
حرام سے البتہ برا ہے جو ہیں وہ کرتے

وَنَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ
اور ان میں سے بہتوں کو تو دیکھے گا کہ دوڑتے ہیں
فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ
گناہ اور ظلم اور حرام
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾
کھانے پر بہت بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ
کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء
عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ
ان کو گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾
سے بہت بُرے عمل ہیں جو وہ کر رہے ہیں

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ
کیوں نہیں روکتے ان کو اللہ والے اور پڑھے لکھے
عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ
بولنے سے ان کے گناہ کی باتوں کے اور کھانے سے ان کے
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾
حرام کو البتہ بُرا ہے جو ہیں وہ بناتے

یَنْهٰی: (روکتے) نہیٰ سے ہے جس کے معنی ہیں روکنا۔ منع کرنا۔
الرَّبَّانِیُّوْنَ: (اللہ والے) ربّانی کی جمع ہے جو رب کی طرف نسبت رکھتا ہے۔ رب والے! اللہ والے۔ درویش
اَحْبَارُ: (پڑھے لکھے) حِبر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں عقل مند۔ دانش مند۔ جاننے والا۔ عالم۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عوام کے گناہوں اور زیادتیوں کی ذمہ داری پڑھے لکھوں پر آتی ہے۔ ارشاد ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے اکثر گناہوں اور غنڈے پن کی طرف تیزی سے لپکتے ہیں۔ وہ دوسروں کو ناحق ستاتے اور دباتے ہیں اور ضرورت مندوں کا کمایا ہوا مال زبردستی چھین کر کھا جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے ہاں سود کا عام رواج ہے اور وہ ضرورت مندوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔
اور ظاہر بات ہے کہ ضرورت مند کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانا انسانیت کے خلاف ہے اور اس طرح سے کمایا ہوا پیسہ حرام ہے۔
ان کے عالم اور پڑھے لکھے لوگ اور وہ جو اللہ والے کہلاتے ہیں ان کو کیوں نہیں منع کرتے کہ منہ سے بُری باتیں نہ نکالیں اور حرام کی کمائی نہ کھائیں۔ اصل خرابی کی جڑ یہودیوں ہی میں یہی تھی کہ مال دار جو چاہتے تھے کرتے تھے اور ان کے درویش اور عالم ان سے مال لے لے کر ان سے بھی زیادہ عیش اڑاتے تھے، اور اس کے بدلے میں ان ہی کی فائدہ کی باتوں کو جائز قرار دیتے چلے جاتے تھے اسی وجہ سے ان کا دین خراب ہوا اور زندگی کے معنی فقط یہ رہ گئے۔ کہ غریبوں پر ظلم کر کے اپنا گھر بھرو اور خوب عیش و عشرت کرو۔

Marfat.com

یہودیوں کی گستاخی

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ
اور کہا یہود نے ہاتھ اللہ کا بند ہے
غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا
بند ہو جاویں ہاتھ ان کے اور لعنت ہو ان پر بوجہ اس کے جو
قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ
کہا انہوں نے یہ نہیں بلکہ دونوں ہاتھ اس کے کھلے ہوئے ہیں
يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ
خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور البتہ بڑھا دے گا ضرور
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
بہت سوں کو ان میں سے یہ جو اتارا گیا ہے تیری طرف تیرے
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ
رب کی طرف سے سرکشی اور کفر میں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ
اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا
غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا
بند ہو جاویں ان کے ہاتھ اور لعنت ہے ان پر
قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ
اس کہنے کی بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں
يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے اور ان میں سے بہت
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
سے اس کلام کے سبب جو اتارا گیا تجھ پر تیرے
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ
رب کی طرف سے شرارت اور انکار میں بڑھ جائیں گے

مَغْلُوْلَةٌ : (بند کیے گئے) غُلَّ سے ہے جس کے معنی باندھ دینے کے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ بخیل ہے۔

غُلَّتْ : (بند کر دیئے جائیں) یہ بھی غل سے ہے۔ ان کے لیے بد دعا ہے۔ مراد یہ ہے۔ انہی کے ہاتھ بند ہوں۔ یہ محاورے کے موافق ہے کہ جس سے ناراض ہوتے ہیں اسے بد دعا دیتے ہیں۔ انسان کے کوسنے کا اثر ضروری نہیں اور اللہ جو کہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

لُعِنُوْا : (لعنت کیے جائیں) یہ لعنت سے ہے اور بد دعا کے موقع پر ہے۔ مراد یہ ہے کہ لعنت ہو ان پر۔ دونوں بد دعاؤں کا اثر یہ ہے کہ یہود بخیل بھی ہیں اور ملعون بھی۔

یہود کی عقل اس قدر ماری گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کے لفظ منہ سے نکالنے لگتے تھے۔ سورۂ آل عمران میں بھی ایسی ہی ان کی ایک بات بیان کی گئی تھی۔ وہاں یہ تھا کہ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ صدقہ دو، زکوٰۃ دو اور اس کو یوں سمجھو کہ اللہ کو گویا قرض دے رہے ہو۔ وہ تمہیں اس کے بدلے دوگنا چوگنا دے گا تو یہ ایسے منہ پھٹ ہیں کہ کہنے لگتے ہیں کہ اللہ (نعوذ باللہ) فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں جبھی تو وہ ہم سے مال مانگتا ہے یہاں یہ موقع ہے کہ مسلمانوں کو ترقی کرتے اور بڑھتے دیکھ کر اور اپنی حالت کو دن بدن گرتی دیکھ کر وہ یہود یہ باتیں کرنے لگتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ کے ہاتھ بندھ گئے ہیں اور وہ ہمیں دینے میں (نعوذ باللہ) بخل کرتا ہے۔ آیت میں ارشاد ہے کہ ایسی باتیں کر کے تم اللہ کے غضب اور لعنت میں گرفتار ہوتے ہو۔ اصل میں بخیل تم ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ ایک جہت کا ایک غضب کا۔ تمہارے بزرگ اپنی اطاعت اور پرہیزگاری کی وجہ سے رحمت کے ہاتھ نیچے تھے۔ تم اب اپنی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے غضب کے ہاتھ کے نیچے ہو اور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے اللہ کی لعنتیں سمیٹ رہے ہو۔

Marfat.com

فسادی مٹنے جو گے ہیں

وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
اور ڈال دیا ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؕ كُلَّمَآ
بیر قیامت کے دن تک جب کبھی
اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا
سلگاتے ہیں آگ لڑائی کے لیے بجھا دیتا ہے اس کو
اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ
اللہ اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کرنے
وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾
اور اللہ نہیں پسند کرتا فساد کرنے والوں کو

وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
اور ہم نے ان میں دشمنی اور
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؕ كُلَّمَآ
بیر قیامت کے دن تک ڈال رکھا ہے جب کبھی
اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا
لڑائی کے لیے آگ لگاتے ہیں اللہ اس کو بجھا
اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ
دیتا ہے اور ملک میں فساد کرتے ہوئے دوڑتے ہیں
وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾
اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

یہود میں سے کچھ لوگ بظاہر چاپلوسی کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے دل مسلمانوں سے کبھی صاف نہیں ہوتے۔ ہر لحظہ نئی شرارت کرتے رہتے ہیں خود تو ستانے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ دوسروں کو بھی مسلمانوں سے جنگ پر اکساتے رہتے ہیں یہی حال نصاریٰ اور مشرکین کا ہے

ارشاد ہے کہ یہ تو ہر وقت لڑائی کی دھن میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں سے لڑیں لیکن اللہ نے خود ان کے درمیان دشمنی اور پھوٹ ڈال دی ہے یہ لوگ قیامت تک آپس میں ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے مسلمانوں کے خلاف ان کے منصوبے سب خاک میں مل جائیں گے۔ جب یہ کوئی فتنہ اٹھائیں گے۔ اللہ اس کو دبا دے گا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکائیں گے اللہ اس کو بجھا دے گا۔

ان لوگوں کا معمول مشغلہ رہ گیا ہے کہ دنیا میں فتنے پھیلاتے رہیں اور دنگا فساد مچاتے رہیں، یہ نہیں چاہتے کہ لوگ امن و امان سے رہیں اور آپس میں صلح صفائی رکھیں لیکن اللہ آپس میں لڑوانے والوں کو ذرا پسند نہیں کرتا اس لیے اس ناپسندیدگی کا اثر ان کو دنیا میں پریشان رکھے گا اور آخرت میں بھی یہ لوگ اس کی سخت سزا بھگتیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ کفار، مشرکین اور اہل کتاب کے سارے ہتھکنڈے ناکام رہے ان کی کوششوں کے برعکس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عروج دیا۔ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں آپس میں لڑائی اور نا اتفاقی ہوگی اور لوگوں میں لڑائی کرانا چاہیں گے اور دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش میں رہیں گے۔ وہ ناکام ہوں گے اور جن لوگوں میں اتفاق و اتحاد ہوگا۔ لڑائی کو دبانا چاہیں گے۔ اور دنیا میں فتنہ و فساد کے روکنے کی کوشش کریں گے وہ کامیاب ہو کر رہیں گے۔

Marfat.com

اہلِ کتاب چوک گئے

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ
اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور
اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
ڈرتے البتہ دور کر دیتے ہم ان سے ان کی برائیاں
وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾
اور البتہ داخل کر دیتے ہم ان کو باغوں میں نعمت کے
وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ
اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور
الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ
انجیل کو اور جو اتارا گیا ان کی طرف ان کے
رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ
رب کی طرف سے البتہ کھاتے وہ اپنے اوپر سے اور نیچے
تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ
سے اپنے پاؤں کے ان میں سے کچھ لوگ ہیں سیدھی راہ پر
وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع
اور بہت سے ان میں سے برا ہے جو کر رہے ہیں

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ
اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور
اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
ڈرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے
وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾
اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے
وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ
اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور
الْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ
انجیل کو اور جو ان کی طرف ان کے
رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ
رب کی طرف سے نازل ہوا تو اپنے اوپر سے اور اپنے
تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ
پاؤں کے نیچے سے کھاتے کچھ لوگ ان میں سے سیدھی راہ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۱۳
اور ان میں سے بہت سے برا کام کر رہے ہیں

اس سے بہت پہلے سے ان لوگوں کا ذکر چلا آ رہا ہے، جو اسلام کے آغاز میں اس کے خلاف ہوئے۔ پہلے اسلام کے مخالفین میں مکہ کے سب قبیلے تھے جو کھلم کھلا مشرک تھے۔ اس کے بعد جب یہود و نصاریٰ کو خبر ملی تو وہ بھی اسلام کے دبانے میں مکہ کے مشرکوں کا ساتھ دینے لگے اس سے مشرکوں کو بہت مدد ملی اور مسلمانوں کو ان کی وجہ سے بہت سی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔

اس زمانے کی تاریخ جو کچھ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی مخالفت کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ لوگ اپنے آرام اور فائدوں کے سوا دوسروں کا آرام اور ان کے فائدوں کا خیال کرنا ہی بھول گئے تھے، ہر ایک دنیا بھر کی دولت اور قوت ساری اپنے ہی پاس جمع رکھنا چاہتا تھا، اس کے برخلاف اسلام یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ دنیا کی دولت سب کے فائدے کے لیے ہے۔ کوئی چیز اللہ کے سوا کسی کی نہیں اور تمام انسان اس کے بندے ہیں اس لیے کوئی آدمی ان پر قبضہ کر کے دوسروں کو محروم نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرنے کی کوشش کرے وہ اللہ کا دشمن ہے۔

Marfat.com

ٹھیک طرزِ عمل

تھوڑے سے غور سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ انسان اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے بہت سی چیزوں کا محتاج ہے' ظاہر ہے کہ ہر ایک کو یہ چیزیں ملنی چاہئیں ضروری چیزوں کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو ہر شخص اپنی اپنی سوچے اور دوسروں کا خیال نہ کرے جیسا کہ کتوں میں دیکھا جاتا ہے اور یا دوسری صورت یہ ہے کہ جس کو جو چیز ضرورت کی ملے وہ دوسروں کو بھی اس میں شریک کرے جیسے کوؤں میں دیکھا جاتا ہے بلکہ مرغ میں تو اس سے بڑھ کر یہ بات اور دیکھی جاتی ہے کہ اگر کھانے کی کوئی چیز نظر آتی ہے تو وہ مرغیوں کو بلا کر کھلا دیتا ہے اور آپ کچھ نہیں لیتا۔ یا اگر زیادہ ہو تو بقدرِ ضرورت لے لیتا ہے چیونٹیوں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بقدر طاقت ضرورت کی چیزیں الگ الگ یا مل کر ایک جگہ اکٹھی کرتی رہتی ہیں اور پھر ہر ایک بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت اس ذخیرے میں سے لے کر خرچ کرتی رہتی ہے۔

اور کسی سے کوئی نہیں کہتا کہ تو نے تھوڑی محنت کی تھی اس لیے کم لے اور تو نے زیادہ محنت کی تھی' اس لیے تو زیادہ لے۔ اسلام ان دوسرے طریقے کا علمبردار ہے۔

کیا انسان اس معاملہ میں چیونٹی سے بھی گیا گزرا ہے؟ اس میں اتنی عقل تو ہونی چاہیئے کہ ہر ایک اپنے کمزور بھائی کو اس کی ضرورت کے مطابق لینے دے یا خود دے اور آپ بھی اپنی ضرورت کے مطابق لے۔ فضول خرچی نہ کرے۔

یہود و نصاریٰ نے پہلا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانی ضرورت کی تمام چیزیں ہمارے قبضہ میں ہونی چاہئیں۔ قوت اور زور۔ مال و دولت ہمارا حق ہے۔ ہمیں کمزوروں کو کبھی اپنے آگے زور آور نہ ہونے دینا چاہیئے تاکہ ان کو ان کی ضرورتوں میں اپنا محتاج رکھ کر ان سے جتنا اور جس طرح جی چاہے کام لیں۔

دوسرا طریقہ جو اسلام کا ہے۔ اس میں پہلے پہل کچھ دقتیں اٹھانی پڑیں تو پڑیں۔ آخر میں وہ سب سے اچھا رہتا ہے۔ شروع میں بھی ہر ایک کام بخوبی چلے جاتا ہے۔ لیکن آگے چل کر تو آرام اور خوشی و خرمی پورے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ ان آیتوں میں اسی سچی مگر کڑوی بات کا ذکر ہے کیونکہ سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگ جو کتاب والے کہلاتے ہیں ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے تو ان کی برائیاں مٹ جاتیں اور اس کے بدلے دنیا میں آرام و آسایش نصیب ہوتی اور مرنے کے بعد بھی آرام کے مستحق ہوتے ان کو کچھ زیادہ کرنا نہیں تھا' کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی آسمانی کتابیں موجود تھیں' ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کرتے تو آج ان کے سب کام درست ہو جاتے۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہوا ہے اور ان کے رسولوں نے انہیں خوب سمجھایا ہوا ہے کہ آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب میں ظہور فرمائیں گے۔ تمہیں لازم ہے کہ ان کی پیروی کرو اور ان کے حکم پر چلو۔

یہ ٹھیک ہے کہ ان میں کچھ لوگ سمجھ دار ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں پر پورا پورا عمل کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ لیکن ان کے زیادہ تر لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جو بہت بُرے اور انسانیت کے لیے مضر ہیں اور ان کی معیشت کی بنیاد پہلے طریقے پر ہے اور ہر ایک کو خود غرض بنائے جا رہی ہے:

Marfat.com

رسول کا فرض

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اے رسول پہنچا دے جو اتارا گیا
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ
تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اور اگر نہ کیا تو نے
فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
تو نہیں پہنچایا اس کا پیغام کچھ اور اللہ
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بچاوے گا تجھ کو لوگوں سے بے شک اللہ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾
نہیں ہدایت کرتا قوم کافر کو

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اے رسول پہنچا دے جو کچھ تیرے رب کی طرف سے
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ
تجھ پر اترا اور اگر ایسا نہ کیا
فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
تو تو نے اس کا پیغام کچھ نہ پہنچایا اور اللہ تجھ کو
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لوگوں سے بچا لے گا بے شک اللہ کافر
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾
قوم کو راستہ نہیں دکھاتا

بَلِّغْ : تبلیغ سے ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچا دینا۔ اسی سے بلاغ بنا ہے اور اس کے معنی ہیں پہنچا دینا۔

رِسَالَةَ : پیغام، کوئی لکھی ہوئی چیز جسے دوسروں کو پہنچانا مقصود ہو۔ رسول اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والا۔

پچھلی آیتوں میں بہت پہلے سے یہ بیان چلا آ رہا ہے کہ اللہ نے دنیا میں بہت سی کتابیں نازل کیں۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ جن کی طرف وہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، وہ ان کے حکموں پر عمل کریں اور ان کو مضبوط پکڑیں۔ قرآن شریف سے پہلے توریت پھر انجیل نازل کی گئی تھیں۔ توریت یہودیوں کے لیے تھی اور اس میں ان کے لیے زندگی بسر کرنے کے تمام ضروری احکام کھول کر بیان کر دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد عیسائیوں کے لیے انجیل نازل کی گئی اور اس میں وہی حکم ضرورت کے مطابق ترمیم کے ساتھ بیان کیے گئے لیکن یہود اور نصاریٰ نے ان پر عمل نہ کیا۔ اس کے بعد قرآن پاک نازل ہوا اور اس میں پہلی کتابوں کے حکموں کو سچا کہا گیا۔ اور ان میں سے جو اس آخری زمانے کے لوگوں کے لیے مناسب تھے۔ جوں کے توں یا گھٹا بڑھا کر سب جمع کر دیئے گئے اور انسان کو ایک مکمل دستور العمل تیار کر کے دے دیا گیا۔ اب یہ کتاب انسان کی ہدایت کے لیے آخر تک کافی ہے۔ پہلی سب کتابوں میں اس کے ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہود و نصاریٰ اگر اپنی کتاب پر عمل کرتے تو انہیں لازم تھا کہ قرآن مجید اور آخری رسول کو سچا مانتے اور ان کے کہنے پر چلتے۔ اگر ایسا کیا ہوتا تو وہ آج سب سے اچھے لوگ۔ دنیا میں آسمان اور زمین کی ساری نعمتیں ان کو میسّر ہو جاتیں اور آخرت میں بھی عیش و آرام سے رہتے۔ ان کو ساری برائیوں سے اور گناہوں کی نحوست سے نجات حاصل ہو جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس آخری کتاب یعنی قرآن مجید کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچائیں اور لڑائی جھگڑے۔ فساد، شرارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مکہ کے لوگوں کے جو مسلمانوں سے لڑ رہے تھے وہ مددگار بن گئے۔

Marfat.com

مُسلمانوں کا فرض

پچھلی آیتوں میں بہت سی باتیں سمجھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا، ان کی شرارتوں سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ قرآن مجید میں یقیناً ساری باتیں انسان کی بہتری کی جمع ہیں اگر لوگ ان کو نہیں مانتے تو یہ ان کی نادانی اور بے وقوفی ہے۔

کوئی دینے والے کو یقین ہو کہ میرے پاس سب کے فائدہ اور نفع کی چیز ہے اور لینے والا اس کے لینے سے انکار کرتا ہے تو اس سے لینے والے کی بے وقوفی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ دل میں جمائے بیٹھے ہیں کہ ہم وہی چیزیں لیں گے جس میں خاص ہمیں کو نفع ہو اس سے بڑھ کر انسان کی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ جاننے والے ضرور اسی چیز کو پسند کریں گے جس میں سب کا برابر کا نفع ہو اور اپنے لیے فقط اتنا ہی نفع چاہیں گے جو اوروں کے برابر ہو۔

جو شخص یہ چاہے کہ فقط میں ہی سب کچھ لے لوں اور دوسروں کو ترستا چھوڑ دوں وہ جانور ہے اور جانور بھی کتوں اور درندوں کی قسم کا اور جو یہ چاہے کہ میں اور میرے ساتھی لیں اور باقی نہ لیں وہ کوّے کی قسم کا جانور ہے مگر ہے وہ بھی نرا جوان ہی۔ انسان کے لیے مناسب یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کی ضروریات بہم پہنچا کر اپنی ضروریات کے لیے بقدر ضرورت لے اسی میں انسان کی بہتری ہے اور اخلاق کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتری اور جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا بنیادی پتھر یہی ہے انسان سمجھیں یا نہ سمجھیں، اس بات کا ان تک پہنچا دینا ضروری ہے اس لیے اس آیت میں اس کی بڑے زور سے ہدایت کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تیرے پاس جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اس کو پورا پورا لوگوں تک پہنچا دے، زبانی بھی اور اس پر خود عمل کر کے بھی۔ کیونکہ پوری طرح پہنچانے کے معنی یہی ہیں ورنہ زبان سے کہنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر تو نے یہ پیغام نہ پہنچایا۔ تو تیرے ذمہ یہ فریضہ ادا کرنا باقی رہ جائے گا اور کہا جائے گا کہ تو نے اس پیغام کا حق ادا نہیں کیا، باقی رہے وہ لوگ جو تیری نہ سنیں اور مخالفت کریں، ان کی پروا نہ کر وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بگاڑیں گے تو اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے۔ لوگوں سے تجھے بچانا اللہ کا کام ہے وہ تجھ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اس بات کا اثر تجھ پر کچھ نہ ہونا چاہیے کہ یہ لوگ تیری سنتے نہیں اور نہ تیری بات مانتے ہیں، یہ تو اپنی اپنی قسمت اور اپنا اپنا نصیب ہے ان کی قسمت میں ایمان جیسی دولت نہیں، کیوں کہ ان کے اللہ کی باتیں نہ ماننے سے معلوم ہو گیا کہ یہ کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں اور کافر ہی رہنا انہیں پسند ہے اور اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ جو کافر ہو کر رہنا چاہے اس کے لیے ہدایت کے راستے بند کر دیے جاتے ہیں۔

یہاں سے مسلمانوں کے لیے صاف حکم نکلتا ہے کہ اپنے آپ کو پہلے اسلام کا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کریں اور پھر لوگوں کو اس کی دعوت دیں اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ دو طرح سے مجرم ہوں گے، ایک تو اس لیے کہ خود عمل نہ کیا۔ دوسرے اس لیے کہ تبلیغ کا حق پورا ادا نہ کیا۔

Marfat.com

اہل کتاب کو پھر نصیحت

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى
کہدے اے کتاب والو نہیں تم اوپر
شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ
کسی راہ کے یہاں تک کہ قائم کرو توریت اور
الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ
انجیل اور وہ جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے
رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا
رب کی طرف سے اور ضرور بڑھا دے گا بہت سوں کو
مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
ان میں سے جو اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے
طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ
شرارت اور کفر میں پس نہ افسوس کر
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾
اوپر قوم کافروں کے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى
کہدے اے کتاب والو تم کسی راہ پر
شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ
نہیں ہو جب تک تم توریت اور
الْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ
انجیل کو اور وہ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر
رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا
نازل ہوا قائم نہ کرو اور اس کلام سے ان میں
مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
بہتوں کی شرارت اور کفر میں
طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ
زیادتی ہوگی پس تو کافر
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾
پر افسوس نہ کر

شَيْءٍ: کوئی چیز، کوئی بات۔ یہاں شے سے مراد چیز یعنی ایک راہ ہے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ جن کو تورات اور انجیل جیسی کتابیں ملی ہیں ان کو زیب نہیں دیتا کہ کفر کریں اور کافروں کے ساتھ ملے رہیں اس لیے ان سے پھر کہہ دو کہ وہ اپنی اپنی کتاب پر عمل کریں جب اپنی کتاب پر پوری طرح عمل کریں گے تو ان کے اوپر خواہ مخواہ قرآن عربی اور رسول عربی کا ماننا لازم ہو جائے گا کیونکہ ان کی اپنی کتاب کا یہی حکم ہے کہ آخری رسول کی فرماں برداری کریں، جب تک وہ اپنی کتاب پر عمل نہیں کرتے ان کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ٹھیک راہ عمل پر ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان کتاب والوں سے کہہ دو کہ تم جب تک اپنی اپنی کتاب تورات اور انجیل پر عمل نہیں کرتے اس وقت تک تم بے ڈھنگی چال چلتے رہو گے۔ کیونکہ جب اپنی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ تو پھر سوا اس کے کہ اپنی خواہشوں کو اپنا رہنما بنا لیں اور کیا ہو گا اور خواہش کے بندے کی کوئی راہ ہی نہیں جدھر اس کی خواہش نے موڑا مڑ گیا۔

یہ لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید ہماری ہی کتابوں کا بہترین خلاصہ ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں اس کے برخلاف انہیں ضد ہو گئی ہے کہ جو قرآن کہے وہی نہیں کرنا۔ اس ضد کی وجہ سے قرآن مجید ان کے لیے الٹا گمراہی کا باعث بن گیا اور ان کی سرکشی، ہٹ دھرمی اور کفر میں اور زیادتی ہو گئی۔

Marfat.com

خوف و غم سے نجات

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا
بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے
وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ
اور صابی اور نصاریٰ جو بھی ایمان لائے
بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ
ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور عمل کرے
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ
نیک پس نہیں خوف ان پر اور
لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾
نہ وہ غمگین ہوں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا
بے شک جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں
وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ
اور صابی فرقہ اور نصاریٰ جو کوئی اللہ پر
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ
ایمان لائے اور روز قیامت پر اور عمل
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ
نیک کرے ان پر نہ ڈر ہے اور
لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾
نہ وہ غمگین ہوں گے

قرآن مجید ان کتابوں میں سے ہے جو اللہ کی جانب سے اپنے بندوں کے پاس بھیجی گئیں۔ سب سے آخری کتاب ہے اس کے نازل ہونے کے وقت یہود بھی موجود تھے جن کے پاس اس سے پہلے تورات آچکی تھی اور نصاریٰ بھی تھے جن کے پاس انجیل موجود تھی حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جانتے تھے کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کی آمد کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی لیکن ان کو دنیا کے تھوڑے فائدوں کے خیال نے اور جانوروں کی سی خواہشوں کے جوش نے اندھا کر دیا اور مخالفت پر تل گئے اور ان کے دیکھا دیکھی جاہل عرب بھی اسلام دشمنی میں اور تیز ہو گئے:

یہود اور نصاریٰ کو پچھلی آیتوں میں بتلا دیا گیا کہ ان کی بہتری اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب قرآن مجید کے ماننے میں ہے اور وہ ان کو نہ مان کر بڑی غلطی کر رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد پر اڑ گئے کہ ہم ہی اللہ کے مقبول بندے ہیں ہم کو عذاب نہیں ہو سکتا ان کے اس خیال کو بہت شدت سے غلط بتایا گیا ہے اور صاف بتا دیا گیا ہے کہ نجات کا دارومدار کس چیز پر ہے۔

ارشاد ہے کہ کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہے یا یہودی۔ نصاریٰ۔ صابی وغیرہ کچھ ہی کہے، بہرحال وہ انسان ہے، انسان کے دکھ درد سے چھٹنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اللہ کو جیسا ماننا چاہیئے، مانے اس پر ایمان لائے اور قیامت کو برحق سمجھے اور نیک کام کرے۔ ایسے شخص کو خوف اور رنج دونوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔ ظاہر ہے جو اللہ تعالیٰ کو مانے گا۔ ممکن نہیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے۔ پس نجات کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ کو اور اس کے رسولوں کو مانو اور نیک کام کرو۔ ایسے آدمی کو نہ کسی کا ڈر رہے گا نہ کسی بات کا رنج پاس پھٹکے گا۔ عمل کے بغیر محض نام کچھ کام نہ دے گا:

Marfat.com

خواہش کے غلام

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
البتہ ضرور لیا ہم نے پختہ قول بنی اسرائیل سے
وَ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا
اور بھیجے ہم نے ان کی طرف رسول جب کبھی
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی
آیا ان کے پاس کوئی رسول ساتھ اس کے جو نہ چاہتے تھے
اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا
ان کے جی بہتوں کو جھوٹا کہہ دیا اور بہتوں کو
یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾
مار ڈالتے تھے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ قول لیا تھا
وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا
اور ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے جب ان کے
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی
پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جو ان کے جی کو
اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا
خوش نہ آیا تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو
یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾
قتل کر ڈالتے تھے

پچھلی آیت میں انسان کو اس کی بہتری اور بھلائی کا راستہ بتا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ ذات پات، نسل، مذہبی لقب اور بڑھ چڑھ کر دعووں سے کچھ کام نہیں بنے گا' یہ سب باتیں فضول ہیں۔ اسلام کا فیصلہ ہے کہ جو کوئی غم و رنج اور ڈر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے۔ اس کے لیے فقط ایک ہی راستہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصلی کمزوری جو اسے گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کا کھول کر پتہ بتا دیا ہے۔ اور اس کی مثال میں پھر بنی اسرائیل کا طرز عمل بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس رسول آئے اور اللہ کے احکام لائے۔ لیکن یہ احکام ان کو ان کی بیجا خواہشوں سے روکنے والے تھے اور یہ لوگ اس بات کے عادی ہو چکے تھے کہ جو جی میں آئے وہی کریں۔ خواہ بعد میں تکلیف ہی اٹھائیں انسان کا تجربہ بھی یہی کہتا ہے کہ جب کسی کی شامت آتی ہے تو وہ باؤلوں کی طرح اپنی خواہشیں پوری کرنے میں لگ جاتا ہے۔ چنانچہ جس شخص یا جس قوم کو دیکھو کہ وہ مویشیوں کی طرح چرتی درندوں کی طرح پھاڑتی اور جانوروں کی طرح شہوت پوری کرنے میں لگی رہتی ہے سمجھ لو کہ دیر یا سویر اس کے سر پر کوئی بڑی زبردست آفت آنے والی ہے۔

بنی اسرائیل نے رسولوں کی ایک نہ سنی بہت سوں کو تو جھوٹا کہہ کر ٹال دیا۔ جو زیادہ سمجھ نے لگے انہیں جان سے مار ڈالا۔ مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام وغیرہ۔ یہ سب کچھ انہوں نے شیطانی خواہشوں میں پھنس کر کیا۔ یہی کم بخت خواہشیں ہیں جو انسان کو نیک کام کرنے سے روکتی ہیں۔

Marfat.com

گناہوں کا بدلہ

وَ حَسِبُوْٓا اَنْ لَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
اور گمان کیا انہوں نے کہ نہ ہوگی کچھ خرابی
فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ
پس وہ اندھے ہوئے اور بہرے ہوگئے، پھر توجہ کی
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا
اللہ نے ان پر پھر اندھے ہوئے اور بہرے ہوئے
كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ
بہت ان میں سے اور اللہ دیکھتا ہے
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾
اس کو جو وہ کرتے ہیں

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
اور انہوں نے خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی
فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ
پس اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا
نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں سے بہت
كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ
اندھے اور بہرے ہوتے اور اللہ دیکھتا ہے
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾
جو کچھ وہ کرتے ہیں

اس سے پہلے بتایا گیا کہ انسان کی نجات کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:
(۱) اللہ کو مانے۔ اگر اللہ کو مانے گا تو اس کے رسول کو ضرور پہچانے گا (۲) آخرت پر ایمان لائے (۳) نیک کام کرے۔ ان تینوں باتوں کے اختیار کرنے والے کو دونوں جہان میں نجات ملے گی۔

بنی اسرائیل نے ان باتوں کا اللہ سے عہد کیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اس عہد و پیمان کو بھول گئے اور اللہ کی نافرمانی کی۔ جس کا کھلم کھلا نشان یہ تھا کہ اس کے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا اور بہت سوں کو جان سے مار دیا۔ اس سے ان کے ایمان کی اور نیک کاموں کی کیفیت معلوم ہوگئی۔ ایمان والے ہوتے تو اللہ کی نافرمانی نہ کرتے اور نیک کام کرنے والے ہوتے تو اللہ کے رسولوں کو قتل نہ کرتے۔

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے اس کے بجائے کہ قیامت کو برحق مانیں اور بُرے کاموں کی سزا ملنے کے قائل ہوں، الٹا یہ خیال دل میں جما لیا کہ جو چاہے کرو کوئی حرج نہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے نیک کام کرنے والوں کی باتیں سننی چھوڑ دیں اور اندھے اور بہرے بن گئے۔ اللہ نے ان پر دُنیا کا عذاب مسلّط کیا۔ اور بُخت نصر نے ان پر حملہ کر کے ان کے ملک کو ویران کر دیا اور ان کو قیدی بنا کر بابل شہر لے گیا۔ اس بلا سے مشکل سے پیچھا چھوٹا تو توبہ کی اور اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد آنے والی نسلوں نے پھر وہی رویّہ اختیار کیا۔ دل کھول کر گناہوں میں پھنس گئے اور پھر ویسے ہی اندھے بہرے بن گئے۔ سچ ہے انسان کی خواہشیں اس کو اندھا بہرا بنا دیتی ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ گناہوں کی پکڑ نہ ہوگی تم اندھے بنو تو بنو اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کی نگاہ میں سے اس سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟

Marfat.com

نصاریٰ کا شرک

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا تحقیق
اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَ
اللہ وہی مسیح ہے بیٹا مریم کا اور
قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا
کہا مسیح نے اے اولاد اسرائیل بندگی کرو
اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ
اللہ کی رب میرا اور رب تمہارا بیشک بات یہ ہے جو
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ
شرک کرے ساتھ اللہ کے پس تحقیق حرام کردی
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ
اللہ نے اس پر جنت اور ٹھکانا اس کا
النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۷۲
آگ ہے اور نہیں واسطے ظالموں کے کوئی مددگار

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا تحقیق
اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَ
اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے اور
قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا
مسیح نے کہا ہے اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت
اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ
کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بیشک جس نے
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ
اللہ کا شریک ٹھہرایا پس تحقیق حرام کردی
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ
اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا
النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۷۲
دوزخ ہے اور کوئی گنہ گاروں کی مدد کرنے والا نہیں

اس آیت میں نصاریٰ کا حال بیان کیا جاتا ہے اور ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم بھی اپنے رسول مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کرتے ہو اور انجیل کے حکم کو معاف جھٹلا رہے ہو کہ اس رسول آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لاتے اور خبر نہیں کس دلیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتے ہو کان کھول کر سن لو کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تو یہی ہے جو مریم کے بیٹے کی شکل میں دنیا کے اندر ظاہر ہوا ہے وہ اللہ کے مرتبہ کو نہیں جانتے اور کافر ہیں۔ مسیح نے جو کچھ کہا تھا' یہ اس کے بالکل خلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو یہ کھلا پیغام دیا کہ اے اسرائیل کی اولاد! میرا رب اور تمہارا رب اللہ ہے' اس کے آگے سر جھکاؤ اور اس کی عبادت کرو۔ اس میں بالکل شک کی گنجائش نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا اور اس کو اس کے برابر کا معبود مانے گا۔ اللہ نے اسے جنت سے بالکل محروم کر دیا ہے اور جنت کا دروازہ اس کے لیے بند ہے۔ وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جو آگ کا ایک ڈھیر ہے۔ وہ یہ ظلم کر رہا ہے کہ اللہ کو اس کے مرتبے سے نیچے لا رہا ہے اور ایک انسان کو اس کے برابر کا ٹھہرا رہا ہے۔ ان ظالموں سے پوچھو کہ مسیح تو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ اور اللہ تعالیٰ کو اپنا آقا اور رب مان رہے ہیں پھر تم انہیں اللہ کیسے کہتے ہو ؂

Marfat.com

تثلیث کفر ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
البتہ بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا تحقیق اللہ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ
تیسرا ہے تین کا اور نہیں کوئی معبود
اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا
بجز معبود ایک کے اور اگر نہ رُکے
عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ
اس سے جو وہ کہتے ہیں تو البتہ ضرور پہنچے گا ان کو جنہوں نے
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۳)
کفر کیا ان میں سے عذاب دکھ والا
اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ
کیا پس نہیں توبہ کرتے ہیں طرف اللہ کی اور
يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
گناہ بخشواتے ہیں اس سے اور اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ (۷۴)
مہربان ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ
تین میں کا ایک ہے حالانکہ کوئی معبود نہیں
اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا
بجز ایک معبود کے اور اگر وہ اس بات سے باز نہ
عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ
آئے جو وہ کہتے ہیں تو بے شک ان میں سے کفر پر
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۳)
قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا
اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ
یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور
يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
اس سے گناہ کیوں نہیں بخشواتے اور اللہ بخشنے والا
رَّحِيْمٌ (۷۴)
مہربان ہے۔

ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ: (تیسرا تین کا) تین چیزوں کے مجموعہ میں ہر ایک مجموعہ کا تیسرا ہے عربی میں تین کو ثلثۃ کہتے ہیں اور تیسرے کو ثالث کہتے ہیں اس لیے ثلثۃ (تین) میں ہر ایک ثالث (تیسرا) ہے لہذا اس کا ترجمہ تین میں ایک یا تین میں تیسرا کیا جائے۔ بات ایک ہی ہے۔

لَيَمَسَّنَّ (البتہ ضرور پہنچے گا) یہ مَسّ سے بنا ہے جس کے معنی چھونے کے ہیں جو چیز بدن کو چھوئے گی۔ وہ جسم تک ضرور پہنچے گی۔ اس لیے اس کا ترجمہ "پہنچے گا" کیا گیا۔

عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے، یہ لوگ عجیب بیچدار بات کہتے ہیں کہ "اللہ تین میں سے ایک ہے"۔ ان تین کی فہرست یہ ہے اللہ۔ عیسیٰ مسیح اور روح القدس یا اللہ۔ عیسیٰ مسیح اور مریم۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ دو اور چیزوں سے مل کر پورا ہوتا ہے اور ان کے مانے بغیر ایمان ادھورا رہتا ہے، اس آیت میں ان عقیدہ والوں کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ خود کامل ہے کوئی اور چیز اسے کامل نہیں بناتی اور وہ اپنے وجود میں کسی اور کا محتاج نہیں وہی اکیلا معبود ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ ان بے ہودگیوں سے اللہ کے آگے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے اپنا گناہ کیوں نہیں بخشواتے وہ بڑا مہربان اور بخشش کرنے والا ہے۔

Marfat.com

حضرت مسیحؑ اور مریمؑ کی حیثیت

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ
نہیں مسیح بیٹا مریم کا مگر رسول
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ
تحقیق گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں
صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ
ولی ہے تھے وہ دونوں کھاتے کھانا دیکھ
كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
کیسے بیان کرتے ہیں ہم ان کے لیے دلیلیں پھر
انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ
دیکھ کہاں الٹے جا رہے ہیں وہ کہہ کیا پوجتے ہو تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ
سوا اللہ کے وہ جو نہیں مالک ہے تمہارے لیے
ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ
برائی کا اور نہ بھلائی کا اور اللہ وہی ہے
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾
سننے والا جاننے والا

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ
مریم کا بیٹا مسیح رسول کے سوا کچھ نہیں
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ
اس سے پہلے بہت رسول گذر چکے اور اس کی ماں
صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ
ولی ہے یہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھ
كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
ہم ان کو کیسے دلیلیں بتاتے ہیں پھر
انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ
دیکھ کہ وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں تو کہہ دے کیا تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ
اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے
ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ
بُرے کی مالک ہے نہ بھلے کی اور اللہ وہی
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾
سننے والا جاننے والا ہے

صِدِّيْقَةٌ: (ولی) سب سے اونچے درجے کا انسان نبی ہے۔ یہ سب مرد ہوتے ہیں۔ اس سے دوسرے درجے کا انسان صدیق ہے جو سچی باتوں کو صاف سمجھ لیتا ہے۔ ایک پاکباز عورت بھی اس درجہ کو پہنچ سکتی ہے اور اس کو صدیقہ کہتے ہیں۔

اس آیت میں حضرت عیسٰے مسیح علیہ السلام کی بابت ٹھیک ٹھیک باتیں بتائی گئی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ اللہ کے رسول تھے اس سے بڑھ کر ان کو کچھ اور نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ نہ خدا ہو سکتے ہیں نہ اس کی خدائی کے حصہ دار۔ اور رسول ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، جیسے پہلے نبی اور رسول بشر تھے ایسے ہی مسیحؑ بھی بشر ہیں۔ ہاں بہ حیثیت نبی ان کا مرتبہ بلند ہے ان کی والدہ بھی بشر ہیں اور ان کا مرتبہ بھی بلند ہے اور وہ صدیقہ ہیں، ان دونوں کے بشر ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ دونوں کھانا کھانے کے محتاج تھے۔ جس سے ان کی زندگی قائم رہے، اللہ کسی چیز کا محتاج نہیں اور ارشاد ہے کہ دیکھو ہم ان کے سامنے سچی سچی باتیں کس قدر کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ غلط باتوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں بھلا جو نہ نفع دے اور نہ ضرر کا مالک ہو اور نہ سنے نہ سمجھے اس کی عبادت کیسی؟ یہ سب صفتیں تو اللہ ہی میں ہیں۔

Marfat.com

دین میں غلو

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا
کہہ اے اہل کتاب مت بڑھاؤ
فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا
بیجا اپنے دین کے نا حق اور مت
تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا
پیروی کرو خیالات کی ان قوم کے جو سچ مچ بھٹکے
مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ
ان سے پہلے اور گمراہ کر گئے بہت لوگوں کو اور
ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع
بھٹک گئے وہ سیدھے راہ کی

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا
تو کہہ اے اہل کتاب ناحق مبالغہ نہ کرو
فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا
اپنے دین کی باتوں میں اور اللہ
تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا
لوگوں کے خیالات پر نہ چلو جو پہلے گمراہ
مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ
ہو چکے ہیں اور بہت لوں کو گمراہ کر
ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع ۱۱
گئے اور سیدھی راہ سے بہک گئے

لَا تَغْلُوْا (مت بڑھاؤ) غلو سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے نکل جانا ضرورت سے زیادہ کہنا یا کرنا۔

اَهْوَآءَ (خیالات) ہوٰی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں۔ من گھڑت خواہش اور بے اصل بات۔

پچھلے سبق میں سمجھایا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ دونوں خوراک کے محتاج تھے اور اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔ علاوہ ازیں مسیحؑ خود اقرار کرتے ہیں کہ میرا اور تمہارا معبود ایک اللہ کے سوا اور کوئی نہیں وہی پورے طور پر اچھی طرح سب سے واقف ہے اور سب کی سنتا ہے، وہی سب کا مالک ہے ضرر اور نفع پہنچانا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں تک اللہ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ کھانے کا محتاج نہ ہونا، ضرر اور نفع پہنچا سکنا۔ سب کی سننا اور سب کو جاننا ہونا۔ یہ تینوں باتیں ایک اللہ کے سوا کسی میں نہیں۔ اس لیے اس کے سوا کسی کو معبود ٹھہرانا اور اس کے آگے عاجزی سے جھکنا غلط اور بیکار ہے۔

پہلے اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ اپنے دین میں غلط اور جھوٹی باتیں نہ بڑھائیں اور لوگوں کی نقل نہ کریں۔ کیونکہ وہ تو خود بھی گمراہ تھے اور بہت سوں کو گمراہ کر گئے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انجیل میں تو شرک سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن بعد میں نصاریٰ کے ایک عالم پولوس نے یونانیوں اور رومیوں کی دیکھا دیکھی اپنے مذہب میں بھی بت پرستی کو فروغ دیا، اور جیسے وہ اپنے دیوتاؤں کو خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور ان دیوتاؤں کی طرح خدائی صفات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بیان کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ عیسائی مذہب پرانے غلط مذاہب کی نقل بن کر رہ گیا۔

ارشاد ہے کہ وہ لوگ تو خود بھٹکے ہوئے اور دوسروں کو بہکانے والے تھے۔ سیدھا راستہ چھوڑ چکے تھے، تم ان کی باتیں مت سیکھو اپنی کتاب کی ٹھیک پیروی کرو۔

Marfat.com

لعنت کا سبب

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ
لعنت کیے گئے جو کافر ہوئے بنی اسرائیل میں سے
عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ؕ
اوپر زبان داؤد اور عیسیٰ بیٹے مریم کے
ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ﴿۷۸﴾
وہ اس لیے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور تھے حد سے گذرے ہوئے
کَانُوۡا لَا یَتَنَاهَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡهُ ؕ
تھے وہ نہ منع کرتے آپس میں بُرے کام سے جو وہ کرتے تھے
لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۹﴾
البتہ برا ہے وہ جو تھے وہ کرتے

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ
بنی اسرائیل میں کے کافر ملعون ہوئے
عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ؕ
داؤد کی اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کی زبانی
ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ﴿۷۸﴾
یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے
کَانُوۡا لَا یَتَنَاهَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡهُ ؕ
آپس میں بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے منع نہ کرتے تھے
لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۹﴾
کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے

عَصَوْا : (نافرمانی کی انہوں نے) عصیان سے ہے جس کے معنی ہیں نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا۔ لفظ عاصی بھی اسی سے بنا ہے۔
یَعْتَدُوْنَ : (حد سے گذر گئے تھے) عدوان سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھنا زیادتی اور سرکشی کرنا۔
لَا یَتَنَاهَوْنَ : (نہ روکتے تھے) تناہی سے ہے۔ اس کا مادہ نہی ہے۔ نہی کے معنی ہیں منع کرنا۔ تناہی کے معنی ہیں خود رک جانا اور آپس میں ایک دوسرے کو روکنا ہیں، یہاں دونوں معنی ٹھیک ہیں۔ ترجمہ میں دوسرے معنی اختیار کیے گئے ہیں۔

پچھلے سبق میں اہل کتاب کو عام طور پر نصیحت کی گئی تھی کہ دین میں ایسی باتیں شامل نہ کریں جو اس میں نہیں ہیں اور پچھلے بے دین لوگوں اور بت پرستوں سے لی گئی ہیں۔

اس آیت میں ان کو ڈرایا گیا ہے کہ تمہاری بُری عادتوں کی وجہ سے دو بڑے مرتبہ والے رسول یعنی داؤدؑ اور عیسیٰؑ تمہیں ملعون قرار دے چکے ہیں۔ اس لعنت سے نکلنا ہے تو اسلام قبول کرو ورنہ اس کا نتیجہ تمہارے لیے بُرا ہوگا۔

ارشاد ہے کہ داؤدؑ اور عیسیٰؑ نے یہود کے کافروں پر لعنت کی۔ اس کی تین وجوہ بیان کی گئیں :

(۱) ایک یہ کہ گناہوں میں پھنسے ہوئے تھے (۲) دوسرے یہ کہ دین کی قائم کی ہوئی حدیں توڑ چکے تھے اور بُرے کاموں کی عادت ان میں عام ہو چکی تھی (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ نہ تو گناہوں سے کوئی آپ رکتا تھا اور نہ دوسرے کو روکتا تھا۔

جب کسی قوم کی عادتیں اس قدر بگڑ جائیں کہ گناہ کو معمولی شغل بنا لے اور بُری باتوں سے ان میں نہ کوئی رکنے والا ہو نہ روکنے والا، بلکہ اس کے برخلاف بزدل کو اچھا سمجھا جانے لگے تو وہ قوم لعنت کی مستحق ہوتی ہے، وہ اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کا ذلیل اور برباد ہو جانا یقینی ہے کیونکہ گناہ پر کوئی پرسش نہ ہو تو آدمی تو گنہگار خود بھی گناہ چھوڑنے کی کوشش نہیں کرتا پھر اس کی کوئی پکڑ نہ ہوتی دیکھ کر اور لوگ بھی گناہ کرنے کی دلیری ہوتی ہے یوں ساری قوم بگڑ کر برباد ہو جاتی ہے ۔

Marfat.com

کفّار کی دوستی

تَرٰی كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

تو دیکھتا ہے ان میں کہ بہت سے لوگ کافروں سے دوستی کرتے ہیں
البتہ برا ہے جو پیشگی بھیجا اپنے لیے خود انہوں نے وہ یہ کہ
اللہ کا غضب ان پر ہوا اور وہ عذاب میں
ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اگر وہ
اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو نبی پر اترا یقین
رکھتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن
ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ یہودیوں میں گناہوں کا عام رواج ہو گیا تھا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت داؤدؑ اور پھر حضرت عیسیٰؑ نے ان پر لعنت کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی انہوں نے ان سے دشمنی کی۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ اب بھی ٹھیک راستے پر چلنے والوں سے دشمنی کر رہے ہیں اور گمراہ لوگوں سے دوستی گانٹھتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ یہ بہت برا کام ہے۔ دنیا سے ٹھیک باتوں کو مٹانے اور بری باتوں کے پھیلانے کا باعث بننے اس کی سزا یہ ہوگی کہ ان پر دنیا اور عقبیٰ میں اللہ کا غضب نازل ہوگا۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر ان کا اللہ پر، اس کے نبیوں پر اور ان کی کتابوں پر ایمان ہوتا تو یہ کبھی کافروں، شریروں اور مفسدوں سے یارانہ نہ گانٹھتے۔ لیکن یہ نہ پسند ہے کے نافرمان ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دراصل اللہ اور نبی پر ایمان ہی نہیں۔

یہاں ہم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آج کل کہیں ہم میں بھی یہی برائیاں تو نہیں آگئی ہیں جو یہودیوں میں تھیں کیا ہمارا ایمان درست ہے ——؟ اس کی درستی کی نشانی یہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ دوستی اور بروں کے ساتھ بے تعلقی ہو کیا ہم میں یہ بات ہے اگر نہیں تو اس کا تدارک ضروری ہے ؛

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کا موازنہ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً
البتہ ضرور پاوے گا سخت ترین سب لوگوں سے دشمنی میں
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَ الَّذِیْنَ
ان کے ساتھ جو ایمان لائے یہود کو اور ان کو جو
اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ
مشرک ہوئے اور البتہ تو ضرور پاوے گا نزدیک تر ان میں سے
مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
محبت کرنے میں ساتھ ان کے جو ایمان لائے ان کو جو
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ
کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً
تو پاوے گا سب سے زیادہ دشمن
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ
مسلمانوں کا یہودیوں کو اور مشرکوں
اَشْرَكُوْا ۘ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ
کو اور تو پاوے گا محبت میں
مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
مسلمانوں سے نزدیک ان لوگوں کو جو
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ
کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

اسلام کے ظاہر ہوتے ہی اس کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ فقط دنیا کے فائدے چاہتے تھے کہ سب پر غالب تو فقط ہم رہیں اور باقی لوگ ہم سے دب کر ہماری خدمت کریں اور جس طرح ہم چاہیں چلیں۔ اس کا نتیجہ سوا اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپس میں ہر وقت لڑائی رہے اور ضرورت کی چیزیں ایک دوسرے سے چھین کر حاصل ہوں۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنا چاہا' اور سب کو ایک خیال پر جمع کر کے ان کو آپس میں بھائی چارے کے طریقے پر ڈالنا چاہا خود غرض لوگوں کو اس میں اپنی موت دکھائی دی۔ ہر ایک نے یہ سوچا کہ اس طرح مل جل کر رہنے سے تو ہماری سرداری کا کبھی موقعہ نہیں آسکتا۔

سب سے زیادہ خود غرضی یہود میں تھی' اس لیے سب سے بڑھ کر اسلام کے دشمن وہی ہوئے' ان کے بعد عرب کے مشرک لوگ تھے۔ یہ تھے ہی جاہل۔ جب یہود جیسے پڑھے لکھے لوگ بگڑ گئے' تو ان کا تو ذکر ہی کیا تھا۔ یہ تو مسلمانوں سے خوب ہی لڑے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کی وجہ بتائی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن یہود اور مشرک ہیں کیونکہ یہ پہلے درجے کے خود غرض ہیں۔

ہاں عیسائی ایسے سخت دشمن نہیں ہیں۔ چنانچہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی۔ روم وغیرہ کے عیسائی بادشاہوں نے بھی آپ کے بھیجے ہوئے پیغام کی بے ادبی نہیں کی۔ اس کے برخلاف یہودیوں نے مسلمانوں کو خوب ستایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا۔ پتھر گرا کر بے خبری میں مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لڑائی میں مشرکوں کی مدد کی۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہودی اور مشرک سب سے زیادہ سخت دل ہیں اور عیسائی ان کے مقابلے میں زیادہ نرم دل اور سمجھ دار ہیں۔

Marfat.com

نرم دلی کے اسباب

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ
یہ بوجہ اس کے کہ ان میں عالم ہیں
وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا
اور درویش اور یہ کہ وہ نہیں
يَسْتَكْبِرُوْنَ (۸۲)
بڑے بنتے

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ
یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں عالم
وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا
اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں
يَسْتَكْبِرُوْنَ (۸۲)
کرتے

قِسِّيْسِيْنَ: قسیس کی جمع ہے۔ قسیس کے معنی عالم ہیں۔ جن کو آج کل پادری وغیرہ کہتے ہیں۔

رُهْبَانٌ: راہب کی جمع ہے۔ راہب کے معنی ہیں دنیا سے قطع تعلق کر کے دینی کام اور عبادت میں مشغول رہنے والا فقیر اور درویش۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے دشمن یہودی اور مشرک ہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں مسلمانوں سے محبت کرنے میں ان سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہود اور مشرک ہمیشہ مسلمانوں کے دشمن ہوں گے اور نصاریٰ ہمیشہ مسلمانوں کے دوست بن سکتے ہیں۔ آج کی آیت میں بتایا گیا ہے کہ قاعدہ بنا لینا صحیح نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور دوستی کا دار و مدار چند صفتوں پر ہے۔

جس وقت قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس زمانے میں ان صفتوں کا یہودیوں میں اور مشرکوں میں نام و نشان بھی نہ تھا اور نصاریٰ میں یہ صفتیں موجود تھیں۔ اگر کبھی نصاریٰ میں بھی یہ صفات نہ رہیں تو وہ بھی مسلمانوں کے دشمن ہو سکتے ہیں۔ آج کے سبق میں ان صفتوں میں سے دو صفتیں بیان کی گئی ہیں باقی آگے بیان کی جائیں گی۔

ارشاد ہے کہ مسلمانوں سے یہود اور مشرکوں کی دشمنی اور نسبتاً نصاریٰ کے قرب کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے اندر اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھنے کی بیماری نہیں ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس زمانے کے یہودی دین کے صحیح علم سے بالکل کورے تھے۔

اس کے خلاف عیسائیوں نے مختلف موقعوں پر ظاہر کیا کہ ان میں دین کی باتوں کی سمجھ زیادہ ہے۔ ان سب سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہودی سخت دل اور ضدی تھے اور یہ ان کی جہالت کی نشانی ہے۔ وہ مال و دولت کے بہت لالچی تھے، اور اپنے ہی نفع کی دھن میں ہر وقت رہتے تھے، یہ دنیا کی محبت کی علامت ہے، وہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تکبر میں مبتلا تھے جس میں یہ بری صفتیں ہوں گی۔ وہ نیک لوگوں کا دشمن ہوگا خواہ وہ یہودی ہو، نصرانی ہو یا مشرک ہو۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان ان آفتوں میں مبتلا ہو جائے۔ تو وہ بھی اپنے نیک مسلمان بھائیوں کا دشمن ہو جائے گا۔

Marfat.com

نرم دل ہونے کی پہچان

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
اور جب سنتے ہیں جو اتارا گیا طرف رسول کی
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
تو دیکھے تو ان کی آنکھیں بہ پڑتی ہیں آنسوؤں سے
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اس وجہ سے کہ پہچان لیا انہوں نے سچی بات کو کہتے ہیں وہ اے ہمارے رب
اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ
ایمان لائے ہم پس لکھ لے ہم کو ساتھ گواہوں کے اور
مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا
کیا ہوا ہم کو کہ نہ ایمان لائیں ہم ساتھ اللہ کے اور اس کے جو
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
آئی ہمارے پاس سچائی سے اور توقع رکھیں ہم یہ کہ داخل کرے ہم کو
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
ہمارا رب ساتھ قوم نیک بختوں کے

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
اور جو کچھ رسول پر اترا جب اسے سنتے ہیں
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
تو ان کی آنکھوں کو تو دیکھے کہ آنسوؤں سے ابلتی ہیں
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
چونکہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا کہتے ہیں اے ہمارے رب
اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ
ہم ایمان لائے سو تو ہم کو ماننے والوں کے ساتھ لکھ اور
مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا
ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم کو حق سے پہنچی
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
ایمان نہ لائیں اور اس کی توقع رکھیں کہ ہمارا رب
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
ہم کو نیک بختوں کے ساتھ داخل کرے

تَفِيْضُ فیض سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز سے بھر کر ابل پڑنا یہاں مراد یہ ہے کہ ان کی آنکھوں میں اتنے آنسو بھر آتے ہیں کہ باہر نکل پڑتے ہیں
شٰهِدِيْنَ : شاہد کی جمع ہے وہ شخص جو کسی بات کو سچا کہے اور اس کو مانے۔

اس آیت میں اس زمانے کے یہود اور نصاریٰ میں فرق دکھایا گیا ہے۔ یہود اتنے سخت دل تھے کہ قرآن پاک کو سن کر اس کی ہنسی اڑاتے تھے دوسری طرف نصاریٰ قرآن شریف سن کر اس کی سچائی کی تاثیر سے روتے تھے ایک تو ہمیں وقت مکہ سے کچھ مسلمان مجبور ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی کو قرآن شریف کی سورت مریم سنائی تو بادشاہ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رونے لگا اور قرآن شریف کی سچائی کو مان گیا
دوسرے جب مدینہ میں کچھ عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائیوں کے نمایندے بن کر آئے تو قرآن شریف کو سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ ایمان لے آئے اور کہہ اٹھے کہ اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم کو ایمان لانے والوں میں لکھ لے اور ہمارے پاس نہیں کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں اور ہمارے پاس جو سچی بات پہنچی ہے اسے نہ مانیں اور پھر امید رکھیں کہ اللہ ہم کو اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے گا۔

Marfat.com

ایمان کا بدلا

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ
پس ثواب دیا ان کو اللہ نے بدلے اس کے جو انہوں نے کہا باغ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ
کہ چلتی ہیں جن کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں
فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾
اس میں اور یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا
وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ
اور جو لوگ کافر ہوئے اور جھٹلایا ع آیتوں کو ہماری
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾ ع ۱۶
وہ ہیں ساتھی دوزخ کے

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ
پھر اس کہنے پر اللہ نے ان کو بدلے میں ایسے باغ دیئے
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ
کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہی رہا
فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾
کریں اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا
وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ
اور جو لوگ منکر ہوئے اور ہماری آیتوں کو
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾ ع
جھٹلانے لگے وہ دوزخ کے رہنے والے ہیں

اثاب: (بدلہ دینا) ثابۃ سے ہے جو ثواب سے بنا ہے ثواب کے معنی ہیں نیک بدلہ۔ اثابۃ کے معنی بدلہ دینا۔
اَصْحَابٌ: (ساتھی) صاحب کی جمع ہے جو صحبت سے بنا ہے صحبت کے معنی ہیں ساتھ صاحب کے معنی ہیں ساتھی۔ دوست کسی چیز کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا کسی لفظ کے ساتھ مل کر اس کے معنی "والا" کر لیے جاتے ہیں۔ اصحاب الجنۃ جنت والے اصحاب النار۔ دوزخ والے

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا اور کہا کہ یہ سچا نبی ہے اور یہ سچی کتاب ہے ان کے لیے ان کے اس کہنے کے بدلے میں اللہ نے بڑا اچھا انعام تجویز کر رکھا ہے۔ جو ان کو آخرت میں دیا جائے گا اور چونکہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ اس لیے اس آیت میں اس کو اس طرح کہا ہے۔ رہے وہ لوگ جو قرآن مجید سن کر ایمان لے آئے عیسائیوں میں بہت زیادہ تھے اور یہودیوں میں بہت کم۔ اسی لیے پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ یہود مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور نصاریٰ اتنے نہیں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ پر موقوف نہیں۔ جس قوم میں یہ صفات ہوں گی یعنی دین کا علم۔ دنیا سے دل ہٹا ہوا ہونا اور تکبر نہ ہونا۔ وہ قوم مسلمانوں سے بہت جلد محبت کرنے لگے گی۔ ورنہ پھر وہ مسلمانوں کے سخت دشمن ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ اللہ ایمان لانے والوں کو بدلے میں سرسبز اور سیراب باغوں میں رہنے کی جگہ دے گا جس میں خوش گوار نہریں بہتی ہوں گی اور ان کے رہنے کی جگہ ہمیشہ کے لیے وہی ہوگی، نیک لوگوں اور اچھے اعمال والوں کی جزا یہی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ جو لوگ ہماری اتاری ہوئی آیتوں کو جھوٹی بتلاتے ہیں۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

Marfat.com

یہود اور نصاریٰ کا طرزِ عمل

قرآن جہاں انسان کو اس دنیا میں اس راستہ پر چلنا سکھاتا چاہتا ہے۔ جس پر چلنے سے اس کو یہاں بھی چین اور آرام ملے اور مرنے کے بعد بھی اس کو ہمیشہ کی راحت نصیب ہو۔ حقیقت میں انسان کے لیے یہی راستہ مقرر ہے۔ اس کو چھوڑ کر وہ جو راستہ بھی اختیار کرے گا پچھتاوے گا اور اگر اس دنیا میں بظاہر بڑی آفتوں سے بچا ہوا بھی نظر آئے۔ پھر بھی اس کو اصلی خوشی نہیں حاصل ہو سکتی اور مرنے کے بعد تو یقیناً اس کو بڑی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

قرآن مجید کے سمجھانے کا طریقہ اس قدر عجیب و غریب ہے کہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرے اور اس کی سمجھ میں نہ آئے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہر ایک کو آسانی سے نصیب نہیں ہوتا کچھ ایسی مشکلات آڑے آجاتی ہیں کہ نہ سننے کا موقعہ ملتا ہے نہ پڑھنے کا نہ سمجھنے کا۔ بلکہ بعض کو ضد ہو جاتی ہے اور آخر یہ ٹھان لیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے یہ کیا کہتا ہے ہم تو وہی کریں گے جو ہمارا دل چاہے۔

انسان کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے۔ قرآن مجید اس سے آگاہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا۔ لیکن وہ اس کی وجہ سے سمجھانا نہیں چھوڑتا۔ اور کسی کی ضد دشمنی اور مخالفت کی نہ اسے پروا ہے نہ ڈر ہے، جو کہنا ہے اپنی مقررہ طرز میں نہایت آسانی اور زور کے ساتھ کہتا ہے۔

اس سورت میں بہت سے پہلے کافروں، مشرکوں، یہود و نصاریٰ اور منافقوں کا کچا چٹھا کھولا جا رہا ہے اور مقصود یہ ہے کہ جس کی قسمت میں بچنا ہو۔ ان برائیوں سے بچے اور صحیح راستہ اختیار کرے ان پانچوں قسم کے لوگوں میں سے جس کو جی چاہے۔ ایمان لا کر اور نیک کام کرکے اپنی دنیا اور آخرت سنوار لے۔ ورنہ وہ پچھتائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ وہ سر پکڑ کر روئے گا۔

یہود و نصاریٰ کا ذکر زیادہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ان سے توقع تھی کہ یہ بات کو سمجھیں گے اور آپ بھی گمراہی سے رکیں گے اور دوسروں کو بھی روکیں گے، لیکن یہود کا یہ حال تھا کہ پہلے زمانہ میں نیک ہونے کا اقرار کرکے پھر گئے اور اپنے نصیحت کرنے والوں کو اذیتیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ نبیوں تک کو قتل کر ڈالا۔ نصاریٰ ان سے کسی قدر بہتر تھے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وہ نفرت نہیں برتی جیسی یہودیوں نے برتی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے بھی اسلام کو اور رسولِ اسلام کو نہ مانا اور اپنے ہی خیالات میں پھنسے رہے۔ آخر میں جو سبق سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سے وہ شخص نفع اٹھائے گا، جو دین کا علم سیکھے گا اور دنیا سے زیادہ دل نہ لگائے گا اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہ سمجھے گا یعنی تکبر میں مبتلا نہ ہوگا۔ عیسائیوں میں پہلے یہی باتیں تھیں اور یہود ان سے کورے تھے اس لیے ان کے دل بہ نسبت یہودیوں کے اسلام کی طرف جلد مائل ہو جاتے تھے ——— ہمیں یہ کرنا چاہیے کہ پچھلے سبقوں پر خوب غور کریں اور پھر دیکھیں کہ کہیں وہ برائیاں ہم میں تو نہیں ہیں جو یہودیوں میں تھیں اور اگر خدانخواستہ اپنے میں ان کی سی کوئی برائی پائیں تو اس سے اپنے آپ کو پاک کریں۔

Marfat.com

حلال کو حرام نہ ٹھیراؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مت حرام کرو پاکیزہ چیزیں

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ

جو حلال کیں اللہ نے تمہارے لیے اور مت حد سے بڑھو بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷ وَكُلُوْا

اللہ نہیں پسند کرتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اس میں سے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

جو دیا تم کو اللہ نے حلال پاکیزہ

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ

اور ڈرو اللہ سے وہ کہ تم جس پر

مُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

ایمان لانے والے ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

اے ایمان والو وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ

حلال کر دیں حرام مت ٹھیراؤ اور حد سے مت بڑھو بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷ وَكُلُوْا

اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

کے دیے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو کھاؤ

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ

اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان

مُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

رکھتے ہو

قرآن مجید لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلانا چاہتا ہے کہ جو چیزیں فائدے کی ہیں انہیں اختیار کیا جائے اور جو نقصان پہنچانے والی ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے اس کی آیتوں میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ امر کے معنی ہیں کسی چیز کے کرنے کا حکم، نہی کے معنی ہیں کسی چیز کے نہ کرنے کا حکم۔ یہ احکام کہیں تو صاف صاف ہیں۔ کہ یہ کرو۔ یہ مت کرو اور کہیں دوسرے لوگوں کے حالات ایسے طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ جن سے سوچنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی اچھی باتیں ہمیں اختیار کرنی چاہییں اور ان کی بری باتیں ہمیں چھوڑ دینی چاہییں۔ یہود میں یہ برائی ہے کہ دین سے بے پروا ہیں۔ اور خواہشوں کی پیروی میں لگ گئے ہیں۔ نصاریٰ دین میں بہت کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر اسے بھی دین سمجھتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اچھی اور ستھری چیزوں کو جو تمہارے لیے حلال ہیں کھاؤ پیو۔ لیکن دین کی سرحدوں کے اندر رہو۔ نہ اس میں کمی کرو نہ زیادتی۔ یہود نے حرام چیزوں کو اپنے لیے حلال کر کے جو جی چاہا۔ کیا۔ نصاریٰ نے حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیا۔ اور جوگی اور راہب بن گئے۔ تمہیں چاہیئے کہ اس کمی زیادتی سے بچو۔ اور اللہ کا ڈر اور خوف دل میں پیدا کرو۔ اور اس کی مہربانیوں سے اسی کے حکم مانو۔ اپنی خواہشوں کے مطابق فیصلے نہ کرو۔

Marfat.com

قسموں کے حکم (الف)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِ اللَّغْوِ
نہیں پکڑتا تم کو اللہ بوجہ بیہودہ کے
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
بیچ قسموں تمہاری کے اور لیکن پکڑتا ہے تم کو
بِ مَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَ كَفَّارَتُهٗ
بوجہ اس کے کہ مضبوط باندھو تم قسموں کو پس کفارہ اس کا
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ
کھانا کھلانا ہے دس محتاجوں کو درمیانی درجہ کا
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
جو کھلاتے ہو تم گھر والوں کو اپنے یا کپڑا پہنانا
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ
ان کو یا آزاد کرنا ایک گردن کا

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ
اللہ تم کو تمہاری بیہودہ قسموں پر
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
نہیں پکڑتا لیکن اس پر پکڑتا ہے
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗ
جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ
دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجہ کا
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
کھانا جو تم اپنے گھر والوں کو دیتے ہو یا دس
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ
محتاجوں کو کپڑا پہنا دینا یا ایک گردن آزاد کرنی

لَا يُؤَاخِذُ (نہیں پکڑتا) مواخذہ سے بنا ہے۔ اخذ کے معنی پکڑنا، تھامنا۔ مواخذہ کے معنی ہیں کسی بات پر جواب طلب کرنا، سزا دینا۔

لَغْوٌ (بیکار، بیہودہ) وہ کام جو بے ارادہ ہو جائے، یہاں مراد وہ قسم ہے جو بغیر مقصد و ارادہ منہ سے نکل جائے۔

اَيْمَانٌ (قسمیں) یمین کی جمع ہے جو عربی میں قسم کو کہتے ہیں۔

عَقَّدْتُّمْ (باندھو تم) تعقید سے ہے جو عقدہ سے بنا ہے۔ عقدہ گرہ کو کہتے ہیں۔ تعقید۔ گرہ لگانا۔ مضبوط کرنا۔ مراد یہ ہے۔ ارادتاً قسم کھانا۔

كَفَّارَةٌ: وہ کام ہے جو کسی برے کام کی سزا میں کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ اس کی برائی دور ہو جائے۔

حلال چیزوں کو حرام کر لینے کی ایک صورت یہ تھی۔ لوگ قسمیں کھا لیتے اور اگر کوئی کسی چیز یا بات کے نہ کرنے کی قسم کھا لے تو اس چیز یا بات کو وہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر کر لے تو اسے اس کی سزا بھگتنی پڑے گی جس کو قسم کفارہ کہتے ہیں۔

لغو قسم پر کوئی پکڑ نہیں ہے لیکن جو قسم ارادہ اور قصد کے ساتھ کھائی جائے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا یعنی یا تو دس محتاج آدمیوں کو کھانا کھلانا ہوگا جو یا تو ایک دم دس آدمیوں کو بٹھا کر ویسا ہی کھانا جیسا اس کے گھر والے معمول کے مطابق کھاتے ہیں کھلا دے یا صدقہ فطر کے برابر ہو مسکین کو دے دے۔ یا اس کی قیمت دے دے۔ یا کھانا نہیں تو دس محتاجوں کو کپڑا دے دے اس قدر جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔ مثلاً کرتا۔ پاجامہ یا لنگی اور چادر اور یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کر دے۔

Marfat.com

قسموں کے حکم (ب)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
پھر جس کو میسر نہ ہو تو تین دن کے
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ
روزے رکھنے ہیں یہ تمہاری قسموں کا
اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا
کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو اور اپنی
اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
قسموں کی حفاظت رکھو اللہ تعالےٰ اپنے حکم اسی
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾
طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم احسان مانو

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
پس جو نہ پائے تو روزے رکھے
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ
تین دن کے کفارہ ہے
اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا
قسموں کا تمہاری جب تم قسم کھاؤ اور حفاظت کرو
اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
قسموں کی اپنی اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾
تمہارے لیے حکم اپنے تاکہ تم شکر کرو

كَفَّارَةُ : اس کے یہ معنیٰ بھی یاد رکھنے چاہئیں کہ یہ کسی پابندی سے آزاد ہونے کا طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔

حَلَفْتُمْ : حلف سے ہے جس کے معنی ہیں قسم۔ اس آیت میں قسم کے لیے دو لفظ آئے ہیں۔ حَلَف اور یمین جس کی جمع اَیْمَان ہے۔

پچھلے سبق میں قسم کا کفارہ بیان ہوا۔ وہ ان لوگوں کے لیے تھا۔ جن کے پاس کم سے کم اتنا مال ہے جس پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے ایسے شخص کو صاحب نصاب کہتے ہیں۔

اس سبق میں ارشاد ہے کہ جو صاحب نصاب نہیں۔ اس کے لیے قسم کا کفارہ یہ ہے کہ تین دن کے روزے رکھے۔ فرمایا کہ جب تم قسم کھا ہی بیٹھو۔ تو اس سے نکلنے اور آزاد ہونے کا طریقہ یہ ہے جو بیان کیا گیا۔ اس کے بغیر تمہیں اپنی قسموں کا پابند رہنا پڑے گا۔ اس لیے قسم سوچ سمجھ کر کھانی چاہیئے۔

عالموں نے کہا ہے کہ شرع میں جو چیز صاف طور پر حلال ہے، اس سے پرہیز کرنا بُری بات ہے اور پرہیز دو طرح ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ عابد، زاہد بننے کے لیے اپنے اوپر مشکلیں ڈال لے اور اچھا کھانا اور اچھا پہننا وغیرہ چھوڑ دے، اس کو رہبانیت کہتے ہیں۔ اسلام میں یہ بات پسند نہیں۔ دوسرے یہ کہ غصہ میں یا تنگ میں آکر قسم کھالے کہ یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ حالانکہ شرع میں وہ جائز ہے۔ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے۔

اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہیئے، ورنہ اس کی پابندی لازم ہوگی۔ آگے ارشاد ہے کہ اللہ تمہاری آسانی کے لیے سارے حکم کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس کا شکر کرو اور احسان مانو کہ اس نے تمہارے لیے آسانی کا راستہ مقرر کر دیا۔

Marfat.com

شراب اور جُوّا

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے سوا کچھ نہیں کہ شراب
وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ
اور جوا اور بت اور پانسے
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ
پلیدی ہے کام سے شیطان کے پس بچو تم
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾
اس سے کہ تم فلاح پاؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ
اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب
وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
اور جوا اور بت اور پانسے
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ
سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾
رہو تاکہ تم نجات پاؤ

اَنْصَابُ : (تھان) بت کے نام کی جگہ مقرر کرکے ان کے نام پر ذبح کرنا۔ یہ لفظ شروع سورت میں گذر چکا ہے۔

اَزْلَامُ : (تیر) زلم کی جمع ہے، پانسہ ان سے عرب جوا کھیلتے تھے اور بتوں کے پاس بھی یہ تیر رکھے رہتے تھے جن پر اس طرح کے حکم جیسے کرو نہ کرو۔ اچھا ہے۔ برا ہے وغیرہ لکھے ہوتے تھے جب کوئی کام کرنا ہوتا تو ایک تیر ان میں سے کھینچ لیتے اور جو اس میں لکھا نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے گویا یہ بت کا حکم حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا۔

اس آیت میں صاف صاف حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم چار چیزوں کے پاس نہ پھٹکو۔ شراب۔ جُوا۔ بت اور پانسے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے عربوں کو ان چاروں چیزوں کی بڑی دھت تھی۔ جب قرآن مجید نے انسان کو اس دنیا میں رہنے کا اعلیٰ طریقہ سکھایا تو پہلے پہل شراب سے سختی کے ساتھ منع نہیں کیا۔ شراب بھی چلتی رہی اور دین کے احکام جاری کر دیے گئے۔ آخر تجربے نے یہی بتلایا کہ شراب پینے والے دین کے کام جیسے کرنے چاہئیں نہیں کر سکتے۔ بلکہ بعض وقت جو کام نہ کرنے چاہئیں۔ وہ نشہ میں کر بیٹھتے ہیں۔ جب سمجھ دار لوگوں کو یقین ہو گیا کہ دین اور شراب ساتھ نہیں چل سکتے تو انہوں نے شراب کی بابت صاف صاف حکم چاہا۔

پہلے ایسی آیتیں اتریں جن میں شراب سے رفتہ رفتہ روکا جاتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ سے دعا کی کہ اس بُری چیز سے لوگوں کو قطعاً روک دیا جائے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں چار چیزوں کو نجاست اور پلیدی ٹھیرایا یعنی ان سے ایسے دور بھاگو جیسے پلید اور گندی چیزوں پاخانہ اور پیشاب وغیرہ سے بھاگتے ہو۔ کیونکہ ان کے ذریعے شیطان اپنا مطلب نکالتا ہے اور انسان کو تباہ و برباد کرتا ہے اور یہی چیزیں ساری خباثتوں کی جڑ ہیں یعنی شراب جوا بتوں کی تعظیم اور ان سے مدد مانگنا اور پانسے پھینکنا اور اس طرح حکم معلوم کرنا۔

Marfat.com

اُن کی خرابیاں

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ
سوا اس کے کچھ نہیں کہ چاہتا ہے شیطان یہ کہ ڈالے
بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ
درمیان تمہارے دشمنی اور بیر
فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ
بذریعہ شراب اور جوے کے اور روکے تم کو
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ
سے یاد اللہ کی اور نماز سے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱)
پس کیا تم رک جانے والے ہو ان سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ
شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں شراب اور
بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ
جوے کے ذریعے دشمنی اور بیر ڈالے
فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ
اور تم کو اللہ کی یاد سے
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ
اور نماز سے روکے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱)
سو اب بھی تم باز آؤ گے

شراب اور جوے میں سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ یہ دونوں اس راستے سے جو انسان کی بھلائی کا ذمہ لیتا ہے اور جس پر قرآن مجید اسے چلانا چاہتا ہے۔ انسان کے روکنے میں بڑی مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے ذریعے سے شیطان کو جو ہر وقت انسان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہے۔ انسان پر قابو پانے کے بہت سے راستے مل جاتے ہیں۔

اسلام انسان کو مل جل کر رہنا سکھاتا اور آپس کے لڑائی جھگڑے اور فساد سے روکنا چاہتا ہے۔ لالچ۔ خودغرضی خراب خواہشیں آپس میں فساد کا باعث ہوتی ہیں۔ اس کے روکنے کا طریقہ اسلام نے یہ پیش کیا ہے۔ کہ اللہ کو مانو اور ہر وقت اسی کو یاد رکھو اور دن رات میں پانچ وقت ایک جگہ فقط اسی لیے جمع ہو کہ سب مل کر اللہ کی یاد کرو۔ تاکہ اللہ کے ذکر کے ساتھ یہ بھی خیال آ جائے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ جو کچھ جس کے پاس ہے۔ اس سے دوسروں کو نفع پہنچانا چاہیئے۔ دوسروں کو محنت اور دکھ میں پھنسا کر خود پیسہ جمع کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔ اوروں کے ساتھ معاملہ میں تنگدل بخیل اور خودغرض نہیں ہونا چاہیئے۔ شراب اور جوا دونوں ان سب چیزوں کے دشمن ہیں یہ آدمی کو شہوت پرست۔ لالچی۔ خودغرض بناتے ہیں اور ان چیزوں کے کرنے پر اکساتے ہیں۔ جن سے آپس میں لڑائی جھگڑے اور فساد کی بنیاد پڑتی ہے۔ سب عقلمند اس سے اتفاق کریں گے کہ شراب اور جوا دشمنی اور لڑائی کی اصل جڑیں ہیں تعجب ہے کہ وہ جانتے ہیں اور نہیں چھوڑتے۔

Marfat.com

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ
اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور
احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَ
بچتے رہو پس اگر پیٹھ موڑو گے تو
اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
جان لو کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اوپر (ذمے) رسول ہمارے کے پہنچا دینا ہے
الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾
کھلم کھلا

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ
اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور
احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ
بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے صرف کھول کھول
الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾
کر پہنچا دینا ہے۔

اس آیت میں قرآن کا مقصد بالکل کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے جو کام ہے اس کو بھی خوب واضح کر دیا گیا ہے قرآن مجید کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے لیے اس دنیا میں زندگی گذارنے کا طریقہ مقرر کر دے۔ اس لیے اس میں بعض باتوں اور کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بعض کاموں اور باتوں سے روکا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے یہ کام ہے کہ قرآن شریف لوگوں کو پہنچا دیں اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ خود عمل کر کے مقرر کر دیں اور پھر اپنی امت کے ذمہ یہ کام سپرد کر دیں۔ کہ آپ کے قائم کیے ہوئے راستہ کو مٹنے نہ دیں اور اس پر چلنے کو آسان بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ دنیا کے پاس یہ عذر نہ رہے کہ ہمیں اسلام کا راستہ اچھی طرح معلوم ہی نہ ہو سکا جو اس پر چلتے۔ اس کے بعد انسان کا کام فقط اتنا رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی اللہ کی کتاب قرآن مجید کو دل سے سچا مان کر آپ کے بتائے ہوئے اور مقرر کیے ہوئے راستہ پر چلتے چلیں اور قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتے رہیں اور عمر بھر یہ شغل جاری رکھیں ہر انسان کا یہ کام نہیں کہ حکموں کے سبب تلاش کرے اور جب تک اس کے فائدے نہ معلوم ہو جائیں ان پر عمل نہ کرے۔ اس کام کا پہلے تو یقین کرنا ہے کہ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے مجھے کرنے کو کہا ہے۔ اس میں یقیناً میرا فائدہ ہے چاہے مجھے اس وقت معلوم ہو سکے یا نہ اور جن چیزوں سے مجھے روکا ہے اس میں میرا سراسر نقصان ہے چاہے مجھے معلوم ہو یا معلوم نہ ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگو! ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے چون وچرا کہنا مانو اور قرآن کے مقرر کیے ہوئے قانون کے خلاف چلنے سے بچتے رہو۔ اسی میں تمہارا فائدہ ہے اور اگر تم نے اس میں غفلت کی اور اس سے منہ موڑ لیا۔ تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمے جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام

Marfat.com

سابقہ پر کوئی گرفت نہیں

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
نہیں ہے اوپر ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور کام کیے
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا
نیک کیے گناہ نہیں اس میں جو پہلے کھا چکے جب کہ
مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وہ پرہیز کرتے رہے اور ایمان لائے اور کام کیے نیک
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
پھر بچتے رہے اور ایمان لائے پھر بچتے رہے
وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ
اور نیک کام کیے اور اللہ دوست رکھتا ہے
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾
نیکی کرنے والوں کو

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا
کیے گناہ نہیں اس میں جو پہلے کھا چکے جب کہ
مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وہ پرہیز کرتے رہے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے
وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
اور نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۳/۲
کو دوست رکھتا ہے

اتَّقَوْا: (پرہیز کیا بچے رہے) اتقاء سے ہے جو تقویٰ سے بنا ہے اور جس کے معنی ہیں بری باتوں سے بچنا، پرہیز کرنا، قانون کے مطابق چلنا۔
اَحْسَنُوْا: (نیک کام اچھی طرح کیے) احسان سے ہے۔ جس کے معنی ہیں دل لگا کر اچھی طرح کام کرنا۔ مثلاً نماز پڑھنا بہرحال نیک کام ہے لیکن دل لگا کر اچھی طرح پڑھنا احسان ہے۔ سبق نمبر ۴ کی آیت میں شراب اور جوے کو شیطانی چیز بتایا گیا اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ سبق نمبر ۵ کی آیت میں ان کی برائیاں مختصر طور پر بتا کر ان سے بچنے کو کہا گیا۔ لکھا ہے صحابہؓ یہ حکم سُن کر فوراً دوڑ گئے اور شراب کے مٹکے جہاں سے سب توڑ ڈالے۔ مدینہ کی گلیوں میں اس دن شراب بہہ رہی تھی۔ ایک ہی دن میں شراب سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔ ایسی فرمان برداری کی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔

اس کے بعد اس آیت میں ان لوگوں کا حال بتایا جاتا ہے جو حرام ہونے سے پہلے شراب پیتے رہے اور دین کے کام بھی کرتے رہے، یہاں تک کہ جنگ احد میں بعض مسلمان شراب پی کر لڑائی میں شامل ہوئے اور شہید ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر قانون اسلام کے فرماں بردار بن گئے، اور بُرے کاموں سے بچتے رہے، ان کی اُن چیزوں کے استعمال کی وجہ سے کوئی پکڑ نہ ہو گی جن کو پہلے حرام نہیں کیا گیا تھا بشرطیکہ آیندہ باقاعدہ قانون کی پابندی کرتے رہیں اور ان کے ایمان میں خلل نہ آئے اور نیک کاموں میں لگے رہیں اور روز بروز ان کا تقویٰ بڑھتا جائے اور ایمان صاف اور روشن ہوتا چلا جائے یہاں تک کہ ان کے نیک کام اور ان کی عبادتیں دل لگا کر بہت ہی اچھے طریقے سے ہونے لگیں۔

Marfat.com

اللہ کی آزمائشیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَ يَبْلُوَنَّ كُمُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو البتہ آزمائے گا تم کو

اللّٰهُ بِ شَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُ هٗ

اللہ ساتھ ایک بات کے شکار میں سے کہ لیتے ہیں اس کو

اَيْدِيْ كُمْ وَ رِمَاحُ كُمْ لِ يَعْلَمَ

ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے تاکہ جان لے

اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُ هٗ بِ الْغَيْبِ ۚ

اللہ کہ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے

فَ مَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

پس جو زیادتی کرے بعد اس کے

فَ لَ هٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

پس واسطے اس کے ہے عذاب دردناک

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ

اے ایمان والو البتہ آزمائے گا تم کو

اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ

آزمائے گا ایک بات سے شکار میں جس پر

اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ

تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہیں تاکہ اللہ پر

اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ

معلوم کرے کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

پس جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

لیے دردناک عذاب ہے

اس آیت میں ایسی چیز کا ذکر ہے جس کو فقط تھوڑے وقت کے لیے منع کیا گیا ہے۔ یعنی احرام حج کی حالت میں شکار کرنا۔ اس سے انسان کی آزمائش مقصود ہے اور ایسی چیز سے تھوڑے دن کے لیے روکنے میں جو ہر وقت حلال ہے۔ آزمائش پوری ہو جاتی ہے، کیونکہ جو ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ اس سے رُکے رہنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور اس کا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن جو بات ہر وقت بلا روک ٹوک کر سکتے ہوں۔ اس سے تھوڑے دن کے لیے رکنا مشکل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے بھی یہی آزمائش رکھی گئی ہے کہ حج کے موسم میں احرام کی حالت میں شکار سے روک دیا گیا۔ گو ان دنوں میں شکار کی اتنی کثرت تھی کہ ہاتھوں سے یا نیزوں سے نہایت آسانی سے پکڑا جا سکتا تھا۔

ارشاد ہے کہ مسلمانو! تمہیں خشکی کے شکار سے تھوڑا سا روکا جائے گا تاکہ تمہاری آزمائش ہو جائے کہ تم اللہ سے جسے تم دیکھ نہیں رہے۔ ڈرتے ہو یا نہیں۔ ایسا ڈر فقط ایمان سے پیدا ہوتا ہے جس کی علامت اللہ کا خوف ہے۔ اس لیے یہ اصل میں ایمان کی آزمائش ہے، جو شخص اس آزمائش میں پورا نہ اُترا۔ اس کے لیے سخت دُکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

Marfat.com

شکار کی ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ
مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا
قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا
عَدْلٍ مِّنْكُمْ

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ
مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا
قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا
عَدْلٍ مِّنْكُمْ

اس سورت کی پہلی آیت میں اس کا ذکر آیا تھا مسلمانوں پر سارے مویشی پالتو ہوں یا جنگلی حلال کیے گئے۔ کیونکہ اس سے پہلے سورۃ النساء میں اس کا ذکر گذر چکا تھا کہ یہودیوں پر ان کی زیادتیوں اور ظلموں کی وجہ سے بہت سی پاک صاف چیزیں حرام کر دی گئی تھیں۔ اس لیے اس سورت کے شروع میں کہہ دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے اللہ نے سب پاکیزہ جانور حلال کر دیے۔ لیکن جنگل کے جانوروں کے شکار کرنے پر کچھ پابندیاں لگا دی گئی ہیں تاکہ فرمانبرداری کی آزمائش ہو جائے وہ پابندیاں یہ ہیں کہ (۱) حج کا احرام باندھ لینے کے بعد جب تک احرام نہ کھولے شکار نہیں کر سکتا (۲) حرم کے احاطہ کے اندر محرم ہو یا نہ ہو شکار حرام ہے۔

ارشاد ہے: مسلمانوں جب حج کا احرام باندھ لو تو شکار مت کرو اور نہ کسی اور سے شکار کی فرمائش کرو اور نہ کسی شکاری کو اشارہ سے یا کسی طرح سے شکار کا پتہ بتاؤ اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر احرام کی حالت میں شکار کرے گا تو اسے اس کا جرمانہ دینا ہوگا یعنی جیسا جانور قتل کیا ہے۔ اس کے برابر کا جانور خرید کر دینا ہوگا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ دو منصفوں سے مارے ہوئے جانور کی وہیں مارنے کی جگہ یا اس کے قریب کے گاؤں میں قیمت بچوا لے اور جب وہ دو منصف قیمت مقرر کر دیں تو اس کے بدلہ کا جانور خرید کر دینا چاہیئے۔ وہ آگے کے سبق میں بیان ہوگا۔

اگر احرام کی حالت میں شکار زندہ پکڑ لیا۔ تو اس کا فوراً چھوڑ دینا فرض ہے اور اگر مار دیا تو اگر جان بوجھ کر مارا ہے تو اس کے جرمانہ کا اس آیت میں ذکر ہے اور اس کے بعد یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا اس سے انتقام لے گا یعنی آخرت میں سزا دے اور اگر بھول کر مارا ہے تو اس کو جرمانہ تو یہیں دینا ہوگا۔ لیکن اس سے انتقام نہ لیا جائے گا۔

Marfat.com

جرمانے کی صورتیں

هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ

جانور ہے پہنچنے والا کعبہ کو یا کفارہ ہے کھانا

مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

چند مسکینوں کو برابر اس کے روزے رکھے

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا

تاکہ چکھے سزا کام کی معاف کیا

اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ

اللہ نے اس سے جو گزرا اور جو پھر کرے

فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

تو بدلا لے گا اس سے اور اللہ زبردست

ذُو انْتِقَامٍ (۹۵)

بدلا لینے والا

هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ

اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا طور پر ذبح ہو جائے کعبہ کو یا کفارہ ہے کھانا

مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

اس پر کہ وہ چند محتاجوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا

تاکہ وہ اپنے کام کی سزا چکھے جو کچھ

اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَ

ہو چکا وہ اللہ نے معاف کیا اور جو کوئی پھر کرے

فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

اس سے اللہ بدلہ لے گا اور اللہ زبردست

ذُو انْتِقَامٍ (۹۵)

بدلا لینے والا ہے

ھدی : تحفہ جانور نذرانہ اس کے معنی اور بحث پہلے گزر چکے ہیں۔

کفارۃ : جرمانہ کسی کام کا مثلاً کسی حکم کی ترک ہو پر کچھ کرنا

کعبۃ : یہاں اس سے مراد حرم کا علاقہ ہے جو کعبہ کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اور سارا اس کی حدود میں شمار ہے۔

آج کی آیت میں یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا جرم ہے اس کی قیمت کا مثلاً کا ہے۔ بلکہ وہ جانور خرید کر حرم کعبہ میں پہنچا دے اور وہاں وہ ذبح ہو اور اس کا گوشت تقسیم کر دے۔ اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے یا اس قیمت کا غلہ خرید کر محتاجوں میں بانٹ دے اس طرح کہ ہر ایک محتاج کو صدقہ فطر کے برابر اناج پہنچ جائے۔ یا حساب لگا کر کہ یہ غلہ بانٹنے سے کتنے محتاجوں کو پہنچتا۔ ان کی تعداد کے مطابق اتنے ہی دن کے روزے رکھے یہ اس کے کرتوت کی سزا ہے جو اسے بھگتنی پڑے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ اسلام سے پہلے بھی احرام کی حالت میں شکار کرنا جرم سمجھا جاتا تھا۔ اگر اللہ چاہتا۔ تو جس نے اس وقت اس حالت میں شکار کیا تھا۔ اس کا بدلا اس وقت لے لیتا۔ لیکن اللہ نے اپنی مہربانی سے گذرے ہوئے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ ہاں جو اس وقت اسلام کی حالت میں وہی گناہ پھر کرے گا۔ اس سے اللہ بدلا لے گا۔ اللہ زبردست ہے کوئی مجرم اس سے بچ کر نہیں بھاگ سکتا۔ اور اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ برائی کا بدلا لینے والا ہے۔ دنیا میں ہی بدلا بھول چوک کر احرام کی حالت میں شکار کرنے والے سے بھی لیا جائے گا۔ لیکن جان بوجھ کر شکار کرنے والے کو آخرت میں سزا بھی ملے گی۔

Marfat.com

احرام میں شکار

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ	تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا حلال ہوا
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَ	تمہارے فائدے کے واسطے اور سب مسافروں کے واسطے اور
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ	حرام کیا ہے تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو تم
حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ	احرام میں اور ڈرو اللہ سے وہ جس کی طرف
تُحْشَرُوْنَ (۹۶)	تم کیے جاؤ گے

اس آیت میں شکار کے کچھ اور حکم بیان کیے گئے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے لیے دریا کا شکار یعنی مچھلی پکڑنا ہر حالت میں حلال ہے اور احرام کی حالت میں بھی اس کی ممانعت نہیں۔ اسی طرح بغیر پکڑے کوئی مچھلی تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ بشرطیکہ وہ پانی سے زندہ نکل آئی ہو اور باہر آکر مری ہو۔ اس کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور اس لیے حلال کی گئی ہے کہ تم اس خصوصت سے وقت پر فائدہ اٹھاؤ اور سفر کی حالت میں مسافر بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

تالاب، گڑھے، کنوئیں، حوض وغیرہ جہاں پانی بھرا ہو اور اس میں مچھلیاں ہوں۔ سب دریا کے حکم میں ہیں اس کے آگے پھر دوبارہ فرما دیا کہ جب تک احرام کی حالت میں رہو تو تم پر جنگل میں شکار کرنا یا اس میں کسی طرح شامل ہونا، فرمائش کرنا یا شرکت کرنا حرام ہے۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ احرام کے اندر فقط جنگلی جانوروں کا شکار منع ہے مچھلی کے شکار کی اجازت ہے چاہے خود پکڑو۔ چاہے تمہارے لیے دوسرے پکڑیں اور تم ان سے فرمائش کرکے پکڑواؤ اور یہ اجازت ہر وقت ہے۔

جیسے احرام کی حالت میں جنگلی شکار مارنا منع ہے، ایسے ہی مکہ شریف کی حرم کے احاطہ میں بھی ہر شخص کے لیے چاہے وہ احرام میں ہو یا نہ ہو۔ شکار مارنا منع ہے۔

احادیث میں چند موذی چیزیں نام لے کر بتائی گئی ہیں کہ ان کو احرام کی حالت میں اور بغیر احرام والا حرم کے اندر مار سکتا ہے اور اس کو کوئی جرمانہ دینا نہ پڑے گا۔ وہ چیزیں یہ ہیں: کوا، چیل، سانپ، بچھو، چوہا، اور باؤلا کتا، بھیڑیا وغیرہ۔

Marfat.com

کعبہ کیا ہے؟

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ
کر دیا اللہ نے کعبہ کو جو گھر ہے بزرگی والا
قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ
ٹھیرانے واسطے لوگوں کے اور مہینے بزرگی والے
وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِ تَعْلَمُوْٓا
اور قربانی اور پٹے پڑے ہوئے جانور اس لیے کہ جان لو تم
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
یہ اللہ جانتا ہے جو ہے بیچ آسمانوں کے
وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ
اور جو ہے بیچ زمین کے اور یہ کہ اللہ
بِ كُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾
ساتھ ہر چیز کے علم رکھنے والا ہے

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ
اللہ نے کعبہ کو جو بزرگی والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا
قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ
باعث کر دیا اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو کعبہ کی
وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا
نیاز ہو اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر کعبہ کو لے جائیں یہ سب اس لیے کہ تم
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ
اور زمین میں ہے بے شک اللہ جانتا ہے
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾
اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

یہاں کعبہ کی بابت چند حکموں کا بیان ہے کہ اس گھر کی تعظیم کرنی چاہیئے۔ اور اس کی طرف آنے والے حاجیوں کی اور ان کی قربانیوں کی اور اس سے متعلق تمام رواجوں اور رسموں کی بہت قدر کرنی چاہیئے ——— ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے کعبہ کو جو ہمیشہ سے امن اور امن و امان کا گھر رہا ہے۔ تمام لوگوں کی زندگی کا باعث اور ان کے قائم رہنے کا سبب بنا دیا ہے اور حج کے مہینے اور حج میں جو باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے قربانی کے جانور لے کر آنا اور ان کے گلے میں پٹے یا اور چیزیں ان کی پہچان کے لیے لٹکانا اور خوب دھوم دھام سے انہیں کعبہ میں لانا۔ ان سب کو بھی آدمیوں کے لیے زندگی اور اس کی چہل پہل کا ذریعہ مقرر کر دیا ہے۔ یہ باتیں پہلے بھی امن و امان کی اور دنگا فساد روکنے کی علامتیں تھیں اور آج بھی ہیں۔ یہ اس قدر صاف پیش گوئی ہے کہ سوا اس کے جو ہر چیز کا جاننے والا ہو کوئی نہیں کر سکتا اور جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ اس کی سچائی تمہیں معلوم ہوتی رہے گی اور تم جان لوگے کہ بے شک اللہ آسمان و زمین کی تمام باتوں اور سب بھیدوں سے واقف ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے اور اسی نے کعبہ کو دنیا کی زندگی کا سبب قرار دیا ہے۔ اور اسی کی تعظیم اور حج کے اندر دنیا کی بہتری اور اس کے قیام کا راز پوشیدہ ہے ؛

Marfat.com

اللہ کی صفتیں

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

وَّاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ

رسول کے ذمے نہیں مگر پہنچا دینا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ

اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور

مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جو تم چھپا کر کرتے ہو

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

وَّاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اور بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ

رسول کے ذمے نہیں مگر پہنچا دینا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ

اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور

مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

جو تم چھپا کر کرتے ہو

قرآن مجید انسان کو جو باتیں سکھانا چاہتا ہے، ان کا خلاصہ ان جیسی آیتوں میں جگہ جگہ رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سورت میں شروع ہی سے کچھ کاموں کے کرنے کا اور کچھ کاموں سے رکنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجائے گا کہ ہمارا طرز عمل زندگی میں کیا ہونا چاہیئے۔

آج ارشاد ہے کہ خوب سمجھ لو کہ اللہ سزا دینے میں سخت ہے اور وہ اپنی مہربانی سے قصور معاف کرنے والا بھی ہے اس کے بعد پھر وہی فقرہ دہرایا گیا ہے۔ کہ رسول کا کام فقط پیغام اچھی طرح پہنچا دینا ہے۔ آگے ہر ایک کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ سب کھلے اور چھپے کاموں سے واقف ہے۔ ان آیتوں پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ دنیا میں انسان کو اپنے کام شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس ساری دنیا کا اور سارے کاموں کا اور خود اس کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے۔ جو سب سے زبردست ہے۔ وہی سب کا مالک ہے اور سب اس کے بندے ہیں اور خادم ہیں۔ اس کے سوا کوئی کسی کو نہ کچھ دے سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔ اس لیے اس کے سوا نہ کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی خوشامد اور بندگی کرنے کی حاجت ہے وہ برے کاموں پر سخت سزا دینے والا ہے اور اپنے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنے والوں کے قصور اور گناہ معاف کرنے والا ہے۔ برے کام وہ ہیں جن سے اس نے قرآن مجید میں جسے رسول ہمارے پاس لائے ہیں منع کر دیا ہے اور اچھے کام وہ ہیں جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ اس لیے ہماری زندگی کا سوا اس کے کوئی مقصد نہیں کہ اس کا حکم مانیں اور جو اس کا رسول کہے وہ کریں اور جس سے وہ روکے اس سے رک جائیں اس کو چھوڑ کر ہم پیا ہے جو کچھ کریں سب فضول اور بے کار ہے۔

Marfat.com

خبیث وطیّب

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ
کہدے نہیں برابر ہے ناپاک اور پاک
وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ
اگرچہ بھلی لگے تجھ کو کثرت ناپاک کی
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ
پس ڈرو اللہ سے اے صاحبان عقل
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
شاید تم فلاح پاؤ

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ
تو کہہ دے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں
وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ
اگرچہ ناپاک کی کثرت تم کو بھلی لگے
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ
سو اے عقل مندو اللہ سے ڈرتے رہو
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع
تاکہ تم کو نجات ہو

اس رکوع سے پہلے پاک طیّب چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ بعض چیزیں جو ناپاک اور خبیث ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ یہ اشارہ کردیا گیا تھا۔ کہ ناپاک اور خبیث چیزیں وہ ہیں۔ جن سے شیطان کو آپس میں لڑانے اور دنگا فساد کرانے کے موقع ملتے ہیں اور حلال ستھری چیزوں میں اللہ نے تمہارے لیے بڑے بڑے فائدے رکھے ہیں۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اللہ جن چیزوں سے منع کرتا ہے۔ ان میں ضرور انسان کا نقصان ہوتا ہے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس میں ضرور انسان کا فائدہ ہوتا ہے۔ دنیا کا ہو یا آخرت کا اس لیے مسلمانوں کو جس سے اللہ منع کرے اس سے فوراً رک جانا چاہیئے اور جن چیزوں کے کرنے کو کہے ان کو فوراً کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ اس کی بتائی ہوئی چیزوں میں کوئی نہ کوئی فائدہ نہ ہو۔

آج کی آیت میں اسی مضمون کو اور صاف کر دیا ہے کہ انسان کا علم چیزوں کی بھلائی برائی معلوم کرنے کے لیے بس نہیں۔ اسی لیے انہیں بتا دینا چاہیئے کہ پاکیزہ چیزیں اور ناپاک چیزیں وجہ میں ہرگز برابر نہیں۔ پاکیزہ چیز اگر تھوڑی بھی ہو تب بھی وہ ناپاک چیز سے بہتر ہے۔ اگرچہ ناپاک ہر طرف پھیل جائے اور عام رواج ہو جانے سے یہ دھوکا ہوتا ہو کہ جب سب جگہ رائج ہوگئی تو اچھی ہی ہوگی۔ کوئی چیز اگر پھیل جائے اور لوگ اسے بکثرت کرنے لگیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اچھی ہی ہوگی۔ کسی چیز کا اچھا یا بُرا ہونا اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ عقلمند لوگوں کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈر کر کام کریں۔ اسی میں ان کی نجات کی امید ہے۔ اس آیت میں اشارہ نکلتا ہے کہ فیصلہ کثرت رائے پر موقوف نہیں۔ بلکہ اللہ اور رسول کے حکم پر موقوف ہے۔

Marfat.com

سوالات سے نقصان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مت پوچھو بابت

اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ

ان باتوں کے کہ اگر کھول دی جائیں تم پر بری لگیں تو اور

اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ

اور پوچھو تم ان کی بابت جب کہ نازل کیا جا رہا ہو

الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ

قرآن تو کھول دی جائیں تم پر درگذر کی اللہ نے

عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

ان سے اور اللہ بخشنے والا برداشت کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ

اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو

اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ

کہ اگر تم پر کھول جائیں تو تمہیں بری لگیں اور

اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ

اگر یہ باتیں ایسے وقت میں پوچھو جب کہ نازل ہو رہا ہے

الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ

قرآن تو ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے ان سے

عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

درگذر کی ہے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

پچھلے دو رکوع میں جو کچھ بیان ہوتا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کی باتوں میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرو جس بات کے کرنے کا حکم دیا جائے وہ کرو اور جس سے منع کیا جائے اس سے رُک جاؤ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے آپ سے ایسے سوال پوچھنے شروع کیے کہ اگر ان کا جواب دے دیا جاتا۔ تو وہ شریعت کا ایک قانون بن جاتا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا۔ ایسی کریدنی سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے اس میں خواہ مخواہ ایک کھلے ہوئے راستہ کو تنگ کرنا ہے۔

ارشاد ہے کہ ایمانداروں کو لازم ہے کہ ایسی چیزوں کی بابت سوال نہ کیا کریں۔ جن کے جواب سے مشقت بڑھ جائے یا رنج و غم پیدا ہو جائے۔ کیونکہ وحی نازل ہونے کے زمانے میں ہر جواب وحی سے دیا جائے گا اور پھر اس کے مطابق عمل ضروری ہو جائے گا' یہ اللہ کی طرف سے آسانی ہے کہ بہت سی باتوں کو یونہی چھوڑ دیا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قصور معاف کرنے والا بھی ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ جو حکم کیا جائے اس پر عمل کرنے کے لیے تیار رہیں اور اپنی طرف سے خواہ مخواہ ہر بات کی بابت نہ پوچھیں۔ اس آیت میں وہی تعلیم ہے جس کو قانون سازی کا بہترین طریقہ مان لیا گیا ہے۔ یعنی جو چیزیں صاف طور پر مفید ہیں اس کو جائز قرار دینا اور جو چیزیں کھلم کھلا مضر ہیں ان سے بالکل روک دینا اور بیچ کی باتوں کو کرنے والے کی مرضی پر چھوڑ دینا کہ وہ خود سوچ کر فیصلہ کرے۔ اسلام نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے افسوس کہ بہت سے لوگ نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں تو اس کے مطابق عمل نہیں کرتے ؛

Marfat.com

بتوں کے نام کے جانور

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ
کئی پوچھ چکی ہے ان کو ایک جماعت سے پہلے تم
ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ
پھر ہوگئے وہ اس سے انکار کرنے والے نہیں مقرر کیا
اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّ
اللہ نے بحیرۃ اور نہ سائبہ اور
لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ
نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
وہ لوگ جو کافر ہوئے بہتان باندھتے ہیں اوپر اللہ کے
الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا
جھوٹ اور بہت سے ان میں نہیں
يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
سمجھتے

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ
ایسی باتیں تم سے پہلے ایک جماعت پوچھ چکی ہے
ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ
پھر وہ ان باتوں سے منکر ہوگئے اللہ نے نہیں مقرر
اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ
کیا بحیرہ اور نہ سائبہ
وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ
اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
کافر لوگ اللہ پر بہتان باندھتے
الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا
ہیں اور ان میں اکثروں کو
يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
عقل نہیں

ارشاد ہے کہ تم سے پہلے ایک جماعت نے ایسی باتوں کی بابت سوالات کیے تھے جن کو صاف طور پر حرام نہیں کیا گیا تھا پھر جب ان کو جواب دیا گیا۔ تو انہیں معلوم ہوا کہ اس پر عمل کرنا مشکل ہے اور اس لیے۔ ننے سے انکار کر بیٹھے۔ ایک تو یہ کہ ایسی بات کا حکم پوچھ کر جو آسانی کے لیے یونہی چھوڑ دی گئی تھی۔ انہوں نے اپنے لیے مشکل پیدا کر لی۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں حکم ملنے کے بعد اس کے ماننے سے انکار کر دیا اور کافر ہو گئے۔

دوسری آیت میں بت پرستوں کی ایک اور بے ہودہ رسم سے منع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایسی چیزوں کو حرام کر لیا جاتا تھا۔ جو اللہ نے حرام نہیں کیں مثلاً کسی جانور کا دودھ پینا چھوڑ دیتے اور کہتے تھے کہ ان کو فلاں بت کے نام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان سے وہی فائدہ اٹھائے گا جیسے آج کل بھی سانڈھ وغیرہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان جانوروں کے نام الگ الگ تھے۔ بحیرہ وہ تھا جس کا دودھ چھوڑ دیا جاتا۔ سائبہ جس کو آزاد پھرنے دیا جاتا۔ وصیلہ وہ اونٹنی جو لگاتار بارہ اونٹنیاں جن چکی ہو اور ان کے بیچ میں کوئی نر نہ جنا ہو۔ حامی وہ سانڈھ جو بہت سے بچوں کا باپ ہو۔ یہ سب کچھ بتوں کو خوش کرنے کے لیے کیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ بھی ان باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے یہ حکم کہیں نہیں دیا۔ جو لوگ اسے اللہ کا حکم کہتے ہیں وہ جھوٹے ہیں عقل سے کام نہیں لیتے۔

Marfat.com

باپ دادا کی اندھی تقلید

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ طرف اس کے
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
جو اللہ نے اتارا اور طرف رسول کے کہیں وہ
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
ہمیں وہ پہنچا ہم نے جس پر اپنے باپ دادا کو
اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی طرف آؤ
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
ہم کو وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا
اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
بھلا اگر ان کے باپ دادے کچھ علم نہ رکھتے ہوں
شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
اور نہ راہ جانتے ہوں

[illegible] اسلام کی اصل تعلیم بہت دلچسپ طریقے سے سمجھا کر بتا دی گئی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ جو کچھ اللہ [illegible] رسول کے اس پر عمل کیا جائے۔ باپ دادا کے طریقے اور رسم و رواج اگر اس کے خلاف ہوں تو [illegible] چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ان طریقوں اور رسموں کے اچھا ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول جو [illegible] اس کی دلیل بھی موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کامیابی اور نجات کی ذمہ داری بھی ہے۔ اس لیے یہ بہانہ کرنا کہ یہ بات ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے، اسے کیسے چھوڑ دیں۔ بالکل لچر ہے۔ عقل سے ذرا کام لینے سے اس کی لغویت ظاہر ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کیے ہوئے راستہ کی طرف بلایا جاتا ہے۔ تو وہ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہمارے لیے تو یہ طریقہ کافی ہے۔ جو ہمارے باپ دادا ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ وہ خود ساری عمر یہی باتیں کرتے رہے اور ہمیں بھی یہی سکھاتے رہے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ان سے یہ تو پوچھو کہ تمہارے باپ دادا کا اصلی باتوں سے ناواقف ہونا ممکن ہے یا نہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں ٹھیک راستہ کا پتہ ہی نہ چلا ہو؟ تو کیا ایسی حالت میں بھی تم ان ہی کے پیچھے چلنا پسند کرو گے؟ یہ بات تو عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

موٹی سی بات ہے کہ اگر کوئی ان سے زیادہ جاننے والا اور راستوں سے زیادہ واقف شخص یوں کہے کہ یہ راستہ جس پر وہ خود بھی چلتے رہے اور اولاد کو بھی چلاتے رہے۔ آخر میں ایک اندھے گڑھے میں جا کر گرا دیگا اور جو وہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا تو یقیناً اس تجربہ کار اور واقف کار شخص کی بات توجہ سے سننے اور ماننے کے قابل ہے؟

Marfat.com

تم اپنا فکر کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو فکر کرو

اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ

جانوں اپنی کا نہیں ضرر دیتا تم کو جو بھٹکا

اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

جب راہ پر ہو تم طرف اللہ کے لوٹنا ہے تم

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

سب کو پھر جتلا دے گا وہ تم کو ساتھ اس کے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

جو تھے تم کرتے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو تم پر ہے جان کا اپنی

اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ

اپنے ہے جو کوئی گمراہ ہو وہ تمہیں کچھ نہیں بگاڑتا

اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

جب تم راہ پر ہو تم سب کو اللہ کے پاس لوٹنا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

جاتا ہے پھر وہ تم کو جتلا دے گا جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

کچھ تم کرتے تھے

اس آیت میں مسلمانوں کو ایک ایسا قاعدہ بتایا گیا ہے۔ جو تمام انسانوں کے لیے مفید ہے اور اس پر عمل کرنے سے سب کو سیدھا راستہ مل جاتا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے۔ کسی شخص کو یہ نہیں چاہیئے کہ دوسرے کی دیکھا دیکھی اپنا نقصان کرلے بلکہ لازم ہے کہ ایسے کاموں سے خود بھی بچتا رہے اور جہاں تک ہوسکے دوسروں کو بھی ان سے روک دے اگر کوئی نہ ملتے تو وہ جانے اور اس کا کام۔

ارشاد ہے کہ مسلمانو! تمہیں لازم ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ۔ بلکہ ہر ایک کو یہ سمجھ دو کہ بُرے کام کا وبال اسی کے سر پڑے گا۔ اس لیے ہر ایک کو بُرے کاموں سے بچنا چاہیئے۔ اگر وہ تمہاری نصیحت نہیں مانتا تو پھر اپنا ہی بگاڑتا ہے تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی بُری باتوں میں پھنس جانے سے تم اپنا نقصان کرلے اور یہ بات کسی عقل مند کو زیبا نہیں کہ اپنا نقصان کرے۔

یاد رکھو! تم سب ایک دن اللہ کے پاس جمع ہوگے اور اس دن اللہ تمہیں دکھا دے گا کہ ہر انسان کو اپنے بُرے کاموں کی سزا خود بھگتنی پڑے گی اور جس کی نقل کرکے وہ برائی میں پھنسا تھا وہ خواہ باپ دادا ہوں یا کوئی اور اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی کو کسی کام کے کرنے سے پہلے خوب سوچ لینا چاہیئے کہ اس کام کا ذمہ دار وہ خود ہے اگر وہ بُرا کام ہے تو اسے ہرگز نہ کرے ورنہ اس کی سزا وہ خود بھگتے گا دوسروں کو برائی سے روکنا مسلمان کی ذمہ داری ہے اور تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ خود نیک کام کرے تاکہ اسے دیکھ کر دوسرے بھی نیک کام کریں۔

Marfat.com

وصیّت پر گواہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ

اے ایمان والو جبکہ تم میں کسی کو موت پہنچے تو

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

وصیت کے وقت تمہارے درمیان دو

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

معتبر شخص تم میں سے گواہ ہونے

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ

چاہئیں یا دو اور گواہ ہوں

مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ

تمہارے سوا اگر تم نے ملک میں

فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ

سفر کیا ہو پھر تم کو موت کی

مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ

مصیبت پہنچے

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

تمہارے درمیان جب پہنچے کسی کے پاس تم میں سے

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

موت وقت وصیت کے دو

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ

معتبر شخص ہوں تم میں سے یا دو

مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ

تمہارے سوا اور میں سے اگر تم سفر کر رہے ہو

فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ

بیچ زمین کے پس پہنچے تم کو

مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ

مصیبت موت کی

ان آیتوں میں مرتے وقت وصی مقرر کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ وصی وہ ہے جس کو مرنے والا اپنا مال سپرد کر جائے کہ بعد میرے وارثوں کو دے دینا بہتر تو یہ ہے کہ وصی دو معتبر عدل و انصاف کرنے والے مسلمان ہوں۔ لیکن اگر معتبر شخص نہ ملیں تو مسلمانوں میں سے جس کو چاہے وصی بنا سکتا ہے لیکن اگر سفر میں ہو اور موت آجائے تو غیر مسلم کو بھی وصی بنا سکتا ہے۔

ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ اگر مرتے وقت کسی کو وصی بنائیں تو وصی دو مسلمان عادل منصف ہوں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے شخص ہوں۔ جن پر سب اعتماد کرتے ہوں اور ایمانداری کے اندر مشہور ہوں۔ اگر ایسے معتبر مرتے وقت نہ ملیں تو مسلمانوں میں سے کوئی سے دو آدمی (جن کا حال معلوم نہیں) مقرر کیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان یوں بھی بے ایمان نہیں ہو سکتا۔

اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں اگر مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلم کو وصی بنا سکتا ہے۔ ورنہ کسی مسلمان ہی کو بنانا چاہیئے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں مسلمان ہی ایسے لوگ تھے جنہیں بے ایمانی سے بالکل پاک سمجھا جاتا تھا آج کل بدقسمتی سے غیر مسلم مشرک لین دین میں مسلمانوں سے زیادہ معتبر اور دیانتدار سمجھے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

وصی کی جانچ

تَحْبِسُوْنَ هُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
روک لو ان دونوں کو پیچھے نماز کے

فَ يُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
پس دونوں قسم کھائیں اللہ کی اگر شبہ ہو تمہیں

لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
کہ نہیں لیتے ہم اس کے بدلے مال اگرچہ ہو

ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ
رشتہ دار اور نہیں چھپاتے ہم گواہی اللہ کی

اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
بیشک ہم اس وقت ہوں گے البتہ گنہگاروں میں سے

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
ان دونوں کو نماز کے بعد کھڑا کرو

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
اور وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں اگر تم کو شبہ پڑے

لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
کہیں کہ ہم قسم کے بدلے مال نہیں لیتے اگرچہ ہم کو

ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ
کسی سے قرابت ہی ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپاتے

اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
ورنہ ہم بے شک گنہگار ہیں

پچھلی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وصی مقرر کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو مقرر کرے اور سفر میں دو غیر مسلم بھی مقرر کر سکتا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر وارثوں کو شبہ ہو جائے کہ وصیوں نے میت کا کچھ مال غائب کر دیا ہے اور دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ مگر غبن ثابت کرنے کے لیے گواہ موجود نہ ہوں تو اس صورت میں وصیوں سے قسم لی جائے گی کہ انہوں نے غبن نہیں کیا۔ اور قسم ان سے نماز کے بعد لی جائے گی۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ نماز عصر کے بعد قسم لینا زیادہ مناسب ہے۔ ورنہ ہر قسم ہر نماز کے بعد لی جا سکتی ہے۔ کیونکہ خدا کا خوف تو ہر نماز کے بعد ہوگا۔ اور اگر وصی غیر مسلم ہوں تو ان سے ان کی عبادت کے وقت کے بعد قسم لینی چاہیئے، کیونکہ بہرحال پوجا پاٹ کے بعد ہر شخص کے دل میں خدا کا خوف اور وقتوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر تمہیں وصیوں پر بددیانتی کا شبہ ہو اور تمہارے پاس ان کی بددیانتی کے ثابت کرنے کے لیے گواہ نہ ہوں تو دونوں وصیوں کو نماز کے بعد ٹھہرا لو۔ اور وہ سب کے سامنے اس بات پر اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم دیانت دار ہیں۔ اور کہیں کہ اس قسم سے ہم ہرگز جھوٹ بول کر کچھ مال دبانا نہیں چاہتے۔ نہ ہمیں خود مال کا لالچ ہے اور نہ قرابت دار ہمیں بے ایمانی پر اکسا سکتی ہے کہ کسی قریبی رشتہ دار کو کچھ زیادہ مال دلوا دیں۔ ہم اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتے ہیں کہ ہم اس کا نام لے کر جھوٹی گواہی نہ دیں گے اور نہ اس کا حکم ٹالیں گے اور نہ سچی بات چھپائیں گے۔ اگر ایسا کریں تو ہم گنہگار ہیں

ایسا ایک واقعہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ جس میں وصی دو عیسائی تھے ان کی دیانت میں شبہ ہوا تو ان سے قسم لی گئی۔

Marfat.com

وصی کی دروغگوئی

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا
پھر اگر کوئی واقف ہو اس پر کہ ان دونوں نے
اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرَانِ يَقُوْمٰنِ
حق کا گناہ کیے پس دو اور کھڑے ہوں
مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ
جگہ میں ان دونوں کی ان میں سے جن کا حق دبا ہے
عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
ان کا جو قریب ترین رشتہ دار ہوں

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا
پھر اگر خبر ہو جائے کہ وہ دونوں حق بات
اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرَانِ يَقُوْمٰنِ
دبا گئے تو ان کی جگہ دو گواہ اور کھڑے
مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ
ہوں ان میں سے جن کا حق دبا ہے جو
عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
میت کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدیل نامی ایک مسلمان اور دو عیسائی تمیم اور عدی مل کر سفر پر گئے راستہ میں بدیل کا انتقال ہو گیا اور وہ مرتے وقت اپنا سارا مال ان عیسائیوں کے سپرد کر گیا کہ میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے مال لا کر وارثوں کو دے دیا اس میں سے مال کی فہرست نکلی تو معلوم ہوا کہ چاندی کا ایک کٹورہ جس میں سونے کا ملمع تھا کم ہے۔ دونوں عیسائیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں وہ کٹورا دوا دارو میں خرچ ہو گیا اس پر وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ ایک کٹورہ غائب ہے۔ اس پر آپ نے پہلی آیت کے مطابق عیسائیوں سے قسم لی۔ وہ دونوں قسم کھا گئے۔ کہ کل مال یہی ہے ہم نے کچھ نہیں دبایا۔ آپ نے ان کو بری کر دیا۔ کچھ دن بعد وہ کٹورا سنار کے ہاں ملا اور اس نے کہا کہ تمیم اور عدی میرے ہاتھ بیچ گئے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کے مطابق کارروائی کی گئی۔ کیوں کہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے ارشاد ہے کہ اگر اس کے بعد یہ ظاہر ہو کہ دونوں وصیوں نے بے ایمانی کی ہے اور کچھ مال دبا لیا ہے اور جو قسم انہوں نے کھائی وہ جھوٹی تھی۔ تو جن حق داروں کا اس بے ایمانی سے نقصان ہوا ہے ان میں سب سے زیادہ میت کے دو قریبی رشتہ دار ان وصیوں کی جگہ آگے بڑھ کر ــــ کھڑے ہوں۔ اس کے بعد وہ کیا کریں اس کا بیان آگے کی آیت میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میت کے وارث جب دوبارہ مقدمہ لے کر آئے اور گواہ نہ لا سکے تو آپ نے یہی کیا کہ ان میں سے دو سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو بلا کر آگے کھڑا کیا اور چونکہ اب وہ وصیوں کے سچا ہونے کے دعوے کا انکار کر رہے تھے اس لیے ان سے قسم لی گئی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کلام اللہ میں کس قدر چھوٹی چھوٹی باتوں کا واضح طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کے اخلاق اور عقائد کی طرح اس کے اعمال و افعال اور باہمی تعلقات بھی درست ہو جائیں کوئی کسی کا حق نہ مار سکے اور اگر کوئی بدکار ایسا کر بیٹھے تو اس کی تلافی کی جا سکے۔ کیونکہ سارے دین کی پرکھ تو معاملات ہی ہیں۔

Marfat.com

وارثوں کی قسمیں

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ
پس دونوں قسم کھائیں ساتھ اللہ کے کہ بے شک گواہی ہماری
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا
زیادہ درست ہے بہ نسبت گواہی ان دونوں کے اور نہیں
اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
زیادتی کی ہم نے بیشک ہم اس وقت ضرور ظالموں میں سے ہیں
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
یہ قریب ہے اس کے کہ لائیں وہ شہادت کو اوپر
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ
طریقہ کے اس کے یا ڈریں کہ ردکر دی جائیگی قسم ہماری
بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
بعد قسم ان کی کے اور ڈرتے رہو اللہ سے
وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
اور سنو اور اللہ نہیں راہ دکھاتا قوم کو
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
نافرمانوں کی

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ
پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا
پہلوں کی گواہی کے مقابلہ میں حق ہے اور ہم نے
اعْتَدَيْنَآ ۚ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾
زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بے شک ظالم ہیں
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
یہ قریب تر ہے کہ شہادت کو ٹھیک طرح پر
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ
ادا کریں اور ڈریں کہ ہماری قسم ان کی قسم
بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
کے بعد الٹی پڑے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو
وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
اور سن رکھو اور اللہ نافرمانوں کو سیدھی راہ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴/۸
نہیں دکھاتا

آیت مسلسل چل رہی ہے پہلے حصہ میں جو بات باقی تھی وہ اب بیان ہو رہی ہے کہ:

وہ دونوں رشتہ دار اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان وصیوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم زیادتی نہیں کر رہے ہیں ورنہ پھر ہمارے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ارشاد ہے کہ اس طرح قسم کھانے سے امید ہوتی ہے کہ قسم زیادہ تر درست رہے گی اور وہ پھر اس سے بھی ڈریں گے کہ کہیں پہلے وصیوں کی طرح ہماری گواہی بھی رد نہ کر دی جائے۔

پھر ارشاد ہے کہ کام تو جبھی ٹھیک ہوگا۔ جب دل میں اللہ کا ڈر ہوگا' اور اس کی سزا کے ڈر سے بری باتوں سے بچا جائے گا اور اس کی باتیں کان لگا کر سنی جائیں گی۔ اس لیے بار بار یاد دلایا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی بات سنو۔ جو اس سے نہ ڈرے نہ اس کی بات سنے وہ نافرمان نہیں تو اور کیا ہے اور اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ وہ نافرمانوں کو سیدھے راستہ پر نہیں چلاتا اور وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ جو نہ دھمکی سے ڈرے اور نہ سیدھی بات سنے وہ ٹھیک راستے پر کیسے چل سکتا ہے ؂

Marfat.com

انبیاء سے سوال

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَ يَقُوْلُ

جس دن جمع کرے گا اللہ سب رسولوں کو پھر کہے گا

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ

کیا جواب دئیے تھے وہ میں سے نہیں خبر ہم کو

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

بیشک تو تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ

جس دن اللہ سب پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر کہے گا

مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ

کہ تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے کہ ہم کو خبر نہیں

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

بیشک تو ہی ہے چھپی باتوں کا جاننے والا

وصیت اور وصی کے بیان سے چند آیات میں پہلے یہ کہا گیا تھا کہ ہر شخص کو اپنا اپنا فکر چاہیئے۔ جو خود درست ہے اس کو دوسرے کی گمراہی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ گویا جب تک انسان خود ٹھیک نہ ہو اور نیک کام نہ کرے اس وقت تک دوسروں کا ٹھیک ہونا اور نیک کام کرنا اس کے کام نہ آئے گا۔

یہ کہا گیا تھا کہ تم سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے اس وقت اللہ تم کو بتا دے گا کہ تمہارے اعمال کیسے تھے گویا ہمیں دنیا میں تمام کام یہ قاعدہ سامنے رکھ کر کرنے چاہئیں کہ اللہ کے ہاں ان کی حقیقت کھلے گی اور ان کی جانچ پڑتال ہوگی۔ اس کے بعد کاموں کو ٹھیک طور پر کرنے کی ایک مثال دی گئی۔ جس کے ذریعے وصی کو دیانت داری کی تاکید کی گئی اور بددیانتی کا علاج بتایا گیا۔

اس آیت میں اسی مضمون کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کے دن سب لوگ جمع ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو اکٹھا کرکے ان سے کہے گا کہ بتاؤ لوگوں نے تمہارے وعظ و نصیحت اور اچھے کاموں کی طرف بلانے کا تمہیں کیا جواب دیا۔ رسول کہیں گے۔ اس کی بابت ہمیں کچھ علم نہیں کہ انہوں نے ہماری بات مانی یا نہ مانی۔ کیوں کہ ماننے نہ ماننے کا تعلق دل سے ہے۔ اور وہ ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ اور چھپی ہوئی چیزوں کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہمارا کام یہ تھا کہ جب تک ہم ان میں رہے ان کو آپ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اس پر خود عمل کر کے انہیں دکھاتے رہے۔ اس مدت میں بھی ان کے دل کا اصلی حال ہمیں معلوم نہیں تھا۔ پھر ہماری وفات ہوگئی۔ اس کے بعد تو ان کے ماننے نہ ماننے کا حال آپ ہی کو معلوم ہے۔ جو چیزیں ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ ان کا علم صرف آپ ہی کو ہے۔ سوائے اس کے کہ جس کو جتنا آپ بتا دیں۔ اس سے عام انسانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب رسول بھی سوال سے نہ بچ سکیں گے تو تم کیا چیز ہو ؂

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیتیں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ
جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے
اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى
یاد کر انعام میرا اوپر تیرے اور اوپر
وَالِدَتِكَ م اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
تیری ماں کے جب مدد کی میں نے تیری ساتھ روح
الْقُدُسِ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
پاک کے باتیں کرتا تھا تو لوگوں سے بیچ گود کے
وَ كَهْلًا ج
اور بڑے پن میں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ
جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ
اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى
میرا احسان جو تجھ پر اور تیری
وَالِدَتِكَ م اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
ماں پر ہوا یاد کر جب میں نے پاک روح سے تیری
الْقُدُسِ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
مدد کی تو لوگوں سے کلام کرتا تھا گود میں
وَكَهْلًا ج
اور بڑی عمر میں

وقف لازم

پچھلے سبق میں قیامت کے دن کی اہمیت جتلائی گئی تھی اور اس دن کے حساب سے ڈرتے رہنے اور اس کے لیے تیاری کرتے رہنے کی ضرورت اس طرح واضح کی گئی تھی کہ رسولوں تک سے سوال ہوگا کہ تمہاری امتوں نے تمہیں کیا جواب دیئے۔

آج کی آیت سے ان رسولوں میں سے خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ یہودیوں نے بہت زیادتیاں کیں اور عیسائیوں نے ان کے مرتبے کو اتنا بڑھایا کہ وہ ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس لیے اس سارے رکوع میں ان کی فضیلتیں اور خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کو ان تمام برائیوں سے پاک صاف بتایا گیا ہے جو یہودی ان میں نکالتے تھے۔ اس کے بعد رکوع میں ایک اور سوال اور جو وہ جواب دیں گے اس کا ذکر ہے تاکہ عیسائیوں کو معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے ویسے ہی بندے ہیں جیسے اور لوگ۔ اور وہ حضرت عیسیٰؑ کے جواب میں غور کر کے اس میں سے اپنے لیے نصیحت نکالیں اور اپنے اعمال درست کریں۔ اس کے بغیر حضرت عیسیٰؑ ان کے کسی کام نہ آئیں گے اور ان کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰؑ ان کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں اور ان کو کوئی عذاب نہ ہوگا بالکل فضول اور بے ہودہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب اللہ عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے سے کہے گا کہ اے عیسیٰ یاد ہے کہ ہم نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کس قدر انعام کیے ہم نے تیری مدد کے لیے روح القدس کو خاص طور پر مقرر کیا اور تو نے ماں کی گود میں شیر خواری کی حالت میں لوگوں سے گفتگو کی اور بڑے ہو کر ان کو خوب وعظ و نصیحت کی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے عطا ہوئے۔ ان میں سے ایک اہم معجزہ یہ تھا کہ بالکل شیر خوارگی کی ابتدائی ایام میں یعنی پیدائش کے فوراً بعد انہوں نے اللہ کے حکم سے باتیں کیں اور لوگوں کو ان سوالات اور اعتراضوں کا جواب دیا۔ جو ان لوگوں نے ان کی والدہ پر کیے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کے اور معجزے

وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ
اور جب میں نے سکھائی تجھ کو کتاب اور حکمت کی باتیں
وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ
اور توریت اور انجیل اور جب
تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
بناتا تو گارے سے مانند صورت پرندہ کے
بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
میرے حکم سے پھونک مارتا تو اس میں پس ہو جاتی تھی وہ
طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
اڑنے والی میرے حکم سے اور اچھا کرتا تو جنم کے اندھے
وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ
اور کوڑھی کو ساتھ حکم میرے کے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا تو
الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ

مُردوں کو ساتھ حکم میرے کے

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت کی باتیں
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ
اور تورات اور انجیل اور جب
تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
تو میرے حکم سے گارے سے جانوروں کی صورت بناتا
بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
تھا پھر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ اڑنے والا
طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
ہو جاتا میرے حکم سے اور میرے حکم سے مادرزاد اندھے
وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ
اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا اور جب میرے حکم سے
الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ
تو مُردوں کو نکال کھڑا کرتا تھا

ارشاد ہے کہ اے عیسیٰؑ وہ وقت یاد کر جب میں نے تجھے اپنے پاک کلام کے سمجھنے کی قوت عطا کی اور بھید کی باتیں بتائیں اور تورات اور انجیل کا علم دیا اور وہ واقعہ بھی یاد کر جب تو میری اجازت سے گُندھی ہوئی مٹی کی ایک چڑیا بناتا اور پھر اس میں پھونک مارتا وہ میرے حکم سے زندہ جانور ہو کر اڑنے لگتی۔ پھر یہ بھی یاد کر کہ میرے حکم سے تو مردے کو زندہ کر کے اٹھا دیتا تھا۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چار خصوصیتوں کا ذکر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص معجزے کہلاتے ہیں۔

۱۔ وہ مٹی کا گارا لے کر اس سے ایک پرندہ کی سی شکل بناتے اور پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ زندہ ہو کر اڑنے لگتا تھا۔

۲۔ پیدائشی اندھے کو اچھا کر دیتے تھے اور وہ نابینا دیکھنے لگتا تھا۔

۳۔ کوڑھ کے مریض کو اچھا کر دیتے تھے۔

۴۔ مردے کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم سے اُٹھ) کہہ کر زندہ کر دیتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کا ذکر اس سے پہلے سورۃ بقرہ میں تیسرے پارے کے شروع میں آچکا ہے۔ اور پھر سورۂ آل عمران کے پانچویں اور چھٹے رکوع میں آیا ہے۔ یہاں تمام مذکورہ باتوں کو یکجا مع کر دیا گیا ہے جس پر غور کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے معجزوں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کے مزید معجزے

وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ
اور جب روکا میں نے اولاد اسرائیل کو تجھ سے
اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَ قَالَ
جب آیا تو ان کے پاس ساتھ نشانیوں کے پس کہا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ
انہوں نے جو کافر تھے ان میں سے نہیں یہ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِذْ اَوْحَيْتُ
مگر جادو کھلم کھلا اور جب دل میں ڈالا میں نے
اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ
طرف حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور
بِ رَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ
اوپر میرے رسول کے کہنے لگے ایمان لائے ہم اور گواہ رہو
بِ اَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
کہ تحقیق ہم فرماں بردار ہیں

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ
اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب
اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ
تو ان کے پاس نشانیاں لے کر آیا تو جو ان
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ
میں کافر تھے کہنے لگے یہ تو صریح
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ
جادو کے سوا کچھ نہیں اور جب میں نے
اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ
حواریوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ ایمان لاؤ مجھ پر
بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ
اور میرے رسول پر تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور گواہ
بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں

حَوَارِيّٖنَ: حواری کی جمع ہے جس کے معنی خاص دوست، ساتھی اور مددگار ہیں۔ یہ لفظ پہلے سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مزید انعامات کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ اے عیسیٰؑ! یہ بھی یاد کر کہ بنی اسرائیل نے تجھے اس قدر ستایا تھا کہ قتل کا ارادہ کر چکے تھے اور وہ لوگ تیری باتیں نہ ماننے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ وہ معجزوں کو جو رسول ہونے کی نشانیاں تھیں، جادو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے جادو ہونے میں شک کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ کہتے تھے کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن میں نے ان کا ہاتھ تمہارے قتل سے روک دیا اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے اور میں نے تمہیں آسمان پر اٹھا لیا۔

پھر ایسی حالت میں کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے اور کوئی بات نہ سنتا تھا۔ میں نے چند لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ تیرے دوست اور مددگار بنیں۔ وہ لوگ اللہ کی باتیں سن کر سچے دل سے کہہ اٹھے کہ ہم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو سچا مان لیا۔ اے اللہ تو ہماری اس بات پر گواہ رہ کہ ہم تیری اور تیرے رسول کی پوری پوری تابعداری کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا لقب حواری ہوا جن کو دوسری جگہ انصار اللہ (اللہ کی مدد کرنے والے) کہا گیا ہے، جیسا کہ پہلے سورۃ آل عمران میں اور آگے سورۃ الصف میں آئے گا۔

Marfat.com

حواریوں کی درخواست

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يَا عِيْسَى ابْنَ
جب کہا حواریوں نے اے عیسٰی بیٹے
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ
مریم کے کیا کرسکتا ہے رب تیرا کہ
يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ
اتارے ہم پر بھرا ہوا خوان آسمان سے کہا
اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے
قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ
انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں ہم اس سے اور
تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ
مطمئن ہوں دل ہمارے اور جانیں کہ بے شک
صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
سچ کہا تو نے ہم سے اور ہوں ہم اس پر منجملہ
الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
گواہوں کے

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ
جب حواریوں نے کہا اے عیسٰی مریم کے
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ
بیٹے کیا تیرا رب کرسکتا ہے کہ ہمارے اوپر
يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ
بھرا ہوا خوان اتارے اس نے
اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
جواب دیا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو
قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ
وہ بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھادیں اور
تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ
ہمارے دل مطمئن ہوجاویں اور ہم جان لیں کہ
صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
تو نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ
الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ الربع
رہیں

جب حضرت عیسٰیؑ کے ماننے والے حواریوں نے دیکھا کہ حضرت عیسٰیؑ بیماروں کو اچھا کردیتے ہیں مردوں تک کو زندہ کر دیتے ہیں اور لوگوں کو ان کے چھپے ہوئے بھید بتا دیتے ہیں۔ تو انہوں نے حضرت عیسٰیؑ سے ایک سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے عیسٰیؑ کیا اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ایسا کرسکتا ہے کہ نیار کھانوں سے بھرا ہوا سجا سجایا ایک خوان ہمارے واسطے آسمان سے بھیج دے حضرت عیسٰیؑ نے جواب دیا۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اس سے ڈرو اور اس کے حکموں کی تعمیل کرو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایمان تو درست ہے ہم اللہ کی آزمائش نہیں کر رہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ہمارے دلوں میں چین بڑھ جائے اللہ کی عبادت خوب کریں اور اس کی مہربانی پر گواہ رہیں اور ہمیں اس میں ذرا بھی شبہ نہ رہے کہ جو راستہ آپ ہمیں بتا رہے ہیں وہ ٹھیک ہے اور آپ بالکل سچے ہیں حضرت عیسٰیؑ کے جواب میں یہ ہدایت پوشیدہ ہے کہ اللہ نے انسان کے لیے اس کی اپنی ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کا جو طریقہ مقرر کردیا ہے اسی طریقہ سے ان چیزوں کو حاصل کرنا چاہیئے۔ فقط تقویٰ کا خیال رکھنا ضروری ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے باہر نہ نکلے اور اس کے غضب سے ڈرتا رہے یہ انسان کے لیے عام قاعدہ ہے ؛

Marfat.com

ذکر مسیح علیہ السلام

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بابت لوگوں نے بہت سے غلط خیال قائم کر رکھے ہیں۔ لیکن اگر اس رکوع پر غور کیا جائے تو ان کی بابت ساری غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اول تو ان کی پیدائش نرالے طریقے سے ہوئی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے کہ بغیر باپ کے بھی کوئی شخص پیدا ہو سکتا ہے یہودیوں نے حضرت مریم پر معاذ اللہ تہمت لگائی۔ بعض لوگوں نے ان کی شادی ثابت کرنے کی کوشش کی اس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بابت کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ یہاں تک کہ بعض لوگ ان کی قبر تک ثابت کرنے کو تیار ہیں۔

ان کے معجزے ماننے سے کچھ لوگ بچکچاتے ہیں' ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک انسان لاعلاج بیماریوں کا کیسے علاج کر سکتا ہے۔ اندھوں کو بینا' کوڑھیوں کو صحت مند کیسے کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ اس رکوع میں ان کی ساری فضیلتیں بہت کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ قیامت کے دن تو سب سمجھ ہی جائیں گے۔ لیکن یہاں بھی ان پر غور کیا جائے تو سارے غلط خیالات درست کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بابت تمام شبہات کا جواب اصل میں ایک ہی جملہ میں دے دیا گیا ہے (وایدنٰہ بروح القدس) ہم نے روح قدس کے ذریعہ اس کی تائید کی' اور ان کی ساری خصوصیتوں کی جڑ یہیں سے نکلتی ہے۔ پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان دو الگ الگ اجزا کا مجموعہ ہے' ایک بدن دوسرے روح' بدن ایک مشین ہے' مشین مختلف پرزوں کو قرینے سے جوڑ کر بنتی ہے' یہ جب بن جاتی ہے تو خود کچھ کام نہیں کر سکتی۔ جب تک اس کے اندر بھاپ داخل نہ ہو جائے' ایسے ہی انسانی بدن کی مشین کو چلانے والی ایک قوت ہے۔ جیسے ہم اپنی بنائی ہوئی مشینیں بجلی یا بھاپ کی قوت کے بغیر نہیں چلا سکتے۔ ایسے ہی انسانی بدن کی مشین بغیر اس قوت کے بیکار ہے۔ اس قوت یعنی روح کا ایک خزانہ ہے جیسے بجلی کا یا بھاپ کا خزانہ ہوتا ہے۔

روح کے اس خزانہ کا نام روح القدس ہے۔ بدن تک روح القدس کی طاقت لانے والا اسی روح کا ایک اوتار ہے اس کا نام جبریل رکھا ہے اور روح پہنچانے کا نام نفخ روح یعنی روح پھونکنا ہے۔

بدن کی مشین کا مصالحہ معمولی قاعدے کے مطابق باپ اور ماں دونوں سے مل کر حاصل ہوتا ہے اور ماں کے پیٹ میں تیار ہوتا ہے۔ لیکن دو دفعہ اس قاعدے کو توڑا گیا ہے۔ ایک حضرت آدمؑ کا بدن بناتے وقت ——— اور دوسرے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کے وقت۔

آدم علیہ السلام کے نہ باپ تھے نہ ماں تھی۔

دوسری دفعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وقت باپ کے حصہ کا مصالحہ قدرت خداوندی سے لیا گیا۔ جبرئیلؑ نے روح پھونک دی۔ یہ روح اتنی زوردار تھی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام خود اس سے بنائے ہوئے مٹی کے پتلوں میں روح دوڑا دیتے تھے' اور اسی روح سے وہ بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے اس پر غور کرنے سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بابت ساری باتیں سمجھ میں آسکتی ہیں جو لوگ بجلی کی طاقت کو مانتے ہیں مگر روح کی طاقت کو نہیں مانتے ان پر تعجب ہے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کی دُعا

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ
کہا عیسیٰ نے بیٹے مریم کے اے اللہ
رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً
ہمارے رب اتار ہم پر خوان
مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا
آسمان سے ہو وے وہ ہمارے لیے عید
لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً
پچھلوں ہمارے کے اور پچھلوں ہمارے کے اور نشانی
مِّنْکَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ
تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی
خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (۱۱۴)
بہترین روزی دینے والا ہے

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ
عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا کہ اے اللہ
رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً
ہمارے رب اتار ہم پر خوان
مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا
آسمان سے کہ ہمارے پہلوں اور
لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً
پچھلوں کے لیے عید کا دن ہو اور تیری طرف
مِّنْکَ ج وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ
سے نشانی ہو اور ہم کو روزی دے اور تو ہی
خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (۱۱۴)
سب سے بہتر روزی دینے والا ہے

مائدہ: خوان۔ اس لفظ میں حواریوں کی اس خواہش کی طرف اشارہ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ آسمان سے تیار کھانے دسترخوان میں لگے ہوئے اتریں اور انہیں ہاتھ پیر ہلائے بغیر سب کچھ حاصل ہو جائے۔

پچھلی آیت میں جب حواریوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی آزمائش مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی خاص عنایت طلب کرتے ہیں تاکہ فراغت کے ساتھ اس کی شکرگذاری اور عبادت میں جی لگا کر مشغول ہوں اور اس کے حکم بجا لائیں اور آپ کی سچائی ہم پر بالکل واضح ہو جائے اور اس کی کھلی نشانی ہماری آنکھوں کے سامنے آجائیں۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حضور میں عرض کیا کہ یا اللہ آپ ہی ہماری ساری ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے والے ہیں اپنی رحمت سے ان کے حاصل کرنے میں ہماری محنت و مشقت کی ضرورت نہ چھوڑ بلکہ تیار کھانے سے سجا سجایا دسترخوان ہمارے اوپر آسمان سے بھیج دے۔ تاکہ ہمارے اگلے پچھلے سب کے لیے خوشی اور عید کا باعث بن جائے اور آپ کی شفقت اور مہربانی کی کھلی ایک نشانی ہمارے ہاتھ آجائے آپ ہم سب کو رزق دینے والے ہیں اور ہر صورت میں رزق آتا آپ ہی کی طرف سے ہے آپ کو رزق دینے کا طریقہ بدلنے میں کیا دیر لگے گی۔ آپ کی قدرت میں سب کچھ ہے اور رزق اور روزی دینے میں آپ کی برابری تو کیا آپ کی نقل بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ گو بظاہر کتنا ہی فیاض اور مالدار ہو۔

ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی یہ دعا حواریوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے لیے تھی تاکہ وہ کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہو کر سارا وقت اللہ کی شکرگذاری اور اس کے حکموں کے بجا لانے میں صرف کریں۔

Marfat.com

نافرمانی کی سزا

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ
کہا اللہ نے بے شک میں اتارنے والا ہوں اس کو تم پر
فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ
پس جو ناشکری کریگا اس کے بعد تم میں سے تو بے شک میں
اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ
اسے عذاب دوں گا ایسا عذاب کہ نہ عذاب دوں گا ایسا
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾
کسی کو جہان والوں میں سے

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ
کہا اللہ نے بے شک میں وہ (خوان) تم پر اتاروں گا
فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ
پھر جو کوئی تم میں سے اس کے بعد ناشکری کریگا تو میں اسے
اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗ
ایسا عذاب دوں گا کہ جہان میں
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۵
کسی کو نہ دوں گا

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی دعا کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں یہ خوان تمہارے اوپر ضرور اتاروں گا۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ اس دن کے بعد تم میں جو ناشکری کرے گا، اس کو ایسا سخت عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں ویسا عذاب کسی کو نہ دوں گا۔

اس کے بعد قرآن مجید میں یہ ذکر کہیں نہیں کہ وہ خوان واقعی اترا یا نہیں کیوں کہ قرآن مجید میں اتنی ہی بات بیان کی جاتی ہے جس سے انسان کے لیے کوئی ہدایت نکلتی ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کی دعا اور اس کے جواب میں انسان کو ایک نہایت کام کی بات بتائی گئی ہے اس پر غور کرنا چاہیئے، خوان کے اترنے یا نہ اترنے کا فیصلہ آج تک نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اترا تھا۔ لیکن لوگوں نے ناشکری کی اور اس کا اترنا بند ہوگیا اور انہیں ناشکری کی سزا ملی۔ بعض کی رائے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا کا جواب سن کر لوگ ڈر گئے اور اپنی درخواست واپس لے لی۔ بہرحال دعا اور جواب دونوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

اس میں ہمیں کئی مفید باتیں سکھائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے آگے رسول تک بے بس ہیں۔ اولیاء کا تو ذکر ہی کیا۔ ہمیں اللہ میں اور بندے میں اچھی طرح فرق سمجھ لینا چاہیئے۔ ولی اور رسول سب اللہ کے بندے ہیں اور اللہ سب کے اوپر حاکم ہے۔ بندے فقط دعا کر سکتے ہیں۔ منظور کرنا یا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس سے عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ (معاذ اللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ غلط ٹھہرانا مقصود ہے اور ہمیں اس سے یہ سیکھنا ہے کہ اللہ اور بندے میں بڑا فرق ہے اس کے علاوہ اس سے یہ بھی سکھانا مقصود ہے کہ انسان کو رزق ان طریقوں سے حاصل کرنا چاہیئے۔ جو اس کے لیے حلال طور پر مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اس کے لیے اس کو کچھ نہ کچھ محنت ضرور کرنی چاہیئے۔ دعا، وظیفوں اور نرالے طریقوں سے بیٹھے بٹھائے رزق ملنے کی تمنا یا کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس کا شکر آسان نہیں اور ناشکری کا انجام سوا عذاب کے کچھ نہیں۔ اور سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ انسان مفت کی دولت مل جانے سے متکبر یا شیطان ہو جاتا ہے یا نرا جانور۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کی وعید

ایک اور بات جو یہاں سے سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو بے محنت و مشقت کے بیٹھے کھانا مل جایا کرے گا۔ تو وہ دل لگا کر اللہ کی عبادت میں سارا وقت صرف کریں گے اور آپس کے فساد اور جھگڑے کم ہو جائیں گے انہیں اپنی خواہشوں کو قابو میں رکھنا آ جائے گا اور لوگوں کے لیے راہبوں کی سی زندگی بسر کرنی آسان ہو جائے گی اور اسی لیے حضرت عیسیٰؑ نے دعا کرنے سے پہلے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ اللہ سے ڈرو۔ مطلب یہ تھا کہ ایسی آسانیاں طلب کرتے ہو تو اس کے بعد تم سے پرہیزگاری اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ کا مطالبہ بھی کیا جائے گا کیا تم میں اتنا دردار ایمان ہے کہ کمائی کی محنت سے چھوٹ کر جو وقت بچے گا۔ اس کو کھیل کود اور بے ہودہ تفریح میں نہ صرف کرو گے بلکہ ہر وقت اللہ کی مرضی کے کاموں میں لگے رہو گے۔

اس کے جواب میں لوگوں نے انہیں یقین دلایا کہ وہ آسمان سے مائدہ اترنے کے بعد اللہ کے شکرگذار بندے بن کر رہیں گے یہ سن کر حضرت عیسیٰؑ نے اللہ سے دعا کی اور مائدہ طلب کیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں مائدہ نازل کروں گا لیکن اس کے بعد جو میرا منکر اور شکرگذار بندہ بن کر نہ رہے گا اس کو عذاب بھی اتنا سخت دوں گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا جائے گا۔

حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں دو چیزوں کی درخواست ہے ایک مائدہ کی دوسرے رزق کی۔ مائدہ کے اترنے نہ اترنے میں تو اختلاف ہے، لیکن رزق کی فراخی اور آسانی کی دعا انسان کے لیے مقبول ہوئی۔ یعنی جو شخص کمانے کے مقرر طریقے اختیار کرے گا اسے رزق کی فراخی دی جائے گی۔ لیکن شرط اس کے ساتھ بھی وہی ہے کہ جو اس رزق کو نیک اور جائز طریقے سے خرچ کرے گا اور اللہ کے حکم بجا لائے گا وہ تو نجات پائے گا۔ مگر مال دار بخیلوں اور بدکاروں کو سخت سزا ملے گی۔ جس سے مفلس لوگ محفوظ رہیں گے۔ اس دعا کا اثر اس وقت کے یہودیوں اور عیسائیوں میں خاص طور پر ظاہر ہوا دونوں کے لیے دنیا میں دولت کے دروازے کھول دیئے گئے گو یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے دولت کے ساتھ ذلت بھی نصیب ہوئی۔

عیسائیوں کو ان کے مان لینے کی وجہ سے دولت اور عزت دونوں نصیب ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجود تھی۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے تھا کہ دولت کمانے کے ان ذرائع سے جو ان کے لیے آسان کر دیئے ہیں۔ دولت کما کر اگر وہ اسے برے کاموں میں اور اپنی بڑائی ڈھونڈنے میں صرف کریں گے تو اس کے معنی کی ناشکری کے ہوں گے اور ناشکری اللہ کے عذاب کا سبب بنے گی۔ اگر یہ عذاب ان کو دنیا میں نہ بھی آخرت میں وہ اس سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔

افسوس عیسائی دولت کی وجہ سے مغرور ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے اس حصہ کو بھول گئے جس میں اللہ کی ناشکری کرنے والوں کو عذاب کی دھمکی دی گئی تھی۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کی گواہی

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ
اور جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ بیٹے
مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
مریم کے کیا تو نے کہا واسطے لوگوں کے
اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
ٹھیرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود کے
دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا
سوا اللہ کہا پاک ہے تو نہیں
يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ
ہے میرے لیے یہ کہ کہوں میں وہ بات کہ نہیں
لِيْ ق بِحَقٍّ ط

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ
اور جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے
مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
عیسیٰ کیا لوگوں کو تو نے کہا تھا
اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو
دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا
معبود ٹھیراؤ کہا تو پاک ہے مجھ کو
يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ
لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھ
لِيْ بِحَقٍّ ط
کو حق نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں پر رزق کی فراخی کا وعدہ ہے۔ لیکن دولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنے والوں کو عذاب بھی سخت دیا جائے گا۔ یہ رزق کی فراخی کا وعدہ تو پورا کیا گیا۔ لیکن عیسائیوں نے دولت اللہ کے حکم کے مطابق خرچ نہ کی۔ بلکہ بیہودہ عیاشی اور کھیل کود میں صرف کی۔ ان کے کان کھولنے کے واسطے اس رکوع میں قیامت کا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ سے ان کی وجہ سے باز پرس ہوگی۔ اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ اپنی بغاوت اور سرکشی کو چھوڑ دیں ورنہ ان کو اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

ارشاد ہے کہ کان لگا کر سن لو۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا کر ہماری پرستش کرنا۔ حضرت عیسیٰؑ جواب میں عرض کریں گے کہ اے سب عیبوں سے پاک اللہ میری کیا مجال کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جس کا نکالنا میرے لیے کسی طرح سزاوار نہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہو کر ایسی بات کہوں کہ جس کو کوئی معمولی بندہ بھی نہیں کہہ سکتا۔

یہ سارا رکوع اس قدر اللہ کی عظمت و جلال اور اس کے سامنے انسان کی بندگی اور عاجزی سے پُر ہے کہ اس کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمان بھی حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے ہیں، اس لیے جو سبق حضرت عیسیٰؑ کے اس واقعہ سے عیسائیوں کو سیکھنا چاہیئے وہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں کو سیکھنا ہے اس بات کو انشاء اللہ اس رکوع کے ساتھ یہ سورت بھی ختم ہوتی ہے۔ بیان کریں گے۔

Marfat.com

سورۃ المآئدۃ ۵ ۱۲۴ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

نبی کی شہادت

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَ نِيْ
نہیں کہا میں نے ان سے مگر جو حکم دیا تو نے مجھ کو
بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
اس کا یہ کہ بندگی کرو اللہ کی میرا رب اور
رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا
تمہارا رب اور تھا میں ان پر دیکھ بھال کرنے والا جس
دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
مدت تک رہا میں ان کے اندر پس جب اٹھا لیا تو نے مجھ کو تو تھا تو
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ
آپ نگہبان ان پر اور تو اوپر ہر
شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾
چیز کے دیکھ بھال رکھنے والا ہے

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ
میں نے ان کو کچھ نہیں کہا مگر جو تو نے
بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
حکم کیا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا
رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا
رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا میں ان
دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
سے خبردار تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان کی
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ
خبر رکھنے والا تو ہی تھا اور تو ہر چیز سے
شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾
خبردار ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حضور میں اپنا بے قصور ہونا ظاہر کرنے کے لیے بے قرار ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ اتنا بڑا سوال بے وجہ نہیں ضرور اس میں کچھ حکمت ہے، پہلے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے ایک تیرا بندہ جس پر تو نے اپنی بڑی مہربانی کی کہ اپنا رسول اور پیغامبر مقرر کیا۔ ایسی گستاخی کیسے کر سکتا ہے کہ آپ کی برابری کا دعویٰ کرے پھر عرض کرتے ہیں کہ مجھے تو اتنا علم نہیں کہ آپ کے بھید سمجھ سکوں اور اس سوال کے اندر جو حکمت ہے اس کو دریافت کر سکوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال بھی نہیں گذرا۔ کہ خود خدا بن بیٹھوں۔ پھر جو کچھ انہوں نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے دنیا میں کیا وہ بیان کرتے ہیں اس آیت میں اسی کا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ:

اے اللہ میں نے ان سے سوا اس کے کچھ نہیں کہا جس کے کہنے کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی میرا اور تمہارا پالنے والا اور حفاظت کرنے والا اللہ ہے۔ اس لیے اس کے آگے بندوں کی طرح سر جھکاؤ اور اس کے ساتھ اپنی بے بسی اور بے چارگی کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے۔ اے اللہ مجھے تو ان کی باتوں کی جبھی تک خبر تھی۔ جب تک میں ان کے اندر موجود تھا جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو پھر ان کی دیکھ بھال کرنے والا تو آپ ہی تھا اور تیرے سوا اور کون ہے جو دیکھ بھال کرے کیونکہ تو ہی ہر چیز کا نگران اور محافظ ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ ضرور اس سوال سے غرض یہ ہوگی۔ میری پیروی کے دعوے داروں کا اس طریقہ سے قصور ثابت کر کے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے۔ اس لیے ایک رحم دل پیغمبر کی حیثیت سے ان کی نہایت مناسب الفاظ میں سفارش کرتے ہیں جو آگے کے سبق میں ہے:

Marfat.com

اللہ سے رحم کی درخواست

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو زبردست حکمت والا ہے

ایک زبردست حاکم کے سامنے مجرم کی بخشش کی درخواست کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ نہیں ہوسکتا۔ جب کسی مجرم کا جرم بلاشبہ ثابت ہو جائے اور حاکم بھی ایسا ہو کہ جس کے فیصلے کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ اس کی اپیل ہوسکتی ہے تو سفارش کرنے والا یہی الفاظ استعمال کرسکتا ہے، جو یہاں حضرت عیسٰیؑ نے کیے ہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو کچھ اب تک کہا وہ ایسا صاف بیان ہے کہ اس کے بعد خود عیسائیوں کا قصور ثابت ہونا لازمی ہے۔ اس واقعہ میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ دونوں کو دنیا میں معبود بنایا گیا۔ اس کی وجہ دو کے سوا تیسری نہیں ہوسکتی۔ یا تو خود حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو انہیں اللہ کا پیغام پہنچانے والے تھے کہا کہ اللہ کی نہیں بلکہ میری اور میری ماں کی پوجا کرو اور یا عیسائیوں نے یہ راستہ خود بخود اختیار کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے جواب سے ان کے بے گناہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اس طرح اس حقیقت میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ فعل عیسائیوں کا اپنا ایجاد کیا ہوا ہے اور اس لیے وہ مجرم ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اسی خیال سے عرض کریں گے کہ اے احکم الحاکمین آپ ان کو عذاب دیں تو کوئی آپ کو روکنے والا نہیں۔ کیونکہ آپ اُن کے پورے طور پر مالک ہیں اور یہ آپ کے بےکس اور لاچار بندے ہیں۔ شیطان کے بہکانے سے سب سے بڑا جرم کر بیٹھے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ان کو بخش بھی سکتے ہیں اس صورت حال میں بھی آپ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ سب سے زیادہ طاقت اور قوت والے ہیں۔ کسی کی مجال کیا کہ آپ کے فیصلہ میں چون و چرا کر سکے اور پھر آپ ہی یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے معاف کر دینے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ کیونکہ آپ حکیم ہیں اور ہر بات کی تہ کو پہنچے ہوئے ہیں اور ہر کام کے نتیجہ سے واقف ہیں۔ ایک زبردست دانا و بینا حاکم سے رحم و کرم کی درخواست کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی بےبسی کا اور اس کی بےپناہ قدرت اور طاقت کا اقرار کیا جائے۔

Marfat.com

اللہ کا فیصلہ

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ
فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو
صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
ان کا سچ ان کے لیے باغ ہیں بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
سے نیچے ان کے نہریں رہیں گے
فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ
اس میں ہمیشہ راضی ہوا اللہ ان سے اور
رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾
راضی ہوئے وہ اس سے یہی ہے کامیابی بڑی
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
اللہ کے لیے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی
وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ
اور جو ان میں ہے اور وہ اوپر ہے
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع
چیز کے قدرت والا ہے

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ
اللہ نے فرمایا یہ دن ہے کہ سچوں کے
صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
ان کا سچ کام آویگا ان کے لیے باغ ہیں جن
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان ہی میں
فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ
ہمیشہ رہا کریں گے ان سے اللہ راضی ہوا اور
رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾
وہ اس سے راضی ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
زمین و آسمان کی سلطنت اور جو کچھ
وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ
ان کے بیچ میں ہے اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶ ۵
ہر چیز پر قادر ہے

اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کا بیان سن کر فیصلہ فرمایا کہ آج ٹھیک راستے پر چلنے والوں کے لیے ان کا ٹھیک ٹھیک رہنا ان کو نفع دے گا۔ اور آج سچے آدمیوں کے ان کی سچائی کام آوے گی۔ اس فیصلہ میں مجرموں کا کوئی ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کا حال اسی فیصلہ سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے اس کے صاف صاف ذکر کی ضرورت نہیں اور یہ وہ طرز بیان ہے جو کلام پاک ہی کا حصہ ہے۔

ارشاد ہے کہ آج کا دن وہ ہے کہ جس میں اچھے کام کرنے والوں کو ان کے اچھے کاموں کا بدلہ ملے گا اور جنہوں نے سچائی اور خلوص کے ساتھ دنیا میں اللہ کے حکموں کی تعمیل کی ہے آج وہ اس کا پھل پائیں گے انہیں رہنے کے لیے ایسے باغ ملیں گے جن کے صحنوں اور درختوں کے نیچے صاف شفاف نہریں بہ رہی ہوں گی اور پھر یہ باغ ان سے کبھی چھینے نہیں جائیں گے بلکہ وہ انہیں کو بخش دیے جائیں گے تاکہ وہ ان میں ہمیشہ رہیں۔ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ انعامات اللہ کی طرف سے ملیں گے جس کے قبضہ میں آسمان زمین اور ان کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب کچھ ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہوسکتی۔ جو اس کی قدرت سے خارج ہو۔

اس فیصلہ میں بُرے لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہوگا اس کو چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ وہ خود سمجھ لیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

Marfat.com

سورۂ مائدہ کا موضوع

پچھلے سبق کے ساتھ سورۂ مائدہ ختم ہوئی۔ آج ہم اس کے مضمونوں پر پھر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ سورت ہمیں کیا سکھاتی ہے۔

اصل میں اس کے سارے مضمون ایک ہی موضوع کے گرد گھومتے ہیں۔ اگر ہم اس موضوع کو سمجھ لیں تو ہم اس سورت سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور زندگی خوشی اور کامیابی کے ساتھ بسر کر سکتے ہیں۔

انسان کی پیدائشی خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی ہر خواہش کو بلا روک ٹوک پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ کچھ ایسی ترکیب کرنی چاہیے کہ میں جو چاہوں وہ ہوجائے اور میرا دل جو کچھ چاہتا ہے۔ اس کے حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ بلکہ سب میری مرضی کی پیروی کریں اور میرے مقصد کے حاصل کرنے میں میری مدد کریں۔ قرآن مجید اس خصلت کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر آدمی کی آزادی ایک طریقے اور قاعدے کی پابند ہونی چاہیئے۔ ورنہ وہ انسان نہیں نرا جانور ہے۔

یہ قاعدہ وہ ہے جسے قانون کہتے ہیں اور یہ قانون اسی نے بنایا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اسی بات کو مان لینے کا نام ایمان ہے۔ اس قانون کا نام قرآن ہے اور اس کا بنانے والا اللہ ہے۔ اس سورت کے شروع میں ہی حکم دیا گیا ہے کہ قانون کی پابندی کرو۔ اس کو اس طرح کہا گیا ہے کہ اللہ اور قرآن کا اقرار کر لینے کا نام ایمان ہے۔ اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہاری انفرادی آزادی قانون کے سامنے کوئی چیز نہیں اور قانون بنانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ ایمان کی پہلی علامت ہے۔ جس کے بغیر کوئی شخص ایمان دار نہیں کہلا سکتا۔

قانون کے جاری کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چند رسمیں قائم کردی جاتی ہیں اور پھر سب سے کہہ دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص ان رسموں کے خلاف نہ کرے۔ اس بات کی نگرانی بہ حیثیت مجموعی ساری امت کے ذمے ہوتی ہے ـــــ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ قانون کے اصول، اللہ نے بنائے ہیں اور ان کی نگہبانی پوری امت کے ذمے ہے۔

معلوم ہوا کہ اصل چیزیں جن کی طرف دنیا میں توجہ کرنی چاہیئے چار ہیں (۱) اللہ (۲) رسول اور قانون یعنی قرآن اور اس کی شرح کرنے والی حدیثیں (۳) فرد بشر (۴) پوری امت۔ اللہ اور قرآن اپنی اپنی جگہ اٹل ہیں فرد اور سوسائٹی کے آپس کے تعلقات ان کے دیئے ہوئے اصول کے مطابق قائم کرنے ہیں۔ سوسائٹی کا فرض ہے کہ ہر فرد کے لیے قانون کے سمجھنے کا پورا پورا انتظام کرے اور اسی کا نام تعلیم ہے۔ فرد کا فرض ہے کہ سوسائٹی کی قائم کی ہوئی رسموں کا پابند ہو اور جب دیکھے کہ کوئی رسم خلاف قانون ہو چکی ہے تو سوسائٹی کو اس سے آگاہ کردے اور خود اس رسم کی پابندی چھوڑ دے۔ اس سورت میں یہی سمجھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ پہلی امتوں نے ان باتوں کے سمجھنے یا ان پر عمل کرنے میں غلطیاں کی ہیں ان غلطیوں کو واضح کیا گیا ہے تاکہ ہم ان سے بچیں:

Marfat.com

سورۃ مائدہ پر ایک نظر

قرآن شریف میں جو حکم بھی دیا گیا ہے۔ وہ ساری امت کو دیا گیا ہے۔ اس لیے حکم اکثر جمع کے صیغے سے دیئے جاتے ہیں اور جہاں کہیں مفرد کا صیغہ اختیار کیا گیا ہے وہاں اس کے مخاطب رسول ہیں۔ جو تمام امت کے نمایندہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فرد کی خودی امت کی یعنی سوسائٹی کی خودی کے اندر گم ہے اور سوسائٹی کا کام ہر شخص کی فرداً فرداً خبر گیری کرنا ہے۔ یعنی کوئی شخص ایسا کام نہیں کر سکتا جس سے سوسائٹی کو نقصان پہنچے۔ یا جس سے سوسائٹی درہم برہم ہو۔ بغاوت۔ سرکشی۔ چوری۔ خودسری وغیرہ۔ یہ سب سوسائٹی کو درہم برہم کرنے والے جرم ہیں۔ اس لیے ان کی سزا بہت سخت ہے۔ چنانچہ اس سورت میں ان کا بیان ہے۔ اور سوسائٹی کو تاکید ہے۔ کہ جرم ثابت ہونے پر مجرم کی کوئی رعایت نہ کرے۔

سوسائٹی ہمیشہ افراد کی بد اعمالیوں سے بگڑتی ہے۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک فرد یا چند افراد مل کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور دوسروں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور رسول اور اس کی قانونی کتاب (توراۃ۔ انجیل۔ قرآن) کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیتے ہیں اور اپنا ہی حکم چلانا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پہلے اہل اقتدار کی بدمعاشیوں کی وجہ سے سوسائٹی بگڑتی ہے اور وہ اپنے تمام افراد کی نگہبانی نہیں کر سکتی۔ اور بدکاروں کو سزا دینے کی قدرت نہیں رکھتی۔ اس کے بعد افراد کو کھل کھیلنے کا موقعہ ملتا ہے اور وہ اپنی سی کر گزرتے ہیں یہودیوں اور عیسائیوں میں یہی ہوا۔ اس لیے ان کا حال بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کی بری باتوں سے بچنا چاہیئے۔

سوسائٹی کا بگڑنا انسان کے لیے تباہی کا باعث ہے اور یہ ہمیشہ مالداروں کی بدکاریوں سے بگڑتی ہے اس کی بابت قیامت میں باز پرس ہوگی اور چونکہ سوسائٹی کا سب سے بڑا نگران دنیا میں رسول ہوتا ہے۔ اس لیے قیامت میں سب سے پہلے ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم نے سوسائٹی کو صحیح اصول پر قائم نہیں کیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ سے سوال کیے جانے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی بے گناہی ثابت کر کے ان مفسدوں کو جنہوں نے سوسائٹی کو درہم برہم کیا تھا۔ قرار واقعی سزا دی جائے ــــ حضرت عیسیٰؑ سے خاص طور پر اس لیے سوال ہوگا۔ کہ ان کی امت انسانی سوسائٹی کے بگاڑنے کی سب سے زیادہ مجرم ہے گویا حضرت عیسیٰؑ سے باز پرس ان کی امت کی سزا کا پیش خیمہ ہے۔ یہود اس لیے مجرم ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے بتائے ہوئے طریقہ پر انہوں نے جب تک ان کا بس چلا کبھی انسانی سوسائٹی قائم ہی نہ ہونے دی اور ان کے ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ــــ پھر ان دونوں کا یہ جرم ہے کہ آخری قانون یعنی قرآن کو جس کے مطابق انسانی سوسائٹی قائم ہونا چاہیئے تھی انہوں نے رد کر دیا اور اپنی تخریبی کارروائیوں میں سرگرم رہے۔ مسلمانوں کو ان کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے رسولوں کا دل دکھایا۔ مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے اپنے رسول اکرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیئے ؛

Marfat.com

سُورۃ الانعام کا خلاصہ

اب سورۃ الانعام کا خلاصہ مضامین پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کو خیال میں رکھ کر اس سورت کا مطالعہ کیا جائے۔

اَنْعَام: نَعَم کی جمع ہے اور نعم جانور کو کہتے ہیں۔ مویشی اور جانوروں کو اللہ نے انسان کا خادم بنایا ہے لیکن اس میں سے بعض لوگ اپنی مرضی سے کسی کو حرام کر لیتے ہیں۔ اس سورت میں اس کا ذکر ہے اور اس سلسلہ میں انعام کا لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ اس لیے اس سورۃ کا نام ہی الانعام قرار پایا۔

یہ سورۃ ایک ہی دفعہ ساری کی ساری مکہ میں نازل ہوئی چند آیتوں کے سوا جو غالباً مدینہ میں نازل ہوئیں اس سورت کے نزول کا زمانہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے اور اس کا اصل مضمون توحید کی تعلیم ہے۔ اور ان سب غلط خیالات کا رد ہے جن میں ایک سے زیادہ خدا مانے جاتے ہیں اور لوگ اللہ کے سوا دوسری چیزوں کے سامنے ادب سے جھکتے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور ان میں ایسی صفتیں اور خوبیاں مانتے ہیں۔ جو فقط اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں۔

قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے دنیا میں شاید ہی کوئی چیز بچی ہو۔ جسے معبود بناکر اس کی پوجا اور عبادت نہ کی گئی ہو۔ خدا کے ساتھ اور چیزوں کا شریک کرنا اور اس کی خوبیاں اور فضیلتیں دوسروں میں بھی ماننا ایک عام بات تھی۔ پارسی یا مجوسی کہتے تھے کہ دنیا کی اچھی چیزوں کا پیدا کرنے والا خدا اور ہے اور بُری چیزوں کے پیدا کرنے والا اور ہے اچھی چیزوں کو اُجالا یعنی نور کہتے تھے اور بُری چیزوں کو اندھیرا یعنی ظلمت کہتے تھے۔ یہ ان دو خداؤں کے قائل تھے ـــــ ہندو تینتیس کروڑ دیوتا مانتے تھے اور ہر ایک کے سپرد الگ الگ کام تھا۔ آریہ سماج نے کوشش کر کے ان کو گھٹایا۔ مگر پھر بھی مادہ اور روح کو خدا کی طرح ازلی ابدی اور ایک دوسرے سے مستقل اور غیر مخلوق ٹھہرایا۔ عرب کے مشرک تو درخت پتھر وغیرہ تک کو اللہ کی خدائی میں شریک اور مددگار مانتے تھے۔

یہودیوں نے خدا کی صفات کو اس قدر معمولی قرار دیا کہ ہر آدمی اس کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بچھڑے کی پوجا کی۔ عیسائیوں نے باپ۔ بیٹے۔ روح القدس کو خدائی میں برابر کا حصہ دار ٹھہرایا۔ غرض ایک اللہ کا قائل کوئی مشکل ہی سے تھا۔ اس سورت میں ان تمام عقیدوں کو باطل اور غلط قرار دیا ہے اور سکھایا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ جیسے اس کی ذات یکتا ہے۔ ایسے ہی اس کی صفتیں بھی سب سے نرالی ہیں۔ سب چیزیں اسی نے اپنی قدرت سے پیدا کی ہیں اور جب تک چاہے گا انہیں قائم رکھے گا اور جب چاہے گا۔ فنا کر دے گا۔ دنیا کی حفاظت اور اس کا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اپنی مخلوق کے لیے زندگی کے الگ الگ قانون مقرر کیے ہیں۔ انسان کو اسی نے بنایا ہے اور اس کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے ہیں جن میں سے بہت سے رسولوں کا اس سورت میں ذکر ہے:

Marfat.com

سب کا خالق اللہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
ساری خوبیاں ہیں اللہ کے واسطے جس نے پیدا کیا آسمانوں

وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ
اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور

النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اجالے کو پھر وہ لوگ جو کافر ہوئے

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①
ساتھ رب اپنے کے برابر ٹھیراتے ہیں (اوروں کو)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان

وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ
اور زمین پیدا کیے اور اندھیرا اور

النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اجالا بنایا پھر بھی کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①
کو برابر کیے دیتے ہیں

اسّٰ موت (آسمان) سمار کی جمع ہے۔ سمار وہ چیز ہے جو ہمارے سر سے اوپر ہے اور چونکہ اوپر کی چیزیں بہت سی ہیں۔ جو اوپر کی طرف نگاہ کرنے سے نظر آتی ہیں۔ اس لیے سب کے لیے جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ظُلُمٰت: ظلمت کی جمع ہے جس کے معنی اندھیرے کے ہیں اس سے مراد رات اور دن کے اندھیرے ہیں۔

نُوْر: روشنی۔ اس سے مراد دن ہے۔ اندھیرے اور اُجالے میں رات اور دن کے علاوہ وہ سب چیزیں بھی آگئیں۔ جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مثلاً بھلائی، برائی، علم اور جہالت۔ ہدایت اور گمراہی۔

يَعْدِلُوْنَ: عدل سے ہے۔ عدل کے معنی ہیں مساوات اور برابری دو چیزوں کو آپس میں برابر کرنا یا ٹھیرانا۔ اس میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

اس آیت میں وہ اصل بات جو اسلام انسان کو سکھانا چاہتا ہے بڑی خوبی سے بیان کر دی گئی ہے یعنی تمام جہان کا اور اس کی ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جس میں ساری خوبیاں، ساری قوتیں اور پوری قدرت موجود ہے۔ اس کے سوا جس کو چاہو لے لو اس میں کوئی نہ کوئی نقص موجود ہوگا اور اپنے موجود ہونے میں دوسرے کا محتاج نظر آئے گا۔

ارشاد ہے کہ آسمان اور زمین اللہ نے پیدا کیے اور انہی میں وہ ساری چیزیں آگئیں، جو ان دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ سب بھی اسی نے پیدا کی ہیں اس کے بعد ان چیزوں میں سے کچھ چیزیں اچھی اور فائدہ والی کر دیں، اور کچھ بری اور نقصان دینے والی کر دیں گویا سمجھانا یہ ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے سب چیزیں یکساں ہیں۔ ان میں کوئی برائی نہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ نے کسی کو کسی کے لیے مفید اور کسی کو کسی کے لیے مضر بنا دیا۔ یہاں سے مجوسیوں کا جی رد ہو گیا، کیونکہ پیدائش میں اچھائی اور برائی کو دخل نہیں اور مشرکوں کا بھی رد ہو گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ سارا عالم گواہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا نہیں، پھر بھی نہ ماننے والے اللہ کے برابر اور چیزوں کو ٹھیراتے ہیں۔

Marfat.com

انسان کی پیدائش

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے
ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ
پھر مقرر کر دی ایک مدت اور ایک مدت
مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
مقرر ہے نزدیک اس کے پھر بھی تم
تَمْتَرُوْنَ ۝۲
شک کرتے ہو

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ
وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا
ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ
پھر ایک وقت مقرر کیا اور اللہ کے نزدیک
مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
ایک مدت مقرر ہے پھر بھی تم شک
تَمْتَرُوْنَ ۝۲
کرتے ہو

تمترون: (شک کرتے ہو) امتراء سے ہے جو مرْیۃ سے بنا ہے جس کے معنی شک کے ہیں۔ امتراء کے معنی شک کرنا ہے۔

پچھلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ سارے جہان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور کوئی اس قابل نہیں کہ کسی چیز کو اپنی قدرت سے پیدا کر سکے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسی اللہ نے انسان کو بنایا ہے۔ انسان خود اپنی بناوٹ پر اور حالت پر غور کر کے عالم کی بناوٹ اور حالت کو سمجھ سکتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور تمہارے لیے زندہ اور قائم رہنے کی ایک مدت مقرر کر دی اسی سے سمجھ لو کہ سارے عالم کے قائم رہنے کی بھی مدت مقرر ہے اور جس طرح ایک نہ ایک دن تمہاری اپنی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک دن سارے عالم کی عمر بھی ختم ہو جائے گی اور قیامت آجائے گی۔

سمجھانا یہ ہے کہ عالم ایک منصوبے اور مقرر نقشے کے مطابق بنا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کو بدل سکے یا بگاڑ سکے۔ اس کو سمجھنے کے لیے انسان اپنے اوپر غور کرے کہ وہ مٹی سے بنا ہے اس کے لیے اس شکل میں باقی رہنے کی ایک مدت مقرر ہے جس کے گذرنے کے بعد فنا ہو جائے گا۔ جس طرح انسان کے بنانے اور بگاڑنے میں کوئی اللہ کا شریک نہیں۔ اسی طرح سارا جہان اسی ایک اکیلے قادر مطلق نے بنایا ہے۔ اس کے بنانے میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ اس کے انتظام میں اور اس کے فنا کرنے میں کسی اور کا کچھ حصہ ہے۔ اللہ کا یہ تصور اسلام انسان کے دل پر بٹھانا چاہتا ہے۔ اور اسی پر اسلام کے سارے حکموں اور نظام کا دارو مدار ہے۔

انسان کی پیدائش کا حال سورہ مائدہ کی تفسیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ اس پر یہاں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ انسان کے لیے موت آنے والی ہے اور اسی طرح سارا عالم ایک دن فنا ہو جائے گا۔ اور قیامت آجائے گی۔ کوئی وجہ نہیں کہ انسان ان باتوں میں شک کرے یا عالم کے نظام میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرائے ؛

Marfat.com

اللہ کی صفات حسنہ

وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی
اور وہی اللہ ہے بیچ آسمانوں کے اور بیچ
الْاَرْضِ ط یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ
زمین کے جانتا ہے باطن تمہارا اور
جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾
ظاہر تمہارا اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو
وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ
اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی سے
اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
نشانیوں رب کی ان کے مگر ہوتے ہیں وہ
عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴﴾
اس سے منہ پھیرنے والے

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی
اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی
الْاَرْضِ ط یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ
اللہ ہے تمہارا چھپا اور کھلا
جَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾
جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے
وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ
اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی
اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر اس سے
عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴﴾
تغافل کرتے ہیں

پچھلی آیتوں میں تھا کہ ساری خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں اگر کہیں کسی چیز میں کوئی خوبی نظر آتی ہے۔ تو وہ اس کی اپنی نہیں بلکہ اللہ ہی کی کسی خوبی کی ایک جھلک ہے۔ زمین کو سارے آسمانوں کو اور ان کے اندر جو چیزیں ہیں ان سب کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور ان میں سے کسی کو تمہارے لیے اچھا اور کسی کو بُرا قرار دے دیا جاتا ہے۔ انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ اور اس کی زندگی کی ایک مدت مقرر ہے۔ اور اس کے بعد وہ مر جاتا ہے۔ اس سے اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ ساری دنیا کے لیے بھی باقی رہنے کی ایک مدت مقرر ہے۔ اس کے بعد یہ فنا ہو جائے گی۔ آگے یہ سمجھانا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ ہوگا اور اس سے اس کے کاموں کا جو اس نے دنیا میں کیے تھے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس لیے اس آیت میں اللہ کی قدرت اور اس کے سب سے غالب ہونے کا بیان کرکے بتلایا گیا ہے کہ انسان اللہ کے فیصلے کو رد نہیں کرسکتا۔ ارشاد ہے کہ اللہ آسمانوں میں اور زمین میں ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے۔ اس کو تمہاری چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی باتیں ذرا ذرا سی معلوم ہیں اور جو تم کرتے ہو وہ جانتا ہے اس نے اپنی نشانیاں سارے جہان میں پھیلا رکھی ہیں اور اپنا کلام پاک بھی بھیج دیا ہے جو سب سے بڑی نشانی ہے۔ جو بھی عقل سے کام لے گا اور ان آیتوں پر غور کرے گا وہ اس کی قوت اور قدرت پہچانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی جو نشانی یا قرآن کی جو آیت ان کے سامنے آتی ہے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور ذرا نہیں سمجھتے کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ اگر انسان غور کرے تو اس کے پیدا کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے اور اسی کی بندگی کرے ؛

Marfat.com

اظہار حقیقت

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا
پس بے شک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب
جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ
آیا وہ ان کے پاس سو عنقریب آتی ہیں ان کے آگے
اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ
سچی خبریں اس کی کہ تھے وہ ساتھ اس کے
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

ٹھٹھا کرتے

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا
سو بے شک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب
جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ
ان تک پہنچا سو ان کے آگے اس بات کی
اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ
حقیقت جس پر وہ ہنستے تھے
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵

آتی جاتی ہے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ ان غافلوں کے سامنے جو اللہ کی نشانی آتی ہے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اس کو کچھ نہیں گردانتے حالانکہ اگر اس میں غور کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں تو ان کی سمجھ میں آجائے کہ اس ساری دنیا کا اور اس سے پرے دوسرے جہان کا پیدا کرنے والا فقط ایک اللہ ہے اور وہی سب کا مالک ہے اور اس کا نام سرگا اللہ ہے جس کا مطلب ہے معبود برحق۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یوں تو آسمان اور زمین اور ان کے اندر جو حادثے ہوتے رہتے ہیں ان پر غور کرنے سے عقلمند ضرور اللہ کو مان لے گا۔ لیکن ممکن ہے کہ غفلت کی وجہ سے ان پر غور کرنے کا موقعہ نہ ملے یا ملے تو کھیل کود میں مشغول ہونے کی وجہ سے حقیقت کے پتہ لگانے کا ارادہ ہی نہ کرے۔ لیکن ایک نشانی تو ان کے پاس ایسی زبردست آچکی ہے کہ اس کے اندر شبہ کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ اس کے ساتھ اس کو سمجھانے والا بھی موجود ہے اور اس کا کام ہی یہ ہے کہ تمام لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلائے اور وہ نشانی انہیں صحیح طور پر سمجھا دے۔ یہ نشانی قرآن مجید ہے اور اس کے لانے والے رسول اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اللہ کے برحق ہونے پر گواہ ہے اور سچائی اور حقیقت کو واضح کرتی ہے اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سمجھانے کے لیے موجود ہیں۔ اس کے بعد اس سب سے بڑی نشانی یعنی قرآن مجید سے منہ موڑنے کے لیے کوئی عذر ہی نہیں رہتا اور اگر کوئی منہ موڑتا ہے تو اس کی وجہ اس کی ہٹ دھرمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد اس کے نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈرایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے تو ہٹ دھرمی سے ایک سچی کتاب کو جھٹلا دیا۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ دن دور نہیں کہ ان پر اس کا وبال پڑے گا، اس کتاب کی ایک ایک بات پوری ہو کر رہے گی اور جن باتوں کی یہ آج ہنسی اڑا رہے ہیں کل یہ باتیں ان کو رلا کر رہیں گی اور وہ اس گستاخی کا مزہ چکھیں گے۔

قرآن مجید میں اس کے نہ ماننے والوں کے لیے دو قسم کی سزاؤں کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ دنیا کی سزا اور آخرت کی سزا۔ دونوں سزاؤں کے یقینی ہونے کا اس قدر صاف اعلان کر دیا گیا تھا کہ سمجھ داروں کے لیے اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ تھی۔ لیکن کافروں نے نہ مانا۔ آگے یا تو دنیا میں ان کا وہی حال ہوا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ آخرت کی سزا بھی ایسی ہی یقینی ہے۔

Marfat.com

گذشتہ سے عبرت

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ
کیا نہیں دیکھا انہوں نے کتنی ہلاک کر دیں ہم نے کہ
قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ
پہلے ان کے امتوں میں سے کہ قوت دی ہم نے ان
فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ
زمین میں اتنی کہ نہیں قوت دی ہم نے تم کو
وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا
اور چھوڑا ہم نے آسمان کو ان پر خوب برستا ہوا

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ
کیا دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں
قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ
ہلاک کر دیں جن کو ہم نے
فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ
ملک میں اتنا جما دیا کہ جتنا تم کو نہیں جمایا
وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا
اور ہم نے ان پر آسمان کو لگاتار برستا چھوڑ دیا

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ دوسری نشانیوں میں اور قرآن مجید میں یہ فرق ہے کہ باقی ساری نشانیاں اپنے متعلق لفظوں میں کچھ نہیں کہتیں۔ دیکھنے والا ان کو دیکھ کر جو سمجھ جائے وہ سمجھ جائے۔ قرآن مجید ایک پاک کلام ہے۔ وہ خود اپنی بابت سب کچھ بتاتا ہے۔ بلکہ وہ دنیا کی ساری ہے زبان نشانیوں کی زبان ہے، ان کو بیان کرتا اور ان کی طرف توجہ دلاتا ہے اور نہ صرف موجودہ نشانیوں کی طرف بلکہ ان کی طرف بھی جو پہلے گذر چکیں اور لوگ ان کو بھول بھال گئے ہیں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ اس زمانے کے انسان ان پر غور کرکے اللہ کو اور اس کی قدرت کو پوری طرح سمجھ جائیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ تم سے پہلے زمانہ کی طرف دیکھو۔ یہاں تم سے پہلے اور قومیں بستی تھیں ہم نے ان کو اتنی قوتیں اور طاقتیں عطا کی تھیں کہ تمہارے اندر وہ نہیں پائی جاتیں ان کے اوپر وقت پر برابر مینہ برساتے اور زمین کی پیداوار کا مالک بنایا اور بھی ان پر بہت سے انعام کیے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

قرآن مجید واقعی اللہ تعالیٰ کو جیسا پہچاننا چاہیئے، پہچاننے کا بہت زبردست ذریعہ ہے۔ یوں تو عقل مند آدمی دنیا کی ہر چیز پر غور کرکے معرفت الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اس قدر غور کرنے کی ہر شخص سے امید نہیں کی جا سکتی۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی نشانی ہے جو انسان کے لیے اللہ سے بے خبر رہنے کا کوئی عذر نہیں چھوڑتا۔ اوّل تو اور نشانیوں کی طرح خود دنیا میں اس کا نرالے طرز کا وجود ایک نشانی ہے پھر یہ اپنی بابت خود اپنے الفاظ میں سب کچھ کہتا ہے۔ پھر اس کے پہچاننے اور سمجھنے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اب بھی اگر کوئی اللہ کو اور اس کی قدرت کو نہ سمجھے تو اس کے حال پر جتنا بھی تعجب اور افسوس کیا جائے کم ہے۔

Marfat.com

بداعمالی کا نتیجہ

وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ
اور بنائیں ہم نے نہریں بہتی ہوئی
تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
نیچے ان کے پس ہلاک کیا ہم نے ان کو
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ
بوجہ گناہوں کے ان کے اور پیدا کیں ہم نے
بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۶
پیچھے ان کے امتیں اور

وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ
اور ہم نے ان کے نیچے بہتی ہوئی نہریں
تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بنا دیں پھر ان کے گناہوں پر ہم نے
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ
انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم
بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۶
نے اور امتوں کو پیدا کیا

قَرْن: زمانہ صدی، اس کی جمع قرون ہے۔ اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں اس سے اس زمانہ سے پہلے کے لوگ مراد ہیں۔ اس ترجمہ امت کیا گیا ہے۔ پچھلے سبق میں کہا گیا ہے، کہ تمہیں اپنے سے پہلی امتوں کے حال پر غور کرنا چاہیے۔ جن کا اپنے اپنے زمانہ میں خوب طوطی بول رہا تھا، مال و دولت قوت سب کچھ حاصل تھا، اور تمہارے اندر تو اتنا زور اور بل ہے بھی نہیں جتنا ہم نے انہیں عطا کیا تھا، پیداوار کی افراط تھی۔ بارش عین موقع پر ہوتی تھی اور کثرت کے ساتھ لگاتار ہوتی تھی، نتیجہ یہ تھا کہ کھیتیاں اور باغ ہرے بھرے تھے، آسمان سے وقت پر مینہ برستا تھا۔ اس آیت میں ہے کہ ان کے محلوں کے پاس زمین پر درختوں کے نیچے نہریں بہتی تھیں۔ نعمت اور سامان کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے تھے۔ کام کی ساری چیزیں ان کی تابع فرمان تھیں۔ اتنی بڑی نعمت اور ساز و سامان لے ہوتے ہوئے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ وہ منعم حقیقی کے شکر میں ہر وقت مصروف رہتے، اور اس کی نافرمانی سے بچتے۔ اس کے رسولوں کا کہا مانتے، اور نیک لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے۔

وہ اپنے مال و دولت اور قوت پر گھمنڈ کر کے جوانی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔ اللہ کے فرمان کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ رسول کے وعظ و نصیحت کی پروا نہ کی اور گناہوں میں پھنس گئے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انہیں ان کی شامت اعمال کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا۔ ان کا نام و نشان بھی آج باقی نہیں پھر ان کی جگہ اور قومیں انہی کی جگہ ہم نے پیدا کر دیں اور وہ وہیں بس گئیں جہاں کبھی وہ بسا کرتے تھے۔ پچھلے زمانہ کے لوگوں کی تاریخ اور حالات سے ہمیں اگر کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو یہی ہے کہ ان کے اچھے کاموں کو دیکھ کر ہم بھی اچھے کام کریں اور جو انہوں نے برے کام کیے تھے، ان کے نتیجے جو ان کو بھگتنے پڑے دیکھ کر ہم ان کاموں سے بچیں۔

آج کل بعض ظاہری باتوں کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ دنیا میں حادثے آتے ہی رہتے ہیں ان کو انسان کے برے کاموں سے کیا تعلق۔ لیکن قرآن مجید اور حدیثوں میں بار بار اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ انسان کے برے کاموں اور گناہوں کی وجہ سے دنیا میں آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں اور مرنے کے بعد ان کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

ہمیں قرآن مجید اور حدیث شریف ہی کی بات ماننی چاہیئے اور گناہوں سے بچنا چاہیئے۔

Marfat.com

ضد کی انتہا

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ

اور اگر اتاریں ہم تجھ پر لکھا ہوا بیچ

قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِ

کاغذ کے پھر چھولیں وہ اس کو ساتھ

اَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ

ہاتھوں اپنے کے البتہ کہیں گے وہ لوگ جو

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

کافر ہوئے ہیں یہ مگر جادو

مُّبِيْنٌ ۷

کھلا ہو

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ

اور اگر ہم تجھ پر کاغذ میں لکھا ہوا

قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ

اتاریں پھر وہ اپنے ہاتھوں

بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ

سے چھو لیں البتہ کافر

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

کہیں گے نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا

مُّبِيْنٌ ۷

جادو

مکہ والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں وہ کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ لوگ آپ کی باتیں سنیں اور آپ کے کہنے پر چلیں۔ آپ سے قسم قسم کی فرمائشیں کرتے کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دیں۔ اور اپنے ہی جیسا پرانے رسم و رواج کا پابند پھر کر لیں۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ لوگوں کو دین اسلام میں کرامتیں اور معجزے دکھا دکھا کر اور مرعوب کر کے یا ان کی فرمائشیں پوری کر کے داخل کیا جائے۔ کیونکہ اسلام فطری دین ہے اور انسان کی اپنی سمجھ اس کی خوبیاں دریافت کرنے کے لیے کافی ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمائش کی کہ ایک کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب آسمان کے فرشتوں سے اٹھوا کر اتار لاؤ اور ہمارے سامنے رکھو تو ہم جانیں کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ اس آیت میں اس کا جواب ہے۔ ارشاد ہے کہ بالفرض اگر ہم ایک لکھی ہوئی کتاب فرشتوں کے ہاتھ بھیج دیں وہ اس کو اترتا ہوا دیکھ لیں اور جب وہ ان کے سامنے آتے تو اس کو ہاتھ سے چھو کر اپنا اطمینان بھی کر لیں کہ یہ سچ مچ کی کتاب ہے اور نری نظربندی کا کھیل نہیں ہے۔ تب بھی وہ لوگ ماننے والے نہیں کیونکہ یہ ایسی فرمائشیں اپنا شبہ رفع کرنے کے لیے نہیں کرتے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ عاجز ہو جائیں تو وہ آپ ہی چپ ہو جائینگے۔ ارشاد ہے کہ اگر آپ نے ان کا کہنا کر دیا تو پھر بھی نہ ماننے کے سو بہانے ہیں۔ کم سے کم یہ بہانہ تو کہیں نہیں گیا کہ یہ رسول جادوگر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کوئی وقتی دین نہیں تھا کہ وقت پر خلاف عادت معجزے دکھا دکھا کر لوگوں کو اس میں داخل کیا جاتا۔ بلکہ یہ انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے جتنے کام کرنے پڑتے ہیں ان سب میں قرآن مجید کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے صاف صاف رہنمائی کرتا ہے اب جو اس کے خلاف چلے گا وہ پچھتائے گا:

Marfat.com

انوکھی فرمائشیں

وَ قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ
اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ

وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
اور اگر اتارتے ہم فرشتہ البتہ ختم ہو گیا ہوتا

الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾
کام پھر نہ مہلت دیئے جاتے وہ

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ
اور کہتے ہیں اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا

وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
اور اگر ہم فرشتہ اتاریں تو قصہ طے

الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾
ہو جاوے پھر ان کو مہلت بھی نہ ملے

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ اسلام کو حیرت انگیز معجزے دکھا کر منوانا منظور نہیں۔ اس آیت میں اس سے آگے کی آیت میں ان کی اس فرمائش کا جواب ہے کہ اللہ کا پیغام فرشتہ لے کر آئے۔ ارشاد ہے کہ اگر فرشتہ آیا۔ اور پھر بھی انہوں نے بہانہ سازیاں کر کے ماننے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ ان کی ہٹ دھرمی سے خوف ہوتا ہے۔ تو پھر ان کی خیر نہیں کیوں کہ فرشتے کے ان کے سامنے آنے کے بعد پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ ان نہ لا کر بھی کچھ مدت تک صحیح سلامت رہیں۔ اس وقت تو نہ ماننے پر ان کو فوراً ہلاک کر دیا جائے گا۔ مہلت ملنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے فرشتے کا چھپ کر فقط رسول کے پاس آنا اور ان کے ذریعہ اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچانا ایک نعمت ہے۔ جس کی قدر یہ نہیں جانتے۔ یہ فرشتے کے کھلم کھلا نہ آنے کی بدولت ہی ہے کہ باوجود کفر اور انکار کے، یہ زندہ ہیں اور ان کو مہلت دی جا رہی ہے ورنہ فرشتے کے ظاہر ہو جانے کے بعد تو قصہ ہی ختم ہے۔

فرشتے کے ظاہر ہونے کی تین صورتیں ہی ہو سکتی ہیں:

۱۔ اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو۔

۲۔ کسی طبعی منظر کی شکل میں ظاہر ہو مثلاً آندھی، طوفان وغیرہ

۳۔ انسان کی شکل میں ظاہر ہو۔

پہلی صورت میں تو انسان اس کے دیکھنے کی تاب ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دو بار دیکھا۔ جس سے آپ پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور کوئی آدمی دیکھے تو دہشت کے مارے پتہ ہی پھٹ جائے۔

دوسری شکل میں بھی اگر لوگ علامتوں سے پہچان کر بر وقت ایمان لے آئے اور توبہ کر لی تو شاید بچ جائیں حضرت یونس کی قوم بچ گئی۔ ورنہ یہاں بھی کام تمام ہے ؛

Marfat.com

نبیوں کی بے ادبی

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
اور اگر کسی فرشتہ کو رسول بناکر بھیجتے تو وہ
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا
آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور ان کو اسی
يَلْبِسُوْنَ (۹) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں اور بے شک
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ
تجھ سے پہلے رسولوں سے ہنسی کرتے رہے ہیں پھر ان سے
بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا
ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے گھیر لیا کہ
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۱۰) ع ۷
جس پر ہنسا کرتے تھے

اس آیت میں فرشتے کا تیسری صورت میں ظاہر ہونے کا بیان ہے۔ اور حقیقت میں یہی وہ صورت ہے جس میں فرشتہ انبیاء ہدایت کر سکتا ہے۔ لیکن اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ کیونکہ وہ یہ کیسے سمجھیں گے کہ یہ فرشتہ ہے۔ اس کی ظاہری شکل تو آدمی ہی کی ہوگی۔ پھر انہیں کیسے یقین ہوگا کہ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ وہ تو اس وقت بھی یہی کہیں گے کہ فرشتہ آتا تو یقین کرتے جیسے اب کہہ رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اگر ہم ان کو سمجھانے کے لیے فرشتہ ہی بھیج دیں تو بھی وہ اپنا کام اسی صورت میں کر سکتا ہے جب وہ ان کے اندر آدمی کی شکل میں آئے اور رہے اور اس وجہ سے ان کے لیے اس کے بعد بھی یہ کہنے کا موقعہ رہے گا کہ اگر یہ فرشتہ ہوتا تو ہم مان لیتے نہ ماننے کا بہانہ جیسے اب کر رہے ہیں۔ ویسے ہی جب بھی کرتے ——— آگے ارشاد ہے کہ ان کو اصل میں رسولوں کا کہنا ماننا ہی منظور نہیں ہے۔ یہ تو ان کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان کی تعلیمات کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اے رسول تجھ سے پہلے بھی لوگوں نے اپنے وقت کے رسولوں کی ہنسی اڑائی تھی۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا؟ وہی باتیں جن کی وہ ہنسی اڑاتے تھے سچی ثابت ہوئیں۔ ان کے نہ ماننے کا وبال ان کے اوپر پڑا اور نافرمانی کی آفتوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہ باتیں مکہ کے لوگوں کو سمجھائی جا رہی ہیں۔ افسوس اس پر بھی وہ نہ مانے۔ آخر تباہ و برباد ہوئے اور اسلام کا بول بالا ہوا ؛

Marfat.com

سیاحت کا مقصد

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ
کہہ دے سیر کرو زمین کے بیچ پھر
انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
دیکھو کیسا ہوا انجام
الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾
جھٹلانے والوں کا

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ
تو کہہ دے کہ ملک کی سیر کرو پھر
انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا
الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾
انجام ہوا

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے اندر کی تمام چیزیں بنا کر انسانوں کو پیدا کیا اور ان کو بتا دیا کہ ان چیزوں سے تم کام لے سکتے ہو۔ لیکن ان میں سے بعض چیزیں تمہارے لیے مضر ہیں۔ اس لیے تمہیں ان سب چیزوں سے ایک قاعدے اور قانون کے اندر کام لینا ہے۔ تاکہ بُری چیزوں سے بچنا میسّر ہو۔ سمجھانا یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا اور تمہارا پیدا کرنے والا اور تمہارے لیے قانون زندگی بنانے والا ایک اللہ ہے اس کے پہچانے بغیر تمہارے کاموں کی کل درست نہیں بیٹھ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی پہچان اور اپنے قانون منوانے کے لیے نشانیاں مقرر کی ہیں۔ اللہ کی یہ کتاب ایسی نشانی ہے، جو تمام نشانیوں کی طرف توجہ دلاتی ہے اور اللہ کے اور اس کے قانون کے سچے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔

اللہ کے قانون کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ دنیا کی ابتدا سے اب تک جس نے اس کو توڑا اور اس کی خلاف ورزی کی وہ یقیناً ہلاک ہوا۔ پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ قومیں بنیں اور بگڑیں وہ تم سے زیادہ طاقتور اور مال دار تھیں۔ پھر ان کی تباہی کا کیا سبب ہوا۔ غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ تباہی کا اصل سبب اللہ کے قانون کا توڑنا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرنا تھا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ تم سیر و سیاحت کرو اور پچھلی قوموں کے تباہ شدہ نشانات کو دیکھ کر عبرت پکڑو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ بُرے کاموں کا انجام بُرا ہونا ہے۔ جو پہلی آیتوں میں تاریخ کی غرض بیان کی گئی تھی۔ وہی غرض اس آیت میں سیاحت کی بیان کی گئی ہے۔ یعنی اللہ کے نہ ماننے والوں اور اس کے قانون اور رسولوں کے جھٹلانے والوں کا انجام دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا اس کے قانون پر آپ چلنا اور دوسروں کو چلانے کی کوشش میں لگے رہنا۔ دنیا کی قوموں پر جتنی مصیبتیں آئیں۔ وہ ان کے بُرے اعمال کے سبب آئیں۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جو آفت بھی آئی انہیں پر آئی ہے۔ جو اپنی خواہشوں کے پیچھے شتر بے مہار کی طرح دوڑ رہے تھے اور سمجھانے والے یا تو ان میں باقی ہی نہ تھے یا ان کو انہوں نے بری طرح دبا دیا تھا۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی قوم اللہ کو ایک ماننے والی ہو اور اس کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر چل رہی ہو اور وہ کسی آفت ارضی یا سماوی سے یک قلم تباہ ہوگئی ہو ؛

Marfat.com

بنیادی قاعدہ (الف)

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ	قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ
کہہ واسطے کس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے	پوچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے
وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى	وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى
اور زمین کے ہے کہدے واسطے اللہ کے لکھ لی ہے اس نے اوپر	وہ کس کا ہے کہدے اللہ کا ہے اس نے اپنے ذمہ
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ	نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
اپنے نفس کے مہربانی	مہربانی لکھ لی ہے

پچھلی آیتوں میں تھا کہ تاریخ و سیاحت کے ذریعہ معلوم کرو کہ جن لوگوں نے اللہ کو اور اس کے قانون کو جھوٹا قرار دیا تھا۔ ان کا کیا انجام ہوا۔ اس آیت میں واقعات سے صحیح نتیجہ نکالنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو آدمی دنیا کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر غور کرنے بیٹھے گا۔ اس کے دل میں سب سے پہلے یہی سوال آئیگا کہ اس کائنات کا مالک اور انتظام کرنے والا کون ہے۔ تاریخ میں وہ پائے گا۔ کہ بعض سر پھروں نے اپنے زمانہ میں خود آپ سب کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا اور تھوڑی ہی مدت میں وہ ظلم کر کے فنا ہو گئے۔ ان کے جو آثار اور کھنڈر رہ گئے۔ سیاح انہیں دیکھ کر ان کا انجام معلوم کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم یہ سوال جو ہر سوچنے والے کے دل میں آتا ہے۔ خود اٹھاؤ کہ دنیا کا مالک اور منتظم کون ہے اور پھر اس کا مختصر جواب دے دو کہ اللہ ہے اس کے بعد اس جواب پر غور کرنے کے لیے ان کو چھوڑ دو کہ وہ خود سوچ سمجھ کر اس کو صحیح قرار دیں۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کا مالک اللہ ہے تو بُرے کام کرنے والوں کو کان پکڑ کر فوراً سزا کیوں نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ دنیا میں اس کے مالک یعنی اللہ نے انتظام کا ایک بنیادی قاعدہ مقرر کر دیا ہے۔ جب تک دنیا کو قائم رکھنا ہے ہر مخلوق کے لیے اسی کے مطابق الگ الگ طریق زندگی اور قانون حیات مقرر کیا جائیگا۔ یہ بنیادی قاعدہ رحمت ہے۔ رحمت کے معنی سورۃ الفاتحہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ مخلوق کی ہر نوع کی الگ الگ ایک اندرونی استعداد ہے۔ اس استعداد کو سدھانے اور اس سے کام لینے کا ایک قانون ہے۔ اندرونی استعداد کا تقاضا ہے کہ اس کے پنپنے اور کام کرنے کے لیے آزادی اور سامان سب کچھ مہیا کیا جائے۔ قانون کا تقاضا ہے کہ جو اُسے توڑے سزا پائے۔ رحمت چاہتی ہے کہ جہاں استعدادی آزادی اور قانون میں تصادم ہو۔ وہاں دنیا میں درگذر سے کام لیا جائے۔ یعنی ضرورت پوری کر دی جائے۔ قانون توڑنے کی پوری سزا قیامت کے دن دی جائے۔ گو کچھ سزا مصلحتاً دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

Marfat.com

بنیادی قاعدہ (ب)

لَ يَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

بتہ جمع کرے گا تم کو بغایت دن قیامت کے

لَارَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

نہیں شک اس میں جو لوگ ٹوٹے میں ڈال چکے

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

جانیں اپنی وہ ہی نہیں

يُؤْمِنُوْنَ (۱۱)

ایمان لائیں گے

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

البتہ تم کو قیامت کے دن تک جس میں

لَارَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

کچھ شک نہیں اکٹھا کرے گا جو لوگ اپنی جانوں کو

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

نقصان میں ڈال چکے ہیں وہی ایمان

يُؤْمِنُوْنَ (۱۲)

نہیں لاتے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ دنیا میں انتظام کا قاعدہ رحمت پر مقرر ہے یعنی اندرونی استعداد کی ضرورتیں فوراً مہیا کی جائیں اور قانون کی خلاف ورزی کی سزا قیامت کے دن کے لیے چھوڑ دی جائے۔ دنیا میں جو سزا ملتی ہے۔ وہ اس وقت ملتی ہے۔ جب قانون شکنی عام ہو جائے اور نیک استعداد والوں کو بھی جن کی استعداد ہی یہ چاہتی ہے کہ وہ قانون پر عمل کریں۔ قانون کی پیروی مشکل ہو جائے۔ اس لیے جب دوسرے لوگ ان کی استعداد کا تقاضا پورا نہ ہونے دیں۔ تو رحمت کا تقاضا ہے کہ ان کو ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے اسی بنا پر ان قانون توڑنے والوں کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔ جو عین رحمت ہے۔ قانون شکنی کی پوری اور خالص سزا کے لیے قیامت کا دن مقرر ہے اور غور کیا جائے تو وہ بھی عین رحمت ہے کیونکہ رحمت کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو جس چیز کے قابل ہو وہ اس کو عطا کی جائے۔

آج کی آیت میں ارشاد ہے کہ قیامت کا دن آنا ضروری ہے اور جو مر جاتا ہے گویا وہ قیامت کے دن کے لیے جمع کر لیا گیا۔ اسی طرح ہم تم سب کو قیامت کے دن تک جمع کرتے رہیں گے اور اس دن سب کو اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا دیں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن ان سب کاموں کے برے اثر سے جو خواہش کی پیروی میں قانون کے خلاف کیے گئے ہیں روح کو پاک کر دیا جائے اور جب روح پاک ہو جائے تو اس کو اس کے قانون کے مطابق مقرر جگہ میں پہنچا دیا جائے۔ بعض بدنصیب ان خواہشوں کی پیروی کے اثر سے پاک ہونے کے لیے بڑی مدت لیں گے۔ اس پاک ہونے کی مدت کو دنیا کے حساب کے اعتبار سے ہمیشہ عذاب میں رہنا کہا گیا ہے، روح کا یہ سب سے بڑا خسارہ ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنا پڑے اور یہ اس بات کی سزا ہے کہ آدمی اس دنیا کے اندر اپنی زندگی میں اللہ کو نہ مانے اور اس کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر نہ چلے اور خواہشوں کے پیچھے ہو لے اس بلا سے چھٹکارے کی سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ناپاک خواہشوں کو اللہ کے حکم کے آگے بالکل دقعت نہ دے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ ایسے لوگ ہمیشہ آرام و راحت میں رہیں گے۔

Marfat.com

اللہ ہی سب کا مالک ہے

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ
اور اسی کا ہے جو ٹھہرا بیچ رات کے اور
النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾
دن کے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
کہہ دے کیا سوا اللہ کے بناؤں مددگار
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ
جو بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ
يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ
کھلاتا ہے اور نہیں کھلایا جاتا

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ رات اور دن میں
النَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾
آرام پکڑتا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
تو کہہ دے کیا اللہ کے سوا جو آسمانوں
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ
اور زمین کا بنانے والا ہے اور کسی کو روزی بناؤں اور وہ
يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ
سب کو کھلاتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھلاتا

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کے بیچ میں جس جگہ بھی جو چیز ہے۔ وہ اللہ کی ملک ہے اور وہ بغیر کسی شریک کے اس کا مالک ہے آج کی آیت میں وہی بات زمانے کی بابت کہی گئی ہے کہ کوئی چیز رات میں یا دن میں کسی وقت موجود ہو وہ اللہ کی ملک ہے۔ دونوں آیتوں کو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ جگہ کے لحاظ سے اور زمانہ کے لحاظ سے جو چیز جہاں ہے۔ ان سب کا مالک اللہ ہے۔ یعنی وہ ہر جگہ اور ہر زمانے کا اور ہر چیز کا جو کسی جگہ یا کسی زمانے میں ہے سب کا اکیلا مالک ہے کوئی اس کا اس کی ملک میں شریک نہیں اور نہ کسی کو کسی چیز کا کسی جگہ یا کسی زمانے میں مالک ہونے کا دعویٰ زیب دیتا ہے، نہ جگہ کے بدل جانے سے کوئی چیز اس کے قبضہ سے نکلتی ہے اور نہ زمانے کے بدل جانے سے اس کے قبضہ اور اس کی ملک میں کوئی فرق آتا ہے۔

جب وہ مالک ٹھہرا تو وہی سب کی ضرورتوں کا بھی پورا کرنے والا ہے۔ کیونکہ مالک کے ذمہ اپنی چیزوں کی نگرانی اور دیکھ بھال ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب کی حالت سے ذرا ذرا واقف ہو آیت میں اس کا صاف اعلان ہے کہ یقیناً وہ سب کی سننے والا اور سب کی حالتوں کا پورے طور پر جاننے والا ہے۔ حدیث میں اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ وہ اس چیونٹی کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے جو کسی گڑھے میں نہایت ہی چکنے تہہ پر ہولے ہولے رینگ رہی ہو اور اس کے علم کا یہ حال ہے کہ اسے سمندروں کے سارے پانی کی ناپ تمام پہاڑوں کے پتھروں کا وزن بارش کے قطروں کا شمار اور درختوں کے پتوں کی گنتی سب کچھ پورے طور پر معلوم ہے۔ یہ سب بتا کر رسول کو ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو تو کہ کیا میں ایسے مالک کل سب کی سننے اور سب کے جاننے والے کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا مددگار بنا سکتا ہوں۔ جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بنایا اور جو سب کو کھانا یعنی زندگی کی ضرورت کی چیزیں دیتا ہے اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں اور نہ کوئی اسے کچھ دیتا ہے اور نہ دے سکتا ہے۔

Marfat.com

اللہ کی اطاعت

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ
تو کہہ بیشک میں حکم کیا گیا ہوں کہ ہوں میں سب سے پہلا
مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ
ان میں جو فرمانبردار ہوئے اور نہ ہو تو ہرگز منجملہ
الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ
شرک کرنے والوں کے کہہ بیشک میں ڈرتا ہوں
اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ
اگر نافرمانی کروں رب کی اپنے عذاب ایک دن
عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾
بڑے کے

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ
کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم
مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ
مانوں اور تو ہرگز شرک
الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ
کرنے والا نہ ہو تو کہہ اگر اپنے رب کی
اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ
نافرمانی کروں تو میں ڈرتا ہوں ایک بڑے دن
عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾
کے عذاب سے

اللہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا مالک اور خبرگیری کرنے والا ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ وہی سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سب پر رحمت کرے اور جو کوئی کچھ مانگے اس کو اس کی استعداد کے مطابق دے۔ حقیقت میں ہر چیز ہر جگہ اور ہر لمحے اپنی استعداد اور قابلیت اس کے سامنے پیش کرتی رہتی ہے اور وہ ہر ایک کی اس خفیہ التجا کو سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر چیز ہر لمحے دعا میں مصروف ہے مگر یہ دعا زبانی نہیں بلکہ حالی ہے یعنی ہر لمحہ اس کا حال ایک نئی چیز طلب کرتا ہے۔ بعض دفعہ خود چیز اپنی حالت کو نہیں جانتی۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ اس وقت اس کی حالت کیا چیز طلب کر رہی ہے۔ زبان حال کی یہ دعا ہر لمحہ مقبول ہے لیکن زبان سے دعا کرنے والا چونکہ اپنی حالت کو خود پوری طرح نہیں سمجھتا۔ اس لیے بعض وقت وہ ایسی چیز مانگ بیٹھتا ہے جو اس کی حالت تقاضا نہیں کرتی یہی وجہ ہے کہ بہت دفعہ زبانی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ اسی لیے اللہ کو سمیع و علیم کہا گیا ہے کیا ایسے اللہ کو چھوڑ کر کہ جو سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور خود کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ کسی اور کو مددگار سمجھا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ میری تو عقل بھی یہی کہہ رہی ہے اور اللہ کا بھی یہی حکم ہے کہ ہر چیز کو اسی کے سامنے جھکنا چاہیئے چنانچہ اس کے حکم کے مطابق سب سے پہلے میں اس کے آگے جھکتا ہوں۔ اللہ نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ تو سب چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے جھک اور کبھی اس کا شریک کسی کو نہ مان تاکہ تجھے دیکھ اور لوگ بھی جھکنے لگیں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہوں تو ضرور مجھے ایک ہولناک دن کا سخت عذاب آ پکڑے گا۔ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے ؛

Marfat.com

اللہ قادرِ مطلق ہے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
جو شخص کہ پھیر دیا جائے اس سے (عذاب) اس دن پس تحقیق
رَحِمَهٗ ط وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ (۱۶)
رحم کیا اللہ نے اس پر اور یہی کامیابی ہے ظاہر
وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَ لَا
اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ کچھ سختی پس نہیں
كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ط وَ اِنْ
ٹالنے والا اس کو مگر وہی اور اگر
يَّمْسَسْكَ بِ خَيْرٍ فَ هُوَ
پہنچائے تجھ کو بھلائی پس وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷)
اوپر ہر چیز کے قادر ہے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
جس سے اس دن عذاب ٹل گیا تو اس پر اللہ نے رحم
رَحِمَهٗ ط وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ (۱۶)
کر دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا
اور اگر اللہ تجھ کو کچھ سختی پہنچا دے تو
كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ط وَاِنْ
اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں اور اگر
يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ
تجھ کو بھلائی پہنچا دے تو وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷)
ہر چیز پر قادر ہے

پہلی آیت میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے حکم ماننے میں سب سے آگے رہو اور ہرگز اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور آپ کو فرمان برداری اور شرک سے بیزاری کی مثال اپنے طرزِ عمل سے قائم کرنے کے لیے کہا گیا کہ اے رسول کہہ دے کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے خوف ہے کہ قیامت کے دن مجھے اللہ کا عذاب گھیر لے گا۔

اس آیت میں اس عذاب کی ہولناکی کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور اس طریقے سے کھینچا گیا ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی کی عبارت اس خوبصورتی سے اس کا نقشہ نہیں کھینچ سکتی۔ اور یہ کہ خدا کے سوا مصیبت میں کوئی مددگار نہیں۔ اس لیے جو مانگنا ہو اسی سے مانگو۔ جو ملے گا اسی کی رحمت سے ملے گا۔ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے کسی اور میں ذرّہ بھر بھی طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن عذاب میں جو پھنس گیا وہ مشکل ہی سے اس سے نکلے گا۔ قیامت کے دن عذاب میں بدنی دکھ، دہ بے چینی اور اضطراب کے علاوہ بے کسی اور بے بسی کا احساس اور ہر طرف سے ناامیدی کی بوچھاڑ روح کو ادھ موا کر دے گی، دکھ درد میں تسلی اور دلاسا دینے سے تکلیف میں بہت تخفیف ہو جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی مددگار ہی نہ ہو اور نہ کوئی ساتھی ہو کہ زبانی دلاسا ہی دیدے تو عذاب کی سختی کا اندازہ کر لینا چاہیئے کہ کتنی ہوگی۔

Marfat.com

اللہ قادر مطلق ہے

آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کی تنگی اور عذاب سے اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ جو اس سے بچے گا وہ اللہ ہی کی رحمت سے بچے گا اور یہ بات قیامت کے دن ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہوگی کیونکہ جب ہر شخص اپنی جان پہچان کے لوگوں کو اپنے سے پرے بھاگتا ہوا دیکھے گا۔ نفسی نفسی میں مبتلا پائے گا۔ رشتہ دار، دوست، استاد، شیخ، ولی سبھی جواب دے دیں گے کہ ہمارے بس کا کچھ نہیں۔

لوگ باری باری سے پیغمبروں کے پاس جائیں گے اور امداد کے طالب ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آخر سب کے سب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر درخواست کریں گے کہ مجھے مخلوق کی شفاعت اور سفارش کرنے کی اجازت مرحمت ہو۔

قیامت میں تو ہر شخص بڑے سے بڑے آدمی، جن، فرشتہ، ولی، پیر، پیغمبر سب کو بالکل بے بس اور بے اختیار پائے گا۔ لیکن اس دن کا ذکر کرکے قرآن مجید کو اس طرف توجہ دلانی مقصود ہے کہ تم آج دنیا میں ہی اس بات کو سمجھ لو اور اللہ کے سوا سب کے بے اختیار اور بےبس ہونے کا یقین کر لو اور اس کے سوا کسی سے کوئی حاجت نہ مانگو اور کسی سے کوئی التجا نہ کرو۔ اللہ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اس بات کا پختہ یقین ہو جائے۔ کہ اس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر دنیا میں آدمی کو اس کا ایسا ہی یقین ہو جائے جیسا کہ قیامت کے دن ہوگا تو اس کا نام ایمان بالغیب ہے۔ یعنی بے دیکھے فقط اللہ کو اپنا کارساز اور حاجت روا سمجھنا اور اسی سے دعا کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے ایمان دار کو قیامت کے عذاب سے نجات ملے گی۔ یہی مضمون آگے کی آیت میں صاف کر دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تکلیف، دکھ، مصیبت سب اللہ کی طرف سے ہے۔ سوا اس کے کسی کو کوئی ضرر پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا، اور نہ سوا اس کے کوئی ضرر کو دور کر سکتا ہے۔ اسی طرح آرام، راحت اور بھلائی بھی اسی کی طرف سے ہے۔ سوا اس کے کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا، اور نہ حاجت روا کر سکتا ہے۔ کیونکہ سب کچھ اسی کی قدرت میں ہے۔ اس کے سوا سب عاجز اور بےبس ہیں۔ شاہ عبد القادرؒ نے موضح القرآن میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میری دی ہوئی مصیبت کوئی دور نہیں کر سکتا۔ لیکن اس زمانے کے نادان لوگ مشکل کے وقت اللہ کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مدد مانگتے ہیں۔ انہوں نے طرح طرح کی رسمیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے۔ کہ ہم انبیاء اور اولیاء سے جو مدد چاہتے ہیں وہ اس لیے ہے کہ سیڑھی کے بغیر کوئی کوٹھے پر نہیں چڑھ سکتا۔ جواب یہ ہے کہ اس کی سیڑھی اللہ کی فرمان برداری ہے۔ اور اس کا صاف حکم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو اور مراد نہ چاہو۔ واقعی اس آیت سے یہی مطلب صاف صاف سمجھ میں آتا ہے۔

Marfat.com

اللہ سب سے زبردست ہے

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ
اور وہی زبردست ہے اوپر بندوں اپنے کے
وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ
اور وہی حکمت والا خبر رکھنے والا ہے کہہ
اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ
کونسی چیز سب سے بڑی ہے گواہی کے لیے کہہ دے
اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِیْ وَ
اللہ گواہ ہے بیچ میرے اور
بَيْنَكُمْ ۔ قف
بیچ تمہارے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ
اور اسی کا اپنے بندوں پر زور ہے
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ
اور وہی بڑی حکمت والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے تو پوچھ
اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ
سب سے بڑا کون ہے کہہ دے
اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِیْ وَ
میرے اور تمہارے درمیان اللہ
بَيْنَكُمْ قف
گواہ ہے

اس سورت کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کو اور اس کی صفتوں کو کھول کر بیان کیا جائے یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی نہ شریک ہے نہ ساتھی۔ تمام مخلوق جانور، درندے، چرندے، جن، انسان، فرشتے، نبی، ولی، پیر، پیغمبر وغیرہ سب اس کے بندے ہیں اس کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو۔ کسی سے مراد نہ مانگو۔ کسی سے مدد طلب نہ کرو۔ اس لحاظ سے یہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کی تفسیر ہے۔ جو کچھ ان دونوں سورتوں میں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے اس سورت میں اس کو کھول کر واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کا ہر بیان ہر واقعہ بلکہ ہر جملہ اسی مقصد کو سامنے رکھنا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ ساری قدرت اور سارا اختیار اسی کا ہے اور سب چیزیں خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہوں۔ اس کی عظمت اور بڑائی کے سامنے ہیچ ہیں۔ شروع سے یہی مضمون چلا آ رہا ہے اور سورت کے ختم تک یہی مضمون چلے گا۔ اس آیت میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے اسی کی بابت کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر زبردست اور غالب ہے اور اسی کو سب پر برتری حاصل ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی مرتبے والا ہو بہرحال اس کا بندہ ہے اور اس کے آگے بےبس ہے۔ حکم چلانا اسی کا کام ہے اور بندوں کا کام صرف یہ ہے کہ اس کا حکم بجا لائیں۔ سورۂ نساء کے آخری رکوع میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فرشتوں اور سب کو اللہ کی بندگی کا اقرار ہے۔ وہ سب اسی میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ کلمۂ شہادت میں اس کا صاف اقرار موجود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر آپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کا بندہ ہونے سے منہ موڑے۔ اگر کوئی کہے کہ تمہارے اس دعویٰ پر کون گواہ ہے تو ان سے پوچھو کہ تمہارے خیال میں بڑے سے بڑا گواہ کون ہو سکتا ہے۔ عقل سلیم تو یہ کہتی ہے کہ جو ہر شے کی حقیقت سے واقف اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا وہی سب سے بڑا گواہ ہو سکتا ہے اور یہ صفت خدا کے سوا کسی میں نہیں۔ اس لیے میرے اور تمہارے درمیان وہی گواہ ہے۔

Marfat.com

ایک اللہ

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
اور بھیجا گیا طرف میری یہ قرآن
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ
تاکہ ڈراؤں میں تم کو ساتھ اس کے اور جس کو یہ پہنچے
اَ اِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ
کیا سچ مچ تم ضرور گواہی دیتے ہو کہ
مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ
ساتھ اللہ کے معبود ہیں اور کہ دے
لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ
نہیں گواہی دوں گا میں

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
اور مجھ پر یہ قرآن اترا ہے
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ
تا کہ تم کو اور جس کو یہ پہنچے
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ
اس سے خبردار کردوں کیا تم گواہی دیتے ہو کہ
مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ
اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں تو کہہ دے
لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ
میں تو گواہی نہ دوں گا

پچھلے سبقوں میں ذکر ہو چکا ہے کہ مشرکوں نے آپ سے کہا کہ تمہارے نبی ہونے پر گواہ کون ہے۔ اس کا جواب آپ کو یہ سکھایا کہ کہدے اللہ میری سچائی پر گواہ ہے اور اگر وہ انسان بن کر پوچھیں کہ اللہ کون ہے اور ہماری نشانیوں سے غفلت کا اظہار کریں تو پھر ان سے کہدے کہ ایک نشانی تو تمہارے سامنے ایسی زبردست موجود ہے جس سے انکار خود اپنی ہستی سے انکار کے برابر ہے۔ وہ نشانی یہ قرآن ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے۔ اس نے تم سے خود کہہ دیا ہے کہ اگر مجھے انسان کا کلام سمجھتے ہو تو کوئی انسان مجھ جیسا کلام بنا کر دکھا دے اور دعویٰ کیا ہے کہ اگر دنیا کے سارے انسان بھی جمع ہو جائیں تب بھی قرآن کے برابر کوئی کتاب نہیں بنا سکتے۔ جب یہ انسان کا کلام نہیں تو پھر ظاہر ہے کہ ضرور انسان سے زیادہ علم رکھنے والے کا کلام ہوگا اور وہ اللہ ہے اور اسی کو میں پیش کرتا ہوں۔

اس آیت میں یہی مطلب ادا کیا گیا ہے کہ میرا گواہ اللہ ہے اور اللہ کا ثبوت یہ قرآن ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ میں بے دھڑک اللہ کو اس لیے گواہ پیش کرتا ہوں۔ کہ میرے پاس یہ قرآن موجود ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سوا کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سب لوگ اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو چکے ہیں۔ اب میرا کام یہ ہے کہ اس کلام کو جو اللہ نے میری طرف بھیجا ہے لے کر اٹھوں اور تم کو اور ان سب کو جن کے پاس یہ کلام پہنچتا جائے۔ خبردار کردوں کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ وہ سچ ہے اور اس کے خلاف چلنے والا برباد ہو کر رہے گا۔

اتنی بڑی نشانی اور گواہی کے بعد کیا اب بھی تم یہی رٹ لگائے جاؤ گے کہ اللہ معبود واحد نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اور معبود ہیں۔ خیر تم جانو نادانی کرتے رہو۔ میں تو ایسی بات کبھی نہیں کہہ سکتا ؕ

Marfat.com

جانتے ہیں اور نہیں مانتے

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ

کہہ بات یہی ہے کہ وہی معبود اکیلا ہے اور

اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ

بیشک میں دور ہوں اس سے کہ تم شریک ٹھہراتے ہو وہ لوگ کہ

اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ

دی ہم نے ان کو کتاب پہچانتے ہیں اس کو

كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ اَلَّذِیْنَ

جیسے پہچانتے ہیں بیٹوں کو اپنے جو لوگ

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ

نقصان کر چکے جانوں کا اپنی پس وہی

لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع

نہیں ایمان لاتے

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ

کہہ دے وہی ایک معبود ہے اور

اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ

میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں جن کو ہم

اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ

نے کتاب دی وہ اس کو پہچانتے ہیں

كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ اَلَّذِیْنَ

جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جو لوگ

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے ہیں وہی

لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۱۴

ایمان نہیں لاتے

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ میری سچائی پر اللہ گواہ ہے۔ اور اللہ کی پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ یہ قرآن ہے جس کے مقابلہ کا کلام لانے سے سب عاجز ہو چکے ہیں۔ اگر اتنی بڑی گواہی کے بعد بھی تم لوگ شرک کیے جاؤ تو کوئی عقلمند تمہارا ساتھ نہ دے گا اور میں تو قرآن کی تعلیمات کے پھیلانے ہی کے لیے آیا ہوں۔ میں تمہارے غلط خیال کی گواہی ہرگز نہیں دے سکتا۔ شرک اور کفر کی گواہی دینے سے انکار کر کے اس آیت میں اللہ کے ایک ہونے کا صاف صاف اقرار ہے۔ ارشاد ہے کہ ان سے صاف کہہ دے کہ تم مانو یا نہ مانو واقعہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ معبود فقط ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا اور یہ جو تم اللہ کے شریک ٹھہراتے پھرتے ہو اور اس کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے اس سے میرا کچھ سروکار نہیں رکھتا۔ میرا دل اس سے نفرت کرتا ہے اور میں اس سے کھلم کھلا اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہوں ——— مشرک رسول اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اپنی رسالت پر کوئی گواہ پیش کرو ہم نے ان لوگوں سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا جنہیں کتاب مل چکی ہے وہ بھی تمہارے رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتے اس کے جواب میں آپ نے اپنی سچائی پر گواہ تو اللہ کو پیش کیا جس کا ذکر پچھلے سبق میں گذرا۔ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے گواہی نہ دینے کی اصل حقیقت کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اس سے پہلے جن کے پاس آسمانی کتاب بھیجی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر یقینی طور پر جانتے ہیں جس قدر وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ آپ کے آخری رسول ہونے میں انہیں ذرا شک نہیں۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق صاف صاف بشارتیں اور نشانیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور وہ ان نشانیوں کو ان میں دیکھ کر انہیں خوب پہچان چکے ہیں۔ لیکن ان کی ضد اور دنیوی طمع نے انہیں جان بوجھ کر انجان بننے پر آمادہ کر رکھا ہے۔ یہی ضد اور لالچ آگے چل کر انہیں تباہ و برباد کرے گا۔ اس لیے وہ تمہارے سامنے آپ کی رسالت کی گواہی نہیں دیتے۔

سچ ہے جو جان بوجھ کر اپنا نقصان کرنے پر تلے ہوئے ہوں وہ کیسے ایمان لائیں گے ؟

Marfat.com

مُسلمانوں کی ناکامی

گذشتہ آیات میں قرآن مجید کے نزول کی غرض بہت واضح طور پر بتا دی گئی ہے۔ اس غرض کو سامنے رکھنا اور اس کو پورا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اور آپ کی معرفت ساری امتِ مسلمہ پر فرض کر دیا گیا ہے جیسا کہ آیت کے مفہوم سے ظاہر ہے۔

آیت میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس وقت جو لوگ موجود ہیں، ان کو اس کے ذریعہ خبردار کر دیا جائے کہ اس کے خلاف چلنے میں یا اس کی طرف پوری طرح توجہ نہ کرنے میں تمہارے لیے سخت خطرہ ہے اور انہی لوگوں کو نہیں بلکہ جس جس کے پاس یہ قرآن پہنچے ان کے اوپر بھی یہی مضمون واضح کر دینا مسلمانوں کا فرض ہے۔

ظاہر ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بھی یہ قرآن اور لوگوں کے پاس پہنچے گا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہ رکھتے ہوں گے اس لیے یہی فرض آپ کی امت پر عائد ہوگا کہ وہ اس پر عمل نہ کرنے کے خطرہ سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ساتھ ہی اس کے مطالب کو اس طرح واضح کر دیں کہ کسی کو یہ عذر نہ رہے کہ ہمیں تو اس طرح سمجھا یا نہیں گیا ورنہ ہم اس کے حکموں پر غور کرتے، ان پر عمل کرتے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور نبی ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے جو دنیا میں نازل کی گئی۔ اس کے بعد کسی پر کوئی وحی نہ اترے گی۔ تبھی تو یہ کہا گیا ہے کہ جس کے پاس یہ قرآن پہنچا، یا آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک پہنچنے والا ہے۔ ان سب کو سمجھانا آپ کا اور آپ کے بعد آپ کی امت کا فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرض کو اس طرح ادا کیا کہ قرآن مجید لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور ہدایت کر دی کہ تم لوگ بھی اسے دوسروں تک اسی طرح پہنچانے کی کوشش کرتے رہو اور صرف زبانی سنانے پر اکتفا نہ کی بلکہ اس کے مطالب بیان کر دیئے اور اس پر اس پابندی کے ساتھ عمل کیا کہ لوگوں کے دل میں اس کے احکام کی اہمیت اچھی طرح بٹھا دی۔

اس فرض کے دو حصے ہیں ایک تو قرآن شریف کے الفاظ کو خود یاد کرنا اور ان کو دوسروں تک پہنچا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس پر عمل کیا اور جو کچھ اس کے مطالب سمجھانے کے لیے فرمایا۔ جس کو حدیث کہتے ہیں اس کو بھی محفوظ رکھنا اور دوسروں تک پہنچا دینا، دوسرے انسانی زندگی کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت بتا دینا۔

فرض کا پہلا حصہ تو کسی نہ کسی حد تک مسلمانوں نے ادا کیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دوسرا حصہ کہ وہ جیسا چاہیئے تھا ادا کرنے سے قاصر رہے کسی عملی پروگرام کی جیسا کہ قرآن مجید ہے، وقعت جبھی قائم رہ سکتی ہے جب اس کا نزول اور اس کا احترام کیا جائے۔ لوگوں کو نصیحت کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا نصیحت کو بیکار بنا دیتا ہے۔ میرا کیا منہ ہے کہ میں اسلام کو بہترین طریقہ زندگی کہوں۔ جب کہ میں خود اس پر سختی کے ساتھ عمل نہیں کرتا۔ زبانی اس کو بہت کچھ سراہتا ہوں۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے، تو قرآن مجید کے طریقے کو چھوڑ کر دوسروں سے رہنے سہنے کے طریقے سیکھتا ہوں اور انہی کی طرح رہن سہن اختیار کرتا ہوں۔ آج کل دیکھ لو جس قدر کھیل کود اور بے حیائی، فحش، فسق و فجور، دغابازی وغیرہ دوسروں میں رائج ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں میں رائج ہے، مگر زبان پر یہی ہے کہ اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو؟ کیا یہ ناقابل معافی جرم نہیں ہے؟

Marfat.com

بہت بڑی بے انصافی

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی
اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اوپر
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ
اللہ کے جھوٹ یا جھٹلائے ساتھ آیتوں کے اس کی
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ يَوْمَ
بیشک نہیں فلاح پاتے ظالم لوگ اور جس دن
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ
ہم جمع کریں گے ان کو سب کو پھر ہم کہیں گے
لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ
واسطے ان کے جو شرک ہوئے کہاں ہیں شریک تمہارے
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾
جن کا تھے تم دعویٰ کرتے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی
اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ
باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ
بلاشبہ ظالموں کو بھلائی نصیب نہیں ہوتی اور جس دن
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ
ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں کو
لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ
جنہوں نے شرک کیا تھا کہیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾
جن کا تم کو دعویٰ تھا

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی بڑی گواہی خود کلام اللہ ہے۔ پھر یہ بتلایا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے ہیں کہ یہ سچے نبی ہیں۔ کبھی جھوٹ بول ہی نہیں سکتے۔ اس آیت میں دونوں باتوں کو ایک دوسری دلیل سے ثابت کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر نبوت کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں، تو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں۔ اس لیے اس بنا پر یہ بڑے ظالم ہیں۔ دوسری طرف جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی سب سے بڑی اور صاف نشانی کو جھوٹا کہتے ہیں اس لیے وہ بڑے ظالم ہیں۔ اور ظالموں کے لیے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ وہ آخر میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اب اس کا فیصلہ کہ نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہیں یا یہ مشرک لوگ، اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ آخر میں کامیاب کون ہوتا ہے۔ چنانچہ مخالفوں نے دیکھ لیا کہ ناکام کون رہا، اور صاف ظاہر ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کامیاب ہوتے وہ ظالم نہیں سچے ہیں، اور ان کے مخالف جو ناکام ہوئے وہ ظالم تھے اور غلط کہتے تھے، یہ تو دنیا کا فیصلہ تھا، اصل فیصلہ کا دن ابھی آنے والا ہے، اس دن ان سب ظالموں اور غلط کاروں کو جمع کر کے اللہ سوال کریگا کہ آج وہ تمہارے گھڑے ہوئے معبود کہاں ہیں ——— ارشاد ہے کہ دو شخص بڑے ظالم ہیں ایک تو وہ جو اللہ کے سر ایسی بات لگائے جو اس نے نہیں کی یعنی نبوت کا غلط دعویٰ کرے اور ایک وہ جو اللہ کی صاف نشانیوں کو جھوٹا کہے اور اس کا شریک ٹھہرائے اور ظالموں کے لیے قاعدہ مقرر ہے کہ وہ آخر میں ناکامیاب ہوتے ہیں۔ دنیا میں لوگوں نے دیکھ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہوئے اور ان کے مخالف ناکام اس لیے وہ سچے ہیں، اور ان کے مخالف جھوٹے۔ ابھی مشرکوں کو قیامت کے دن یہ کہہ کر اور شرمندہ کرنا ہے کہ جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے آج ان سے التجا کرو اور دیکھو کہ وہ تمہاری کتنی مدد کر سکتے ہیں ورنہ اپنے ظالم ہونے کی سزا بھگتو۔

Marfat.com

مُسلمان گریبان میں منہ ڈالیں

آیئے پچھلے سبق میں جو آیت گذری ہے۔ اس پر اس سبق میں پھر غور کریں اور دیکھیں کہ ہمارے لیے اس میں کیا سبق ہے۔ اس آیت میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ ظالم کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ظالم کا لفظ بہت مشہور ہے۔ ظالم اسے کہتے ہیں جو ظلم کرے۔ اور ظلم کہتے ہیں ایسے کام کرنے کو یا ایسی بات کہنے کو کہ جس سے اپنے آپ کو یا کسی اور کو نقصان پہنچے یا جس کی وجہ سے کسی کے بارے میں لوگ غلط رائے قائم کر لیں۔ انجام اچھا نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ظالم دنیا میں ہی ذلیل و خوار ہوتا ہے اور چاہے شروع میں کچھ دن اچھی حالت میں رہے۔ لیکن آخر کار تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی طرح بچ بھی گیا تو مرنے کے بعد سخت عذاب اور بے چینی میں مبتلا ہوگا۔ اس کی موت ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ظلم کی بدترین شکل یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے یا بات کہے جس سے اللہ کی شان میں گستاخی ہوتی ہو یا اس کی بابت لوگوں میں غلط خیالات پھیلتے ہوں یا جس سے کسی نبی کی یا قرآن کی یا اسلام کی توہین ہوتی ہو۔ ظلم کے زمرہ میں شرک، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ، اصولِ اسلام کے خلاف قرآن کی من مانی تفسیر، حدیث کا بالکل انکار اور اس قسم کی سب باتیں آتی ہیں۔

اسلام کے شروع میں دو شکل میں ظلم رائج تھا۔ نبی کو جھوٹا کہنا اور قرآن کو معمولی قصے کہانی کا مجموعہ سمجھنا اور اس کے حکموں کو کچھ اہمیت نہ دینا، پچھلے سبق میں ظلم کی انہی دو قسموں کا ذکر تھا۔ گویا یہی اس کا شانِ نزول ہے۔ اس آیت کا کلیہ ہر زمانے میں ظلم کی ہر شکل میں چسپاں ہوگا۔ ہر ظالم کو وہی سزا ملے گی جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ فیصلہ کی شکل بھی وہی ہوگی جس کو یہاں واضح کیا گیا ہے۔ یعنی جو آخر میں ذلیل اور ناکام ہوگا۔ وہ ظالم ہے اور جس کو عزت اور کامیابی حاصل ہوگی۔ معلوم ہوگا کہ وہ ظالم نہیں تھا۔

مسلمانوں کو یہ آیت پڑھ کر اپنی حالت پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کہیں کسی قسم کے ظلم میں تو مبتلا نہیں ہیں، کیا وہ ایسی باتیں یا ایسے کام تو نہیں کر رہے۔ جن سے اللہ کی اور اس کے نبی کی، یا قرآن مجید کی یا اسلام کی معاذ اللہ توہین یا تحقیر ہو رہی ہو۔ کہیں ہمارے اعمال ایسے تو نہیں ہیں جن سے الٰہی سب کی توہین اور تحقیر کا خطرہ ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم بھی بڑے ظالم ہیں اور ظالموں کی جو سزا مقرر ہے اگر آج ہم پر مسلط نہیں تو کل ہونے کا خوف ہے۔ قرآن مجید نے جو کہہ دیا ہے وہ آج تک غلط ثابت نہیں ہوا تفصیل کی ضرورت نہیں۔ گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیئے کہ مسلمان اگر شرابی، جواری، چور، ڈاکو، زناکار، بددیانت، بدمعاش، پیسے کا لالچی، بد اخلاق، منہ پھٹ، فحش باتوں وغیرہ کا شوقین ہے۔ تو کیا وہ اپنے افعال سے کم از کم اسلام کی توہین اور اس کو بدنام نہیں کر رہا ہے؟

Marfat.com

مشرکوں کی دروغ حلفی

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ
پھر نہ ہوگی چال ان کی مگر یہ کہ
قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
کہیں گے قسم ہے اللہ رب ہمارے کی نہ تھے ہم
مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى
شرک کرنے والے دیکھ کیسا جھوٹ بولا انہوں نے اوپر
اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
جانوں اپنی کے اور نیست و نابود ہوا ان سے جو تھے وہ
يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
ترشتے

تُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ
پھر ان کے پاس کوئی فریب نہ رہے گا مگر یہی کہ
قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
کہیں گے اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم
مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى
شرک کرنے والے نہ تھے دیکھو تو اپنے رب اوپر کیسے جھوٹ
اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
بولے اور وہ باتیں جو وہ بنایا کرتے تھے ان
يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
سے کھوئی گئیں

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ قیامت کے دن ہم سب کو جمع کریں گے اور پوچھیں گے۔ کیوں آج تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں۔ ان سے کہو کہ وہ آج تمہارے کام آئیں اور تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا سے بچائیں۔ اس آیت میں ہے کہ اس سوال سے ان کے حواس گم ہو جائیں گے اور کچھ جواب نہ بن پڑے گا۔

دنیا میں بڑے فریب، چالبازیاں، حیلے، بہانے نکال لیتے تھے۔ اس دن نہ کوئی حیلہ یاد آئے گا نہ کوئی فریب۔ کہیں گے تو کیا کہیں گے۔ کہ ہم اپنے رب کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تو کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ ہم تو صرف اللہ ہی کو اپنا معبود مانتے تھے اور کسی سے ہمارا تعلق نہ تھا۔ ذرا دیکھو تو سہی کیسے سٹ پٹا گئے کہ جھٹ پٹ جھوٹی قسم کھا گئے۔ اس کے سوا اور کوئی چال انہیں سوجھی ہی نہیں۔ وہاں وہ دھوکے بازیاں، فریب اور چالبازیاں سب رکھی رہ گئیں اور دروغ حلفی کے مجرم ہوئے سو الگ ان کے مجرم ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ البتہ ان کی اس حرکت سے ان کے جرموں میں اضافہ ہوگیا

ارشاد ہے کہ ان کے اس سوال سے بدحواس گم ہو جائیں گے اور کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ لے دے کر بس یہی ایک چال سوجھے گی کہ قسم کھا کر اپنا جرم سے بری ہونا ثابت کریں۔ کہیں گے ہمیں اپنے اللہ اور اپنے رب کی قسم ہم نے تو شرک ہرگز نہیں کیا تھا۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانا تھا۔ یہ ان کا حلفیہ بیان جھوٹا اور خلاف واقعہ ہوگا۔ اس کی وجہ سے ان کی جان اور آفت میں پھنس جائے گی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ذرا دیکھو تو سہی۔ جھوٹی قسم کھا کر کیسا اپنی جان کو اور زیادہ آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ دنیا میں یہ کیسی کیسی باتیں گھڑا کرتے تھے آج وہ سب رفوچکر ہوئیں ؛

Marfat.com

بعض لوگوں کا طرزِ عمل

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ

اور ان میں وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں تیری طرف اور

جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

کیے ہم نے اوپر دلوں کے ان کے پردے تاکہ

يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ

سمجھیں وہ اس کو اور بیچ کانوں کے ان کے

وَقْرًا ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

بوجھ اور اگر دیکھیں وہ ہر ایک نشانی

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ

نہ ایمان لاویں وہ اس کے ساتھ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ

اور بعضے ان میں تیری طرف کان لگائے رہتے ہیں اور

جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تاکہ

يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ

اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں پر بوجھ

وَقْرًا ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

رکھ دیا اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ

تو بھی ان پر ایمان نہ لاویں

قرآن مجید میں پہلے لوگوں کے اور جو لوگ اس کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے ان کے حالات محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ان کے جمع کرنے سے تفریح یا دل لگی مقصود نہیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ ہم ان سے سبق سیکھیں اور عبرت حاصل کریں اور اپنے اعمال درست کریں تاکہ ان آفتوں سے بچیں جو پہلے لوگوں پر ان کے بُرے کاموں کی وجہ سے آئیں ——— قرآن مجید میں گذشتہ واقعات کا صرف وہی حصّہ لیا گیا ہے جس سے ہمارے لیے کوئی نصیحت نکلتی ہے۔ اس آیت میں مکہ کے بعض کافروں کا رویّہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہاں کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ دوسروں پر اثر رکھتے تھے اور ان کی طبیعت میں اپنے پرانے غلط طریقہ کو قائم رکھنے کا جذبہ جم چکا تھا۔ کیونکہ اگر وہ طریقہ بدل جائے تو پھر ان کی وہ شان و شوکت باقی نہ رہنے کا خوف ہے۔ جس کی بدولت وہ دوسروں کو دبا کر اپنی چلاتے ہیں۔ اسلام اور اس کا نظام ان کو اپنے مفاد کے بالکل خلاف نظر آتا تھا۔ اس لیے ان کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور قرآن سنتے۔ لیکن اپنے قائم کیے ہوئے طریقے کی محبت اور اپنے جاہ و جلال باقی رکھنے کا پختہ ارادہ ان کے دل میں اس کا اثر نہ ہونے دیتا۔ اپنی عزت اور مرتبہ بنائے رکھنے کی تجویزوں کے سوا وہ اور باتیں سن نہ سکتے تھے۔ چاہے ہزار نشانیاں دیکھیں ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول کچھ لوگ تیری باتیں کان لگا کر سنتے ہیں۔ لیکن ان کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ ان کے کانوں میں خوشامدیوں کے الفاظ ٹھسے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے ہم نے انہیں بوجھل کر دیا ہے ان کو کچھ ہی نشانیاں دکھاؤ ان کو ٹھیک اور درست باتوں کا یقین نہ آئے گا۔ ان کا حال سن کر مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ کہیں دنیا کے غلط بچاڑوں اور زہریلے مزوں کی وجہ سے ان کی حالت ایسی تو نہیں ہو جائے گی ؛

Marfat.com

اِسلام کے مخالف اپنا نقصان کر رہے ہیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس جھگڑا کرنے تجھ سے
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں یہ مگر
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ
کہانیاں پہلوں کی اور وہ
يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ
روکتے ہیں اس سے اور دور بھاگتے ہیں اس سے اور
اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
نہیں تباہ کرتے مگر جانوں اپنی کو اور نہیں
يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
سمجھتے

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو آتے ہیں
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
تو وہ کافر کہتے ہیں یہ تو صرف پہلے لوگوں کی
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ
کہانیاں ہیں اور یہ
يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ
لوگ اس سے روکتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور
اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
ہلاک نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں
يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
سمجھتے

پچھلے سبق میں جن لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا تھا اس کو یہاں مکمل کیا گیا ہے کہ ان کی چالبازیاں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ وہ بظاہر مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں۔ گویا یہ جتانا چاہتے ہیں کہ ہمیں مسلمانوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے ہم ان سے ملتے ہیں اور ان کی باتیں غور سے سنتے ہیں۔ لیکن وہ باتیں ماننے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ فقط پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں بھی ایک چال ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ لوگ سمجھنے کی کوشش بہت کر رہے ہیں، اگر ان کی باتیں ماننے کے قابل ہوئیں تو یہ ضرور مانتے حالانکہ ان کا مقصد ہرگز سمجھنا نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے جھگڑنا ہے۔ جب آپ سے مل کر باہر آتے ہیں تو لوگوں کو بتاتے ہیں کہ یہ باتیں مت سنو۔ یہ تو معاذ اللہ فضول باتیں ہیں اور اپنا طریقہ اسلام سے بالکل الگ اور اس کے خلاف رکھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے اسلام کو تو وہ ذرا بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں اپنی تباہی کا سامان ضرور کر رہے ہیں ——— ارشاد ہے کہ ان کی گستاخی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ آپ کے پاس جھگڑنے کے لیے آتے ہیں اور بڑے سمجھداروں کا سا منہ بنا کر یہ کافر لوگ اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ ہاں ہم نے سنا۔ کچھ بھی نہیں ہے ورنہ ہم بھلا اس کو کہیں چھوڑ سکتے تھے؟ یہ کہہ کر وہ ان لوگوں کو ان کی باتیں سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور بھاگتے ہیں گویا اپنے قول اور عمل دونوں کے ذریعہ قرآن کی تعلیم کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ یہ نادان لوگ خود نیست و نابود ہو جائیں گے اور اسلام دنیا میں پھلے پھولے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اور ان کی نادانی اچھی طرح دنیا پر ظاہر ہوگئی۔

Marfat.com

پچھلی آیت میں غور وخوض

کلام پاک کی آیتیں اور سورتیں خاص خاص موقعوں پر نازل ہوتی تھیں اور جس موقعہ پر نازل ہوتی تھیں اس موقعہ کی پوری تشریح کر دیتی تھیں اور مسلمانوں کو صاف ہدایت کرتی تھیں کہ تمہیں اس وقت کیا کرنا ہے۔ اس وقت کے مسلمان اس کو سن کر گرہ میں باندھ لیتے تھے اور اس کی نصیحت پر عمل کرتے تھے۔ اس کے بعد آیت یا سورت اپنی مناسب جگہ پر رکھ دی جاتی تھی۔ تاکہ بعد کے زمانے کے مسلمان اس کے نازل ہونے کے زمانہ کے حالات سے ملتے جلتے حالات میں اس سے اپنی بہتری کے کام کرنے کا راستہ نکالیں۔ اور جو آیت کہے وہ کریں اور جو وہ سبق سکھائے وہ سیکھیں اور اس کے خلاف ہرگز نہ کریں۔ ورنہ ان کو وہی سزا ملے گی جو اس وقت کے خلاف کرنے والوں کو ملی تھی۔

جس وقت یہ آیت اتری۔ اس وقت کی یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے اور قرآن شریف سناتے اور اس کے حکم بتاتے پورے بارہ سال گزر چکے تھے۔ اس زمانے میں مکہ کے لوگ سوا ان کے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا برابر کوشش کرتے رہے تھے کہ جس طرح ہو ہمیں اسلام کو دبانا اور اس کے ساتھ ضد کر کے اس کے خلاف خود چلنا اور دوسروں کو چلانا ہے۔ بارہ سال کے بعد جو لوگوں کی حالت تھی۔ اس کا نقشہ ان آیتوں میں کھینچا گیا ہے اور اس کو قرآن شریف میں رکھ دیا گیا ہے اور جو فیصلہ ان کے حق میں اس وقت سنایا گیا تھا وہ بھی ساتھ ہی موجود ہے۔ تاکہ ہر زمانے میں لوگ چوکنے رہیں اور اپنی حالت پر غور کرتے رہیں۔ کہ کہیں اس وقت وہی حالت تو نہیں ہے۔ جو اس وقت تھی۔ اگر ہے تو اسے فوراً درست کریں۔ ورنہ ان کو وہی سزا ملے گی۔ جو اس وقت کے نافرمان لوگوں کو ملی تھی۔

اس وقت کی حالت یہ تھی، کہ لوگ قرآن کو سنتے تھے اور اس کو بے فائدہ پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کا مجموعہ سمجھتے تھے اور اس کی طرف توجہ کرنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اور خود اس کے طریقہ سے نفرت کرتے تھے۔ ان کے باپ دادوں نے جو عادتیں سیکھی ہوئی تھیں۔ یہ بھی انہی پر جمے رہنا چاہتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ان سے کہتے تھے کہ تم نے معاذ اللہ یہ کیا ڈھکوسلا بنایا ہے۔ یہ کسی مصرف کا نہیں۔ ہمارے یہ بت ہماری ہر کام میں مدد کرتے ہیں انہیں ہم کیسے چھوڑ دیں۔

قرآن مجید نے ان کی بابت فیصلہ سنایا کہ یہ لوگ نادان ہیں اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ عنقریب یہ تباہ ہوں گے۔ چنانچہ اس کے دوسرے سال آپ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اور اس کے بعد مکہ والوں کا جو حشر ہوا۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ اور مارے گئے اور آخرت کا عذاب ابھی بھگتنا باقی ہے۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے۔ کہ آج کل کے مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟

Marfat.com

موجودہ حالت

آج کل کے مسلمانوں میں ایسے لوگ بہ کثرت پیدا ہو گئے ہیں۔ جو قرآن شریف اور اس کے حکموں کا بالکل خیال نہیں کرتے ایسے لوگ کم ہیں جو موجودہ مسائل کا حل قرآن شریف میں تلاش کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو چند مدرسوں اور مسجدوں کی الماریوں میں بند کر دیا گیا ہے اور یہ فیصلہ کر لیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں یہ ہماری رہنمائی نہیں کر سکتا اس لیے اس کے مطالب سے ہمیں بحث نہیں۔ موجودہ مسائل کا حل ہمیں زمانۂ حال کی ترقی یافتہ قوموں سے ملے گا اس قسم کے خیالات کھلم کھلا پھیلتے جا رہے ہیں کہ یا تو قرآن شریف کو بالکل وہی کہنا چاہیئے جو یورپ کے لوگ کہہ رہے ہیں، ورنہ نعوذ باللہ! وہ ایک پرانی کتاب ہے اور آج کل قطعاً قابل عمل نہیں۔ بعض لوگ یہ دیکھ کر کہ قرآن شریف کا نام تو کہیں نہ کہیں رہنا چاہیئے۔ اس کوشش میں مصروف ہیں کہ قرآن شریف کی باتوں کو توڑ موڑ کر آج کل کے تہذیب کے ٹھیکہ داروں کے طرزِ عمل کا حامی ثابت کریں۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ اگر یورپ والوں کی سی ہم نے نہ کی اور ان کی ہو بہو نقل نہ کی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے اور دنیا سے مٹ جائیں گے۔ اس لیے صرف سیاست ہی نہیں بلکہ بود و باش اور معاشرے میں بھی انہی جیسا بننا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عمل اور طرز زندگی کے ذریعے قرآن شریف سے روکنا چاہتے ہیں اور جیسے زبان سے کہتے ہیں کہ وہ ایک دقیانوسی کتاب ہے۔ اس لیے آج کل اس کی طرف دھیان کرنا فضول ہے اسی طرح اپنے طرزِ عمل میں اس کی تعلیمات سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں کیا جو اس آیت میں کہا ہے "وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ" وہ اس سے روکتے ہیں اور دور بھاگتے ہیں کیا ان کے طرزِ عمل اور خیالات پر ہو بہو صادق نہیں آتا۔ ہم لوگ ظاہری طور پر اسلام اور قرآن شریف کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اس کے صحیح مطالب پیش کرنے والے سے جھگڑنے بیٹھ جاتے ہیں یا اس سے انتہائی تغافل برتتے ہیں۔ کیا یہ وہی حال نہیں ہے جو مکّہ والوں کا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو جھگڑنے کے لیے آتے اور جب وہاں سے اٹھ جاتے تو کہتے کہ یونہی پرانے قصے کہانیاں لیے بیٹھے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یورپ کے ہتھیاروں اور مشینوں سے ہمارا کام چل رہا ہے۔ اور ان کی مدد کے سہارے ہمارا بھرم بنا ہوا ہے۔ اس یقینی موجودہ نفع کو چھوڑ کر قرآن کی پرانی اور اگلے جہان کی باتوں پر غور کرنے بیٹھ جانا معاذ اللہ تضیعِ اوقات نہیں تو کیا ہے۔ جو ان باتوں پر غور کرتے ہیں۔ وہ پرانے دقیانوسی لوگ ہیں۔

کیا ہمارے ہاں دھڑلے سے شراب نہیں پی جاتی۔ کیا کمزوروں کو لوٹا نہیں جاتا۔ کیا مال و دولت جمع کرنے کو ہم نے سب سے بڑا مقصد نہیں ٹھہرا رکھا؟ کیا چوری، زنا، قتل و غارت، غنڈا پن ہم میں رائج نہیں ہے۔ کیا ہم بدکاری پھیلانے کے ذرائع عام نہیں کر رہے۔ کیا ناچ گانے، عریانی اور خواہش کو ہوا دینے والی تصویر کشی اور اسی قسم کی چیزوں کو فنونِ لطیفہ کا نام دے کر ہم انسانیت کا گلا نہیں گھونٹ رہے۔ اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر ہمیں تباہی سے بچانے والی کوئی سی چیز ہے؟

Marfat.com

دوزخ کا ہولناک منظر

وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ
اور کاش تو دیکھے جب کھڑے کیے جائینگے وہ اوپر دوزخ کے
فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا
پس کہیں گے اے کاش ہم واپس کیے جائیں اور نہ
نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا
جھٹلائیں ساتھ آیتوں کے رب اپنے کی
وَ نَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾

وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ
اور کاش تو دیکھے جس وقت وہ دوزخ پر کھڑے کیے
فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا
جائینگے پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیئے جائیں اور
نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا
اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں
وَ نَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾
اور ایمان والوں میں سے ہوجائیں

پچھلے سبق میں جن لوگوں کا حال بیان ہوا۔ ان کی بابت اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایک دن ان کو دوزخ کے اوپر کھڑا کیا جائے گا اس کی تیزی اور شدت دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ یہ جو اب کہتے پھرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں۔ ہمارے کام انہی دنیا کی چیزوں سے جو بہت طاقتور ہیں۔ بن جاتا ہے۔ ہمیں انہیں کا احسان ماننا چاہیئے۔ یہ سب کچھ بھول جائیں گے۔ اور یقین ہو جائے گا۔ کہ یہ دوزخ ہمارے ان کرتوتوں کی سزا ہے۔ جنہیں ہم دنیا میں ٹھیک سمجھے ہوئے تھے اور بے اختیار ان کے منہ سے نکلے گا کہ کسی طرح ہم پھر دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں تو پھر تو ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں۔ اور ایمان والے بن کر رہیں۔ ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تو وہ ہولناک منظر دیکھے کہ قیامت کے دن دوزخ پر ان کو کھڑا کیا جائے گا اور خوف کے مارے ان کا دم نکلنے کے قریب ہوگا۔ تو پھر تجھے تعجب ہوگا۔ کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ جو دنیا میں فرعون، ہامان، قارون اور شداد بنے پھرتے تھے۔ آج جب قرآن شریف کی ساری باتیں سامنے آئیں۔ تو سٹ پٹا گئے، اور بولے۔ کاش! ہم دنیا میں پھر بھیج دیئے جاتے تو پورے فرمان بردار بن کر دکھاتے۔

قرآن مجید نے نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ آگ کا ایک ڈھیر ہے جس کے اندر وہ لوگ جو دنیا میں قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کچھ وقعت نہیں دیتے۔ بلکہ اس میں بین میخ نکالتے ہیں اور اپنی من مانی کرتے ہیں۔ جھونک دیئے جائیں گے۔

آج کل اکثر انسانوں کا یہ رویہ ہے کہ اپنی دلی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے ہوتے ہیں اور دوزخ سے ڈراؤ تو کہتے ہیں۔ یہ سب بناوٹی بات ہے۔ دوزخ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ ان کو معلوم ہوجانا چاہیئے کہ مرنے کے بعد حقیقت ظاہر ہوجائے گی:

Marfat.com

دوبارہ پھر وہی کریں گے

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲۸)

بلکہ ظاہر ہوگیا ان کے لیے جو تھے وہ چھپاتے پہلے اور اگر لوٹائے جائیں وہ البتہ پھر کرنے لگیں وہی روکے گئے جس سے اور تحقیق وہ بیشک جھوٹے ہیں

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲۸)

کوئی نہیں بلکہ جو پہلے چھپاتے تھے وہ ظاہر ہوگیا اور اگر پھر بھیجے جائیں تو پھر وہی کام کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ جب نافرمان، کافر، مشرک، دوزخ کے کنارے کھڑے کر دیئے جائیں گے تو ان کا منہ فق ہوجائیگا اور وہ دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی تمنا کریں گے کہ وہاں جاکر اللہ کے فرمانبردار ایمان والے بندے بن کر دکھائیں۔ اس آیت میں ان کی اس تمنّا اور قول و قرار کی قلعی کھولی گئی ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں یہ جن باتوں کے ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور جن کو دبانے اور چھپانے کی تجویزیں سوچتے رہتے تھے۔ آج وہ کھلم کھلا ان کے سامنے آگئی ہیں اور جس دکھ درد اور عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا تھا۔ کہ دنیا میں تمہارے لیے موقع ہے کہ اس سے بچنے کا سامان کرو۔ وہ آج سچ مچ ان کے سامنے آ ہی گیا ہے۔ غیب کی باتوں کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اس لیے وہ فقط اس سے بچنے کے لیے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ان کو دنیا میں پھر بھیج دیا گیا اور یہ عذاب ان کی نظر سے غائب ہوگیا تو بےفکر ہو کر پھر وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ تو اس کے قائل ہیں کہ جو آنکھوں کے سامنے ہو اسی کو مانو اور غائب چیزوں کی پروا مت کرو۔ اور یہی خیال ان کے دلوں میں بسا ہوا ہے۔ اور اسی کے مطابق عمل کرنے کی انہیں عادت پڑ چکی ہے۔ اس لیے دنیا میں واپس آتے ہی اس کی بھل بھل میں پھر پھنس جائیں گے اور وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کرتے تھے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو اس وقت باتیں بنا رہے ہیں۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ بات یہ ہے۔ خوف کے مارے ان کا بُرا حال ہے اس لیے جان بچانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں، ورنہ دل ویسا ہی سخت ہے، اور اگر انہیں دُنیا میں بھیج دیا جائے تو پھر یہ انہیں باتوں میں پھنس جائیں گے جن سے رُک جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ قیامت کے دن مصیبت بہت سخت ہوگی پہلے مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے بنائے ہوئے معبودوں سے کہو کہ اس مصیبت سے تمہیں نجات دیں، وہ کہیں گے کہ ہم تو مشرک نہیں تھے، اللہ ہی کو پوجتے تھے مگر یہ جھوٹ نہیں چلے گا۔ پھر جب دوزخ کے دروازے پر ہی پہنچ جائیں گے اور سب چھپی باتیں آنکھوں کے سامنے آ جائیں گی۔ تو وہاں کہیں گے کہ اب کے دنیا میں ہمیں بھیج دیا جائے۔ تو پورے ایمان دار بن کر دکھادیں گے۔ لیکن ان کی یہ بات بھی جھوٹی ہے ؛

Marfat.com

سچ کا اقرار

وَ قَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا
اور کہتے ہیں نہیں ہے مگر ہماری زندگی

وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا
اور کہتے ہیں ہمارے لیے زندگی نہیں مگر یہی

الدُّنْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ (۲۹)
دنیا کی اور ہم کو پھر زندہ نہیں ہونا

وَ لَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ
اور کاش کہ تو دیکھے جب کھڑے کیے جائیں گے سامنے رب ان کے

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ
اور کاش کہ تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے

قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ
فرمائے گا کیا نہیں یہ سچ

قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ
فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں

قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا
کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے رب ہمارے کی فرمائے گا پس چکھو

قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا
کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی فرمائے گا تو اپنے

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ع (۳۰)
عذاب بوجہ اس کے کہ تھے تم کفر کرتے

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ع (۳۰)
کفر کے بدلے میں عذاب چکھو

ع ۳ ۱۰ ۹

ارشاد ہے کہ دنیا میں ان کی نگاہ دنیا کی بے حقیقت مادی چیزوں سے اونچی نہیں اٹھتی اس لیے وہ انہی کی ادھیڑ بُن میں پھنسے رہتے ہیں' اس کے وہ قائل نہیں کہ مرجانے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ایک نئی زندگی شروع ہوگی جس کے بعد موت کبھی نہ آئے گی۔ یہ ان کے خیال میں بھی کبھی نہیں گذر سکتا کہ دنیا کے فائدے مزے اور آرام کو اس لیے چھوڑ دیں کہ مرنے کے بعد اس سے کہیں زیادہ آرام فائدے اور مزے ملیں گے۔ ان لوگوں کی آنکھیں تب کھلیں گی جب اپنے بنانے والے اور پالنے والے کے سامنے لاکر کھڑے کیے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کہو آج تمہیں کچھ حقیقت معلوم ہوئی۔ اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلے گا۔ یہ تو اپنے رب کی قسم بالکل سچ ہے۔ حکم ہوگا کہ دنیا میں تم سے نہ ہوسکا کہ میری بات کو سچ مانتے اور میرے رسول کی فرمانبرداری کرتے' اچھا اس کے بدلے آج عذاب چکھو۔ اس آیت میں یہی کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کے نزدیک جو کچھ ہے بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ یہ اس بات کے قائل بلکہ دل سے ماننے والے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں ہوسکتے۔ ان کا حال اس وقت دیکھنے کے قابل ہوگا' جب یہ اپنے رب کے سامنے لاکھڑے کیے جائیں گے اور وہ خود ان سے پوچھے گا کہ بولو جو کچھ تم سے کہا گیا تھا وہ سچ ہے یا نہیں وہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کی قسم کہ سب بالکل سچ ہے اس کے بعد وہ حکم سنائے گا کہ تم دنیا میں مرکر دوبارہ جینے کو ایک فضول گھڑی ہوئی بات سمجھتے تھے' حالانکہ تم سے ہمارے رسول نے صاف کہہ دیا تھا کہ دیکھو اگر مرنے کے بعد پھر جی کر اٹھ کھڑے ہونے کو آج نہ مانا تو کل تمہاری بُری گت بنے گی۔ اب جب آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہتے ہو کہ ہاں سچ ہے۔ دنیا میں جو نافرمانی کی تھی اب اس کی سزا بھگتو۔

Marfat.com

سوچنے کا مقام

پچھلے سبق کی دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی خرافات میں پھنس کر آخرت کو نہ بھولو اور قیامت اور دوزخ کو بے دیکھے مان لو۔ ورنہ دیکھ کر ماننا کچھ کام نہ آئے گا اور دنیا میں کفر اور انکار کرنے کے بدلے آخرت میں سخت سزا دی جائے گی۔ یہ وہ اصل قاعدہ ہے۔ جس کے مطابق اسلام انسان کو اس دنیا میں زندگی بسر کرنا سکھاتا چاہتا ہے اس کو اچھی طرح سمجھے بغیر ممکن نہیں کہ دنیا کی زندگی اچھی طرح بسر ہوسکے۔ اس کو جتنا صاف اور واضح کیا جائے گا اور دل میں بٹھایا جائے گا۔ اتنا ہی انسان اصلی ترقی کرسکے گا۔ ورنہ اس کا کامیاب زندگی بسر کرنا محال ہے۔ انسان کا دل چاہتا ہے کہ میں بے روک ٹوک اپنی ساری خواہشیں پوری کروں اور کوئی میرے راستے میں رکاوٹ پیش نہ آئے۔ لیکن اگر وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی چیزوں کی مدد سے وہ اپنی دلی خواہش پوری کرسکے گا۔ تو اس کی خام خیالی ہے۔ کیونکہ اس کی ایک خواہش تو اس دنیا میں ہرگز پوری نہیں ہوسکتی۔ اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ زندہ نہیں رہا اور نہ رہ سکتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ یہ سب دنیا کی چیزیں، مال و دولت، قوت اور عزت، ہنسی، دل لگی، عیش و عشرت سب کچھ رکھا رہ جائے گا۔ اور انسان ایک دن ان سب چیزوں کو یہیں چھوڑ کر چل دیگا۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔

قرآن شریف بتاتا ہے کہ انسان کی یہ دلی مراد کہ میں جو چاہوں ہوجائے پوری ہوجائے گی۔ لیکن مرنے کے بعد۔ اور وہ بھی اس شرط پر کہ وہ دنیا میں اپنی خواہشوں کا غلام نہ بنے۔ بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق چلے، اور دل میں یقین رکھے کہ دنیا میں خواہشوں کو اللہ کے حکم کے ماتحت کرنے سے مرنے کے بعد جنّت میں میری ہر خواہش پوری کی جائے گی اور ایسی زندگی ملے گی جس کے بعد کبھی مرنا ہے ہی نہیں۔

اسی کو قرآن شریف میں جابجا سمجھایا گیا ہے۔ پچھلے سبق کی آیتوں میں ایسے آدمیوں کی مذمت کی گئی ہے جو دنیا ہی کی زندگی میں اپنی خواہشیں پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ یہ خیال تباہی کی جڑ ہے اور ویسے بھی عقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب انسان کے دل میں فطرتاً یہ خواہش ہے کہ میرے دل کی ساری مرادیں پوری ہوں اور وہ اس دنیا میں ہو نہیں سکتیں تو ضرور اسے اس کی اس فطری خواہش کے پورا ہونے کا موقع ملنا چاہیئے ورنہ اس کی انسانیت کی تکمیل نہ ہوگی۔

اسلام سکھاتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کی یہ خواہش پوری ہوگی لیکن ہر ایک کی نہیں۔ بلکہ فقط اس کی جو اپنی ساری خواہشیں یہاں پوری کرنی نہیں چاہتا۔ اور وہی کرتا ہے جو قرآن شریف نے سکھایا اور ان چیزوں سے جن سے قرآن شریف نے روکا، رک جاتا ہے۔ ایسا آدمی مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی پائے گا۔ اور اس کی ہر خواہش بلا محنت و مشقّت پوری ہوگی اور اسی کے مجموعہ کا نام جنّت ہے۔ یعنی ہمیشہ کی زندگی اور ہر خواہش کا پورا ہونا۔

Marfat.com

کوتاہیوں پر پچھتاوا

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ
تحقیق تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
یہاں تک کہ جب آئے گی ان پر قیامت اچانک
قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ
کہیں گے وائے حسرت ہماری اوپر اس کے کہ کمی کی ہم نے اس میں
وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ
اور وہ اٹھائے ہوں گے بوجھ اپنے اوپر پیٹھوں اپنی کے
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾
آگاہ رہو برا ہے وہ جو وہ اٹھائیں گے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ
وہ لوگ تباہ ہوئے جنہوں نے اللہ کا ملنا جھوٹ جانا
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آپہنچے گی
قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ
تو کہیں گے اے افسوس ہم نے اس میں کیسی کوتاہی کی
وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ
اور وہ اپنی پیٹھوں پر اپنے بوجھ اٹھادیں گے خبردار
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾
ہوجاؤ کہ برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائیں گے

اللہ اللہ۔ قرآن مجید ہمیں کس قدر کھول کھول کر سمجھاتا ہے کہ دنیا میں آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرو دیکھو تم جانور نہیں تمہارے پاس ان سے بہت زیادہ سمجھ بوجھ ہے۔ کیا اس سمجھ بوجھ سے لیں یہی کام لینا ہے کہ جانور جو حرکتیں کرتے ہیں۔ ان کو ذرا مہذب طریقے سے کیا جائے۔ گویا جانوروں، انسانوں میں صرف یہی فرق ہے کہ جانور اپنی خواہشیں بے ڈھنگے طریقے سے پوری کرتے ہیں اور ان کے پورا کرنے کے طریقے میں کوئی ترقی نہیں کرتے اور انسان اپنی عقل سے ان ہی جسمانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے روز بروز نت نئے راستے ڈھونڈھ کر نکالتا ہے اور ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عقل کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ خواہشوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور خواہشوں کو اس کے حکم کے تابع کردے۔ قرآن مجید یہی سکھاتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں اپنی عقل سے یہ کام لینا ہے کہ اللہ کو پہچانے، رسول کو اپنا رہنما سمجھے اور قرآن مجید کے حکموں کے مطابق چلے، اور ہمیشہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد قیامت میں اللہ کے روبرو جانا ہوگا۔ اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا حساب دینا ہوگا۔ اس کے بغیر جان نہ چھوٹے گی اور بہت بُری گت بنے گی۔ ارشاد ہے کہ جو اس بات کو زندگی بھر نہیں مانتا کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اسے حاضر ہونا ہے اس کی پوری پوری شامت آنے والی ہے۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی جنہوں نے اس سے غفلت برتی اور قیامت نے اچانک انہیں آدبایا۔ تو ان کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے افسوس بڑی نادانی کی کہ اس دن کے لیے کوئی تیاری نہ کی حالت یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے جتنے کام کیے ہیں اور جتنے مزے قرآن کو پس پشت ڈال کر اڑائے ہیں۔ ان سب کا بوجھ وہ اپنی اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے۔ بوجھ کے مارے کمر جھکی ہوں گی۔ نہ اس بوجھ کو اتار کر رکھ سکیں گے نہ پھینک سکیں گے۔ اس دن انہیں پتہ چلے گا کہ ان گناہوں کا بوجھ کس قدر بھاری اور ہمت شکن ہے۔ اگر وہ آج ہی اس بات کو سمجھ لیں تو بہتر ہے ؛

Marfat.com

اصل زندگی

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ
اور نہیں زندگی دنیا کی مگر کھیل
وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
اور جی کا بہلاوا اور البتہ گھر آخرت کا بہتر ہے
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾
ان کے لیے جو ہر برائی سے بچتے ہیں کیا نہیں سمجھتے تم

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ
اور دنیا کی زندگانی نہیں ہے مگر کھیل
وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
اور جی کا بہلاوا اور پرہیزگاروں کے لیے آخرت
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾
کا گھر بہتر ہے کیا تم نہیں سمجھتے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا رہا ہے۔ کہ آدمی اپنی خواہشوں کے جنجال میں پھنس کر اللہ کے حکموں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہے۔ یہ خیال نہیں کرتا کہ میں جو اس دنیا میں کر رہا ہوں اس کا بدلہ مجھے مرنے کے بعد کی زندگی میں ملنے والا ہے۔ اور مجھے اللہ کے آگے پیش ہونا ہے اور اس کے سوالوں کا جواب دینا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اس کے سامنے کوئی بناوٹی بات چل سکے یا حیلے بہانے کرکے کوئی اس کے عذاب سے چھوٹ سکے۔ آج کی آیتوں میں اس بات کا خلاصہ دیا گیا ہے اور دنیا کی زندگی کی پوری حقیقت مختصر الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل کود اور دل بہلاوے کے سوا کچھ نہیں۔ ہر شخص جو ذرا بھی عقل رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے۔ کہ کھیل کود صرف تھوڑی دیر کی تفریح کا نام ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہمیشہ کھیلتا کودتا ہی رہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا چند دن کی عارضی چیز ہے۔ ہمیشہ اس میں نہ کوئی رہا ہے اور نہ رہ سکتا ہے۔ جو شخص دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسا رہتا ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنا سارا وقت کھیل کود ہی میں گنوا دے۔ کوئی عقلمند اس کو کام کا آدمی نہیں کہہ سکتا اور پھر یہ بھی ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی وقت اکتا جائے۔ ایسا ہی حال اس شخص کا ہے جو دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کے دل میں بہت سی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ہر ایک کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس کی خوشی پائیدار رہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ اس سے اُکتا جاتا ہے یا خواہش کو پورا کرکے اس کا دل بھر جاتا ہے۔ اور اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے۔ یہاں تک آخرکار اس کی قوت جواب دے جاتی ہے۔ وہ تھک کر پڑ جاتا ہے اور اس قابل نہیں رہتا کہ اپنی خواہش پوری کر سکے۔ اس کا جی للچاتا رہتا ہے لیکن قوتیں جواب دے جاتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی میں جو خواہش ہوگی۔ اس کے پورا کرنے میں نہ تکان محسوس ہوگی۔ اور نہ قوت ختم ہوگی اور نہ ضعف ناتوانی، بیماری، غم و رنج پریشانی اور موت جیسی کوئی چیز لاحق ہوگی۔ اس زندگی کو آدمی فقط اسی طرح حاصل کر سکتا ہے۔ کہ اس دنیا میں تقویٰ اختیار کرے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کے دنیا میں ان باتوں کو قطعاً چھوڑ دے جن سے اُس نے منع کیا ہے۔ کیا تم میں اتنی عقل نہیں کہ عارضی چیز کو چھوڑ کر دائمی چیز کو اختیار کرو؟

Marfat.com

لوگوں کی نافرمانی رسول اللہ کو دکھ

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ
بیشک ہم جانتے ہیں کہ ضرور رنجیدہ کرتی ہیں تجھ کو یہ باتیں جو
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ
یہ کہتے ہیں سو وہ یقیناً تجھ کو نہیں جھٹلاتے
وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
لیکن وہ ظالم لوگ ساتھ نشانیوں کے اللہ کی
يَجْحَدُوْنَ (۳۳)
انکار کرتے ہیں

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ
ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتیں تجھ کو غم میں ڈالتی
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ
ہیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے
وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا
يَجْحَدُوْنَ (۳۳)
انکار کرتے ہیں

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ دنیا کی ساری چیزیں کھیل کود سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ جیسے کوئی عقل مند شخص اپنا سارا وقت کھیل کود میں صرف کرنا پسند نہ کرے گا۔ اسی طرح ہر وقت دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسا رہنا بھی ہر عقل مند کے نزدیک بے وقوفی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس بیوقوفی میں مبتلا دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوتے۔ آپ کی شفقت اور عنایت تمام انسانوں پر اس شفقت اور عنایت سے کہیں زیادہ تھی۔ جو باپ کے دل میں اپنی اولاد پر ہوتی ہے۔ آپ کے برابر انسان کا ہمدرد کوئی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دیکھتے کہ انسان نادان بچوں کی طرح فضول باتوں میں اپنا وقت گنوا رہا ہے۔ حالانکہ اسے ایسے کام کرنے چاہئیں جو آگے چل کر دنیا میں اور قیامت کے دن اور آخرت میں اس کے کام آئیں تو آپ کا دل کڑھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے تسلی دی کہ اے رسول تو رنجیدہ نہ ہو اور غم نہ کر اور یقین کر کہ تیری بات نہ مان کر یہ اللہ کا سامنا کر رہے ہیں۔ اور اس کی ان آیتوں اور علامتوں کو جو اس نے تجھے سچا ثابت کرنے کے لیے دنیا میں بھیجی ہیں لغو سمجھ رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ اللہ سے ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو ان کی باتوں سے جو یہ کرتے اور کہتے ہیں رنج و غم ہوتا ہے۔ لیکن ان کی گستاخیاں اور نادانیاں تو ختم ہونے والی نہیں۔ اس لیے ان پر رنج کرنا اپنی جان کو تکلیف دینا ہے۔ تُو یہ سمجھ لے کہ یہ نادان لوگ بہ ظاہر تو تجھے جھوٹا بتلا رہے ہیں۔ لیکن دراصل یہ اللہ کی بھیجی ہوئی آیتوں اور نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے ضرور ان کو اللہ سزا دے گا۔ ان کا معاملہ اللہ ہی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ انہوں نے دو طرح اپنے آپ کو قصور دار اور مجرم بنا لیا ہے۔ ایک تو کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہے۔ دوسرے اللہ کے رسول کو اپنے طرزِ عمل سے دکھ پہنچایا ہے۔ اے رسول تجھے صبر سے کام لینا چاہیے۔ اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو سزا دے کر رہے گا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو قرآن مجید اور سنّت کے ارشاد کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے رہا ہے۔

Marfat.com

رسولوں کا مددگار اللہ ہے

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
اور البتہ تحقیق جھٹلائے گئے بہت رسول تجھ سے پہلے
فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ
پس انہوں نے صبر کیا اوپر جھٹلائے جانے کے اور
اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ
ایذا دیئے جانے کے یہاں تک کہ آئی ان کے پاس مدد ہماری
وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ
اور نہیں کوئی بدلنے والا باتوں کو اللہ کی اور
لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی
البتہ تحقیق پہنچی ہے تجھ کو کچھ خبر
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾
رسولوں کی

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
اور تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے ہیں
فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ
بس جھٹلانے پر اور ایذا پر وہ صبر
اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ
کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی
وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ
اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور
لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی
تجھ کو رسولوں کے کچھ حالات پہنچ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾
چکے ہیں

پچھلے سبق کی آیت سے سمجھ میں آگیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور وہ اس کو سیدھی راہ سے ہٹا ہوا دیکھ کر دل میں بہت کڑھتے اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بالکل جیسے ایک شفیق باپ اپنے بچوں کو فضول باتوں میں پھنسا ہوا اور کام کی باتوں سے ہٹا ہوا دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلی کام کی باتوں کا جتنا علم ہے اتنا کسی باپ کو نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ جو کوئی حقیقت سے جتنا زیادہ واقف ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اس کو دوسروں کی نادانیوں پر رنج و غم ہوگا۔ جتنے رسول اس دنیا میں آئے ان میں سے اکثر اسی تکلیف اور غم میں مبتلا رہے کہ ان کی قوم نے اپنی نادانی کے باعث ان کو جھوٹا سمجھا۔ دلی کوفت تو ان کو جو ہوئی وہ ہوئی۔ نادانوں نے اور بھی قسم قسم کی ایذائیں انہیں پہنچائیں۔ لیکن وہ صبر کرتے اور ان کی بدسلوکیوں کو برداشت کرتے رہے۔ آخر کار اللہ نے وعدے کے مطابق ان شریروں کے مقابلے میں اپنے رسولوں کی مدد کی۔ قرآن مجید سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار رسولوں کے مقابلے میں بڑے بڑے ہیکڑی کرنے والوں کی کچھ نہ چل سکی۔ رسولوں کو ستانے والے اور ان کا کہنا نہ ماننے والے رسولوں سے دشمنی نہیں کر رہے بلکہ خدا سے دشمنی کر رہے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی بظاہر کامیاب نظر آتے ہوں۔ آخر کار ان کو خدا کا قہر گھیر لے گا اور وہ بری طرح تباہ ہوں گے۔ ارشاد ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا اور وہ اس جھٹلانے پر جو دلی کوفت کا بڑا باعث ہے اور دوسری ایذاؤں پر جو انہیں پہنچائی گئیں صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آپہنچی اور رسول جیتے اور ان کے دشمن ہارے۔ پچھلے رسولوں کی کچھ خبریں تیرے پاس آچکی ہیں ان سے معلوم ہوگا کہ رسول کے خلاف چلنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ رسول اپنے دشمنوں کے مقابلے میں جو حقیقت میں اللہ کے دشمن تھے کیسے ہمیشہ کامیاب ہوئے ؛

Marfat.com

زبردستی مقصود نہیں

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ
اور اگر ہے گراں گذرتا تجھ پر منہ پھیر لینا ان کا

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا
تو اگر کر سکے تو یہ کہ ڈھونڈھے کوئی سرنگ

فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ
زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں

فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ
پھر آئے تو ان کے پاس ایک نشانی کے کر اور اگر چاہتا

اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
اللہ تو اکٹھا کر دیتا ان کو سیدھی راہ پر

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾
پس نہ ہو تو بے خبروں میں سے

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ
اور اگر ان کا منہ پھیرنا تجھ پر گراں ہے

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا
تو اگر تجھ سے ہو سکے تو کوئی سرنگ زمین میں

فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ
یا کوئی سیڑھی آسمان میں ڈھونڈھ لگا لے

فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ
اور پھر ان کے پاس ایک معجزہ لائے اور اگر اللہ

اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
چاہتا تو سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾
سو تو بے خبروں میں سے مت ہو

پچھلے درس کی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ کہ یہ لوگ اگر تجھ کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ اس نے قرآن کی آیتیں اسی لیے اتاری تھیں۔ اور دنیا میں اپنی قدرت کی نشانیاں انہیں اسی لیے دکھائی تھیں۔ کہ ان کے اندر غور کر کے اللہ کو پہچانیں اور اس کا کہنا مانیں اللہ نے انسان کے لیے دنیا میں ہدایت کا یہی طریقہ رکھا ہے کہ سیدھے۔ راستے کی علامتیں اور نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ اور انسان کو عقل دے کر چھوڑ دیا ہے کہ ان علامتوں کو دیکھ کر سیدھا راستہ خود پہچانے اور اس پر چلے۔ اگر نہیں چلے گا۔ تو اللہ اسے اس کی سزا دے گا۔ تمام رسول کہنا نہ ماننے پر صبر کرتے چلے آئے ہیں اور اللہ نے ان کی مدد کی ہے۔ کافر کہتے تھے کہ رسول کے ساتھ ایسی نشانی کیوں نہیں ہوتی جس کو دیکھ کر انسان ایمان لانے پر مجبور ہو جائے انکار کر ہی نہ سکے۔ اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ اس طرح ان سب کو ایمان دار کرنا مقصود نہیں۔

ارشاد ہے کہ آپ کو ان کا منہ پھیرنا اور سچی بات نہ ماننا گراں گذرتا ہے۔ اور آپ ان کی ہدایت کے لیے زمین کے اندر سے یا آسمان کے اوپر سے کوئی ایسی چیز ڈھونڈھ کر لانا چاہتے ہیں۔ کہ جس کے آگے ان کے سر جھک جائیں اور سب ایمان لے آئیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کے خلاف ہے۔ اللہ کو اگر منظور ہوتا تو سب کو بنانا ہی ایسا کہ سیدھے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چل ہی نہ سکیں۔ اس لیے اے رسول اس قانون کو اپنے دل میں رکھ اور اچھی طرح سمجھ لے کہ زبردستی سب کو ہدایت کرنا مقصود نہیں ہے۔ تیرا کام سمجھا دینا ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اس خیال میں مت پڑو کہ زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھ کر کوئی ایسی بات ڈھونڈ کر لائی جائے جس کا بہ انکار ہی نہ کر سکیں ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ اپنی عقل سے سیدھا راستہ کون اختیار کرتا ہے ؛

Marfat.com

ماننے کے لیے عقل کافی ہے

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۘ
بات یہی ہے کہ مانتے وہ ہیں جو سنتے ہیں
وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ
اور مردے اٹھائے گا ان کو اللہ پھر
اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۳۶
اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ
مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں
وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ
اور مردوں کو اللہ زندہ کرے گا پھر
اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾
اس کی طرف لوٹائے جائیں گے

وقف منزل
عند البعض علی
یسمعون

یہ آیت اس قانونِ فطرت کی تشریح ہے جس کی طرف پچھلی آیت میں اشارہ کیا گیا تھا۔ یعنی تمام لوگوں کو زبردستی منوانا مقصود نہیں ہے اگر ایسا کرنا ہوتا تو انسان کی طبیعتیں ہی الگ الگ نہ بنائی جاتیں۔ بلکہ سب کو اس ڈھنگ سے بنایا جاتا کہ سیدھے راستہ کے سوا اور کسی راستہ پر چل ہی نہ سکیں۔ کسی کو انتخاب دیا ہی نہ جاتا۔ ظاہر ہے کہ جس کا دل دُنیا کی خواہشوں کی طرف جھک جاتا ہے اس کو لاکھ سمجھاؤ وہ ماننے والا نہیں۔ خواہش انسان کے کان بہرے کر دیتی ہے۔ وہ اپنے مطلب کی بات کے سوا دوسری بات سنتا ہی نہیں۔ وہ اپنی غرض کا بندہ ہے۔ اسی کے لیے جیتا ہے۔ ایسے مردہ لوگوں کے کان قیامت ہی کے دن کھلیں گے۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ فائدہ تو اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کا پیغام دنیا میں سنایا ہے۔ اس کو اس دنیا ہی میں مان لیں۔ اگر دنیا میں نہ مانا تو مرنے کے بعد تو انہیں زندہ کرکے اللہ کے سامنے لا کھڑا کیا ہی جائے گا۔ اس دن ہر چیز ان پر واضح ہو جائیگی۔ لیکن اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ آئے گا۔ دنیا میں جو نافرمانیاں کی تھیں ان کی سزا یقیناً بھگتنی پڑے گی۔ اس کو خیال میں رکھ کر آیت کے مضمون کی طرف توجہ کیجیے۔ ارشاد ہے کہ سب لوگوں سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے کیونکہ مانیں گے فقط وہی لوگ جن کے کان خواہشوں نے بند نہیں کر دیئے ہیں۔ جن لوگوں نے حق بات سننے سے کان بند کر لیے، آنکھیں موند لیں۔ وہ اس زندگی میں بالکل گئے گذرے ہوئے۔ اس چیز کے سوا جس میں ان کا دل لگا ہوا ہے۔ اور باتوں کی طرف سے گویا وہ مرگئے اور یہ اپنی ناپاک دنیا کی خواہشیں دل میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ اور پھر دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے اور اللہ کے آگے لا کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت ان کے کان خوب اچھی طرح کھل جائیں گے۔ ان آیتوں میں کافروں کے اس جھانے کا جواب ہے کہ رسول کے ساتھ ایسی صاف صاف نشانیاں ہونی چاہئیں کہ کسی سے ان کا انکار بن نہ آئے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان لانا ہے تو انہی نشانیوں کو دیکھ کر لاؤ۔ جو تمہارے سامنے موجود ہیں۔ ان میں سے قرآن مجید کی آیتیں سب سے روشن اور صاف نشانیاں ہیں۔ اور انہی میں ان تمام آیتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سے زیادہ صاف آیتیں چاہئے ہو تو ان کے بعد ایمان لازمی ہوجائے گا اور دنیا دارالامتحان نہ رہے گی۔

Marfat.com

کافر کھلی نشانی مانگتے ہیں

وَ قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ
کہہ بے شک اللہ قدرت والا ہے اس پر کہ اتارے

اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۷)
نشانی اور لیکن بہت سے ان میں نہیں جانتے

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
اور کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں اتری

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ
کہہ دے اللہ کو اس بات پر قدرت ہے کہ نشانی اتارے

اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۷)
لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے

جس زمانے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ تقریباً تمام دنیا کے انسان غلط راستہ پر پڑے ہوئے تھے۔ اور انسانی خصوصیات کو بھول کر درندوں کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے۔ زور دار لوگ درندے بن گئے تھے۔ انہوں نے کمزوروں کو بالکل بھیڑ بکری بنا رکھا تھا۔ ہر ایک کی للچائی ہوئی آنکھ دنیا کی مزیدار اور آرام دینے والی چیزوں کی طرف اٹھتی۔ ہر شخص چاہتا کہ یہ سب میرے اور میرے ماننے والوں کے قبضہ میں آجائیں۔ اور باقی ماندہ سب لوگ ان کے خادم اور غلام بن کر رہیں۔ بیل، گھوڑوں، گدھوں کی طرح ان کی خدمت بجا لائیں۔ عرب میں بھی یہی حالت تھی۔ کچھ لوگ دولتمند اور طاقتور بن گئے تھے۔ لیکن دوسروں کو پورے طور پر غلام نہیں بنا سکے تھے۔ اس لیے اسلام جو انسان میں برابری اور مساوات چاہتا ہے۔ عرب ہی سے شروع کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں کچھ آزادی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اسلام کی اس تعلیم نے کہ تمام انسان آپس میں برابر ہیں۔ مکہ کے بااثر اور مالدار لوگوں کو چونکا دیا اور ان کو اپنی عزت اور شوکت کی موت صاف صاف نظر آئی۔ اس لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہوگئے۔

اس سورت میں ان کے ہتھکنڈوں کو بیان کرکے اس کا جواب دیا گیا ہے۔ کبھی تو وہ کہتے کہ اللہ کی طرف سے رسول کوئی فرشتہ آنا چاہیئے تھا۔ کبھی کہتے کہ اگر تم رسول ہو تو کوئی نشانی لاؤ جس کو دیکھ کر ہر ایک تمہیں فوراً رسول مان لے ——— ارشاد ہے کہ کافر تم سے کوئی انوکھی نشانی مانگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ انوکھی سے انوکھی نشانی جو تم کہو بھیج سکتا ہے۔ لیکن یہ مطالبہ تمہاری نادانی کا ثبوت ہے۔ تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو ان قاعدوں اور اصول سے بالکل ناواقف ہیں جن کے مطابق دنیا بنائی گئی ہے۔ انسان کو تمام حیوانوں سے زیادہ عقل ملی ہے۔ اور تمام دنیا ایسی نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ جن کو انسانی عقل اگر ذرا بھی غور سے کام لے تو فوراً پہچان سکتی ہے۔ انسان ایسا گدھا نہیں جس کو فقط کوڑا اور ڈنڈا ہی سمجھا سکے۔ اشاروں سے نہ سمجھے۔ تمہارا صاف نشانی کا مطالبہ انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ تو کوئی گدھا ہی کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے کام لینا ہے تو میرے ایک ڈنڈا رسید کرو۔ اس کے بغیر میں ہرگز کام نہ کروں گا:

Marfat.com

ہر مخلوق ایک اُمّت ہے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ
اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ
اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے مگر امتیں ہیں تم جیسی
مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ
نہیں چھوڑی ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر
اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (۳۸)
اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ
اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ
پرندہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہے مگر ہر ایک تمہاری
مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ
طرح امّت ہے ہم نے لکھنے میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر
اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (۳۸)
اپنے رب کے سامنے سب جمع ہوں گے

مکہ کے کافروں کا نشانی طلب کرنے سے یہ مطلب نہ تھا کہ وہ واقعی ایمان لانے کے خواہشمند تھے۔ بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی ایسی انوکھی بات کا مطالبہ کیا جائے جس کے پورا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاجز ہو جائیں اور اسلام کی دعوت چھوڑ دیں۔ وہ خود اپنی اسی بیہودہ طرز زندگی پر جس کے وہ عادی ہو چکے تھے جمے رہیں خوب مزے اڑائیں جو چاہے کریں۔ پچھلی آیتوں میں کہا گیا تھا۔ کہ اے رسول تو اس کی امید نہ رکھ کہ یہ کھلی نشانی دیکھ کر ایمان لے آئیں گے۔ ان کا مطلب تو یہ ہے کہ کسی طرح کفر ہی پر جمے رہیں۔ نشانی کا مانگنا فقط ٹالنے کے لیے ہے۔ ورنہ جو نشانیاں ہم نے بھیجی ہیں عقل مندوں کے لیے کافی ہیں اس سے زیادہ صاف نشانیوں کی انسان کو ضرورت نہیں۔ اس بات کو ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ لیکن جو سمجھنا چاہیں ان کے لیے آج کے سبق کی آیت میں بہت کافی اشارات ہیں۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں خشکی اور تری میں چلنے پھرنے والی اور ہوا میں اڑنے والی سینکڑوں قسم کی مخلوق ہے۔ ان میں سے ہر ایک مخلوق ایک ایسی ہی امّت ہے۔ جیسا انسان ہے ہر ایک کے لیے اس دنیا میں رہنے سہنے کے الگ الگ قاعدے مقرر ہیں۔ اور ہم نے وہ قاعدے مقرر کر کے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دیئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بات بھی بغیر لکھے نہیں چھوڑی۔ آخر کار سب کے سب اپنے پروردگار کے سامنے اکٹھے ہوں گے اللہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا ہوگا۔ اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مخلوق کی ہر امّت کے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ایک الگ راستہ مقرر ہے اس راستہ کو سمجھنے کے لیے اس کو جتنی چاہیئے عقل دے دی گئی ہے۔ وہ ان نشانیوں کو پہچاننے کے لیے کافی ہے اور اسی قاعدہ کے مطابق ایسی نشانیاں انسان کے لیے بھی مقرر کر دی گئی ہیں جن کو اس کی عقل پہچان سکتی ہے۔ جن کو دیکھ دیکھ کر سیدھے راستہ پر چل سکتی ہے۔ یہ لوگ انوکھی نشانیاں مانگتے ہیں۔ جیسے زمین پھاڑ کر ہمارے سامنے ایک چشمہ بہا دو۔ یا آسمان پر ہماری آنکھوں کے سامنے چڑھو اور وہاں سے کتاب لا کر ہمارے سامنے رکھ دو وغیرہ وغیرہ

ان کے پہچاننے میں عقل بے کار ٹھہرتی ہے اور اس کا بیکار کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ ہر زمانے میں عقل انسانی کی ترقی کے مطابق نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں یہ زمانہ عقل کی سب سے زیادہ ترقی کا ہے۔ اس لیے اس کے مطابق نشانیاں بھیجی گئی ہیں ؛

Marfat.com

عقل سے کام لینا

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ
اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور
بُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ
گونگے ہیں بیچ اندھیروں کے جسے چاہے اللہ
یُضْلِلْهُ ؕ وَ مَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ
اسے گمراہ کرے اور جسے چاہے کرے اس کو اوپر راہ
مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾
راست کے

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ
اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور
بُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ
گونگے ہیں اندھیروں میں اللہ جس کو چاہے گمراہ
یُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ
کرے اور جس کو چاہے سیدھی راہ پر
مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾
ڈال دے

پچھلی آیت میں تھا کہ ہر مخلوق کو اس کے مقررہ راستہ پر چلنے کے لیے کافی عقل دی گئی ہے جس سے وہ اس راستہ کی نشانیاں پہچانتی اور اس پر چلتی ہے۔ انسان کے لیے بھی راستہ مقرر ہے اور اس کی نشانیاں بھی مقرر ہیں اور قرآن مجید کی آیتوں نے ان کو واضح کر دیا ہے اور انسان کو ان کے سمجھنے کے لیے جتنی عقل چاہیے دے دی گئی ہے۔ اب اگر وہ اس عقل سے کام نہیں لیتا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ اللہ نے سب کے لیے اپنے رستوں کی نشانیاں لکھ کر مقرر کر دی ہیں اور ان کے پہچاننے کے لیے کافی عقل دے دی ہے۔ اور ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اس آیت میں ان لوگوں کی حالت سمجھائی گئی ہے جو قرآن مجید کی آیتوں کو جھوٹا کہتے ہیں اور راستہ کی نشانیاں نہیں پہچانتے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیا۔ گویا وہ روشنی بجھا دی۔ جس سے انہیں راستہ سوجھتا اور اس کے نشان دکھائی دیتے اور ان کے لیے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا۔ اب انہیں چاہیئے تھا کہ جب انہیں خود کچھ نہ سوجھتا۔ تو دوسرے کی باتیں سن کر راستہ معلوم کریں اور اگر وہ اونچا سننے لگے ہیں تو زبان ہلا کر خود راستہ پوچھیں۔ جب ان لوگوں نے اپنی عقل کی روشنی بھی بجھا دی اور دوسروں کی بھی نہیں سنتے۔ اور کسی سے راستہ پوچھتے بھی نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اندھیروں میں گھرے ہوئے بہرے گونگے ہیں۔ اب ان کے لیے ہدایت کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ادھر اللہ میں یہ قدرت ہے کہ چاہے تو گمراہ کرے چاہے ہدایت دے۔ ان لوگوں نے جب ہدایت کے سارے دروازے اپنے اوپر بند کر لیے تو اب ان کے لیے سوا گمراہی کے اور کیا رہ گیا۔ اس لیے اللہ نے انہیں گمراہ کر دیا۔ کیونکہ اللہ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ جو کوئی اپنی حالت جیسی بنا لیتا ہے۔ اس کے ساتھ اسی کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان یا تو اپنی عقل سے کام لے کر ٹھیک ٹھیک چلے یا وہ عقلمندوں کی باتیں سن کر ان پر عمل کرے اور پھر بھی اگر سمجھ میں نہ آئے تو خود پوچھ کر ٹھیک راستہ معلوم کرے ورنہ وہ اندھیروں میں پھنسا ہوا بہرا اور گونگا شیطان ہے۔

Marfat.com

مُصیبت میں اللہ کی یاد

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ
تو کہہ تم یہ تو بتاؤ اگر آئے تم پر عذاب اللہ کا
اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ
یا آئے تم پر قیامت کیا سوا اللہ کے
تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾
پکارو گے تم اگر تم ہو سچے
بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا
کوئی نہیں اسی کو پکارتے ہو پس دور کر دیتا ہے وہ کہ
تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ
پکارتے ہو جس کے لیے اگر چاہے اور بھول جاتے ہو
مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع
جو تم شریک کرتے ہو

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ
تو کہہ دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب
اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ
یا تم پر قیامت آئے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو
تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾
پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو
بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا
بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر اس مصیبت کو جس
تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ
کے لیے اسے پکارتے ہو دور کر دیتا ہے اگر چاہتا ہے اور بھول
مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱

جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے

پچھلے سبق میں جو بیان ہوا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان اپنی دنیاوی خواہشات لالچ اور خود غرضی میں پھنس کر اللہ کو بھول جاتا ہے۔ اور یہ سب آفتیں اسے اندھیرا بن کر گھیر لیتی ہیں۔ ان اندھیروں میں اسے خود تو کیا سوجھتا۔ دوسروں کی بات بھی نہیں سنتا اور نہ کسی سے پوچھتا ہے۔ یہ غفلت کی انتہا ہے۔ سچ ہے خواہشیں، خود غرضیاں انسان کو اندھا بہرا اور گونگا بنا دیتی ہیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے سر پر جب کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے۔ تو اس کے ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ان خواہشوں کو جنہیں اس نے اپنا خدا اور معبود بنا رکھا تھا۔ بالکل بھول جاتا ہے۔ اور سوا اللہ کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ بے تحاشا اسی کو پکارتا ہے۔ اور وہی اگر چاہے تو اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ مایوسی کی حالت میں یہی ہوتا ہے کہ جب کوئی اور مددگار نظر نہیں آتا یا سب مددگار جواب دے دیتے ہیں تو زبان حال تو اللہ کو پکارتی ہی ہے منہ سے بھی اکثر انسان یا اللہ کہہ اٹھتے ہیں اور اپنی اپنی بولیوں میں سب اسی کو پکارنے لگتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول، ان سے یہ تو پوچھ کہ اگر آج تم پر نعوذ باللہ کوئی عذاب نازل ہو جائے یا قیامت جو سب سے بڑی مصیبت ہے آجائے تو سچ سچ بتاؤ کیا اس وقت بھی تم اپنے ان مصنوعی معبودوں کو پکارو گے۔ نہیں نہیں اس وقت تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم اسی حقیقی معبود کو پکارنے لگو گے جسے تم بھولے ہوئے تھے۔

دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں بھی اکثر یہی ہوتا ہے۔ پھر بڑے عذاب اور قیامت کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اس لیے عقلمند وہی ہے۔ جو پہلے ہی اللہ کو پہچان لے اور اس بات کو مان لے کہ سوا اس کے کوئی نہ مددگار ہے اور نہ کوئی مصیبت سے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی چھڑانے والا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی آخر کار ہر مصیبت، رنج اور غم سے نجات ہوگی۔

Marfat.com

سخت دلی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور تحقیق بھیجے ہم نے رسول امتوں کی طرف تجھ سے پہلے
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ
پھر پکڑا ہم نے ان کو سختی کے ساتھ اور دکھ کے
لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ
تاکہ وہ عاجزی کریں پس کیوں نہیں جب
جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ
آیا ان پر عذاب ہمارا گڑگڑائے وہ اور لیکن
قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
سخت ہوگئے دل ان کے اور اچھا بنا دیا ان کے لیے شیطان نے
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
جو تھے وہ کرتے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور ہم نے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے تجھ سے پہلے
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
پھر ان کو سختی میں اور تکلیف میں پکڑا تاکہ
لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ
گڑگڑائیں پھر کیوں نہ گڑگڑائے
جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ
جب ان پر ہمارا عذاب آیا لیکن
قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
ان کے دل سخت ہوگئے اور ان کو شیطان نے بھلے
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
کر دکھائے جو کام وہ کرتے تھے

پچھلے سبق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ انسان کے ہوش تب درست ہوتے ہیں۔ جب کوئی سخت مصیبت آئے اور کوئی اس کی مدد نہ کر سکے حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ ذرا ذرا سے حادثوں سے عبرت پکڑے اور فوراً اللہ کی طرف رجوع ہو جائے۔ اس سبق میں پچھلے زمانہ کے لوگوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کے حالات دیکھ کر سبق سیکھو۔ کہ انسان کو سمجھانے کے لیے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ اللہ پہلے اپنے رسول لوگوں کے پاس بھیجتا ہے۔ جب ان کی نہیں سنتے تو ان پر سختیاں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ تاکہ وہ اللہ کی قدرت پہچان کر اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جائیں۔ اس پر بھی انسان کی ضد، ہٹ دھرمی ان کے دل سخت کر دیتی ہے اور شیطان دنیا کی بُری باتوں کو ان کے سامنے خوبصورت بنا بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے ہم نے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ جب انہوں نے سیدھی طرح ان کی بات نہ سُنی تو ان کے اوپر کچھ مصیبتیں اور تکلیفیں نازل کی گئیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ ان تکلیفوں کے دیکھتے ہی اللہ کے سامنے جھک جاتے اور اس کے آگے گڑگڑاتے۔ لیکن ہوا یہ کہ ان کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے بُرے کام خوب سجا سجا کر ان کے سامنے پیش کیے۔ اور وہ ان میں پھنس کر اللہ سے بالکل غافل ہوگئے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ جب بُری باتوں اور بُرے کاموں میں پھنس جاتے ہیں۔ اور رسول کے سمجھانے کو خاطر میں نہیں لاتے۔ تو ان پر قحط، وبا، طوفان، زلزلے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ کے آگے جھکیں اور توبہ و استغفار کریں۔

Marfat.com

ظلم کا انجام

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا
پس جب بھول گئے وہ کہ یاد دلائے گئے جس کی پس کھول دیئے ہم نے
عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا
ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب
فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
خوش ہو گئے اس سے جو دیا گیا انہیں پکڑ لیا ہم نے ان کو اچانک
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ
پس ناگاہ وہ مایوس رہ گئے پس کاٹ دی گئی
دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ
جڑ اس قوم کی جنہوں نے ظلم کیا اور
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾
خوبی ساری اللہ کے لیے ہے پروردگار جہانوں کا

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا
پھر جب وہ اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھول گئے تو
عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا
ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب
فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
وہ ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں خوش ہوئے تو ہم نے ان کو
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ
اچانک پکڑ لیا پس اس وقت وہ ناامید رہ گئے پھر ان ظالموں
دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ
کی جڑ کٹ گئی اور
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾
سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

پچھلی آیتوں میں کہا گیا تھا کہ لوگوں پر مصیبتیں اس لیے نازل ہوتی ہیں کہ وہ اللہ کے حکموں کو نہیں مانتے ان کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کا کہنا مانیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کی شامت آ جائے گی۔ مناسب یہ ہے کہ پچھلے لوگوں کے حالات سن کر پہلے ہی سوچ لیں کہ اگر نافرمانی کی تو ہمارا بھی وہی حال ہوگا جو ان کا ہوا۔ ان کے پاس اللہ کے رسول آئے اس کی کتابیں آئیں اور جب انہوں نے کہنا نہ مانا تو ان پر مصیبتیں آئیں۔ اس سبق کی آیتوں میں پہلے لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ بتایا گیا ہے تاکہ ان کا حال سن کر لوگ غفلت سے چونکیں۔

ارشاد ہے کہ جب انہوں نے مصیبتوں سے بھی سبق حاصل نہیں کیا تو ہم نے انہیں ڈھیل دی اور مال و دولت، عزت، سلطنت سب کی ان کے اوپر بوچھاڑ کر دی اور انہوں نے دل کھول کر جیسے جی چاہا زندگی کا لطف اٹھایا۔ اور بالکل نڈر ہو گئے۔ اور وہ اپنی گمراہی کو ٹھیک راستہ سمجھنے لگے۔ جب ان کی خوشی مکمل ہو گئی تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور وہ کچھ نہ کر سکے۔ چاروں طرف سے انہیں مایوسی نے گھیر لیا۔ آخر تباہ و برباد ہو گئے۔ اور وہ ان کی ضد، ہٹ، سرکشی، ان کا اترانا اور شیخیاں بگھارنا سب کچھ رکھا رہ گیا۔ غرض ظالم لوگوں کا منہ کالا ہوا۔

اللہ نے انہیں اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی مہلت دی کہ وہ اس جہان کے مالک اور اس کے پالنے والے کو سمجھیں۔ اور اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار کریں۔ لیکن وہ اپنی ہی اکڑ فوں میں رہے اور کسی کی نہ سنی۔ آخر بری طرح منہ کی کھائی اور اللہ کا عذاب اس دنیا میں ان پر نازل ہوا اور ان کا نام و نشان ناس ہو گیا۔ آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ الگ رہا۔

Marfat.com

توبہ میں دیر نہ کرے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ
کہہ تو کیا دیکھتے ہو اگر لے لے اللہ کان تمہارے
وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ
اور آنکھیں تمہاری اور مہر کردے اوپر تمہارے دلوں
مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ
کون معبود ہے سوا اللہ کے جو لاوے تم کو یہ چیزیں دیکھ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ
کس طرح ادل بدل کر لاتے ہیں ہم آیتوں کو پھر وہ
يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ
منہ پھیرتے ہیں کہہ تو دیکھو تو سہی اگر آوے تم پر
عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ
عذاب اللہ کا اچانک یا کھلے طور پر کیا
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾
ہلاک ہوگا کوئی سوا قوم ظالموں کے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ
تو کہہ دیکھو تو اگر اللہ تمہارے کان
وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ
اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے
مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ
تو اللہ کے سوا کون ایسا رب ہے جو تم کو یہ چیزیں لا کر دیوے دیکھ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ
ہم کیونکر طرح طرح سے باتیں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ
يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ
کنارہ کرتے ہیں تو کہہ دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا
عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ
عذاب آوے اچانک یا ظاہر ہو کر
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾
تو ظالم لوگوں کے سوا کون ہلاک ہوگا

انسانی فطرت یہ ہے۔ کہ صرف اللہ کی طرف جھکے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت سخت مصیبت آتی ہے۔ تو آدمی خواہ مخواہ اللہ ہی کو پکارتا ہے اور دوسری چیزوں کو بھول جاتا ہے اور فطری چیز وہی ہے جس پر انسان مصیبت کے وقت عمل کرے بشرطیکہ وہ شیطان نہ بن گیا ہو۔ اس آیت میں اللہ کے واحد معبود ہونے کی ایک اور دلیل دی ہے۔

ارشاد ہے کہ فرض کرو اللہ تم سے تمہاری کام کی چیزیں چھین لے تو ایسا کون ہے جو ان چیزوں کو تمہیں دے دے۔ تمہاری سب سے زیادہ کام کی چیزیں یہی تین ہیں۔ کان، آنکھ اور دل۔ اگر اللہ کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دے۔ اور دل کو اس کے کاموں سے روک دے۔ اور انسان بہرہ، اندھا اور بے سمجھ ہو جائے تو یہ چیزیں کوئی دے سکتا ہے؟ چنانچہ آج تک کوئی مادر زاد بہرے، اندھے اور بے سمجھ کو اچھا نہیں کر سکا۔ اللہ قرآن مجید میں اس حقیقت کو بار بار سمجھاتا ہے۔ اور ہر بار سمجھانے کا نیا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن لوگ ذرا توجہ نہیں کرتے اور منہ موڑے چلے جاتے ہیں۔ ان سے یہ بھی پوچھو کہ اللہ کا عذاب آیا تو ظالم لوگ تباہی سے کیسے بچیں گے، اس کا عذاب اچانک بھی آسکتا ہے۔ اور مہلت دے کر خبردار کرنے اور نشانیاں بھیجنے کے بعد بھی آسکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ظالم لوگ خود ہی تباہ و برباد ہوں گے۔ اللہ کا وہ کچھ نہیں بگاڑیں گے۔

Marfat.com

خوشخبری اور ڈراوا

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
اور نہیں بھیجتے ہم رسول مگر بشارت دینے والے
وَ مُنْذِرِيْنَ ج فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ
اور ڈرانے والے پس جو ایمان لائے اور ٹھیک چلے
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ
پس نہیں خوف ان پر اور نہ وہ
يَحْزَنُوْنَ (۴۸) وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
غمگین ہوں گے اور جن لوگوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا
ہماری آیتوں کو پہنچے گا ان کو عذاب بوجہ اس کے
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۴۹)
کہ وہ تھے نافرمانی کرتے

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ
اور ہم رسول نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر
وَمُنْذِرِيْنَ ج فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ
سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا اور سنور گیا
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
تو ان پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ
يَحْزَنُوْنَ (۴۸) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں
بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا
کو جھٹلایا ان کو عذاب پہنچے گا اس لیے کہ
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۴۹)
وہ نافرمانی کرتے تھے

پچھلے رکوع میں مکہ کے کافروں کا رویہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ وہ اللہ کے رسول سے کوئی ایسی انوکھی نشانی طلب کرتے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد کوئی شبہ ہی نہ رہے کہ واقعی یہ رسول ہیں۔ کہ اے رسول! ان کی باتوں سے تو رنجیدہ نہ ہو۔ انہوں نے ہمارے رسول کو جھٹلا کر ہماری آیتوں کی توہین کی ہے ہم ان سے بھگت لیں گے۔ تجھ سے پہلے بھی لوگوں کے پاس رسول آتے رہے ہیں۔ اور وہ ان کو ایسے ہی باتیں بنا بنا کر دق کرتے رہے ہیں۔ انہی کی طرح یہ لوگ بھی اپنے مال و دولت کے بل پر اترا تے ہیں اور تجھ کو ستاتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئے گی اور انہیں کی طرح یہ بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارا رسولوں کے بھیجنے سے سوا اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ تمام لوگوں کو خوشخبری اور ڈراوا دے دیں جو لوگ ان کی بات مان کر ایمان لے آئیں اور نیک کاموں میں مشغول ہو جائیں۔ ان کو خوشخبری دے دیں کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ رنج و غم سے پالا پڑے گا۔ اور جو لوگ قرآن کی آیتوں کو اور ان نشانیوں کو جھٹلائیں۔ اور ٹالنے کے لیے کوئی خاص نشانی طلب کریں۔ ان کو ڈرا دیں کہ ہمیں عذاب ہوگا۔

یہاں سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے۔ کہ اللہ کے رسول، اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک پیغام پہنچانے آتے ہیں اور وہ پیغام یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں وہی کام کرنے چاہئیں جن کے کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے۔ اور ان کاموں سے جن سے اس نے روکا ہے رک جانا چاہیئے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے انسان خوف اور رنج و غم سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ جس نے اس قانون زندگی کی پروا نہ کی وہ تو ان کہا جائے گا اور اس کو اس کی نافرمانی کی سخت سزا ملے گی۔

Marfat.com

رسالت کی حقیقت

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ
تو کہہ نہیں کہتا میں تم سے میرے پاس خزانے
اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
اللہ کے اور نہ جانتا ہوں میں غیب اور نہ
اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ
کہتا ہوں میں تم سے میں فرشتہ ہوں نہیں پیروی کرتا میں
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
مگر جو وحی کیا جاتا ہے میری طرف کہہ تو کیا برابر ہوتا ہے
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا
اندھا اور دیکھنے والا کیا پس نہیں
تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾
سوچتے تم

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ
تو کہہ نہیں کہتا میں تم سے میرے پاس اللہ کے
اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی بات جانوں اور نہ
اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ
میں تم سے کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں جو
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا
اندھا اور دیکھنے والا کب برابر ہو سکتا ہے سو کیا تم
تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع
غور نہیں کرتے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ کہ جن لوگوں کے دل میں رسول کی بات ماننے کا ارادہ نہیں ہے۔ وہ بہانہ بازیاں کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر تم رسول ہو تو ہم جو کہیں وہ کر کے دکھاؤ۔ کبھی کہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے کہ معمولی آدمیوں کی طرح بازاروں میں چلتا پھرتا اور کام کاج کرتا ہے۔ ان سب کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کے لیے کہا گیا اور تسلی دیا گیا کہ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ دراصل ان کی غرض وہی ہے جو پہلوں کی تھی کہ اپنے ہی طریقے کو برقرار رکھیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیں۔ یہ لوگ اصل بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ان کی ساری باتیں ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہیں۔ پھر بھی اس آیت میں رسولوں کا اصل کام واضح لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے تاکہ سمجھ دار اصل حقیقت کو سمجھ جائیں۔

ارشاد ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دے کہ میں نے یہ دعویٰ کبھی کیا نہ اب کرتا ہوں کہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک ہوں۔ جو تم مانگو گے وہ تم کو دے دوں گا نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ کبھی میں نے یہ کہا کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ اور دنیا کی ضرورتوں سے آزاد ہوں میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ اتنا فرق ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے۔ اس میں مجھے بتلایا جاتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں وہی کرتا ہوں جو مجھ سے کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں بشر نہیں رہا کچھ اور ہو گیا ہوں۔ بات فقط اتنی ہے کہ بشر بشر میں بھی فرق ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ کوئی بشر زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے کوئی کم۔ کوئی دور تک کی بات دیکھ لیتا ہے۔ کوئی قریب کی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی اندھا ہے کوئی آنکھوں والا ہے۔ بس مجھ میں اور تم میں اتنا ہی فرق ہے کہ مجھے وہ باتیں سمجھا دی گئی ہیں جن کو اور لوگ نہیں سمجھتے۔ اس میں غور کرو۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا سمجھنا دشوار ہو بات فقط اتنی ہے کہ تم غور اور فکر سے کام نہیں لیتے ؛

Marfat.com

قرآن سے فائدہ کون اٹھائیگا

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ
اور ڈرا دے ساتھ اس کے ان کو جو خوف کرتے ہیں کہ
يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ
اکٹھے کیے جائیں گے طرف اپنے رب کے نہ ہوگا ان کے لیے
مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ
سوا اس کے کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ
يَتَّقُوْنَ (۵۱)
بچتے رہیں

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ
اور اس سے ان لوگوں کو خبردار کر دے جن کو اس کا ڈر ہے
يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ
کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے اس طرح کہ اللہ کے سوا
مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ
نہ کوئی ان کا حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ
يَتَّقُوْنَ (۵۱)
وہ بچتے رہیں

پچھلی آیتوں میں کہا گیا کہ یہ لوگ نیرے رسول ہونے میں جو شک کرتے ہیں یہ اس لیے نہیں کہ انہیں حق کی تلاش ہے بلکہ اس لیے کہ رسول کے مان لینے سے ان کو اپنا سارا کام خراب ہوتا نظر آتا ہے یہ لوگ ایمان لانے کے لیے معجزے طلب کرتے ہیں اور اپنے اس رویہ سے رسول خدا کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے سیدھے راستے پر آنے کی کوئی امید نہیں۔ اگر ان کا ارادہ ٹھیک بات سمجھ لینے کا ہوتا تو وہ تھوڑے سے غور سے سمجھ جاتے کہ رسول ایک بشر ہوتا ہے۔ اس کا دعویٰ اللہ کے خزانوں کے مالک ہونے کا۔ غیب کی باتیں جاننے کا اور فرشتہ ہونے کا نہیں ہوتا۔ وہ انسانوں میں ہی ایک نہایت اعلیٰ خوبیوں کا انسان ہوتا ہے جس کو وحی کے ذریعے کچھ ہدایتیں دی جاتی ہیں بلکہ وہ ان کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور دوسروں کو ان پر عمل کرنے کے لیے بلاتا ہے۔ جب یہ سب باتیں سمجھ لینے کے بعد بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو اب تُو ان کا خیال چھوڑ دے اور قرآن مجید ان لوگوں کو سُنا اور سمجھا جو اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو یہ خوف ہے کہ ایک دن وہ اپنے رب کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔ اور اس وقت ان کا حمایتی اور سفارشی کوئی نہ ہوگا سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر ایک کا معاملہ اپنے پروردگار کے ساتھ ہوگا۔ سوا اس کے کوئی کسی کا ساتھی ہوگا نہ مددگار۔ یہ لوگ قرآن مجید کی ہدایتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قرآن مجید ان کو سمجھائے گا کہ اپنے رب کے سامنے سرخرو ہونا ہے۔ تو آج اس دنیا میں اس کے حکموں کی تعمیل کرو۔ اور جو اس نے حدیں مقرر کر دی ہیں۔ ان کے اندر اپنی زندگی بسر کرو۔ اور جو کام کرو اس کی رضامندی کے لیے کرو اور جس چیز سے وہ منع کرے اسے بالکل چھوڑ دو۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور یہی لوگ تقویٰ حاصل کر کے متقی بن سکتے ہیں ان میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔

سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت میں کہا گیا تھا کہ یہ قرآن متقیوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس آیت میں اس کی مزید تشریح کر دی گئی ہے کہ متقی بننے کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے جو ڈرتا ہو۔ اور بے باکی سے کوئی کام نہ کرے۔ بلکہ پہلے سمجھنا چاہیے کہ یہ کام صحیح ہے یا غلط۔ ایسے آدمی کے لیے قرآن ہادی اور رہنما ہے۔

Marfat.com

خلوص والوں کو دور مت کرو

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
اور نہ نکال ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
صبح اور شام چاہتے ہیں اس کی توجہ
مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
نہیں تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
کہ تو دور کرے تو ان کو پس ہو جائے تو ظالموں سے

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
اور ان لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح شام
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں
مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
دور مت کر تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ نہیں ہے
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ ہے
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
کہ تو ان کو دور کرنے لگے پس تو بے انصافوں میں ہوگا

پچھلی آیتوں میں مکہ کے لوگوں کی بہانہ بازیوں کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی ان سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ کے معزز دولت مند لوگ میری بات سنیں۔ بلکہ یہ بھی خیال آپ کے دل میں گذرا ہوگا۔ جو نشانیاں یہ مانگتے ہیں کاش میں ان کو دکھا سکتا تو شاید یہ ایمان لے آتے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لیے ارشاد ہوا تھا کہ زمین میں نقب یا آسمان میں سیڑھی لگا کر بھی اگر ان کے لیے کوئی نشان تو لے آئے تو بھی یہ ماننے والے نہیں کیونکہ کی تو غرض ہی کچھ اور ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی زبردست نشانی دیکھ کر یہ مان بھی گئے تو ایسا ایمان ہمیں منظور نہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ اپنی عقل سے کام لے کر اور ہماری انہی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لے آئیں۔ جو ہم نے دنیا میں پہلے ہی بھیج رکھی ہیں۔ لیکن ان نشانیوں کی طرف سے ان کی آنکھ، کان زبان سب کچھ بند ہے۔ وہ نہ خود نشانیاں دیکھیں گے اور نہ کسی ہدایت کرنے والے کی بات سنیں گے اور نہ خود کسی سے پوچھیں گے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان کا خیال چھوڑ دو۔ تمہارا کام پیغام پہنچا دینا تھا تم پہنچا چکے۔ یہ نہیں سنتے تو نہ سنیں۔ اب تم اُن کو سناؤ جو سننے کے لیے تیار ہیں اور یہ وہ غریب اور نادار لوگ تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے اور قرآن کے حکم بجا لانے کے لیے تیار ہو گئے تھے جیسے حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ یاسر اور سالمؓ وغیرہ۔ مکہ کے معزز لوگوں کے پاس ایک بہانہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے پاس آکر ایسے بے حیثیت لوگوں کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ آپ ان کی خاطر سے یہاں تک تیار تھے کہ ان لوگوں کو ہر وقت اپنے پاس آنے سے منع کر دیں تاکہ ان مغرور لوگوں کے پاس یہ عذر ہے اور وہ شاید آکر کچھ سنیں اور مانیں۔ اس بات سے آپ کو اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ قرآن کی ہدایت کے مطابق صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ان کو اے رسول اپنے پاس آنے سے ہرگز منع نہ کر تجھ کو کسی کے دل کے اندر کی حالت کا علم نہیں۔ کہ یہ مفلس لوگ اچھے ہیں یا یہ مغرور لوگ ایمان لاکر اچھے ہوں گے۔ کیونکہ کسی کی دل کی بات کا ذمہ دار کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تجھے ظاہری حالت کے مطابق ان سے سلوک کرنا چاہیئے۔ جو سنے اور مانے اس کو سنا اور جو اپنی ہی اکڑ فوں میں رہے اس سے کوئی سروکار نہ رکھ۔ تجھے ان کی طرف سے حساب دینا ہے اور نہ انہیں تیری طرف سے حساب دینا ہے۔

Marfat.com

مرتبوں کا فرق آزمائش ہے

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
اور اسی طرح آزمایا ہم نے ان کے بعض کو بعض سے
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
تاکہ کہیں وہ کیا یہی ہیں کہ فضل کیا اللہ نے ان پر
مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
ہمارے درمیان سے کیا نہیں اللہ جاننے والا
بِالشّٰكِرِيْنَ (۵۳)
شکر گذاروں کا

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض سے آزمایا ہے
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر ہم سب میں اللہ نے
مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
فضل کیا کیا اللہ شکر کرنے والوں کو
بِالشّٰكِرِيْنَ (۵۳)
خوب جاننے والا نہیں ہے

پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ مکہ کے لوگ اپنے مال اور دولت کے نشہ میں مست تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اسلام اس قسم کی نیچیوں اور دنیگوں کو بیکار سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک انسان انسان سب برابر تھے۔ وہ سکھلاتا تھا کہ سب مل کر برابر کی حیثیت سے بھائی بھائی بن کر رہیں۔ لیکن یہ مکہ والوں کے رسم و رواج کے خلاف تھا۔ اس لیے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مفلسوں اور کم حیثیت لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے خیال کیا کہ یہ مغرور لوگ اگر اسلام لے آئے تو اس کا اثر سارے عرب پر پڑے گا اور اسلام کو سب لوگ اختیار کر لیں گے۔ اس لیے مفلسوں کو اپنے پاس ہر وقت بیٹھے رہنے سے منع کرنا چاہا۔ محض اس لیے کہ بڑے لوگ بے تکلف ان کے پاس آکر ان کی باتیں سنیں اور اسلام کے لیے راستہ کھلے۔ پچھلی آیت میں آپ کو اس سے منع کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا۔ کہ اسلامی اخلاق اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ مغروروں منکروں اور پیسے والوں کی خاطرداری کی جائے اور مخلصوں، عاجزوں اور مفلسوں کو جو اسلام کی باتیں شوق سے سیکھتے ہیں۔ اور ان پر عمل کرتے ہیں آنے سے روک دیا جائے اور ان کا دل توڑا جائے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے ان کے مرتبوں میں فرق اس لیے رکھا ہے اور کسی کو مال دار کسی کو مفلس اس لیے بنایا ہے کہ ان کو ایک بڑی حقیقت سمجھا دیں اور بتلا دیں کہ مال و دولت، مرتبہ حاصل ہو جانے سے یہ ضروری نہیں کہ آدمی پورا انسان بن جائے اور نہ مفلس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ شخص بالکل گیا گذرا ہے۔ یہ اخلاقی لحاظ سے اچھا ہو ہی نہیں سکتا۔ فضیلت اور شرافت دل کے صاف ستھرے ہونے پر اور اخلاق کی بلندی پر موقوف ہے۔ کسی کے مالدار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اخلاق اور نسبت میں بھی وہی اچھا ہو اور مفلس ہونے سے نیک سیرت بننے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا۔ اس آیت میں یہی مطلب بخوبی واضح کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو تم کسی کو مفلس اور کسی کو مال دار دیکھ رہے ہو۔ یہ فقط انسان کی آزمائش کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت مال دار ہونا نہیں ہے۔ وہ مفلسوں کو بھی خلوص اور ایمان داری دے کر ان پر اپنا فضل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ مال و دولت والے ان کو دیکھ کر تعجب کر سکتے ہیں کہ کیا ہمیں چھوڑ کر ان بے حقیقت لوگوں مفلسوں اور عاجزوں کو اللہ اپنی رحمت اور کرم سے سرفراز کر سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ کی شکر گذاری کا سلیقہ ہے تم سے زیادہ جانتا ہے۔ اس لیے ان پر اپنا انعام و اکرام نازل کرتا ہے۔ تم کو چاہیے کہ [illegible] خام خیالی سے نجات حاصل کرو کہ دولت اور برتری سب سے اچھی چیز ہے۔

Marfat.com

دا ا ا

پچھلی آیتوں میں غور و فکر

یہاں ہم کو ٹھہر کر یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ جو پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا رہا ہے۔ اس سے ہمیں کیا سیکھنا ہے۔ ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت مکّہ معظمہ میں مالدار لوگوں نے مفلسوں اور غریبوں پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ اور معاشرے کا ڈھنگ ایسا ڈال دیا تھا کہ شرافت اور عزّت کا معیار مال و دولت بن کر رہ گیا تھا اور بڑے بڑے لوگ باقی لوگوں کو اپنے زیر اثر دبا کر رکھنا چاہتے تھے اور ان کو اپنے حکم پر چلانا چاہتے تھے۔ عرب سے باہر تو حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ تمام لوگ درحقیقت حاکموں اور دولت مندوں کے لونڈی اور غلام تھے۔ اور وہ ان سے بالکل جانوروں کی طرح کام لیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عیش و آرام فقط ہمارا ہی حق ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس مال و دولت، جاہ و حشمت سب کچھ ہے۔ اس لیے سب انسان ہمارے خادم ہیں۔ ان کو ہمارے اشاروں پر چلنا چاہیئے اور جو ہم انہیں کھانے پینے کو دیں اس کو شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لینا چاہیئے۔ اور جو ہم انہیں پہنائیں وہ انہیں پہن لینا چاہیئے۔ عرب میں یہ حالت ذرا کم تھی مگر تھی ضرور۔ اسلام کا مقصد افراد انسانی کے اندر مساوات قائم کرنا تھا۔ اس لیے ابتدا ہی سے ایسا ڈھنگ ڈالنا ضرور تھا کہ فرعونیت کا قلع قمع ہو جائے اور دنیا کی نعمتوں سے ہر شخص بقدر ضرورت اپنا حق سمجھ کر فائدہ اٹھائے۔ اور تمام لوگ مجموعی طور پر اس ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے میں مدد کریں۔ کوئی کسی کو اپنے سے کم درجہ نہ سمجھے اور اس کی تحقیر اور توہین نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ تم مالداروں کی خاطر یا خدمت کرنے کے لیے دنیا میں نہیں آئے ہو۔ اس لیے ان سے کسی قسم کی خاص رعایت نہ کرو۔ اللہ نے شرافت کا معیار دلی خلوص اور اللہ عزوجل کا شکر گذار ہونا قرار دیا ہے۔ یہ باتیں غریبوں میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اگر وہ آئیں تو ان کو اس خیال سے کہ اسلام کا کیا کام بنے گا۔ مالدار اسلام لائیں گے تو اسلام کی دنیا میں عزت ہو گی۔ ہرگز پاس سے نہ ہٹاؤ۔ ہم نے کسی خاص طبقے کے اوپر اسلام کی عزت موقوف نہیں رکھی۔ بلکہ اسلام کو تمام انسانوں کے لیے ذریعۂ عزت بنایا ہے۔ اگر غریب اللہ کی طرف جھکیں گے اور اس کے شکر گذار بندے بنیں گے۔ تو ان کو اسلام کی وجہ سے ضرور عزت حاصل ہو گی یعنی اسلام اپنی عزت کے لیے انسانوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ انسان اصلی عزت حاصل کرنے کے لیے اسلام کا محتاج ہے۔

اس سے ہمیں یہ سیکھنا ہے کہ ہمیں مال و دولت کو ذریعہ شرافت و عزت کبھی نہ قرار دینا چاہیئے۔ ہمارا مقصد اسلام نے مال و دولت جمع کرنا قرار نہیں دیا۔ جو لوگ دولت جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ معاشرے کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص یا ایسے شخصوں کا کوئی جتھا اپنے پاس بہت سی دولت جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور دنیا کے سامانِ عیش کا خود مالک بننا چاہتا ہے۔ اور دوسروں سے اپنی دولت کے زور پر اپنے حسب دل خواہ کام لینا چاہتا ہے تو وہ فرد یا جتھا انسانیت کا دشمن ہے۔ بلکہ وہ آزاد انسان ہی نہیں وہ اپنی کمینہ خواہشوں کا غلام ہے۔ اسلامی معاشرہ کا اصل جزو آپس میں ایک دوسرے کی دلجوئی، ہمدردی اور تسلّی دینا ہے۔ ہر شخص کو پہلے جس سے ملے اسے سلام کرنا چاہیئے سلام اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ میں تمہیں صحیح و سلامت، تندرست اور آرام و راحت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر اپنے عمل سے اس ہمدردی کو محبت اور ایثار کی شکل میں ثابت کرنا چاہیئے:

Marfat.com

رسول کسی انسان کے پیرو نہیں

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ
کہدے بیشک میں روکا گیا ہوں کہ میں بندگی کروں
الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
ان کی جنہیں تم پکارتے ہو سوا اللہ کے
قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ
کہدے نہیں میں پیروی کرتا تمہاری خواہشوں کی بیشک میں بہک جاؤں گا
اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾
اس وقت اور نہ رہوں گا ہدایت پانے والوں میں

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ
تو کہہ مجھ کو اس سے روکا گیا ہے کہ ان کی بندگی کروں
الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو
قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ
تو کہہ میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتا پھر تو میں بے شک بہک
اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾
جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں نہ رہوں گا

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان والوں کے ساتھ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنے کی تلقین کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ جو بڑا بننا چاہتے ہیں۔ اور دل وجاہ کے نشہ میں مغرور ہیں یہاں تک کہ غریبوں اور مفلسوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا بھی نہیں چاہتے۔ ان سے کچھ سروکار نہ رکھو۔ انہیں جو کچھ سمجھانا تھا سمجھا چکے۔ وہ نہیں سنتے تو ان سے منہ موڑ دو۔ اور ان غریب لوگوں سے جو تمہارے پاس آتے ہیں اور تمہاری بات سن کر اس پر خوشی خوشی عمل کرتے ہیں۔ ان واللہ کی مغفرت اور رحمت کی بشارت دو اور ان کو اسلام اور قرآن کی باتیں سمجھاؤ۔ اس آیت میں رسول کے فرض منصبی کو اور کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور رسول سے کہا گیا ہے کہ ان متکبر اور جابر فرعونوں اور ہامانوں سے کہہ دو کہ میں دنیا میں تمہاری خوشامد کرنے نہیں آیا ہوں۔ کہ جو تم کہو وہی کرنے لگوں اور تمہاری رضامندی کا خیال رکھوں مجھے نہ تم سے کچھ لالچ ہے اور نہ میں تم سے اپنی خدمت چاہتا ہوں مجھے تمہاری خواہشیں بالکل جانوروں کی سی نظر آتی ہیں۔ میں بھی اگر تمہاری خواہشوں کی پیروی کرنے لگوں تو پھر سیدھی راہ سے جو مجھے اللہ کی طرف سے سمجھائی گئی ہے منحرف ہو جاؤں گا اور تمہاری طرح اندھیرے میں بھٹکتا پھروں گا۔ اب اس آیت کے معنی پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ ان نادانوں سے جو نیری بات نہیں سنتے کہہ دے کہ میری عقل اور وہ روشنی جو اللہ نے میرے دل میں وحی کے ذریعے پیدا کی ہے مجھے بالکل اجازت نہیں دیتی کہ میں اللہ کو چھوڑ کر تمہارے معبودوں کو تمہاری طرح پکارنے لگوں، ان کی عبادت کروں اور ان سے اپنی مرادیں مانگوں یہ تو تمہاری اپنی گھڑی ہوئی غلط اور گمراہ کرنے والی باتیں ہیں۔ ان کے ماننے پر تمہاری بیہودہ خواہشوں نے تمہیں مجبور کر رکھا ہے مجھے تو تمہاری خواہشوں پر نہیں چلنا۔ اگر میں بھی وحی کی ہدایتوں کو چھوڑ کر تمہارے کہنے پر چلنے لگوں تو پھر دنیا میں سیدھے راستہ کا تو پتہ نشان ہی نہ رہے گا اور میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں گا۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کرنے والوں کو مالدار اور بااثر طبقے کی خوشامد ہرگز نہیں کرنی چاہیئے بلکہ سچی بات صاف صاف بے لاگ اور بغیر کسی رورعایت کے بے دھڑک کہنی چاہیئے۔ جو ان باتوں کو مانیں ان کی عاجزی اور مفلسی کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے بلکہ ان کی ہمت بڑھانی چاہیئے اور ان کو دین کی باتیں سمجھانی چاہئیں۔ سب کو ہر ایک چیز دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں تو پھر کیوں نہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ہی مانگی جائے اور اسی کی تابعداری اور رضاجوئی کی جائے اور کسی دوسرے پر نظر رکھ کر اس کی اطاعت اور رضاجوئی کے کیا معنے؟

Marfat.com

منکروں کا فیصلہ اللہ پر ہے

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ
کہدے بیشک میں دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور
كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا
جھٹلاتے ہو تم اس کو نہیں میرے پاس وہ چیز
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
جلدی کرتے تم جس کی نہیں حکم مگر
لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ
اللہ کے لیے بیان کرتا ہے وہ سچ اور وہ بہترین
الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾
فیصلہ کرنے والا ہے

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ
تو کہدے مجھ کو میرے رب کی شہادت پہنچی اور
كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا
تم نے اس کو جھٹلایا میرے پاس نہیں ہے جس کی
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
تم جلدی کر رہے ہو اللہ کے سوا کسی کا حکم
لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ
نہیں وہ سچی بات بیان کرتا ہے اور وہ سب سے اچھا
الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾
فیصلہ کرنے والا ہے

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ منکروں سے کہہ دو میں تمہاری طرح کفر اور شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ تمہاری اپنی خواہش کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں اور مجھے تمہاری خواہشوں کی پیروی کرنی منظور نہیں ورنہ میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں گا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان سے کہہ دو۔ میرے پاس بالکل صاف صاف دلیلیں موجود ہیں سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میرے رب نے میرے پاس قرآن شریف بھیجا ہے جس میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اللہ ایک ہے اور کوئی اس کا کسی بات میں شریک نہیں یہ دلیلیں اور آیتیں تمہارے سامنے بھی رکھی گئی ہیں اور میرے سامنے بھی۔ میں ان کو سچا مانتا ہوں اور تم ان کو جھوٹا کہتے ہو۔ میں ان پر ایمان لایا ہوں۔ اس کا مجھے انعام ملے گا۔ تم ان کا انکار کرتے ہو اس کی تمہیں سزا ملے گی۔ تم کہتے ہو کہ ہم تو نہیں مانتے اگر تو سچا ہے تو اللہ سے کہہ وہ تعوذ باللہ ہم پر عذاب نازل کرے۔ میرا جواب یہ ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں فوراً تم پر عذاب نازل کرا دوں یا اپنی طرف سے تمہیں کچھ سزا دوں۔ اس کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سچی اور حق باتیں کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ اور نہ ماننے والوں پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ اپنے اختیار میں رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جب چاہے گا تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسی کے کہنے کے مطابق عذاب سے بغیر ایمان لائے بچ نہیں سکتے اب اس کا فیصلہ کہ کیسا عذاب ہوگا اور کب آئے گا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اب اس کے معنی پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول کہہ دے میرے رب کی کھلی دلیلیں آ چکی ہیں۔ اور اس نے قرآن مجید میں خود گواہی دی ہے کہ اللہ ایک ہے تم نے ان سب کے جھٹلانے پر کمر باندھی ہے۔ اور ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ ہم تو نہیں مانتے ہم پر عذاب نازل کر۔ اب خوب کان کھول کر سن لو کہ عذاب بھیجنا میرے اختیار میں نہیں۔ نافرمانی کی سزا تمہیں ضرور ملے گی لیکن تم جو اس میں جلدی کر رہے ہو تو تمہارا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ عذاب دینا میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ نہ میں نے کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے حکم دینا فقط اللہ کا کام ہے وہ اپنے سچے اور کھلے احکام صاف صاف بیان کر دیتا ہے۔ نہ ماننے والوں کو سزا دینے کا فیصلہ اسی کے اختیار میں ہے اور اس سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کوئی اور ہو بھی نہیں سکتا۔ مجھے تو اس کا فیصلہ خوشی سے منظور ہے اور تمہیں بھی آخر مجبور ہو کر اس کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔

Marfat.com

سزا دینا صرف اللہ کا کام ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ
کہہ دے کہ ہوتا میرے پاس وہ جلدی کرتے ہو تم
بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ
جس کی بہتر چیز ہوتا جھگڑا میرے درمیان اور تمہارے درمیان
وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ (۵۸)
اور اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے ظالموں کو

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ
تو کہہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے
بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ
ہو تو میرے اور تمہارے درمیان جھگڑا طے ہو چکا ہوتا
وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ (۵۸)
اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

پچھلی آیت میں سمجھایا گیا تھا کہ انکار کرنے والے خواہشوں کے غلام اور بے دھڑک رنگ رلیاں منانے والے ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ ہم تو ماننے والے نہیں اور نہ دھمکیوں سے ڈرنے والے ہیں۔ اگر تو ایسا ہی سچا ہے تو ہم پر عذاب ابھی ابھی بھجوا دے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو عذاب میرے اختیار میں نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اس کی بات غلط یا جھوٹی نہیں ہو سکتی اور اس سے اچھا فیصلہ کرنے والا بھی کوئی نہیں ——— اس آیت میں ایک بھید بیان کیا گیا ہے کہ اگر عذاب بھیجنے کا اختیار سوا اللہ عزّ وجلّ کے کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا تو دُنیا کی کیا گت ہوتی۔ بشر کا علم اور تحمّل دونوں محدود ہیں۔ اگر اس کے اختیار میں نافرمانی کی سزا دینی آجائے تو وہ اس کی سزا میں دیر نہیں لگائے گا۔ برخلاف اس کے اللہ عزّ وجلّ کا علم تمام حالات کا پورا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر کام کے نتیجوں سے پورے طور پر واقف ہے پھر اس کی صفت حکیم ہے۔ وہ ہر کام کا موقع محل اور اس کے مناسب وقت اور اس کی مصلحتوں کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ حلیم بھی ہے خطا کار کو ڈھیل دے سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مجرم کی حالت پوری پوری طرح جانتا ہے۔ اور جرم کی نوعیت اور مقدار سب اس کے اوپر واضح ہے۔

اگر انسان کے ہاتھ میں عذاب دے دیا جاتا تو جانے دنیا کب کی تہس نہس ہو گئی ہوتی۔ انسان کے اندر اللہ کے رسولوں میں اللہ کا دیا ہوا علم۔ حلم۔ صبر سب سے زیادہ ہوتا ہے جب رسول ہی سے فرما دیا کہ کہہ دے میرے ہاتھ میں اگر عذاب ہوتا تو کام کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا تو اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے اب آیت کا مطلب سنیے۔ ارشاد ہے اے رسول کہہ دے تم جس بات کی جلدی کر رہے ہو وہ اگر میرے اختیار میں ہوتی تو جھگڑا کب کا چُک گیا ہوتا۔ لیکن معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جب مناسب سمجھے گا عذاب بھیج دیگا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا منصب واضح کر دیا ہے کہ ان کا کام کسی کی رعایت، خوشامد کرنا یا کسی سے ناراض ہونا اور اسے سزا دینا نہیں اور نہ وہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ ان کا کام تو فقط یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے ان کے پاس جو حکم آئے وہ اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ اور اس کو تلقین و تفہیم اور عمل کے ذریعے سے اچھی طرح سمجھا دیں کہ سب کچھ اللہ کے اختیار اور قبضۂ قدرت میں ہے۔

Marfat.com

اللہ کو ذرّہ ذرّہ کا علم ہے

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ

اور اس کے پاس خزانے ہیں غیب کے نہیں جانتا ان کو

اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ

مگر وہ اور جانتا ہے جو خشکی میں اور تری میں ہے

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا

اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس کو

وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا

اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ

رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

تر اور نہ خشک مگر بیچ کتاب واضح کے

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں کہ ان کو اس کے سوا کوئی

اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

نہیں جانتا اور جو جنگل اور دریا میں ہے وہ جانتا ہے

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا

اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا

اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ

رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

کوئی ہری چیز اور نہ سوکھی چیز سب کتاب مبین میں ہے

مفاتح: مفتح کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ مفتح خزانے کو کہتے ہیں اور مفاتح کے معنی اس صورت میں خزانے ہیں اور یہ مفتح کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ مفتح کنجی کو کہتے ہیں اور مفاتح کے معنی اس صورت میں کنجیاں ہیں۔ کنجی کو مفتاح بھی کہتے ہیں جس کی جمع مفاتیح ہے۔

غیب: یہ لفظ سورہ بقرہ کے شروع میں آچکا ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کی آنکھ سے اوجھل اور اس کی محسوسات سے بالاتر ہو۔

کتاب مبین: سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں کائنات سے متعلق ہر چیز درج ہے۔

پچھلی آیتوں میں معلوم ہو چکا ہے کہ فیصلہ کرنا اسی کا حق ہے جس کا علم سب سے زیادہ وسیع ہو اور جو ہر مجرم کی نوعیت اس کے دینے کا مناسب موقع محل اور وقت غرض تمام چیزوں سے پورے طور پر واقف ہے۔ اس آیت میں اللہ کے علم کا صحیح تصور کرنے کے لیے اصول بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ واقعی اس سے زیادہ علم کوئی نہیں رکھتا اور اسی لیے اسی کو فیصلہ کرنے اور انعام و سزا دینے کا کلی اختیار ہونا چاہیئے

ارشاد ہے کہ جو چیزیں تم نہیں جانتے کیونکہ تمہاری عقل فکر اور ذہن بہرحال محدود ہیں اور اسی لیے تمہارے لیے بہت سی چیزیں غیب ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ سارے غیب کے خزانے بھی اس کے پاس ہیں اور اس کے کھولنے کی کنجیاں بھی اسی کے قبضہ میں ہیں۔ اس لیے ان خزانوں کو کوئی چھیڑ نہیں سکتا نہ ان میں سے کوئی چیز نکال سکتا ہے۔ جب یہ خزانے صرف اسی کے پاس ہیں تو ظاہر ہے کہ خشکی تری کی ساری چیزیں وہ جانتا ہے۔ درختوں کے پتوں کی گنتی۔ زمین کے اندھیروں میں چھوٹے سے چھوٹا سا دانہ۔ غرض جو خشک و تر اس عالم میں ہے سب اس کے رجسٹر اور دفتر میں جس کا نام لوح محفوظ ہے تفصیل کے ساتھ صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیب کی بات کوئی نہیں جان سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے نہ بتائے۔ کیونکہ غیب کے سارے خزانے اللہ کے قبضہ میں ہیں اور ان کی کنجیاں اس کے پاس ہیں۔ کسی کی مجال نہیں جو ان میں سے کسی کو کھول کر ذرا سی چیز بھی نکال لے۔ [illegible] سے کوئی چیز کسی کو موقعہ بہ موقعہ نکال کر دے تو دے سکتا ہے۔

Marfat.com

انسان کو اپنا بھی ہوش نہیں

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ
اور وہی ہے جو لے لیتا ہے تم کو رات کے وقت اور
یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ
جانتا ہے جو کیا تم نے دن کے وقت پھر
یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ
بھیج دیتا ہے تم کو دن میں تاکہ پورا کیا جائے وقت مقرر
ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ
پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے تمہارا پھر جتا دے گا تم کو
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾
وہ جو کہ تھے تم کرتے

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ
اور وہی ہے جو رات میں تمہیں قبضہ میں لے لیتا ہے اور
یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ
جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کر چکے ہو پھر
یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ
تم کو اس میں اٹھا دیتا ہے تاکہ وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے
ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ
پورا ہو پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر تم کو اس کی جو کچھ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾
تم کرتے ہو خبر دے گا

پچھلی آیت میں اللہ کے علم کی وسعت کا بیان کیا گیا تھا جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ انسان دنیا میں قانون بنانے سزائیں دینے اور حکم چلانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی جتنا کہ اللہ اس کی بساط کے مطابق اسے عطا کر دے اس محدود اختیار کے کام میں لانے میں بھی وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتا ہے اور اللہ کی ہدایت جو اس نے اپنے رسول کی معرفت اس کے پاس بھیجی ہے اسے تباہی سے بچا سکتی ہے۔ ورنہ اس سے الگ ہو کر تو وہ صرف اپنے تباہی کا گڑھا کھودنے میں ہی لگا رہتا ہے۔ اور وہ ہاتھ نہ پڑے تو اس میں گرنا یقینی ہے اسی مضمون کو اس آیت میں اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ انسان سوچے کہ جب سو جاتا ہے تو اس کی کام کرنے کی طاقتیں کہاں چلی جاتی ہیں۔ اس کے بس میں نہ سوچنا رہتا ہے نہ کام کرنا پہلی آیت سے معلوم ہوا تھا کہ انسان آئندہ بات نہیں جان سکتا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اسے اپنے گذشتہ دن کے کاموں کا بھی رات کو سوتے وقت کچھ ہوش نہیں رہتا۔ دونوں چیزوں کو اللہ ہی کو ہے کیونکہ اسے نہ تکان ستاتی ہے نہ نیند کی ضرورت ہے۔ وہ ہر وقت ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔ پھر انسان کو یہ بھی اختیار نہیں کہ سونے کے بعد آپ سے آپ اٹھ کھڑا ہو۔ اللہ ہی اسے اٹھاتا ہے اور موت آنے تک اسی طرح رات کو سلاتا اور دن کو اٹھاتا رہے گا۔ موت کے بعد جیسے ایک لمبی نیند چاہیے وہ ایک دن پھر اٹھائے گا اور جو کچھ اس نے کیا ہوگا وہ سب اس کے سامنے رکھ دے گا۔ اب آیت کے خلاصہ پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ رات کو جب تم سو جاتے ہو تو اللہ تمہاری سدھ بدھ سب کچھ تم سے لے لیتا ہے تمہیں ان باتوں کی خبر بھی نہیں رہتی جو تم دن بھر کرتے رہے مگر اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ پھر جب دن ہوتا ہے تو وہ تمہیں پھر اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ اپنی مقرر عمر پوری کرو۔ آخر کار عمر ختم ہو جاتی ہے اور انسان ایسا سوتا کہ پھر نہیں اٹھتا۔ لیکن اللہ اسے پھر اٹھائے گا اور عمر گذشتہ کی ساری کارستانیاں اس کے سامنے رکھ دے گا۔

اس آیت میں انسانی زندگی کا عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ انسان کی عمر ایک محدود وقت کے اندر گھری ہوئی ہے۔ اس میں وہ دن کو کام کرتا اور رات کو تھک کر سو جاتا ہے اور دن بھر جو کام کیے تھے ان کا کچھ ہوش نہیں رہتا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ بالکل سو جائے گا اور لمبی نیند سے ایک دن اٹھے گا اور دنیا کے سارے کام اس کے سامنے آجائیں گے اور وہ اس کا نتیجہ بھگتے گا اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

Marfat.com

انسانی زندگی کا مکمّل نقشہ

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ

اور وہی غالب ہے اوپر اپنے بندوں کے اور بھیجتا ہے

عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ

تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آتی ہے

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ کرتے ہیں اس پر ہمارے فرشتے

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى

اور وہ کمی نہیں کرتے پھر لوٹائے جائینگے طرف

اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ

اللہ کی اپنی کا مالک سچا ہے خبردار اسی کا حکم چلے گا اور

هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

وہ سب سے جلدی حساب لینے والا ہے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور بھیجتا ہے

عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ

تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب تم میں سے

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

کسی کو موت آپہنچے تو اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبضہ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى

میں لے لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے پھر اللہ کی طرف جو ان کا

اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ

سچا مالک ہے پہنچائے جائیں گے سُن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ

هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

بہت جلد حساب لینے والا ہے

پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ انسان کی عمر چند حالتوں اور چند دنوں کا مجموعہ ہے رات کو وہ سو جاتا ہے اور دن کو اٹھ کر پھر کام میں لگ جاتا ہے اٹھنا اس کے اختیار میں نہیں اور نہ اسے پچھلے دن کا کام سوتے میں یاد رہتا ہے۔ اللہ ہی اُسے اٹھا دیتا ہے اور اس کے کاموں کا سلسلہ اسے یاد دلاتا ہے اور وہ پھر انہیں کاموں میں لگ جاتا ہے جو اس نے سوتے وقت ادھورے چھوڑ دیئے تھے اس سے یہ جتلانا مقصود تھا۔ کہ موت بھی نیند ہی کی طرح ہے۔ مگر وہ ایک لمبی نیند ہے۔ اس کے بعد اللہ اسے پھر اٹھائے گا۔ اور اس کے سارے پچھلے اعمال یاد دلائے گا اور بتائے گا کہ ان کاموں کا انجام ابھی نہیں دیکھنا ہے اور تمہارے دنیا کے کاموں کا سلسلہ اس لحاظ سے ادھورا رہ گیا ہے۔ اب اسے اپنے کیے ہوئے کی پوری سزا بھگت کر یا پوری جزا حاصل کر کے پورا کرو۔ ارشاد ہے کہ انسان دنیا میں اپنی عمر کچھ سو کر اور کچھ جاگ کر بسر کر دیتا ہے۔ اسے سوچنا چاہیئے کہ اس میں نہ سونا اس کے بس کا ہے اور نہ جاگنا۔ اللہ ہی اسے سلاتا ہے اور پھر وہی اسے جگاتا ہے اور پھر روز اسے اس کے کام یاد دلاتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اللہ ہر طرح اپنے بندوں پر غالب ہے اور ان کے کاموں کی نگہبانی کرنے والے روزانہ ان کے پاس بھیجتا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان اعمال کے نگہبان فرشتوں کے بدلے موت کے فرشتے آجائیں گے اور اپنا کام پورے طور پر بغیر رو رعایت یا کوتاہی کے انجام دیں گے اور انسان قیامت تک کے لیے سو جائے گا جب اس نیند کی مدت ختم ہو جائے گی۔ تو پھر اللہ انسان کو جگائے گا۔ اور وہ اپنے اس اصلی اور سچے مالک کے روبرو جا کر کھڑا ہو گا۔ اس وقت اسے پورا پورا پتہ چل جائے گا کہ اس کی قسمت کا فیصلہ فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے ہاں اس دن دیر کا کام نہیں۔ انسان کی دنیا کی ساری زندگی کا کارنامہ چشم زدن میں اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اور پھر جب اس کو یقین دلا دیا جائے گا کہ تیرے ہی کام ہیں اور کانٹے میں تول تول کر اس کے اچھے اور بُرے کام الگ الگ کر دیئے جائیں گے تو اس کے مطابق اسے بُرے کاموں کی سزا بھگتنے اور اچھے کاموں پر انعام لینے کے لیے مناسب مقامات پر بھیج دیا جائے گا:

Marfat.com

ہر مشکل میں اللہ ہی مددگار ہے

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

تو کہہ تم کو جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے

وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

کون بچاتا ہے اس وقت کہ تم اس کو پکارتے ہو گڑگڑا کر اور چپکے سے

لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

کہ اگر ہم کو وہ اس بلا سے بچالیوے تو البتہ ہم ضرور احسان

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ

مانیں گے تو کہہ دے اللہ تم کو اس سے

مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

اور ہر سختی سے بچاتا ہے پھر بھی تم شرک

تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

کرتے ہو

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور اللہ کے روبرو لے جاکر کھڑے کیے جاؤ گے۔ اور وہ بہت ہی جلد تم کو تمہارے اعمال کے نتیجہ سے آگاہ کر دے گا۔ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جب آخر میں اللہ ہی سے کام پڑنا ہے۔ تو پھر اس دنیا ہی میں اسے پہچان لینا چاہیئے اپنے سب کام اسی کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اس آیت میں اللہ کو دنیا میں پہچاننے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کیونکہ انسان کے دل میں یہ خیال بڑے زور سے اٹھتا ہے۔ کہ ہر کام دنیا میں میری اپنی کوششوں سے پورا ہوتا جا رہا ہے۔ پھر مجھے اللہ کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ خیال انسان کی تباہی کا باعث ہے۔ اور اس کو اس طرح دور کرنا چاہیئے۔ کہ یقیناً بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ انسان کے ہوش و حواس جواب دے دیتے ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ کیا کرے۔ اس کی سوچ سمجھ پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اس قسم کے مواقع کسی آفت میں اچانک مبتلا ہونے کے وقت پیش آتے ہیں۔ مثلاً آندھی، طوفان، زمین اوپر یا سمندر میں کسی درندے کا حملہ یا زبردست دشمن سے مقابلہ جس میں آدمی بے بس ہو جائے جب اپنے بس کا کچھ نہیں رہتا تو اسے اپنی عاجزی کا احساس ہوتا ہے اور بے ساختہ اپنے دل میں ایک زبردست طاقت والے کا دھیان کرتا ہے اور اس کے سامنے چپکے چپکے گڑگڑاتا ہے اور پختہ ارادہ کرتا ہے اس آفت سے بچ گیا تو ساری عمر شکر گذار رہوں گا۔ یہ زبردست طاقت ہی اللہ ہے اور ہر سختی کے وقت وہی بچانے والا ہے اس کو ماننا چاہیئے اور کسی کو اس کا شریک نہ کرنا چاہیئے۔ ارشاد ہے ان سے پوچھ کہ سخت مصیبت کے وقت جب تمہارا کچھ بس نہیں چلتا تو تمہارا دل کدھر متوجہ ہوتا ہے اور تم کس کو عاجزی سے گڑگڑا کر پکارتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمیں اس آفت سے بچالے ہم ہمیشہ شکر گذار اور احسان مند رہیں گے۔ یہی اللہ ہے وہی تم کو ہر مصیبت اور آفت سے بچانے والا ہے لیکن جب مصیبت جاتی رہتی ہے تو تم اللہ کو بھول جاتے ہو اور چیزوں کو یا اپنی کوششوں کو اپنا مددگار اور کارساز سمجھنے لگتے ہو۔

Marfat.com

اللہ ہر طرح کا عذاب بھیج سکتا ہے

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

کہدے وہی قادر ہے اس پر کہ بھیج دے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

عذاب تمہارے اوپر سے یا نیچے سے تمہارے پاؤں کے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

یا بھڑادے تم کو فرقے بناکر اور چکھادے تم میں سے ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

لڑائی دوسرے کی دیکھ کس طرح پھیر پھیر کر کہتے ہیں ہم آیتوں کو

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

تاکہ وہ سمجھ جائیں

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

تو کہہ اسی کو اس پر قدرت ہے کہ تم پر عذاب

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

بھیجے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

یا تم کو مختلف فرقے کرکے بھڑادے اور ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

ایک کی لڑائی چکھادے دیکھ ہم کس طرح آیتوں کو بیان کرتے ہیں

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

تاکہ وہ سمجھ جاویں

پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اللہ ہی انسان کو ہر آفت سے بچانے والا ہے اور بے بسی کے وقت انسان خواہ مخواہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اس کی اپنی طاقت جواب دے چکتی ہے اس لیے فطری بات ہے کہ اسے اپنے سے زیادہ طاقت والے کا خیال آئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس بے بسی کی حالت گذر جانے کے بعد بھی اس کو یاد رکھتا اور اپنی نجات کا ذریعہ فقط اسی کو سمجھتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ یا تو وہ اس کو بالکل ہی بھلا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کر دیتا ہے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کو اس کی مدد کے ذریعے سے نہیں بچاؤ گے تو یاد رکھو وہ تم پر عذاب بھی بھیج سکتا ہے پھر وہ یا تو تم کو بالکل فنا ہی کر دے گا۔ مثلاً آسمان سے آندھی پتھروں کی بارش، کڑک وغیرہ۔ یا زمین سے زلزلے، سیلاب وغیرہ بھیج کر جس سے پہلی امتوں کو فنا کیا گیا یا فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کی دشمنی اور آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دے گا اور تمہارا چین و آرام کھو دے گا۔ اب آیت کے مضمون پر غور کیجیے۔

اے رسول ان سے کہہ دے کہ اللہ ہی میں یہ بھی قدرت ہے کہ تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے مثلاً آسمان سے آندھی یا زمین سے زلزلہ یا تمہارے اندر تفرقہ ڈال دے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کتوں کی طرح لڑنے لگو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ انسان کو راہ راست پر چلانے کے لیے ہوتا ہے۔ انسان کے فائدے کے لیے اللہ نے ہوا، پانی، مینہ، گرمی، سردی، رات اور دن سب کچھ بنایا ہے اور ان سے اسے بے انتہا فائدے پہنچتے ہیں۔ انہی کو دیکھ کر اسے اللہ کو سمجھ لینا چاہیئے اس کے بعد اپنے رسولوں کو انہی چیزوں کی طرف انسان کی توجہ دلانے اور ان پر غور کرکے اللہ کو پہچان لینے کے لیے بھیجا اور انہیں کتابیں دیں جن میں انہیں سب باتیں سمجھائی گئیں مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی امتوں کو آندھی، کڑک، طوفان، سیلاب زلزلہ وغیرہ سے ہلاک کیا گیا لیکن آج کل ایسے عذاب بھیج کر کسی قوم کو یک قلم تباہ نہیں کیا جائیگا۔ ہاں آپس کی ناچاقی اور فرقہ بندیوں کی وجہ سے بے چینی اور پریشانیوں میں مبتلا کیا جائے گا اور سوچ سوچ کر درست ہونے کا موقع دیا جائے گا۔

Marfat.com

ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ
اور جھٹلایا اس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے کہہ دے
لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ (۶۶) لِكُلِّ
نہیں ہیں تم پر نگہبانی کرنے والا واسطے ہر
نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۶۷)
چیز کے ایک ٹھکانہ ہے اور عنقریب تم جان لوگے

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ
اور اس کو تیری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے کہدے
لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ (۶۶) لِكُلِّ
میں تم پر داروغہ نہیں ہر ایک
نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۶۷)
چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لوگے

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ ہم اپنی آیتوں کو طرز بدل بدل کر قرآن شریف میں رکھتے ہیں تاکہ کسی طرح یہ لوگ سمجھ جائیں اور مان لیں کہ جو کچھ قرآن مجید میں لکھ دیا گیا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے اور ان کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ اب یہ لوگ اس سے بڑھ کر جو اور نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے ہم نشانیاں تو بس اتنی ہی بھیجتے ہیں جن کو انسان کی عقل سمجھ جائے۔ مگر یہ اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیتے تو پھر ہمارے رسول کے کہنے سے انہیں مان لینا چاہیے۔ اور یہ ضرور مان لیتے۔ لیکن ان کو ان کی بیجا خواہشوں نے اور دنیا کے نام و نمود کے شوق نے سچائی کے اختیار کرنے سے روک رکھا ہے اور یہ ہماری کتاب قرآن مجید کو غلط کہتے ہیں حالانکہ یہ بالکل سچ اور حق ہے۔ اب اس آیت پر غور کیجیے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تیری قوم نے اس قرآن کو جھوٹ جانا حالانکہ وہ سچ ہے۔ اب وہ اس کی آیتوں پر کان دھرنے سے کتراتے ہیں اور بات ماننے کے لیے عجیب و غریب نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دے کہ میں تمہیں ہدایت کرنے کے لیے تم پر داروغہ مسلط نہیں کیا گیا ہوں۔ میں تو تمہیں فقط قرآن مجید سنانے اور سمجھانے آیا ہوں۔ اس میں تمہارے لیے بڑے بڑے انعام کے وعدے ہیں۔ اور اگر تم نہ مانو تو عذاب اور سزا کی دھمکیاں بھی ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ اتنی بات اور کہے دیتا ہوں کہ جو کچھ اس میں وعدے وعید ہیں۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ فقط اتنی بات ہے کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ جب وقت آجائے گا وہ چیز ہو کر رہے گی۔ یہ سمجھ لو کہ جو چیز ہونے والی ہے اور اس کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور اس کی خبر قرآن میں دے دی گئی ہے۔ وہ دیر یا سویر ہونے والی ضرور ہے اس وقت نہیں سمجھتے تو وقت آنے پر سب کچھ جان لوگے۔ عربی میں ایک کہاوت ہے كُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ اٰتٍ یعنی جو چیز آنے والی ہے وہ ضرور آکر رہے گی۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لیے قرآن مجید کے بتاتے ہوئے راستہ پر چلنا اس کی بھلائی کے لیے ضروری ہے قرآن مجید میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس میں شک یا شبہ کی گنجائش ہو۔ اور نہ کوئی ایسی بات ہے جو کسی سلجھی ہوئی عقل والے انسان کی عقل کے خلاف ہو۔ اس لیے اس کو ہر شخص بے دھڑک مان سکتا ہے یہ ناممکن ہے کہ ان باتوں کو خالص اور سچے دل سے ماننے والے کا انجام خراب ہو۔ ہاں نہ ماننے والے کو آخر میں حسرت، رنج اور افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ماننے کا موقع یہی اس دنیا کی زندگی ہے۔ ورنہ اس کے بعد ماننے کا وقت ہی نہیں ہوگا۔

Marfat.com

قرآن کے ساتھ مخول

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ
اور جب دیکھے تو ان کو جو ہیں طعن کرتے ہیں ہماری
اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا
آیتوں میں تو کنارہ کر ان سے یہاں تک کہ مشغول
فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ
ہوجائیں بات کسی اور میں اس کے سوا اور اگر بھلا دے تجھ کو
الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی
شیطان پس نہ بیٹھ بعد یاد آنے کے
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾
ساتھ قوم ظالموں کے

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ
اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں
اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا
جھگڑتے ہیں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ وہ اور کسی بات
فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ
میں مشغول ہو جائیں اور اگر شیطان تجھ کو بھلا دے
الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی
تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾
پاس مت بیٹھ

یَخُوْضُوْنَ: خوض سے بنا ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں پانی کے اندر گھس جانا۔ اس سے مراد ہوتی ہے کوئی بات شروع کر دینا۔ اس لیے یخوضون کے معنی ہیں۔ قرآن کی آیتوں کی بات بات چیت کرنے لگیں۔ کافروں کی یہ بات چیت ہمیشہ مخول کے طور پر ہوتی تھی اور وہ قرآن کی آیتوں کی ہنسی اڑاتے تھے۔ دوسری جگہ یخوضون کے معنی مشغول ہو جانے کے ہیں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ مکہ کے لوگ قرآن کی باتوں کو جھوٹی سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں قرآن کی باتیں بالکل سچی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ آپ اعلان کر دیں۔ میرے پاس تو فقط قرآن ہی ہے تم سنو یا نہ سنو۔ میں تمہیں سنائے جاؤں گا۔ کافروں کا رویہ قرآن مجید کے ساتھ یہ تھا۔ کہ وہ اس کی آیتوں کو لگاڑ لگاڑ کر پڑھتے۔ ان کے وہی بنا ہی معنی کر کے ان کے ساتھ ٹھٹھا اور مخول کرتے۔ ان کی غرض یہ تھی۔ کہ لوگ اس کو بھی معمولی باتیں سمجھیں اور کوئی وقعت نہ دیں۔

اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ جب یہ لوگ قرآن کی آیتوں کے ساتھ بے ادبی کریں۔ ان کو منہ بگاڑ کر پڑھیں یا ان کے ایسے معنی کریں کہ دوسرے ہنس پڑیں اور سمجھانے کے باوجود اس سے باز نہ آئیں۔ تو تم ان کے پاس سے اٹھ جاؤ۔

ارشاد ہے کہ اے رسول جب تو دیکھے کہ یہ لوگ قرآن کے ساتھ ٹھٹھا اور ہنسی کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے اٹھ کر چلا جا۔ ہاں جب وہ جھک مارنا چھوڑ دیں۔ اور کوئی اور کام کی باتیں کرنے لگیں۔ تو پھر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ کسی وقت اگر شیطان اس بات کو بھلا دے کہ ایسی حالت میں ان لوگوں سے کنارہ کشی کرنی ہے تو یاد آتے ہی فوراً اٹھ جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور قرآن کے ساتھ مسخرہ پن کر کے اپنا سخت نقصان کر رہے ہیں۔ ایسے جاہل اور نادان لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیئے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے [illegible] کو قائم رکھنا اور اس کا ادب کرنا ہمارا فرض ہے۔ جو لوگ اس کی تحقیر کرتے ہوں اور اس کے معنی توڑ موڑ کر اپنی خواہش کے مطابق [illegible] ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔

Marfat.com

نیک لوگوں کی ذمّہ داری

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ
اور نہیں ان پر جو بچتے ہیں ان کے حساب سے
مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ
کوئی چیز لیکن نصیحت ہے تاکہ وہ
يَتَّقُوْنَ (۶۹)
باز آجائیں

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ
اور پرہیزگاروں پر جھگڑنے والوں کے حساب میں
مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ
کوئی چیز نہیں ہے لیکن ان کے ذمے نصیحت کرنی ہے
يَتَّقُوْنَ (۶۹)
تاکہ وہ ڈریں

یتقون: مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر اتقاء ہے۔ اور وقیٌ سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں بچانا۔ حفاظت کرنا۔ اتقاء کے معنی ہیں خود بچنا، پرہیز کرنا۔

حساب: شمار، گنتی۔ یہاں اس سے مراد ان کے کام اور عمل ہیں

ذکری: اس کے معنی وہی ہیں جو ذکر کے ہیں اور یہ اس کی دوسری شکل ہے یعنی یاد دہانی۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ جو بدتمیز اور شریر لوگ قرآن مجید کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ ان کے ساتھ میل جول نہ رکھو اور ایسی حالت میں ان کی مجلس سے اُٹھ جاؤ۔ جب آپ نے لوگوں کو یہ آیت سنائی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم حرم کعبہ میں طواف اور عبادت کرنے جاتے ہیں۔ اور وہاں مشرک بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کا کام ہر وقت یہی ہے کہ ہماری اور ہمارے کاموں کی ہنسی اڑائیں اور قرآن شریف کی آیتوں کی بُری طرح نقلیں اتاریں۔ تو کیا ہمارا وہاں جانا منع ہو گیا ہے کیونکہ ہم جائیں گے تو ہمیں دیکھ کر وہ اور بھی زیادہ شرارت کرنے لگیں گے گو ہم عبادت کے لیے جاتے ہیں لیکن ان کی مجلس میں شرکت بھی ہو جائے گی اور اس آیت کا خلاف لازم آئے گا۔ بعض لوگوں نے کہا اگر ہم ان کے پاس نہ جائیں پھر ان کی اصلاح کیسے ہوگی۔

اس آیت میں اس مشکل کا حل کیا گیا ہے۔ کہ جو طواف کعبہ اور عبادت کی نیت سے مسجد حرام میں جائے ان کی باتوں سے کوئی سروکار نہ رکھے اور ان کی حرکات کو برا سمجھے اور ان کے ستانے پر صبر کرے تو ان کے کاموں کی برائی اس کے سر نہ پڑے گی۔ کیوں کہ وہ وہاں اپنے کام سے گیا ہے اور اس کی غرض طواف کعبہ اور عبادت ہے لیکن ہاں وعظ و نصیحت ان کے کانوں تک کسی طرح پہنچاتے رہنا چاہیئے جس کی قسمت میں ہو گا۔ وہ سنور جائے گا۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ ان لوگوں سے بچتے ہیں اور ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے نہیں۔ وہ ان لوگوں کے گناہوں کے ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جائیں گے۔ اگر کسی کو اپنے کسی کام سے ایسے لوگوں میں ان کی شرارت بھری باتوں کے درمیان جانا پڑے تو ان کا شریک نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اور ان کے گناہوں کا وبال اس پر نہیں پڑے گا۔ اور نہ اس وقت وہ انہیں سمجھا سکتا ہے۔ ہاں جب بھی مناسب موقع اور محل ہو۔ ان کے سمجھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ ان میں سے جسے راہ راست پر آنا ہو وہ آجائے۔ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان شریروں میں نصیحت کرنے کے لیے نہ جائے تو اس پر ان کے گمراہ ہونے کا کوئی گناہ نہیں لیکن نصیحت بہتر ہے کہ شاید ان کو ڈر ہو اور وہ نصیحت کرنے والا ثواب پائے۔

Marfat.com

شیریروں سے بچو

وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا

اور چھوڑ دے ان کو جو بناتے ہیں اپنے دین کو کھیل اور تماشا

وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ

اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور

ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا

نصیحت کر قرآن کے ساتھ تاکہ گرفتار ہو جائے کوئی جی بسبب

كَسَبَتْ ۚ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اپنے اعمال کے نہیں اس کے لیے اللہ کے سوا

وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ

کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا

اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ

بنا رکھا ہے اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور

ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا

ان کو قرآن سے نصیحت کر تاکہ اپنے کیے میں

كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کوئی گرفتار نہ ہو جائے اور اس کے لیے اللہ کے سوا

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ

کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہیں

ذَرْ: امر ہے جو ذر سے بنا ہے وذر کے معنی ہیں چھوڑ کر الگ ہو جانا ذر کے معنی ہوئے چھوڑ کر الگ ہو جا۔ اس سے کوئی کام نہ رکھ۔

لَعِبًا وَّلَهْوًا: کھیل کود۔ یہ الفاظ اسی سورت کے چوتھے رکوع میں بھی گذر چکے ہیں۔

غَرَّتْ: ماضی کا صیغہ ہے اور غرور سے بنا ہے۔ غرور کے معنی ہیں بہکانا، دھوکا دینا۔ مغرور اس شخص کو کہتے ہیں جو دھوکے اور غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

تُبْسَلَ: (پکڑا جائے) مضارع مجہول ہے بَسل سے جس کے معنی ہیں پکڑ لینا۔ گرفتار کر لینا۔

پہلے لوگوں نے اپنے دین کو اتنا بگاڑ لیا کہ ناچ گانا اور کھیل تماشے بھی اپنے دینی ارکان میں داخل کر لیے اور بعد میں یہی جی بہلانے والی چیزیں سارا دین بن گئیں اور ان رسومات کے سامنے اصل دین یعنی عبادات اور معاملات بالکل مٹ گیا۔ گویا دین فنا ہو گیا۔ اور اس کے بگاڑنے والی وہ قومیں بھی باقی نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ دین بھی اپنی اصلی صحیح شکل میں قائم رہے اور اس کے ماننے والے مسلمان بھی اچھی حالت میں رہیں۔ فرمایا کہ ان سے بول چال چھوڑ دو۔ البتہ قرآن شریف کا پیغام ان کو پہنچا دو اور مناسب طریقے سے ان کو سمجھا دو کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کے باعث گرفتار ہو جاؤ گے اور تمہارا کوئی دوست مددگار نہ ہوگا۔ حالت یہ ہوگی کہ تمہارے اعمال جن میں اللہ کے حکموں کا اور اس کے بنائے ہوئے قانون اور قاعدوں کا کوئی خیال نہیں کیا گیا بلکہ ان کو خواہشوں کی پیروی کر کے توڑا گیا۔ تمہاری تباہی کا باعث ہوں گے۔ دوست تم سے کترائیں گے، سفارش کرنے والے تم سے بھاگیں گے۔ اللہ کے سوا جس سے تم دنیا میں سارے تعلقات قطع کر چکے تھے اور کوئی تمہیں نظر نہ آئے گا اور تمہیں یقین ہو جائے گا۔ کہ اب تمہاری خیر نہیں اللہ جس سے آخر میں پالا پڑنا تھا اس کو دنیا میں تم نے چھوڑ دیا اور اپنے سے ناراض کر لیا اور اللہ کو چھوڑ کر جن سے تم نے رشتے جوڑے تھے وہ آج تمہیں چھوڑ گئے۔ آج تمہارا معاملہ فقط اللہ سے ہے اور وہ تم سے ویسے ہی پیش آئے گا جیسے اس نے ایسی حالت پیش آنے سے پہلے ہی دنیا میں قرآن مجید کے ذریعے تمہیں خوب کھول کھول کر جتا دیا تھا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔ اس لیے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔

Marfat.com

بدلہ قبول نہ کیا جائے گا

وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ
اور اگر بدلہ دے سارا بدلا نہ لیا جائے
مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا
اس سے یہی ہیں جو پکڑے گئے
بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ
اس میں جو کمایا خود نے ان کے لیے پینا ہے
مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا
کھولتا ہوا پانی اور عذاب دردناک اس سے
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

تھے وہ کفر کرتے

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ
اور اگر بدلے میں سارے بدلے دے تو اس سے قبول نہیں
مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا
ہوں یہی لوگ ہیں جو اپنے کیے
بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ
گرفتار ہوئے ان کو گرم پانی پینا
مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا
ہے اور دردناک عذاب ہے کفر
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۱۴
کے بدلے میں

تعدل: یہ باب سے ہے عدل کے معنی عربی میں برابری کے ہیں جو کسی کے برابر ہو وہی اس کا بدلہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہاں اس کے معنی بدلے کے ہیں۔ شَرَابٌ: عربی میں ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں جیسے ہر کھانے کے قابل چیز کو طعام کہتے ہیں۔ حرام شراب کے لیے عربی میں خمر وغیرہ دوسرے لفظ ہیں۔ حَمِيْمٌ کے معنی گرم کے ہیں۔ یہ ح۔ م۔ م سے بنا ہے۔ اس مادہ سے دو لفظ ہمارے ہاں مشہور ہیں، ایک حمام غسل کی جگہ جہاں عام طور پر گرم پانی ہوتا ہے اور حمام تو دیگ گرم رکھا جاتا ہے۔ دوسرا لفظ حمی ہے جس کے معنی بخار ہیں۔

یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے پہلے حصہ میں کہا گیا تھا۔ کہ اللہ کے سوا ان کو کوئی حامی اور مددگار نہ ملے گا۔ اس آیت میں ہے کہ اگر وہ بدلے میں سب کچھ جو ان کے پاس ہے دے کر بھی جان چھڑانی چاہیں گے تو ممکن نہ ہوگا۔ دنیا بھر کے سارے معاوضے وہاں بیکار ہوں گے۔ اگر بالفرض ان کے پاس سارا دنیا ہو اور وہ اسے دے کر خود بچنا چاہیں تو بھی بچ نہ سکیں گے۔ وہاں تو فقط نیک اعمال کی پوچھ ہے جب ان کے اعمال ہی ان کی گرفتاری کا باعث ہو گئے۔ تو اب ان کے چھوٹنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ارشاد ہے کہ بڑے سے بڑا بدلہ بھی وہاں مقبول نہ ہوگا۔ قیامت میں ایسے لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ گناہوں کی شامت نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگتنے کے لیے مجرموں کی طرح اللہ کے دربار میں قیدی بنے کھڑے ہوں گے، ان کے اعمال ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بن کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیں گے۔ دنیا میں بڑے بڑے ٹھنڈے پانی کے گلاس پیئے ہوں گے برف میں دبی ہوئی بوتلوں کے سوا بات ہی کی ہو گی۔ نرم نرم گدوں اور کرسیوں پر آرام سے براجمان رہے ہوں گے۔ لیکن وہاں تو ان کے کفر ہی کو سامنے رکھا جائے گا۔ یہ کہ یہ دنیا کے معزز کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ ان کی رعایت چاہیے۔ دنیا کا طمطراق اور مال وجاہ وہاں کچھ کام نہ آئے گا۔ پینے کو کھولتا ہوا پانی ملے گا اور دکھ، درد، بے چینی اور اضطراب ہر قسم کا جسم و جان کا عذاب بھگتنا ہوگا اور وہ فقط اس لیے کہ دنیا میں اللہ کو نہ پہچانا اور اس کے حکموں سے منہ موڑا۔

Marfat.com

تبلیغ کا طریقہ

مسلمانوں پر تبلیغ فرض ہے اور یہ فرض وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجلّ نے مقرر کیا اور ان کے بعد امتِ مسلمہ کی طرف جو آپ کی نائب ہوئی عائد ہوا۔ اس سورت میں ایک مرتبہ تبلیغ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اب دوسری مرتبہ پچھلے چار سبقوں میں جو تین آیتیں گذریں۔ ان سے امّت پر تبلیغ صرف فرض ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا طریقہ بھی بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔ اس سبق میں اسی پر غور کرنا ہے تاکہ اس فرض کی اہمیت سمجھ کر اس کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ گذشتہ تین آیات اس سلسلہ کی کڑی ہیں۔ ان میں پہلی آیت ۲ خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف سن کر اس کی ہنسی اڑائیں اور اس کی اپنی زبان سے یا حرکتوں سے بے ادبی کریں۔ اور آدمیت کے ساتھ سننے کے لیے تیار نہ ہوں۔ ان کے پاس سے اٹھ جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ان کے پاس بیٹھے رہنے سے خوف ہے کہ ہم بھی کہیں انہیں میں نہ لکھ لیے جائیں اور اسی رنگ میں نہ رنگے جائیں پھر ان کے پاس جب تک وہ کسی اور شغل میں نہ لگ جائیں جانا بھی نہیں چاہیئے۔

مکّہ کے کافروں نے ایسا ہی کیا تھا کہ مسلمانوں سے قرآن سُن کر اس کی بگاڑ کی نقلیں نکالتے تھے اور اس کے ساتھ ٹھٹھّی مخول کرتے تھے اس پر لوگوں کے دل میں خیال گذرا کہ پھر ان کی ہدایت کی کیا صورت ہوگی کیونکہ ہمارے جاتے ہی تو کافر وہی لعن طعن ہنسی گستاخی شروع کر دیتے ہیں۔ جس کا جواب دوسری آیت میں یہ دیا گیا کہ ایسی حالت میں کنارہ کشی سے تم پر کوئی الزام عاید نہ ہوگا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ اُن کے پاس قرآن کے احکام پہنچانے ضرور چاہئیں تاکہ ان میں سے جو سمجھدار ہوں وہ شاید سمجھ جائیں۔ تیسری آیت میں صاف صاف کہہ دیا گیا کہ ان گستاخ لوگوں سے جو دین کو کھیل کود ہنسی دل لگی بنائے ہوئے ہیں۔ تعلق نہ رکھو۔ لیکن پھر بھی یہی ارشاد ہوا کہ ان کو وعظ نصیحت کی باتیں اور قرآن کی آیتیں پہنچاتے رہو۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن سے یہ خوف ہو کہ ہم ان کے پاس جائیں گے تو وہ ہماری ہنسی اڑائیں گے۔ ان کے پاس جانا اور زبانی وعظ و نصیحت کرنا فرض نہیں رہ جاتا۔ اس لیے تبلیغ کا طریقہ ایسا ہونا چاہیئے کہ تبلیغ بھی ہوجائے اور نزاع کی صورت بھی نہ پیدا ہونے پائے ——— سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر خود عمل کرکے اسے سب سے اچھا دین ثابت کریں۔ کسی سے کچھ کہنے سننے سے پہلے اپنی حالت ایسی درست کریں کہ سب کہنے لگیں کہ بے شک اخلاق۔ بات چیت۔ لین دین معاشرت سیاست میں یہی ہم سب سے اچھے ہیں۔ ہمدردی نصیحت اور انسانی خیر خواہی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اتفاق اور اتحاد کی مجسم مثال ہیں۔ جب ہم خود اپنے آپ کو درست کرکے دکھا دیں گے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعی ہم سب سے یہی اچھے ہیں تو پھر وہ خود بخود ہمارا طریقہ اختیار کریں گے۔ اس حالت کے ساتھ جس میں مسلمان اب مبتلا ہیں۔ غیر مسلموں کے پاس جانا اپنی ہنسی اڑانا ہے موجودہ صورت میں تو خود مسلمانوں ہی سے ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہی ہمیں پھٹ سے جواب دینے ہیں کہ پہلے اپنی ناف دیکھو پھر دوسرے سے کہنا۔ بیکار ہے ایسی حالت میں ہم غیروں سے کیا امید رکھ سکتے ہیں۔ پس تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے لیے نمونہ بناؤ اور اس کے ساتھ دوسروں کو بھی پیغام سناؤ۔

Marfat.com

ماسوای اللہ کی پکار

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
کہدے کیا پکاریں ہم اللہ کو چھوڑ کر اسے جو نہ
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
نفع دے اور نہ ضرر دے ہم کو اور لوٹ جائیں اوپر ایڑیوں اپنی کے
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ
اس سے بعد کہ راہ دکھائی ہم کو اللہ نے مانند اس کے کہ بہکا دیا اس کو
الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ
بہکوں نے زمین میں بکا بکا اس کے لیے
اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ
رفیق ہیں کہ بلاتے ہیں اس کو راستہ کی طرف ہمارے پاس آ

عَقَابٌ: عقب کی جمع ہے جس کے معنی ایڑی کے ہیں۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
تو کہدے کیا ہم اللہ کے سوا ان کو پکاریں جو ہم کو نہ
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان اور کیا ہم الٹے پاؤں پھر
بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ
جائیں اس کے بعد کہ دکھا چکا ہم کو اللہ راہ سیدھی اس شخص کے مثل
الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ
کہ اس کو بہتوں نے جنگل میں رستہ بھلا دیا ہو جب کہ وہ
اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ
حیران ہے اس کے رفیق اسے راستہ کی طرف بلاتے ہیں کہ چلا آ ہمارے پاس

استھوت: ماضی کا صیغہ ہے۔ استھواء سے بنا ہے اور اس کا مادہ ہ۔ و۔ ی ہے استواء کے معنی ہیں بہکانا۔

الشیطین: شیطان کی جمع ہے۔ یہ لفظ پہلے بہت دفعہ آچکا ہے یہاں اس سے مراد وہ خبیث روحیں ہیں جنہیں چھلاوہ، غول وغیرہ کہتے ہیں۔ اوپر اس کا ترجمہ جن کیا ہے۔ جن وہ ہے جو آنکھ سے دکھائی نہ دے لیکن اور طرح محسوس ہو۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر پتھروں، درختوں وغیرہ کو پکاریں اور ان کی پوجا کریں۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ نہ ہمیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ کیا تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہم سیدھے راستہ پر پڑنے کے بعد پھر اس سے الٹے پاؤں پھر جائیں۔ اللہ نے تو ہمیں ہدایت کی اور ہم پھر اس ہدایت سے منہ موڑ لیں۔ ان سے پوچھو کہ تم اس شخص کو کیسا سمجھو گے جو اپنے خیرخواہ دوستوں اور رفیقوں کے ساتھ سیدھی سڑک پر چل رہا ہے۔ شریر خود غرض، ستانے والے شیطان اسے اشارے کر کر کے اس کے ساتھیوں سے چھڑا دیتے ہیں اور اسے پھر جنگل میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ اب وہ ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہے۔ خبیث روحوں کے اثر سے ہوش و حواس غائب ہیں۔ کبھی اس چیز کی طرف لپکتا ہے کبھی اس چیز کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کے ساتھی اسے ہمدردی سے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ ہمارے پاس آجاؤ۔ ان پریشانیوں سے چھوٹ جاؤ گے۔ مگر وہ گمراہ شیطانوں کے قبضہ میں ہے۔ وہ ان کی نہیں سنتا۔ ہم اگر اب اسلام چھوڑ دیں تو ہماری حالت بالکل ایسے ہی شخص کی ہوگی۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ بری خواہشوں کے بہکاوے میں آکر سچے مسلمانوں کے راستہ سے الگ نہ ہونا چاہیئے، ورنہ اگر خواہشوں کا شکار ہو گیا تو پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور خیرخواہ دوستوں کی آواز ان تک نہ پہنچے گی کیونکہ خواہشیں اندھا بہرہ کر دیتی ہیں اور پھر تنہا چھوڑ کر چل دیتی ہیں۔

Marfat.com

اللہ کی صفات

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَ اُمِرْنَا
تو کہدے بیشک اللہ کی راہ ہے وہی ٹھیک راہ اور حکم دیا گیا ہمیں
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۷۱﴾ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
کہ فرمانبردار ہیں پروردگار عالم کے اور یہ کہ قائم کرو نماز کو
وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
اور ڈرتے رہو اس سے اور وہی ہے جس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ
اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسا چاہیے
وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۭ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ
اور جس دن کہے گا ہو جا پس ہو جائے گا اسی کا کہنا سچ ہے
وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ
اور اسی کا ملک ہے جس دن پھونکا جائیگا صور میں جاننے والا ہے
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾
چھپے اور کھلے کا اور وہی حکمت والا خبر رکھنے والا ہے

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۙ وَاُمِرْنَا
تو کہدے کہ اللہ نے جو راہ بتائی ہے وہی سیدھی راہ ہے اور ہم کو حکم ہے
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
کہ فرمانبردار رہیں پروردگار عالم کے تابعدار رہیں اور یہ کہ نماز قائم رکھو
وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی ہے کہ جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ
اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو عجیب طور پر پیدا
وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۭ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ
اور جس دن کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا اسی کی بات سچی ہے
وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ
اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائیگا چھپی اور کھلی بات کا
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾
جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا

خَلَقَ (بنانا) یہ خلق سے بنا ہے خلق کے اصل معنی ہیں کسی چیز میں کاٹ چھانٹ کر کے کوئی اور چیز کاٹنا بنانا جیسے کپڑے کے تھان میں سے قمیص ایک اندازے سے کاٹ کر بناتے ہیں سارے آسمان اور زمین ایک چیز سے ٹھیک اندازے کے ساتھ کاٹ چھانٹ کر بنے ہیں فرق اتنا ہے کہ قمیص کاٹنے سے تھان کم ہو جاتا ہے مگر وہ چیز جس سے آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی چیزیں بنی ہیں وہ کم نہیں ہوتی۔

صُوْر: عربی میں نرسنگے کو کہتے ہیں جو سینگ کو کھوکھلا کر کے بنتا ہے اور اس کے پتلے سرے کو منہ میں لے کر پھونک مارنے سے بڑی زور دار آواز نکلتی ہے اسی طرح ایک چیز عالم غیب میں تیار ہے جس میں اسرافیل فرشتہ وقت آنے پر پھونک مارے گا اور اس کی ڈراؤنی آواز سے سب پیدا فنا ہو جائے گی۔ پھر جب خدا کو منظور ہوگا تو وہ دوبارہ پھونک مارے گا جس سے پھر سب لوگ زندہ ہو جائیں گے اور قیامت قائم ہوگی ہمارے سمجھانے کے لیے اسے صور کہا ہے ورنہ اس کی حقیقت اس وقت سمجھنی مشکل ہے۔

پچھلی آیت میں کہا تھا کہ مشرکوں سے کہہ دو کہ ہم بت پرست نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمیں حقیقی معبود کی پہچان ہو گئی ہے۔ اس آیت میں اسی اصلی معبود کی صفتیں بیان کی گئی ہیں (۱) وہ تمام جہان کا پالنے والا ہے (۲) قیامت کو سب اس کے سامنے حساب کتاب کے لیے جمع ہوں گے (۳) اس نے آسمان زمین بنائے (۴) وہ کُن (ہو جا) کہہ کر پیدا کرنے والا ہے (۵) جو وہ کہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے (قولہ الحق) (۶) قیامت کے دن بادشاہت اسی کی ہوگی (۷) وہ چھپے اور کھلے دونوں سے واقف ہے۔

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کی مثال

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کیا پکڑتا ہے تو
اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ
بتوں کو معبود بیشک میں دیکھتا ہوں تجھے اور تیری قوم کو بیچ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
گمراہی ظاہر کے اور اسی طرح دکھائیں ہم نے ابراہیم کو
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ
پھیلاؤ آسمانوں کی اور زمین کی اور تاکہ ہو جائے وہ
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾
یقین کرنے والوں میں

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ
اور یاد کر جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کہا تو کیا
اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ
بتوں کو خدا مانتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
گمراہی میں اور اسی طرح ہم ابراہیم کو
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ
آسمانوں کے اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ ہو
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾
یقین آجائے

اٰزر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام ہے جو بت پرست تھا اور اس کی قوم ساری ہی بت پرست تھی۔

اصنام: (بت) صنم کی جمع ہے۔ صنم کسی خیالی چیز کی ایک مقررہ کی ہوئی جسمانی شکل کو کہتے ہیں بتوں کو بھی اصنام اس لیے کہتے ہیں کہ وہ خیالی دیوتاؤں کے مجسمے ہوتے ہیں۔

الٰہۃ: اللہ کی جمع ہے۔ الٰہ کے لفظی معنی ہیں۔ کوئی چیز جو دل پر گہرا اثر کرے اس سے مراد معبود ہے۔

ملکوت: سارے عالم کے نظام کو ملک کہتے ہیں۔ اس کے ماتحت چھوٹے چھوٹے نظام ملکوت کہلاتے ہیں دنیا میں جو چیز ہے اس کا ایک اپنا نظام ہے اور پھر یہ نظام ایک بڑے مجموعی نظام کے ماتحت ہے پہلا نظام ملکوت ہے اور دوسرا ملک ہے۔

پچھلی دو آیتوں میں کہا گیا ہے کہ کافروں سے پوچھو کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر بتوں کا پوجنا کس نے بتایا ہے۔ جس میں ذرا سی بھی عقل ہے کہ بت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے کائنات کے اندر نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو پہچانا اور بتوں کو اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ اور ناکارہ پایا انہوں نے اپنے باپ کو بھی یہی سمجھایا۔

ارشاد ہے کہ دیکھ ابراہیم نے اپنے باپ سے کیسی عقل مندی کی بات کہی کہ کیا تم ان پتھر مٹی کی گھڑی ہوئی اور بنائی مورتوں کو پوجتے ہو اور ان کو اپنا معبود قرار دیتے ہو۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم سب ایک نہایت کھلی ہوئی اور فاش غلطی میں پھنسے ہوئے ہو بھلا اس سے زیادہ نادانی کیا ہو گی کہ اپنے ہاتھ سے ایک مورت گھڑی اور لگے اس کی پوجا کرنے۔ آگے ارشاد ہے کہ ابراہیمؑ نے جب بتوں کو چھوڑا تو ہم نے اس پر آسمانوں اور زمینوں کے بھید ظاہر کرنے شروع کر دیئے۔ اور بتایا کہ جس چیز کو دیکھو وہ ایک الگ اپنا نظام رکھتی ہے اور پھر یہ سارے نظام ایک عظیم الشان نظام کے تحت چل رہے ہیں جو اللہ کی قدرت سے قائم ہے۔

Marfat.com

عقل کا کام

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ

پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارا

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ

کہا یہ میرا رب ہے پھر جب غائب ہو گیا کہا نہیں میں پسند کرتا

الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا

غائب ہو جانے والے پھر جب دیکھا اس نے چاند چمکتا ہوا کہا یہ

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ

میرا رب ہے پھر جب غائب ہو گیا کہا البتہ اگر نہ ہدایت کی مجھ کو

رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾

میرے رب نے البتہ ضرور ہو جاؤں گا میں منجملہ قوم گمراہوں کے

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ

پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارا

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ

کہا یہ میرا رب ہے پھر جب غائب ہو گیا کہا نہیں میں پسند کرتا

الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا

غائب ہو جانے والے پھر جب دیکھا اس نے چاند چمکتا ہوا کہا یہ

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ

میرا رب ہے پھر جب غائب ہو گیا کہا البتہ اگر نہ ہدایت کی مجھ کو

رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾

میرے رب نے البتہ ضرور ہو جاؤں گا میں منجملہ قوم گمراہوں کے

جَنَّ (ڈھانپ لیا) فعل متعدی ہے جس کا مصدر جَنٌّ ہے اس کے معنی ہیں ڈھانپ لینا۔ چھپا لینا جنون حاصل مصدر ہے جس کے معنی ہیں پوشیدگی پردہ میں ہو جانا۔ چھپ جانا۔ ڈھک جانا۔ اسی سے جن بنا ہے جو ایک پوشیدہ مخلوق ہے اور آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی۔ یہاں اس سے مراد اندھیرے میں چھپا لینا ہے۔

اَفَلَ (غائب ہو گیا) فعل لازم ہے۔ اس کا مصدر اُفُول ہے (غائب ہو جانا۔ غروب ہو جانا۔ چھپ جانا) اَفِلٌ اسی سے اسم فاعل ہے غائب ہونے والا۔

پچھلی آیت میں ذکر تھا، کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تو اللہ نے ان کی عقل کو اور روشن کر دیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ صرف بت ہی نہیں بلکہ دنیا کی اور چیزیں بھی خواہ وہ بظاہر شاندار نظر آتی ہوں خدائی کے قابل نہیں۔ اگرچہ انہیں بھی لوگوں نے خدا بنا رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی بچپن ہی تھا، کہ انہوں نے اس بارے میں سوچ بچار شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اگلی آیتوں میں اسی کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ رات کے اندھیرے میں انہیں آسمان پر ایک بڑا روشن ستارا نظر آیا۔ خیال کیا کہ شاید یہ خدا ہے اور میرا رب ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ غائب ہو گیا، تو ان کے دل نے فیصلہ کیا۔ کہ ایسی ہر تی پھرتی چیزیں خدا نہیں ہو سکتیں۔ اس کے بعد انہوں نے چمکتا ہوا چاند دیکھا اور اس کی چمک دمک سے اس کی خدائی کا خیال گذرا۔ وہ بھی تھوڑی دیر میں غائب ہو گیا۔ تو آپ نے کہا کہ اگر میرے رب نے مجھے اپنی طرف راستہ نہ دکھایا تو میں یقیناً بھٹک جاؤں گا۔ حضرت ابراہیم کا یہ واقعہ ذہن نشین کرانے کا عمدہ تشبیہ ہے۔

Marfat.com

عقل کا فیصلہ

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ
پھر جب دیکھا سورج دہکتا ہوا کہا یہ میرا رب ہے
هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ
یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ چھپ گیا کہا اے میری قوم میں بیشک
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ
بیزار ہوں ان سے جنہیں تم شریک ٹھیراتے ہو۔ بیشک میں نے موڑ لیا اپنا منہ
لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
اس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے الگ ہو کر
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ ۚ
اور نہیں میں مشرکوں میں سے

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ
پھر جب سورج جھلکتا ہوا دیکھا کہا یہ میرا رب ہے
هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ
یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم جن
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ
کو تم شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں میں اپنے منہ کو یکسو
لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
ہو کر اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ ۚ
میں شرک کرنے والا نہیں ہوں

جب دن نکلا تو سورج بڑی آب و تاب سے جلوہ گر ہوا۔ در و دیوار روشن ہو گئے۔ اس کی چمک دمک سے آنکھوں میں چکاچوند ہونے لگی۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ شاید یہ میرا رب ہونے کے قابل ہے یہ سب سے زیادہ بڑا اور شاندار نظر آتا ہے۔ آخر دن ڈھلنے پر وہ ماند پڑ گیا اور رفتہ رفتہ نظروں سے بالکل غائب ہو گیا۔ اب تو حضرت ابراہیمؑ نے فیصلہ کر لیا کہ جب ستارے، چاند، سورج سب کے سب مجبور ہیں تو ان میں سے کوئی بھی میرا خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں نے قطعاً ان چیزوں کو چھوڑا۔ اور اے لوگو! سن رکھو کہ جب اتنی بلند اور روشن چیزیں خدا نہیں ہو سکتیں۔ تو یہ تمہارے بت کس گنتی میں ہیں۔ میں تمہارے ان سب خداوں کا انکار کرتا ہوں اور اپنے خدا۔ اللہ عزیز و حکیم کے آگے سر جھکاتا ہوں اور تم جو چیزیں اس کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ ان سب سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ اب ان آیتوں کے خلاصہ پر غور کیجیے۔

ابراہیمؑ نے دن کے وقت سورج کو دیکھا اور اس کی شان و شوکت اور آب و تاب سے مرعوب ہو کر خیال کیا۔ کہ یہ تو ستارے اور چاند سب سے بڑا ہے، بلندی پر اکیلا براجمان ہے اور اپنی روشنی اور گرمی سے سب کو گھیرے ہوئے ہے، ضرور یہی میرا خدا ہے۔ آخر جب وہ بھی ڈوب گیا تو لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ بس اب حد ہو چکی ہے۔ میں تمہارے مصنوعی خداؤں سے بیزاری کا کھلم کھلا اظہار کرتا ہوں اور اپنا منہ اس عالی شان ہستی کی طرف موڑتا ہوں۔ جس نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو بغیر نمونے کے پیدا کر دیا۔ میں اپنا رخ تمام چیزوں کی طرف سے پھیر کر فقط اسی کی طرف کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔

یہ طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسان کو عقل سے کام لینے کا سکھایا اور انہوں نے اس طرح اللہ کی پہچان کر کے اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانے والوں کا نام مسلم رکھا۔

Marfat.com

کٹ حجتی کا جواب

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي

اور جھگڑا کیا اس سے اس کی قوم نے کہا کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ کے

اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا

بارے میں اور وہ ہدایت کر چکا مجھ کو اور میں نہیں ڈرتا اس سے

تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ

کہ شریک کرتے ہو تم اس کے ساتھ مگر یہ کہ چاہے میرا رب

شَيْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

کچھ گھیر لیا میرے رب نے ہر چیز کو علم میں

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

کیا پس نہیں سوچتے تم

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي

اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا بولا کیا تم مجھ سے اللہ کے ایک

اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا

ہونے میں جھگڑا کرتے ہو اور وہ مجھ کو سمجھا چکا اور میں ان سے نہیں ڈرتا

تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ

جس کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف

شَيْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

پہنچانی چاہے میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا احاطہ کر لیا

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ہے کیا تم سوچتے نہیں

حَآجَّهٗ (جھگڑا کیا اس سے) بابِ مفاعلہ سے ہے جس کا مقصد محاجّۃ ہے اور مادہ ح ج ج ہے (حجۃ) حجّۃ کے معنی دلیل بیان کرنا اور محاجّۃ کے معنی ہیں دوسرے کی دلیل توڑنا اور اپنی دلیل زور سے بیان کرنا جس کا نتیجہ جھگڑے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس لیے اس سے مراد جھگڑا کرنا ہی ہوتا ہے۔ انسان کا خاصہ ہے کہ اپنے جیسے اور انسانوں سے مل کر ایک بستی بسا لیتا ہے اور تھوڑے ہی دن میں اس بستی کے لوگ اپنے رہنے سہنے کا ایک طریقہ مقرر کر لیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس کے ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ اس سے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ اسی کا نام رسم و رواج ہے۔ رسم و رواج میں کچھ باتیں صحیح اور کچھ غلط ہوتی ہیں۔ ان غلط باتوں کے درست کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے رسول اور پیغمبر بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ لوگ پرانی رسموں سے ہٹنا نہیں چاہتے۔ ان کو اپنے غلط رسم و رواج ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں اور پیغمبر کی اصلاح کو رد کر دیتے ہیں اور پیغمبر ان کو سمجھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اللہ کے پیغمبر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں غلط خداؤں کے ماننے کا رواج پڑ گیا ہے۔ دراصل اسی اصلاح ضروری کے پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ انہوں نے تاروں، چاند، سورج سب کو خدا ہونے کے ناقابل قرار دیا اور لوگوں سے کہا کہ انہیں چھوڑ دو اور ایک خدا کو مانو مگر وہ بہت سے خداؤں کی پوجا کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ سے جھگڑنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ ابراہیم کی قوم نے ان کی بات نہ مانی اور لگے کٹ حجتی کرنے۔ ابراہیمؑ نے کہا تم چاہتے ہو کہ میں بھی تمہاری طرح اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے خداؤں کو ماننے لگوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ نے تو مجھ کو اپنی صاف صاف نشانیاں دکھا کر اپنی پہچان کا سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ چنانچہ میں اس قادر مطلق کے سامنے ہر چیز کو بے بس پاتا ہوں۔ پھر میں اسے چھوڑ کر ان کو اپنا معبود اور خدا کیسے مان سکتا ہوں۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے خداؤں کو نہ ماننے کا تو وہ ناراض ہو کر تجھے سزا دیں گے، میں نہیں مانتا۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ یہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ یہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ سنوار سکتے ہیں۔ ہاں اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ میرا رب ہے۔ اور وہ ایک ایک کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے:

Marfat.com

مشرک خطرے میں ہیں

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا
اور کیونکر ڈروں میں اس سے جسے تم شریک کرتے ہو اور تم
تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ
ڈرتے نہیں اس سے کہ تم شریک کرتے ہو اللہ کا
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ
وہ کہ نہیں اتاری اس نے جس کی تم پر کوئی دلیل
فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ
پس کون دونوں فریقوں میں زیادہ حق دار ہے چین کا اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾
ہو تم سمجھ رکھتے (تو بولو)

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا
اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم اس
تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ
بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کا شریک ان کو
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ
کرتے ہو جس کی اس نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری
فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ
اب دونوں فریقوں میں دل جمعی کا کون مستحق ہے
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وقف لازم
بولو اگر تم سمجھ رکھتے ہو

سُلْطَان (دلیل) سلطان کے معنی غلبہ، قوت اور اقتدار کے ہیں۔ جس کے پاس کسی بات کے کرنے کی قوی دلیل یا سند ہوتی ہے وہ دلیر اور قوی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ دلیل یا سند کیا گیا ہے۔ اس کے معنی اجازت، اختیار، حکمرانی کے بھی ہیں۔ کیونکہ ان سب سے دلیری اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

پچھلی آیت میں گذرا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مشرکوں کو جو انہیں اپنے خداؤں کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ جواب دیا کہ ڈرنا تو اس سے چاہیئے جو کچھ طاقت رکھتا ہو۔ یہ تمہارے معبود تو بے جان ہیں جب ان میں جان ہی نہیں تو طاقت کا کیا ذکر ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو۔ تمہارے ان حقیر اور بے بس معبودوں سے میں کیا خوف کر سکتا ہوں جن میں کچھ بھی طاقت نہیں۔ اور تم خود جانتے ہو کہ یہ تمہیں نہ کچھ دے سکتے ہیں نہ تم سے کچھ چھین سکتے ہیں۔ پھر عقل کیسے اجازت دے سکتی ہے کہ بے جان اور بے طاقت چیزوں سے خواہ مخواہ ڈرا جائے۔ اب تم اپنی طرف دیکھو کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ اس میں تمہیں سزا دینے کی پوری قوت اور طاقت ہے اور وہ تمہارا پورا مالک اور تمہیں پالنے والا ہے اور تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ وہ تمہارا حاکم ہے۔ اس نے تمہیں کہیں اجازت نہیں دی کہ تم اس کے سوا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاؤ۔ اور بیکار چیزوں کو اس کے برابر سمجھو اور غلطی سے خیال کرنے لگو کہ اسے مددگاروں کی ضرورت ہے اور وہ خود اکیلا کام نہیں کر سکتا تم مجھے بے جان اور بے طاقت چیزوں سے جنہیں تم نے اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے ڈراتے ہو اور میں تم کو ایک بڑی قدرت اور طاقت والے سے ڈراتا ہوں۔ اب سوچو کہ تم جن سے ڈرنے کے لیے مجھے کہتے ہو۔ وہ بالکل بے طاقت۔ اور میں جس سے ڈرنے کے لیے تمہیں کہتا ہوں وہ سب سے زیادہ طاقتور۔ اب ہم دونوں میں کس کو بے فکری اور دل کا چین حاصل ہوگا۔ تم تو علم کا اور سمجھ کا دعویٰ کرتے ہو۔ اگر علم رکھتے ہو تو بولو کہ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں سے ڈرنے والے دنیا اور آخرت میں چین و آرام سے رہیں گے۔ یا سب کو چھوڑ کر ایک سب سے زیادہ قدرت اور طاقت رکھنے والے اللہ کو معبود ماننے والے دونوں جہاں کا آرام اور اطمینان حاصل کریں گے؟

Marfat.com

مُطمئن کون ہیں؟

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ
جو لوگ ایمان لائے اور نہ ملایا اپنے ایمان میں
بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ
کھوٹ ان ہی کے لیے چین ہے اور وہی
مُّهْتَدُوْنَ (۸۲)
راہ پانے والے ہیں

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ
جن لوگوں نے یقین کر لیا اور اپنے یقین میں کوئی
بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
نقصان نہیں ملایا دل جمعی انہی کے لیے ہے اور وہی
مُّهْتَدُوْنَ (۸۲) ع
سیدھی راہ پر ہیں

۹ ع ۱۲ ۱۵

لم یلبسوا (نہیں ملایا) یہ فعل مضارع ہے جو لبس سے بنا ہے لبس کے معنی خلط ملط کر دینے، ملا دینے کے ہیں۔
بظلم: ظلم سے یہاں مراد وہ فعل ہے جس سے ایمان میں خلل آجاتا ہے، جیسے شرک، اللہ کی نافرمانی، غیر اللہ سے مدد مانگنا، گناہ پر اصرار وغیرہ
مھتدون (راہ یاب) یہ اسم مفعول ہے جو اہتدار سے بنا ہے اور اہتدار کا مادہ ہدایت ہے۔ ہدایت کے معنی ہیں۔ راستہ دکھانا اور اہتدار کے معنی ہیں راستہ پا لینا۔

اس سے پہلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں۔ یہ تو بیچارے بالکل بے جان اور ناتوان ہیں۔ ڈرنا تو اللہ سے چاہیئے جس میں پوری پوری قوت اور طاقت موجود ہے۔ جب تم ایسے طاقتور سے نہیں ڈرتے تو مجھے تمہارے بے بس معبودوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے بعد پوچھا گیا تھا۔ کہ اگر تم میں کچھ سمجھ بوجھ ہے تو بتاؤ کہ تم خطرے میں ہو یا میں خطرے میں ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ تمہارے معبود میرا کبھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لیے میں تو بے خوف ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو تمہیں دنیا اور آخرت دونوں میں سزا دے سکتا ہے۔ اس لیے تمہارے لیے سر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے اب کہو کہ مجھے چین اور بے فکری حاصل ہونی چاہیئے کہ تمہیں اس آیت میں اس سوال کا بہت صاف اور واضح جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے اللہ کو مان لیا اور دل سے یقین کر لیا کہ اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے اور پھر اس بات پر جم گئے اور ایمان لے آئے۔ اور پھر ایسی کوئی بات نہ کی جس سے ایمان میں خلل آئے۔ ان لوگوں کے لیے چین ہی چین ہے۔ کیونکہ جس کا اللہ حمایتی ہو گیا۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے راستے پر ہیں اور سیدھے راستہ پر چلنے والا راستہ کی پریشانیوں سے بھی بچتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچ کر بھی اسے چین اور آرام ملتا ہے۔

اس آیت سے یہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کی مصنوعی چیزوں میں پریشانی ہی پریشانی ہے۔ جو شخص پریشانیوں سے چھٹنا اور ایسی جگہ پہنچنا چاہتا ہے جہاں اس کے لیے آرام و راحت کے سارے سامان مہیا ہیں تو اس کو چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانے اور اللہ پر ایمان لے آئے اور پھر قرآن شریف کے مطابق زندگی اختیار کرے۔

اگر کوئی اپنا ایمان مرتے دم تک بچا لے گیا تو وہ یقیناً آرام و اطمینان کی جگہ پہنچ جائے گا۔ اور اس دنیا میں بھی اس کو بیڑا پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔

Marfat.com

نبیوں کا گروہ

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ

اور یہ ہماری دلیل ہے ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم کے اوپر ہم بلند کرتے ہیں

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۸۳)

درجے جس کے چاہیں ہم بے شک تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

اور ہم نے دیا اس کو اسحاق اور یعقوب سب کو ہدایت کی ہم نے

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سے پہلے اور نوح کی اولاد میں سے داؤد

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَ

اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۸۴) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى

اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم نیک کام کرنے والوں کو اور زکریا اور یحییٰ

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ

اور عیسیٰ اور الیاس کو سب میں نیک بختوں میں ہیں اور اسمٰعیل

وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا

اور الیسع کو اور یونس اور لوط اور ہم نے سب کو سارے جہان والوں

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۸۶) وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

پر بزرگی دی اور ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی

وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى

اولاد اور بھائیوں میں سے ہدایت کی اور ہم نے ان کو پسند کیا اور

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸۷)

سیدھی راہ پر چلایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کی چیزوں اور واقعات سے بالکل ٹھیک نتیجہ نکالنے کی سمجھ عنایت کی تھی اس غیر معمولی قوتِ بینائی کی بدولت اللہ نے ابراہیم کو نبیوں کے گروہ میں ممتاز کیا اور ان کی نسل سے بہت نبی مبعوث کیے اس آیت میں آٹھ نبی نام لے کر ذکر کیے ہیں ان کے بعد امجد نوحؑ علیہ السلام تھے۔

Marfat.com

اللہ کی ہدایت

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ
یہ رہنمائی ہے اللہ کی راہ سمجھانا ہے
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ
اس کے ذریعہ جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے
وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ
اور اگر یہ شرک کرتے تو ضائع ہوجاتا ان سے
مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
جو تھے وہ کرتے

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ
یہ اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جس
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ
کو چاہے اس پر چلاتا ہے
وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ
اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ
مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
انہوں نے کیا تھا بالکل وہ ضائع ہوجاتا

هُدًى (رہنمائی ہدایت) یہ لفظ سورۃ البقرہ کے شروع میں آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں راستہ دکھانا۔ راستہ پر ڈال دینا اور چلانا۔
يَهْدِيْ فعل مضارع ہے جو اسی سے بنا ہے۔
حَبِطَ (ضائع ہونا) یہ فعل ماضی ہے جو حَبْط سے بنا ہے حبط کے معنی ہیں نیست و نابود اور بیکار ہوجانا۔

اس سے پہلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو توحید کا سبق دیا۔ یہی وہ سبق تھا جسے اس سے پہلے بھی تمام نبی سکھاتے چلے آتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اس کے سکھانے والے بہت سے پیدا ہوئے۔ یہ سب کے سب برگزیدہ چنے ہوئے اور مقبول لوگ تھے جن کو اللہ نے دنیا میں سب پر فضیلت دی تھی۔ ان آیات میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی اللہ کی ہدایت کا نمونہ دنیا میں واضح طور پر دیکھنا چاہے تو ان لوگوں کو دیکھ لے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے سیدھے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ اب تم اچھی طرح سن لو کہ سیدھا راستہ یہی ہے کہ اللہ کو ایک اور اقتدار کا اصلی مالک دل سے مانا جائے۔ اسی کا نام توحید ہے۔ اور جو توحید کو نہ مانے تو خواہ بظاہر اس کا رکھ رکھاؤ کتنا ہی بھرا پورا اور شاندار ہو وہ مشرک ہے۔ اور شرک کرنے والوں کا کوئی عمل قبول نہیں۔ اگر یہ لوگ جن کا ذکر ہوا ہے شرک کرتے تو وہ چاہے جتنے نیک کام کرتے ان کے کچھ کام نہ آتے اور ان کا شمار نیکے لوگوں میں ہوتا۔ آخر میں قرآن مجید کا یہ فیصلہ اٹل ہے کہ اللہ کو نہ مان کر یا اس کے سوا دوسری چیزوں کو کام بنانے والا مان کر کوئی شخص یا کوئی قوم فلاح کو نہیں پہنچ سکتی۔ فلاح انہی لوگوں کے لیے ہے جو فقط اللہ کو اپنا معبود اور کارساز مانتے ہیں۔ اس کو چھوڑ کر جو لوگ اوروں کی طرف جھکتے ہیں۔ خواہ یہ بت ہوں بڑے لوگ ہوں۔ ستارے، چاند وغیرہ ہوں یا اپنی نفسانی خواہشیں ہوں۔ ضرور کچھ دن بعد دنیا ہی میں یا مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ بالکل کورے اور خالی ہاتھ ہیں اور انہیں اپنی ناکامیابی کا احساس اور پچھتاوا انہیں کام نہ چھوڑے گا۔ جو لوگ اللہ کو بھول گئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام یونہی چل جائے گا۔ وہ لوگ بالکل نادان ہیں۔ آخر میں کام اللہ ہی سے پڑے گا۔ اور اگر اس دنیا میں نظر بھر رکھیں تو اس وقت تو خود کھل جائیں گی۔ جب گھنگرو بولنے لگے گا اور دنیا کی سب چیزیں جواب دے جائیں گی۔ اس وقت سے لے کر [illegible] ان کا سوائے ندامت حسرت اور افسوس کے کوئی ساتھی نہ ہوگا۔

Marfat.com

زبردست پیشگوئی

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
یہی ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے دی کتاب
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا
اور شریعت اور نبوت پھر اگر کفر کریں اس کے ساتھ
هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
یہ لوگ پس تحقیق سونپ دی ہم نے یہ باتیں ایک ایسی قوم کو جو
لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
نہیں ہیں اس کے ساتھ کفر کرنے والے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
یہی لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا
اور شریعت اور نبوت دی پھر اگر ان باتوں کو یہ
هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
لوگ نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کے لیے ایسے لوگ مقرر
لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
کر دیئے ہیں جو ان سے منکر نہیں

کِتَاب (کتاب) ہر لکھی ہوئی چیز کو کتاب کہتے ہیں خواہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ اس لیے اس کے معنی رسالہ۔ خط۔ مقالہ وغیرہ سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جو اللہ نے اپنے رسولوں کو عنایت کیں۔

حُکْم (حکم) اس لفظ کے تین معنی ہیں (۱) فیصلہ کرنا (۲) فیصلہ (۳) وہ چیز جس کی بنا پر فیصلہ کیا جائے یعنی قانون۔ قانون ہی کا دوسرا نام شریعت ہے۔

نُبُوَّۃ (نبوت) وہ انتہائی صفت جو دل کی پاکیزگی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ یہ ایک اندرونی شے ہے جس کا تعلق براہ راست اللہ کے نور سے ہوتا ہے۔ یہ انسانی کمال کی انتہائی ترقی ہے اور جسے یہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اسے اللہ اپنی کتاب اور شریعت دے کر اپنا رسول مقرر کرتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ ولی ہر شخص ہو سکتا ہے۔ نبی خاص ہوتے ہیں اور رسول ہر نبی نہیں ہوتا۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولی۔ نبی اور رسول سب کچھ ہیں۔ نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہے۔

وَكَّلْنَا (ہم نے مقرر کر دیئے) فعل ماضی ہے اور اس کا مصدر توکیل ہے اور وکالۃ سے بنا ہے۔ وکالت کے معنی ہیں دوسرے کا کام اپنے ذمہ لینا۔ اسی سے وکیل بنا ہے۔ توکیل کے معنی ہیں اپنا کام دوسرے کے ذمے ڈالنا۔ اس سے مؤکل بنا ہے یعنی دوسرے کو کام سپرد کرنے والا۔

پچھلی آیتوں میں بہت سے نبیوں کا نام بتایا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کی ہدایت کے علم بردار تھے۔ اس آیت میں ان کی تین صفتیں بتائی ہیں جو انسانی کمال کی انتہا ہیں یعنی اللہ کی کتاب ملنا۔ شریعت عطا ہونا اور نبوت ملنا۔

ارشاد ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں میں سے بعض کو ہم نے اپنی کتاب دی اور نئی شریعت عطا کی اور ان سب کو نبی بنایا۔ انہی کی طرح تو بھی ان کے پاس کتاب اور شریعت لے کر آیا ہے اگر یہ (مکہ کے لوگ) تیری ان باتوں کو نہیں مانتے تو کوئی مضائقہ نہیں ہم نے اور لوگوں کو پہلے ہی مقرر کر دیا ہے۔ وہ تیری کتاب اور شریعت کو دل و جان سے قبول کریں گے اور تجھے سچا نبی مانیں گے۔

یہ آیت مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں زبردست پیش گوئی ہے جو آپ کے مدینہ تشریف لے جانے پر ہو بہو پوری ہوئی۔

Marfat.com

ہر نبی سیدھی راہ پر ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت کی اللہ نے پس ان کے طریقے پر
اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ
چل کہدے نہیں مانگتا میں تم سے اس پر مزدوری
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰
نہیں وہ مگر نصیحت جہان والوں کے لیے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی سو ان کے طریقے
اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ
پر چل تو کہہ میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰ ع ۱۶
یہ تو جہان کے لوگوں کو محض نصیحت ہے

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے پہلے اور پچھلے نبیوں کا ذکر کیا گیا اور بتلایا گیا کہ ان کو ہم نے کتاب، شریعت اور نبوت عطا کر کے دنیا میں بھیجا کہ اللہ کے بندوں کو سیدھا راستہ بتائیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کو سمجھایا اور اللہ نے ان کے لیے جو راستہ مقرر کیا تھا وہ ان کو بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ ان کے ذمہ بھی وہی کام ہے جو اور نبیوں نے اپنے اپنے زمانے میں کیا۔

اس آیت میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کے اس دنیا میں آنے کے وقت سے ان کے پاس ہر زمانے اور ہر امت میں نبی اور رسول آتے رہے۔ وہ انسان کو وہی ایک طریقہ بتاتے رہے ہیں جو ان کے لیے ان کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے یعنی خالق اور رب نے مقرر کر دیا ہے۔ اور جس پر اس کے ہر فرد کو چلنا چاہیئے۔ اس کے اصول ہر زمانے میں ایک ہی رہے ہیں اور وہ تین ہیں (۱) اپنے خالق اور رب کو پہچاننا (۲) اس کے رسول کو پہچاننا (۳) رسول جو رب کے حکم ان کو پہنچاتا ہے ان کو بے چون وچرا ماننا۔

رسول کو جو کتاب ملتی ہے اس میں اصل حکم موجود ہوتے ہیں۔ رسول ان کے مطابق رہنے سہنے اور اپنے اپنے رب کے اور تمام انسانوں کے لیے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرنے کا طریقہ مقرر کر دیتا ہے۔ ان طریقوں کے مقرر کرنے میں انسان کی ترقی کی رفتار اس کی معاشری، اقتصادی اور سیاسی بڑھتی ہوئی قابلیت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور ہر رسول اپنے زمانے میں اصول کے ماتحت ان باتوں کا خیال رکھتے ہوئے راستہ مقرر کرتا ہے جس کو شریعت کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دنیا کا آخری دور ہے اور اس سارے دور کے لیے دنیا کے ختم تک ایک شریعت مقرر ہے۔ اب رسول کے آنے کی ضرورت نہیں۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول جتنے رسول اور نبی دنیا میں تجھ سے پہلے آئے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے سیدھے اور صاف راستے پر چلنے والے تھے تجھے بھی انہی کے راستہ پر چلنا ہے اور انہی کے طریقہ پر کام کرنا ہے۔ اور وہ طریقہ قرآن مجید میں پورے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی دنیا کے اس دور آخر کے مطابق ترمیم و اصلاح کر دی گئی ہے ان سے کہہ دے کہ میں تمہیں سیدھا راستہ بتانے کا کام اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں۔ اس کے لیے میں تم سے کوئی صلہ، انعام یا مزدوری طلب نہیں کرتا۔ یہ تو تمام جہان والوں کے لیے اللہ نے نصیحت کرنے اور سبق سکھانے کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے تاکہ وہ ادھر اُدھر نہ بھٹکتے پھریں۔ اور آسانی سے اس راستہ پر ہو لیں جو انہیں اطمینان آرام اور راحت سے منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

Marfat.com

اللہ کی کتاب

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ
اور نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی ٹھیک جیسی قدر کرنی چاہیے
اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
جب انہوں نے کہا نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر
مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ
کوئی چیز کہہ کس نے اتاری کتاب
الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى
وہ جو لائے اس کو موسیٰ روشنی اور ہدایت
لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا
لوگوں کے لیے کر دیا تم نے اس کو ورق ورق ظاہر کرتے ہوئے اس کو
وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ
اور چھپاتے ہوئے بہت کچھ

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ
اور انہوں نے اللہ کو نہیں پہچانا پورا پہچاننا
اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
جب کہنے لگے کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز
مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ
نہیں اتاری پوچھ وہ کتاب کس نے اتاری جو
الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى
موسیٰ لے کر آیا تھا روشنی تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے
لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا
جس کو تم نے ورق ورق کر کے لوگوں کو دکھلایا اور بہت
وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ
سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا تھا

قَدَرُوْا قدر کی فعل ماضی ہے جس کا مصدر قدر ہے۔ قدر کے معنی ہیں جانچنا۔ اندازہ لگانا کسی چیز کی قیمت مقرر کرنا یہاں اس سے مراد پہچاننا ہے۔
قَرَاطِيْسُ ورق قرطاس کی جمع ہے جس کے معنی کاغذ کے ورق کے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں نبیوں کا سلسلہ بیان ہوا اور اس سے سمجھ میں آگیا کہ اللہ عزوجل نے انسان کی نوع پیدا کر کے اس کی ہدایت کا طریقہ یہی مقرر کیا ہے کہ اس کے اندر وقتاً فوقتاً اس کے پیغامبر پیدا ہوتے رہیں۔ یہاں تک کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں۔ عرب کے لوگ یہود سے سن کر نبیوں کو جانتے تھے۔ خاص کر حضرت موسیٰؑ سے خوب واقف تھے۔ لیکن جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اللہ کی کتاب قرآن مجید کو ان کے سامنے پیش کیا تو صاف انکار کر گئے۔ کہ اللہ نے کبھی کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی۔ اس آیت میں ان کو اس کا جواب دو طرح دیا گیا ہے ایک تو یہ کہ تم اللہ کو مانتے تو ہو۔ لیکن اس کے علم قدرت اور حکمت سے واقف نہیں ہو۔ اس لیے تم نے اس کو پوری طرح نہیں پہچانا۔ اس نے انسان کے لیے اپنی حکمت سے طریقہ ہی یہ رکھا ہے کہ اس کی ہدایت کے لیے رسول اس کی کتاب لائیں اور اسے لوگوں کو سمجھائیں۔ دوسرے یہ کہ تم اپنے غلط طریقے کی حمایت میں یہ بھی بھول گئے کہ تم موسیٰؑ کو نبی اللہ اور تورات کو کتاب اللہ مانتے تھے اسے یاد کرو اور انکار سے باز آؤ۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اللہ کی صفات کا پورا پورا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں اور اس کی قدرت اور حکمت کا انکار کرتے ہیں اس لیے ان کے منہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ نے کبھی کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی۔ ان سے کہو کہ تم توراۃ کو مانتے ہو تو بتاؤ موسیٰؑ کو وہ کتاب کس نے دی۔ جو کسی زمانے میں لوگوں کے لیے مشعل راہ تھی۔ اب اگرچہ وہ اس کے کچھ اوراق پریشان دکھاتے پھرتے ہیں لیکن بہت سے کونوں کھدروں میں چھپا کر ڈال رکھے ہیں کیونکہ وہ یا تو اس کے ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں دیکھتے اور یا ان سے اتنے غافل ہیں کہ ان کا ہوش ہی نہیں ہے۔

Marfat.com

اُن سے اللہ سمجھے

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ
اور سکھایا گیا تم کو جو نہ جانتے تھے تم
وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ
اور نہ باپ تمہارے کہدے اللہ نے پھر
ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾
چھوڑ ان کو ان کے بیہودہ شغل میں کہ کھیلتے رہیں

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ
اور تم کو سکھلا دیا جو تم نہ جانتے تھے
وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ
اور نہ تمہارے باپ کہدے کہ اللہ نے اتاری
ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾
پھر ان کو ان کی خرافات میں چھوڑ دے کہ کھیلتے رہیں

ذَرْهُمْ: (چھوڑ دے ان کو) ذر امر کا صیغہ ہے اور ذر سے بنا ہے جس کے معنی چھوڑ دینا ہے۔
خَوْضٌ: (شغل) خوض کے معنی ہیں پانی کے اندر گھس جانا پھر اس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی شغل میں ایسا لگ جانا اور کسی چیز کا ہوش نہ رہے یہاں اس سے مراد وہ بیہودہ خیالات ہیں جن کے اندر وہ گم ہیں۔
يَلْعَبُوْنَ: (کھیلتے رہیں) فعل مضارع ہے جو لعب سے بنا ہے لعب کے معنی کھیل کود کے ہیں۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ مکہ کے مشرکوں نے ضد میں آکر قرآن شریف کو اللہ کی کتاب ماننا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ نے کوئی کتاب کسی آدمی پر اتاری ہی نہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ان سے پوچھو کہ حضرت موسیٰؑ پر توراۃ کس نے اتاری جس کی بدولت دنیا میں روشنی اور ہدایت پھیلی اگرچہ اب وہ لوگ جن کی ہدایت کے لیے وہ کتاب اتری تھی۔ اس پر پوری طرح عمل نہیں کرتے بلکہ اس کے کچھ ورق جو ان کے مطلب کے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھا دیتے ہیں۔ اور وہ ورق جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر درج ہے چھپا لیتے ہیں۔
ارشاد ہے کہ اللہ نے یہود کو اس کے یعنی توراۃ کے ذریعے ایسی باتیں سکھائیں جن کو وہ نہ جانتے تھے۔ اور وہ بوکیا ان کے بڑے بوڑھے بھی ان سے بے خبر تھے۔ اور پھر یہود نے ان کو عرب میں بھی پھیلایا۔ اور تمہیں بھی اس کی بدولت وہ باتیں معلوم ہوئیں۔ جن سے تم اور تمہارے بزرگ بالکل بے خبر تھے۔
یہ واقعہ ہے کہ اس وقت عرب میں یہود ہی پڑھے لکھے لوگ تھے یہاں تک کہ قرآن شریف اور محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت توراۃ میں جو کچھ لکھا تھا وہ بھی انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے ہی بتا دیا تھا لیکن آپ کے تشریف لانے کے بعد غرور اور عند کی وجہ سے آپ کا انکار کر دیا۔ مدینہ کے قبیلوں اوس اور خزرج کے لوگ جب مکہ میں آئے تو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود ہی کی بتائی ہوئی نشانیوں سے پہچانا اور آپ کو اللہ کا رسول مان لیا اور خود یہود ایمان سے محروم رہ گئے۔ بلکہ انہی کی وجہ سے عرب کے مشرکوں کو انکار کی جرأت اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور وہ یہاں تک کہہ بیٹھے کہ اللہ نے کوئی کتاب کبھی اتاری ہی نہیں۔ اس کے بعد اشارہ ہے کہ ان سے تو توقع نہیں کہ یہ اس سوال کا ٹھیک جواب دیں گے۔ تم خود ہی ان سے کہہ دو کہ توراۃ بھی اللہ ہی نے اتاری تھی۔ اس کے بعد انجیل اتاری۔ اور ان سب کی تکمیل قرآن مجید اتار کر کر دی۔ اس کے بعد اگر وہ نہ سنیں تو ان کو اپنے بیہودہ خیالات اور غرور اور تکبر میں مست رہنے دو۔ بیکار باتوں اور کھیل کود میں وقت ضائع کرنے دو عنقریب اس سب کی سزا انہیں مل جائے گی۔ دنیا میں بھی تباہ ہوں گے اور آخرت میں بھی اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

Marfat.com

اللہ کی کتاب

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ

اور یہ کتاب ہے ہم نے اتاری ہم نے اس کو برکت دی سچا کہنے والی

الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ

ان کتابوں کو جو اس کے پہلے آئیں اور تاکہ ڈرا دے تو مکہ

الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ الَّذِیْنَ

والوں کو اور ان کو جو اس کے ارد گرد ہیں اور جو لوگ

یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

یقین کرتے ہیں آخرت کا ایمان لاتے ہیں وہ اس پر

وَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ

اور یہ قرآن کتاب ہے برکت والی جو ہم نے اتاری اور ان کی تصدیق

الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ

کرنے والی جو اس سے پہلی ہیں اور تاکہ تو مکہ والوں کو

الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ

اور اس کے اس پاس والوں کو ڈراوے اور جو لوگ

یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

یقین کرتے ہیں آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اس پر

وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں

مُبٰرَكٌ (برکت والا) یہ اسم مفعول ہے اور اس کا مصدر مُبَارَکَۃٌ ہے جو برکۃ سے بنا ہے برکۃ کے معنی خود بخود بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ اس کا استعمال اس معنی میں اچھی چیزوں کے اندر ہوتا ہے بری چیزوں میں برکت نہیں ہوتی۔ مبارکت سے ماضی بَارَکَ ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کے فائدہ کو بڑھا دیا۔ اس لیے مُبَارَکٌ کے معنی ہیں فائدہ میں بہت زیادہ یعنی جس کے فائدے بے شمار ہیں۔

اُمَّ الْقُرٰی (بستیوں کی ماں) شہر مکہ کا لقب ہے کیونکہ یہ آبادی کی جڑ ہے اور یہیں سے سب جگہ ہدایت پھیلی۔

پہلے یہ بیان کیا گیا کہ جو اللہ کو پورے طور پر سمجھ لے گا وہ ضرور مانے گا کہ اللہ نے اپنی کتابیں وقتاً فوقتاً نازل کی ہیں تمہارے سامنے تورات کے ماننے والے موجود ہیں۔ اسے اللہ ہی نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا اگرچہ تورات والے اس پر پورے طور پر عمل نہیں کرتے اور اس کے بہت سے حصے جان بوجھ کر چھپاتے ہیں پھر بھی اس کی روشنی اور ہدایت کو مٹا نہیں سکتے یہ سب کچھ کہنے کے بعد اب قرآن مجید کی غرض اس آیت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن جو تمہارے سامنے ہے یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے اتاری ہے۔ اس کی خوبیاں ان گنت ہیں اور انسان کے لیے اس کے فائدے بے شمار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اس میں ان سب کتابوں کو جو اس سے پہلے انسان کی ہدایت اور فائدے کے لیے اتریں سچا اور برحق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ان کی ساری اچھی باتوں کا خلاصہ اس میں دے دیا گیا ہے یہ ہمارا رحم و کرم ہے کہ انسان کے لیے اتنا ہدایت کا سامان مہیا کر دیا۔ اور پھر ایسا سامان جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ انسان کی ہر کے لیے اب کوئی نئی بات نہیں کہی جا سکتی جو اس سے باہر ہو اس لیے اس کے بعد کسی نبی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہر ایک کو اسی میں سے اپنی بساط کے موافق خود فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو نفع پہنچانا ہے اے رسول تو اس سے فائدہ اٹھانے کی بنیاد اس طرح ڈال کہ مکہ والوں کو اور جو اس کے قرب و جوار میں بستیاں ہیں ان سمجھانا اور برے انجام سے ڈرانا اور اس سے بچنے کا طریقہ بتانا شروع کر جو لوگ مرنے کے بعد اپنے کیے کا پھل پانے کے قائل ہیں وہ اس کتاب کو دل سے مانیں گے اور پھر اس کے حکموں کے مطابق چلیں گے۔ اور یہ لوگ اپنی نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کریں گے کیونکہ نماز کی پابندی اس بات کی نشانی ہے کہ یہ فرمانبردار بندے ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید سے اصلی فائدہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو آخرت کو مانتے ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں ؂

Marfat.com

اللہ کی بے ادبی

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ
اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو گھڑے اللہ پر
کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ
جھوٹ یا کہے وحی کی گئی میری طرف حالانکہ نہیں وحی کی گئی
اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ
اس کی طرف کچھ اور جو کہے میں بھی اتارتا ہوں
مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ط

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ
اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان
کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ
باندھے یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر کچھ
اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ
بھی وحی نہیں اتری اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں
مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ط
اس کے مثل جو اللہ نے اتارا

افْتِرَاءٌ (جھوٹ گھڑنا) یہ لفظ فَرْیٌ سے بنا ہے۔ فری، جھوٹ اور بے اصل بات کو کہتے ہیں۔ افتراء کے معنی ہیں کسی کے سر جھوٹی بات لگانا۔ یا ایسی بری بات کسی میں بتانا جو اس میں نہ ہو۔

اُوْحِیَ (وحی کی گئی) یہ ماضی مجہول ہے جس کا مصدر ایحاءٌ ہے۔ یہ لفظ وحی سے بنا ہے یہاں وحی کے معنی ہیں اللہ کا وہ پیغام جو فرشتہ کے ذریعے کسی کے پاس آئے۔ ایحاء کے معنی ہیں وحی بھیجنا۔ اُوْحِیَ کے معنی ہوئے وحی بھیجی گئی۔

پہلے بتایا گیا کہ یہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ جو انسان کے فائدے کے لیے دنیا میں بھیجی گئی ہے۔ اس کے فائدے کبھی ختم نہ ہوں گے پہلی کتابوں کی تکمیل اور تصدیق کرتی ہے۔ اس لیے جیسے تم تورات کو اللہ کی کتاب مانتے ہو۔ اسی طرح اسے بھی اللہ کی کتاب مانو۔ فرق یہی ہے کہ یہ آخری کتاب ہے۔ اور اس کو قیامت تک کے لیے ہدایات کا ذریعہ قرار دے دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مبارک کہا گیا۔ یعنی اس کی ہدایت اور منافع کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اگر تم اس کا انکار کرتے ہو تو تم سب سے زیادہ ظالم ہو۔ قرآن مجید کا انکار کرنے کے لیے مکہ کے کافر تین باتیں کہا کرتے تھے۔ ان تینوں کو اس آیت میں سب سے بڑا ظلم کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ کی بابت غلط خیال قائم کرے۔ یعنی یہ کہے کہ اللہ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ یا یوں کہے کہ قرآن اگر وحی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو وحی میری طرف بھی آتی ہے اور میں بھی نبی ہوں۔ حالانکہ وحی اس پر نہیں آئی۔ اور نہ وہ نبی ہے۔ یا یوں کہے کہ یہ قرآن جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ نے اتارا ایسا قرآن میں بھی اتار سکتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ کہے کہ اللہ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ انسان آزاد ہے جو چاہے کرے۔ وہ کافر ہے۔ اسی طرح جو یہ دعویٰ کرے میں نبی ہوں اور میرے اوپر وحی آتی ہے۔ حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ کسی پر وحی آسکتی ہے۔ وہ بھی کافر ہے۔ آئندہ کے لیے نبی اور وحی اس لیے موقوف ہو گئے کہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور کسی نئی بات کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی انسان کی بہتری کی راہ اس سے اچھی نکال سکتا ہے۔ وحی بے ضرورت نہیں آتی۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے جب وحی کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے کہ نبی کی بھی ضرورت نہیں۔ اب جو یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے وہ اس آیت کے مطابق جھوٹا ہے اور سب سے بڑا ظالم ہے۔

Marfat.com

ظالموں کی سزا

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
اور اگر تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا
اور فرشتے پھیلائے ہوں اپنے ہاتھ نکالو
اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
جانیں اپنی آج بدلہ دیے جاؤ گے تم عذاب ذلت کا
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ
بوجہ اس کے کہ تھے تم کہتے اللہ پر جھوٹی
الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾
بات اور تھے تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا
اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ اپنی
اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
جانیں نکالو آج تم کو ذلت کا عذاب بدلے میں ملے گا
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ
اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور
الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾
اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے

ظَالِمُوْنَ (ظلم کرنے والے) ظالم کی جمع ہے جو ظلم سے بنا ہے ظلم کے معنی ہیں۔ غلط، بے تکی اور ضرر دینے والی باتیں یا کام کرنا۔ ظالم وہ ہے جو سراسر مضر باتیں اور نقصان کرنے والے کام کرتا ہے۔

غَمَرٰت (سختیاں) غَمْرَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے اصل معنی گہرے ڈبا دینے پانی کے ہیں۔ جو شخص گہرے پانی میں گر پڑے۔ وہ مشکل اور سختی میں پھنس جاتا ہے۔ اس لیے اس کے معنی سختی کے ہو گئے۔

غَيْرَ الْحَقِّ۔ غیر کے معنی مخالف اور حق کے معنی ٹھیک اور سچی بات۔ غیر الحق۔ سچی بات کے مخالف بات جسے ایک لفظ میں جھوٹ کہتے ہیں۔

ظلم کئی طرح کا ہوتا ہے۔ جو شخص بدخیالی سے زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، آنکھوں کے اشاروں یا کسی حرکت سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچائے وہ ظالم ہے۔ قرآن مجید میں جابجا ظلم کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ اس کی برائی دکھائی ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ کا بیان کیا ہے۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ سب سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو اللہ کے لیے کوئی ایسی بات یا صفت تجویز کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے ایسے ہی نبی ہونے کا دعویٰ کرنا بڑا ظلم ہے۔

ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تو ظالموں کی موت کی حالت دیکھے تو خوف سے کانپ اٹھے۔ جب موت آئے گی تو دنیا کی کوئی چیز ان کے کام نہ آئے گی۔ دنیا کو بھول جائیں گے۔ ظاہری آنکھ بند ہو گی۔ مگر آخرت کا ہولناک منظر ان کے سامنے ہو گا۔ جان کنی کی سختیاں ان کو گھیرے ہوئے ہوں گی۔ ان کے بڑے اعمال ڈراؤنی شکل کے فرشتے بن کر ان کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ وہ اپنے لمبے لمبے ہاتھ پھیلا کر غیظ و غضب میں ڈراؤنی آواز سے کہیں گے چھوڑ اپنی چہیتی جان کو۔ دنیا کے غرور اور عزت کے بدلے آج تجھے ذلت اور رسوائی نصیب ہو گی۔ تو نے دنیا میں اللہ کی بابت غلط بیانی کی اور ایسی باتیں اس کی شان میں کہیں جو سراسر جھوٹی تھیں۔ آج تجھے تیرے غرور اور تکبر کی سزا ملے گی۔

Marfat.com

غور کا مقام

قرآن مجید کی آیتیں پڑھنے کے بعد ان کے مضامین پر غور کرنا ساری عبادتوں کی جڑ ہے۔ اس رکوع میں جو پچھلے سبق میں ختم ہوا۔ ہمیں کام کی باتیں سکھائی گئی ہیں۔ پہلے تو یہ کہا گیا۔ کہ جو لوگ قرآن کا انکار یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اللہ نے کتاب اتاری ہی نہیں۔ ان کو یہ کہنا زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی تورات کو اللہ کی اتاری ہوئی کتاب مانتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جس اللہ نے تورات نازل کی جس سے قسمت والوں کو روشنی اور ہدایت حاصل ہوئی۔ اسی اللہ نے اب قرآن نازل کیا ہے۔ اس کا انکار اللہ کی قدرت اور حکمت کا انکار ہے۔ اس کے بعد قرآن کی صفتیں بتائیں کہ یہ کتاب سب سے زیادہ خیر و خوبی اور برکت والی ہے۔ اور اس سے پہلے جتنی بھی کتابیں ہیں۔ ان سب کو یہ سچا اور ٹھیک بتاتی ہے۔ جیسے وہ سب اپنے اپنے زمانے میں انسان کے لیے روشنی اور ہدایت کا سرچشمہ تھیں۔ اور اسی طرح یہ قرآن اس آخری زمانے میں قیامت تک روشنی اور ہدایت پھیلاتا رہے گا۔

اس کے بعد ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اس قرآن پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جو آخرت کو مانتے ہوں۔ آخرت اور قرآن کے ماننے کے بعد لازمی ہے کہ وہ اپنی صلوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہیں گے۔ صلوٰۃ چونکہ ساری عبادتوں کا خلاصہ ہے۔ برائیوں اور فحش باتوں سے بچنے کا ذریعہ ہے اس لیے مطلب یہ ہوا کہ آخرت اور قرآن پر ایمان رکھنے والے اللہ کے فرمانبردار برائیوں سے بچنے والے اور نیک خیال لوگ ہوں گے۔

اس کے بعد آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور وہ ہے موت کا اور جان کنی کی مصیبتوں کا یاد کرنا اور دنیا کی اور اس کی چیزوں کی بے وفائی کا تصور کرنا۔ ساری چیزیں یہیں رکھی رہ جائیں گی۔ اور انسان اکیلا اپنی راہ لے گا۔ اس کے ساتھ سوا ان اچھے یا برے کاموں کے جو اس نے دنیا میں کیے ہوں گے اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ اعمال کا نتیجہ جان نکلنے کے وقت ہی سامنے آجائے گا۔ ادھر سے آنکھ بند ہوتے ہی ادھر کی چیزیں صاف صاف نظر آنے لگیں گی۔ اس وقت آخرت کا یقین ہوگا۔ عقلمند آدمی وہ ہے جو دنیا کی بے ثباتی کو دیکھ کر یہاں کے قیام کو بالکل عارضی سمجھے۔ آخرت کا یقین کرلے۔ اور موت کے عذاب سے بچنے کے لیے جو کچھ ہو سکے یہیں کرلے۔ دوسروں کو مرتا ہوا دیکھ کر ہو نہیں سکتا کہ کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ مجھے بھی ایک دن مرنا ہے۔ لیکن دنیا کے دھندوں میں پھنس کر انسان غافل ہو جاتا ہے۔ اور سیر و تفریح میں دل لگا کر اپنا غم غلط کرتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ مجھے یقیناً مرنا ہے۔ سارے عقل مند لوگ کہتے ہیں۔ کہ برے کاموں کی وجہ سے مرنے کے بعد بہت سخت بے چینی اور اضطراب سے پالا پڑے گا۔ اس لیے اسے یہ فکر پیدا ہونا چاہیئے کہ یہ تھوڑے دن کی زندگی کس طرح بسر کرے تاکہ مرنے کے بعد راحت ملے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اسے قرآن مجید کی باتوں پر یقین آنا شروع ہو جائے گا۔ جس میں صاف صاف لکھا ہے کہ اگر مرنے کے بعد راحت مطلوب ہے تو میری بات مانو اور جس طرح میں کہوں اس طرح زندگی بسر کرو۔ قرآن مجید دنیا میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ انسان فقط دنیا کی زندگی کا عیش و آرام ڈھونڈنے ہی میں نہ لگ جائے۔ بلکہ موت کے بعد کی زندگی کا بہت زیادہ خیال کرے۔ اور وہاں کے آرام و راحت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ورنہ مرنے کے بعد کچھ نہ ہو سکے گا۔

قرآن مجید کی طرف جب انسان جھکے گا تو وہ اسے بتائے گا۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ نماز کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دونوں جہانوں کی بہبودی کا سارا سامان اسی نماز میں پوشیدہ ہے۔

Marfat.com

مرتے وقت انسان تنہا ہوگا

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

اور البتہ آگئے تم ہمارے پاس ایک ایک کرکے جیسے کہ پیدا کیا تھا ہم نے تم کو

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ

پہلی بار اور چھوڑ آئے جو دیا ہم نے تم کو

وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ

پیچھے پیٹھوں اپنی کے اور نہیں دیکھتے ہم تمہارے ساتھ

شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ

سفارش کرنے والے تمہارے جن کو تم کہا کرتے تھے کہ وہ

فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

تم میں ساجھی ہیں البتہ کٹ گیا علاقہ تمہارا

وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

اور گم ہوگیا تم سے جو تھے تم دعویٰ کرتے

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

اور البتہ تم ہمارے پاس ایک ایک ہو کر آگئے جیسے ہم نے تم کو پہلی بار

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ

پیدا کیا تھا اور جو اسباب ہم نے تم کو دیا تھا وہ تم

وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ

اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے

شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ

سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کو تم بتلایا کرتے تھے

فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

کہ ان کا تم میں ساجھا ہے البتہ تمہارا علاقہ منقطع ہوگیا

وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع ۱۱ ۱۷

اور جو دعویٰ کہ تم کیا کرتے تھے جاتے رہے

فُرَادٰی: (ایک ایک کرکے) یہ لفظ فرد سے بنا ہے اور عربی میں اس کا وہی مطلب ہے جو ہم اپنی زبان میں فرداً فرداً سے ظاہر کرتے ہیں۔

خَوَّلْنَا (عطا کیا ہم نے) یہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تخویل ہے۔ تخویل، خَوْل سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نوکر چاکر، خادم، آرام کے سامان جو امیروں کے پاس ہوتے ہیں۔ تخویل کے معنی ہیں۔ زندگی کے آرام و آسائش کے سامان دینا۔

زَعَمْتُمْ (تم گمان کرتے تھے) ماضی کا صیغہ ہے۔ زعم سے بنا ہے۔ زعم کے معنی ہیں گمان کرنا، کوئی غلط بات دل میں سوچنا یا زبان سے کہنا۔ اس سے پہلے کہا گیا۔ کہ آدمی اپنے جاہ و حشمت میں پھنس کر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میرے برابر کوئی نہیں بس جو کچھ ہوں میں ہوں میرا حکم چلتا ہے میرے ارد گرد پر میرے خادم کام کرتے ہیں۔ سامان عیش و عشرت موجود ہے اسی کو تکبر کہتے ہیں۔ تکبر کرنے والے سے اگر کوئی کہے کہ قرآن کی آیتوں میں نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا حکم ہے تو وہ اپنی ترنگ میں کہہ بیٹھتا ہے کہ دنیا میں فقط یہ کام نہیں ہے۔ مجھے اپنے کاموں سے فرصت نہیں۔

اس آیت میں ایسے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ سب ساز و سامان جس کے نشے میں تم مست ہو رکھا رہ جائے گا۔ اور تم ویسے ہی خالی ہاتھ جاؤ گے جیسے آئے تھے۔ دنیا کا یہ سب سامان کھڑاگ یہیں رہ جائے گا۔ ہاں اس کی محبت کی وجہ سے تمہاری جان بڑی مشکل سے نکلے گی۔ تمہارے ساتھ ان چیزوں میں سے کوئی بھی نہ ہوگی۔ مشرک کہتے ہیں کہ یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے اور عذاب سے نجات دلوائیں گے۔ ہمارے کام یہاں بھی ان کے ذریعے چلتے ہیں اور وہاں بھی چلیں گے۔ لیکن ہوگا یہ کہ ان کے پاس مرنے وقت ڈراؤنی شکل کے فرشتے آئیں گے۔ اور ان کی جان زبردستی نکال کر اللہ کے حضور میں لے جائیں گے۔ اس وقت وہ تنہا ہوں گے۔ اور کوئی سفارش کرنے والا اس کے ساتھ نظر نہ آئے گا۔ اور وہ سب بیکار خیالات اور جھوٹے دعوے غائب ہو جائیں گے۔ سب سے رشتے اور علاقے ٹوٹ جائیں گے ؛

Marfat.com

قدرت کے کرشمے

(۱)

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ
بے شک اللہ ہے چیرنے والا دانے کا اور گٹھلی کا
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ
نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ پس کہاں
تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ
تم بہکے جا رہے ہو چیر کر نکالنے والا ہے صبح کو اور اس نے
الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ
رات کو باعث آرام اور سورج اور چاند حساب کے لیے
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾
یہ اندازہ کیا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ
اللہ ہے جو دانہ اور گٹھلی پھوڑ نکالتا ہے
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندہ سے
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
مردہ نکالنے والا ہے یہ ہے اللہ پھر تم کدھر
تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ
بہکے جا رہے ہو صبح کی روشنی کو پھوڑ نکالنے والا اور اس
الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ
نے آرام کو رات بنائی اور حساب کے لیے سورج اور چاند
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾
یہ زور آور خبردار کا اندازہ رکھا ہوا ہے

فَالِقُ چیرنے والا اسم فاعل ہے فَلَق سے۔ فلق کے معنی ہیں کسی چیز کو چیر کر اس میں سے ایک اور چیز نکالنا۔ اس آیت میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ پہلی جگہ اس کے معنی ہیں۔ دانے اور گٹھلی کو چیر دیتا ہے اور اس میں سے درخت اور پودا نکلتا ہے۔ دوسری جگہ یہ رات کے اندھیرے کو چیر کر اس کے اندر سے صبح نکالنا ہے

سَكَنَ سکون سے بنا ہے سکون کے معنی ٹھہرنا یا ٹھہراؤ۔ سَکَن وہ چیز ہے جس کے اندر ٹھہرنے سے یا جس کے پاس ہونے کی وجہ سے آرام ملے۔

حُسْبَان کے معنی حساب کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ سورج اور چاند ہر ایک کی حرکت ایسے طریق پر ہوتی ہے جو حساب سے مقرر کیا ہوا ہے اور ان کے ذریعے سے وقت کا حساب لگایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے رکوع میں کہا گیا۔ کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے۔ وہ اللہ کو جیسا سمجھنا چاہیئے سمجھے نہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ اس نے سارے عالم کو بنایا ہے اور اس کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ اسی نظام کے مطابق یہ ضروری تھا کہ قرآن مجید انسان کو سیدھا راستہ بتانے کے لیے دنیا میں بھیجا جائے اور اس کا رسول اسے لے کر آئے اس کے بعد قرآن شریف کی خوبیاں بیان کی گئیں۔ اس کے بعد اسی بات کو سمجھانے کے لیے اللہ کی قدرت کے کرشمے بیان کیے گئے ہیں تاکہ اس کی قدرت کو جس نے نظام عالم کو قائم کر رکھا ہے لوگ سمجھیں اور اس غلط فہمی سے نجات پائیں کہ انسان کے لیے اس نظام میں کوئی چیز اس کو ہدایت کرنے والی نہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی قدرت کو دیکھو دانہ زمین میں ڈال دو تو وہ پھٹ جاتا ہے اور اس کے بیج میں سے غلہ کے پودے نکلتے ہیں گٹھلی پھٹ کر بڑے بڑے درخت پیدا ہوتے ہیں انڈے سے زندہ جانور اور زندہ جان سے انڈہ نکلتا ہے۔ یہ سب کچھ وہی کرتا ہے۔ اسی طرح اندھیرے کو چیر کر اس میں سے روشن صبح نکالتا ہے۔ چاند سورج حساب سے حرکت کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے سے دنیا میں وقت کا حساب لگایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تم اللہ کے سمجھنے میں غلطی کیسے کرتے ہو یہ چیزیں تو صاف صاف بتا رہی ہیں کہ ان کو ایک بڑی قوت اور قدرت والے نے ٹھیک ٹھیک اندازہ کر کے بنایا ہے ؛

Marfat.com

قدرت کے کرشمے

(۲)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ
اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے ستارے
لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
تاکہ راستہ پاؤ ان کے ذریعے اندھیروں میں جنگل اور سمندر کے
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۹۷)
بیشک کھول دیں ہم نے نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں
وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
اور وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک شخص سے
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
پس ٹھکانہ اور امانت کی جگہ ہے بیشک کھول دیں ہم نے نشانیاں
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (۹۸)
ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ
اور اسی نے تمہارے واسطے ستارے بنا دیے کہ ان کے
لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
ذریعے سے جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرو
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۹۷)
بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں
وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
اور وہی ہے جس نے تم سب کو
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (۹۸)
جانے کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں کھول کر پتے بیان کر دیئے ہیں۔

مُسْتَقَرٌّ (ٹھکانا) اسم ظرف ہے اور استقرار سے بنا ہے۔ جس کا مادہ قرار ہے۔ قرار کے معنی ٹھہر جانا۔ یہی معنی استقرار کے ہیں۔ مستقر ٹھہرنے کی جگہ

مُسْتَوْدَعٌ (امانت کی جگہ) یہ بھی اسم ظرف ہے اور استیداع سے بنا ہے جو ودیعت سے نکلا ہے۔ ودیعت کے معنی کوئی چیز جو بطور امانت رکھی جائے۔ استیداع کے معنی ہیں امانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا مستودع۔ وہ جگہ جہاں امانت رکھی جائے۔ مستقر اور مستودع میں فرق یہ ہے کہ مستقر خود اپنے ٹھکانے کو کہتے ہیں اور مستودع وہ جگہ جہاں کوئی چیز ایک مقررہ مدت کے لیے رکھی جائے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو رات کے وقت تم تارے دیکھتے ہو ان کا بنانے والا اللہ ہے۔ تمہارے لیے ان کے اندر فائدہ یہ ہے کہ جنگل بیابان میں جہاں سوا پگڈنڈی کے اور کچھ نہیں ہوتا اور سمندر میں جہاں پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ٹھیک راستہ کا اندازہ لگا لو۔ ستاروں کو دیکھ دیکھ کر جاننے والے ٹھیک راستے جان لیتے ہیں۔ جاننے والوں کے لیے اللہ اپنی معرفت کے طریقے اور اپنے ڈھونڈنے کا پتہ کھول کھول کر بتاتا ہے۔ لوگ ان کا خیال کریں تو اللہ کا پہچان لینا کوئی مشکل بات نہیں۔

اس کے بعد اس بات کو سوچ کر کہ تمہیں کس نے بنایا اور تم کیسے پیدا ہوئے اور کہاں جاؤ گے۔ سنو تم سب کو اللہ ہی نے بنایا ہے۔ اور تم ایک ہی شخص یعنی حضرت آدمؑ کی اولاد ہو۔ تمہاری پیدائش اس طرح ہوئی۔ کہ پہلے ماں کے پیٹ میں امانت کی طرح رکھا۔ وہاں آہستہ آہستہ بڑھتے۔ پھر جب مدت پوری ہو گئی تو دنیا میں آئے۔ یہاں کچھ مدت تک تمہارا ٹھکانا رہا۔ اس کے بعد تمہیں قبر میں جانا ہے۔ وہاں جب تک اللہ کو منظور ہے رہو گے یہ ساری جگہیں عارضی ہیں قبر سے نکل کر جنت یا دوزخ میں جا کر ٹھہرو گے۔ ان دونوں میں سے کوئی سی جگہ تمہارا مستقر بنے گی۔ پہچاننے والوں اور سوچنے والوں کے لیے یہ نشانیاں بھی اللہ نے کھول کر بیان کر دیں۔

Marfat.com

اللہ نے سب پھل ترکاریاں پیدا کیں

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ

اور وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا

پھر نکالی ہم نے ان کے ذریعہ روئیدگی ہر چیز کی پس نکالی ہم نے

مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا

اس سے سبز کھیتی نکالتے ہیں ہم اس سے دانے

مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا

ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گچھوں میں سے

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

خوشے نیچے جھکے ہوئے اور باغ انگور کے

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ

اور زیتون اور انار آپس میں ملتے جلتے اور

غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

ایک دوسرے سے الگ الگ

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ

اور اسی نے آسمان سے پانی اتارا

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا

پھر اس سے ہر چیز اگنے والی ہم نے نکالی

مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا

پھر اس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم دانے نکالتے ہیں

مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا

ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ

جھکے ہوئے گچھے اور باغ انگور کے

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ

اور زیتون اور انار آپس میں ملتے جلتے اور

غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

جدا جدا بھی

مُتَرَاكِبٌ: اس کا مصدر تراکب ہے جو رکوب سے بنا ہے۔ رکوب کے معنی ہیں چڑھنا سوار ہونا۔ تراکب کے معنی ہیں ایک دوسرے پر چڑھنا سوار ہونا۔ سوار ہونا متراکب سے مراد یہ ہے کہ دانے اس کثرت سے ہیں کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں۔

قِنْوَانٌ: (خوشے) قِنْوٌ کی جمع ہے۔ قنو خوشے کو کہتے ہیں

مُشْتَبِهًا: (ملتے ہوئے) اس کا مصدر اشتباہ ہے جو شبہ سے بنا ہے شبہ کے معنی کسی سے ملتا کسی جیسا ہونا۔ تشابہ سے مراد شکل مزے رنگ وغیرہ میں ملتا ہوا ہونا۔ غیر متشابہ سے مراد ایسی چیز جو دوسری سے نہ ملے۔

اس آیت میں اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں جن پر غور کرنے سے انسان اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ انسان کو عادت ہو گئی ہے کہ زمین کے اُگے ہوئے پھل ترکاریاں، غلہ وغیرہ کھاتا رہتا ہے اور کبھی نہیں سوچتا کہ یہ چیزیں کیسے پیدا ہوتی ہیں اور کس نے پیدا کیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بیج ڈالنے کے بعد کھیتی پکنے اور پھل لگنے تک جو کچھ ہوتا ہے۔ اس میں انسان کا کچھ دخل نہیں۔ اس لیے اسے سوچنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کون کرتا ہے۔ اللہ مینہ برساتا ہے اس سے زمین میں بیج اور پودا جم جاتا ہے اور اِدھر اُدھر سے ضروری چیزیں اپنے اندر کھینچ کرتا ہے پھر ہری بھری کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ انور لیتے ہیں زیتون اور انار پیدا ہوتے ہیں۔ کھجور میں گچھے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے خوشے نکلتے ہیں۔ پھر نیچے اوپر سب طرف کھجوریں لگتی ہیں یہ بے شمار بیج دیتے ہیں ان کی شکلیں مزے اور رنگ کبھی یکساں ہوتے ہیں اور کبھی الگ الگ۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں۔

Marfat.com

اللہ خیال سے برتر ہے

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ
اور تم دیکھو اس کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کی طرف
اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾
بیشک اس کے نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو ایمان لائے
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ
اور یہ لوگ ٹھہراتے ہیں اللہ کا شریک جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے
وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ
اور تراش رکھے ہیں اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بغیر
عِلْمٍ ؕ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع
علم کے پاک ہے وہ اور بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ
ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو
اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾
ان چیزوں میں ایمان والوں کے واسطے نشانیاں ہیں
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ
اور ان کا شریک جنوں کو ٹھہراتے ہیں حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے
وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ
اور اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں تراشتے ہیں جہالت سے
عِلْمٍ ؕ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۲ ۶ ۱۸
وہ ان باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں پاک ہے اور بہت دور ہے

يَنْعَ پکنا یہ حاصل مصدر ہے اس کے معنی پختگی اور پکنے کے ہیں پختہ اور پکے ہوئے پھل کو ثمر یانع کہتے ہیں

جِنٌّ ہر وہ مخلوق جو آنکھ سے نہ دکھائی دیتی ہو جن ہے جن کے لغوی معنی پوشیدگی کے ہیں۔ اس میں فرشتے دیو بھوت پریت اور جراثیم وغیرہ جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے مگر ان کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اکثر اس کا اطلاق ایک خاص عنصری مخلوق پر ہوتا ہے۔ جو آگ سے بنی ہے۔ یہاں مراد عام ہے

خَرَقُوْا تراشتے ہیں خرق سے ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کے اصل معنی پھاڑنے کے ہیں۔ اس کے بعد اٹکل پچو بات گھڑ لینے کے معنی میں مستعمل ہوا۔ اس آیت میں اللہ نے اپنی معرفت کی وہ نشانیاں بیان کی ہیں جن کا تعلق زمین سے پھل اور غلہ اگانے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے اور اس کی وجہ سے سبزیاں، ہرے بھرے درخت اور پودے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سوا اللہ کے کسی کا کام نہیں

ارشاد ہے کہ ان پھلوں اور غلوں کے درختوں اور کھیتوں میں لگنے اور پیدا ہونے کا حال تم نے دیکھا۔ اس کے بعد وہ پختہ ہوتے ہیں اور پکتے ہیں۔ اس کے بعد تم انہیں توڑ کر جمع کرتے ہو اور کھاتے ہو۔ انسان جیسے غلوں اور پھلوں کو پیدا کرنے میں بے بس ہے۔ اسی طرح ان کے پختہ کرنے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ یہ بھی محض اللہ کی قدرت سے ہوتا ہے اور خیال کرو تو بڑی بات ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ انسان کے کام کے نہیں ہو سکتے۔ ایسے بڑے کریم کارساز کو چھوڑ کر ان لوگوں کو دیکھو کہ اپنی طرف سے فرشتوں، جنوں وغیرہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب اس کی مخلوق ہے اور اس نے اپنی قدرت سے بغیر کسی کی مدد کے انہیں پیدا کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فرشتے وغیرہ اللہ کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ یہ سب ان کی جہالت کی بات ہے۔ اللہ ان سب باتوں سے پاک اور بلند ہے۔ ان کو چاہیئے کہ ان کی نشانیاں دیکھ کر اس کو ٹھیک طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

اللہ کے اولاد نہیں!

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰی
نئی طرح بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا کہاں کر
یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
ہو اس کے اولاد حالانکہ نہیں ہے اس کے لیے
صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَ هُوَ
بیوی اور اس نے بنائی ہر چیز اور وہ
بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾
ہر چیز کو جاننے والا ہے

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰی
آسمان اور زمین کا نئی طرح پر بنانے والا اس کے
یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اس کی کوئی
صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ
بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز بنائی اور وہ
بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾
ہر چیز سے واقف ہے

بَدِیْعٌ (نئی طرح بنانے والا) بدیع بھی سمیع، علیم، خبیر اور بصیر کی طرح اسم صفت ہے اور بدع سے بنا ہے۔ بدع کے معنی نئی چیز جس کا کوئی نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔ بدعت بھی اسی سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں وہ انوکھی چیز جس کا نمونہ دین میں موجود نہ ہو۔ اس لیے بدیع کے معنی ہوئے ایسا کاریگر جو بغیر نمونہ کے کوئی نئی چیز بنائے۔ ایسی چیز بنانے کو بدع کہتے ہیں۔ اسی سے اسم فاعل مبدع ہے جس کے معنی ہیں نئی چیز ایجاد کرنے والا جس میں یہ خصلت دائمی ہو وہ بدیع ہے۔

صَاحِبَةٌ (ساتھ رہنے والی) اسم فاعل مؤنث ہے اور صحب سے بنا ہے۔ صحب مصدر کے معنی ہیں ساتھ رہنا۔ اس سے صحبت بھی مصدر ہے یہاں صاحبۃ سے مراد زوج ہے جسے ہم اپنی زبان میں بیوی کہتے ہیں۔

پچھلے سارے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی صفتیں بیان کی گئیں جن کے آثار دنیا میں ظاہر ہیں۔ ان آثار پر غور کر کے ہر شخص اللہ کو اچھی طرح پہچان سکتا ہے۔ اس رکوع کی پہلی تین آیتوں میں کچھ اور صفتیں بیان کی گئی ہیں جن سے اللہ کی قدرت کا اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا بے نمونہ بنانے والا اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور جاننے والا کہا ہے۔ پھر جو لوگ اپنی نادانی سے اللہ کی اولاد بتاتے ہیں ان کا رد کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو تم اپنے سر کے اوپر آسمان اور پاؤں کے نیچے زمین دیکھتے ہو یہ کس قدر عجیب و غریب چیزیں ہیں۔ ان کو اللہ نے بغیر کسی نمونے کے بنایا ہے۔ اسی طرح اس نے ہر چھوٹی اور بڑی چیز بنائی ہے۔ اور وہ ہر چیز کو ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور اسی علم کے مطابق سب کو بنایا ہے۔ جب وہ ہر چیز ایک لفظ کُنْ سے پیدا کر سکتا ہے۔ تو ہر چیز کو اس کی مخلوق کہنا چاہیے۔ بیٹا، بیٹی اولاد جو اس دنیا میں ہوتی ہے وہ تو بڑے بندوبست سے ہوتی ہے۔ اس کے لیے ایک بیوی چاہیے۔ بغیر بیوی کے اولاد کسی کے نہیں ہوتی۔ اور بیوی خاوند کی ہم جنس ہوتی ہے اور خاوند کے برابر ہوتی ہے۔ بس اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ مذکر ہوتا ہے اور یہ مؤنث۔ لیکن اللہ کے برابر کی تو کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ اور کسی چیز کو اس سے ذرا بھی مشابہت نہیں ہے۔ پھر اس کی بیوی کیسے ہو سکتی ہے۔ اللہ تو اپنے علم سے ہر چیز پیدا کر دیتا ہے اس لیے اس عالم میں جو بھی ہے اس کا پیدا کیا ہوا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں ؛

Marfat.com

کائنات سے اللہ کو پہچانو

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
یہی اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود
هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ
نہیں ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا سو تم اسی کی عبادت کرو
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا
اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے نہیں
تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ
پا سکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے
الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾
آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے

ذٰلِكُمُ (یہ) عربی میں کسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اصل لفظ ذا ہے۔ اشارہ قریب کی چیز کی طرف کرنا ہو تو ذا ہی کافی ہے اور اگر وہ چیز کچھ دور ہو تو اس میں مخاطب کی ضمیروں میں سے کوئی ضمیر لگا دیتے ہیں اور یہ ضمیر اس کے مطابق ہوتی ہے جس کو اشارہ کر کے سمجھانا مقصود ہے اگر وہ ایک تو ذٰلِكَ دو ہیں تو ذٰلِكُمَا اور زیادہ ہیں تو ذٰلِكُمْ اگر جس کی طرف اشارہ ہے وہ بہت دور ہو تو ذا اور ضمیر کے پہلے ایک اور مکسورہ لگا دیتے ہیں جیسے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

اللہ عزوجل کی صفتیں بیان کرنے کے بعد یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ کو پہچانو۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کی خاص نشانیاں اچھی طرح کھول کر بتانے سے اس کی ایک صورت ذہن میں آجاتی ہے اور وہ ایسی صاف ہوتی ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ پہلے رکوع میں جو کام گنوائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے ان سب کاموں پر غور کر کے اللہ کا تصور واضح طور پر ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی تصور کی طرف اشارہ کر کے اس آیت کو شروع کیا گیا ہے۔ یہ تصور گو ہمارے دل میں ہے لیکن جس کا تصور ہے وہ بہت بلند اور برتر ہے اور عظمت کے لحاظ سے بہت دور ہے۔ اس لیے اشارہ کی شکل ذٰلِكُمُ ہے۔

ارشاد ہے کہ جس میں اوپر کی بیان کی ہوئی سب صفتیں جمع ہیں یہ اللہ ہے اور یہی تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ اس لیے معبود فقط وہی ہے۔ سب چیزیں اسی نے پیدا کی ہیں۔ تم اس کی بندگی میں جھک جاؤ۔ سب کا کام بنانے والا وہی ہے۔ تم اس کی صفتوں اور کاموں پر دھیان جما لے اس کا تصور تو کر سکتے ہو لیکن تمہاری یہ موجودہ آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ وہ آنکھوں کی ساخت اور بناوٹ اور اس کی قوت سے اچھی طرح واقف ہے لیکن تو اس کی صفت خبیر ہے۔ یہ تمہاری موجودہ آنکھ تو ہوا وغیرہ کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ پھر اللہ تو اصلی معنی میں پورے طور پر لطیف ہے۔

Marfat.com

اللہ کے پہچاننے کا طریقہ

انسان کی فطری خواہش ہے کہ وہ اللہ کو پہچانے۔ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر غافل ہو جائے تو اور بات ہے، ورنہ بہاں اسے ذرا سوچنے کی فرصت ملی وہیں اسے ان خیالات نے آگھیرا۔ کہ مجھے کس نے بنایا ہے۔ یہ آسمان کیا ہے۔ یہ چاند، سورج ستارے، زمین، پہاڑ، دریا، سمندر کہاں سے آئے۔ یہ میری کھانے، پینے، برتنے اور استعمال کرنے کی چیزیں مجھے کون دیتا ہے۔ شیطان انسان کو ایسے خیالات سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی کوشش فقط یہ ہے کہ اسے دنیا کے مزوں، لذتوں اور دھندوں میں ایسا پھنسا کر رکھا جائے کہ یہ سوالات اس کے دل میں آنے ہی نہ پائیں۔ اس لیے اوّل تو وہ انسان کو ان سب سوالوں کے سرسری جواب دے کر ان پر غور کرنے ہی سے روکنا چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں تو ہمیشہ سے یونہی چلی آرہی ہیں۔ اور یونہی چلتی رہیں گی۔ ان سے تو فقط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ انسان سے کہتا ہے کہ اے انسان دیکھ دنیا میں تیرے لیے کیا کیا مزے ہیں۔ فضول خیال چھوڑ اور مزے اڑانے کی کوشش کر۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر غور کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے لیے شیطان یہ سوچتا ہے کہ انہیں ایسے چکر میں پھنسانا چاہیئے کہ جس میں سے وہ نہ نکل سکیں۔ کیونکہ مقصد تو یہ ہے کہ وہ اللہ تک نہ پہنچیں۔ اس کے سوا وہ چاہے کہیں پہنچیں۔ شیطان کا مطلب حاصل ہے۔ اسے تو انسان کو جس طرح ہو سکے خدا سے روکنا ہے اور اس راستہ سے دور رکھنا ہے جو سیدھا اللہ کی طرف پہنچاتا ہے۔

شیطان کے ان ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید دنیا میں بھیجا۔ جس کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کو پہچانے۔ اس لیے وہ انسان کو ان سوالات پر غور کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ جن پر غور کرنے سے شیطان اسے روکتا ہے اور بجائے اس کے دنیا کی زندگی اور اس کی لذتوں میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے یا یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ اللہ کے بغیر بھی فلسفہ اور سائنس کے ذریعے سارا کام چلایا جا سکتا ہے۔ پچھلی آیتوں کو دیکھو ان سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت کچھ نہیں۔ اس کے آگے جو آخرت کی زندگی ہے وہی اصل زندگی ہے۔ جو یہ بات پہچان لیں گے۔ وہ ضرور قرآن پر ایمان لا کر رہیں گے۔ اور یہ قرآن انہیں بتائے گا۔ کہ دنیا میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل چیز اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کی صورت نماز ہے۔ نماز اس کو دنیا میں ہر وقت پھنسے رہنے سے روکے گی۔ اور اللہ کی معرفت کا سبق سکھلائے گی۔ نماز پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں جی لگانے سے جان بڑی مشکل سے بچے گی۔ اور بعد میں سختی اور عذاب کے سوا کچھ نصیب نہ ہو گا۔ موت آنے میں کوئی شک نہیں۔ ہر ایک کو مرنا ہے۔ جب مرنا ہی ہے تو اس طرح مرنا چاہیئے کہ جان آسانی سے نکلے اور نکلتے ہی ہمیشہ کا چین اور آرام نصیب ہو۔ جو لوگ پچھلے دو رکوع کی آیتوں پر غور کریں گے۔ ان کی سمجھ میں ان سوالوں کا جو پہلے بیان ہوئے سیدھا سادا جواب فوراً آجائے گا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اس کے آرام کے لیے دنیا کی ساری چیزیں بھی اسی نے بنائیں۔ لیکن انسان کو اس لیے نہیں بنایا کہ دنیا میں پھنس کر رہ جائے۔ بلکہ اسے اس لیے بنایا ہے کہ اللہ کو پہچان کر اس کی عبادت کرے۔ اور اسی میں اپنی دونوں جہان کی بہتری سمجھے ورنہ نتیجہ بہت برا نکلے گا۔

Marfat.com

کامیاب کون ہے

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ

تمہارے پاس نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ

پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا بنا

فَعَلَيْهَا ۗ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾

سو اپنے نقصان کو اور میں تم پر نگہبان نہیں

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا

اور یوں ہم آیتیں طرح طرح سمجھاتے ہیں اور تاکہ وہ کہیں کہ

دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اس کو سمجھ والوں کے واسطے

بصائر نشانیاں: بصیرۃ کی جمع ہے جو بصر سے بنا ہے۔ بصر کے معنی بینائی کے اور دیکھنے کے ہیں۔ لیکن دیکھنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک ظاہری آنکھ سے دیکھنا۔ اس کے لیے بصارۃ کا لفظ مستعمل ہے اور ایک دل کی آنکھ سے دیکھنا جسے سمجھ کہتے ہیں۔ اس کے لیے بصیرۃ کا لفظ مستعمل ہے دونوں بصر سے بنے ہیں۔ یہاں بصیرت سے مراد وہ چیز ہے جس سے سمجھنے میں مدد ملے جیسے دلیل، نشانی، علامت وغیرہ

حفیظ نگہبان اسم صفت ہے اور حفظ سے بنا ہے حفظ کے معنی ہیں دیکھ بھال اور نگہبانی۔ حفیظ سے یہاں مراد وہ شخص جو لوگوں کے کام دیکھنا رہے اور ان سے بدسلوکی کا مرتکب نہ ہو۔ حفاظت اسی سے ہے جو بہت مستعمل ہے۔

نصرف: تصریف سے مضارع ہے تصریف کا مادہ صرف ہے جس کے معنی ادل بدل کرنے کے ہیں تصریف سے مراد ہے ایک ہی چیز کو مختلف شکلوں میں ظاہر کرنا۔ دَرَسْتَ پڑھا تو نے ماضی کا صیغہ ہے اور درس سے بنا ہے۔ درس کے معنی پڑھنا سیکھنا۔ مدرسہ پڑھنے کی جگہ اسی سے بنا ہے۔

قرآن مجید اللہ عزوجل نے دنیا میں بھیجا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر آئے ہیں۔ پچھلی آیتوں میں قرآن کی حقیقت واضح طور پر کھول دی گئی ہے۔ جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے لیے اس کتاب سے بڑھ کر اس زندگی کے آرام حاصل کرنے کا طریقہ کہیں اور میسر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہاں کی زندگی بھی جیسی سنورنی چاہیے تھی نہیں سنور سکتی۔ اس کے بعد اللہ کی صفتیں بیان کی گئی ہیں تاکہ انسان اس کو اچھی طرح پہچان لے اور اس کا حکم بجا لانے کے لیے نماز پابندی کے ساتھ باقاعدہ پڑھے تو ان کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ زندگی کا ٹھیک تصور قائم کرنا۔ وہ یہ کہ زندگی مرنے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ مرنے کے بعد دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔

۲۔ قرآن کی سچائی پہچان کر اس پر عمل کرنا

۳۔ اللہ کی صفتوں کا ٹھیک تصور قائم کرنا جس نے اپنے آخری رسول کی معرفت انسان کے پاس قرآن جیسا دستور العمل بھیجا۔

۴۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ یہی اصول ہیں جنہیں قرآن کریم منوانا چاہتا ہے اور انہی کو بار بار اس میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی کی بابت اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس تمہیں سمجھانے کے لیے نشانیاں بھیج دی گئی ہیں (باقی اگلے سبق میں)

Marfat.com

ذخیرہ

اندھے کا انجام

گو انسان کی آنکھ میں یہاں اتنی طاقت نہیں رکھی گئی کہ اللہ کو اور اصل حقیقت کو کھلم کھلا دیکھ لے۔ لیکن اس کو اتنی عقل دی گئی ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی نشانیاں دیکھ کر غیب کی باتیں پہچان لے۔ یہ نشانیاں اس نے تمام عالم میں پھیلا رکھی ہیں ان نشانیوں کو دیکھ کر انسان کو چاہیئے کہ ان بیکار چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لے جس پر اس کی بہبودی اور فلاح کا دارومدار ہے۔ اور وہ چیزیں پچھلے سبق میں بیان ہو چکی ہیں۔ یعنی زندگی قرآن اور اللہ کا صحیح تصور اور پھر یہ کہ اللہ کی تابعداری کے لیے جان و دل سے تیار ہو جانا۔ ان بیکار چیزوں کو انسان اللہ کی بھیجی ہوئی نشانیاں دیکھ کر بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

ان نشانیوں میں سب سے بڑھ کر نشانیاں قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔ جن پر غور کرنے سے انسان کو یہ سب چیزیں معلوم ہو جائیں گی۔ زندگی کے پورے پورے معنی معلوم ہوں گے۔ کیونکہ قرآن اسے بتائے گا کہ ہر انسان کو مرنا ہے اور مرتے وقت بہت سے ارمان اور ارادے جو اس دنیا میں پورے نہیں ہو سکے۔ وہ اپنے ساتھ لے جائے گا۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس کی ایک اور زندگی ہونی چاہیئے۔ جس میں اس کے یہ سب ارمان اور ارادے پورے ہوں۔ اور وہ آخرت کی زندگی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کے لیے اسی دنیا میں تیاری کرے۔ اور قرآن شریف سے معلوم کرے کہ آخرت میں اپنے ارمان اور ارادے پورے کرنے کے لیے خود وہ ارمان اور ارادے کیسے ہونے چاہئیں اور ان کے آخرت میں پورا کرنے کے لیے اس دنیا میں زندگی کس طریقے سے گذارنی چاہیئے۔ پھر یہ معلوم ہوگا کہ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس کے لیے دنیا کی اور آخرت کی زندگی مقرر کی ہے۔ اللہ کو اچھی طرح پہچاننا چاہیئے تاکہ اس کے رسول اور اس کی کتاب قرآن کی قدر و منزلت دل میں جم جائے۔ اور اس کے حکموں پر عمل آسان ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ سب کچھ پہچاننے کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہے کہ نماز پابندی سے ادا کرے۔ یہ آیتیں اور نشانیاں بہت واضح اور صاف ہیں جو ان کو دیکھ لے گا اس کی جان کو چین نصیب ہوگا اور وہ اپنے آپ کو بہت بڑا فائدہ پہنچانے کا اور جو ان سے آنکھیں بند کر لیگا۔ اے رسول تو ان سے کہدے کہ میں تمہیں قرآن سمجھا سکتا ہوں اور عمل کا طریقہ بتا سکتا ہوں لیکن یہ میرا کام نہیں ہے کہ تمہیں زبردستی باتیں سمجھاؤں اور ٹھیک راستے پر چلاؤں کیونکہ مجھ کو تمہارے اوپر نگران نہیں مقرر کیا ہے کہ تم سے مزدوروں کی طرح کام لوں۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول دیکھ کہ ہم ایک ہی بات کو کتنے طریقوں سے بار بار بیان کرتے ہیں۔ یہ ہماری شانِ رحیمی کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی آیتوں کو طرح طرح سے بدل کر انسان کے سامنے رکھیں اور ہر بیان سے اس کے ذہن میں اچھی باتیں بٹھائیں۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ ان میں سے سب ان کے سمجھنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کے اثر کو یہ کہہ کر اڑا دینے کی کوشش کریں گے۔ کہ تو کہیں سے ان آیتوں کو کسی سے پڑھ کر سیکھ آیا ہے اور اس سے یاد کی ہوئی باتیں ہمارے سامنے دہراتا ہے لیکن اس سے کچھ فرق واقع نہ ہوگا کیونکہ سمجھدار اور جاننے والے لوگ انہیں سچ سمجھیں گے۔ ہمارے طریق بیان سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس سے جو غرض ہے وہ بخوبی پوری ہوگی یعنی عقلمندوں پر ہماری باتیں اچھی طرح واضح ہو جائیں گی۔ گو نادانوں کے پلے کچھ نہ پڑے ؛

Marfat.com

وحی پر چلنے کا حکم

[illegible]	اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ
[illegible]	تو اس پر چل جو بھیجا گیا تجھ کو
رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ	
حکم تیرے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور منہ پھیر لے	
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ	
مشرکوں سے اور اگر اللہ چاہتا	
مَآ اَشْرَكُوْا ۭ	
لوگ شرک نہ کرتے	

اِتَّبِعْ (پیروی کر) اتباع سے امر کا صیغہ ہے۔ اتباع تبع سے بنا ہے۔ تبع کے معنی پیچھے پیچھے چلنا۔ اتباع کے معنی بھی یہی ہیں۔ کسی کے حکم اور طریقے پر چلنا۔

اَعْرِضْ (منہ پھیر لے) امر کا صیغہ ہے اور اعراض سے بنا ہے۔ اعراض عرض سے ہے جس کے معنی کنارے کے ہیں۔ اعراض کے اصل معنی ہیں ایک کنارے ہو جانا۔ کسی کی طرف سے کسی کے منہ پھیر لینے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص اس سے کنارہ کش ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ منہ پھیر لے کیا گیا ہے اور یہ اسی معنی میں مستعمل ہے۔

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے قرآن مجید کی آیتیں انسان کے دل کی آنکھیں کھولنے کے لیے بھیجی ہیں اور ان کو ان کے ذریعے سے طرح طرح سے سمجھایا ہے۔ پھر بھی بعض لوگ کہیں گے کہ یہ آیتیں اللہ کی طرف سے نہیں ہیں۔ اس آیت میں اسی بات کو اور واضح کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور طریق بیان بدل دیا ہے۔ سبحان اللہ! اس آیت میں تصریف کا ذکر بھی ہے اور انہی میں اس کی مثال بھی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول! ان کو کہنے دے۔ کہ قرآن تو نے کسی سے طریقہ سیکھ کر خود ہی گھڑ لیا ہے۔ حقیقت تو یہی رہے گی کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو تیرا رب ہے اور اس نے وحی کے ذریعے تیری طرف نازل کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جس کے سامنے اپنا عاجز ہونا ظاہر کیا جائے۔ کوئی نہیں جس کے سامنے انسان خادموں کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جس کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر جھکائے ہاتھ زمین پر ٹیکے ادب سے ذلیلوں کی طرح بیٹھے۔ کوئی جسے مانگے۔ سوال کے لیے ہاتھ پھیلائے یا سمجھے کہ سوا اس کے کسی اور کو بھی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار ہے۔ ظاہر ہے کہ تیرا یہ رشتہ ان لوگوں سے الگ ہے جو اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہمیں کچھ دے سکتے ہیں یا لے سکتے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کر۔ ان سے منہ پھیر لے اور ان سے کوئی سروکار نہ رکھ اور یوں سمجھ لے کہ اللہ کے ہاں انسان کو زبردستی سیدھے راستے پر چلانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے علم و حکمت سے انسان کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ دنیا میں اپنے رسول بھیجے اپنی کتاب بھیج دی۔ کتاب میں سارے حکم کھول کر رکھ دیے اور انسان کو اختیار دے دیا کہ اپنی عقل کو کام میں لائے۔ اللہ کی کتاب سنے۔ اس کے رسولوں سے اس پر عمل کرنے کا طریقہ سیکھے اور پھر اپنے ارادہ و اختیار سے اس طریقہ پر چلے۔ اللہ چاہتا تو سب کو زبردستی مسلمان بنا دیتا۔ لیکن اس نے

Marfat.com

زبردستی نہیں ہے

وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ
اور نہیں کیا ہم نے تجھ کو اوپر ان کے نگہبان

وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾
اور نہیں تو اوپر ان کے مختار

وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ
ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان نہیں کیا

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾
اور تو ان پر داروغہ نہیں ہے

حَفِيْظٌ کے معنی سبق ۲۲۲ میں گذر چکے ہیں یعنی نگران۔

وَكِيْلٌ: اس کے معنی سبق نمبر ۲۲۲ گذرے۔ اس سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو دوسروں سے زبردستی کام لینے پر مسلط کیا گیا ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ اللہ کو منظور ہوتا تو یہ لوگ شرک کرتے ہی نہیں جس سے سمجھ میں آگیا کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنانا مقصود نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ لوگ سوچ سمجھ کر اپنے نفع نقصان کا اندازہ کرکے اپنے ارادہ اور اختیار سے اسلام کے راستہ پر چلیں۔ اس سے ان کا دونوں جہان کا بھلا ہوگا۔ جب اللہ زبردستی کسی کو شرک سے بچانا نہیں چاہتا اور نہ اسلام کا راستہ ان کے سر بغیر ان کی مرضی کے ڈالتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس نے رسول اس لیے نہیں بھیجے کہ لوگوں کو ڈنڈے مار مار کر ٹھیک راستے پر چلائیں۔ یہ طریقہ تو گدھوں کے چلانے کا ہوتا ہے۔ انسان جیسی سمجھ دار ہستی پر زبردستی کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اس کے سامنے سیدھا راستہ کھول دینا چاہیئے اور اس کی قطعی علامتیں اور نشانیاں مقرر کر دینی چاہئیں تاکہ جس کی عقل ان نشانیوں کو دیکھ کر سیدھا راستہ پہچان لے اور اس پر چلنے کے لیے تیار ہو وہ چلے۔ اور جو شخص نہ چلنا چاہے وہ اپنا سر کھائے۔ دونوں کے کیے کے پھل انہیں ملیں گے۔ کچھ اسی زندگی میں اور کچھ مرنے کے بعد کی زندگی میں۔ یہی بات اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول ہم نے تجھ کو ان پر نگران اور چوکیدار مقرر نہیں کیا ہے کہ ہر وقت ان کو دیکھتا رہے۔ اور کسی کو غلط راستہ پر نہ چلنے دے۔ تیرا کام فقط ہماری آیتوں کو ان کے سامنے کھول کر بیان کر دینا اور ان کے مطابق عمل کرنے کا طریقہ مقرر کر دینا ہے اور جو تیری بات مان کر تیرے مقرر کیے ہوئے طریقہ پر اپنی رضامندی اور خوشی سے چلنا چاہتا ہے ان کی رہنمائی کرنا ہے۔ مجھے ان سے کوئی کام نہیں۔ جو شرک ہی کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور تیری بات نہیں سنتے۔

ہم نے اے رسول تجھ پر یہ فرض نہیں کیا ہے۔ کہ تو ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر ان کی مرضی کے بغیر توحید پر قائم کرے اور کسی نہیں اللہ کو ایک ماننا ہوگا۔ اور کسی کو اس کے برابر نہ ٹھہرانا ہوگا۔ اور جو شرک کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ اسلام کوئی پولیس کا محکمہ نہیں ہے۔ اور نہ تو کوئی پولیس افسر یا داروغہ ہے کہ ہر ایک کے سر پر ڈنڈا لیے کھڑا رہے۔ اور جو تیرا حکم نہ مانے اس کے ڈنڈا رسید کرے یا قید خانے میں بند کر دے یا کوئی اور سزا دے۔ چنانچہ تو ان پر نہ حفیظ ہے نہ وکیل۔ اس آیت میں صاف حکم ہے کہ دین میں زبردستی نہیں چلتی۔ انسان میں اتنی عقل اس کے پیدا کرنے والے نے رکھ دی ہے کہ جس سے وہ اپنے نفع اور ضرر کو اپنی بھلائی اور برائی کے راستہ کو خود ہی پہچان سکتا ہے۔

Marfat.com

غور کا مقام

یہاں ٹھہر کر پچھلی چند آیات پر غور کیجیے۔ صفحہ نمبر ۲۲۲ کی آیت میں سب انسانوں سے کہا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی آیتیں تمہارے پاس بھیج دی ہیں اور وہ تمہارے پاس آچکی ہیں۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے ان آیتوں کے ماننے سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ تمہارے نہ ماننے سے ہمارا کوئی نقصان ہے۔ ہم نفع و نقصان سے بالاتر ہیں۔ لیکن تمہارے لیے ان کے ماننے میں فائدہ ہے اور نہ ماننے میں نقصان ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے۔ کہ ہم نے یہ آیتیں طرح طرح سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ انہیں نہیں مانیں گے۔ اور تجھ سے یہ کہیں گے کہ اِدھر اُدھر سے سیکھ سا کھ کر تو نے کچھ عبارتیں یاد کر لی ہیں۔ اور ہی کو ان کے سامنے دہرا رہا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ سمجھ دار لوگ ہماری آیتوں سے اور ان کے دلائل سے بہت متاثر ہوں گے اور ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس کے بعد رسول علیہ السلام کو ارشاد ہے کہ یہ آیتیں تو نے کسی انسان سے نہیں سیکھی ہیں۔ یقین کر کہ یہ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہیں۔ اس لیے ان کے مطابق چل اور سمجھ لے کہ تیرا رب وہی ایک اللہ ہے۔ جس کے سوا کسی کی عبادت بجز حماقت اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ معبود فقط وہی ہے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو لوگ کسی بات میں اس کے برابر کسی اور کو مانتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ ان سے کوئی سروکار نہ رکھ۔ تیرا کام سمجھا دینا ہے۔ ہم نے تجھے ان کا نگران مقرر نہیں کیا ہے۔ کہ ان کے اعمال کا جائزہ لیتا رہے اور نہ ان پر داروغہ بنا کر بھیجا ہے کہ ان کو مار مار کر سیدھا کرے۔

یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے۔ وہی ان کی امت کے لیے ہے۔ ہم کو خدا کے فضل سے آپ کی امت ہونے کا فخر اور شرف حاصل ہے۔ ہمیں اپنا طرز عمل اسی کے مطابق بنانا چاہیئے۔ جو باتیں یہاں سے صاف صاف سمجھ میں آتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ پہلا کام یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو حکم دیئے گئے ہیں ان کے مطابق چلیں جن میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکیں نہ سمجھیں کہ وہی ہمارا رب ہے۔ وہی ہمیں پالتا ہے۔ ہماری حفاظت کرتا ہے۔ اور ضرورت کی سب چیزیں ہمیں وہی دیتا ہے۔ اس کے سوا نہ کسی میں کچھ دینے کی طاقت ہے نہ چھیننے کی۔

۲۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ضرور رہیں گے۔ جو قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہ دیں گے۔ ان کے ساتھ ہمیں کیا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ صفحہ نمبر ۲۲۴ کی آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب تم ان کو قرآن کے الفاظ پہنچا دو۔ اور ان پر عمل کر کے دکھا دو کہ بہتری کا یہی طریقہ ہے۔ تو پھر اپنے عقائد اور اعمال کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ تم ان کو زبردستی مسلمان کرو۔ باقی دنیا کی زندگی میں تم اور وہ برابر ہو۔ اس زندگی میں نہیں ان پر کسی طرح کی فوقیت جتانے کا حق ہے اور نہ تمہیں اپنے برتاؤ سے انہیں اپنا دشمن بنانا چاہیئے۔ جب تک وہ تمہیں نہ ستائیں تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ اور تم دونوں انسان ہو۔ اور ایک جگہ رہنے سہنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ اس لیے ان کے ساتھ عدل و احسان کے مطابق سلوک کرو۔ اور ان کے اوپر خواہ مخواہ بڑا بن کر چھا جانے کی کوشش نہ کرو۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے آپ کو خواہ مخواہ اور دل سے بڑا سمجھو اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھو۔ تمہارا چال چلن اگر اچھا ہے تو تمہیں دیکھ کر وہ خود اچھا مانیں گے۔

Marfat.com

رواداری کی تعلیم

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
اور نہ گالی دو ان کو جنہیں یہ پکارتے ہیں	اور ان کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تم لوگ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ
اللہ کے سوا پس وہ گالیاں دینگے اللہ کو	ان کو برا نہ کہو پس وہ اللہ کو بے ادبی سے
عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط	عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط
گستاخی سے بے سمجھے بوجھے	بغیر سمجھے برا کہنے لگیں گے

لَا تَسُبُّوْا (مت برا کہو) نہی کا صیغہ ہے اور سبّ سے بنا ہے سبّ کے معنی ہیں گالیاں دینا۔ برا کہنا۔ حقارت کرنا۔

عَدْوًا (بے ادبی سے) عدو کی دوسری شکل عُدوان ہے۔ اس کے اصلی معنی ہیں مناسب حد سے آگے نکل جانا۔ اس سے مراد یہاں بے ادبی اور گستاخی ہے

پچھلی آیتوں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ سارے انسانوں کو خواہ مخواہ دوسروں کو برا بھلا نہ کہتے رہنا چاہیئے۔ بلکہ اپنی ساری توجہ اس میں صرف کرنی چاہیئے کہ اپنے عقیدے درست کریں۔ اور اپنے چال چلن، اخلاق اور برتاؤ سے دنیا کے اوپر ثابت کر دیں کہ وہ تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔ اس سے پہلے ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ تبلیغ کے اصل معنی یہی ہیں۔

اوپر کی آیتوں میں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ دنیا کے اندر سبھی قسم کے لوگ رہیں گے۔ ایک دوسرے کو خواہ مخواہ نیست و نابود کرنے کی کوشش یا ان کو دبا کر رکھنے اور اپنے آپ کو ان پر مسلط کرنے کا ارادہ فضول اور تضییع اوقات ہے اور انسانوں کے طریقے کو چھوڑ کر وحشی درندوں کا شیوہ اختیار کرنا ہے۔ قرآنی طریقہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی سے لڑنے کی پہل نہ کرو۔ اس کو اپنے طرز عمل سے اپنا دشمن مت بناؤ۔ اور جو تمہیں نہ ستائے بلکہ اچھے سلوک سے پیش آئے تمہیں بھی اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔ آپس میں امن و امان قائم کرو۔ تمہاری توجہ فقط اس طرف ہونی چاہیئے۔ کہ نیک اخلاق اور اچھے کاموں میں تم سب سے آگے اور سب سے بڑھ کر نظر آؤ۔ دوسروں کے ساتھ فضول جھگڑے مول لیتے رہو گے۔ تو تمہارا سارا وقت انہی کے اندر ضائع ہو جائے گا۔ اور تم قرآن کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی اصلاح اور درستی کا کام جیسا چاہیئے نہ کر سکو گے۔ اس آیت میں اسی مطلب کی اور زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! اور لوگوں کے معبودوں کو خواہ وہ کوئی ہو برا نہ کہو انہیں گالیاں نہ دو۔ ان کی تحقیر نہ کرو۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ بھی جوش میں آکر بے سمجھے بوجھے تمہارے معبود یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ بے ادبی سے پیش آئیں گے گستاخی اور دریدہ دہنی سے اس کو نعوذ باللہ گالیاں دینی شروع کر دیں گے اور اس قسم کا جوش بالکل فطری ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ یہ وہ سنہری اصول ہے جس کو مضبوطی کے ساتھ گرہ میں باندھ لینا چاہیئے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی کو یا کسی کے عزیز یا بزرگ کو گالیاں دو گے ——— تو وہ تمہیں اور تمہارے عزیزوں اور بزرگوں کو گالیاں دے گا۔ اس لیے اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور خیال رکھو کہ تمہاری کسی بات سے دوسروں کی توہین اور تحقیر نہ ہو۔ ورنہ وہ تمہاری تحقیر اور توہین کرے گا۔

Marfat.com

سورۃ الانعام ۶ ۲۲۸ ۰ ۰ ۰

نہ ماننے کے سو بہانے

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
اور قسم کھائی انہوں نے اللہ کی زور کی قسموں سے
لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
البتہ اگر آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو وہ ضرور ایمان لائیں گے
بِهَا ط
اس پر

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
اور وہ تاکید سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ
لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو اس پر ضرور
بِهَا ط
ایمان لائیں گے

جہد (سخت کوشش) مادہ ج ہ د کے معنی کوشش کرنا ہیں۔ اب اگر یہ کوشش ایسی ہو جس میں پوری طاقت لگانی اور سختی جھیلنی پڑے تو اس کو جَہْد (جیم کے زبر سے) کہتے ہیں اور معمولی کوشش کو جُہد (جیم کے پیش سے) کہتے ہیں۔ جہاد بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی کے مقابلہ میں کوشش کرنا۔ اسی کو مجاہدہ بھی کہتے ہیں خاص کر اپنی بُری خواہشوں کو دبانے کی کوشش

اَیمان (قسمیں) یمین کی جمع ہے قسم کو کہتے ہیں۔ پہلے گذر چکا ہے۔ جہد ایمانہم اپنی قسموں میں سے بڑی سخت قسم۔ یہ لوگ مشرک تھے۔ مگر اللہ کو سب سے بڑا مانتے تھے اور اللہ کی قسم ان کے ہاں سب سے بڑی سخت قسم سمجھی جاتی تھی۔

اس سے ملی آیت میں مسلمانوں کو صبر و تحمل سے کام لینے کو کہا گیا تھا تاکہ کافر لوگ ان کی بدزبانی سے مشتعل نہ ہو جائیں اور کہنے لگیں کہ مسلمان تو منہ پھٹ اور بداخلاق لوگ ہیں۔ ان کی بات ماننے کے قابل نہیں۔ احتیاط سے کام لینے کی اس لیے اور بھی ضرورت ہے کہ دنیا میں ہر ایک کو اپنا ہی طریقہ بھلا لگتا ہے۔ پرانی عادتوں کو انسان مشکل سے چھوڑتا ہے۔ اور اس کو نہ چھوڑنے کے اسے ہزاروں بہانے مل جاتے ہیں۔ اس لیے تم اپنی بدزبانی سے ایک اور بہانہ ان کے لیے پیدا کرو۔ مثلاً:

مکہ کے مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ سے کہتے کہ تم کہتے ہو موسیٰؑ لاٹھی کو اژدہا بنا دیتے تھے۔ عیسیٰؑ مردوں کو جلا دیتے تھے۔ مٹی کے جانور بنا کر اپنی پھونک سے انہیں زندہ کر دیتے تھے۔ اور بھی معجزے بہت سے نبیوں کے بیان کرتے ہو۔ تم بھی کوئی ایسی ہی صاف نشانی اپنی نبوت کی لاؤ۔ آپ نے پوچھا تم کیا نشانی چاہتے ہو۔ کہنے لگے اور کچھ نہیں تو اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دو۔ آپ نے کہا اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو گیا تو تم ایمان لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا ہم بڑے زور کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے چاہا کہ دعا کریں اور مسلمانوں نے بھی آپ سے درخواست کی کہ دعا فرمائیے۔ اگر اسی طرح ان کو ہدایت نصیب ہو جائے تو مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشاد ہے کہ یہ مشرک لوگ بڑے زور کی قسم کھا رہے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر ہمارے پاس ایسی کھلی نشانی آ گئی مثلاً صفا پہاڑ سونے کا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں سچا نبی مان لیں گے بھلا ایسی کھلی نشانی کون جھٹلا سکتا ہے۔

اس سورت کے شروع میں بھی اس کا ذکر آ چکا ہے کہ مکہ کے مشرک کوئی ایسی نشانی مانگتے تھے جس کا انکار کسی سے نہ ہو سکے۔ اور یہ سب بہانہ بازیاں تھیں۔ یہاں ان بہانہ بازیوں کی فکری وجہ بتائی گئی ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ نہ ماننے کے لیے طرح طرح کے بہانے کیوں ڈھونڈتے ہیں وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی طبیعت خراب عادتوں کی خوگر ہو گئی ہے۔ اور وہ انہیں سب سے اچھی معلوم ہوتی ہیں:

Marfat.com

نشانیاں دیکھ کر بھی نہ مانیں؟

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا
تو کہہ دے کہ نشانیاں اللہ کے پاس ہیں اور کس نے
يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ
بتایا تم کو کہ وہ نشانیاں جب آئیں
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
تو یہ ایمان نہ لائیں

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا
تو کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں مگر اے
يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ
مسلمانو! تم کو کیا خبر ہے کہ نشانیاں آویں تو یہ ایمان
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
لے ہی آویں گے

پچھلے سبق میں یہاں تک گزرا تھا کہ مشرک پہلے نبیوں کے معجزے اور نشانیاں سُن سُن کر ٹالنے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ کوئی انوکھی نشانی آئے مثلاً یہ صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں۔ اس کا جواب اسی سورت میں گزر چکا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے ان کو ایماندار بنانا منظور نہیں ہم نے اپنی نشانیاں پہلے ہی ان کے پاس بھیج دی ہیں۔ اور ان کے سمجھنے کی اُن کو کافی عقل دے دی ہے اور اسی عقل کا امتحان منظور ہے کہ دیکھیں یہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ یہاں اسی کی بابت پھر کہا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں نشانیوں کی کیا کمی ہے اگر اس کے پاس نشانیاں نہ ہوں گی تو پھر کس کے پاس ہوں گی۔

ارشاد ہے کہ اے رسول! تم ان کے کہنے سے دعا مانگنے کے لیے تیار ہو گئے کہ یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے۔ مسلمان بھی ان کا کہنا ٹھیک سمجھنے لگے کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو گیا تو یہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ آخر ایسی زبردست پکّی قسم کھا رہے ہیں۔ اس سے کیا پھریں گے۔ لیکن تمہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ایسی نشانیوں کے آنے کے بعد اگر یہ ایمان نہ لاتے۔ تو مقررہ قاعدے کے مطابق عذابِ الٰہی نازل ہونا ضروری ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ اپنے پرانے رسم و رواج کی محبّت میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ یہ اس سے نکلتے نہیں معلوم ہوتے۔ اس کے بعد نہ ماننے کا کوئی اور بہانہ تلاش کریں گے۔ اس لیے ان سے کہہ دے کہ جتنی نشانیاں تم کہو اللہ کے پاس موجود ہیں اور اسی کے پاس ہو بھی سکتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد نہ مانا تو کہیں کے نہ رہو گے۔ اور اے مسلمانو! تمہیں کیا خبر، کہ نشانیاں آنے کے بعد یہ ایمان ضرور لے ہی آئیں گے۔ جن پرانے طریقوں پر یہ قائم ہیں ان کی محبّت ان کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ اور ان کی وجہ سے انہیں دنیا کے بہت سے فائدے پہنچ رہے ہیں۔ نشانیاں مانگنا تو ایک بہانہ ہے۔ اور قسمیں بھی اس لیے کھا رہے ہیں کہ انہیں اللہ کی قدرت کا اندازہ نہیں۔ اور ایسی نشانیوں کو جیسے سارا پہاڑ سونے کا ہو جانا یہ محال سمجھے ہوئے ہیں۔ اس لیے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایسی زبردست نشانی دیکھ کر ایمان ضرور لے ہی آویں گے۔ بلکہ ان کے لچھن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اُسے جادو وغیرہ کہہ کر ٹال ٹول دیں گے۔ اور پھر اپنے ہی مشرکانہ طریقوں پر جمے رہنے کے لیے کوئی اور بہانہ کھڑا کر دیں گے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس میں مومن، کافر، مشرک وغیرہ سبھی رہیں گے اور ساتھ ہی ایسی نشانیاں بھی رہیں گی جنہیں دیکھ کر عقلمند اسلام کا راستہ اختیار کر لیں۔

Marfat.com

پہلی ضد نہیں اب بھی روکے گی

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا
اور ہم پلٹ دیں گے ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے
لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ
نہیں ایمان لائے وہ اس پر پہلی بار اور چھوڑ دینگے ہم ان کو
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
ان کی سرکشی میں بہکتے ہوئے

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا
اور ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جیسے کہ
لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ
نشانیوں پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳/۱۶
ان کی سرکشی میں بہکتے ہوئے چھوڑے رکھیں گے

اَفْـِٕدَةٌ (دل) فُؤَادٌ کی جمع ہے۔ فواد دل کو کہتے ہیں۔
يَعْمَهُوْنَ (بہکتے ہوئے) مضارع کا صیغہ ہے جو عمہ سے بنا ہے۔ عمہ کے معنی ہیں۔ بھٹ بیڑے مارنا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر جانا۔ بہکنا۔
دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ نے پختہ قاعدے مقرر کر دیئے ہیں اور وہ انہی قاعدوں کے مطابق چل رہی ہے۔ کوئی چیز ان قاعدوں سے باہر نہیں جا سکتی۔ یہ قاعدے اللہ ہی کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کے مطابق جو کام بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یعنی قرآن میں اسے اس طرح کہا جاتا ہے کہ اللہ نے یہ کیا۔ مثلاً انسان کے دل پر بہت سی چیزوں کا اثر پڑتا ہے اور ایک دفعہ کسی چیز کا گہرا اثر پڑ جائے تو پھر وہ مشکل سے جاتا ہے۔ انسان کوئی کام کرے تو اس کا اثر دل پر قبول کرے گا۔ لیکن پہلے وہ ہلکا ہوگا۔ اب اگر اس کام کو چھوڑ دیا تو وہ اثر جاتا رہے گا۔ لیکن اگر پھر کیا تو اس کا اثر پہلے سے اثر کے ساتھ مل کر اور گہرا ہو جائے گا۔ اور اگر کرتا ہی رہا تو اثر کرے گا کہ اتنا پختہ جائے گا۔ اب اگر یہ کام اچھا ہے تو اس کا اثر بار بار کرنے سے جتنا بھی گہرا ہوگا اتنا ہی مفید ہوگا۔ اور اگر برا ہے اور اس کو چھوڑا تو اس کا اثر بھی ہر دفعہ گہرا ہوتا چلا جائے گا۔ اور جتنا گہرا ہوگا اتنا ہی مضر ہوگا۔ مکہ کے مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی سے رسول اللہ نہ مانا اور آپ کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ اور قرآن آیا تو اس کی آیتوں کا انکار کر دیا۔ اس انکار کا اثر جو ان کے دل پر ہوا اس کا نام کفر ہے۔ انکار روز بروز بڑھتا گیا۔ نشانیوں پر نشانیاں آئیں۔ آیتوں پر آیتیں نازل ہوئیں۔ لیکن ان کا انکار بڑھتا گیا۔ اس لیے ان کا کفر گہرا ہوتا گیا یہاں تک کہ سارے دل کو ڈھانک لیا۔ گویا مر لگ گئی۔ اور یہ سب اسی قاعدے کے مطابق ہوا کہ ایک چیز کے بار بار کرنے سے اس کا اثر دل پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ قاعدہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس لیے قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر مہ لگا دی۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ہم ان کے دل پھیر دیں گے اور آنکھیں الٹ دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے شروع میں انکار کر دیا۔ اور پھر برابر انکار کرتے چلے گئے۔ ارشاد ہے کہ ان کی پہلی ضد اور ہٹ دھرمی کے برابر جاری رہنے کا اور ایمان کے برابر انکار کرتے رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اب جو بھی آیت یا نشانی آئے گی اس کا انکار ہی کریں گے۔ اور چونکہ انکار کا اثر بار بار کرتے کرتے گہرا ہو چکا ہے۔ اس لیے ہم آئندہ نشانی آنے پر بھی ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے اور وہ نہ کچھ سمجھ سکیں گے نہ دیکھ سکیں گے۔ اب ان کا یہ حال ہوگا کہ سرکشی اور ضد بڑھتی جائے گی۔ اس کے اثر سے دل سیاہ ہوتا چلا جائے گا اور وہ اس کے اندر بھٹکتے پھریں گے ۔

Marfat.com

انوکھی نشانیوں کا مُطالبہ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ
اور اگر ہم اتاریں ان کی طرف فرشتے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ
اور باتیں کریں ان سے مردے اور جمع کردیں ہم ان پر
كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا
ہر چیز سامنے نہیں ہوا وہ کہ ایمان لائیں
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
مگر یہ کہ چاہے اللہ اور لیکن بہت سے ان میں
يَجْهَلُوْنَ (۱۱۱)
جانتے نہیں

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ
اور اگر ہم ان پر فرشتے اتاریں اور ان سے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ
مردے باتیں کریں اور ہم ہر چیز کو ان کے
كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا
سامنے زندہ کر دیں تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
نہیں مگر یہ کہ اللہ چاہے لیکن اکثر ان میں
يَجْهَلُوْنَ (۱۱۱)
جاہل ہیں

پچھلی آیتوں میں جو کچھ کہا گیا تھا۔ اس آیت میں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ مشرک لوگ ایمان لانا تو چاہتے ہی نہ تھے.... صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب کر دیں۔ اور انہی پر سارا الزام رکھ کر سستے چھوٹ جائیں اس لیے وہ ایسی نشانیاں مانگتے تھے جن کا لانا ان کے نزدیک مشکل تھا۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات مختلف طور پر سمجھائی گئی ہے کہ تمہارا کام عجیب وغریب نشانیاں دکھانا نہیں ہے۔

قرآن مجید جو دین پیش کرتا ہے کوئی گھڑا ہوا زبردستی کا دین نہیں۔ یہ وہ راستہ ہے جس کی بات کو انسان کی عقل ذرا سی توجہ سے سمجھ سکتی ہے کہ واقعی انسان کی بہتری کے لیے یہی راستہ درست ہے۔ جب تک انسان کا علم اس کی عقل کی رہنمائی کے لیے نہ تھا۔ ان کو معجزے دکھا کر صحیح دین کی طرف بلایا جاتا تھا۔ لیکن اب جب کہ انسان کا علم کافی ترقی کر گیا ہے۔ اور آگے اور بھی ترقی کی امید ہے۔ انسان کی عقل اس کی روشنی میں انسان کے بھلے بُرے میں اچھی طرح تمیز کر سکتی ہے۔ اس لیے لوگوں سے کہا گیا۔ کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق غور کرو۔ وہ تمہیں سچائی کے پہچاننے کی کافی نشانیاں بتا دے گا۔ اب دین کو سمجھنے کے لیے کسی عجیب وغریب کرشمے کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھیجتے۔ یا مُردوں کی ان سے باتیں کرا دیتے یا تمام اگلی پچھلی اُمتوں اور چیزوں کو ان کے سامنے لا کھڑا کر دیتے تو اس سے دین کے سمجھنے میں کچھ بھی مدد نہ ملتی۔ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ اللہ ان کو زبردستی ایمان والا بنانا چاہتا ہے حالانکہ اللہ کی سنت نہیں کہ لوگ زبردستی ایمان لائیں۔ اس کو تو یہ منظور ہے کہ لوگ عقل سے کام لے کر خوب سوچ سمجھ کر اسلام کو اختیار کریں قرآن مجید اسلام کو دلائل کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہے۔ زبردستی کا کوئی کام نہیں۔ پھر ایسی عجیب وغریب نشانیاں مانگنی فضول ہیں۔ جن سے سوچ سمجھ کو کوئی مدد نہیں ملتی۔ ایسی نشانیاں طلب کرنا محض ٹالنے کے لیے ہے ؛

Marfat.com

نبی کے دشمن

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
اور اسی طرح کیے ہم نے واسطے ہر نبی کے دشمن
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ
شرارت کرنے والے آدمی اور جنّ ڈالتے ہیں
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
بعض ان کے طرف بعض کے بھڑک دار بات
غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
بہکانے کو اور اگر چاہتا تیرا رب نہ کرتے وہ یہ بات
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
پس چھوڑ تو ان کو اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن کر دیا
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ
شریر آدمیوں کو اور جنّوں کو جو ایک دوسرے
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
کو فریب دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں
غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
سکھاتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ

شیاطین: (سرکش) شیطان کی جمع ہے۔ یہ لفظ بارہا قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ جو چیز انسان کو سیدھے رستے سے روکے یا ہٹائے اس کو تباہ و برباد کرنا چاہے یا کوئی نقصان پہنچانا چاہے وہ شیطان ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا کوئی ایسی صورت ہو جو انسان کو دکھائی نہ دے مگر چھپ چھپ کر وہ کرے۔

یوحی: (دل میں ڈالنا) مضارع کا صیغہ ایحاء سے ہے جو وحی سے نکلا ہے۔ اس کے معنی ہیں کوئی بات کسی طریقہ سے کسی کو بتانا۔ [illegible] اشارہ کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں وحی سے اس کے لغوی معنی ہی مراد ہیں۔ اصطلاحی معنی نہیں۔

زخرف: (اوپر سے چمک دار) کوئی چیز جو اندر سے خراب ہو مگر اوپر سے ملمع وغیرہ کر کے چمکا دی گئی ہو۔

غرور: دھوکا اور فریب دینا۔ ظاہری آرائش کر کے کسی کو بُری چیز پکڑا دینا۔ غرور کے لفظی معنی دھوکہ دہی ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جو خود فریبی میں مبتلا ہو اسے مغرور کہا جاتا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جو بات کسی مقررہ قاعدے کے مطابق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے یعنی انداز کلام یوں ہوتا ہے کہ ہم نے ایسا کیا۔ ظاہر بات ہے کہ تمام قواعد و ضوابط اور ان کے نتائج اسی نے مقرر کیے ہیں۔ انہی قاعدوں کے مطابق عمل کے بعد نتیجہ میں کوئی ہدایت پاتا ہے کوئی گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اس کو یوں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے ہدایت دی اور ہم نے گمراہ کیا۔ اور ہم چاہتے تو نہ کوئی گمراہ ہوتا اور نہ دوسروں کو بہکاتا۔ ان الفاظ سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے مقررہ ضابطوں کی خلاف ورزی نہ کرتا تو اس کے نتیجہ میں ہم اسے گمراہ اور بدکار نہ ٹھیراتے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو شریر لوگ تیرے گرد جمع ہیں ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے گرد ان کے زمانے میں جمع کر دیے تھے یہ انسان اور جن دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ آپس میں شرارت کی باتیں ایک دوسرے کو سمجھاتے رہیں اور نیک لوگوں کے اور اللہ کے نبیوں کے ستانے پر تلے رہیں۔ ان کی باتوں میں کوئی جان نہیں ہوتی فقط ظاہری شکل کے لحاظ سے لبھانے والی ہوتی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو نیک بنا دیتا اور شرارت کرنے والا کوئی ہوتا ہی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے۔ کہ اگر اللہ جبر سے کام لیتا تو کوئی گمراہ نہ ہوتا لیکن ہدایت اور گمراہی اختیار کرنا اس نے خود انسان پر چھوڑ دیا ہے۔

Marfat.com

بُرے لوگوں کے کام

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ
اور تاکہ جھکیں اس کی طرف دل ان کے جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ
ایمان نہیں لاتے آخرت پر اور تاکہ پسند کرلیں اس کو
وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
اور تاکہ کرتے رہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ
اور اس لیے کہ ان ملمع کی ہوئی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل مائل
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ
ہوں جن کو آخرت کا یقین نہیں اور وہ ان کو پسند بھی کرلیں
وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
اور جو کچھ بُرے کام وہ کر رہے ہیں کیے جائیں

تَصْغٰى (مائل ہوں) مضارع کا صیغہ صغوٌ سے بنا ہے جس کے معنیٰ جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔
يَقْتَرِفُوْا (کریں) مضارع کا صیغہ ہے اس کا مصدر اقتراف ہے جو قَرَفٌ سے بنا ہے۔ قرف کے معنیٰ ہیں کمانا۔ اقتراف سے یہاں مراد ہے بُرے کام کرنا۔ مقترفون اسی سے اسم فاعل ہے یعنی کرنے والا۔ مقترفون اس کی جمع ہے۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ دنیا میں جہاں بھلے لوگ ہیں وہاں بُرے بھی ہیں۔ برے لوگ ہمیشہ بھلوں کی مخالفت میں لگے رہے ہیں اور کبھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتے اور ان کی خواہشیں انہیں سیدھا راستہ دیکھنے سے روکتی ہیں۔ یہ کبھی نیک لوگوں کی بات نہیں سنتے ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ فوری مزے چاہتے ہیں اور انجام کو نہیں دیکھتے اور جو ان سے کہے کہ تمہارے کرتوت آگے چل کر تمہیں تباہ کر دیں گے۔ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں، ان کی باتیں کھوکھلی ہوتی ہیں ان کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ فقط ظاہری صورت چمکدار اور بھڑکیلی ہوتی ہے، جیسے بوسیدہ اور خراب چیزوں پر ملمع کر کے لوگ اوروں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کو خراب چیز دے کر ان کی اچھی چیزیں لے لیتے ہیں۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے دوسروں کو ورغلاتے ہیں۔ اس ملمع سازی اور جھوٹ کو سچ بنا کر دکھانے سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی جماعت بڑھ جائے اور لوگ ان کی باتوں کو پسند کر کے ان کے ساتھی ہو جائیں اور پھر سب مل کر وہی تباہی کام کرتے رہیں۔ کوئی ان کو کہنے سننے والا نہ ہو۔ مگر ان کا قابو انہی لوگوں پر چلتا ہے۔ جو اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس بات کو بالکل نہیں مانتے۔ کہ مرنے کے بعد آخرت آئے گی، اور وہاں ان سب باتوں کا جو اس دنیا میں کی ہوں گی۔ حساب دینا پڑے گا اور بُرے کاموں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

اب اس آیت پر غور کیجیے — ارشاد ہے کہ یہ لوگ جھوٹی اور غلط باتوں پر دل لبھانے والا ملمع کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں، تاکہ نادان اور ناعاقبت اندیش لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور وہ ان کی باتوں اور کاموں کو پسند کرنے لگیں اور پھر سب مل کر شیطنت میں مصروف ہوں، بے حیائی کے کام کریں۔ اچھے لوگوں کا ناطقہ بند کر دیں۔ اور ہر طرح اپنا الّو سیدھا کریں۔ اس آیت میں انہیں لوگوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔

Marfat.com

فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ
کیا پس سوا اللہ کے ڈھونڈوں میں منصف اور وہی ہے جس نے
اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ
اتاری تمہاری طرف کتاب کھول ہوئی
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ
اور جو لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب وہ جانتے ہیں
اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
کہ وہ اتاری گئی ہے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
پس نہ ہو تو شک کرنے والوں میں سے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ
سو کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں
اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ
حالانکہ اسی نے تم پر واضح کتاب اتاری
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ
اور جن لوگوں کو ہم نے واضح کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں
اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
کہ یہ کتاب تیرے رب کی طرف سے ٹھیک نازل ہوئی ہے
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
سو تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو

اَبْتَغِيْ (ڈھونڈوں) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر ابتغاء ہے۔ بغی کے معنی ہیں طلب کرنا۔ ابتغار کے معنی ہیں ڈھونڈنا، تلاش کرنا اور چاہنا۔

حَكَمٌ (فیصلہ کرنے والا) یہ حُکم سے بنا ہے۔ حَكَمٌ کے معنی قاضی، جج اور منصف کے ہیں۔

اَلْمُمْتَرِيْنَ (شک کرنے والے) اسم فاعل مُمْتَرِیْ کی جمع ہے۔ جس کا مصدر اِمْتِرَاءٌ ہے اور وہ مِرْيَةٌ سے بنا ہے اور مِرْيَةٌ کے معنی شک کے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے اندر انسان کو غلط راستے پر ڈالنے والے شیطان بہت سے ہیں اور وہ ہمیشہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ناعاقبت اندیش لوگوں کو پھندے میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اکثر لوگ جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔ ان لوگوں سے اللہ کے نبیوں کو ہمیشہ دکھ پہنچتا رہتا ہے۔ آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انہیں انسان نما شیطانوں سے کام پڑا اور آپ کے پیروؤں کو بھی ان سے سابقہ پڑتا رہے گا۔ حق کی تلاش کرنے والوں کو چاہیئے کہ ان کے نرغے میں پھنس کر اپنے ہوش و حواس گم نہ کریں اور اس آیت کو دیکھیں کہ وہ ان کو ایسی حالت کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا سبق سکھاتی ہے۔ اس میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طریق فکر بتایا گیا ہے۔ وہ انسان کی دینی حفاظت اور رہنمائی کے لیے اکسیر اعظم ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان کر دے کہ کیا ان نادان لوگوں کے اور ہمارے درمیان اللہ کے سوا کوئی اور بھی فیصلہ کرنے والا ہو سکتا ہے جس نے انسان کی ہدایت کے لیے یہ کتاب مقدس (یعنی قرآن مجید) دنیا میں بھیج دی ہے اور اس کے اندر ساری کام کی باتیں خوب کھول کر صاف صاف بیان کر دی ہیں۔ میں تو اسے چھوڑ کر کسی اور کو فیصلہ کرنے والا نہیں ٹھیرا سکتا۔ وہ مجھ سے کہدیا ہے کہ پہلے سب لوگ جن کو کتابیں مل چکی ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ آخری کتاب تیرے رب کی طرف سے بالکل ٹھیک ٹھیک اور سچی باتیں لے کر آئی ہے۔ اس کی سچائی کی طرف سے کوئی شک اور شبہ ہرگز نہ گذرنا چاہیئے۔

Marfat.com

قرآن مجید کے احکام اٹل ہیں

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾

اور پورا ہے کلام تیرے رب کا سچائی میں اور انصاف میں نہیں کوئی بدلنے والا اس کے کلام کو اور وہی سننے والا جاننے والا ہے

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾

اور تیرے رب کی بات پوری سچی اور انصاف کی ہے اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا جاننے والا

عدل: (انصاف) اس کے معنی برابری کے ہیں۔ یعنی ایسی بات یا حکم جس میں نہ کسی کا نقصان ہو اور نہ کسی پر کوئی زیادتی ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ قرآن مجید دنیا میں بالکل ٹھیک باتیں لے کر آیا ہے۔ اس میں شک و شبہ نہ کرو۔ یہ ہر طرح سے قابل اعتماد کتاب ہے اور ہمیشہ کے لیے اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ کوئی شخص اس میں سے ایک لفظ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا تغیر و تبدّل کا اس میں خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیشہ جیسی ہے ویسی ہی رہے گی۔ اس آیت میں قرآن مجید کے ہمیشہ اور ہر وقت قابل اعتماد ہونے کے کچھ دلائل بیان کیے گئے ہیں مثلاً:

(۱) یہ اس کا کلام ہے جو سب کا رب ہے، اسی لیے انسان کا بھی رب ہے اور اس کی تربیت اسی کے ذمہ ہے۔ تربیت کے معنی ہیں ایک چیز کی ساری ضرورتیں پوری کر کے اسے رفتہ رفتہ کمال کو پہنچانا۔ انسان کی تربیت کے لیے ضروری تھا کہ اس کی عقل کو روشن کرنے کے لیے ہدایت کی صاف صاف روشنی مہیا کی جائے۔ یہ قرآن مجید وہی روشنی ہے جیسے ظاہری آنکھوں کے لیے سورج روشنی کا ذریعہ ہے ایسے ہی قرآن مجید باطنی آنکھوں کے لیے روشنی کا ذریعہ ہے (۲) اس میں ہر چیز واقعہ کے مطابق ہے (۳) اس پر عمل کرنے سے ہر شخص ظلم اور زیادتی سے محفوظ رہے گا (۴) اس میں کوئی کچھ رد و بدل نہیں کر سکتا اللہ، اس کا بھیجنے والا ہر ایک کی بات سننے والا اور ہر ایک حکم کے موقع و محل کا اور ہر ایک کے دل کی بات کا جاننے والا ہے۔

اب آیت پر غور کیجیے:

ارشاد ہے کہ یہ کلام تیرے رب کا ہے جو تمام جہان کا بھی رب ہے۔ اس میں سچائی کوٹ کوٹ کر بھری ہے، نیز اس میں ہر ایک نقصان سے بچانے کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی کی کیا مجال جو اس میں کچھ تغیّر و تبدّل کر سکے تمہیں کچھ ضرورت نہیں کہ کسی کی بات سنو اور اس کے ورغلانے میں آجاؤ۔ جو کچھ کہنا ہے اپنے رب سے کہو۔ وہ سب کی سننے والا ہے۔ یہ تمہارے اردگرد جو تمہارے بہکانے والے جمع ہیں۔ ان کو واقعات کا کچھ علم نہیں اور جس نے یہ قرآن تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اس کو ذرّہ ذرّہ کا علم ہے۔ یہ لوگ تمہیں تمہارے نفع کی بات نہیں بتا سکتے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ انسان کے لیے کون سی چیز نفع مند ہے۔ اور کون سی چیز نقصان پہنچانے والی ہے۔ ان کی جہالت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عارضی لذّتوں کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

گمراہ کُن

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
اور اگر کہنا مانے گا تو بہت سوں کا ان میں سے جو زمین میں ہیں
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ
بہکا دیں گے وہ تجھ کو راستے سے اللہ کے نہیں
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ
پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور نہیں وہ
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱۱۶)
مگر اٹکل دوڑاتے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
اگر تو ان لوگوں میں سے جو دنیا میں ہیں اکثر کا کہنا مانے گا
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ
تو تجھ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے وہ سب تو
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ
اپنے خیال میں چلتے ہیں اور سب
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱۱۶)
اٹکل ہی دوڑاتے ہیں

اِنْ: یہ لفظ اس آیت میں تین جگہ آیا ہے پہلی جگہ اس کے معنی اگر کے ہیں۔ دوسری اور تیسری جگہ اس کے معنی نہیں کے ہیں۔ اس لفظ کے یہ دو معنی یاد رکھنے چاہئیں۔ اکثر تو یہ اگر ہی کے معنی میں آتا ہے لیکن بعض جگہ اس کے معنی نہیں کے ہوتے ہیں۔

يَخْرُصُوْنَ: اٹکل کرتے ہیں فعل مضارع ہے جو خرص سے بنا ہے۔ خرص کے معنی ہیں اندازہ اور اٹکل سے کوئی بات کہنا۔

پچھلی آیتوں میں قرآن مجید کی بابت بتایا گیا تھا کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ اس میں نہ شک و شبہ اور نہ کسی کی مجال کہ اس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل کر سکے۔ اس آیت میں ایک اور حقیقت کو واضح کر کے قرآن مجید کی اہمیت ثابت کی ہے۔ اس کو اگر اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو زندگی کے سارے خرخشے ختم ہو جاتے ہیں۔ دنیا بھی آرام و آسائش کے ساتھ بسر ہو سکتی ہے اور آخرت کا دائمی عیش و آرام بھی میسر آ سکتا ہے۔ سمجھانا یہ ہے کہ دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ یقینی بات نہیں کہہ سکتے فقط گمان اور اٹکل سے کام لیتے ہیں اس کے برخلاف قرآن مجید کی ہر بات یقینی اور اٹل ہے اگر اس کو چھوڑ کر ان کی بات مانی جائے تو آدمی کو گمراہی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

ارشاد ہے کہ دنیا میں تجھے اکثر لوگ ایسے ہی ملیں گے کہ ان کے کہنے پر عمل کرنے سے تو صحیح راستہ سے بھٹک جائے گا کیونکہ ان کی باتیں یقینی نہیں ہوتیں بلکہ محض گمان اور اٹکل پر مبنی ہوتی ہیں اور سیدھے راستہ پر اٹکل سے نہیں چلا جاتا بلکہ دنیا کے کام بھی بے ڈھنگے طور پر چلتے ہیں اور اگر کچھ درست ہوتے بھی ہیں تو اس وقت جب برسوں کے تجربے سے اس گمان اور اٹکل والی بات کا صحیح یا غلط ہونا ثابت ہو جائے۔ پھر اس کو یقین کے ساتھ دل میں جما لیا جائے یا چھوڑا جائے۔

ذرا سا غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول دنیا میں نہ آتے اور انسان کو یقینی باتیں نہ بتاتے تو انسان اتنا بلد مہذب نہیں ہو سکتا تھا جتنا وہ اب نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کو گمان اور اٹکل کی باتوں پر چلنا پڑتا اور وہ اس وقت تک ٹھوکریں ہی کھاتا رہتا جب تک تجربے سے اس کو ساری باتیں یقینی طور پر نہ معلوم ہو جاتیں جن پر اس کی معاشرت اور اخلاق کی بنیاد قائم ہے۔ یہ نبیوں کا کام تھا کہ اللہ کی طرف سے کتاب لا کر انسان کو وہ یقینی باتیں بتائیں جن پر اس کی دائمی بہتری اور اصلاح کا دارومدار تھا۔

Marfat.com

گمراہی سے پناہ

اس آیت میں مسلمانوں کو دُنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کا گُر بتایا گیا ہے جس کے مضبوط پکڑ لینے سے وہ کبھی نیچا نہیں دیکھ سکتے اور نہ کبھی راہِ راست سے بھٹک سکتے ہیں۔ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لیکن سبق ساری امت کو سکھایا جارہا ہے۔ سبق بھی ایسا جو قیامت تک ہر زمانے اور ہر حال میں ان کے لیے مستقل ضابطۂ حیات بن کر رہے گا۔ اگر خدا نخواستہ انہوں نے کبھی اس پر عمل چھوڑ دیا تو کہیں کے نہ رہیں گے اور ان کی قومی ہستی حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ اس آیت سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ اہل اسلام کو سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے سے اک بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹنا ہے۔

ایک مسلم کو پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ انسان دنیا میں مسافر ہے دنیا میں آنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے گھر اور وطن سے نکل کھڑا ہوا۔ اب اسے منزل بہ منزل راستہ طے کرکے یہ سفر ختم کرنا ہے' اس سفر کا خاتمہ موت ہے مرجانے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا سفر ختم ہوا اور انسان وطن میں پہنچ گیا۔ پیدائش سے لے کر موت تک اسے ایک خاصا لمبا چوڑا میدان طے کرنا ہے۔ اس میدان کا نام دنیا ہے۔ موت کے بعد یہ وطن میں داخل ہوگا۔ اس وطن کا نام آخرت ہے پہلے اسے قبر' قیامت' حشر' حساب کتاب' پل صراط کے مرحلوں سے گذرنا ہے۔ پھر یہ اپنے گھر پہنچ جائے گا جو یا جنت ہوگا یا دوزخ جنت آرام کا مقام ہے اور دوزخ بے چینی کی جگہ ہے۔

انسان کو اگر سیدھا جنت میں پہنچنا ہے تو اس کے لیے اس دنیا میں ایک راستہ مقرر ہے۔ یہ راستہ اللہ نے مقرر کیا ہے اور اس کے بتانے کے لیے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر دنیا میں بھیجا ہے' اس راستہ سے بھٹکنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان سیدھی سڑک چھوڑ کر اندھیرے جنگل میں اتر گیا۔ خبر نہیں کہ کس جھاڑ جھنکار میں پھنس کر یا کونسی دلدل میں دھنس کر مر رہے اور موت کے آگے کے مرحلوں میں اس پر کیا گذرے اور دوزخ میں اس کی جان پر کیا بنے۔ اس سیدھے راستہ کو صراط مستقیم' صراط اللہ' صراط الانبیاء اور سیدھا راستہ کہتے ہیں۔ اس پر چلنے سے دنیا میں گڑھوں' دلدلوں' پریشانیوں سے بچے گا اور موت کے وقت آسانی ہوگی۔ آخرت کے مرحلے آسانی سے طے ہوں گے۔ جنت میں بنا بنایا آرام کا گھر رہنے کے لیے تیار ملے گا۔ یہ راستہ فقط قرآن مجید پر چلنے سے مل سکتا ہے۔ اس سے بھٹکانے کے لیے انسان کے بہت سے دشمن ہیں ان کی دنیاوی خواہشوں کے بلا روک ٹوک پورا کرنے کی طرف بلاتے ہیں اور قرآن مجید کہتا ہے کہ اپنی خواہشوں کو روک کر میرے کہنے کے مطابق عمل کرو اور جہاں میں روکوں رک جاؤ۔ انسان کا اصل دشمن جو اسے بلا روک ٹوک دنیا کی خواہشیں پوری کرنے کی طرف بلاتا ہے شیطان ہے' اور دنیا کے اکثر لوگ قرآن کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ذریعے تمام انسانوں کو اور خاص کر امتِ مسلمہ کو ہدایت کی ہے کہ دنیا میں شیطان بہت ہیں ان کا کہنا نہ مانو اور قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑو۔

Marfat.com

گمراہ اور ہدایت یافتہ

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ
بے شک تیرا رب وہی زیادہ جانتا ہے اس کو جو بہکتا ہے
عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾
اس کی راہ سے اور وہی زیادہ جانتا ہے راہ پانے والوں کو
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
پس کھاؤ اس سے کہ ذکر کیا گیا نام اللہ کا
عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ
اس پر اگر ہو تم اس کی آیتوں پر
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
ایمان لانے والے

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ
تیرا رب اس کو جو اس کی راہ سے بہکتا ہے خوب
عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾
جانتا ہے اور وہی ان کو جو اس کی راہ پر ہیں خوب جانتا ہے
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
سو تم اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام
عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ
لیا گیا ہے اگر تم کو اس کے حکموں پر
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
ایمان ہے

قرآن مجید جس وقت نازل ہوا اس وقت دنیا کے تقریباً تمام لوگ اللہ کے راستے سے ہٹ چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قرآن مجید سنا کر لوگوں کو اصلی باتیں بتانی شروع کیں تو ان پر اپنے غلط راستوں کا چھوڑنا شاق گذرا۔ کیونکہ وہ ان کے عادی ہو چکے تھے اور نئی تنظیم میں انہیں اپنی موت نظر آتی تھی حالانکہ اصلی زندگی کا راز اسی میں پوشیدہ تھا۔

قرآن مجید کے طریقے پر مکہ کے لوگ اعتراض کرتے تھے بجائے اس کے کہ اصل بات کے سمجھنے کی کوشش کریں، انہیں فقط اعتراض کرنے سے کام تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید نے جب موت سے مرے ہوئے مردہ جانور کا گوشت کھانے سے منع کیا اور اس کو حرام قرار دیا تو اس پر مکہ کے کافروں نے اپنی عادت کے مطابق ناک بھوں چڑھائی اور جو ان میں زیادہ سمجھ دار بنتے تھے انہوں نے کہا عجیب بات ہے کہ جس کو اللہ مارے وہ تو حرام اور جس کو انسان خود ذبح کر کے مارے وہ حلال۔ اس کا جواب سمجھانے کے لیے پچھلی آیتوں میں تمہید کے طور پر بیان کیا گیا کہ اللہ کے راستہ سے ہٹانے والے ظاہر بات کو بنا سنوار کر کہتے ہیں۔ لیکن ان کی باتوں میں دھوکے بازی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ حلال و حرام اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ اعتراض کی اصل جڑ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کو بھی ہماری خواہشوں کا پابند ہونا چاہیئے اور جیسے ہمارے بت ہمیں کچھ نہیں کہتے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، اسی طرح اللہ کو بھی ہم پر حکم نہ چلانا چاہیئے۔ پچھلی آیتوں میں ان کے خیالات کی غلط بنیاد کی قلعی کھولی اس آیت میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ حکم دینا اللہ کا کام ہے اور اس کا ماننا انسان کا کام ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے سے بھٹکنے والوں اور اس کے مقرر کیے ہوئے اور سیدھے راستہ پر چلنے والوں کو سب سے زیادہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے واہی تباہی خیالات سے غلط راستہ ٹھیک نہیں ہو سکتا غلط ہمیشہ ہی غلط رہے گا اس لیے تم ان نادانوں کے کہنے سننے کی پروا نہ کرو۔ یہ بات غلط ہے کہ جو جانور خود مر جائے اسے اللہ مارتا ہے اور جو ذبح کیا جائے اسے انسان مارتا ہے سب کو اللہ ہی مارتا ہے لیکن ذبح کے وقت چونکہ اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس لیے اس کے نام کی برکت سے اس کا کھانا حلال اور جائز ہو جاتا ہے چنانچہ کوئی چیز اگر اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کی جائے تو وہ بھی حرام ہے خواہ اسے ذبح ہی کیا گیا ہو لہذا حلال ہونا فقط اللہ کے نام اور اس کے حکم سے ہے۔

Marfat.com

بے بنیاد اعتراض

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اور کیا ہوا تم کو یہ کہ نہیں کھاتے تم اس میں سے کہ لیا گیا نام
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا
اللہ کا جس پر حالانکہ کھول دیا اللہ نے تمہارے لیے جو
حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
حرام کیا اس نے تم پر مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ تم
اِلَيْهِ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ
اس کی طرف اور بے شک بہت سے البتہ بہکاتے ہیں
بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
اپنی خواہشوں کے مطابق بغیر سمجھے بوجھے بے شک تیرا رب وہی ہے
اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ (۱۱۹)
زیادہ جاننے والا زیادتی کرنے والوں کو

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اور کیا سبب کہ تم اس جانور میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا
نہیں کھاتے اور جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے وہ
حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
واضح کر چکا ہے سوائے اس کے کہ جب اس کے کھانے پر مجبور
اِلَيْهِ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ
ہو جاؤ اور بہت لوگ اپنے خیالات پر بغیر تحقیق
بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
بہکاتے پھرتے ہیں یقیناً تیرا رب
اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ (۱۱۹)
حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے

اَلَّا: اصل میں یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے اَنْ یہ کہ لَا نہیں۔ نون کو لام میں ادغام کر دیا۔ اس لیے وہ بولنے میں نہیں آتا پھر اسے لکھنے میں بھی چھوڑ دیا۔

اُضْطُرِرْتُمْ (مجبور ہو جاؤ) ماضی مجہول کا صیغہ ہے اضطرار سے جو ضُرٌّ سے بنا ہے۔ ضر کے معنی تنگی۔ سختی۔ لاچارگی ہیں۔ اضطرار کے معنی ہیں تنگی میں پھنسانا جس میں کوئی چارہ ہی نہ رہے۔

الْمُعْتَدِيْنَ: اسم فاعل مُعْتَدِیْ کی جمع ہے جو اعتداءٌ سے بنا ہے۔ اعتداء عدوان سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں سرکشی، زیادتی۔ اعتداء کے معنی سرکشی کرنا۔ زیادتی کرنا یعنی کسی کام میں مقرر حد سے آگے بڑھنا اور قانون کی خلاف ورزی کرنا۔

بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں اکثر لوگ اپنی خواہشوں کے غلام بنے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی انہی کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔ لازم ہے کہ تم ان کی ظاہری بناوٹی باتوں میں نہ آؤ بلکہ قرآن مجید کے کہنے پر چلو اور اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاؤ۔ اس آیت میں اسی کی مزید وضاحت ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ذبح کیے ہوئے جانور وہ ہونے چاہئیں جن کو تم پر حرام نہیں کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تمہیں اس سے پہلے واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ کون کون سی چیز تم پر حرام ہے ان چیزوں کو بجز اس حالت کے کہ تمہاری جان ہی نکلنے لگے مت کھاؤ۔ اس مقصد کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں یہ ہیں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور ہو جاؤ) اس کے سوا جو حلال جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے شوق سے کھاؤ جس جانور کی موت کے وقت کوئی انسان اللہ کا نام لے کر اس کو ذبح کر دے۔ اس کا گوشت بھی حلال ہے۔ ان باتوں کو وہی سمجھتے ہیں جن کو حقیقت کا علم ہے مگر یہ لوگ سرکش ہیں۔ اللہ انہیں خوب جانتا ہے۔

Marfat.com

گناہ نہ کرو

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ
اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
بے شک وہ جو کماتے ہیں گناہ سزا دیے جائیں گے
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
اس کی جو تھے وہ کرتے

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ
اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اپنے کیے کی
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
سزا پائیں گے

يَقْتَرِفُوْنَ (کرتے ہیں) یہ اقتراف سے مضارع کا صیغہ ہے۔ اقتراف قرف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسب و عمل اور کمانا۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو ٹھیک بات سوچتے اور درست کام کرتے ہیں۔ اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی باگ ڈور اپنی خواہشوں کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ جدھر وہ چلاتی ہیں ادھر چلتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی معرفت آپ کی امت کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے کہنے پر مت چلو۔ قرآن مجید میں جو لکھا ہے اس کے مطابق چلو اوروں کے کہنے پر چلنا گمراہی ہے اور قرآن مجید کے مطابق چلنا سیدھے راستہ پر چلنا ہے۔ اس آیت میں اسی بات کو اور طرح سمجھایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ کھلا ہوا گناہ بھی چھوڑ دو اور چھپا ہوا گناہ بھی چھوڑ دو۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا ضرور دی جائے گی۔ اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

اگر کوئی کسی ایسے شخص کے کہنے سے جو قرآن مجید کے خلاف کہتا ہے کوئی کام کرے تو یہ کھلا گناہ ہوگا۔ اور اگر جو وہ کہتا ہے وہ کرے تو نہیں لیکن دل میں قرآن مجید کے حکم کے اندر شبہ کرنے لگے تو یہ چھپا ہوا گناہ ہوگا۔ ان دونوں سے بچنا چاہیے نہ ایسے شخص کے کہنے پر عمل کرے اور نہ اس کے کہنے سے قرآن کی طرف سے دل میں شبہ لائے۔

جو لوگ دوسروں کو ستانے سے چوری، رشوت، بدمعاشی سے فقط حکومت کے خوف سے بچتے ہیں کہ کہیں پولیس نہ پکڑ لے اور حاکم سزا نہ دے دے۔ وہ خفیہ گنہگار ہیں اور ان کا یہ فعل چھپا گناہ ہے۔ کیونکہ جب انہیں ایسا موقعہ ملے گا کہ نہ وہاں پولیس دیکھتی ہے نہ حاکم موجود ہے۔ وہ نڈر ہو کر کھلم کھلا گناہ کر بیٹھیں گے۔ (۳) لیے یہاں چھپے ہوئے اور کھلے ہوئے گناہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ گناہ پولیس اور حاکم کے خوف سے نہیں بلکہ اس لیے چھوڑے کہ قرآن مجید کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اور تنہائی میں بھی اس لیے رکے کہ قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو اس آیت کے مطابق دونوں کو سزا ملے گی۔ کیونکہ پولیس اور حکومت کے خوف سے برے کام سے بچنے والے کا دل گنہگار ہے۔ اور اس کے گناہ کو اور کوئی نہیں تو اللہ تو جانتا ہے۔ اسی طرح تنہائی میں گناہ کرنے والے کو کوئی روکنے والا نہیں لیکن وہ قرآن مجید کے حکم کو توڑ رہا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی سزا اسے دے گا۔

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہمارا رب یعنی اللہ ہمیں ظاہر اور باطن دونوں کو پاک و صاف رکھنے کا حکم دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ نہ کسی کے سامنے گناہ کرو اور نہ تنہائی میں اور نہ اعضا سے کرو اور نہ دل سے گناہ ہر حالت میں گناہ ہے۔

Marfat.com

غیر کے نام کا ذبیحہ حرام ہے!

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ
اور نہ کھاؤ تم اس میں سے کہ نہیں ذکر کیا گیا نام اللہ کا
عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
اوپر اس کے اور یہ کھانا البتہ گناہ ہے اور بے شک شیطان
لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ
البتہ وسوسہ ڈالتے ہیں طرف دوستوں اپنے کے تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے اور
اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴
اگر کہنا مانا تم نے ان کا تو بیشک تم ضرور مشرک ہو گئے

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ
اور جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ
عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
اور یہ کھانا گناہ ہے اور شیطان اپنے رفیقوں کے
لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ
دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور
اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع
اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہو گئے

فِسْقٌ: نافرمانی شرع کے خلاف کام کرنا۔ جو ایسے کام کرے وہ فاسق ہے اس کے ہم معنی لفظ فاجر بھی ہے جو فجور سے بنا ہے۔ فجور کے معنی ہیں حد کو جا کر باہر نکل جانا۔ فاجر وہ شخص ہے جو قانون کی حد کے اندر نہ رہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اس کا کھانا شرع کے خلاف ہے۔

لِيُجَادِلُوْكُمْ: تاکہ وہ جھگڑا کریں تم سے۔ مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مجادلہ اور جدال ہے۔ باہم جھگڑنا۔ اصل میں یجادلون ہے۔ لام پہلے آنے سے نون گر گیا۔

اَوْلِيٰٓـئِهِمْ: ولی کی جمع ہے۔ ولی کے معنی ہیں قریبی رشتہ دار۔ دوست۔ ساتھی اور رفیق۔

پچھلی آیتوں میں یہ بیان ہوتا آرہا ہے کہ کھانا انہی چیزوں کا حلال ہے جن کے کھانے کی اجازت اللہ نے قرآن مجید میں دی ہے لوگ چاہے جتنا قرآن کی باتوں کو جھٹلائیں تم اس کی پروا نہ کرو۔ ان کی بات پر عمل کرنا کیا ان کا خیال بھی نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ ان کی باتوں کو وقعت دے کر قرآن کی طرف سے دل میں شک و شبہ پیدا ہو جائے۔ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت بے دھڑک کھاؤ جو آپ سے مرگیا ہو اسے ہرگز نہ کھاؤ۔ اس آیت میں بھی اسی کی بابت کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جس جانور کو اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ وہ حرام ہے اس کا گوشت نہ کھانا چاہیے۔ ورنہ گناہ لازم آئے گا۔ کیونکہ قانون شرع کی خلاف ورزی ہوگی۔ شیطان اپنے تابعداروں کو یہ سکھاتے رہتے ہیں۔ کہ وہ تم سے کج بحثی کریں۔ مقصد یہ ہے کسی طرح تم شرع کے قانون کی پابندی نہ کرو۔ اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم میں اور مشرکوں میں فرق کیا رہ گیا۔ وہ بھی تو یہی کرتے ہیں کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہیئے نہیں مانتے اس کے حکموں کی پروا نہیں کرتے۔ اس میں اپنی طرف سے بین میخ نکالتے ہیں اور کٹ حجتی کرتے ہیں جیسے پہلے گذرا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی اور کا فیصلہ ماننا بھی شرک ہے۔ ہاں اگر قرآن کے خلاف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں اگر قرآن کے خلاف ہو تو اس کا ماننے والا اس آیت کی رو سے مشرکوں میں شامل ہے۔

Marfat.com

روشنی اور اندھیرا برابر نہیں

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا

اور کیا جو وہ تھا مردہ پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور کر دی ہم نے

لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

اس کے لیے روشنی چلتا ہے اسے کر بیچ لوگوں کے اس جیسا

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ

جس کا یہ حال ہے کہ اندھیروں میں ہے نہیں نکلنے والا اس سے

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

اسی طرح زینت دی گئی کافروں کے لیے اس کو کہ ہیں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

وہ کرتے

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا

بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا

لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

اور ہم نے اس کو روشنی دی کہ اس کو لوگوں میں لیے پھرتا ہے اس کے

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ

برابر ہو سکتا ہے کہ جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہے اور وہاں سے

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

نہیں نکل سکتا۔ اسی طرح کافروں کی نگاہ میں ان کے کام

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

مزین کر دیے

پچھلی آیتوں میں مردہ جانور اور اللہ کا نام لے کر ذبح کیے ہوئے جانور کی بابت حکم بیان کیے گئے کہ مردہ حرام ہے۔ اور اللہ کے نام پہ ذبح کیا ہوا حلال ہے۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ، رسول اور قرآن کی بات نہیں مانتے وہ اس قابل نہیں کہ ان کی بات سنی جائے اس آیت میں یہی حقیقت ایک مثال کے ذریعہ سے سمجھائی ہے۔

ارشاد ہے کہ ایک شخص گمراہی اور جہالت کی وجہ سے مُردہ ہو چکا تھا۔ پھر ہم نے اسے ایمان کی روح عطا کر کے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک روشنی عطا کر دی جس کے ذریعہ وہ ہر چیز کو دیکھ کر اچھی طرح سمجھ لیتا ہے اور اسی کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے اور ان کی باتوں کی اچھائی برائی دیکھ سکتا ہے۔ کیا اس کے برابر وہ شخص ہوتا ہے جو بہت سے اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے۔ اور کوئی صورت ان سے نکلنے کی نہیں۔ نہ اس کا دل زندہ ہے جو ایمان اور یقین کامل سے ہوتا ہے۔ اور نہ اس کے پاس کوئی روشنی ہے جس سے وہ ارد گرد کی چیزوں کو دیکھے اور اچھے بُرے میں تمیز کر سکے۔ اس اندھیرے میں جو چیزیں اس کے لگ گئی ہیں یا کسی نے اسے پکڑا دی ہیں۔ بس وہ انہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ ان کے سوا نہ کچھ دیکھ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا ہے اور اس کا دل تاریک ہے۔ جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہیں تعصب کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ اور اسی جیسے لوگ اس کی برابر تائید کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی غلط باتوں میں اور بھی دھنسا چلا جاتا ہے۔ یہی تاریکیاں اور اندھیرے اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ اپنی باتوں اور اپنے کاموں کے سوا اور کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں جچتی۔ ظاہر بات ہے کہ اس کی باتوں کو وہی پسند کرتا ہے۔ یا اسی جیسے لوگ مان سکتے ہیں۔ آنکھوں والے اور اپنے پاس روشنی رکھنے والے ان باتوں کو نہیں مان سکتے۔ کیونکہ وہ ان کی بھلائی برائی ان دونوں کے ذریعہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اسی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اندھیرے میں پھنسے ہوئے لوگ کیوں اپنی انہی چیزوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس زندہ روح ہے اور نہ روشنی ہے۔ پھر وہ ان کی برائی کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ مقررہ قاعدے کے مطابق ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کے لیے ان اعمال کو خوبصورت کر دیا ہے ان کو وہ سامان میسّر ہی نہیں جس سے وہ اچھی چیزوں کو دیکھیں اور پرکھیں ۔

Marfat.com

بڑے مجرم

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ
اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں
اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ
بڑوں ہی کو مجرم بنایا تاکہ وہ چال چلیں اس میں
وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ
اور نہیں چال چلتے وہ مگر اپنی ہی جانوں پر اور
مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
نہیں سوچتے

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ جس کو اللہ نے مردہ سے زندہ کیا اور روشنی دی۔ اور جو اپنے کرتوتوں کے باعث بہت سے اندھیروں میں گرفتار ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جس کے پاس نہ روحانی زندگی ہے نہ روشنی ہے۔ اس کے نزدیک تو اس کے اپنے ہی کام دلچسپ اور دلکش ہوں گے۔ اللہ نے جن قاعدوں کے مطابق دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اس کی رو سے یہی ضروری ہے کہ اللہ کے نہ ماننے والوں کو اپنی ہی حرکتیں پسند ہوں اور اپنے ہی مشغلوں کے اندر مست رہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو چیز دنیا میں مقررہ قاعدوں کے مطابق ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کی ہے۔

اس آیت میں ایک اور چیز بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کی عادت یہ ہے کہ جب اس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو جاتی ہے اور لوگ اس کا کہنا ماننے لگتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ اور پھر ایسی تدبیریں سوچتا ہے کہ اس کی دولت بڑھتی ہی رہے اور اس کا اقتدار بنا ہی رہے اور عزت جوں کی توں رہے بلکہ روز بروز زیادہ ہو۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے وہ جوڑ توڑ کرتا رہتا ہے اور مکر و فریب سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ ہم نے اس دنیا کو ایسا ہی بنایا ہے کہ شرارتیں مال و جاہ والوں ہی سے سرزد ہوتی ہیں۔ ارشاد ہے کہ جیسے تم نے دیکھا کہ ہم نے ہر ایک کی نگاہ میں اسی کے کاموں کو خوبصورت بنا دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے ہر بستی میں شرارت کرنے والا مالداروں اور سرداروں کو ہی بنایا ہے جس کے پاس مال جمع ہوا اور لوگ اس کی ماننے لگے۔ پھر وہ ایسی چالیں چلتا ہے کہ جن سے اس کا یہ دبدبہ و جلال قائم رہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے شرارتوں پر اتر آتا ہے اور اس قدر آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ اسے سوا اپنے اور کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ یہ نہیں سوچتا کہ میں جو یہ شرارتیں اپنا مرتبہ اور وقار قائم رکھنے کے لیے کر رہا ہوں یہ آخر میں میرا ہی ناس کر کے چھوڑیں گی اور ان کا سارا وبال آگے چل کر میرے ہی سر پر پڑے گا۔ اور یہ انجام کار میری ہی تباہی کا باعث بنیں گی۔ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ عرب کے کافر جو اپنے مرتبہ اور مال میں مست تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کے لیے سوچ سوچ کر نئی نئی ترکیبیں نکالتے تھے آخر موت کے گھاٹ اتار دیے گئے اور اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شرارت اور فتنہ و فساد کے بانی وہی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مال اور مرتبہ میں مست ہو کر اپنا اور اپنی قوم کا انجام نہیں سوچتے۔ مفلس اور نادار لوگ ٹھیک بات کو جلد قبول کر لیتے ہیں اور اگر مالدار ان کو نہ اکسائیں تو وہ شرارت نہیں کرتے تاریخ سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

رسالت کسی نہیں

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
اور جب آتی ہے ان تک کوئی آیت کہتے ہیں ہم کبھی نہ مانیں گے
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ
جب تک کہ دیا جائے ویسا ہی جو دیا گیا رسولوں کو اللہ کے
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ
اللہ زیادہ جانتا ہے کہاں بھیجے اپنے پیغام
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ
عنقریب پہنچے گی ان کو جنہوں نے جرم کیے ذلت
عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا كَانُوْا
اللہ کے ہاں اور عذاب سخت اس سے کہ تھے وہ
يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
مکر کرتے

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم کبھی نہ مانیں گے
حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ (وقف لازم)
جبتک جیسا کچھ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے ہم کو نہ دیا جائے
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ
اللہ اس موقع کو خوب جانتا ہے جہاں اپنے پیغام بھیجے
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ
عنقریب پہنچے گی ان کو جنہوں نے جرم کیے ذلت
عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا كَانُوْا
پہنچے گی اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ تھے وہ
يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
مکر کرتے

اس سے پہلے کہا گیا کہ دولت اور رتبہ والے سیدھی اور سچی بات کہنے والوں کی چلنے نہیں دیتے اور ایسے جیلے اور مکر کرتے ہیں کہ وہ کبھی آگے نہ بڑھ سکیں اور نہ ان کی کوئی بات چلنے پائے۔ مکہ کے بااثر لوگ یہی کرتے تھے اور ایسے سر پھرے ہو گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ تم مالدار اور عزت والے ہیں، رسول ہوتے تو ہم ہوتے تمہارے پاس نہ دولت نہ نام نہ رتبہ تم کیسے رسول ہو گئے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کا حال تو دیکھو جب کوئی آیت یا نشانی ہمارا رسول ان کے پاس لاتا ہے تو غرور سے مرا کر کہتے ہیں کہ ہم تو تیری بات ہرگز نہ مانیں گے جب تک خود ہمارے اوپر وحی نہ اترے اور جو تم کہتے ہو کہ اللہ کے رسولوں کو جو ملا کرتا ہے وہی ہم کو بھی ملے۔ ہم مالدار اور بارسوخ ہونے کی وجہ سے رسول ہونے کے تم سے زیادہ مستحق ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ کو تم سے زیادہ اس بات کا علم ہے کہ رسول ہونے کا مستحق کون ہے اور رسالت کسے ملنی چاہیئے۔ مالدار اور سردار ہونا اللہ کے ہاں کوئی وقعت کی چیز نہیں ہے۔ تم جو اپنے مال و دولت کے نشے میں چور ہو رہے ہو اور ٹھیک بات کو ٹھکرا دیتے ہو اور گستاخی سے کہہ دیتے ہو کہ اللہ کو ہدایت دینی ہو گی۔ تو خود ہمارے پاس فرشتے بھیج کر اپنا پیغام براہ راست بھیجے کہ تم جیسوں کی بات ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں۔ تمہاری اس گستاخی اور غرور کے بدلے تم پر اللہ کی پھٹکار ہو گی۔ اور اس مکر و فریب کے بدلے میں جس کی بدولت تم نے یہ سب ڈھونگ رچا رکھا ہے تمہیں ذلیل کیا جائے گا اور تم پر سخت مار پڑے گی۔ یہ تمہارا مکر و فریب دھوکے بازیاں اور بڑھ چڑھ کے بولنا عنقریب رنگ لائے گا تم دنیا میں بھی کہیں کے نہ رہو گے اور آخرت میں بھی منہ کی کھاؤ گے۔

اللہ اللہ دنیا کی دولت اور عزت بھی کس بلا کی نشہ لانے والی چیز ہے کہ آدمی سچی باتوں کی طرف سے بالکل اندھا بہرہ ہو جاتا ہے اور جب تک سر پر ہی نہ آجائے نہ آنکھ کھلتی ہے نہ کان۔ اللہ اس آفت سے بچائے اور دولت والوں کو دولت کا صحیح استعمال کرنا سکھائے۔ آمین۔

Marfat.com

محروم ہدایت

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ

پس جس کے لیے ارادہ کرے اللہ یہ کہ اس کو ہدایت کرے کھول دیتا ہے

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ

سینہ اس کا واسطے اسلام کے اور جس کے لیے ارادہ کرتا ہے یہ کہ

يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

گمراہ کرے اس کے سینہ کو تنگ بھنچا ہوا

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ

گویا زور سے چڑھتا ہے بیچ آسمان کے اسی طرح

يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

کرتا ہے اللہ عذاب اوپر ان کے جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

یقین نہیں لاتے

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ

سو اللہ جس کو چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اس کے سینے کو

صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ

اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

گمراہ کرے تو اس کے سینہ کو تنگ سے نہایت تنگ کر دیتا ہے

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ

گویا وہ زور سے آسمان پر چڑھتا ہے اور اسی طرح

يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

اللہ عذاب ڈالے گا ایمان نہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

لانے والوں پر

ضَيِّقًا: صفت کا صیغہ ہے جو ضیق سے بنا ہے۔ ضیق کے معنی تنگی ہیں۔ ضَیق: تنگ

حرج: اسم ہے اس کے معنی ہیں ایسی گھنی جھاڑیاں جن میں کوئی گھس نہ سکے۔ یہاں اس سے مراد ہے بھنچا ہوا اور گھنا ہوا۔

يَصَّعَّدُ: مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر تَصَعُّد ہے (اصل میں یتصعّد تھا۔ تا کو صاد میں ادغام کر کے تصعد بنا لیا) اس کا مجرد صعود ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ تَصَعُّد کے معنی ہیں زور لگا کر زبردستی اوپر چڑھنا

رِجْس: پلید چیز۔ شیطان۔ ناپاکی۔ لعنت۔ پھٹکار۔ یہاں اس سے مراد دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب ہے یعنی دونوں جہان کی پھٹکار۔

دنیا میں کسی کے مزاج اور طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ ٹیڑھی چال چلے۔ کوئی بہت جلد سیدھے راستے کو پہچان لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جو سیدھے راستہ پر چلتا ہے اُسے ہدایت کی جاتی ہے اور جو راہ راست کو چھوڑ دیتا ہے اس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بچلا دیا۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ پیدائشی طور پر نیک ہیں سمجھ لینا چاہیے۔ کہ اللہ کا ارادہ انہیں ہدایت کرنے کا ہے اور اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اس کا دل ٹھیک بات کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ اور جو پیدائشی طور پر کٹھ حجت ہے۔ اس کا سینہ بھنچا ہوا کر دیتا ہے۔ سیدھی باتوں سے اس کا دل گھبرانے لگتا ہے۔ یہ لوگ اس قدر گھبراتے اور بوکھلا جاتے ہیں گویا انہیں آسمان کی بلندی پر زبردستی چڑھنا پڑ رہا ہے۔ پہاڑ پر تو کچھ قدم جمانے کی جگہ بھی ہوتی ہے۔ ان کو سیدھا اوپر چڑھنا پڑ رہا ہے اور وہ بھی زبردستی اور محنت کے ساتھ اس کے بعد فرمایا کہ ہم ایمان سے بھاگنے والوں کو اسی طرح دونوں جہان کی آفتوں اور مشکلوں میں پھنسا دیتے ہیں۔

Marfat.com

سیدھا راستہ

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ
اور یہ راہ ہے تیرے رب کی سیدھی ہم نے
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
کھول دیا نشانیوں کو ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پکڑتے ہیں
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ
انہی کے لیے گھر ہے چین کا پاس ان کے رب کے اور وہی
وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
ان کا مددگار ہے اس کی وجہ سے جو تھے وہ کرتے

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ
اور یہ تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
نشانیوں کو غور کرنے والوں کے لیے واضح کر دیا ہے
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ
انہی کے لیے اپنے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ
وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
بسبب ان کے اعمال کے ان کا مددگار ہے

يَذَّكَّرُوْنَ (نصیحت حاصل کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ اصل میں تیذکرون ہے جس کا مصدر تذکّر ہے اور ذکر سے بنا ہے۔ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں خواہ زبان سے ہو یا دل سے تذکّر کے معنی ہیں غور کرنا اور نصیحت حاصل کرنا۔ یہاں تا کو ذال میں ادغام کر کے اوّل میں ہمزہ بڑھا دیا گیا ہے۔ اس طرح اذکّر ہو گیا پھر اس سے جو فعل بنا اس میں بھی یہی شکل قائم رہی چنانچہ ماضی اذّکّر ہوئی اور مضارع یذّکّر

دَارُ السَّلٰمِ: دو لفظ سے مرکب ہے دار اور السلام۔ دار کے معنی گھر اور السلام کے معنی امن چین اور آرام۔ آسائش۔ دار السلام کے معنی ہوئے آرام و آسائش کا گھر۔ یہ جنّت کا نام بھی ہے۔

وَلِيُّ: (مددگار) صفت کا صیغہ ہے اور ولیٌّ سے بنا ہے جس کی ایک شکل ولایت بھی ہے۔ دونوں کے معنی نزدیکی کے ہیں۔ وَلِيٌّ کے معنی نزدیک اور قریبی رشتہ دار۔ آقا اور مددگار نیز دوست اور ساتھی۔ غرض کوئی شخص جس کا دوسرے شخص سے بہت قریب کا تعلق ہو۔ وہ اس کا ولی ہے جس کا ولی اللہ ہو جائے اس کے کیا کہنے ہیں۔

پہلے معلوم ہوا کہ کچھ انسان ٹیڑھی طبیعت کے ہوتے ہیں اور کچھ بھلے مانس۔ کج طبیعت لوگوں کا اللہ دل تنگ بنا دیتا ہے۔ سچی بات ان کے دل میں جگہ ہی نہیں پاتی اور بھلے مانس کا دل کشادہ اور اس کا حوصلہ فراخ ہوتا ہے۔ اس کا دل سچی اور سیدھی بات کو جھٹ قبول کر لیتا ہے۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جس کی طبیعت دنیا کی بناوٹ کی رو سے جیسی بن گئی ہے اور جس کی افتاد جیسی پڑ گئی ہے اس کے مطابق اللہ اُسے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے یا اس کی طبیعت اور اعمال کے مطابق اسے گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ جو قرآن مجید بتا رہا ہے اور اے رسول جو کچھ تو انہیں سکھا رہا ہے۔ یہی تیرے رب کی مقرر کی ہوئی سیدھی راہ ہے جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچائے گی۔ جو اس پر چلیں گے وہ ایسی جگہ پہنچ جائیں گے۔ جہاں انہیں سارے جھگڑوں سے امان اور نجات مل جائے گی۔ ان کے رب کے پاس ان کے لیے جنّت کی تمام نعمتیں تیار ہیں۔ دنیا میں جو انہوں نے اپنی خواہشوں کو خیرباد کہہ کر اپنے رب کی فرماں برداری پر کمر باندھی تھی اس کے صلہ میں ان کو اپنے رب کا قرب حاصل ہوگا اور وہ ان کا ولی اور مددگار بن جائے گا۔

Marfat.com

شیطان کا راستہ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يٰمَعْشَرَ
اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو اے گروہ
الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ
جنوں کے تم نے بہت سے منگوا لیے انسانوں میں سے اور
قَالَ اَوْلِيٰٓـُٔهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا
کہا دوستوں نے ان کے انسانوں میں سے اے رب ہمارے
اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ
ہم نے ایک دوسرے سے کام نکالا اور پہنچے ہم
اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ
اپنے وقت تک جو مقرر کیا تھا تو نے ہمارے لیے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يٰمَعْشَرَ
اور جس دن ان سب کو جمع کرے گا۔ فرمائے گا اے جنات کی
الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ
جماعت تم نے آدمیوں میں سے بہت کچھ اپنے تابع کر لیے اور
قَالَ اَوْلِيٰٓـُٔهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا
آدمیوں میں سے ان کے دوست دار کہیں گے اے ہمارے رب
اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ
ہم نے ایک دوسرے سے کام نکالا اور ہم اپنے وعدے
اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ
کو پہنچے جو تم نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا

اسْتَكْثَرْتُمْ اجلت سے لے لیے تم نے ماضی کا صیغہ اس کا مصدر استکثار ہے جو کثرۃ سے بنا ہے۔ کثرۃ کے معنی زیادتی کے ہیں استکثار کے معنی ہوئے بہت سا حصہ لے لینا اور زیادہ چیز منگوا لینا۔

اسْتَمْتَعَ فائدہ اٹھایا۔ ماضی کا صیغہ استمتاع سے ہے جو متاع سے بنا ہے۔ متاع کے معنی ہیں کوئی کام کی چیز۔ مال و دولت۔ ساز و سامان وغیرہ۔ استمتاع کے معنی ہیں بہت سا مال متاع یعنی سامان دولت وغیرہ اکٹھا کر لینا۔ فائدہ اٹھانا۔

اَجَلٌ: اس کے معنی مقررہ وقت اور ساری مدت کے بھی ہیں۔ یہاں موت مراد ہے جو مقررہ وقت پر آتی ہے۔

اَجَّلْتَ (وقت مقرر کیا تو نے) تاجیل سے ماضی کا صیغہ ہے۔ تاجیل اجل سے بنا ہے اس کے معنی ہیں اجل یعنی وقت مقرر کرنا۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ اکثر انسان غلط راہ اختیار کرتے ہیں۔ اور غلط راہ ہمیشہ شیطان کے بہکانے سے اختیار کی جاتی ہے جو انسان کا قدیمی اور پیدائشی دشمن ہے۔ اللہ نے اس کو ڈھیل دی ہے لیکن ساتھ ہی کہہ دیا ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا داؤ نہ چلے گا۔ اس سے پہلی آیت میں کہا ہے کہ نیک لوگوں کا ولی یعنی ساتھی اللہ ہے۔ اس آیت میں بُرے لوگوں کا حال بتایا ہے۔

ارشاد ہے کہ ایک دن سب انسان اور شیطان اللہ کے سامنے جمع ہوں گے شیطانوں سے انسانوں کے منہ در منہ کہا جائے گا۔ کہ تم نے دنیا میں خوب ہاتھ مارا۔ اور بہت سے انسانوں کو اپنا تابع اور غلام بنا لیا۔ چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ شیطانوں کے غلام خود بخود بول پڑیں گے۔ کہ ہم ان کے غلام نہ تھے۔ نہ ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ یونہی ایک دوسرے سے مل ملا کر کبھی ہم ان کا اور کبھی یہ ہمارا کہنا مان لیتے تھے۔ اور ایک دوسرے کا کام نکال دیتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آ گئی اور جتنے دن آپ نے دنیا میں ہمارے جینے کے لیے مقرر کیے تھے۔ وہ ختم ہوئے شیطانوں سے پہلے پوچھنے کا مطلب ہی یہی تھا کہ جواب انسان سے لیا جائے آگے اُن کا جواب دیا جائے گا۔

Marfat.com

بُروں کا حشر

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
فرمائے گا آگ ہے ٹھکانا تمہارا رہنے والے ہو اسی میں
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ
مگر جب چاہے اللہ بے شک تیرا رب ہے حکمت والا
عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ
جاننے والا اور اسی طرح ساتھی بناتے ہیں ہم بعض
الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا
ظالموں کو بعض کا بوجہ اس کے جو تھے وہ
يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع
کماتے

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
فرمائے گا تمہارا گھر آگ ہے اسی میں رہا کریں گے
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ
مگر جب اللہ چاہے البتہ تیرا رب حکمت والا
عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ
خبردار ہے اور اسی طرح ہم گنہگاروں کو ایک دوسرے
الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا
کے ساتھ ملا دیں گے ان کے اعمال کے
يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵ ع ۸
سبب

پچھلی آیت میں گذرا کہ انسان اور ان کے بہکانے والے شیطان قیامت میں سب کے سب اللہ کے سامنے جمع ہوں گے شیطانوں سے کہا جائے گا کہ تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔ اس پر وہ لوگ جو شیطان کے بہکاوے میں آکر ان کے غلام بن گئے تھے اپنی جان بچانے کے لیے بول پڑیں گے کہ اے ہمارے رب ہم تو ان کی پوجا اور غلامی نہیں کرتے تھے۔ یونہی ان سے سرسری میل جول تھا۔ مل جل کر ایک دوسرے کے کام آجاتے تھے سو وہ بھی فقط موت آنے تک تھا اس کے بعد ختم ہوا۔ یہ غلط جواب ان کو اس لیے دینا پڑے گا کہ اس وقت ان پر سرسری حقیقت روشن ہو جائے گی اور صاف پتہ چل جائیگا کہ آج اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی خیر نہیں۔ عذر تو ان کے پاس کوئی ہوگا نہیں۔ یونہی واہی تباہی باتیں بنائیں گے۔ لیکن اللہ تو سب کی حقیقت سے واقف ہے۔ اس کے سامنے غلط بات کیسے چل سکتی ہے

اللہ تعالیٰ ان کی لچر باتیں سن کر جواب دے گا تم سب بہکنے اور بہکانے والوں کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے۔ وہیں تمہیں رہنا ہوگا۔ اس میں سے نکلنا نہ تمہارے اپنے بس کا ہوگا نہ کسی اور کے بس کا۔ تمہارے معبود جن کی تم پوجا کرتے تھے۔ جن پر نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ سب اپنا سا منہ لے کر رہ جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ذرہ بھر بھی تمہارے کام نہ آئے گا۔ اختیار فقط اللہ کا ہوگا اور تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بات تمہیں دنیا میں ماننی چاہیئے تھی۔ آج جو تم مجبوراً مان رہے ہو یہ کوئی ماننا نہیں ہے۔ آج تم اس کے سوا کچھ اور مان ہی نہیں سکتے۔ کہ سارے کام اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں اور کوئی خواہ وہ کچھ ہی ہو بالکل کچھ نہیں کر سکتا۔ اور بات اصل میں ہے بھی یہی کہ سب کچھ اس کی مشیت اور رحم و کرم پر موقوف ہے اور کسی میں نہ کوئی طاقت ہے نہ کسی کو کچھ اختیار ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ جیسے تم نے شیطانوں اور ان کے ماننے والوں کا حال سنا ایسے ہی ہم بدکاروں کو باہم اکٹھا کر دیں گے اور سب کو ملا جلا کر دوزخ میں جھونک دیں گے۔ کیونکہ ان کے اعمال اسی قابل ہیں۔ اور ان کی یہی سزا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جتنے برے کام اور شرک کرنے والے ہیں وہ سب آپس میں ایک ہیں اور دوزخ میں ایک دوسرے سے مل جائیں گے ؛

Marfat.com

انبیاء کا پیغام

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
اے گروہ جنوں کے اور آدمیوں نے کیا نہیں آتے تم تک
رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ
رسول تم میں سے بیان کرتے تھے تم پر آیتیں میری
وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا
اور ڈراتے تھے تم کو ملاقات سے تمہارے دن کی جو یہ ہے
قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ
کہیں گے گواہی دیتے ہیں ہم خلاف اپنی جانوں کے اور بہکایا ان کو
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
زندگی نے دنیا کی اور گواہی دی انہوں نے اوپر جانوں اپنی کے
اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
انہوں نے اوپر جانوں اپنی کے کہ وہ تھے کفر کرنے والے

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تم ہی
رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ
رسول نہیں پہنچے تھے کہ تم کو میرے حکم سناتے تھے اور
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ
اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے
قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ
کہیں گے گواہی دیتے ہیں ہم خلاف اپنی جانوں کے
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اور بہکایا ان کو زندگی نے دنیا کی اور گواہی دی
اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
انہوں نے اوپر جانوں اپنی کے کہ وہ تھے کفر کرنے والے

یقصون: بیان کرتے تھے مضارع کا صیغہ ہے اور قصص سے بنا ہے جس کے معنی بیان کرنا ہیں قصہ اس کی دوسری شکل ہے جس کے معنی کہانی کے ہیں۔

شھدنا: (ہم نے گواہی دی) ماضی کا صیغہ ہے جو شہادت سے بنا ہے۔ شہادت کے معنی ہیں دیکھی ہوئی اور یقینی طور پر معلوم بات کو کھلم کھلا کہہ دینا شھد (ہ) بھی اسی سے ہے۔

غرت: (بہکایا) ماضی کا صیغہ غرور سے بنا ہے۔ غرور کے معنی ہیں دھوکا، دھوکا دینا، بہکانا۔ جو شخص دھوکا کھائے ہوئے ہو اسے مغرور کہتے ہیں۔ یہ اسی سے بنا ہے اور مشہور لفظ ہے۔

لقاء: اس کے معنی ملاقات کے ہیں بلکہ یہ لفظ ملاقات ہی کی دوسری شکل ہے۔ اس کا مادہ ل۔ق۔ی ہے۔ ملاقات مشہور لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی شخص یا کسی چیز کے سامنے آجانا۔ اس سے ملنا۔

اس سے پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سب پر حقیقت کھل جائے گی اور اس وقت سب ایمان لے آئیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ ایمان ان کے کام آجائے گا مگر ایمان وہی کام آئیگا جو اس دنیا میں اللہ کے رسولوں کو عقل سے پہچان کر اور اللہ کی آیتیں سن کر دیکھ کر لایا گیا ہو۔

ارشاد ہے کہ قیامت میں کہا جائے گا کہ اے جن و بشر! کیا دنیا میں تمہارے پاس ہمارے رسول تمہیں میں سے نہیں آئے تھے اور انہوں نے تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی تھیں۔ اور تمہیں آج کے دن سے نہیں ڈرایا تھا۔ سب لوگ جواب دیں گے کہ ہاں آج ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور ہمیں صاف نظر آرہا ہے کہ ہم سخت غلطی پر تھے اور ہم نے دنیا میں رسولوں کا کہنا نہ مان کر آج اپنے آپ کو بڑی آفت میں پھنسا لیا۔ اس دن تو یہ کہیں گے لیکن آج ان کو دنیا نے بڑا دھوکا دے رکھا ہے۔ وہ یہیں کی زندگی کی خرافات میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

Marfat.com

سوچنے کی ضرورت

قرآن مجید کی ہر آیت میں ہمارے لیے ایک پیغام ہے جب تک ہم اس پیغام کو اچھی طرح نہ سمجھ لیں۔ اس آیت کا پورا حق ادا نہیں ہوتا اور نہ ہماری دنیوی زندگی سنورنے کی امید ہو سکتی ہے نہ آخرت کی۔ پہلے ہمیں اس کو اچھی طرح دل میں بٹھا لینا چاہیئے۔ کہ یہ دنیا کی زندگی ہمیں فقط اپنی آخرت کی زندگی سنوارنے کے لیے ملی ہے۔ دنیا کی زندگی کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ہر شخص یہیں کے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں لگ جائے۔ ہر وقت اس پر یہی دھن سوار ہو کہ ساری اچھی اچھی چیزیں میرے ہی قبضہ میں آجائیں اور سب سے کہہ دوں کہ خبردار میری طرف نہ دیکھنا۔ ورنہ میں نے اپنے پاس اتنی قوت اور طاقت اکٹھی کر لی ہے کہ تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ دیکھو! دنیا کے پھندوں میں پھنس کر آخرت کو نہ بھول جانا۔ یہاں کی عزت اور مرتبہ عیش و آرام، دولت و حکومت سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ اس کے بعد اور زندگی شروع ہوگی اور اس زندگی میں اسی کو آرام اور چین ملے گا۔ جو یہاں کی دولت عزت اور مرتبہ نہیں چاہتا اور اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑا نہیں پھیلاتا۔ قرآن مجید برملا کہہ رہا ہے کہ یہاں کی زندگی کا کچھ ایسا انتظام کرو کہ مل جل کر سب کے گذارے کا بندوبست ہو جائے۔ اور سب کو کھانا، کپڑا، گھربار اور ضرورت کی تمام چیزیں آسانی کے ساتھ میسّر آجائیں کوئی ضرورت سے زیادہ سب کے کام آنے والی چیزیں اپنے پاس اکٹھی نہ کرے جو ایسا کر رہا ہے یا ایسا کرنے والوں کو ہمت دلا رہا ہے اس نے قرآن مجید کی سمجھ بھی نہیں لگی ہے۔ اگر اس بات کو ماننے والے، دنیا کا مال و دولت اکٹھا کرنے اور دنیا کا جاہ و جلال حاصل کرنے میں مست ہوئے ہیں تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ انہیں قرآن مجید کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اور اوروں کی طرح انہیں بھی دنیا نے اپنے دھوکے میں پھنسا رکھا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس آیت پر غور کریں اور سمجھیں کہ انہیں خود کیا کرنا چاہیئے اور لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ سکھانا چاہیئے۔

اس آیت میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن سارے بھید کھل جائیں گے اور جن اور انسان بے ساختہ اعتراف کریں گے کہ ہم دنیا میں کام کی باتوں کو چھوڑ کر بیکار باتوں میں پھنسے ہوئے تھے اس وقت ان کو ملامت کی جائے گی اور اس ملامت سے ان کے دل کو جو کوفت ہوگی۔ وہ ان کی جان کے لیے ایک بڑا سخت عذاب ہوگا اس عذاب سے بچنے کا یہ طریقہ ہے کہ: (۱) اللہ اور اس کے رسول کا اقرار کرو (۲) آیات قرآنیہ کو اپنا دستور العمل بناؤ (۳) قیامت کو برحق سمجھو اور اس کی مصیبتوں سے بچنے کی اسی دنیا میں تیاری کرو (۴) دنیا کے اندر ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ بیکار شور و غل اور تھوڑی دیر کے دھوم دھڑکے میں کچھ نہیں رکھا اس سے دھوکا مت کھاؤ (۵) ہر وقت اپنا امتحان لیتے رہو کہ کہیں ہم کفر کی آفت میں تو مبتلا نہیں ہیں۔

یہ باتیں آج ہی اس دنیا کی زندگی میں کرنے کی ہیں۔ ورنہ مرنے کے بعد قیامت میں آنکھ کھلی تو سوا دکھ اور تکلیف کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا۔

Marfat.com

اللہ کے ہاں اندھیر نگری نہیں ہے

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ
یہ اس لیے کہ نہیں ہے رب تیرا ہلاک کرنے والا
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ
بستیوں کو ان کے ظلم پر جبکہ وہاں کے لوگ بے خبر ہوں اور
لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا
ہر ایک کے لیے درجے ہیں اس کے جو کیا انہوں نے اور نہیں
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
رب تیرا بے خبر اس سے جو وہ کرتے ہیں

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ
یہ اس واسطے کہ تیرا رب بستیوں کو ان کے ظلم پر ہلاک
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ
کرنے والا نہیں جب کہ وہاں کے لوگ بے خبر ہوں اور
لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا
ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے درجے ہیں اور نیز
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
رب ان کے کام سے بے خبر نہیں

مُهْلِكَ (مٹانے والا) اسم فاعل اہلاک سے ہے جو ہلاک سے بنا ہے۔ ہلاک کے معنی تباہی و بربادی کے ہیں۔ اہلاک کے معنی ہیں تباہ کرنا، مٹانا اور نیست و نابود کرنا۔

ظُلْم (بدکاری) یہ لفظ قرآن مجید میں بار بار آتا ہے اور اس کی تشریح بھی پہلے ہو چکی ہے اس کے معنی عربی میں ایسے کام کے ہیں جو نامناسب ہو اور جس میں اپنا یا کسی کا نقصان ہو۔ انسان کے لیے اللہ نے جو راستہ اس دنیا میں چلنے کا مقرر کیا ہے اس سے ذرا سا بھی ہٹ جانا ظلم ہے۔ ظلم کے بہت سے درجے ہیں۔ ظالم اور مظلوم اسی سے بنے ہیں۔ جن سے ہم کسی پر زیادتی کرنے والا اور وہ شخص جس پر زیادتی کی گئی ہو مراد لیتے ہیں۔ لیکن ایک آدمی اپنے اوپر بھی ظلم کر سکتا ہے۔ اس حالت میں وہ خود ہی ظالم اور خود ہی مظلوم ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ نے رسولوں کو بھیج کر پہلے سے انسان کو آنے والی مصیبتوں سے خبردار کر دینے کا سلسلہ مقرر کیا ہے کیونکہ وہ کسی کو بے خبری میں اس کی زیادتیوں کی وجہ سے سزا دے کر تباہ و برباد نہیں کرتا۔ پہلے وہ اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ تمہارے لیے چلنے کا یہ راستہ ہے۔ اس راستہ سے ذرا سا بھی ہٹنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے۔ خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں۔ اسی کے واضح کرنے کے لیے دنیا میں رسول آتے ہیں۔ رسول زبان سے اس راستہ کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔ اور خود اس پر عمل کر کے دکھا دیتا ہے جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے تو انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ اس کے مطابق چلے۔ پھر اس کے اعمال دیکھے جاتے ہیں اور ان کے مطابق اس کے درجے مقرر ہوتے ہیں۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو جی چاہے کرے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اللہ سب اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے انسان کو اس کے ذرا ذرا سے عمل کا بدلہ ملے گا اس کو چاہیئے کہ جو کچھ کرے سوچ سمجھ کر کرے۔ اور قرآن کی ہدایت سے باہر ذرا بھی جائے۔

Marfat.com

خدا کو تمہارے ماننے نہ ماننے کی پروا نہیں

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ
اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا ہے اگر چاہے
يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا
لے جائے تم کو اور قائم کر دے تمہارے بعد جس کو
يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ
چاہے جیسے پیدا کیا تم کو سے اولاد
قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؕ (۱۳۳) اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ
قوموں دوسری کی بے شک جو وعدہ کیے گئے تم سے
لَاٰتٍ ۙ وَّ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۱۳۴)
ضرور آنے والا ہے اور نہیں تم عاجز کر دینے والے

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ
اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا ہے اگر چاہے تو تم کو
يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا
لے جاوے اور تمہارے پیچھے جس کو چاہے قائم کر دے
يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ
جیسا تم کو اور دل کی اولاد سے
قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؕ (۱۳۳) اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ
پیدا کیا جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
لَاٰتٍ ۙ وَّ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۱۳۴)
وہ آنے والی ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے

غَنِيٌّ: (بے پروا) یہ صفت کا صیغہ ہے اور غِنًی سے بنا ہے غِنًی کے معنی ہیں بے حاجتی اور غَنِيٌّ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو جس کے پاس سب کچھ اپنا ہو۔

يَسْتَخْلِفْ: (پیچھے لائے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر استخلاف ہے جو خلف سے بنا ہے۔ خلف کے معنی پیچھے کے ہیں۔ استخلاف کے معنی ہیں کسی کے بعد اس کا کوئی قائم مقام مقرر کرنا۔ اس قائم مقام کو اس شخص کا خلیفہ کہتے ہیں خلیفہ اس کو بھی کہتے ہیں جسے کوئی اپنا کام کرنے کے لیے خود دیدے۔

اَنْشَاَ: (پیدا کیا) ماضی کا صیغہ ہے انشاء سے جو نشاء سے بنا ہے نشاء کے معنی پیدا ہونے کے ہیں۔ انشاء کے معنی پیدا کرنا۔ اس کے معنی لکھنے کے بھی ہیں جبکہ لکھنے والا خود سوچ کر لکھے کیونکہ وہ بھی ایک چیز پیدا کرتا ہے یہاں انشاء سے پیدا کرنے کے معنی مراد ہیں۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا محتاج ہے کہ تم اس کے کہنے پر چلو۔ اگر تم اس کا کہنا نہ مانو گے تو اس کے کام رُک جائیں گے۔ جیسے اس دُنیا میں ہوتا ہے کہ اگر لوگ بادشاہ کی بات نہ مانیں اور اس سے بغاوت کر دیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت اور تابعداری کی نہ ضرورت ہے نہ پروا۔ اس نے جو اپنے حکم تمہاری طرف بھیجے ہیں یہ اس کی رحمت ہے اور ان کے ماننے میں سراسر تمہارا ہی بھلا ہے اس کی سلطنت کا کارخانہ تمہارے بنتے بگڑنے نہیں ہے کہ اگر تم اس کی ٹہل اور خدمت نہ کرو گے تو اس کی حکومت میں کچھ فرق آجائیگا۔ اگر اس کا کام دوسروں کے اوپر موقوف ہوتا تو وہ نافرمانوں کو کان پکڑ کے نکال دیتا اور ان کی جگہ فرمانبردار خادم مقرر کر دیتا۔ اس کے لیے ایک کو ہٹا کر دوسرے کو اس کی جگہ لے آنا کچھ مشکل نہیں۔ تم اپنی ہی طرف دیکھو کہ تمہاری جگہ پہلے یہاں اور لوگ تھے۔ اب وہ یہاں نہیں ہیں اور ان کی اولاد میں سے آج کل تم ہو جو یہاں رہتے سہتے ہو اسی طرح تم کو ہٹا کر اوروں کو تمہاری جگہ لے آنا اس کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اگر وہ تم کو مٹانا چاہے تو تم اس سے بچ کر کہیں چھپ جاؤ گے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جو اس نے کہہ دیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ نری دھمکی ہے ہونا ہوانا کچھ نہیں۔

Marfat.com

کھلا ہوا مقابلہ

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ

کہدے اے میری قوم کرتے رہو تم اپنی جگہ پر یہ بھی

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ

کام کر رہا ہوں پس عنقریب جان لوگے کون ہے ہوتی ہے

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا

جس کے لیے عاقبت گھر کی یقیناً یہ ہے نہیں

يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

پہنچتے نفع چلنے والے

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ

تو کہہ دے اے لوگو تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو میں

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ

بھی کام کرتا ہوں عنقریب تم جان لوگے کہ عاقبت کا

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا

گھر کس کو ملتا ہے یقیناً ظالموں

يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

کا بھلا نہ ہوگا

مکانتہ: یہ اسم ظرف ہے۔ مکان سے بنا ہے کون کے معنی ہیں ہونا۔ مکان رہنے کی جگہ۔ مکان اسی سے بنا ہے اس میں ایک تا بڑھا دی ہے جو ظرف میں اکثر بڑھا دیتے ہیں جیسے مقام مقامۃ مکتب مکتبہ معنی دونوں کے ایک ہی رہتے ہیں۔

عاقبۃ الدار: انجام اس گھر کا۔ اسم فاعل مؤنث ہے۔ جو عقب سے بنا ہے عقب کے معنی ہیں پیچھے۔ عاقبۃ پیچھے آنے والی چیز۔ الدار گھر۔ اس سے مراد یہ گھر یعنی دنیا ہے۔ عاقبۃ الدار مضاف مضاف الیہ ہے یعنی دنیا کے گھر کے ختم ہونے کے بعد جو چیز آنے والی ہے۔

اس سے پتہ لگ گیا کہ اللہ نے اپنی رحمت سے انسان کے لیے نہایت مناسب راستہ مقرر کر دیا ہے جس پر چلنے سے وہ منزل مقصود تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول سے کہا ہے کہ ان سے کہہ دو اب تمہارا جو جی چاہے کرو۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہمارا یا تمہارا۔ مگر یہ قاعدہ یاد رکھو کہ ظالم فلاح نہیں پا سکتے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ اے میری قوم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو اپنی قوم کہہ رہے ہیں) مجھے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا وہ میں تمہیں بتا چکا۔ اگر تم اب بھی اپنے ہی طریقے پر جمے رہنا چاہتے ہو تو تم جانو۔ مگر یہ طریقہ غلط ہے۔ میں اس پر نہیں چل سکتا۔ میں تو وہی کروں گا جو اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ اب میرا تمہارا راستہ ایک نہیں رہا۔ تم اپنے طریقے پر عمل کیے جاؤ۔ اور میں اپنے طریقے پر عمل کرتا ہوں۔ آگے چل کر معلوم ہو جائیگا کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ میرا یا تمہارا۔ اتنی بات البتہ ضرور سچ ہے کہ ظالم کبھی نہیں پھلتے پھولتے۔ آخر میں انہیں ہمیشہ سر پکڑ کر رونا ہی پڑتا ہے۔

جن لوگوں سے یہ کہا گیا ہے۔ وہ مکہ کے کافر ہیں۔ اور اس وقت کوئی آثار نہیں تھے۔ کہ یہ کھاتے پیتے طاقتور لوگ کبھی نیچا دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد بدر کی جنگ ہوئی اور سب نے ان کا انجام دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ اور یہ تو دنیا میں ان کے کرتوتوں کا پھل تھا۔ ابھی اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد آخرت میں ان کا جو حشر ہوگا وہ الگ رہا۔ اس آیت کا کہنا یہاں تک تو سچ ہو ہی چکا ہے یقیناً وہاں بھی سچ ہوگا۔

Marfat.com

کافروں کے کرتوت

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
اور کرتے ہیں اللہ کے لیے اس میں سے جو پیدا کیا اس نے کھیتی سے
وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ
اور مویشی سے ایک حصہ پس کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے
بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ
ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے پس جو
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا
ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو
كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ
ہے اللہ کے لیے پس وہ پہنچتا ہے طرف ان کے شریکوں کے
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں سے اس نے
وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ
ایک حصہ ٹھیراتے ہیں پھر اپنے خیال میں کہتے ہیں
بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۖ فَمَا كَانَ
یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا
حصہ شریکوں کا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو
كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ
اللہ کا ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
کیا ہی بُرا انصاف کرتے ہیں

یَصِلُ: فعل مضارع ہے اور وصول سے بنا ہے وصول ایک مشہور لفظ ہے جس کے معنی پہنچنے کے ہیں۔

شُرَكَآءُ: ساجھی، شریک کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے اور شرک سے بنا ہے شرک کے معنی ساجھے یعنی حصہ داری کے ہیں، شریک وہ ہے جو کسی چیز میں کسی کا ساجھی ہو یعنی اس کا بھی اس میں حصہ ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رستہ انسان کے لیے مقرر کیا ہے اور اپنے رسول بھیج کر اس کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے، اس راستہ سے انسان ہٹ گیا ہے۔ اس لیے یہ لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر نہیں چلتے۔ لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر چلنا ضرور ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے تو آگے چل کر پچھتاؤ گے تم جانو جو تم کرتے ہو کیے جاؤ اور مجھے جو کرنا ہے وہ میں کرتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا انجام اچھا ہوتا ہے یا میرا۔ ارشاد ہے کہ ان کے لیے اللہ نے اپنی رحمت سے ہری بھری کھیتیاں تیار کیں اور مویشی پیدا کیے اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ان کے جھوٹے معبودوں اور دیوتوں وغیرہ کا کوئی دخل نہیں پھر بھی ان کی عقل دیکھو کہ اللہ سے زیادہ اپنے بنائے ہوئے معبودوں کا خیال کرتے ہیں۔ اور ان چیزوں میں سے اپنے خیال میں ایک حصہ اللہ کے لیے نکالتے ہیں اور ایک حصہ بت کے لیے۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تو بے نیاز ہے اسے حصہ کی کیا ضرورت ہے اس لیے اللہ کے حصہ میں سے کچھ نکال کر بت کے حصے میں ڈال دیتے ہیں اور بت کے حصے میں سے لے کر اللہ کے حصے میں کچھ نہیں بڑھاتے۔ کبھی ایسا کرتے ہیں کہ اگر اللہ کے حصہ میں بڑھیا ماں چلا گیا اور بت کے حصہ میں گھٹیا تو اسے بدل دیتے ہیں اور گھٹیا اللہ کی طرف اور بڑھیا بت کی طرف کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ باتیں بری ہیں کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اللہ کا احترام نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ مانتے ہوئے کہ اللہ محتاج نہیں اور بت محتاج ہیں بتوں کو اللہ کے برابر ٹھیراتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ مانتے ہیں غرض ان کا یہ فعل تو سراسر حماقت ہے۔ ہاں اس کے اندر جو خیال ہے وہ بہت برا ہے اور ان کے لیے سخت مضر ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ بے ادبی کرتے ہیں اور اس کی انہیں سخت سزا ملے گی:

Marfat.com

ایک اور اس سے بھی بڑھ کر حماقت

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اسی طرح اچھا دکھایا بہتوں کے لیے مشرکوں میں سے
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ
مار ڈالنا اپنی اولاد کے ان کے شریکوں نے تاکہ برباد کریں ان کو
وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ
اور تاکہ گڈمڈ کردیں ان پر دین ان کا اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ
چاہتا اللہ نہ کرتے وہ یہ پس ان کو چھوڑ
وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
وہ جو وہ جھوٹ بناتے ہیں

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ
نے ان کی اولاد کے قتل کو مزین کردیا تاکہ ان کو
وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ
ہلاک کردیں اور ان کے دین کو ان پر گڈمڈ کردیں اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ
اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے
وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
وہ جانیں اور ان کا جھوٹ

شُرَكَآؤُهُمْ : (ان کے شریکوں نے) شریک کی جمع ہے۔ اور جو صفت کا صیغہ ہے۔ شرک سے بنا ہے۔ شرک کے معنی ہیں ساجھا۔ شریک ساجھی۔ شرکاؤہم۔ ان کے شریک یعنی وہ جن کو وہ ساجھی بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ کا یا اپنا۔ اس سے مراد ان کے بہکانے والے شیطان ہیں جو ان کو برے کام سکھاتے ہیں۔

يُرْدُوْهُمْ : (ہلاک کریں ان کو) فعل مضارع ہے اصل میں يُرْدُوْنَ ہے۔ لام پہلے آجانے سے نون گر گیا۔ اس کا مصدر اردا ہے جو ردیٰ سے بنا ہے۔ ردی کے معنی تباہی، بربادی کے ہیں۔ اردا کے معنی تباہ کرنا، ہلاک کرنا۔

يَلْبِسُوْا : (ملا دیتا ہیں) فعل مضارع ہے۔ اصل میں يلبسون تھا۔ لام اوّل میں آجانے سے آخر کا نون گر گیا۔ یہ لبس سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چیزوں کو ایسا ملا دینا کہ الگ الگ پہچانی نہ جائیں۔ گڈمڈ کرنا، خلط ملط کرنا۔ یہ لفظ اسی سورت کے پہلے رکوع میں آچکا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان میں سے بہت سے ایک اور عجیب حرکت کرتے ہیں۔ ان کے شیطانوں نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ اولاد کو بتوں کے نام پر ذبح کرنا بڑا اچھا کام ہے چنانچہ اب ان میں ہر بہانے سے اپنے بچوں کو مار ڈالنے کا رواج ہوگیا۔ دین میں یہ طریقہ مقرر ہے کہ اللہ کے نام پر جانور قربان کرو۔ انہوں نے اولاد کو مارنا شروع کردیا۔ دین میں جانور کی قربانی تھی۔ شیطان نے کہا کہ اولاد کی قربانی اس سے بڑھ کر ہے۔ دین میں اللہ کے نام پر قربانی کرنے کا حکم ہے شیطان نے کہا کہ بتوں کے نام پر کرنی چاہیئے۔ یہ ان کے عقل کی کوتاہی ہے کہ ہمیشہ شیطان ہی کا کہنا مانتے ہیں۔ اللہ نے بھی دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے اسے آزمانا ہے کہ دیکھیں عقل سے ٹھیک کام کون لیتا ہے۔ ورنہ اگر وہ چاہتا تو کسی کو بھی ایسے بیہودہ کام نہ کرنے دیتا۔ لیکن نہیں دینا امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں زبردستی ٹھیک راستے پر چلانا مقصود نہیں۔ اس لیے ان کی غلط باتوں کو اور ان کو دونوں کو چلنے دو۔

معلوم ہوا کہ دین کی اصل شکل کو بگاڑنا شیطانی کام ہے۔ ایسے کام نہ کرنے چاہئیں جو دیکھنے میں تو دین کے نظر آئیں۔ لیکن باطن میں دین کی جڑ کو کھودتے ہوں۔

Marfat.com

دین کی اور غلط شکلیں

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ
اور کہا انہوں نے یہ ہیں چوپائے اور کھیتی جن کا کھانا منع ہے
لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ
نہیں کھائیگا اس کو مگر جسے ہم چاہیں اپنے گمان کے موافق
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
کچھ چوپائے منع کی گئیں پیٹھیں ان کی اور کچھ چوپائے
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
کہ نہیں لیتے نام اللہ کا ان پر
افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا
جھوٹ باندھتے ہوئے اوپر اس کے عنقریب سزا دے گا ان کو اس کی جو
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۸)
تھے وہ جھوٹ باندھتے

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ
اور کہتے ہیں کہ یہ مواشی اور کھیت ممنوع ہے اس کو
لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ
کوئی نہ کھادے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق
وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
اور بعض مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا
اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے
افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا
اللہ پہ بہتان باندھ کر عنقریب وہ ان کو ان کے
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۸)
جھوٹ کی سزا دے گا

حِجْرٌ: (ممنوع) اسم ہے جو حجر سے بنا ہے۔ حجر کے معنی روکنا، منع کرنا، حرام کرنا۔ حجر سے مراد وہ چیز ہے جس کے استعمال سے روک دیا جائے اس کے اصل معنی رکاوٹ کے ہیں۔

اس آیت میں ان کے چند اور بیہودہ کام بیان کیے گئے ہیں جن کو انہوں نے شیطان کے بہکانے سے اپنا دین بنا رکھا تھا۔ بعض چیزوں مثلاً کسی جانور اور کسی کھیت کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے اور ان کے کھانے کی عام اجازت نہ تھی۔ کسی کے لیے یہ تھا کہ اس کو عورتیں نہ کھائیں۔ یا بیاہی ہوئی کھائیں کنواری یا بیوہ نہ کھائیں، یا یہ کہ نرے مرد کھائیں، یا جوان کھائیں بچے اور بوڑھے نہ کھائیں یا اس کے برعکس یا فقط بتوں کے منت کھائیں وغیرہ یہ فقط ان کی خیالی باتیں تھیں جو سوچا کر لیا۔ اسی طرح بعض جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے کہ ان پہ کوئی سواری نہ کرے۔ بعض کا دودھ نکالتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا منع تھا اس ڈر سے کہ کہیں بتوں کے ساتھ اس میں خدا کا حصہ نہ ہو جائے۔ پھر تماشا یہ تھا کہ ان سب باتوں کو اللہ کا حکم بتاتے تھے کہ ہم کو ایسا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور انہی باتوں کو کرنے سے اس کی رضامندی حاصل ہو سکتی ہے، ان باتوں کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس جھوٹ اور افترا پردازی کی انہیں سزا ملے گی۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جانور یہ کھیت بتوں کے نام کے ہیں، انہیں وہی کھا سکتے ہیں جسے ہم اجازت دیں، ہر ایک نہیں کھا سکتا یہ سب ان کی من گھڑت ہے بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کی پیٹھ پہ کوئی بیٹھے نہ بوجھ لادے۔ بعض کے اوپر اللہ کا نام لینے سے رکتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو سراسر جھوٹ ہے، اللہ پر بہتان باندھتے ہیں اللہ اس جھوٹ بولنے کی انہیں سزا دے گا۔

Marfat.com

مشرکوں کی اور فضول باتیں

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ
اور کہتے ہیں جو کچھ پیٹوں میں ان جانوروں کے ہے
خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
خاص مردوں کے لیے ہے اور حرام ہے ہماری
اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ
عورتوں پر اور اگر ہووے مردہ پس وہ سب
فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ
میں شریک ہیں عنقریب ان کو سزا دے گا
وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۳۹)
ان کے باتیں بنانے کی بیشک وہ حکمت والا جاننے والا
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
بیشک نقصان میں ہیں وہ جنہوں نے مار ڈالا اپنی اولاد کو
سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا
بیوقوفی سے بے جانے اور حرام کرلیا جو
رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَى اللّٰهِ ۭ
رزق دیا ان کو اللہ نے جھوٹ باندھتے ہوئے اللہ پر
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ع (۱۴۰)
بیشک بھٹک گئے وہ اور نہیں وہ راہ پانے والے

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ
اور کہتے ہیں جو بچہ اس مویشی کے پیٹ میں ہے
خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
اس کو تو خاص مرد ہی کھائیں وہ ہماری عورتوں پر
اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ
حرام ہے اور جو بچہ مردہ ہو تو اس کے کھانے
فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ
میں سب برابر ہیں ان تقریروں کی وہ عنقریب
وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۳۹)
ان کو سزا دے گا وہ حکمت والا جاننے والا ہے
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
بے شک خراب ہوئے جنہوں نے اپنی اولاد کو
سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا
قتل کیا نادانی سے بغیر سمجھے اور اس رزق کو جو اللہ
رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَى اللّٰهِ ۭ
نے انہیں دیا حرام ٹھیرایا اللہ پر بہتان باندھ کر
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ع (۱۴۰) ع ۱۶ ۱۱ ۳ الربع
بیشک وہ گمراہ ہوئے اور سیدھی راہ پر نہ آئے

وَصْفَهُمْ (ان کا کہنا) وصف کے معنی ہیں بیان کرنا۔ یہاں اس سے ان کا حرام حلال کے بارے میں حکم چلانا ہے۔

اس آیت میں ان کی ایک اور فضول رسم کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے کہ ان کے ہاں بتوں کے نام پر آزاد کیے ہوئے جانور جن کے نام بحیرہ، سائبہ وغیرہ ہوتے تھے اور ان کا ذکر سورۃ المائدہ میں گزر چکا ہے کوئی بچہ جنیں تو اس کا کھانا عورتوں کو منع ہے اسے فقط مرد کھا سکتے ہیں لیکن اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اسے مرد عورت سب کھا سکتے ہیں اگر ان سے پوچھو کہ اس کی وجہ تو کہتے ہیں کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ ان کا یہ کہنا بڑی گستاخی ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ آگے ارشاد ہے کہ ان کے گناہ سراسر ان کے نقصان کا باعث ہیں۔ ایک تو نادانی اور جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کرنا خواہ بتوں پر قربانی کے طور پر ہو یا ننگ سنتی کے خوف سے ہو یا ننگ و عار کے ڈر سے ہو جیسا کہ بعض جاہل لڑکیوں کی بابت خیال کرتے تھے کہ ان کی دوسرے سے شادی ہوگی یہ ان کے لیے باعث شرم ہے اور دوسرا اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر لینا اور پھر جھوٹ کہنا کہ اللہ نے حرام کیا ہے۔ یہ سب باتیں یقیناً گمراہی کی ہیں۔ سیدھے راستے پر چلنے والے ایسی باتیں نہیں کرتے ؛

Marfat.com

پچھلی آیتوں پر غور

اسلام کا اصل سبق جو وہ انسان کو سکھانا چاہتا ہے توحید ہے اور اس سورت میں اسی کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مسلمانوں کو توحید پر بڑی سختی سے قائم رہنا چاہیئے۔ اور ایسی چیز کے پاس کبھی نہ پھٹکنا چاہیئے۔ جس سے توحید میں ذرا سا بھی خلل آتا ہے۔

توحید کا لفظ وحدت سے بنا ہے اور وحدت کے معنی ہیں اکائی یعنی ایک ہونا۔ اسی سے لفظ وحدانیت بھی بنا ہے جو چیز ایک ہو اُسے واحد اور اَحَد دونوں کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا نام واحد بھی ہے اور احد بھی۔ توحید کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک ماننا یا کہنا۔ لیکن اسلام میں توحید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو واحد اور احد یعنی ایک کہنا اور محض اسی کو عبادت اور حقیقی تعظیم و تکریم کا مستحق سمجھنا اور کسی کے آگے سر نہ جھکانا اور نہ اپنے آپ کو کسی اور کے آگے ذلیل کرنا۔ اس کے حکم کے آگے کسی کا حکم نہ ماننا خواہ وہ غیر کوئی آدمی یا اور چیز ہو یا اپنی خواہشیں ہوں جن باتوں کی اس نے اجازت دی ہے انہیں کرنا اور جن سے اس نے روکا ہے ان سے رک جانا۔ اس نے کرنے اور نہ کرنے کی باتیں اپنی کتاب قرآن مجید میں صاف صاف بیان کر دی ہیں اور اپنے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے دنیا بھر کے انسانوں اور جنوں کے لیے دنیا میں بھیج دیا ہے۔ ان سب باتوں کا اقرار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہے۔ اور اس کے کہتے ہی آدمی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اللہ کے احکام پر سچے دل سے عمل کرنے سے اسے اللہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ یقین کے بہت سے درجے ہیں اور ہر درجے کا نام ایمان ہے۔ یقین کے ساتھ اللہ کا کہنا ماننے سے ایمان میں روشنی آتی ہے اور یقین کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ توحید میں خلل آنے دے۔ توحید میں خلل یا تو اللہ کے ساتھ کسی اور میں اسی کی سی صفتیں ماننے سے آتا ہے۔ مثلاً کسی کے اندر مارنے جلانے، رزق دینے، اولاد دینے وغیرہ کی قدرت ماننے۔ یہ ساری قدرتیں اللہ ہی کے اندر ہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے۔ اس لیے کسی کے آگے التجا کرنی۔ کسی سے مراد مانگنی کسی کی منت ماننی غلط ہے اور نری غلط ہی نہیں بلکہ شرک ہے جس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کو کلام الٰہی میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی بابت صاف کہہ دیا گیا ہے کہ کبھی بخشا نہیں جا سکتا۔

اسی طرح سوا اللہ کے کسی اور کی نذر نیاز کرنا یا اس پر پابندیاں لگانا کہ اس کو فلاں کھائے اور فلاں نہ کھائے یا قرآن شریف کے فیصلے کے خلاف کسی اور کا فیصلہ ماننا شرک ہے جیسا کہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ بزرگوں کے پاس یا ان کے مزاروں پر اس نیت سے جانا کہ وہ ہمیں ہماری مرادیں دے سکتے ہیں شرک ہے۔ البتہ نیک لوگوں سے یہ کہنے میں کہ ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ قبولیت کا باعث ہے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔ زیارت قبور سے بھی یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں، وہاں اسی خیال سے جانا مناسب ہے۔ مرادیں پوری کرنا، رزق یا اولاد دینا مصیبتیں دور کرنا۔ فقط اللہ عزوجل کا کام ہے اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایاك نعبد وایاك نستعین اس بات کا اقرار ہے کہ ہم اللہ کے سوا نہ کسی سے ستائش کریں اور نہ مدد مانگیں گے۔

Marfat.com

اللہ کی مہربانیاں

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ
اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ اونچے چڑھائے ہوئے
وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ
اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور اور کھیتی
مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ
الگ الگ ہیں پھل اس کے اور زیتون اور انار
مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ
ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے کھاؤ اس کے پھل میں سے
اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۪
جب وہ پھلے اور دو اس کا حق دن کاٹنے کے اس کے
وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾
اور مت فضول خرچی کرو بیشک وہ نہیں پسند کرتا بیجا خرچ کرنے والوں کو

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ
اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ اونچے چڑھائے جاتے ہیں
وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ
اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی کہ
مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ
ان کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار کو پیدا کیا
مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ
ایک دوسرے کے مشابہ اور جدا جدا بھی جس وقت پھل لائیں
اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۪
ان کے پھل میں سے کھاؤ اور جس دن ان کو کاٹو ان کا حق ادا کرو
وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾
اور بیجا نہ خرچ کرو بیجا خرچ کرنے والے اس کو خوش نہیں آتے

مَعْرُوْشٰتٍ: (اونچے چڑھائے ہوئے) معروشۃ کی جمع ہے جو اسم مفعول مؤنث ہے اور عرش سے بنا ہے عرش کے معنیٰ ہیں اونچا کرنا۔ بیلوں کو لکڑیوں کے ٹھاٹھ پر چڑھانا جیسے انگور کی بیلیں لکڑیوں کی ٹٹیاں چھت کی شکل میں باندھ کر ان پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشات وہ جن کو اوپر چڑھانے کا دستور نہیں ہے جیسے تربوز، خربوزہ وغیرہ کی بیلیں جو زمین ہی پر پھیل جاتی ہیں یا تنے دار پودے۔

حَصَادٌ: پکنے پر پھلوں اور غلوں کو توڑ کر اور کاٹ کر اکٹھا کرنا۔

حَقٌّ: یہاں اس سے مراد پیداوار کا وہ حصہ ہے جو محتاجوں کے لیے نکالنا چاہیئے۔

اس آیت میں اللہ کی کھلی ہوئی مہربانیوں اور عنایتوں کا بیان ہے جن کو ہر شخص ذرا سی توجہ سے سمجھ کر ان سے اللہ کو پہچان سکتا ہے اس میں ان لوگوں کی تنبیہ کی گئی ہے جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اپنے پھلوں، غلوں اور کھانوں میں سے ان کے نام کا حصہ الگ نکال دیتے ہیں، حالانکہ ان جھوٹے معبودوں نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ کر سکتے ہیں اور اللہ کو بالکل بھولے ہوئے ہیں جس نے انسان کے لیے زمین سے سب کچھ پیدا کیا۔

ارشاد ہے اللہ کو پہچاننا ہے تو اپنے ارد گرد باغوں کو دیکھو جن میں انگور کی بیلیں اونچی اونچی ٹٹیوں پر چڑھی ہوئی ہیں اور ان میں انگور کے خوشے لٹک رہے ہیں۔ ان بیلوں کو دیکھو جو آپ ہی آپ زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ کھجور کے درختوں اور کھیتوں کو دیکھو جن میں مختلف قسم کے پھل، میوے اور غلے پیدا ہوتے ہیں، زیتون اور انار کو دیکھو ان سب میں شکل میں ملتی جلتی اور الگ الگ شکل کی مزے میں مختلف میٹھی، کھٹی، کھٹ مٹھی اور پھیکی کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، یہ چیزیں جب پک کر تیار ہو جائیں تو ان میں سے شوق سے کھاؤ اور ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن اللہ کے نام پر مسکینوں اور محتاجوں کا حصہ نکال کر الگ رکھ دو لیکن اس کا خیال رکھو کہ کوئی چیز فضول ضائع نہ کی جائے اللہ تعالیٰ فضول ضائع کرنے والوں کو اور حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

جانور بھی بنائے

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا

اور چوپایوں میں سے لادو اور بچے قد والے کھاؤ

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اس سے جو دیا تم کو اللہ نے اور نہ پیچھے چلو قدموں کے

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۴۲﴾

شیطان کے بے شک وہ تمہارے لیے دشمن ہے کھلا

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ

آٹھ جوڑے بھیڑ میں سے دو

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ

اور بکری میں سے دو کہہ کیا دونر

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

حرام کیے یا دو مادہ یا وہ کہ لپٹے ہیں

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

جس پر بچہ دانی دونوں مادہ کے

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا

اور چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے پیدا کیے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۴۲﴾

نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ

آٹھ نر مادہ پیدا کیے دو بھیڑ میں سے

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ

اور دو بکریوں میں سے پوچھ تو کہ اللہ نے دونوں

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ جس پر

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

دونوں مادہ کے ارحام مشتمل ہیں

حَمُوْلَةً: (بوجھ اٹھانے والے) صفت کا صیغہ ہے جو حمل سے بنا ہے اس لیے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والے۔ یہاں اس سے مراد ایسے جانور ہیں جو بار برداری کے کام آتے ہیں جیسے اونٹ خچر وغیرہ۔

فَرْشًا: بچھونا یہاں اس سے مراد چھوٹے قد کے جانور ہیں جو زمین سے تقریباً لگے ہوتے ہیں جیسے بھیڑ بکری وغیرہ۔

اَمَّا: اصل میں اَمْ۔ مَا دونوں لفظوں سے بنا ہے۔ ایک کو دوسرے میں ادغام کر کے لکھنے میں بھی ملا کر لکھا جاتا ہے اور پڑھنے میں بھی اکٹھا پڑھا جاتا ہے اَمْ کے معنی (یا) مَا کے معنی (جو)

اِشْتِمَالٌ: (لپٹ جانا) یہ شمل سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو ڈھانک لینے اور اپنے اندر چھپانے کے ہیں۔ اشتمال کے معنی کسی چیز کے گرد لپٹ جانا اور اس کو اپنے اندر چھپا لینا جیسے اوڑھنے کی چادر گرد لپٹ جاتی ہے اور بدن کو ڈھانک لیتی ہے یہاں یہ کہا گیا ہے کہ بچہ کو پیدا ہونے سے پہلے مادہ کا رحم یعنی بچہ دانی اپنے اندر لپیٹے رکھتی ہے اس رحم کی جمع ارحام ہے۔

اللہ نے چوپائے بھی انسان کے لیے بنائے جن میں سے بعض بوجھ اٹھانے اور لادنے کے کام آتے ہیں۔ یہ دراز قد ہیں اور بعض بہت قد ہیں جن کا دودھ اور گوشت کھایا جاتا ہے ان کو کھاؤ۔ ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو کہ تم جو بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر حرام یا حلال کر لیتے ہو بتاؤ یہ اللہ نے کہاں کہا ہے ان جانوروں کے نر مادہ مل کر آٹھ جوڑے ہیں، دو بھیڑوں کے اور دو بکریوں کے، دو دو جوڑے آگے آئیں گے۔ اب یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان میں سے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا ان کے بچوں کو۔ اگر اس نے نہیں کیا۔ تو تمہیں کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کو حرام یا حلال کر دو

Marfat.com

جانوروں کی دو باقی قسمیں

نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾
خبر دو تم مجھے اس کے علم کی اگر ہو تم سچے
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ
اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ
کہہ کیا دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ
یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے بچہ دان
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ
کیا تھے تم حاضر جب حکم دیا تھا تم کو اللہ نے
بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ
اس کا پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر
كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
جھوٹ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بغیر علم کے بے شک اللہ
لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾
نہیں راہ دکھاتا لوگوں ظلم کرنے والوں کو

نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾
اگر تم سچے ہو تو مجھ کو سند بتلاؤ
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ
اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو پیدا کیے
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ
پوچھ تو دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ
یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں دونوں مادہ کے بچہ دان
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ
کیا جس وقت اللہ نے تم کو یہ حکم دیا تھا تم حاضر
بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ
تھے پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ
كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
پر جھوٹا بہتان باندھے تاکہ لوگوں کو بلا تحقیق گمراہ کرے بے شک
لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع ۱۷
اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

ارشاد ہے کہ مجھے بتاؤ ان جانوروں کے حرام ہونے کا علم نہیں کیسے ہوا کیونکہ علم کے لیے سند کی ضرورت ہے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ تم سے اللہ کے کس نبی نے یہ کہا۔ اسی طرح اللہ نے اونٹ کے نر مادہ اور گائے کے نر مادہ کے دو جوڑے بنائے۔ ان کی بابت پوچھو کہ اللہ نے ان کے نر حرام کیے یا ان کی مادہ یا ان کے پیٹ کے بچے۔ اگر کسی نبی نے کہا ہو تو اس کی سند لاؤ۔ اور نہیں تو یہ بتلاؤ کہ جب اللہ نے انہیں حرام کیا تھا۔ کیا تم خود اس وقت حاضر تھے اور تم نے اپنے کانوں سے سنا جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو بتاؤ کہ اس آدمی سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کا جھوٹا نام لگائے اور جس کو اس نے حرام نہیں کیا اس کے بارے میں کہے کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ جب ان کے کرتوتوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ ہر طرح ظالم ہیں اور ان میں سچی بات سمجھنے اور سیدھی راہ پر چلنے کی صلاحیت ہی نہیں تو پھر ان کو ہدایت کیسے ہو۔ اللہ نے تو یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جن میں ٹھیک کام کرنے کی صلاحیت نہیں۔ ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت میں بہت وضاحت کے ساتھ ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اپنے گھڑے ہوئے حیلے بہانوں سے بغیر سند کے چیزوں کو اپنے اوپر حلال یا حرام کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یقینی علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں کوئی معتبر آدمی بتائے یا خود سنے یا دیکھے اس لیے قرآن مجید میں جو باتیں ہیں وہ یقینی ہیں کیونکہ اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا کہہ کر ہمیں دیا ہے اور آپ سے بڑھ کر معتبر آدمی دنیا میں کوئی نہیں۔

Marfat.com

حرام چیزیں

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا
تو کہہ نہیں پاتا میں اس میں جو وحی کی گئی طرف میری حرام
عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ
کسی کھانے والے پر جو کھاوے اس کو مگر یہ کہ ہو وہ
مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
مردار یا خون بہتا ہوا یا گوشت
خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ
سور کا کیونکہ وہ ناپاک ہے یا ناجائز (ذبیحہ) پکارا گیا
لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ
واسطے غیر اللہ کے جس پر پس جو بیقرار ہو جائے نہ نافرمانی کرنے والا
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾
اور نہ زیادتی کرنیوالا پس تحقیق تیرا رب معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہے

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا
تو کہہ کہ میں اس وحی میں جو مجھ کو پہنچی ہے
عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ
کھانے والے پر کسی ایسی چیز کو جو اسے کھائے حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ
مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت
خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ
جو ناپاک ہے یا ناجائز (ذبیحہ) جس پر اللہ کے سوا
لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ
کسی اور کا نام پکارا جائے پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جائے نافرمانی
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾
نہ کرے اور نہ زیادتی تو تیرا رب بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہے

فِسْقٌ: (قانون کے خلاف اور گناہ کے کام) اس کے اصل معنیٰ ہیں قانون سے باہر نکلنا اور بدکاری کرنا۔ فاسق بدکار کو کہتے ہیں یہاں فِسْقًا سے مراد وہ جانور ہے جسے خلاف قانون ناجائز طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔

اُهِلَّ: (اعلان کیا گیا) ماضی مجہول ہے جس کا مصدر اہلال ہے اس کا مادہ ہ۔ل۔ل ہے جس کے معنی ظاہر ہونا ہیں۔ ہلال اسی سے ماخوذ ہے۔ پہلی تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں جو تین روز غائب رہنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اہلال کے معنی ہیں کھلم کھلا پکارنا اور اعلان کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا جانور جس کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیا ہو یا ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام اس پر لیا گیا ہو۔

بَاغٍ: (نافرمان) اصل میں باغی ہے جو بغاوت سے بنا ہے۔ بغاوت کے معنی ہیں کسی کا حکم ماننے سے انکار کر دینا۔ یہاں اللہ کا نافرمان مراد ہے۔

عَادٍ: اصل میں عادی ہے جو عدوان سے بنا ہے اس کے معنی پہلے گذر چکے ہیں یعنی حد سے نکل جانا اور زیادتی کرنا۔

ارشاد ہے کہ تمہیں کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ کا کام ہے۔ مجھے اللہ نے جو چیزیں حرام بتائی ہیں وہ میں گنوا دیتا ہوں ان میں وہ کوئی نہیں ہے جسے تم خواہ مخواہ حرام کر بیٹھتے ہو۔ سنو اللہ کی حرام کی ہوئی چار چیزیں ہیں:

۱۔ مردار جانور
۲۔ بہتا ہوا خون
۳۔ سور کا گوشت
۴۔ کسی اور کے نام کی چیز مثلاً یوں کہنا شیخ سدو کا بکرا۔ سید احمد کبیر کی گائے

حرام چیزیں سورہ مائدہ کے پہلے رکوع میں گنوا دی گئی ہیں وہ بھی چار ہیں۔ باقی ان کی تفصیل ہے:

Marfat.com

یہودیوں پر حرام

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ

اور یہود پر ہم نے ہر ایک ناخن والا جانور حرام

ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا

کیا تھا اور گائے اور بکری میں سے ان کی چربی

عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ

حرام کی تھی مگر جو پیٹھ پر یا انتڑیوں

ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ

پر لگی ہو یا جو چربی ہڈی کے ساتھ

بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۠

ملی ہو یہ ہم نے ان کو ان کی شرارت پر سزا دی

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

تھی اور ہم سچ کہتے تھے

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ

اور یہود پر جو یہودی ہوئے حرام کیا ہم نے ہر ایک

ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا

ناخن والا جانور اور گائے سے اور بکری سے حرام کیا ہم نے

عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ

ان پر چربیاں ان کی مگر جو اٹھائی ہوں

ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ

ان کی پیٹھوں نے یا انتڑیوں نے یا جو ملی ہوئی ہو

بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۠

ساتھ ہڈی کے یہ بدلہ دیا ہم نے ان کی سرکشی کا

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور ہم بے شک سچے ہیں

حَوَايَا: انتڑیاں، حَوِيَّة کی جمع ہے جو حَوٰی سے بنا ہے حَوٰی کے معنی گھیرنا کسی چیز کو اپنے اندر لپیٹ لینا۔ حَوِيَّة وہ چیز جو کسی کے گرد لپیٹ کر اس کو اپنے اندر چھپا لے۔ یہاں مراد آنتیں ہیں جو ایک دوسرے سے لپٹی ہوتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ چربی بھی لگی ہوتی ہے۔

پچھلی آیتوں میں یہ ذکر چلا آرہا ہے کہ جو شخص حلال حرام کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور میں مانے وہ مشرک ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ کسی آدمی کو نہ خود اختیار ہے نہ کسی اور میں اسے یہ اختیار ماننا چاہیئے کہ وہ اس کے لیے قانون اور قاعدے مقرر کر سکتا ہے۔ یا اس کی زندگی کے کسی شعبہ کے لیے قانون بنا سکتا ہے۔ انسان کے لیے اللہ کے سوا کوئی قانون بنانے والا نہیں۔ اس کے تمام معاشری۔ اجتماعی۔ اقتصادی اور سیاسی قوانین کی بنیاد اللہ کے حکموں پر ہے۔ جو قانون اس بنیاد پر نہ بنا ہو وہ کسی طرح ماننے کے قابل نہیں۔ اس بارے میں یہ سمجھانا ہے کہ تم کسی چیز کو نہ حلال کر سکتے ہو نہ حرام۔ اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ انسان کے لیے سب چیزیں حلال ہیں سوا ان کے جن کو اللہ نے خود حرام کیا۔ پچھلی آیت میں ان چیزوں کا بیان ہوا جن کا کھانا یا استعمال کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس آیت میں اپنے اختیار کو واضح کرنے کے لیے بتایا گیا ہے کہ ہم نے بعض حلال چیزیں بنی اسرائیل کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے حرام کر دی تھیں۔

ارشاد ہے کہ یہودیوں پر سر کھر والا جانور جس کی انگلیاں الگ الگ نہ ہوں مثلاً اونٹ ہم نے حرام کیے اور گائے بکری کی چربی بھی جو پیٹھ پر یا انتڑیوں پر یا ہڈی کے ساتھ نہ لگی ہو حرام کر دی۔ یہ اس لیے کہ وہ شریر تھے۔ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور اللہ کے حکم نہ مانتے تھے ہم نے جو کہا یہی سچ ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ یہود کہتے تھے کہ یہ چیزیں ہم پر نافرمانی کی وجہ سے حرام نہیں ہوئیں بلکہ یہ قدیم سے حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ کے زمانے سے حرام چلی آرہی ہیں۔ پارہ لن تنالوا کے شروع میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے ۞

Marfat.com

مجرم بچ نہیں سکتے

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ
پس اگر جھٹلائیں تجھ کو پس کہہ دے رب تمہارا رحمت والا ہے
وَّاسِعَةٍ ۚ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
جو وسعت والی ہے اور نہ ٹلے گا اس کا عذاب ان لوگوں سے
الْمُجْرِمِيْنَ (۱۴۷)
جو جرم کرنے والے ہیں

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ
پھر اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت ہیں
وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
بڑی وسعت ہے۔ اور گنہ گار لوگوں سے اس کا عذاب
الْمُجْرِمِيْنَ (۱۴۷)
نہیں ٹلے گا

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ ہم نے یہود پر ان کی شرارت کی وجہ سے وہ حلال چیزیں جن کا بیان ہوا حرام کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود سے کہا تو انہوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تو قدیم سے حرام چلی آرہی ہیں۔ قرآن شریف میں ان کے اس قول کی تردید کی گئی لیکن وہ اسی پر اڑے رہے گو اس پر کوئی دلیل نہ لا سکے۔ غلط بات کو غلط جانتے ہوئے اس پر اڑ جانے والے اس مغالطہ میں رہتے ہیں کہ انہیں فوراً سزا نہیں ملتی۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگ تجھ کو جھوٹا کہیں حالانکہ اس کے سوا جھوٹا کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کا دل تیری بات ماننے کو نہیں چاہتا۔ ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر مان لیں تو ان کی بات کر کری ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ تم خود جھوٹے اور غلط بات پر جمنے والے ہو اور تم کو اس کی سزا فوراً اس لیے نہیں ملتی کہ تمہارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جرم کرنے والے کو فوراً نہیں پکڑتا۔ بلکہ اسے ڈھیل دیتا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تمہارا طرز عمل ٹھیک ہے اور تم مجرم نہیں ہو۔ اللہ مجرم کو ڈھیل تو دے دیتا ہے لیکن نہ دے اسے سزا ضرور ملے گی۔ اگر وہ اپنے گناہ پر پچھتا کر معافی مانگتا ہوا اللہ کے دربار میں حاضر نہ ہوا تو اسے سزا مل کر رہے گی۔ کیوں کہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر سے کبھی نہیں ٹلتا۔ صرف اس کی رحمت نے اسے روک رکھا ہے کہ شاید گنہ گار گناہ سے توبہ کر لے۔

یہاں سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں (۱) قرآن مجید کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ہنسی خوشی چاق و چوبند چلتے پھرتے دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ گنہ گاروں کو سزا اور عذاب کا اعلان محض دھمکی ہے ورنہ اس کی کیا وجہ کہ ساری نعمتیں گنہ گاروں کو حاصل ہیں اور وہ مزے سے دندناتے پھر رہے ہیں کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوتا

اس آیت سے اور بہت سی اور آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ مجرموں کو عذاب مل کر رہے گا۔ دیر لگنا کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا ایک وقت مقرر ہے جب وقت آگیا پھر وہ ٹلنے والا نہیں۔

۲۔ اگر کسی قوم کا کوئی فرد گناہ کرے تو اس کا وبال اس کی ساری قوم پر پڑتا ہے۔ افراد کے جرم اگر بڑھتے رہے تو وقت آنے پر ساری قوم فنا ہوگی اس لیے کہ مجرم کو بدکاری سے روکنا ساری قوم کا فرض ہے اگر قوم اس فرض سے غافل رہی تو آخر کار فنا ہوگی۔

Marfat.com

دھوکا

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اب کہیں گے یہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ
مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
نہ شرک کرتے ہم اور نہ باپ دادا ہمارے اور نہ حرام کرتے کوئی
شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
چیز اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو پہلے تھے ان سے
حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ
یہاں تک کہ چکھا انہوں نے عذاب ہمارا

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مشرک اب کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم
مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام
شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کرتے اسی طرح ان سے اگلے جھٹلاتے رہے
حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ
یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا

پچھلی آیت سے سمجھ میں آیا تھا کہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر پر ہمیشہ منڈلاتا رہتا ہے گناہ کرنے والا کچھ دنوں کے لیے بچا رہتا ہے لیکن آخر کب تک۔ اس کی شامت ساری قوم کی گردن پر سوار رہتی ہے اور جب بااثر اور مالدار لوگوں کی دیکھا دیکھی بدکاریاں عام ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ قوم تباہی کی طرف جا رہی ہے اگر نہ سنبھلی اور افراد کو بدکاریوں سے نہ روکا تو عذاب آنا یقینی ہے۔ اس کا ایک دم نہ آنا بھی رحمت ہے۔ کیونکہ مہلت ملنے سے اصلاح کا موقعہ ملتا ہے۔ اس آیت میں اس مضمون کو زیادہ واضح کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ شرک کرنے والے اور بدکاریوں میں پھنسے رہنے والے اپنے خلافِ انسانیت فعلوں کا یہ بہانہ ڈھونڈھ لیں گے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ تو وہی باتیں ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں اگر اللہ کو یہ باتیں پسند نہ ہوتیں تو اس نے کب کا روک دیا ہوتا تم جو کہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر اور چیزوں کے خیال میں لگا رہنا اور بغیر اس کے حکم کے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام کر لینا یہ سب باتیں چھوڑ دو بھلا بتاؤ ہم تمہاری بات کیسے مان لیں یہ باتیں پہلے زمانہ سے چلی آتی ہیں نہ کسی کی تباہی ہوئی نہ عذاب آیا۔ ان کے ان بے ہودہ خیالات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہہ دو ایسا عذاب جس سے سب تباہ ہو جائیں اللہ کی وسیع رحمت کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ مہلت اس لیے دی جا رہی ہے کہ شاید یہ گناہ کرنے والے اب بھی سنبھل جائیں اور بدکاریاں چھوڑ دیں ورنہ مجرموں کے لیے عذاب ہر وقت تیار ہے۔ پہلے لوگوں کے اوپر عذاب آچکے ہیں اور وہ اپنی نافرمانیوں کی شامت سے تباہ ہو چکے ہیں۔ عذاب آنے سے پہلے وہ بھی یہ کہتے تھے کہ گناہ کوئی چیز نہیں جو جی چاہے وہ کیے جاؤ عذاب اور سزا کوئی چیز نہیں آخر ان پر عذاب آیا اور وہ مٹ گئے۔

اس آیت میں ہمارے لیے بہت سخت تنبیہ ہے ہم کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید میں جن کاموں سے منع کیا گیا ہے اور ان کے کرنے والوں کو سزا کی دھمکی دی گئی ہے ان کو چھوڑ دینے کا یہی وقت ہے۔ اس مہلت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ یہ زلزلے، طوفان، بیماریاں وغیرہ اور آفتیں جو دنیا میں آتی رہتی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کے غضب سے ڈر کر اس کی نافرمانی کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ انسان کو طوفانوں اور زلزلوں کو روکنے کی کوئی طاقت نہیں ہے انسان کے تجربے ضرور بڑھ گئے لیکن ان سے وہ زیادہ سے زیادہ فقط ان آفتوں کے مادی سبب بیان کر سکتا ہے ان کو روک نہیں سکتا۔ یہ کہنا کہ یہ تو طبعی حادثات ہیں انسان کے اعمال کو ان میں کیا دخل۔ محض ان کی باتیں ہیں:

Marfat.com

اٹکل پچّو باتیں

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ
کہ دے کیا تمہارے پاس کوئی یقینی بات ہے تاکہ نکالو تم اس کو
لَنَا ط اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ
ہمارے لیے نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی اور نہیں
اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (۱۴۸) قُلْ فَلِلّٰهِ
تم مگر اٹکل چلاتے کہ دے پس اللہ ہی کے لیے ہے
الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ج فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ
حجت پوری پس اگر وہ چاہتا تو ہدایت کرتا
اَجْمَعِيْنَ (۱۴۹)
سب کو

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ
تو کہہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے کہ اس کو ہمارے سامنے
لَنَا ط اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ
ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر چلتے ہو اور صرف
اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (۱۴۸) قُلْ فَلِلّٰهِ
تخمینے ہی کرتے ہو تو کہہ دے بس اللہ کا
الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ج فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ
الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو
اَجْمَعِيْنَ (۱۴۹)
ہدایت کر دیتا

علم: (جاننا) یہاں اس سے مراد ایسا فیصلہ ہے جس سے دل کو اطمینان ہو جائے خواہ اس کا ذریعہ منطقی دلیلیں ہوں یا تجربہ وغیرہ۔
تخرجوہ: (نکال کر سامنے لاؤ) تم اس کو مضارع کا صیغہ ہے اصل میں تخرجون ہے سوال کے بعد فا آنے سے آخری نون گر گیا۔ اس کا مصدر اخراج ہے جو خروج سے بنا ہے خروج کے معنی نکلنا۔ باہر جانا۔ ظاہر ہونا۔ اخراج کے معنی نکالنا سامنے ظاہر کرنا۔
ظن: ایسا فیصلہ جس سے دل کو پورا اطمینان نہ ہو۔ کیونکہ ابھی تجربے یا دلیل سے ثابت نہیں ہوا لیکن صحیح ہونے کی امید ہو۔
خرص: (اٹکل کرنا) اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور نہ ظن ہم اسے اٹکل پچو بات کرنا کہتے ہیں۔
الحجۃ البالغۃ: ایسی دلیل کو جس سے دعویٰ ثابت ہو حجت کہتے ہیں۔ البالغۃ بلوغ سے ہے جس کے معنی ہیں حد کو پہنچ جانا۔ البالغۃ کے معنی حد کو پہنچی ہوئی۔ پوری جس میں عقل سلیم کو شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

اس آیت میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ اس قسم کی باتوں کی کہ دنیا کی مصیبتوں کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے اور عذاب ثواب کوئی چیز نہیں ہے کسی کے پاس یقینی اور قطعی دلیل نہیں ہے جو لوگ اپنی خواہشوں کے دلدادہ ہیں ان کی اپنی مرضی ہی انہیں دلیل معلوم ہوتی ہے اس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو بات کہتے ہیں وہ قطعی ہوتی ہے اور اس کی دلیل اور حجت ایسی پختہ ہوتی ہے کہ دل کو اس پر پورا یقین اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں کی عقلیں جو حیوانی خواہشوں کے غلام نہیں ہوتے اسے فوراً قبول کر لیتی ہیں۔
ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے پاس کوئی قطعی دلیل ہے کہ برے اعمال سے عذاب نہیں آتا۔ تو پیش کرو۔ ورنہ ظاہر ہے کہ تمہاری ساری باتیں اٹکل پچو ہیں اللہ نے جو کچھ کہا ہے اس کے پاس اس کی بڑی قوی حجت ہے۔ جس کو وہ عقل انسانی جس کو وحی کی روشنی حاصل ہے۔ فوراً قبول کرتی ہے اور خود ہر انسان کی ضمیر اس کے اوپر گواہ ہے بشرطیکہ وہ مادی بوجھ سے دب کر بیکار نہ ہو گئی ہو۔ اللہ اس حجت کے ذریعہ انسان کو ٹھیک بات منوانا چاہتا ہے ورنہ اس کے نزدیک کیا مشکل تھا کہ سب کو یونہی ہدایت کر دیتا۔

Marfat.com

گواہ لاؤ

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
کہدے لاؤ اپنے گواہ جو
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ
گواہی دیں کہ اللہ نے حرام کیا یہ سب
فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
پس اگر گواہی دیں تو تو گواہی نہ دے ان کے ساتھ
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
اور نہ پیروی کر خواہشوں ان لوگوں کی جنہوں نے جھوٹا کہا
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
ہماری آیتوں کو اور جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے
وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں اوروں کو

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
تو کہدے کہ اپنے گواہ لاؤ جو اس
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ
بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا
فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں تو بھی تو ان کا اعتبار نہ کر
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
اور ان کی خوشی پر نہ چل جنہوں نے ہمارے حکموں کو
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
جھٹلایا اور جو آخرت کا یقین نہیں کرتے اور وہ اوروں
وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع ۱۸ ۶ ۵
کو اپنے رب کے برابر کرتے ہیں

هَلُمَّ: (لاؤ) یہ اسم ہے جو امر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عربی میں چند ایسے لفظ ہیں جو اسم ہیں لیکن ان کے معنی فعل امر یا ماضی کے ہوتے ہیں ایسے لفظ کو اسم فعل کہتے ہیں۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو چیزیں تم نے حرام ٹھہرا رکھی ہیں ان کے حرام ہونے کی کوئی دلیل پیش کرو۔ ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں صرف اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دلیل تو تمہارے پاس کوئی نہیں اچھا اب اگر کوئی ایسی گواہی دینے والا تمہارے پاس ہو تو لاؤ، جو کہے کہ ہاں جس وقت اللہ نے یہ چیزیں حرام کیں میں موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کے پاس ایسے گواہ بھی نہیں ہیں اگر بالفرض انہوں نے اپنے اثر سے یا رشوت سے ایسے گواہ بھی پیدا کر لیے تو وہ یقیناً جھوٹے ہوں گے تم ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ اور نہ ان کی بات مانو۔ اب چونکہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ گواہ۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ محض اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اور جو جی چاہتا ہے وہ کرتے ہیں۔ تجھے کچھ ضرورت نہیں کہ ان کی خواہشوں کی پیروی کرے اور ان کے کہنے پر چلے تو ہرگز ایسے لوگوں کی بات نہ مان جو ہماری آیتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور اپنے رب کے برابر اوروں کا رتبہ ٹھہراتے ہیں۔

یہاں سے ایک بڑے کام کی بات معلوم ہوتی ہے اور اس سے ایک ضروری امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کا کہنا نہ ماننا چاہیے جو قرآن کو سچے دل سے نہیں مانتے، آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور اپنے رب کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ اور لوگوں کو اور ان کے کہنے کو اہمیت دیتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں خدانخواستہ ایسے لوگ ہوں تو ان کو قانون بنانے یا قانونی فیصلے کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ قانون بنانے کے یا اجتہاد کے معاملوں کے فیصلے کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

Marfat.com

اللہ کے صریح حکم

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
تو کہہ آؤ تم پڑھ کر سناؤں جو قطعی مقرر کیا تمہارے رب نے
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا
تم پر کہ نہ شریک ٹھہراؤ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو
وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا
اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور نہ قتل کرو
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
اپنی اولاد کو بوجہ افلاس کے ہم دیتے ہیں رزق تم کو
وَ اِيَّاهُمْ ؕ

اور ان کو

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
تو کہہ آؤ میں سنا دوں جو تم پر تمہارے رب نے
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا
حرام کیا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو
وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا
اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اپنی اولاد کو
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
بوجہ مفلسی کے مار نہ ڈالو ہم تم کو اور ان کو
وَ اِيَّاهُمْ ؕ
رزق دیتے ہیں

تَعَالَوْا : امر کا صیغہ ہے جس کا مفرد تَعَال ہے اس کا مصدر تعالیٰ ہے جو عُلُوٌّ سے بنا ہے۔ عُلو کے معنی بلندی کے ہیں۔ تعالیٰ کے معنی ہیں بلند ہونا۔ اوپر ہونا۔ اگر کوئی شخص اونچی جگہ مثلاً اونچے چبوترے یا کوٹھے پر ہو اور وہ نیچے سے کسی کو اپنے پاس بلائے تو عربی میں یوں کہے گا تَعَالَ جس کی اردو ہے اوپر چلے آیئے۔ اس کے بعد ہر شخص کو پاس بلانے یا اس کو متوجہ کرنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ یہاں اس سے مراد ہے ادھر توجہ کرو اردو میں کہیں گے "آؤ تمہیں احکام سناؤں"۔

حَرَّمَ : ماضی ہے جس کا مصدر تحریم ہے جو حرام سے بنا ہے حرام کے معنی پہلے گذر چکے۔ ایک اس کے معنی قطعی اور مقرر حکم کے بھی ہیں۔ یہاں تحریم سے یہی مراد ہے یعنی قطعی طور پر حکم دینا۔ فرض کرنا۔

اِمْلَاق : مَلَق سے بنا ہے مَلَق کے معنی ہیں لطیف، نرمی۔ املاق کے معنی ہیں خرچ کر کے پیسہ نبیڑ دینا۔ کنگال ہو جانا

انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کے حکموں کی تعمیل کرے اپنی طرف سے اپنے اوپر کوئی پابندی عائد نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو ظالم اور جابر کہلائے گا اس سے پہلے رکوع میں کھانے پینے کی چیزوں میں اللہ کے قطعی حکم بتائے گئے تھے اس رکوع میں اخلاق اور معاملات کے بارے میں قطعی اور صاف ہدایتیں دی گئی ہیں، انسان کی اپنی سوچی ہوئی باتیں وہم و گمان پر مبنی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے حکم یقینی اور قطعی ہیں جن میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں۔

ارشاد ہے کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تمہارے لیے کیا کیا کام مقرر کیے ہیں تمہارا فرض ہے کہ اس کے احکام بجا لاؤ اپنی مرضی سے قاعدے مت بناؤ۔ قانون بنانا تمہارا کام نہیں یہ تو فقط اللہ کا کام ہے تمہیں چاہیئے کہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اولاد کو اس وجہ سے کہ تمہارے پاس ان کے پالنے میں پیسہ سب ختم ہو جائے گا اور مفلسی چھا جائے گی قتل مت کرو ہم ہی تمہیں رزق بھی دیتے ہیں اور ہم ہی ان کو رزق دیں گے ——— عرب میں انسانیت کے خلاف بہت سے دستور رائج تھے، بتوں کی پوجا ہوتی تھی ان لوگوں نے اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ بتوں کو سمجھ رکھا تھا۔ یہ بچوں کو قتل کر ڈالتے تھے کہ خود کھانے کو نہیں ملتا ان کو کہاں سے دیں گے :

Marfat.com

بے حیائی مت کرو!

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
اور مت قریب جاؤ بے حیائی کے جو کھلی ہو اس سے
وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي
اور جو چھپی ہو اور نہ قتل کرو جان کو جسے
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ
حرام کیا اللہ نے مگر ساتھ حق کے یہ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۱)
حکم کیا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم سمجھو

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
اور بے حیائی کے کام کے پاس مت جاؤ جو اس میں ظاہر ہو
وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي
اور جو پوشیدہ ہو جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ
اسے مار نہ ڈالو مگر حق پر یہ تم کو حکم
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۱)
کیا ہے تاکہ تم سمجھو

الْفَوَاحِشَ (بے حیائی اور گناہ کی باتیں، فاحشہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بے شرمی اور بے حیائی کی بات، یہاں اس سے مراد گناہ کبیرہ ہے جیسے زنا وغیرہ۔

حَرَّمَ: تحریم سے ماضی ہے حرام کرنا۔ حرام اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کی حفاظت ادب اور تعظیم ضروری ہو۔ تحریم سے یہاں یہی مراد ہے یعنی جس کی حفاظت اور احترام کا حکم دیا ہے۔

وَصّٰىكُمْ (وصیت کی نہیں، توصیہ سے فعل ماضی ہے جو وصیۃٌ سے بنا ہے۔ وصیۃٌ کے معنی ہیں خیر خواہی کے لیے کچھ کہنا یا دینا۔ جب وصیت اللہ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی حکم دینے کے ہوتے ہیں۔

اللہ کے مقرر کیے ہوئے باقی حکموں کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ بے حیائی اور برائی کے کاموں کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ کھلم کھلا ہوں یا پوشیدہ ہوں جس جان کی حفاظت اور احترام کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی انسان کی جان اس کو ناحق مت قتل کرو۔ ناحق قتل وہ ہے جس کا حکم شرع نے نہ دیا ہو۔ ان باتوں کا حکم تمہیں اس لیے دیا گیا ہے کہ تم عقل سے کام لو اور سمجھو کہ تمہارا کام حکم کرنا اور چال چلن کے قاعدے مقرر کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکموں کے مطابق چلنا ہے۔

عربوں نے آپس میں یہ دستور جاری کر رکھا تھا کہ برے کام زنا وغیرہ کھلم کھلا منع ہیں اور چھپ کر کرنے میں جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ کوئی حرج نہیں۔ یہاں ان سے کہا گیا ہے کہ گناہ چاہے سب کے سامنے ہو یا چھپ کر ہر حالت میں منع ہے۔ اسی طرح عرب میں آدمی کا مار ڈالنا کوئی بات نہ تھی لوٹ مار ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہاں ان باتوں سے انہیں روکا گیا ہے آدمی کی جان لینا کسی طرح جائز نہیں جب تک کہ شرع فتویٰ نہ دے اسی طرح حرم مکہ کے اندر جانور کا مارنا بھی جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے معاملات اور چال چلن کے قاعدے مقرر کر کے یہ سمجھا دیا کہ انسان اپنی خوشی کے قاعدے اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں بنا سکتا۔ اس کا کام یہ ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے قاعدوں پر چلے اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے سے آدمی کا ہر کام اللہ کی عبادت بن جاتا ہے۔

Marfat.com

عدل اور انصاف کرو

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ
کہ وہ بہتر ہو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے بلوغ کو اور
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ
پورا کرو ماپ اور تول ساتھ انصاف کے
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ
نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر جتنی اس کو طاقت ہو اور
اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ
جب کچھ کہو تو انصاف کرو اگرچہ ہو رشتہ دار

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریق کر
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ
بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ
ماپ تول کر انصاف سے پورا کرو
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ
ہم ہر کسی کے ذمے وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو
اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ
طاقت ہو جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا قریبی ہو

ارشاد ہے یتیم کے مال کو ہاتھ مت لگاؤ۔ ہاں جب تک وہ بچہ ہے اور سوچ کر خرچ کرنے کا اُسے ابھی ہوش نہیں آیا ہے۔ اس وقت تک اس کا وہ سرپرست جس کی حفاظت میں وہ رہتا ہے احتیاط کے ساتھ اس کا مال اس کی ضرورتوں میں اور اس کے نفع کی باتوں میں خرچ کر سکتا ہے نفع کے کاروبار میں لگا سکتا ہے لیکن جب وہ سمجھ دار ہو جائے اور مال کے نفع و نقصان کو پہچاننے لگے۔ اس وقت اس کا مال اس کے اختیار میں دے دینا چاہیئے اور نیک مشورے سے اس کی مدد کرنی چاہیئے۔

آگے ارشاد ہے کہ لین دین میں ماپ تول کا خیال رکھو تاکہ کسی کے حق میں کمی نہ ہو اور انصاف سے جتنا جس کو پہنچنا چاہیئے اسے پہنچ جائے۔

ارشاد ہے کہ ہم کسی کے اوپر اس کی طاقت سے زیادہ مشقت نہیں ڈالتے پس اس بات کا خیال رکھو کہ جب کوئی بات کہو یا فیصلہ کرو تو اس میں عدل و انصاف کا خیال رکھو اگر کوئی ملنے والا یا رشتہ دار بھی ہو تب بھی انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تم کسی سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہو اور نہ تمہارے اثر کی وجہ سے کوئی تمہارا قریب کا رشتہ دار، دوست، ملازم، نوکر وغیرہ کسی پر کسی قسم کی دست درازی کا حق رکھتا ہے اور نہ تم کسی معاملہ میں اپنے رشتہ دار یا دوست کی بے جا طرف داری کر سکتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے دین میں مشقت ضرور ہے لیکن ایسی مشقت نہیں جو انسان کے بس کی نہ ہو۔ ہر شخص اللہ کے دین پر بخوبی چل سکتا ہے اور اس کے احکام کو اپنی طاقت کے مطابق بجا لا سکتا ہے۔ بات فقط اتنی ہے کہ اپنی خواہش کو دبا کر اللہ کے قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے لیکن اس کے فائدے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس قدر ہیں کہ ان کی خاطر تھوڑی سی مشقت کچھ حقیقت نہیں رکھتی ؛

Marfat.com

اللہ کا سیدھا راستہ

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ
اور ساتھ عہد اللہ کے وفاداری کرو یہ حکم کیا تم کو ساتھ اس کے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ
تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ کہ یہ راستہ ہے میرا
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
سیدھا پس چلو اس پر اور نہ پیروی کرو اور رستوں کی
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ
پس جدا کر دیں تم کو اس کے راستہ سے یہ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
حکم کیا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم بچ کے چلو

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ
اور اللہ کا عہد پورا کرو تم کو یہ حکم دیا ہے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ
تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ کہ میری راہ
مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
سیدھی ہے سو اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ
کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے یہ تم کو
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
حکم دیا ہے تاکہ تم بچتے رہو

عَهْدٌ: پختہ وعدہ قول و قرار، کسی بات کا ذمہ لینا، دو فریق کا کسی بات پر عمل کرنے کا باہمی فیصلہ کر لینا۔ معاہدہ کہلاتا ہے جو ایک مشہور لفظ ہے۔

اَوْفُوْا: (پورا کرو) امر ہے اور جمع کا صیغہ ہے اس کا مصدر ایفاء ہے جو وفا سے بنا ہے۔ وفا کے معنی ہیں قول کی اور وعدے کی پابندی۔ ایفاء کے معنی ہیں وفا کرنا۔ قول دے کر اس پر جمے رہنا۔ وعدہ پورا کرنا۔

شروع رکوع میں جو حکم بیان ہونے چلے آ رہے ہیں، انہیں کے سلسلے میں اس آیت کے اندر مزید احکام سنائے گئے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو مان لینا گویا اس بات کا پختہ وعدہ کرنا ہے کہ ہم تیرے سارے حکم بے چون و چرا بجا لائیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کو مانے بھی اور اس کی نافرمانی بھی کرے جو نافرمانی کرتا ہے اس نے اللہ کو مانا ہی نہیں۔ جو ایمان لے آیا اس نے حکم برداری کا ذمہ لے لیا۔ لہٰذا اس قول و قرار پر پورے اترو اور اپنا وعدہ وفا کرو۔ یہ احکام تمہیں اسی لیے سنائے جا رہے ہیں کہ تمہیں اپنا وعدہ یاد آ جائے اور تم بات کہہ کر اس سے نہ پھر جاؤ۔ حکم پڑھ کر سنانے سے یہ بھی غرض ہے کہ تم پر اللہ کا سیدھا راستہ واضح ہو جائے۔ اس لیے سنو کہ یہ باتیں جو تم کو بتائی جا رہی ہیں یہی اللہ کا مقرر کیا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ سورۂ فاتحہ میں تمہیں سکھایا گیا تھا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ ہمیں صراط مستقیم دکھا۔ اب اس صراط مستقیم کو تم پر واضح کر دیا گیا ہے اس راہ کو مضبوط پکڑو اس کے سوا اگر کسی اور راستہ پر چلے تو اللہ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو آپس کے اختلاف سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کا ایک دین ایک راستہ مقرر ہے جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر اختلاف ہوا تو ظاہر ہے کہ سب کا ایک راستہ نہ رہے گا اور مختلف لوگ مختلف راستوں پر پڑیں گے اس آیت میں منع کیا گیا ہے کہ ایک راستہ کو چھوڑ کر اور راستے مت ڈھونڈنا۔ ورنہ بھٹک جاؤ گے۔ ۱۲ سے اتفاق کی تائید اور اختلاف کی برائی نکلتی ہے۔

Marfat.com

صراطِ مستقیم

پچھلی تین آیتوں میں انسان کے لیے کامیاب زندگی کے اصول وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ جب آپ ان مبارک آیتوں کی تلاوت کریں گے تو آپ کو اس بات میں ذرا شک نہ رہے گا کہ انسان کی عقل اگر ان کی روشنی میں کام نہ کرے تو اس کے سوا کہ اندھیرے کے اندر شیطان کی انگلی پکڑ کر چلے اور وہ کچھ کر نہیں سکتی۔ انسان کو زندگی کی تمام آفتوں سے نجات [illegible] اسی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ پورے یقین کے ساتھ ان پر چلے۔ یہ اسلامی ثقافت کے وہ کلی اصول ہیں جن پر انسان کی ذہنی معاشی، اجتماعی اور سیاسی ترقی اور صحت مند نشوونما کا دارومدار ہے۔ خود آیتوں ہی میں احکام کے ساتھ ان کے مقاصد بھی بیان کر دیے ہیں اور [illegible]

(۱) لعلکم تعقلون (تاکہ تمہیں عقل سے کام لینا آجائے) (۲) [illegible] (تاکہ تم اپنی بھلائی کی ساری باتیں سیکھ سکو) اور (۳) لعلکم تتقون (تاکہ تم ساری برائیوں سے بچ سکو) آج کل اس سے بہتر [illegible] ساتھ ہی ضروری مشغلہ کوئی نہیں ہو سکتا کہ آدمی کو جب فرصت ملے ان باتوں پر تنہا یا اپنے سے زیادہ سمجھ دار آدمی کے ساتھ مل کر غور کرنے بیٹھ جائے اب ان کا خلاصہ ترتیب وار سنیے:

۱۔ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو۔ اس کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ انسان نہ کسی کی خوشامد کرے نہ کسی سے ڈرے بلکہ اسے اس کا یقین ہو جائے کہ مجھے نہ کوئی کچھ دے سکتا ہے اور نہ مجھ سے کچھ چھین سکتا ہے۔ میں دنیا میں ہر ایک کو اپنے برابر کا انسان سمجھ کر احترام کر سکتا ہوں لیکن اپنا بڑا اور اپنا رب سوا اللہ عزوجل کے کسی کو نہیں مان سکتا اور نہ کوئی اس کی وجہ ہے کہ اس کے سوا میں کسی سے ڈروں کیونکہ اس کے حکم کے بغیر سب ایسے ہی عاجز ہیں جیسا میں ہوں۔

۲۔ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو یہاں سب سے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم ہے لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ انسان کا رشتہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ پھیلتے پھیلتے تمام دنیا میں پھیل جاتا ہے اس لیے درجہ بدرجہ ہر انسان ہر انسان کے نیک سلوک کا مستحق ہے۔

۳۔ اولاد کو کسی طرح قتل نہ کرو۔ عرب قتل کر دیتے تھے لیکن اس آیت سے ماضی قتل بھی منع ہو گیا یعنی کمائی کی خاطر بچوں کو برے کام کرنے کی عادت ڈالنا کیونکہ دونوں کا سبب افلاس کا خوف ہے۔ اس سے منع کرنے کے بعد فرمایا لا رزق [illegible] اس کا فکر مت کرو۔ عقلمندوں کی تحقیق یہ ہے کہ سوسائٹی یعنی مجتمع انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے اور جو کام اللہ نے اپنے ذمے لیے ہیں اس کا فرض ہے کہ انہیں انجام دے۔

۴۔ فحش اور بے حیائی کے کام مت کرو۔ اس سے سارے بے ہودہ اور بے جا خواہشوں کے بھڑکانے والے کام منع ہو گئے۔

۵۔ کسی آدمی کو قتل نہ کرو جب تک قانون حکم نہ دے۔

۶۔ یتیموں کا مال خرد برد مت کرو اور ان کے بڑے ہونے تک اس کی حفاظت کرو۔ اس میں تمام کمزوروں ضعیفوں کی جان و مال کی حفاظت کا حکم نکلتا ہے اور خلیفۃ اللہ یعنی سوسائٹی کا فرض ہے کہ اس کو پورا کرے۔

۷۔ آپس کے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لو۔ ناپ تول میں کمی مت کرو۔

۸۔ سب مل کر دین کو قائم کرو کیونکہ تم نے اللہ کے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔

۹۔ دین کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں ہرگز تفرقہ اور اختلاف نہ ہونا چاہیے۔ یہاں اگر عقل سے کام لے تو اپنی بہتری کے سارے طریقے ان آیتوں سے نکال سکتا ہے اور امن و امان کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔

Marfat.com

ہدایت کا سلسلہ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی نیک کام کرنے والوں پر نعمت
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
پورا کرنے کے واسطے اور ہر شے کی تفصیل کے واسطے
وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ
اور ہدایت اور رحمت کے لیے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (۱۵۴) ع
ملنے کا یقین کریں

ع ۱۹

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی نیک کام کرنے والوں پر نعمت
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
پورا کرنے کے واسطے اور ہر شے کی تفصیل کے واسطے
وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ
اور ہدایت اور رحمت کے لیے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے
رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (۱۵۴) ع
اپنے رب کے ایمان لے آئیں

رکوع کی پہلی آیتوں میں جو [illegible] وہ انسان کے لیے ہمیشہ سے مقرر ہیں اور شروع سے جتنے بھی نبی آئے وہ حسب موقعہ یہی احکام لوگوں کو بتاتے اور سمجھاتے [illegible] مبتلا ہوئے۔ اسی کی خرابی واضح کرنے کے لیے ان کے پاس نبی آیا۔ اور اس برائی کو بنی نوع انسان میں سے دور کرنے [illegible] اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہوئی اور اس میں اچھے کام کرنے والوں کے لیے پورے قوانین بیان کر دیے گئے اور تفصیل کے ساتھ سارے حکم سنا دیے گئے۔ یہ انسانی زندگی کا ایک مکمل طریقہ تھا اور اس میں اس زمانے کے مطابق نیک لوگوں کے لیے اس طریقہ کے واضح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ارشاد ہے کہ انسان کے واسطے دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لیے اللہ نے جو قاعدے شروع ہی سے مقرر کر دیے ہیں۔ وہ تم نے سنے۔ یہی قاعدے انسانوں کو ہر زمانے میں ان کے نبی بتاتے رہے جو نبی اپنی قوم میں کوئی خاص برائی دیکھتا تھا۔ جو ان قاعدوں میں سے کسی کے خلاف ہوتی تھی اسی قاعدے پر وہ اپنے زمانے میں زور دیتا تھا۔ پھر جب حضرت موسیٰؑ کا زمانہ آیا اور مصر کے ظالم فرعون نے بنی اسرائیل کو اتنا دبایا کہ ادھ موا کر دیا۔ تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کو فرعون کے پنجے سے نکالا اور ان کی ہدایت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔

اس کتاب میں ہم نے اس زمانے کے مطابق ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا تاکہ ہر مشکل کے وقت ان کی رہنمائی کرے اور ان کو اپنے رب کے پہچاننے کا موقعہ ملے اور اس بات کا یقین ان کے دلوں میں بیٹھ جائے کہ مرنے کے بعد ان کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں فرماں برداروں کو انعام ملے گا اور نافرمان اپنی نافرمانی کا خمیازہ بھگتیں گے۔

دنیا میں قانون الٰہی کی پہلی کتاب تورات ہے اور بنی اسرائیل پہلی قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل شریعت عطا فرمائی۔ جو اس زمانے کے حالات سے مطابق تھی۔ زبور اسی کا ضمیمہ تھی۔ انجیل اس کے ایک پہلو پر زور دینے کے لیے آئی جس پر زمانے کے لحاظ سے زور دینا ضروری تھا۔ ان سب کا خلاصہ اور مہذب نسخہ قرآن مجید ہے جو ہر زمانے کے لیے کافی ہے اس کا ذکر آگے ہے:

Marfat.com

قرآن شریف

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ
اور یہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری برکت والی پس چلو اس پر اور
اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ
ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو کہ کبھی کہو تم سوا اس کے نہیں کہ
اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ
اتاری گئی کتاب اوپر دو فرقوں کے ہم سے پہلے
وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾
اور بیشک ہم تھے ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ
یا کہو اگر ہم ایسے ہوتے کہ اتاری جاتی ہم پر کتاب
لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ
البتہ ہوتے ہم [illegible] ان سے

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ
اور ایک یہ کتاب ہے برکت والی کہ ہم نے اتاری سو اس پر چلو اور
اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ
ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو اس واسطے کہ کبھی تم کہنے
اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ
لگو کہ کتاب جو اتری تھی سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے
وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾
اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہیں تھی
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ
یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم تو
لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ
راہ پر ان سے بہتر چلتے

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ کو تورات دی گئی اور اس میں خوب کھول کر انسان کے لیے سارے احکام جو پہلے حسب موقع نازل کیے جاتے تھے جمع کر دیے گئے اس کے بعد وہی کتاب بہت دن تک دستور العمل رہی۔ زبور اور انجیل جو اس کے بعد اتریں وہ کچھ رد و بدل کے ساتھ تورات ہی کے اجزا سمجھنے چاہئیں اس کے بعد زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا۔ اور انسان کی حالت اس کے ساتھ بدلتی رہی یہاں تک کہ وہ وقت آپہنچا کہ انسان کے لیے اس کے تمام ضروری احکام ایک کتاب میں جمع کر دیے جائیں تاکہ اس کے بعد اس کو ہدایت کے لیے کسی اور کی طرف نہ جانا پڑے اور ہر حالت کے لیے اس میں سے ضروری ضروری احکام نکلتے چلے آئیں۔ وہ کتاب مبارک یہ قرآن مجید ہے مبارک اس لیے ہے کہ اس کے اندر سے ہدایت کا ایک ایسا چشمہ ابل رہا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جو چیز شکل کے لحاظ سے محدود ہو لیکن اس کے فائدے لامحدود ہوں اور کبھی ختم نہ ہوں اسے مبارک کہتے ہیں یعنی برکت والی۔

ارشاد ہے کہ اب ہم نے تورات کے بعد انسان کی ہدایت کے لیے یہ کتاب نازل کی ہے اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی خیر و برکت کبھی ختم نہ ہوگی اور جب تک دنیا قائم ہے انسان کے لیے اس میں سے رہنمائی اور ہدایت اٹھتی رہے گی۔ انسان جب بھی اس کی طرف رجوع کرے گا اسے اس کی حالت کے مطابق عمل کا راستہ سمجھائے گی۔ اس کے بعد کسی کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اس کو مضبوط پکڑو اور اس کی مخالفت سے بچو۔ اس کی مخالفت میں یہ خوف ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے اور اگر اس کے مطابق چلتے رہے تو تم پر رحمت ہوگی اور تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے بچ جاؤ گے اب تمہارے لیے یہ کہنے کا موقع نہیں کہ تورات اور انجیل تو یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے نازل ہوئی تھیں ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ ان میں کیا لکھا ہے ہم نے تمہارا یہ ارمان بھی پورا کر دیا کہ کاش! ہمارے پاس کوئی کتاب آتی تو ہم اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھاتے۔ اور یہود و نصاریٰ سے کہیں بڑھ کر کتاب پر عمل کرنے والے ثابت ہوتے تو اب اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔

Marfat.com

قرآن حکیم سے منہ موڑنا

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى
پس تحقیق آگئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب سے اور ہدایت

وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ
اور رحمت پس کون ہے زیادہ ظالم اس سے جو جھٹلائے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي
آیتوں کو اللہ کی اور منہ موڑے ان سے ہم سزا دیں گے

الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا
ان لوگوں کو منہ موڑتے ہیں ہماری آیتوں سے

سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
بُرا عذاب اس سے کہ تھے وہ منہ موڑتے

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى
سو تمہارے پاس آ چکی ہے حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور

وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ
رحمت آ چکی ہے اب اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي
آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے کترائے ہم ان کو جو

الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا
ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں سزا دیں گے

سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
برا عذاب اس کترانے کے بدلے

صَدَفَ (منہ موڑنا) ماضی کا صیغہ ہے۔ یہ صَدْفٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں منہ موڑنا۔ کترانا۔ اعراض کرنا۔ یَصْدِفُوْنَ بھی اسی سے مضارع کا صیغہ ہے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں آئی ہمارے پاس کتاب آتی تو ہم اس پر خوب عمل کر کے دکھاتے تمہارے پاس سب سے بڑھ کر کتاب بھیج دی جو ہدایت کا منبع ہے اب اگر تم نے اس پر عمل کر کے نہ دکھایا تو بڑا ظلم کیا۔

ارشاد ہے کہ یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آ پہنچی ہے اس میں بہت صاف صاف ہدایت واضح اور روشن دلیلیں موجود ہیں۔ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنی ہے اور اس میں جو بات ہے سراسر تمہارے فائدے کی ہے۔ یہ خدا کی رحمت ہے جو اس نے تم پر نازل کی ہے جس کتاب میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں اور پھر ایسی کہ کبھی ختم ہونے کا نام ہی نہ لیں، ہر وقت رہنمائی کے لیے تیار، ہر حالت میں مدد کے لیے موجود، آڑے وقتوں میں کام آنے والی اپنے ماننے والوں کی خوشحالی اور عزت کی ضامن اللہ کے ساتھ رشتہ جوڑنے والی اس سے اگر غفلت برتی جائے اور اس کے حکموں کو اگر بیٹھ پیچھے پھینک کر فضول باتوں میں مشغول رہا جائے تو واقعی بڑی بدبختی اور شامت کی نشانی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ اگر کوئی ایسی کارآمد مفید کتاب کو بھلا کر بیٹھ جائے اور اس کی طرف سے منہ موڑ لے تو اس سے زیادہ نیاں کار اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والا کون ہو سکتا ہے۔ اس کو چھوڑ بیٹھنا انتہائی ظلم ہے جو کوئی اپنی جان پر بلکہ بنی نوع انسان پر کر سکتا ہے ہو نہیں سکتا کہ اس کا خمیازہ اسے نہ بھگتنا پڑے۔ ہم نے ایسے لوگوں کے لیے بُرا عذاب تجویز کر رکھا ہے وہ اپنی غفلت کی سزا یہاں بھی بھگتیں گے ان سے ساری قومی عظمت اور عزت چھین لی جائے گی اور مرنے کے بعد بھی انہیں چین نہیں ملے گا۔

مکہ والوں کو یہ آیتیں سنائی گئیں بہت کم لوگوں نے ان پر یقین کیا۔ باقی سب نے اس کان سنا اُس کان اڑا دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ماننے والوں کو کیسی ترقی نصیب ہوئی اور ان کے مرتبے اور درجے کہاں سے کہاں پہنچے اور نہ ماننے والوں کو کیسی ذلت اور خواری سے پالا پڑا۔ انہی مٹھی بھر ماننے والوں نے ان منکرین کا بھرکس نکال دیا۔ نہ ان کی غلط بات پر اتحاد نے کام دیا اور نہ ان کے سامان اور ہتھیاروں نے انہیں کچھ فائدہ پہنچایا۔ پیغام آج بھی اسی طرح باقی ہے، سننے والوں کو ہوش سے کام لینا چاہیئے۔

Marfat.com

اب کیسا انتظار؟

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
کیا انتظار کر رہے ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے
اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ
یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی
يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ
جس دن آئی کوئی نشانی تیرے رب کی نہ کام آئے گا
نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ
کسی کے ایمان اس کا کہ نہ تھا ایمان لایا پہلے
قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ
سے یا کمائی تھی اپنے ایمان میں کچھ بھلائی
قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
کہدے انتظار کرو ہم بھی انتظار میں ہیں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
لوگ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر یہی کہ ان کے پاس فرشتے آئیں
اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ
یا تیرا رب آئے یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے
يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ
جس دن تیرے رب کی ایک نشانی آئے گی کسی کے اس کا
نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ
ایمان لانا کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا
قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ
یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی
قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
تو کہدے راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں

خَيْرًا: بھلائی کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد توبہ ہے۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے احکام رسولوں کے ہاتھ دنیا میں بھیجے۔ اس کے بعد تورات حضرت موسیٰ کو دی گئی۔ اس کے بعد انسان کی ہدایت کے لیے یہ مبارک کتاب جس کا نام قرآن مجید ہے نازل کی۔ اس میں تمام انسانوں کے لیے ہر زمانے اور ہر حالت میں ہدایت کا پورا پورا سامان جمع کر دیا۔ اب انسان کے لیے امن و امان کی زندگی اسی کی رہنمائی سے نصیب ہو سکتی ہے۔ اس لیے ارشاد ہوتا ہے اس کی پیروی کرو۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ انسان کی ہدایت کا اتنا اہتمام کر دینے کے بعد اب اور کس چیز کی ضرورت باقی ہے جس کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کتاب آچکی اس کے سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کیا یہ لوگ اب یہ راہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا وہ رب جس نے یہ سب کچھ انسان کے لیے بھیجا خود ان کے سامنے آئے یا اس کی کوئی ایسی نشانی آئے جس کے بعد کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے؟ واقعی ایمان نہ لانے والے یہی باتیں اپنے منہ سے کہتے تھے ان سب کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ کہ ایمان اور گناہوں سے توبہ کرنا اسی وقت کام آئے گا جب قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اپنی عقل اور سمجھ سے کام لے کر اپنی مان لو گے اور جب کوئی ایسی مصیبت جس سے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرا رہے ہیں سر پر آپڑی تو اس وقت ایمان لانا یا توبہ کرنا بیکار ہوگا۔ کیونکہ فائدہ دینے والا ایمان وہ ہے جسے غیب کے اوپر ایمان لانا کہتے ہیں اور غیب وہ ہے جس کو صرف قرآن اور رسول کے کہنے سے اور اپنی عقل کی گواہی سے مانا جائے جب غیب کی باتیں ظاہر ہو گئیں جو کہ موت کے وقت ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں یا جو دنیا کے فنا کے قریب ظاہر ہوں گی جیسے سورج کے نظام کا بگڑ جانا وغیرہ اس وقت کا ایمان ایمان بالغیب نہ ہوگا اس لیے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس وقت گنہگار مسلم کی توبہ قبول ہوگی۔

Marfat.com

فرقہ بندی

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا
جو الگ الگ کر بیٹھے بنا دین اور ہو لے
شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا
ہو کے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا کام
أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا
اللہ کے سپرد ہے پھر وہ خبر دے گا ان کو اس کی جو
كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾
تھے وہ کرتے

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا
جنہوں نے اپنے دین میں راہیں نکالیں اور بہت سے فرقے
شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا
ہو کے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا کام
أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا
اللہ ہی کے حوالے ہے پھر ان کو وہی جتلا دے گا جو کچھ
كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾
وہ کرتے تھے

اس سے پہلے روع میں ان باتوں کو مختصر طور پر گنوا کر جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مقرر کر دی ہیں کہا گیا تھا کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی انسان کے لیے سیدھی راہ یہی ہے۔ اس کو چھوڑ کر اور راستے اختیار کرنا گمراہی ہے۔ پھر کہا تھا کہ انہی باتوں کو تورات میں بیان کیا گیا اور سب کے بعد ان کو آئندہ ہر زمانے کے انسانوں کے لیے قرآن شریف میں مناسب رد و بدل کے ساتھ جمع کر دیا گیا اور دنیا کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اب انسان کو چاہیے کہ اس کی پیروی کرے۔ کیونکہ اس وقت اس کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا دین یہی ہے پہلے کر دیا گیا۔ اس دین کے ٹکڑے ٹکڑے مت کرنا اور دین میں الگ الگ فرقے مت بنانا۔ اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے نہایت تاکید کے ساتھ اس آیت میں دین کے اندر فرقہ بندی کی ممانعت کی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں نے تجھ سے پہلے دین میں کانٹ چھانٹ کی اور اپنے اپنے الگ الگ فرقے بنا کر بیٹھ گئے یا تیرے بعد دین میں تفرقہ ڈالیں گے اور فرقے بنا کر اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا لیں گے تجھے ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس دین پر جو ہم نے تجھے دے کر بھیجا ہے قائم نہیں رہے اور یہ وہی دین ہے جو ہمیشہ سے انسان کے لیے مقرر رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اس میں تفرقہ کی گنجائش نہیں جو لوگ اس میں فرقہ بنائیں گے ان سے اللہ خود نمٹ لے گا جب وہ اس کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے افسوس ہم نے بہت جھک مارا اگر ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج کر موقعہ دیا جائے تو ہم یقیناً سچے دین پر قائم ہو کر دکھائیں جو خدا کی دی ہوئی عقل سے پہلے کام نہیں لیتے ان کو بعد میں ایسا ہی پچھتانا پڑتا ہے۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ دین انسانی کے اعتقادی اور عملی اصول جو قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کر دیے گئے ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ہمیشہ سے انسان کے لیے مقرر ہیں اور مقرر رہیں گے۔ ان میں الگ الگ رائے رکھنے اور الگ الگ فرقے بنانے کی گنجائش نہیں اور وہ اصول یہی ہیں (۱) شرک مت کرو (۲) انسانوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرو (۳) کسی کو ناحق قتل نہ کرو (۴) بیحیائی کی گندی اور فحش باتیں اور کام مت کرو نہ کھلم کھلا اور نہ چھپ کر (۵) معاملات میں عدل و انصاف سے کام لو اور انصاف کو چھوڑ کر اپنوں کی رعایت مت کرو (۶) آپس میں اتفاق اور اتحاد رکھو۔

Marfat.com

نیکی کا ثواب

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ
جو آئے ساتھ نیکی کے پس اس کے لیے دس ہیں اس کے برابر

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا
اور جو آئے ساتھ بدی کے پس نہ بدلہ دیا جائے گا مگر

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ
اس کے برابر اور وہ نہ ظلم کیے جائیں گے کہہ دے میں

هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ
ہدایت کی مجھ کو میرے رب نے طرف راہ سیدھی راہ

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ
ایک دین مضبوط شریعت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
اور نہ تھا مشرکوں میں سے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ
جو کوئی ایک نیکی لائے اس کے لیے دس کا دس ہے

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا
اور جو کوئی ایک برائی لائے اس کے لیے اس کے برابر

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ
ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا تو کہہ دے میرے

هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ
رب نے مجھ کو سیدھی راہ سمجھائی

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ
ملت ابراہیم کے دین صحیح کی جو ایک ہی طرف کا تھا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
اور نہ تھا مشرکوں میں سے

دِیْنٌ عمل کا راستہ۔ کام کرنے کا بہتر طریقہ۔ اسی طریقہ کو اگر قانون کی شکل میں لکھ دیا جائے تو اسے ملت کہتے ہیں اور شریعت بھی یہی ہے۔ قِیَمًا سیدھا۔ مضبوط۔ مقرر۔ صفت کا صیغہ ہے۔ اصل قَوْمٌ ہے۔ عربی کے قاعدے سے واو کو یا سے بدل دیا۔ اس کا مادہ ق۔ و۔ م ہے جس کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں۔ قیام اسی سے بنا ہے۔ اسی مادہ سے قائم۔ قیم۔ مستقیم۔ قوام۔ قوم۔ مقام وغیرہ بنے ہیں۔ اور ان سب میں مضبوطی اور استحکام کے معنی پائے جاتے ہیں۔ قیم۔ قائم اور مستقیم کے ایک ہی معنی ہیں۔ قیم میں مبالغہ زیادہ ہے۔ حَنِیْفٌ سب سے منہ موڑنے والا۔ صفت کا صیغہ حَنَفٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جھک جانا۔ مڑ جانا۔ یہ لفظ پہلے سورہ آل عمران میں آچکا ہے۔

اس آیت میں اعمال کے بدلے ملنے کا عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ قانون کی بنیاد اس رحمت عامہ پر ہے جس کا ذکر اس سورت کے دوسرے رکوع کے شروع میں گذرا۔ کتب علی نفسہ الرحمۃ۔ اس رحمت کا تقاضا تھا کہ انسان نیک کام کرے تو اسے اس کا انعام دیا جائے لیکن چونکہ وہ نیک کام جبھی کرے گا جب وہ اپنی خواہش نفسانی کو دبائے گا۔ اس لیے نیک کام کرنے کے بدلے کے علاوہ اس کو اس محنت کا جو اسے اپنی خواہش کے دبانے میں کرنی پڑی ہے بدلہ الگ ملے گا اور وہ یہ ہوگا کہ اس کو ایک نیکی کے بدلے کم سے کم دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا اور برائی کا بدلہ صرف اسی کے کرنے کا بدلہ ہوگا۔ اس کے ساتھ کوئی اور محنت نہیں ہے جس کا بدلہ ملے۔ ظاہر ہے کہ اس میں ظلم کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آگے ارشاد ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دے کہ میرے رب نے مجھے بالکل سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور یہ بالکل سیدھا راستہ وہ مضبوط اور معین دین ہے جس کے قاعدوں کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام نے رکھی۔ وہ خالص نیت والے تھے ان کو خدا کی مرضی تلاش کرنے کے سوا اور کسی بات کی قطعاً خواہش نہ تھی اور جب کسی کے دل میں خود غرضی اور خواہشوں کی غلامی نہیں ہوتی وہ مشرک نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام ہرگز مشرکوں میں نہ تھے اور بت پرستی اور خود غرضی جو عرب میں رائج ہے ہرگز دین ابراہیمی میں نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

خالص توحید

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ

تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور

مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲)

میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ

اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا

وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۳)

اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں

پہلے سے ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ نے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے اس دنیا میں بسر کرنے کا ایک ہی طریقہ مقرر کیا ہے اس کا نام دین قیم یا صراط مستقیم ہے جو اس راستہ سے ہٹے گا، وہ تباہ ہو کر رہے گا اس راستہ کے بتانے کے لیے اللہ نے وقتاً فوقتاً دنیا میں رسول بھیجے اور وہ انسان کو اپنے اپنے زمانے میں وہ باتیں بتاتے رہے جو اس زمانے کے لحاظ سے دین پر قائم رہنے کے لیے ضروری تھیں جب تک انسان کی زندگی سادہ تھی، قانون بھی سادے تھے جب آبادی بڑھی اور زندگی کے مسائل رفتہ رفتہ زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے دین کے قوانین بھی زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور وہ تورات لے کر آئے جس میں تفصیلی ہدایتیں درج تھیں۔ سب سے آخر میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری کتاب یعنی قرآن مجید لے کر دنیا میں تشریف لائے اس کتاب میں انسان کے لیے زندگی کے تمام قاعدوں اور قانونوں کو جمع کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کی روشنی میں عقل سے کام لے کر کھرا کھوٹا پرکھ لو اور اس کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلو اس راستے کا نام دین اور اس مجموعہ قوانین کا نام ملت اسلام ہے اس آیت میں اسلام کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بت پرست، آتش پرست۔ وہم پرست اور خواہش کے بندے کافر مشرک وغیرہ اپنا اپنا طریقہ تیرے سامنے پیش کرتے ہیں ان سے کہہ دے کہ مجھے جو اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے وہ تمہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں مجھے اللہ نے دنیا میں اسی طریقہ کے چلانے کے لیے بھیجا ہے اور میں تم سے پہلے اس پر پورے یقین کے ساتھ عمل کرنے کے لیے تیار ہوں اس سے بال برابر بھی ادھر اُدھر نہ ہٹوں گا۔ میں یہی بتانے اور اسی پر عمل کرنے کا طریقہ سکھانے آیا ہوں مجھے حکم ملا ہے کہ کہہ دوں میری عبادت، قربانی، نذر، نیاز، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے نہ کوئی اس کا قوت اور حکومت میں ساجھی ہے۔ مجھے یہی کرنے کا حکم ملا ہے اور اس کے حکم بجالانے کے لیے سب سے پہلے حاضر ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی جڑ توحید ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بندگی، پوجا، قربانی، منت، دعا، عاجزی کا اظہار، نماز، روزہ، خیر خیرات غرض ہر قسم کی عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی چاہیئے۔ ان باتوں میں کسی کو اس کا شریک نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ زندگی کے سارے کام اسی کے حکم کے مطابق کرنے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی فرمانبرداری نہیں کرنی۔ مگر جس کی فرمانبرداری کا وہ حکم دے اس کے کہنے کے مطابق چلنا جس کی وہ اجازت دے وہ کرنا اور جس سے وہ روکے اس سے رک جانا یہی دین اسلام ہے:

Marfat.com

اللہ کے سوا کوئی کچھ دینے لینے والا نہیں

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ
کہہ تو کیا سوا اللہ کے ڈھونڈوں میں کوئی رب اور وہی رب ہے
كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا
ہر چیز کا اور نہ کرے گا کوئی جی کچھ مگر
عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ
اس کا ذمہ ہے اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ
پھر طرف تمہارے رب کے ہے لوٹنا تمہارا پس جتا دے گا تم کو
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
اس کو جو تھے تم اس میں آپس کے اختلاف کرتے

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ
تو کہہ کیا میں اب اللہ کے سوا کوئی رب ڈھونڈوں اور وہ ہر چیز
كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا
کا مالک ہے جو کوئی کرتا ہے کام سو وہ اس کے ذمہ
عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ
پر ہے اور ایک شخص دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ
پھر تمہارے رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
سو وہ جتلا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے

لَا تَزِرُ نہ اٹھائے گا مضارع کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر وِزْر ہے جس کے معنی ہیں بوجھ اٹھانا۔ وَازِرَةٌ اسی سے اسم فاعل مؤنث ہے (بوجھ اٹھانے والی) اور نفس کی صفت ہے جو یہاں مقدر ہے۔ نفس عربی میں مؤنث ہے۔ اس لیے اس کی صفت بھی مؤنث ہے۔ وِزْر بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی بوجھ ہیں اور وزیر بھی اسی سے ہے۔

اُخْرٰى (دوسری) صفت کا صیغہ مؤنث ہے اس لیے کہ یہاں بھی نفس مقدر ہے اس کا مذکر آخر ہے جس کے معنی ہیں دوسرا غیر کوئی اور

جب ہم دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ایک عجیب و غریب انتظام نظر آتا ہے۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ قاعدے اور قرینے سے سجی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کی چیزیں باقاعدہ مل رہی ہیں اور ان کا بھی خالق و رب سوا اللہ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ اس لیے سوا اس کے چارہ نہیں کہ اللہ کو سب کا رب مانا جائے۔ اس آیت میں یہی مضمون ہے ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دے۔ کہ اللہ کے سوا اس سارے جہان کا پالنے والا یعنی رب (خالق) نہیں۔ اس لیے مناسب نہیں ہے کہ میں بھی اسی کو اپنا رب (خالق) اور اپنی ضرورت کی ہر چیز اسی سے مانگوں۔ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکتے ہیں وہ دراصل اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ہر کام کے بنانے والے اللہ کو چھوڑ کر اور چاہیئے۔ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئیگا۔ ہر ایک اپنے ہی گناہوں کا بوجھ لادا ہوا ہے وہ دوسرے کا بوجھ کیا بٹائے گا۔ اس سے صاف کر دیا گیا ہے کہ کوئی کسی کا ذمہ دار سفارشی بوجھ اٹھانے والا نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک اپنے اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے کیے کرتوتوں کا بوجھ سر پر اٹھائے ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اللہ اسے بتا دے گا کہ کون غلط تھا اور کون غلط فہمی کا مستحق ہے اور کون سزا کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے بہکانے سے کوئی برا کام ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا وبال کرنے والے کے سر پر پڑے گا۔ اور بہکانے والا اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہوگا وہ کسی کو کیا بچائے گا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ بس کا اٹل قاعدہ یہ ہے کہ جو کرے گا وہ بھرے گا۔

Marfat.com

انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ
اور وہی ہے جس نے کیا تم کو نائب زمین میں

وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ
اور بلند کیا تم میں ایک کو اور ایک کے درجوں میں

لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
تاکہ آزمائے تم کو اس میں جو تمہیں دی بے شک تیرا رب

سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ
جلد عذاب دینے والا ہے اور یقیناً وہ بخشنے والا

رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾
مہربان ہے

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ
اور اسی نے تم کو زمین میں نائب مقرر کیا ہے

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ
اور تم میں سے ایک پر ایک کے درجے بلند کر دیئے

لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
تاکہ تم کو اپنے دیئے ہوئے میں آزمائے۔ بے شک تیرا رب

سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ
جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا

رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع
مہربان ہے

خَلِیْفَ (نائب) خلیفہ کی جمع ہے۔ خلیفہ کے معنی سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں گذر چکے ہیں۔ جہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان اس زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے اس کو کچھ خاص اختیار اور قوتیں دے کر زمین پر بھیجا ہے تاکہ اس سے یہاں اپنا کام لے اور جو کوئی اس کام کو جہاں تک انجام دے اس کے مطابق اس کو جزا دے۔ یہ سورہ مکہ میں پہلے نازل ہو چکی تھی سورۃ البقرہ بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس لیے سورۃ البقرۃ کو اس کی تفسیر اور تشریح سمجھنا چاہیئے۔ بعض مکی سورتوں میں بھی اس کی تشریح موجود ہے جیسے کہ آگے کی سورۃ یعنی سورۃ الاعراف میں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ نے تم کو یعنی انسانوں کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور ہر ایک کو کچھ اختیار دیئے ہیں اور اس کے ذمے کچھ کام مقرر کیے ہیں جو اسے کرنے چاہئیں۔ انسانوں میں مختلف درجے کے لوگ ہیں اور یہ اختلاف جسمانی اور روحانی دونوں قوتوں میں نظر آتا ہے۔ کوئی زور دار ہے کوئی کمزور ہے۔ کوئی ذہین ہے کوئی کند ذہن ہے۔ ہر آدمی اپنی وضع میں دوسرے سے نرالا ہے۔ ایسے ہی ہر ایک کی حاجتیں بھی مختلف ہیں مثلاً کوئی مالدار ہے کوئی مفلس ہے کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت ہے۔ اللہ نے یہ اختلاف اس لیے رکھا ہے کہ ہر ایک کا اس کی اپنی لیاقت و قابلیت کے مطابق امتحان لے۔ اور اس کی کامیابی اور ناکامیابی کے لحاظ سے اسے جزا یا سزا دے۔ اللہ سزا دینے میں وقت آنے پر دیر نہیں لگائے گا اگر تعمیل میں کچھ قصور رہ جائے تو وہ معاف کرنے والا ہے اور اچھا کام کرنے والوں کو اپنی رحمت سے انعام بھی دینے والا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس آیت میں انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کا پورا طریقہ سمجھا دیا گیا ہے کہ کائنات میں انسان کا مرتبہ کیا ہے۔ اور اس کے حالات سے اس کے کام کیا ہونے چاہئیں۔ گر کی بات یہ ہے کہ ہر ایک کو جو کچھ ملا ہے۔ اس میں اس کا امتحان مقصود ہے۔ قوی کی قوت اس کی اپنی نہیں اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اس کو کمزوروں کے دبانے کے لیے نہیں۔ بلکہ ان کی اعانت کے لیے صرف کرنا چاہیئے۔ مال دار کا مال بھی اس کے امتحان کے لیے ہے۔ اگر بے جا نمود و نمائش اور حیوانی خواہش کے پورا کرنے میں صرف کرے گا تو سزا پائے گا۔ اگر حاجت مندوں کو اللہ کے لیے دے گا فلاح پائے گا۔ اسی طرح جو چیز جس کو ملی ہے اس لیے ملی ہے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق اسے صرف کرے۔

Marfat.com

سُورۃ الانعام ہمیں کیا سکھاتی ہے

اس سورۃ میں اسلام کے بنیادی اصول نہایت خوبصورتی سے واضح کر دیئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں۔ تاکہ ان کو سامنے رکھ کر اس سورۃ کا پھر غور سے مطالعہ کیا جائے اور جب تک وہ اچھی طرح سمجھ میں نہ آجائیں۔ سمجھنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔ اور پھر روزانہ تلاوت میں ان کی تشریح و توضیح جس سے سارا قرآن شریف بھرا پڑا ہے تلاش کی جائے۔

۱۔ آسمان زمین اور ان میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ نے پیدا کی ہیں اور وہی ان کو پالتا ہے۔ اس لیے انسان کو اُسی کی طرف جھکنا چاہیئے اور سوا اس کے کسی سے نہ کچھ امید رکھنی چاہیئے اور نہ ڈرنا چاہیئے۔

۲۔ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور دنیا بھر کے تمام انسانوں کے لیے زندگی کے سارے قانون اس میں موجود ہیں۔ اس کے خلاف چلنے والوں کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ نافرمانی کے نتیجوں سے ڈرانے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب دے کر حکم ہوا ہے کہ جاؤ اور سب کو اس کا پیغام پہنچا دو تاکہ ڈر کر سیدھے راستے پر چلیں اور تباہی سے بچیں۔ یہی فرض آپ کی امت پر عاید ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن شریف اُسی دین کی تلقین کرتا ہے جو شروع دُنیا سے انسان کے لیے مقرر ہے۔ اور ہر زمانے میں ہر جگہ اس کے سمجھانے اور پھیلانے کے لیے رسول اور نبی آتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید انسان کی ہدایت کے لیے بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے اور جب تک دنیا قائم ہے اس کے اندر انسان کے لیے پوری پوری ہدایت موجود ہے۔

۴۔ دین یعنی شرع بنانے اور مقرر کرنے کا سوا اللہ کے کسی کو اختیار نہیں ہے۔ انسان اپنی خواہش کے مطابق نہ کسی کام کو اپنے لیے یا اوروں کے لیے ضروری قرار دے سکتا ہے اور نہ کسی کام سے منع کر سکتا ہے۔ اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا یا کام کا حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں دین سے واقف لوگ جو پختہ علم رکھتے ہیں جن میں خلوص ہے اور خود غرضی سے پاک ہیں اللہ کے احکام حسب موقعہ مناسب شکل میں جاری رکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اسلامی روح قائم رہے اور رسوم صالحہ میں کسی طرح کا خلل نہ ہونے پائے۔

۵۔ اسلامی روح یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے لیے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہو۔ کوئی شخص کسی سے کسی طرح کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے نہ کسی کو ستائے نہ دبائے۔ ہر معاملہ میں عدل و انصاف کا خیال رکھے۔ اور ظلم سے بچے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے کسی کو اذیت یا کسی طرح کا نقصان پہنچے۔

رسوم صالحہ وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقرر کیا ہے اور جو چودہ صدی سے برابر جاری ہیں اور جس پر سارے مسلمان ہر زمانے میں برابر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ یعنی نماز کی شکل اور اس کا طریقہ۔ اس کا وقت اور اس کی شرطیں۔ طہارت۔ رکعتوں کی تعداد اور قیام۔ رکوع۔ سجود اور قعدہ۔ زکوٰۃ کی مقدار اور ادا کرنے اور وصول کا طریقہ۔ روزہ کا وقت اور اس کا طریقہ۔ حج کا وقت اور اس کا طریقہ۔ یہ چاروں چیزیں متواتر چلی آرہی ہیں۔ ان کے بدلنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ ایسے ہی اخلاق اور معاملات کا معیار ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے۔ ان چیزوں کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ ان سب کی رعایت رکھتے ہوئے صالح اور دل کے صاف قانون اور شریعت سے اچھی طرح واقف لوگ معاملات کے وقتی ضوابط بنا سکتے ہیں۔ جن پر ایسے ہی لوگوں کی مجلس شوریٰ کا اتفاق ہو جائے۔ اس آیت سے یہ سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں جس پر یہ سورت ختم ہوئی ہے۔

Marfat.com

خلافت الٰہی کا مطلب (الف)

سورۃ الانعام اللہ کے فضل سے ختم ہوئی۔ لیکن درحقیقت اس کے ختم ہونے کو اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی ابتدا کہنا چاہیے جو اسلام کے مفہوم کو دل میں بٹھانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی آخری آیت معلومات کا ایک سمندر ہے جس میں سے ہر وقت غوطہ زن وقتاً فوقتاً بیش قیمت موتی نکالتے رہیں گے۔ سورت کا مختصر خلاصہ اس سے پہلے سبق میں پیش کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں ہم ان باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جو اس آخری آیت سے سمجھ میں آتی ہیں۔ ان کو خیال میں رکھنے سے اس سورت کے تمام مضامین واضح ہو جائیں گے اور اس سے اسلام کے سمجھنے میں مدد ملے گی انشاء اللہ۔

۱۔ اس سورت کا نام الانعام ہے جس کے معنی مویشی ہیں۔ مویشی کا کام بوجھ اٹھانا اور انسان کی ضروریات میں کام آنا ہے۔ مثلاً اس کے کھانے پینے کے لیے دودھ۔ گوشت۔ اون وغیرہ مہیا کرنا یہ سب انسان کے خادم ہیں۔ اور وہ ان سے جیسے چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ اسی طرح غلے ترکاریاں پھل پھول میوے وغیرہ سب انسان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جن کو وہ کھانے پینے کپڑے وغیرہ بننے کے لیے کام میں لاتا ہے۔ اس سورت میں یہ سب کچھ بیان کر کے آخر میں کہا گیا کہ انسان ان سب سے مرتبہ میں اونچا اور ساخت میں سب سے افضل ہے۔

۲۔ انسان اللہ کا اس زمین میں خلیفہ ہے۔ یہ ایک ایسا اعلان ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ اس کو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ہر انسان کو ایک خاص قوت دے کر اللہ نے اپنا کام سپرد کیا ہے یعنی [illegible] ہے دنیا میں دیکھ لو کہ سرکاری ملازم اپنے آپ کو کس قدر اونچے مرتبہ دار سمجھتا ہے۔ وہ کسی کے ماتحت ہوتا ہے [illegible] اسی طرح ہر انسان کو اپنی اس عزت کا احساس ہونا چاہیے۔ جو اسے سب سے اونچی سرکار اپنے مالک اور آقا یعنی اللہ تعالیٰ کے غلام ہونے کی وجہ سے حاصل ہے یہاں سے انسانی مساوات کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ سب ایک آقا کے غلام ہیں۔ کوئی کسی پر اس لحاظ سے فوقیت نہیں رکھتا۔ اس سے ہر ایک کے اندر اپنی عزت اور خودداری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ کی غلامی جس کو فارسی میں [illegible] اور عربی میں عبادت کہتے ہیں۔ سب انسان برابر ہیں۔ قوم۔ ملک۔ ذات۔ خاندان کنبے قبیلے کی وجہ سے نہ کوئی کسی سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔ مگر ظاہر بات ہے کہ قوتیں [illegible] سب کی برابر نہیں۔ دماغی اور بدنی قوتیں سب کی الگ الگ ہیں لیکن ہر ایک کو اس کی قوت جتنی اور جس قسم کی بھی ہے۔ اللہ نے دی ہے۔ اور ان قوتوں [illegible] اس لیے ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ امتحان لینا ہے۔

امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کے لیے ایک [illegible] مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی علامتیں۔ نشانیاں اور جگہ جگہ نشان راہ ساری دنیا میں پھیلا دیئے ہیں۔ پھر رسولوں کے ذریعے کتابیں بھیج کر بھی اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ ہر قدم پر اس راستہ کی طرف بلانے والے بھی موجود ہیں اور اس سے ہٹانے والے بھی لگے ہوئے ہیں۔ انسان کے اندر ان دونوں کو سمجھ لینے کی ایک عام قوت ہے۔ جو ہر ہر فرد میں موجود ہے۔ اور پھر خاص قوتیں ہیں جو کسی میں کم ہیں کسی میں زیادہ۔

انسان کا کام یہ ہے کہ اس راستہ کو ڈھونڈھ کر اور عقل سے پہچان کر اس پر چلے یا جہاں تک ہو سکے اس کے قریب رہے ہر ایک کو اپنی قوتیں اسی راستے کو ڈھونڈنے اور اس پر چلنے میں صرف کرنی چاہئیں:۔

Marfat.com

خلافتِ الٰہی کا مطلب (ب)

۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ قوتوں اور حالتوں کا اختلاف اس لیے نہیں ہے کہ قوّت والا کمزور کو، مال دار مفلس کو اور اونچے درجے والا کم درجے والے کو دبانے لگ جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس قوّت کو اللہ کا عطیّہ سمجھ کر اسی کے کام میں لگائے رسول جو کتابیں لائے ہیں اور جن میں سب سے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ ان میں خوب کھول کر بیان کر دیا ہے کہ آدمی کو اپنی اللہ کی دی ہوئی طاقتیں کن کاموں میں صرف کرنی چاہئیں وہ کام قرآن مجید میں کلّی طور پر بتا دیئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمل کرنے کا طریقہ بتا دیا ہے اور خود عمل کر کے دوسروں کے لیے راستہ قائم کر دیا ہے۔ حدیثوں میں اسی کا بیان ہے۔

۵۔ جو شخص اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور دوسروں کے لیے مثال قائم کرنے [illegible] اپنی قوتیں صرف کرے گا۔ اور مرتے دم تک اسی کوشش میں لگا رہے گا کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ وہ امتحان میں کامیاب ہے۔ اور مرنے کے بعد اسے اصلی خوشی نصیب ہوگی۔ لیکن دنیا میں بھی اسے اس خوشی کی جھلک دکھائی جائے گی۔ جس کی نشانی دل کا اطمینان اور اپنے ہم نوع مخلوق کو درست کرنے اور ان کی مدد کرنے کی خواہش ہے۔ اور جو آدمی اس راستے سے بچانے والوں اور دنیا کے کاموں میں پھنسانے والوں کی سن کر اپنی قوتیں غلط کاریوں میں صرف کرے گا۔ اور دوسروں کے لیے بُری مثال قائم کرے گا۔ اور مرتے دم تک ایسی ہی حرکتیں کرتا رہے گا۔ وہ امتحان میں ناکامیاب ہے اور مرنے کے بعد اسے سخت مصیبت اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اور اس دنیا میں بھی اسے سوا پریشانی۔ دل کی بے اطمینانی اور کوفت کے انجام کار کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۶۔ اس آیت سے ہم اتنا سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ راستہ جو اللہ نے انسان کے لیے مقرر کیا ہے۔ وہ دنیا میں ہر انسان کے لیے ہے۔ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص شخص فرقے یا قوم کے لیے نہیں ہے۔ ہر شخص ان ذہنی اور دماغی قوتوں سے جو اللہ نے اسے دی ہیں حسب قابلیت اسے سمجھ سکتا ہے اور اختیار کر سکتا ہے۔ اس کی کامیابی اور ناکامیابی کا اعلان قیامت کے دن ہوگا اور پھر اس کو اس کی جزا اور سزا دی جائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو حق نہیں ہے کہ کسی سے زبردستی اپنی بات منوائے۔ جو لوگ اسی دھن میں رہتے ہیں کہ ہمارے پاس دنیا کی قوّت، دولت اور عزت سب جمع ہونی چاہیئے تاکہ ہم دوسروں سے اپنی بات منوا سکیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ وہ انسان سے اس کی آزادی چھیننا چاہتے ہیں۔ اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں رہنے کی صحیح صورت یہ ہے کہ سب انسان اس طرح رہیں کہ ہر ایک کو اپنے طور پر سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ ملے۔ امن و امان قائم ہو۔ زندگی کی ضروریات کھانا، پینا وغیرہ ہر ایک کو بہ سہولت ملیں۔ اور کوئی اپنی زبان یا ہاتھ پاؤں سے کسی کا دل نہ دکھائے۔ اور ہر ایک کو بہ فراغت تلاش حق کا موقعہ حاصل رہے۔ یہ سب کچھ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ اور ہر شخص کو امتحان میں دل جمعی اور سکون کے ساتھ اپنی کامیابی کی کوشش کرنی ہے۔ اس لیے دنیا فضول شور و شغب سے اسی طرح خالی ہونی چاہیئے جیسے کسی یونیورسٹی یا گورنمنٹ کے امتحان لینے کا کمرہ یا ہال شور و شغب سے خالی ہوتا ہے۔ تمام امیدواروں کی فوری ضرورتوں کا انتظام منتظموں کے ذمے ہوتا ہے تاکہ وہ فقط اپنے امتحان کے پرچوں کے جواب لکھنے میں لگے رہیں اور کوئی چیز انہیں نہ ستائے۔

Marfat.com

خلافتِ الٰہی کا مطلب (ج)

اس آیت کے اوپر غور کرنے کے بعد یہاں تک پہنچ کر ہمارے لیے یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ اسلام کس قسم کی سوسائٹی کو مسلمان بنانا چاہتا ہے۔

جب دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ دنیا میں توجہ کا مرکز فرد یعنی شخص ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ بچہ ہو یا جوان۔ ادھیڑ ہو یا بوڑھا۔ ہر شخص اس امتحان گاہ میں ایک امیدوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن امتحان گاہ میں وہ پیدا ہوتے ہی داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ پیدائش سے لے کر بلوغ تک اس کی تیاری کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد تاریخ بلوغ سے اس کا امتحان شروع ہے۔ اس کے امتحان کا طریقہ اس پر واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے سمجھ لینے کے بعد وہ اپنے کام آپ کرنے میں آزاد اور خود مختار ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے اس کا ہر کام لکھ جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال کا فیصلہ قیامت کے دن سنا دیا جائے گا۔ لیکن ضابطۂ امتحان کی رو سے وہ ایسا کام کوئی نہیں کر سکتا جس سے دوسرے امیدوار کے امتحان [illegible]

سوسائٹی کا یہ فرض ہے کہ [illegible] نہ کرے جس سے امتحان گاہ امتحان گاہ نہ رہے۔ بلکہ لڑائی جھگڑے اور فساد کا گھر بن جائے اور امیدواروں کو آزادی کے ساتھ اپنے پرچوں کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں سہولت باقی نہ رہے۔ یہاں سے سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ہر فرد بشر کے لیے وہ سب سہولتیں مہیا کرنا سوسائٹی کا فرض ہے جس سے وہ اپنے امتحان دینے کا کام آسانی سے بلا روک ٹوک کر سکے جن لوگوں نے یونیورسٹی وغیرہ کا کوئی امتحان دیا ہے۔ وہ دنیا کے انتظام کو اسی نمونے پر قائم کرنے کو بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ہر قسم کا آدمی خواہ وہ دنیا کے کسی حصے کا ہو اور خواہ کسی نسل۔ زبان۔ قوم وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو امتحان کے کمرہ میں سب کے برابر ہے اور اس کو جب تک وہ امتحان کے کمرہ میں ہے وہی سہولتیں ملیں گی جو اور دل لوگوں کو مل رہی ہیں۔ اسی پر دنیا کے انتظام کو قیاس کر لینا چاہیے۔

دنیا کا پیدا کرنے والا خود ہر آدمی کا امتحان لے رہا ہے۔ اور اس نے امتحان گاہ کی فضا قائم رکھنے کے لیے انتظامی قواعد بنا دیے ہیں۔ ان کا پابند ہر فرد بشر کو رہنا ہوگا۔ سوسائٹی اور حکومت انہی قواعد کی دیکھ بھال کے لیے ہے۔ اسے امیدوار کے نصاب امتحان اور مضامین امتحان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو تو یہ دیکھنا ہے کہ امتحان گاہ کا امن و امان، سکون و اطمینان قائم رہے۔ امیدوار کو کوئی ایسی ضرورت یا دوسرے کی طرف سے ایسی رکاوٹ پیش نہ آئے جو اس کو آزادی کے ساتھ اپنا نامۂ اعمال تیار کرنے میں مانع ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس جیسی بہت سی آیتوں میں صاف صاف کہہ دیا ہے۔ کہ امتحان اس لیے ہے کہ آدمی اپنے لیے خود اپنا دین اختیار کرتا ہے۔ اسی لیے سچے اور اصلی دین کے ساتھ جھوٹے اور بناوٹی دین بھی موجود ہیں۔ دنیا میں ہر دین کے سمجھانے والے اور بتانے والے ہیں۔ لیکن ان کا ہر فرقہ اپنے اپنے دین کو زبان سے اور کام سے ٹھیک ثابت کرتا ہے۔ زور اور زبردستی سے یا دوسروں پر بے جا دباؤ ڈال کر کسی بات کو منوانا نہیں ہے۔ اللہ کی حکومت نہ مذہبی یا ملکی نہیں ہے۔ دنیا میں سب کو برابر پیدا کیا جائے گا اور سب کو برابر آرام کی چیزیں پہنچائی جائیں گی۔ یہ امتحان گاہ کا انتظام ہے۔ دنیا کی حکومتیں اسی امتحان گاہ کے انتظام کے نمونہ پر ہونی چاہئیں۔ امتحان میں کامیابی ناکامیابی کا فیصلہ قیامت کے دن خود کرے گا۔

Marfat.com

سُورۃ الاعراف

قرآن مجید کی سورتوں میں یہ ساتویں سورت ہے۔ اس کے نازل ہونے کا زمانہ وہی ہے جو سورۃ الانعام کا ہے۔ یعنی مکّہ میں ہجرت سے پہلے اور اس سے متصل۔

الاعراف (بلندیاں) عرف کی جمع ہے۔ عرف اونچے مقام کو کہتے ہیں جیسے ٹیلہ، پہاڑ وغیرہ۔ الاعراف کا ذکر اس سورت میں آیا ہے۔ مفسّرین نے کہا ہے کہ یہ کچھ اونچے ٹیلے یا چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ جو جنّت اور دوزخ کے درمیان واقع ہیں۔ اور وہاں کھڑے ہونے والوں کو ایک طرف جنّت اور ایک طرف دوزخ صاف نظر آتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کو جن کی نیکیاں اور برائیاں میزان میں برابر اتریں گی ٹھہرایا جائے گا۔ وہاں سے وہ جنّت والوں کو جنّت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھیں گے جب جنّتی جنّت میں اور دوزخی دوزخ میں جا چکیں گے تو پھر ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں جنّت میں جگہ دے گا۔

اس سے پہلی سورت یعنی الانعام میں اللہ کی توحید کا ذکر تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ اس ساری کائنات کا خالق اللہ ہے۔ اس لیے اس کو کائنات کی ہر چیز سے بلند و برتر مانو۔ اور اس کے حکموں کی تعمیل کرو۔ عقلمند لوگ کائنات کی بڑی بڑی چیزوں پر غور کر کے اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ ان میں سب سے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے پھر ان کے بعد ان کی اولاد و اقارب میں جتنے بھی نبی ہوئے۔ سب توحید کے قائل اور احکام الٰہی کے سچے پیرو تھے۔

اس سورت میں ان بدنصیب ہستیوں کا ذکر ہے۔ جو اللہ کے راستے سے روکنے والی ہیں۔ ان میں سب سے آگے اور سب کا سرغنہ ابلیس (شیطان) ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کا بیڑا اٹھایا اور انسان کو ہر طرح اللہ کی طرف سے غافل کرنے پر کمر باندھی۔ اور یہ واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر ہوا۔ پھر ان چیزوں کا بیان ہے جنہوں نے انسان کے بہکانے میں شیطان کی مدد کی۔ اس کے بعد انسان کو اس کے دشمنوں سمیت دنیا میں بھیج دیا اور یہ انتظام کر دیا گیا کہ اللہ کا سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اس کے رسول اور پیغامبر اس کی کتابیں اور پیغام لے کر آئیں گے۔ جن کی بدولت جن کی قسمت میں ہدایت ہے۔ ہدایت پائیں گے۔ اور جن پر شیطان اور اس کے مددگاروں کا داؤ چل جائے گا وہ ہدایت سے محروم رہ جائیں گے۔

اس کے بعد دنیا کی بعض پہلی قوموں کا ذکر ہے جنہوں نے شیطانی راہ اختیار کی۔ ان کے پاس رسول بھیجے گئے لیکن انہوں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا۔ آخر کار دوسرے لوگوں کو ان کی تقلید اور ان کے اثر سے بچانے کے لیے ان کو ہلاک کیا گیا لیکن شیطان نے پھر نئی باتیں سمجھا کر دوسرے لوگوں کو بھی سیدھی راہ سے بھٹکایا اور وہ بھی تباہ ہو گئے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو وہاں سے نجات دلائی۔ اور ارض مقدس میں لا کر بسایا۔ لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خلفا کا کہنا پوری طرح سے نہ مانا۔ اور طرح طرح کے عذاب اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے جو ان کی شامت اعمال کا نتیجہ تھیں۔

پھر یہ ہدایت کا سلسلہ نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ کے ذکر کے بعد یہ سورت آیت سجدہ پر ختم ہوتی ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible] آیاتہا [illegible]

اللہ کی کتاب

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ
بلص یہ کتاب تجھ پر اتری ہے سو چاہیے کہ اس کے
فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ
پہنچانے سے تیرا جی تنگ نہ ہو تاکہ تو اس سے ڈراوے
وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
اور ایمان والوں کو نصیحت ہو چلو اس پر جو تم پر اترا
اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
تمہارے رب کی طرف سے اور اس کے سوا اور رفیقوں
اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝
کے پیچھے نہ چلو تم دھیان بہت کم کرتے ہو

الٓمّٓصٓ: یہ ایک لفظ نہیں ہے بلکہ الگ الگ چار حرف ہیں۔ اور ان کو الگ الگ اس طرح پڑھنا چاہیے۔ الف۔ لام۔ میم۔ صاد۔ قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں چند حرف دیے گئے ہیں جن کے معنی نہیں بتائے گئے۔ مگر وہ پڑھنے میں آتے ہیں ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی بابت سورۃ البقرہ کے شروع میں لکھ دیا گیا ہے وہاں دیکھ لیں۔

سورت کے شروع ہی سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں راہ حق سے روکنے والوں اور کہنا نہ ماننے والوں کا بیان ہوگا۔ دنیا اس قاعدہ پر بنی ہے کہ اس میں سچی بات کہنے والوں کی بات ماننے والے کم ہوتے ہیں اور اکثر لوگ شروع میں کھلم کھلا مخالف ہو جاتے ہیں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ظاہر میں ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور دل میں مخالف ہوتے ہیں۔ ان تینوں قسموں کا ذکر سورۃ البقرہ کے شروع میں کر دیا گیا ہے۔ پچھلی قسم کے دونوں آدمی سچے آدمیوں کو بہت ستانے والے اور ایذا رساں ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسولوں کو ایسے لوگوں نے بہت دکھ پہنچائے ہیں۔ چونکہ مکہ میں منافق نہ تھے کھلے دشمن تھے۔ اس سورت میں جو مکی ہے سچائی کے کھلے دشمنوں کا ذکر آئے گا۔ اس لیے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھاتا ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے تجھے دی ہے وہ اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے مخالفوں اور دشمنوں کو ڈرا دیا جائے اور ماننے والوں کو ان کے کام کی باتیں بتا دی جائیں۔ اگر لوگ تیری نہ سنیں اور نہ مانیں تو تجھے دل تنگ اور ملول نہ ہونا چاہیے اور نہ قرآن کے سنانے سے دل میں جھجک پیدا ہونی چاہیے۔ تو پورے یقین کے ساتھ انہیں ان کے [illegible] سزا سے قرآن کی آیتیں بے دھڑک سنا سنا کر ڈرا۔ اور کسی کے کہنے سننے کی پروا نہ کر۔ اسی کتاب کی آیتوں میں ماننے والوں کے لیے [illegible] ان سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ سب سے کہہ دے کہ ادھر آؤ۔ یہ کتاب کسی آدمی کی گھڑی ہوئی نہیں ہے [illegible] میں ایک بھی بناوٹی [illegible] رب نے تمہاری طرف بھیجی ہے یہ جو تم نے اپنے ساتھی۔ دوست۔ رفیق بنا رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی کی مت سنو تمہارا رب تمہارا سب سے بڑھ کر رفیق اور ساتھی ہے اس کا کہنا مانو اور کسی کا نہ مانو۔ وہی تمہاری ضرورت کی ساری چیزیں دیتا ہے لیکن افسوس ہے تم لوگ دھیان کم کرتے ہو۔ ذرا بھی غور کرو۔ اور اس کے انعامات گنو تو پھر یقیناً تم اس کے سوا اور کسی کی نہ سنو۔ اور نہ مانو۔ سورت کے نازل ہونے کے زمانے میں یہ مکہ والوں سے کہا جا رہا ہے لیکن یہ دراصل سارے دنیا والوں سے خطاب ہے اور ہر زمانے میں سارے انسانوں اور سمجھ داروں کے لیے یہی حکم ہے۔

Marfat.com

نافرمانوں پر عذاب

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا
اور بہت سی بستیاں ہلاک کیا ہم نے اس کو پس آیا ان پر عذاب ہمارا
بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ
رات کو یا وہ جب دوپہر کو سوتے تھے پس نہیں تھی پکار ان کی
اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا
جب آیا ان پر عذاب ہمارا مگر یہ کہ کہا انہوں نے بے شک
كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ
تھے ہم گنہگار پس ضرور پوچھیں گے ہم ان سے کہ رسول بھیجے گئے
اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ
جن کی طرف اور ضرور پوچھیں گے ہم بھیجے ہوؤں سے پس بتائیں گے ہم
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾
ان کو علم کے ساتھ اور نہ تھے ہم غیر حاضر

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا
اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ ان پر ہمارا عذاب پہنچا راتوں
بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ
رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے جس وقت کہ ان پر ہمارا
اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا
عذاب پہنچا پھر ان کی پکار یہی تھی کہ کہنے لگے بے شک
كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ
گنہگار ہمیں تھے سو ہم کو ان سے جن کے پاس رسول
اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ
بھیجے گئے تھے ضرور پوچھنا ہے اور ہم کو رسولوں سے ضرور پوچھنا ہے
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾
پھر ہم ان کو اپنے علم سے احوال سنائیں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے

قَآئِلُوْنَ (دوپہر کو سوتے تھے) یہ قَائِلٌ کی جمع ہے جو قَيْلُوْلَةٌ سے بنا ہے قیلولہ کے معنی دوپہر کے وقت سونے کے ہیں کہنے والے کے لیے لفظ قائل ہے جو قول سے بنا ہے لیکن عربی کے قاعدہ سے دونوں لفظ قائل بولے جاتے ہیں اس لیے اس کے معنی آگے پیچھے کی عبارت ملا کر سمجھ میں آتے ہیں یا تفسیروں اور حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ مخالفوں کو ڈرا دو اور اس کتاب کے مطابق چلو۔ اس آیت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور ان پر اچانک عذاب نازل ہوا اور پھر کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑی۔

ارشاد ہے کہ ہم غفلت اور نافرمانی کی وجہ سے بہت سی بستیوں کو تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ کیونکہ ان کے درست ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ بے فکری سے اپنے کھیل کود میں مصروف رہتے تھے۔ اور چین سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے۔ ان میں سے بعض کو رات کے وقت بے خبری میں عذاب نے آ لیا۔ اور بعض کو دوپہر کے وقت سوتے میں آ دبوچا۔ اس وقت چیخ و پکار مچی۔ ہائے واویلا کا شور ہوا۔ ہر ایک کی زبان سے سوائے اس کے کچھ نہ نکلتا تھا۔ کہ افسوس! ہم نے بڑا ظلم کیا۔ غفلت اور گناہوں میں پھنسے رہے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ اس کا انجام یہ ہونا ہے لیکن اس وقت پچھتانا کچھ کام نہ آیا۔ اس سے پہلے ان کے غفلت میں پھنسے رہنے اور گناہوں میں مبتلا رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ان کو سیدھا راستہ بتا دیا گیا تھا۔ رسول ان کے پاس آ چکے تھے۔ اس کی بابت ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ ان مجرموں سے یہ پوچھیں گے۔ کہ بتاؤ تم نے ہمارے رسولوں کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رسول ان کے پاس آ چکے تھے اس کی بابت ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ ان مجرموں سے یہ پوچھیں گے کہ بتاؤ تم نے ہمارے رسولوں کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رسولوں سے سوال کریں گے کہ تم نے ہمارا پیغام انہیں پہنچایا تھا یا نہیں۔ اس کے بعد ہم ان کو صاف صاف بتا دیں گے کہ ہمیں تمہاری ہٹ دھرمی بھی معلوم ہے۔ اور رسولوں کا حال بھی معلوم ہے تم کوئی ہماری آنکھ سے اوجھل نہ تھے اور نہ ہم کبھی تمہارے پاس سے غائب تھے۔ لو یہ تمہارے گناہوں کا ثبوت موجود ہے۔ اب ان کی سزا بھگتو۔

Marfat.com

کاموں کی تول

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ

اور تول اس دن ٹھیک ہوگی پس جو بھاری ہوئے

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧

اعمال ان کے پس وہ لوگ ہی کامیاب ہیں

وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور جو ہلکے ہوئے اعمال ان کے پس وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

نقصان کیا اپنی جانوں کا اس وجہ سے کہ تھے وہ ہماری آیتوں کو

يَظْلِمُوْنَ ⑨

جھٹلانے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ

اور اس دن تول ٹھیک ہوگی جس کی تولیں بھاری

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧

ہوئیں سو وہی نجات پانے والے ہیں

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور جن کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا

يَظْلِمُوْنَ ⑨

انکار کرتے تھے

مَوَازِيْنُ: موزون کی جمع ہے جو وزن سے بنا ہے۔ موزون کے معنی ہیں وہ چیز جو وزن کی جائے۔ موازین میزان کی بھی جمع ہے جس کے معنی ترازو ہیں۔

يَظْلِمُوْنَ: مضارع کا صیغہ ہے ظُلم سے۔ ظلم سے یہاں مراد ہے حق دبانا۔ حق تلفی کرنا۔ آیتوں کی حق تلفی یہ ہے کہ ان کا انکار کیا جائے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے پاس رسول آئے تھے تم نے ان کا کہنا مانا یا نہیں اور رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارا پیغام لوگوں کو پہنچایا یا نہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو ان کے اعمال کی بالکل سچی سچی حقیقت ان پر ظاہر کر دی جائے گی۔

ارشاد ہے کہ اس دن وزن بالکل سچا تلا ہوگا جس کے کام وزنی ہوں گے ان کو کامیابی اور نجات حاصل ہوگی اور جس کے کام ہلکے ہوں گے ان کو ناکامی اور مصیبت سے پالا پڑے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے دنیا میں ہماری ہدایت کے مطابق کام نہیں کیا۔

اس آیت سے یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا میں آدمی جو کام بھی کرتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اسے کچھ اندازہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ کرنے سے پہلے اسے ہر کام کو ان قاعدوں کے مطابق جانچ لینا چاہیئے جو قرآن حکیم کی آیتوں میں درج ہیں اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی طور پر واضح کر دیا ہے۔ اور جو ان آیتوں میں مقرر کیے ہوئے معیار سے کاموں کو دنیا میں نہیں جانچتا۔ بلکہ اناپ شناپ جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا حساب لیا جائیگا۔ اور انہی آیتوں میں مقرر کیے ہوئے معیار کے مطابق اس کے اعمال کی ناپ تول کی جائے گی۔ دنیا میں یہ معیار ان آیتوں میں پوشیدہ ہے۔ اس کی کسوٹی پر تمہیں ہر کام کو پرکھ کر دیکھنا چاہیئے تھا لیکن تم نے نہیں پرکھا۔ قیامت کے دن یہ سب آیتیں جو اعمال کے جانچنے کے ذریعے کسوٹی، معیار اور مقیاس ہیں ترازو کی شکل میں ظاہر ہونگی اور ہر ایک شخص کھلم کھلا دیکھ لے گا کہ اس کے کاموں کا وزن کیا ہے اور اس کی کیا قیمت ہے۔ دنیا میں کسی چیز کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے ذریعے یہی ترازو کسوٹی، معیار، مقیاس وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس لیے قیامت میں قرآنی احکام ایک محسوس شکل میں ظاہر ہوں گے جسے ہمیں سمجھانے کے لیے میزان کہا گیا۔ یہ میزان یہی قرآن کے بنائے ہوئے حکم اور قاعدے ہیں جن سے ہمیں یہیں اپنے کاموں کو جانچنا تھا انہی کو وہاں ایک ایسی محسوس اور نمایاں شکل دی جائے گی جس کے ذریعے سے کسی کو اپنے کاموں کی قدر و قیمت معلوم کر لینے میں ذرا بھی شبہ نہ رہے گا۔

Marfat.com

زندگی کا سامان

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
اور البتہ جگہ دی ہم نے تم کو زمین میں اور کر دیئے ہم نے
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تمہارے لیے اس میں زندگی کے سامان کچھ یوں ہی سا
تَشْكُرُوْنَ (۱۰) ع

تم شکر کرتے ہو

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
اور ہم نے تم کو زمین میں جگہ دی اور اس میں
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تمہارے لیے روزیاں مقرر کر دیں تم بہت کم
تَشْكُرُوْنَ (۱۱) ع ۱۰ ۸

شکر کرتے ہو

مَكَّنَّا: ٹھکانا دیا ہم نے (ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تمکین ہے جو مکان سے بنا ہے۔ مکان کے معنی جگہ۔ ٹھکانا۔ تمکین جگہ دینا۔ ٹھہرانا۔ اس کے معنی مالک بنانے کے بھی ہیں ۔ مَعَايِشَ (سامان زندگی (معیشۃ کی جمع ہے۔ جو عیش سے اسم ظرف ہے۔ عیش کے معنی ہیں جینا۔ زندہ رہنا۔ معیشۃ زندگی کا ذریعہ۔ گذارے کی چیز۔ نفع دینے والی جنس۔

شروع سورت سے یہاں تک بیان ہوا کہ یہ کتاب تمہاری نصیحت کے لیے آئی ہے۔ اس کے حکم مانو اور اس کو چھوڑ کر کسی کے کہنے پر مت چلو کیونکہ حکم نہ ماننے والے تم سے پہلے سزا پا چکے ہیں اور اسی دنیا میں اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں اور قیامت میں ان سے باز پرس ہوگی اور رسول سب کہہ دیں گے کہ ہم نے اپنا پیغام ان کو پہنچا دیا تھا۔ اب آپ جانیں اور یہ جانیں۔ اس کے بعد اس آیت میں انسان کو اپنے رب کی پہچان کا طریقہ بتایا ہے۔

ارشاد ہے کہ تم غور کرو کہ زمین میں تم کو اتنی طاقت دے کر کس نے بسایا۔ صرف اللہ تعالیٰ نے جس کے آگے سر جھکی جاتی ہے اگر اس کے خلاف کسی کا دعویٰ ہے تو اسے پیش کرو تاکہ وہ اپنا دعویٰ ثابت کرے لیکن اول تو کسی کو ایسا دعویٰ کرنے کی مجال نہیں اور اگر نادانی سے کر بھی بیٹھا تو منہ کی کھائیگا۔ کیونکہ وہ اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ سنو ہمیں زمین میں ہم نے جگہ دی ہے اور تمہارے نفع کی بہت سی چیزیں پیدا کر دی ہیں اور تمہیں ان کا مالک بنا دیا۔ ان سے تمہاری ساری زندگی کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ سب ساز و سامان دے کر ہم نے تمہیں دنیا کا بادشاہ بنایا ہے۔ تمہارا بھلا کام یہ ہے کہ اپنے ایسے منعم اور محسن کا شکر ادا کرو۔ لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ تم اکثر ناشکری کرتے ہو۔ اور اگر کبھی شکر ادا بھی کیا تو تھوڑا سا برائے نام۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں اپنے مرتبے اور جاہ و حشم کو دیکھ کر سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ یہ سب کس نے دیا۔ یہ اس کی عقل کا کام ہے اور اس کے لیے اتنی ہی عقل کافی ہے۔ جو بعض جانوروں کو بھی ملی ہے۔ جانور اس شخص کو جو انہیں کھانے پینے کی چیزیں دے اور ان کی خبر گیری کرے پہچانتے ہیں اور اپنے طور پر اس کی خدمت کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے کاموں اور اشاروں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اپنے مالک کو پہچانتے اور اس کا احسان مانتے ہیں۔ آدمی اس معمولی عقل میں بھی ان سے زیادہ ہے اسے ہرگز زیب نہیں دیتا کہ محسن کے پہچاننے اور اس کا شکر ادا کرنے میں جانوروں سے بھی گیا گذرا ہو اور اتنا بھی نہ سمجھے کہ مجھے اپنے محسن کا شکر ہر طرح سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس کا ہر حکم بجا لانا چاہیئے۔

یوں تو انسانوں میں بڑے بڑے عقل والے ہیں جو اپنے خالق۔ مالک اور رب کو بہت اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ لیکن اتنی عقل ہر ایک کو ملی ہے جس سے وہ اتنی بات اچھی طرح جان سکتا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا اور مجھ کو یہ سب طاقت اور قوت دینے والا اور میرے لیے زندگی کی ساری ضرورتیں مہیا کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا ضرور دنیا سے بالاتر کوئی ہستی ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور یہ سب کچھ دیا ہے۔ اسی کا مجھے شکر گذار ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

انسان کا مرتبہ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ
اور البتہ پیدا کیا ہم نے تم کو پھر صورت دی ہم نے تم کو
ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
پھر ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ
پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا وہ
مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾
سجدہ کرنے والوں میں

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ
اور البتہ پیدا کیا ہم نے تم کو پھر صورت دی ہم نے تم کو
ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
پھر ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ
پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا وہ
مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾
سجدہ کرنے والوں میں

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ اے انسانو! تمہیں زمین پر ساری مخلوق کا سردار بنا کر اس پر قبضہ دیا اور اس کے مطابق قوتیں عطا کیں۔ زمین میں وہ ساری چیزیں پیدا کیں جن کی تمہیں اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے ضرورت تھی۔ ان قوتوں کو ان چیزوں کے حاصل کرنے کے کام لاؤ۔ باقی دنیا میں سوا ایک قوت کے باقی سب قوتیں تمہاری مطیع و فرمان بردار ہیں اس کی مزید تشریح اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تمہارے پیدا کرنے کے لیے، آدم کے اجزاء کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ پھر ان کو ترتیب سے جوڑ کر تمہاری صورت بنائی (آگے کی سورتوں میں آئیگا کہ پھر اس میں اپنی روح داخل کی) اور پھر فرشتوں سے کہا کہ دیکھو یہ آدم ہیں اور تمام انسانوں کے باپ ہیں ان کو سجدہ کرو یہ سن کر سب فرشتے سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس جو ان میں ملا کھڑا تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا۔ اور اس کے عمل نے اسے فرشتوں سے علیحدہ کر دیا۔ حالانکہ زبانی وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ اور رب کہتا رہا۔ مگر نافرمانی سے مردود ہو گیا۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر اس سے پہلے سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے۔ وہاں کہا گیا ہے۔ کہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ آدم کو خلیفہ بنانے سے ان کی اولاد بھی اللہ کی خلیفہ ہوئی۔ اس کا ذکر اس سے پہلی سورۃ یعنی سورۃ الانعام کی آخری آیت میں ہے اور اس کی تشریح اس آیت کی تفسیر میں کر دی گئی ہے۔

یہاں قصہ آدم سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانوں کو ابلیس کی دشمنی سے پورے طور پر آگاہ کر دیا جائے اور اچھی طرح خبردار کر دیا جائے۔ کہ دنیا میں تم سب سے قوت والے ہو۔ تم اپنی اندرونی قوتوں کی بدولت جس طرح چاہو دنیا کی چیزوں میں تصرف کر سکتے ہو۔ دنیا کی ساری بیرونی قوتیں تمہاری خادم اور فرمانبردار ہیں۔ لیکن ایک قوت نے تمہارا خادم اور فرمان بردار ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا کہ تمہیں اس سے خبردار رہنے کی ہدایت کی جائے۔ تاکہ تم سمجھ لو کہ جب تم اپنی قوتیں اپنی بہتری کا سامان حاصل کرنے کے لیے صرف کرو گے۔ تو ایک قوت ایسی بھی ہے جو تمہاری انہی قوتوں کو مکر و فریب کے ذریعے، چاپلوسی سے، دھمکی دے کر جس طرح سے ہو سکے گا اس طرح صرف کرنے کے لیے کہے گی جس سے تمہیں بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہو گا۔ اس لیے تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم اپنی قوتیں ابلیس کے کہنے کے مطابق صرف نہ کرنا۔ یہ تمہارا دشمن ہے تمہیں برباد کر کے چھوڑیگا۔ ہم تمہیں ان کے صرف کرنے کا طریقہ بتا دیں گے اس طرح صرف کرنا۔

Marfat.com

ابلیس کو دھتکار

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ
کہا کس نے منع کیا تجھ کو کہ نہ سجدہ کرے تو جب حکم کیا میں نے تجھ کو
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
بولا میں بہتر ہوں اس سے بنایا تو نے مجھے آگ سے
وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ
اور بنایا تو نے اس کو مٹی سے کہا پس اتر تو
مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ
اس جگہ سے پس نہیں ہے تیرے لیے یہ کہ بڑائی مارے تو
فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
اس جگہ پس نکل جا تو بیشک تو ہے ذلیلوں میں سے

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ
کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ جب میں نے حکم دیا تو نے سجدہ نہ کیا
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے بنایا
وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ
اور اس کو مٹی سے بنایا کہا اتر تو یہاں
مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ
سے تو اس لائق نہیں کہ یہاں تکبر کرے
فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
پس باہر نکل تو ذلیل ہے

اِهْبِطْ: اتر جا امر ہے ہبوط سے ہبوط کے معنی نیچے اتر جانا جگہ سے یا مرتبہ سے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

اَلصّٰغِرِيْنَ: ذلیلوں سے صاغر کی جمع ہے۔ اور یہ صغار سے بنا ہے جس کے معنی ذلت اور رسوائی کے ہیں۔ یہ لفظ صغار سورۃ الانعام میں بھی آیا ہے۔ ابلیس نے اللہ کے حکم دینے پر آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور سوچتا رہا سجدہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کا مطیع اور فرمانبردار رہوں گا۔ فرشتے سمجھ گئے کہ اللہ کی مرضی یہی ہے شیطان اللہ کو تو بھول گیا اور اپنی طرف دیکھنے لگا۔ اس آیت میں یہی بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی اور کہا کہ یہ حکم میں نے دیا تھا۔ پھر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے کہیں اچھا ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔ بھلا مٹی کو آگ سے کیا نسبت۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو نے ہماری نافرمانی کی۔ اب تیرا ہمارے نزدیک کوئی مرتبہ نہیں ہے اس لیے نیچے اتر جا۔ یہ جگہ جہاں تو ہے اس میں اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنے والے متکبروں کے رہنے کا کچھ کام نہیں ہے۔ یہاں رہ کر تو تکبر نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہاں سے نکل جا۔ اب تو ذلیلوں میں داخل ہے۔

یہ فرشتے جنہیں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا وہ ہیں جنہیں زمین کے کاموں کی خدمت سپرد ہے کسی کو ہوا کی کسی کو پانی کی کسی کو آگ کی ان سب نے سجدہ کیا لیکن آگ سے بنے ہوئے ابلیس نے انکار کر دیا۔ اور اللہ کے حکم کے آگے جھکنا بھول گیا۔ خیال یہ آ گیا کہ آدم کے جسم میں تو اصل پرہیز مٹی ہے جو سب سے نیچے پڑی رہتی ہے میں اس کے آگے جھکوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ آگ میں تیزی اور ہلکا پن ہے اور غصہ اور جلن اس کی خاص نشانیاں ہیں۔ آدم کے مرتبہ کو دیکھ کر ابلیس کی آتش حسد بھڑک اٹھی اور دل ہی دل میں جلنے لگا۔ اس کی سزا یہ ملی کہ بارگاہ الٰہی سے ذلیل ہو کر نکالا گیا۔ طیش اور غصہ کی جڑ تکبر ہے۔ اور یہ اسی کی علامتیں ہیں۔ ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔ اس میں اسے یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس کا کام بھی ہماری مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ اس لیے اسے نافرمانی کی وجہ سے ذلت اور رسوائی نصیب ہوئی۔

Marfat.com

ابلیس نے بہکانے کی ٹھان لی

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ
بولا مہلت دے مجھ کو اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے فرمایا
اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ
اچھا تو مہلت دیے گیوں سے ہے کہا پس جس طرح گمراہ کیا تو نے مجھ کو
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾
ضرور بیٹھوں گا میں ان کے لیے تیرے راستے سیدھے پر
ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ
پھر آؤں گا میں ان تک بیچ میں سے ان کے ہاتھوں کے اور سے
خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ
پیچھے ان کے اور دائیں سے ان کے اور بائیں سے ان کے
وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾
اور نہ پاوے گا تو اکثر ان کے شکر کرنے والے

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ
بولا مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے فرمایا
اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ
تجھ کو مہلت دی گئی بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾
کیا ہے میں بھی ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا
ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ
پھر ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے
خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ
پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے
وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾
اور تو ان میں سے اکثروں کو شکر گزار نہ پائے گا

ارشاد ہے کہ جب ابلیس کو دس نکالا مل گیا۔ تو سوچا کہ یہ تو بُری بات ہوئی۔ آخر آگ کا بنا ہوا تھا۔ جھنجھلا اٹھا۔ یہ بھی وہ دل میں جانتا تھا۔ کہ میرے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے بنے بنائے گا کچھ نہیں۔ کیونکہ اصل قوت اور طاقت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی دے تو ملے ورنہ کوئی صورت نہیں۔ دھتکار تو مجھ پر پڑ ہی چکی۔ بھلا ان کرتوتوں اب کچھ کرنے سے رہا۔ صورت یہی ہے کہ آدم کو خراب کرنے کی طاقت اللہ سے مانگ لوں۔ اور وہ طاقت ایسی ہو کہ جب تک آدم کی نسل کا ایک فرد بھی دنیا میں ہے۔ اس کے بہکانے میں اسے استعمال کر سکوں۔ ایسا کچھ منصوبہ بنا کر اور سب طرف سے مایوس ہو کر چلایا۔ کہ مجھے قیامت قائم ہونے تک برقرار رکھا جائے۔ اس وقت تک مجھے اختیار دیا جائے کہ میں جو چاہے کروں مجھ سے کچھ باز پرس نہ کی جائے۔ قیامت کے دن آپ کو اختیار ہے جو چاہے مجھے سزا دیں۔ بارگاہ الٰہی میں دیر کا کیا کام ہے جو جس کے قابل ہے مانگنے سے اسے ملے گا۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ چاہے جو کچھ کرے۔ عالم کے نظام کو نہیں بگاڑ سکتا۔ چلو اسے بھی اپنی سعی کر لینے دو۔ حکم ہوا کہ جا تجھے مہلت دی گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ ابلیس کی دلی مراد بر آئی۔ وہ جوش انتقام میں اندھا ہو رہا تھا۔ مارے خوشی کے ناچنے لگا۔ اگر اس کے خوشی میں پاگل ہو جانے کا کچھ اندازہ لگانا ہے تو عدالت فوجداری میں جا کر اس شخص کی حالت دیکھیے جس کو اپیل میں موت کی سزا سے عمر بھر کے لیے بچا دیا گیا ہو۔ ایسا شخص جوش مسرت میں سچ مچ پاگل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابلیس دندناتا ہے۔ اور حاکم مطلق کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ میں بھی اپنی سعی کر کے دکھا دوں گا۔ اگر آدم کو اور اس کی اولاد کو سیدھے راستہ پر چلنے دوں تو میرا نام بدل دیجیے گا۔ میں اس کے گرد چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر بیٹھ جاؤں گا۔ فریب اور چال بازی کا جال بچھاؤں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ اکثر میرے جال میں پھنس کر آپ سے باہر ہو جائیں گے اور آپ کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور اللہ عزوجل بے پروائی سے اسے جھڑک دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ جا تجھے چھٹی ہے۔ اپنی سعی کر دیکھ اس کا انجام تیرے سامنے آجائے گا۔

Marfat.com

ابلیس نکالا گیا

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ
کہا نکل تو اس میں سے ذلیل خوار
لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
البتہ جو پیچھے چلا تیرے ان میں سے ضرور بھر دوں گا دوزخ
مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ
تم سے سب سے اور اے آدم سکونت کر
اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
تو اور تیری بیوی جنت میں پس کھاؤ جہاں
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
سے چاہو تم اور نہ قریب جاؤ اس درخت کے
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾
پس ہو جاؤ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ
کہا نکل یہاں سے بُرے حال سے مردود ہو کر
لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں دوزخ کو
مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ
تم سب سے بھر دوں گا اور اے آدم تو اور
اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
تیری عورت جنت میں رہو پس جہاں سے چاہو
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جاؤ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾
پھر تم گنہ گار ہو جاؤ گے

مَذْءُوْمًا ذلیل اسم مفعول ہے ذَأْمٌ سے۔ ذَأْمٌ کے معنے ہیں عیب، برائی، ذلت۔ مذءوم۔ عیبی، برا۔ ذلیل۔
مَدْحُوْرًا خوار اسم مفعول ہے۔ دَحْرٌ سے۔ دحر کے معنی ہیں نکال دینا۔ دور کر دینا۔ عوامی زبان میں کھدیڑنا۔ مَدْحُوْرًا۔ مردود۔
ظَالِمِيْنَ گنہ گار، ظالم کی جمع ہے جو ظلم سے بنا ہے ظلم کے معنی اپنا یا کسی کا نقصان کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے کہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔

پچھلی آیت میں گذرا کہ شیطان قیامت تک مہلت ملنے پر پھولا نہ سمایا۔ اور کہنے لگا کہ آدم کی وجہ سے میں ذلیل و خوار تو ہوا ہوں لیکن اب میں اس سے دل کھول کر بدلہ لوں گا اور اس کی اولاد میں سے بہت سوں کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ آگے کا حال اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بات سُن کر فرمایا۔ تو ذلیل خوار و مردود ٹھہرایا گیا ہے چل یہاں سے نکل ہمیں اس کی پروا نہیں کہ تو آدم کی اولاد کو بہکا کر غلط راستے پر چلائے گا۔ اس میں ہمارا کیا جائے گا ہم تجھ کو اور تیرا کہنا ماننے والوں کو اکٹھا دوزخ میں جھونک دیں گے پھر آدمؑ کو حکم ہوا کہ تو اپنی بیوی سمیت جنت میں رہ۔ تم دونوں کو یہاں ہر قسم کی آزادی ہے۔ مگر ہاں یہ درخت جو سامنے نظر آ رہا ہے۔ اس کے پاس مت بھٹکنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

آدمؑ علیہ السلام کا قصہ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے وہاں کہا گیا ہے کہ آدم کی پیدائش سے پہلے اللہ نے فرشتوں سے کہہ دیا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بناؤں گا۔ اس سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اس کو خاص قوتیں دے کر اس کے ذمہ کچھ کام ڈالا جائے گا اور اس طرح اس کا امتحان لیا جائے گا کہ یہ وہ کام ٹھیک طور پر کرتا ہے یا نہیں سورۃ الانعام کی آخری آیت میں سب انسانوں سے صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ تم سب کو اللہ نے زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور اس سے تمہارا امتحان مقصود ہے۔ اس سورت میں آدمؑ کو اسی امتحان کے لیے تیار کرنے کا ذکر ہے اسے جنت میں رکھا گیا جس سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ آدمؑ کی اور ان کی اولاد کی اصل جگہ یہ ہے۔ پابندی اس لیے لگائی گئی کہ دنیا میں جا کر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں رہنا یہیں سیکھ جائے اور گناہ کا مطلب اور اس کے معاف کرانے کا طریقہ بھی اسے معلوم ہو جائے ؛

Marfat.com

شیطان کا فریب

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

پھر ان دونوں کے لیے شیطان نے تاکہ ظاہر کردے

لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

ان کے لیے جو چھپائی گئی تھی ان دونوں سے ان کی شرم گاہوں سے

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

اور کہا نہیں منع کیا تھا تم کو تمہارے رب نے اس

الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ

درخت سے مگر یہ کہ ہو جاؤ کہ تم دونوں فرشتے یا

تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ

ہو جاؤ گے تم دونوں ہمیشہ رہنے والے اور قسم کھا کر کہا میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ

تم دونوں کے لیے البتہ خیر خواہوں میں سے ہوں پس مائل کیا ان دونوں کو دھوکے سے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

جب ان کو شیطان نے بہکایا تاکہ ان پر ان کی شرم گاہوں سے

لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

وہ چیز کھول دے کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

اور بولا کہ تم کو تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں

الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ

روکا مگر اسی لیے کہ کبھی تم فرشتے ہو جاؤ یا

تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ

ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ اور ان کے آگے قسم کھائی

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ

کہ میں البتہ تمہارا دوست ہوں پس مائل کر لیا ان کو فریب سے

وَسْوَسَ (بہکایا) ماضی ہے جس کا مصدر وسوسۃ ہے اس کے معنی ہیں چپکے سے کوئی بات دل میں ڈال دینا۔ غلط خیال پیدا کر دینا۔ ایسے خیال کو اور جو خیال ڈالے اس کو بھی وسواس کہتے ہیں۔ لِيُبْدِيَ اظہار کردے مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر ابداء ہے جو بَدْءٌ سے بنا ہے۔ بدء کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ ابداء ظاہر کرنا۔ وٗرِيَ چھپایا گیا ماضی مجہول ہے اس کا مواراۃ ہے جو وَرْيٌ سے بنا ہے۔ وَرْيٌ کے معنی چھپنا۔ مواراۃ ایک دوسرے سے چھپانا۔ سَوْاٰتٌ (شرم گاہیں) سَوْءَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی بری چیز کے ہیں۔ مرد یا عورت کے بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے اور جس کا کھولنا باعث شرم ہے دَلّٰى (جھکایا) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر تدلیۃٌ ہے۔ اور یہ دَلْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ڈول کے ہیں۔ تدلیۃ کے معنی ہیں۔ ڈول لٹکانا پھر اس کے معنی کسی چیز کو نیچے جھکانے یا لٹکانے کے ہو گئے یہاں اس سے مراد ہے آدم کو اپنی بات کی طرف مائل کر لیا۔ اپنی طرف جھکا لیا۔

شیطان کو جو یہ معلوم ہوا کہ آدمؑ کو جنت میں ایک خاص درخت سے منع کیا گیا ہے تو اس نے سمجھ لیا کہ آدم کو نقصان پہنچانے کا یہی طریقہ ہے کہ کسی طرح انہیں اس درخت تک پہنچایا جائے۔ ــــ شیطان نے کیا چال چلی کہ ان کے دل میں یہ کہہ کر شبہ پیدا کر دیا۔ کہ اللہ نے یہ درخت تم پر حرام نہیں کیا ہے۔ بلکہ یونہی کسی خیال سے روک دیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس کے کھانے سے تم دونوں فرشتے بن جاؤ گے۔ یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لو گے یہ شیطان کی پرانی چال ہے کہ وہ انسان کے دل میں کسی ترکیب سے اللہ کے حکم کی وقعت باقی نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ یہ حکم ضروری نہیں ہے۔ یونہی کسی خیال سے دے دیا گیا ہے۔ اگر توڑنے میں تمہارا فائدہ ہو تو توڑ سکتے ہو۔ اس کے بعد ظالم دونوں کے آگے جھوٹی قسم کھا گیا۔ کہ میں تمہاری خیر خواہی کی بات کہتا ہوں جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ سن کر وہ دونوں دھوکا کھا گئے۔ اس چالبازی سے شیطان نے اپنی بات منوالی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے نورانی لباس غائب ہو گئے اور انہیں جسم کے وہ حصے بھی نظر آنے لگے جن کا دیکھنا بُرا ہے ؛

Marfat.com

فریب کا نتیجہ

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
پس جب دونوں نے چکھا درخت کھل گئیں ان کے اوپر
سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
ان کی شرم گاہیں اور لگے جوڑ جوڑ کر رکھنے اپنے اوپر سے
وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ
پتّوں جنّت کے اور پکارا دونوں کو ان دونوں کے رب نے کیا نہ
اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ
منع کیا تھا تم کو اس درخت سے اور کہہ دیا تھا تم سے
اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۲۲)
کہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے کھلا

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
پھر جب دونوں نے چکھا تو ان پر ان کی شرم گاہیں
سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
کھل گئیں اور لگے اپنے اوپر بہشت کے پتّے
وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ
جوڑنے اور ان کو ان کے رب نے پکارا کیا
اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ
میں نے تم کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا اور تم کو نہ کہہ
اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۲۲)
دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن۔

طفقا یخصفٰن (جوڑنے لگے) یخصفان مضارع کا صیغہ ہے جو خصف سے بنا ہے۔ خصف کے معنی ہیں آپس میں جوڑنا۔ ملانا۔ اس سے پہلے طفقا عربی میں وہی کام دیتا ہے جو ہماری زبان میں "لگے" کا لفظ کام دیتا ہے۔

حضرت آدم نے اور ان کی بیوی نے اس کی قسم سے دھوکا کھایا اور اس درخت سے کچھ تھوڑا سا پھل چکھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا لباس ان کے بدن سے نیچے گر گیا۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو گئے اور شرم کے مارے جنّت کے درختوں کے پتّے ایکدوسرے سے ملا ملا کر اپنا اپنا بدن ڈھانپنے لگے۔ پہلی سی حالت ہی نہ رہی احساسات بدل کر کچھ کے کچھ ہو گئے۔ ضرور خیال آیا ہو گا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ ایسی حالت میں شرم۔ ندامت اور حیرت کا دلوں پر یکدم حملہ ہوا ہو گا۔ اتنے میں ان کے رب کی طرف سے آواز آئی کیوں اب مجنونوں کی طرح سے کھڑے ہو۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کر دیا تھا اور صاف نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یہ کبھی تمہارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تمہارے پاس نئی نئی شکلوں میں آئیگا۔ لیکن اس کی غرض ہمیشہ یہ ہو گی کہ مکر و فریب سے اپنی بات تم سے منوا لے۔

آدم و حوا جب پیدا ہوئے تو بچے نہ تھے دونوں پورے قد آور مکمل دماغی اور بدنی قوتوں والے انسان تھے لیکن بھولے تھے۔ فریب جعلسازی۔ دھوکے بازی سے قطعی ناآشنا تھے۔ اگر شیطان ان کو سجدہ کرنے سے انکار نہ کر دیتا تو ہمیشہ ایسے ہی بھولے بھالے پاک صاف بے گناہ بشر رہتے اور ہمیشہ جنت کی فضا میں وہاں کا نورانی لباس پہنے سیر کرتے کھاتے پیتے پھرا کرتے۔

ظاہر بات ہے کہ جب کوئی خود پاک صاف دل کا کھرا ہو تو دوسرے کو خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو اتنا دھوکے باز فریبی۔ دل کا کھوٹا نہیں سمجھ سکتا۔ شیطان بھی پہلے دھوکے باز بے ایمان نہ تھا۔ اس کے غرور نے اسے مردود کر دیا۔ اور پھر اس نے دشمنی کی ٹھان لی اور دشمنی ایسی بری بلا ہے کہ دشمن کو زک دینے کے لیے سب کچھ سکھا دیتی ہے۔ ایسی حالت میں حضرت آدم اور ان کی بیوی کا اس کی بات اور قسم کا اعتبار کرنا فطری بات تھی۔ یہاں سے سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان بذات خود بھولا بھالا اور ایماندار ہے بگڑتا ہے تو کسی کے بہکانے سے بگڑتا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور راہنمائی کا محتاج ہے ؛

Marfat.com

زمین پر آ گئے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ
کہا ان دونوں نے اے ہمارے رب ظلم کیا ہم نے اپنے آپ پر اور اگر
لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
نہ بخشا تو نے ہم کو اور رحم نہ کیا ہم پر تو ضرور ہو جائیں گے ہم ٹوٹا
الْخٰسِرِيْنَ (۲۳) قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
پانے والوں میں فرمایا اترو تم ایک تمہارا ایک کا
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
دشمن اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے
اِلٰى حِيْنٍ (۲۴) قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا
ایک مدت تک فرمایا اسی میں جیو گے تم اور اسی میں
تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (۲۵)
مرو گے تم اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ
وہ دونوں بولے اے ہمارے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اگر
لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ
الْخٰسِرِيْنَ (۲۳) قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
ہو جائیں گے فرمایا تم اترو تم ایک دوسرے کے
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
دشمن ہو گئے اور تمہارے لیے ایک وقت تک زمین میں
اِلٰى حِيْنٍ (۲۴) قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا
ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے۔ فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور
تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (۲۵) ع ۲ ۱۵ ۹
اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے

انسان میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی پہچان کی قوت موجود ہے وہ اس کا فرمانبردار اور خادم ہے۔ اس کے حکم کے سمجھنے کی عقل موجود ہے چونکہ فطرتاً خود نیک ہے اس لیے کسی کو بغیر معاملہ پڑے بدمعاملہ، فریبی اور دھوکے باز ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے اندر بات کے بھول جانے کا عیب بھی موجود ہے اس سے قصور اور کوتاہی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں پھر یہ بھی اس کی فطرت میں داخل ہے کہ قصور ہو جائے تو اس پر نادم ہوتا ہے اور پچھتاتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کو یقین دلا دے کہ تو نے میرے حق میں کوتاہی کی ہے تو اس سے معافی مانگنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ان سب باتوں کو دھیان میں رکھ کر دیکھیے۔ تو حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی سے جو کچھ ہوا وہ سب ان کی فطرت کا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا۔ وہ اللہ عزوجل کو اپنا رب جانتے تھے انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ان سے کہا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ وہ اس کو سمجھ گئے لیکن خود نیک ہونے کی وجہ سے اس کی چالبازی کا انہیں خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ اس نے قسم کھائی وہ اسے سچ کے سوا کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ وہ جھوٹ کا نام بھی نہیں جانتے تھے اس کی باتوں کو سچ جانا۔ اور اللہ کے حکم کا مطلب اس کے کہنے کے مطابق سمجھ لیا۔ جب پھل کھا لیا اور ننگے ہو گئے تو قصور کا احساس ہوا اور ندامت شروع ہوئی۔ پھر اللہ نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو وہ بھول گئے تھے یعنی ابلیس ان کا دشمن ہے۔ اس پر انہیں احساس ہوا کہ یہ تو نعوذ باللہ ایک طرح سے اللہ کی نافرمانی ہوئی فوراً اللہ سے معافی مانگنے لگے اور کہا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دونوں اپنے رب کے آگے جھک گئے اور عرض کی۔ اے مولا! ہم نے بڑی زیادتی کی تو ہمارا رب ہے۔ اگر تو نے ہمارا گناہ معاف نہ کیا تو سوا نقصان کے ہمیں کچھ نصیب نہ ہوگا۔ وہاں سے حکم ہوا۔ اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ دشمن کیسا ہوتا ہے۔ اب تم سب یہاں سے زمین پر جاؤ اور اپنی اپنی قوتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آزماؤ۔ اب تمہیں ایک مقررہ مدت تک زمین میں رہنا ہوگا کیونکہ جنت، دشمنی اور باہمی زور آزمائی۔ اکھاڑ پچھاڑ کا اکھاڑہ نہیں بن سکتی۔ اور تمہاری اچھی قوتیں بغیر مقابلہ کے ابھر نہیں سکتیں۔ زمین تمہارے لیے موزوں ہے۔ اب تمہارا جینا، مرنا اور دوبارہ زندہ ہو کر یہاں آنے کی تیاری سب کچھ زمین پر ہی واقع ہوگا۔ اگر مقابلہ میں کامیاب ہوئے تو پھر یہاں آجاؤ گے ۔

Marfat.com

قصّہ آدمؑ سے کیا سیکھنا چاہیے

قصہ خلق آدم قرآن مجید میں کئی جگہ بیان ہوا ہے اور ہر جگہ موقع کے لحاظ سے ایک خاص پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ انسان کو اس قصہ سے چند اصلی باتیں سمجھ لینی چاہئیں۔ جو اس کے لیے سمجھنی ضروری ہیں۔ ذیل میں ان کی طرف مختصر طور پر توجہ دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۱) انسان اس دنیا میں اللہ عزّ وجلّ کا خلیفہ ہے۔ اس لیے زمین کی ساری چیزیں اس کی تابع فرمان ہیں۔ ہر انسان کے دل میں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے اُسے اپنے مالک یعنی اللہ کے روبرو شرمندہ ہونا پڑے (۲) انسان کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے پیچھے ایک دشمن لگا ہوا ہے جس کا نام شیطان ہے اور وہ اسے کسی نہ کسی طرح اللہ کے روبرو شرمندہ کرنے کا بیڑا اٹھا چکا ہے (۳) انسان میں اتنی عقل ہے کہ اپنا بھلا بُرا پہچان سکتا ہے اور اتنا اختیار ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کو کچھ مدت کے لیے ایسی جگہ چھوڑنا ضرور تھا جہاں بھلائی بھی ہو اور برائی بھی۔ تاکہ اس کو عقل اور اختیار دونوں سے کام کرنے کا موقع ملے۔ اور عقل سے پہچان کر بھلائی اختیار کرنے کا انعام اور برائی اختیار کرنے کی سزا ملے۔ دنیا انسان کی ان دونوں قوتوں کی امتحان کی جگہ ہے۔ بھلائی اختیار کرنے کا انعام جنّت اور برائی اختیار کرنے کی سزا دوزخ ہے۔ بھلائی برائی پہچاننے میں عقل کی مدد کے لیے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال موجود ہے۔ شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی بیوی سمیت کچھ دن جنت میں رکھ کر وہاں کی زندگی کا نمونہ دکھا دیا گیا۔

(۴) عقل اور اختیار آدم یعنی انسان کے اپنے آپ یعنی نفس کے اندر کی پیدائشی قوتیں ہیں۔ اس لیے وہ جنّت میں بھی آدمؑ کے ساتھ رہیں لیکن جنّت میں برائی کا کھلم کھلا نکلنا ہونا ممکن نہ تھا اور ان دونوں قوتوں کو عمل کا پورا موقع تبھی مل سکتا تھا جب برائی بھی ان کے سامنے ہو۔ اس لیے جنّت میں برائی کو ایک درخت کی شکل میں چھپا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہہ دیا کہ جنّت میں رہنا ہے تو اس درخت کے قریب نہ جانا۔ انسان اس حکم کو ماننے کے لیے تیار تو ہو گیا۔ لیکن عقل کو دھن لگ گئی کہ اس سے بچنے کو کیوں کہا گیا ہے۔ اور اختیار مچل گیا کہ میری آزادی کیوں چھینی گئی۔ اس لیے ضرور ہوا کہ بھلائی اور برائی کو خوب پھیلا کر اور ملا کر ان کے ملے جلے ماحول میں انسان کو کچھ دن چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ اس کی عقل اور اختیار کو بلا روک ٹوک کام کرنے کا موقع ملے۔ اور جب انسان ان دونوں سے پورا کام لے کر اپنے تجربے سے بھلائی اختیار کر کے اور برائی چھوڑ کے جنّت میں واپس آئے تو پھر ہمیشہ جنّت میں رہے۔ اس لیے دنیا میں آنا ضروری ہو گیا۔ شیطان نے جو آدم و حوّا سے کہا کہ اس درخت کے چکھے بغیر تم جنّت میں ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔ یہ ظاہر میں تو دھوکا دہی ہے لیکن ہوا یوں ہی تھا۔ گو وہ اس کو جانتا یا نہ جانتا ہو۔ انسان کا نقصان اس میں اتنا ضرور ہوا کہ کچھ لوگ عقل اور اختیار کو غلط طریقے سے کام میں لائیں گے اور جنّت سے محروم رہیں گے اور شیطان اُن کو اپنے ساتھ اللہ کے حکم سے دوزخ میں لے جائے گا۔ لیکن اسی کی وجہ سے ماننے والوں کے جو درجے بڑھیں گے وہ ایسی نعمت ہے جس کے سامنے نکمّے لوگوں کی قربانی ہیچ ہے۔

(۵) اس قصّہ سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے۔ کہ دنیا میں بھلائی اور برائی ساتھ ساتھ رہیں گی۔ اس لیے دونوں قسم کے لوگوں کو دنیا میں رہنے کی آزادی ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے۔ اس کوشش کا نام فساد ہے۔ اور اسی لیے اس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے۔ اس سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ دنیا میں کوئی کسی دوسرے کے بھلے یا بُرے ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ فیصلہ تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔ دنیا میں فقط اس کی ضرورت ہے کہ کسی کی بدی پھیل کر دوسروں کے لیے مصیبت کا باعث نہ بنے۔ یہ فساد ہے اور حکومت کا فرض فساد کا روکنا ہے۔

Marfat.com

لباس تقویٰ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا

اے اولاد آدم آتاری ہم نے تم پہ پوشاک

يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ

کہ ڈھانکے شرمگاہیں تمہاری اور بڑھیا کپڑے اور لباس

التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ

پرہیزگاری کا وہ سب سے اچھا یہ نشانیوں سے ہے

اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۲۶)

اللہ کی تاکہ وہ غور کریں

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا

اے آدم کی اولاد ہم نے تم پہ پوشاک آتاری جو

يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ

تمہاری شرمگاہیں ڈھانکے اور آرایش کے کپڑے آتارے

التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ

اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی قدرت کی

اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۲۶)

نشانیاں ہیں تاکہ وہ لوگ غور کریں

اَنْزَلْنَا (ہم نے نازل کیا) فعل کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر اِنْزال ہے جس کے معنیٰ ہیں اتارنا۔ وہ نزول سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں اُترنا۔ نزلہ اسی سے ہے۔ جو ناک اور آنکھ سے پانی نیچے گرنے کو کہتے ہیں۔ نزول کے معنیٰ کسی چیز کا رفتہ رفتہ شکلیں بدل کے مکمل شکل میں ظاہر ہونا بھی ہیں۔ اس کے مطابق انزال کے معنیٰ ہوں گے۔ ایک چیز کو کئی شکلیں بدلنے کے بعد قابل استعمال کرنا یہاں یہی معنیٰ مراد ہیں۔ چونکہ لباس پہلے روئی وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ پھر اس کے دھاگے بنتے ہیں۔ پھر ان سے کپڑا بنا جاتا ہے۔ پھر اسے ضرورت کے مطابق کاٹ کر لباس بنتا ہے اور سی کر پہنا جاتا ہے۔ لباس کے انزال سے یہی مراد ہے اور یہ سب کام اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسان کے لیے سہل کرتا ہے۔

رِیْش (زینت کا سامان) اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ پروں سے پرندوں کی زینت اور سجاوٹ ہوتی ہے اور وہ اسے سردی گرمی وغیرہ سے بھی بچاتے ہیں۔ انسان کے لیے کپڑے بھی یہی کام دیتے ہیں اور اسے گرم بھی رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ انسان کے لیے ریش کے مانند ہیں۔

تَقْوٰی (بُری باتوں سے بچنا) یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے۔ یہاں اس سے مراد حیا اور شرم ہے۔ جو فحش اور بے ہودہ باتوں سے بچاتی ہے۔ انسان کا اصل لباس یہی ہے۔ آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو اچھی طرح اونچ نیچ سمجھا کر جنّت سے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اب ان کی اولاد کو نصیحت کی جاتی ہے۔ پہلی نصیحت اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے اے آدم کی اولاد ہم نے دنیا میں زمین سے ایسی چیزیں اُگائیں جن سے تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے کام لے کر اپنا لباس تیار کر سکتے ہو۔ اور ان سے اپنے بدنوں کے ان حصوں کو ڈھانک سکتے ہو جن کا کھولنا باعثِ شرم ہے۔ اس کے علاوہ لباس تمہارے بدن کی سجاوٹ اور اس کے گرم رکھنے کا بھی ذریعہ ہے اور تمہارے لیے وہی کام کرے گا۔ جو پرندوں کے لیے ان کے پر دیتے ہیں لیکن اصل میں یہ لباس تمہارے حیا و شرم کا مددگار ہے۔ اصل چیز جس سے تمہارے بدن اور روح کی حفاظت ہو سکتی ہے وہ تقویٰ ہے جس کا بڑا حصہ حیا و شرم ہے۔ یہ حیا و شرم اور خدا کا خوف ہی ہے۔ جو تمہیں بے حیائی، فحش باتوں اور گندگیوں سے بچائے گا۔ ظاہری لباس تقویٰ کا مددگار ہے۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو بڑا لباس گناہوں سے روکنے کے لیے کافی نہیں۔ لباس تو اللہ کی ظاہری نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ——— جس پر غور کرنے سے تم سمجھ سکتے ہو کہ اللہ تمہیں پاک اور صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے۔ اگر تم لباس سے اتنی بات نہ سمجھے۔ کہ یہ دل کی پاکیزگی کا پیش خیمہ ہے۔ تو تم نے غور و فکر سے وہ کام نہیں لیا۔ جو عاقل بالغ ہونے کی حیثیت سے تمہیں لینا چاہیئے جب تقویٰ اصل ٹھہرا تو لباس بھی شرع کے مطابق ہونا ضروری ہے:

Marfat.com

شیطان سے ہوشیار رہو!

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ

اے اولاد آدم نہ بہکانے پائے تم کو شیطان جیسا کہ

اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

نکالا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے اتروا کر ان سے

لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ

ان کے کپڑے تاکہ دکھائے ان کو ان کی شرم گاہیں بے شک وہ

يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ

دیکھتا ہے تم کو وہ اور اس کی قوم جہاں سے کہ نہیں دیکھتے تم ان کو

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ

بیشک ہم نے کیا شیطانوں کو دوست ان لوگوں کا جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

نہیں ایمان لاتے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ

اے آدم کی اولاد تم کو شیطان نہ بہکاوے جیسا کہ اس نے

اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے اتروا کر ان سے ان کے کپڑے

لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ

تاکہ دکھائے ان کو ان کی شرم گاہیں وہ اور

يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ

اس کی قوم تم کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ

ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا رفیق بنا دیا ہے

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

ایمان نہیں لاتے

لَا يَفْتِنَنَّ (نہ بہکانے پائے) مضارع کا صیغہ نون تاکید کے ساتھ ہے۔ یہ فتنہ سے بنا ہے۔ اس کا مصدر فتون ہے جس کے معنی فتنہ میں پھنسانا ہیں۔ فتنہ مصیبت اور مشکل کو کہتے ہیں۔ يَنْزِعُ (چھین لے) مضارع کا صیغہ ہے جو نزع سے بنا ہے۔ اس کے معنی کسی سے کچھ چھین لینا۔ اگر دو آدمی ایک دوسرے کی چیز چھیننے کی کوشش کریں تو اسے نزاع کہتے ہیں۔ اور اگر بہت سے آدمیوں کے درمیان آپس میں چھینا جھپٹی ہونے لگے تو اسے تنازع کہتے ہیں۔ قَبِيْل (قوم) قبل سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پہلے۔ آگے۔ قَبِيْل۔ وہ چیز جو کسی کے آگے یا سامنے ہو۔ ان لوگوں کو بھی جو کسی کے سب سے قریب ہوں۔ اور جو کسی کے ہر وقت سامنے رہتے ہوں مجموعی طور پر قبیل کہہ دیتے ہیں۔ اس لیے اس کا ترجمہ قوم کیا گیا ہے۔

آدمؑ کی اولاد کو یہ دوسری نصیحت ہے اس میں صاف طور پر شیطان کے ہتھکنڈوں سے خبردار رہنے کے لیے کہا گیا ہے اور آگے کی کئی آیتوں میں سمجھایا گیا ہے کہ شیطان تم سے کیا کام لینا چاہتا ہے اور اللہ نے کون سے کاموں کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد دیکھو تم شیطان کے پھندے میں کبھی نہ پھنسنا۔ تمہارے سامنے تمہارے والدین آدمؑ و حوّاؑ کا قصہ اسی لیے کھول کر رکھ دیا ہے کہ تم شیطان کی چالوں سے واقف ہو جاؤ۔ اس قصہ سے تمہیں پتہ چل جائے گا۔ کہ اس نے کس طرح فریب اور دھوکے کی باتیں ان کے سامنے لیں اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے انہیں کیسا ورغلایا۔ آخر وہ اس کی چال میں آگئے اور اس کم بخت کی وجہ سے انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ اور ان کا لباس ان سے چھین لیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے پر کھل گئیں۔ آخر اللہ سے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور ان کا قصور معاف کیا گیا۔ اور دنیا میں رہنے کی جگہ ملی۔ جہاں عمر بھر ان کی اولاد کو شیطان سے سابقہ پڑے گا۔ وہ تمہارا بڑا خطرناک دشمن ہے اکثر چھپ کر تمہاری گھات میں بیٹھتا ہے۔ جہاں سے وہ تو تمہیں دیکھتا ہے مگر تم اکثر اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیے اللہ کی پناہ ڈھونڈو کیونکہ شیطان ہر وقت اس کی نگاہ میں ہے اور اللہ اپنے ماننے والوں کو اس کے کھلے اور چھپے دونوں طرح کے حملوں سے بچا سکتا ہے ہاں جو اللہ کو نہیں مانتا۔ اور ایمان نہیں لاتا اس کے لیے اس کے حملے سے کوئی پناہ نہیں ہے ۞

Marfat.com

بے حیائی

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا

اور جب کرتے ہیں برا کام کہتے ہیں پایا ہم نے

عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ

اس پر اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے حکم دیا ہمیں اس کا

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ

کہہ دے تحقیق اللہ نہیں حکم دیتا برے کام کا

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸

کیا کہتے ہو اللہ کے ذمے وہ جو نہیں جانتے تم

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا

اور جب کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے

عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ

اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے دیکھا اور اللہ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ

تو کہہ دے کہ اللہ برے کام کا حکم نہیں کرتا۔

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸

اللہ کے ذمے وہ باتیں کیوں لگاتے ہو جو تمہیں معلوم نہیں

فاحشۃ اور الفحشاء دونوں اسم ہیں جو فحش سے بنے ہیں اور تینوں کے معنی برے کام بے حیائی اور گناہ ہیں۔

پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے سے بدن چھپانا انسان کی فطری عادت ہے چنانچہ جب شیطان کے بہکاوے میں آکر آدم اور حوّا نے اس درخت کو جس کے چکھنے سے انہیں منع کیا گیا تھا چکھ لیا اور ان کے جنت کے کپڑے ان کے بدنوں سے گر پڑے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو گئے تو جلدی جلدی درختوں کے پتے اٹھا کر ان سے اپنا بدن چھپانے لگے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ستر عورت کے لیے آدمی کو لباس بنانے کی تعلیم دی اور اسے اس کی زیب و زینت کا ذریعہ بنایا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے زمانے میں مکہ والوں میں اور ان کی دیکھا دیکھی سب میں یہ عام رسم رائج تھی کہ مرد عورت بالکل ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے دو وجہ بتائیں ایک یہ کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں ہم بھی ان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ اللہ نے ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں ان کے اس فعل کو بے حیائی کا کام کہا ہے اور ان کی بتائی ہوئی وجہوں کا رد کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ جب کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے ہیں ہم تو ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اس کا جواب تو قصۂ آدم سے نکل آیا کہ وہ تم سب کے باپ تھے لیکن وہ شیطانوں کے بہکانے میں آگئے اس لیے باپ کی تقلید ہر کام میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بعض کام شیطان کے بہکانے سے کیے ہوں جن سے اولاد کو بچنا ضروری ہے

ایک بات وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے کہ ننگے طواف کرو۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے جواب میں ان سے کہہ دے کہ اللہ بے حیائی اور فحش باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے کہ تمہیں اللہ نے ننگے ہو کر طواف کرنے کو کہا ہے۔ اس نے تو تمہارے لیے لباس بنانے کا سامان دنیا میں پیدا کر دیا ہے۔ پھر ننگے کیوں رہتے ہو اگر باپ دادا کی تقلید ہی کرنی ہے تو اپنے دادا آدم کی تقلید کرو کہ وہ جب یکایک ننگے ہو گئے تو درختوں کے پتوں ہی سے اپنا بدن ڈھانکنے لگے۔ تم تو ایسی باتیں اللہ کے سر مت لگاؤ جو اس نے تمہیں نہ بتائیں نہ سکھائیں۔

اس آیت میں تمام فحش باتوں بے حیائی اور برے کاموں سے ہمیشہ کے لیے روک دیا گیا جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے ؛

Marfat.com

گناہ کو گناہ سمجھو

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۫ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ
کہدے حکم کیا میرے رب نے راستی کا اور سیدھے کر اپنے چہرے
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ
ہر وقت ہر عبادت کے اور پکارو اس کو خالص کر کے
لَهُ الدِّیْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ (۲۹)
اس کے لیے تابعداری جیسا پہلے پیدا کیا تم کو لوٹ جاؤ گے

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ
تو کہدے میرے رب نے سیدھے رستے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ
اپنے منہ ہر نماز کے وقت سیدھے کرو اور اس کو خالص اس کے فرمانبردار
لَهُ الدِّیْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ (۲۹)
ہو کر پکارو جیسے تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے

فَرِیْقًا هَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ
ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ ثابت ہوئی ان پر
الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ
گمراہی تحقیق انہوں نے بنالیا شیطانوں کو
اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ
دوست سوا اللہ کے اور گمان کرتے ہیں

فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ
ایک فرقے کو ہدایت کی اور ایک فرقے پر
الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ
گمراہی مقرر ہو چکی۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں
اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسَبُوْنَ
کو رفیق بنایا اور سمجھتے ہیں کہ

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۳۰)
کہ وہ ٹھیک راستے پر ہیں

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۳۰)
وہ ہدایت پر ہیں

قسط: انصاف۔ عدل۔ بیچ کا راستہ جس میں بھٹکنے کا خوف نہ ہو۔ سیدھی راہ جس میں ٹیڑھ نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہدے کہ میرا رب آدمیت کے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ہدایت کرتا ہے کہ عبادت کرو تو اپنا رخ سیدھا کر لیا کرو۔ اور اللہ کو پکارو تو فقط اسی کے تابعدار بن کر پکارو۔ کسی کے کہنے سننے کا خیال یا غلط رسم و رواج کی تابعداری مت کرو۔ کیونکہ مرنے کے بعد ہر ایک دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور ہر ایک کا فقط اللہ سے پالا پڑے گا۔ باپ دادا، غلط راستے بتانے والے یار دوست کچھ کام نہ آئیں گے۔ اللہ کے ہاں سرخرو فقط وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں عبادت کے وقت اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو صاف کر کے اللہ کے دربار میں خالص اسی کی فرماں برداری کی نیت سے حاضر ہوتے ہیں اور اس کے حکم کے سامنے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ اللہ نے ہدایت کا راستہ اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے سب پر واضح کر دیا ہے۔ پھر کچھ لوگ تو سمجھ کر سیدھے راستے پر چلنا چاہتے ہیں۔ ان کو اللہ سیدھے راستہ پر چلاتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ گمراہی ان کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں سے دوستی گانٹھ لی ہے۔ انہوں نے انہیں غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ اور ان کے دل میں بٹھا دیا ہے کہ ٹھیک راستہ یہی ہے جس پر تم چل رہے ہو جو لوگ غلط کو صحیح سمجھ بیٹھے ہیں وہ اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر گمراہی مقرر اور مسلط ہو چکی ہے۔ اصل میں اشارہ ہے کہ جو لوگ آدم علیہ السلام کی طرح بتانے سے اپنی خطا فوراً تسلیم کر لیتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں وہ گمراہی سے بچ جاتے ہیں۔

Marfat.com

کھانے پینے میں زیادتی

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

اے اولاد آدم پہن لو اپنے لباس بوقت ہر

مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

نماز کے اور کھاؤ اور پیو اور مت خرچ کرو فضول

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

تحقیق وہ نہیں پسند کرتا فضول خرچوں کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

اے آدم کی اولاد اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے

مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

وقت اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۳

اس کو بے جا خرچ کرنے والے خوش نہیں آتے

خُذُوْا لے (امر کا صیغہ ہے اَخَذٌ سے اخذ کے معنی ہیں۔ لے لینا۔ یہاں اس سے مراد پہن لینا یا اوڑھ لینا ہیں۔

زِيْنَةَ آسجاوٹ یہاں اس سے مراد کپڑا ہے جس سے کم از کم ستر ڈھک جائے مردوں کے لیے کپڑا اتنا ہی فرض ہے جس سے ستر ڈھک جائے۔

مَسْجِدٌ : سَجْدٌ سے بنا ہے اور سجدہ بھی اسی سے ہے۔ یہ مصدر میمی ہے۔ اس کے معنی مصدر کے ہیں۔ یعنی پیشانی زمین پر ٹیکنا۔ یہاں مراد نماز اور طواف کعبہ ہے۔

لَا تُسْرِفُوْا (مت فضول خرچی کرو) نہی کا صیغہ اسراف سے بنا ہے جس کا مادہ س۔ ر۔ ف ہے۔ اس کے معنی حد سے نکل جانا ہیں۔ اسراف بے فائدہ اور بیکار خرچ کرنا۔

اس رکوع کی آیتوں میں ان بیہودہ رسموں سے منع کیا ہے۔ جو عبادت کے صحیح طریقے میں عربوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر لی تھیں۔ کعبہ کا طواف عرب میں ہمیشہ سے بڑی عبادت سمجھی جاتی تھی اور وہ کعبہ کی تعظیم ضروری خیال کرتے تھے بعض لوگ اس خیال سے کہ ہم اپنے کپڑوں میں جانے کیا کیا گناہ کرتے رہتے ہیں طواف کعبہ کے وقت انہیں اتار کر الگ رکھ دیتے تھے۔ اگر قریش نے ان کو اور کپڑے دے دیئے تو ان کو پہن کر اور اگر نہ مل سکے تو ننگے طواف کرتے تھے عورتیں بھی ننگے طواف کرتی تھیں اور سب اس کو ایک قسم کی نیکی سمجھتے تھے۔ اسی طرح حج کے زمانے میں بعض چیزیں مثلاً گوشت، چربی، گھی وغیرہ عمدہ چیزیں کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فاقے کو یا تھوڑا کھانے کو ضروری سمجھتے تھے اس آیت میں اسی کی بابت ہدایت ہے ارشاد ہے "اے اولاد آدم، طواف کے وقت کپڑے پہن لیا کرو ننگا ہونا انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ نیکی کی باتیں نہیں ہیں۔ کپڑے تمہارے لیے زینت ہیں۔ عبادت کے وقت یہ اور بھی ضروری ہیں۔ کیونکہ اپنے رب کے سامنے اس کے عطا کیے ہوئے لباس کو پہن کر آنا چاہیئے۔

اسی طرح حج کے زمانے میں کھانا، پینا چھوڑ دینا بھی ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں نعمتیں دی ہیں۔ انہیں کھاؤ پیو۔ فقط اتنا خیال رکھو کہ اناپ شناپ مت کھاؤ پیو اور نہ ضرورت کی چیزوں کو بلا ضرورت اڑاؤ۔ ایسے لوگوں کو جو اپنا مال و دولت بیہودہ اور بیکار باتوں میں ضائع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا۔

اس آیت سے علماء کرام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ نماز میں اور ہر حالت میں مرد کے لیے کمر سے زانو تک اور عورت کو سارا بدن ڈھکنا فرض ہے۔ اسی طرح ضرورت کی چیزوں کو نام نمود، شیخی جتانے اور لوگوں کے دکھاوے کے لیے لٹانا حماقت ہے۔ آدمی کو اعتدال سے چلنا چاہیئے۔

Marfat.com

خود کوئی چیز حرام مت کرو

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ
نکالی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور ستھری چیزیں کھانے کی
قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ
کہہ دے یہ ان کے لیے ہیں جو ایمان لائے زندگی میں
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
دنیا کی خالص انہی کے لیے دن قیامت کے
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾
اسی طرح کھولتے ہیں ہم آیتوں کو واسطے اس قوم کے جو جانتے ہیں

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
تو کہہ اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ
واسطے پیدا کی اور کھانے کی ستھری چیزوں کو کس نے حرام کیا
قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ
تو کہہ یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں اس میں ایمان
الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
والوں کے واسطے ہیں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾
اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتیں ان کے لیے جو سمجھتے ہیں

پچھلی آیت میں اور اس سے پہلی آیتوں میں یہ بیان چلا آرہا ہے کہ دنیا میں اللہ نے انسان کے واسطے لباس بنایا ہے جو اس کے لیے باعث زینت ہے اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں بنائیں کہ ان سے فائدہ اٹھائے ان کو اس طرح استعمال کرو کہ ان کی غرض پوری ہو ان کی بابت حلال حرام کی پوری تفصیل قرآن حکیم کی آیتوں میں موجود ہے۔ اپنی طرف سے کپڑے پہننے اور کھانے پینے میں بندشیں لگانے اور ان کے چھوڑ دینے کو عبادت کی ایک رسم قرار دینے کا انسان کو کوئی حق نہیں ہے اس آیت میں اسی کو دوسری طرح سمجھایا ہے

ارشاد ہے کہ یہ طواف کے وقت کپڑے اتار کر الگ رکھ دینا کس نے بنایا ہے۔ اللہ نے تو کپڑے کو انسان کی زینت بنایا ہے تاکہ اپنی شرم کی جگہوں کو چھپا کر رکھے۔ ایسے ہی کھانے کی صاف ستھری چیزیں تمہارے لیے ہر وقت حلال ہیں یہ کس نے کہا کہ حج کے دنوں میں فاقہ کشی کرو اور اسے عبادت کی شرط سمجھو اصل بات جو تمہیں سمجھ لینی چاہیئے وہ یہ ہے کہ یہ چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اور ان کا طریقہ استعمال بتا دیا ہے اس طریقہ سے انہیں استعمال کرو جو چیزیں اس نے حرام کر دی ہیں وہ صاف طور پر بتا دی گئی ہیں انہیں چھوڑ دو یا جس وقت اس نے اچھی چیزوں کے بھی چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے مثلاً روزے میں۔ اس وقت ضرور چھوڑ دو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کو یہ بھی سمجھا دو کہ یہ چیزیں یعنی لباس خوراک وغیرہ دنیا میں انہی لوگوں کے لیے بنی ہیں جو انہیں اللہ کا عطیہ مان کر اس کے حکم کے مطابق ان کو استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح استعمال کرنے سے یہی نعمتیں ان کو قیامت کے دن تمام جھگڑوں اور برائیوں سے پاک صاف ہو کر ملیں گی۔ کیونکہ دنیا میں ان کے ساتھ محنت، دکھ، درد، بیماری، لڑائی کچھ نہ کچھ جھگڑے لگے ہوئے ہیں وہاں یہ ان سب برائیوں سے خالی ہو کر ان کو نصیب ہوں گی اور وہ پوری آزادی کے ساتھ ان کو استعمال کر سکیں گے، جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے ان کو دنیا میں بھی یہ چیزیں بڑے جھگڑے کے ساتھ ملیں گی، اور قیامت کے دن ان کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قیامت کے دن ان نعمتوں کے ملنے کی یہ شرط ہے کہ آدمی دنیا ہی میں انہیں اللہ کا عطیہ سمجھ لے اور اس کا شکر گذار ہو کر ان کا استعمال کرے ؛

Marfat.com

حرام باتیں

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ
تو دے کچھ نہیں حرام کیا میرے رب نے فحش باتوں کو
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ
جو کھلی ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں اور گناہ
وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ
اور زیادتی ناحق اور یہ کہ شریک کرو اللہ کے ساتھ
مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا
وہ جو نہیں اتاری اس نے اس کے لیے کوئی سند اور یہ کہ کہو
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۳۳)
اللہ کے ذمے وہ جو نہیں جانتے تم

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ
تو کہہ دے میرے رب نے صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ
جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو
وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ
اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ اللہ کا شریک کرو
مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا
ایسی چیز کو کہ جس کی سند اس نے نہیں اتاری اور اس بات
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۳۳)
کو کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جو تم کو معلوم نہیں

پچھلی آیت میں تھا کہ اللہ نے کپڑے پہننے اور ستھری چیزوں کے کھانے سے نہیں روکا بلکہ اس نے یہ سب چیزیں بنائی ہی اس لیے ہیں کہ دنیا میں اس کے بندے فائدہ اٹھائیں' اس آیت میں وہ باتیں بتائی ہیں جنہیں اس نے حرام کیا ہے۔

۱۔ اس نے فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے یہ باتیں اور یہ کام کھلے بندوں کیے جائیں یا چھپ کر ہر حالت میں حرام ہیں

۲۔ اس نے گناہ کو حرام کیا ہے آیت میں اثم کا لفظ ہے یعنی اللہ نے اثم کو حرام کیا۔ اثم کہتے ہیں ایسی خلاف شرع بات کو جس کا اثر دوسرے پر برا ہو یا جس میں اپنا نقصان ہو جیسے خودکشی۔ حلال چیزوں کو بلاوجہ اپنے اوپر حرام کر لینا۔ نماز' روزہ وغیرہ بدنی عبادتوں میں سستی اور اسی قسم کی باتیں مثلاً شراب نوشی' نشہ کی چیزوں کی عادت' جوا' زہروں کا استعمال' اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ سکھا لینا جیسے بعض جوگی کرتے ہیں۔

۳۔ دوسرے پر بلاوجہ زیادتی کرنا۔ کسی کو ستانا۔ دکھ پہنچانا اس میں قتل' ڈکیتی' چوری اور سب باتیں آگئیں جس میں کسی کا نقصان ہو خواہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو یہ سب حرام اور بغی میں داخل ہیں۔

۴۔ اللہ کے سوا کسی کی پوجا پاٹ کرنا یا حاجت روائی مشکل کشائی میں کسی دوسرے کا دخل سمجھنا جیسے عرب کے مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم تو بتوں کی اس لیے تعظیم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے آگے ہمارے سفارشی ہیں اور کہتے تھے کہ اللہ نے خود ان کو ہمارے اور اپنے درمیان واسطہ بنایا ہے ہمارا جو کام ہوتا ہے انہی کے ذریعہ ہوتا ہے ان باتوں کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اللہ نے ایسی کوئی آیت نہیں اتاری جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس نے اپنے بندوں کی حاجت روائی کسی اور کے سپرد کر دی ہے۔

۵۔ اللہ کے نام اٹکل پچو باتیں لگانا۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ عزوجل کی بابت ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا ہے ان کی بتائی اور سمجھائی ہوئی باتوں کے سوا اللہ کی بابت اور کچھ اپنی طرف سے کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ ہم ایسی بات کہہ رہے ہیں جو ہمیں بتائی نہیں گئی جیسے مکہ والے کہتے تھے کہ اللہ نے ہمیں ننگے طواف کرنے کا حکم دیا ہے' یہاں سے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ نے ننگے ہونے کو فحش کہا ہے اور فحش کو حرام کہا ہے۔ اگر اسے فنون لطیفہ میں داخل کر دیں تب بھی وہ بدستور فحش اور حرام ہی رہے گا۔

Marfat.com

مقرر مدت

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۳۴)

اور ہر ایک جماعت کے لیے وقت مقرر ہے پس جب آئے گا ان کا وقت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۳۴)

اور ہر ایک فرقے کے واسطے ایک وقت مقرر ہے پھر جب ان کا وقت آپہنچے گا نہ ایک گھڑی پیچھے سرک سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

اَجَلٌ: مدت ختم ہونے کا مقرر وقت کسی کام کے کرنے کے لیے کچھ مدت دی گئی ہو تو اس مدت کے ختم ہونے کا آخری لمحہ اجل ہے۔

اُمَّةٌ: فرقہ۔ گروہ۔ جماعت۔ جتھہ۔ اصل لغت کی رو سے اس کے معنی ایک مجموعہ کے ہیں۔ جو چند مستقل چیزوں کے جڑ جانے سے خود ایک مستقل چیز بن گئی ہو۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا۔ کہ اللہ نے انسان کو بعض باتوں سے منع فرما دیا ہے۔ وہ اسے بالکل چھوڑ دینی چاہئیں۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ سن کر ضرور یہ خیال گذر سکتا ہے۔ کہ بہت سے لوگ ان منع کی ہوئی باتوں کو دھڑلے کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ اور وہ مزے سے دندناتے پھرتے ہیں۔ پھر منع کرنے سے کیا فائدہ۔ اگر منع کی ہوئی بات کے کرنے والوں کو فوراً سزا مل جائے تو البتہ منع کرنے کے معنی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ ورنہ منع کرنا ایک بیکار سی بات معلوم ہوتی ہے اس آیت میں اس شبہ کا جواب ہے۔

ارشاد ہے کہ ہر جتھے کو زندگی کے کام کاج کے لیے ایک مدت دی گئی ہے۔ اس مدت کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے اور جب یہ وقت آجائے گا تو وہ ایک منٹ نہ ادھر ہٹ سکیں گے نہ اُدھر۔ اس آیت پر غور کرنے سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ کوئی شخص دنیا میں تنہا نہیں رہتا بلکہ اس کا کسی خاص جماعت۔ فرقے۔ شہر۔ ملک اور تمام انسانوں سے تعلق ہوتا ہے۔

اس آیت کے نزول سے پہلے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ تم کہتے ہو اللہ کی فرمانی سے عذاب آتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس آیت میں اسے جو جواب دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اے شخص تو اس لیے کچھ دن کے لیے بچا ہوا ہے کہ تیری قوم کو مہلت ہوتی ہے۔ وہ گناہ گار شخص قوم کی پناہ میں ہے۔ اور جب تک وہ اس کی خبر گیری کرتی رہے گی وہ بچا رہ سکتا ہے لیکن یہ قوم ایک دن فنا ہوگی اور پھر اس شخص کا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

۲۔ امت کو مہلت ملنا دنیا کی بناوٹ میں داخل ہے تاکہ وہ اپنے افراد کو سیدھے راستے پر چلائے۔ جب وہ اس قابل نہ رہے گی ختم ہو جائے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عزت۔ نیک نامی برباد ہو جائے گی۔ اور وہ ذلیلوں کی طرح زندگی بسر کرے گی۔ اس کا وقار اور دبدبہ جاتا رہے گا۔ اور دوسری قومیں اس پر مسلط کر دی جائیں گی۔ اور یہ اس کا نتیجہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے عروج کے زمانے میں جب اس کو مہلت ملی ہوئی تھی اپنے افراد کو نہ سنبھال سکی۔ افراد کو یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ ہمارے گناہوں سے ہماری قوم تباہ ہوگی۔ اس کی تباہی ہماری یقینی تباہی ہے:

Marfat.com

نجات کا طریقہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ

اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول

مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ

آویں کہ تم کو میری آیتیں سنائیں تو جو

اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

ڈرے اور نیک بنے تو ان پر خوف نہ ہوگا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ہماری

بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ

آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کیا تو دوزخ میں رہنے والے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

وہی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ

اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول

مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ

آویں کہ تم کو میری آیتیں سنائیں تو جو

اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

ڈرے اور نیک بنے تو ان پر خوف نہ ہوگا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ہماری

بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ

آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کیا تو دوزخ میں رہنے والے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

وہی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے

اِمَّا (اگر) اصل میں اِنْ۔مَا ہے۔ اِنْ حرف شرط ہے اس کے معنی اگر ہیں اس میں مَا زیادہ کر دیا گیا ہے اور نون کو میم میں ادغام کر دیا گیا ہے۔

اِتَّقٰى (ڈرا) ماضی کا صیغہ ہے اور اِتِّقَاءٌ اس کا مصدر ہے اور تقویٰ حاصل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ بچاؤ۔ اتقاء کے معنی ہیں کسی ڈر کی وجہ سے برے کام سے بچنا۔ اس لیے اس کا ترجمہ ڈر کیا ہے۔

اسْتَكْبَرُوْا (تکبر کیا) ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر استکبار ہے جو کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی ہیں بڑائی۔ استکبار کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ آیتوں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہہ کر یہ ہمارے درجہ کے لائق نہیں ہیں ان سے منہ پھیر لینا۔ جیسے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں کیا سمجھاتے ہو ہم کوئی بچہ نہیں ہیں۔ ایسا کرنے والے نصیحت سے استکبار کرتے ہیں۔

پچھلی آیت میں اشارہ تھا کہ امت کو موقع دیا جاتا ہے اور مہلت ملتی ہے کہ اپنے افراد کو ٹھیک راستے پر چلائے تاکہ وہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کر سکیں لیکن اس آیت میں اشارہ ہے کہ آدم کی اولاد ایک امت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سب کا مل کر فرض ہے کہ افراد کی خبر گیری کریں اور ہر فرد کو کہا گیا ہے کہ تقویٰ حاصل کرے اور اپنی اصلاح میں ہر وقت لگا رہے۔ ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد میں نے تمہاری ہدایت کا دنیا میں بندوبست کر دیا ہے۔ اس کام کے لیے میرے رسول جو تمہیں جیسے آدمی ہوں گے تمہارے پاس آئیں گے۔ ان کی تابعداری کرنا۔ وہ تمہیں دو چیز کی ہدایت کریں گے۔ ایک بری باتوں سے بچنا اس کا نام تقویٰ ہے۔ دوسرے نیک کام کرنا۔ اس کا نام اصلاح ہے۔ وہ تم کو میری آیتیں سنائیں گے جو رسولوں کا کہنا مانیں گے۔ وہ ساری آفتوں سے خود بھی بچیں گے۔ اور امت کو بھی ذلت اور رسوائی سے بچا لیں گے لیکن جو ان کا کہنا نہ مانیں گے آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہوگا۔

Marfat.com

اقراری مجرم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر
كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
جھوٹ یا جھٹلاوے اس کی آیتیں وہ ہیں
يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى
کہ ملے گا ان کو ان کا حصہ کتاب میں لکھا ہوا یہاں تک کہ
اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا
جب آئیں گے ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جان نکالنے ان کی پوچھیں گے
اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
کہاں ہیں وہ کہ تھے تم پکارا کرتے جن کو چھوڑ کر
اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى
اللہ کو وہ کہیں گے گم ہو گئے وہ ہم سے اور اقرار کریں گے اپنی
اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾
جانوں پر کہ وہ تھے تھے نہ ماننے والے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان
كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
باندھے یا اس کے حکموں کو جھٹلاوے وہ لوگ ہیں
يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى
کہ ان کو ملے گا جو ان کا حصہ کتاب میں لکھا ہوا ہے یہاں تک کہ
اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا
جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو پہنچیں گے
اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
تو کہیں گے کیا ہوئے وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے
اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى
تھے بولیں گے وہ ہم سے کھوئے گئے اور اپنے
اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾
اوپر اقرار کریں گے کہ وہ بے شک کافر تھے

يَنَالُ: ملے گا مضارع کا صیغہ ہے۔ نَیل سے نیل کے معنی ہیں پالینا۔ پہنچ جانا۔ یَنَالُ کے معنی ہیں پہنچ جائے گا ان کو مل رہے گا ان کو۔
كِتَابٌ: لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہے لوح محفوظ۔ جس میں ہر شخص کو جو ملنا ہے وہ لکھا ہوا ہے۔
رُسُلُنَا: ہمارے بھیجے ہوئے۔ رُسُلٌ، رسول کی جمع ہے۔ رسول صفت کا صیغہ ہے جو رسالت سے بنا ہے۔ رسالت کے معنی ہیں بھیجنا۔ رسول بھیجا ہوا۔ یہاں رسول سے مراد فرشتے ہیں۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں سے بڑھ کر گھاٹے میں کون ہوگا، جو اللہ کی آیتوں کو ہنسی کھیل سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ یہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہی اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے حالانکہ ان کا کہنا غلط اور جھوٹ ہے۔ یا اللہ کی آیتوں کو انسان کی گھڑی ہوئی عبارتیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ غلط سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا ناس کر رہے ہیں۔ جو کچھ آرام یا دکھ ان کے لیے لکھا ہے وہ انہیں پہنچے گا۔ پھر جب موت کا وقت آئے گا اور ہمارے فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے تو ان کے ہوش گم ہو جائیں گے۔ اور ہمیشہ کا دکھ اور عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرشتے ان سے کہیں گے کیوں آج وہ لوگ یا بُت یا تمہارے داہی بنا ہی شغل کہاں ہیں جن میں تم پھنسے رہتے تھے۔ اس وقت وہ ہکے بکے ہو کر جواب دیں گے کہ اُن ہمارے یاروں اور مددگاروں میں سے تو سچ مچ کوئی نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہمیں وہ دل بہلاوے اور کھیل کود جن سے ہم اپنی مصیبتوں اور رنج و غم کا علاج کیا کرتے تھے اس وقت یاد آتے ہیں۔ اس وقت انہیں یقین آجائے گا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار تھا اور نہ ہو سکتا ہے اور وہ لوگ واقعی غلط راستے پر تھے۔

Marfat.com

دوزخیوں کا جھگڑا

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں کے درمیان جو گذریں تم سے
قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ
پہلے جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے آگ کے اندر
كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی
جب داخل ہوگی ایک امت لعنت کرے گی اپنے ساتھی کو یہاں تک کہ
اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ
جب مل جاویں گے اس میں سب کہیں گے
اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ
ان کے پچھلے اپنے پہلوں کو اے ہمارے رب انہوں نے ہی
اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ
بھٹکایا ہم کو پس دے ان کو عذاب دگنا آگ کا

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں کے ہمراہ جو تم سے
قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ
پہلے جن اور آدمیوں سے ہو چکی ہیں داخل ہو جاؤ
كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی
ایک امت جب داخل ہو گی تو دوسری امت کو لعنت کرے گی یہاں تک
اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ
کہ جب اس میں سب گر چکیں گے تو ان کے
اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ
پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب انہوں نے
اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ
ہم کو گمراہ کیا سو تو ان کو آگ کا دگنا عذاب دے

ادّارکوا (مل جائیں گے) ماضی کا صیغہ ہے۔ اصل میں تدارکو تھا۔ جو تدارک سے بنا ہے۔ تدارک کا مادہ درک ہے۔ درک کے معنی ہیں پا لینا۔ تدارک کے معنی ہیں ایک دوسرے کو پا لینا۔ باہم مل جانا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جب وہ سب دوزخ میں ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔

ضِعف (دگنا) ضعف کے معنی ایک چیز کے برابر اور اتنی ہی اس کے ساتھ اور ملا دینا خواہ کتنی ہی دفعہ ہو۔ کم سے کم ایک دفعہ ملانا۔ جس سے وہ چیز دگنی ہو جائے۔ جب کافر اپنے منہ سے اپنے کفر کا اقرار کر لیں گے۔ تو اقراری مجرم ہو جائیں گے پھر ان کو سزا دی جائے گی۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا۔ اب تم جنوں اور انسانوں کی ان تمام قوموں کے ساتھ جو تم سے پہلے اپنے کفر کی آفت میں مبتلا تھیں مل کر دوزخ میں جاؤ۔ کیونکہ کفر کی یہی سزا ہے۔ ہم نے تم سب کو دنیا میں اپنی کتابیں اور رسول بھیج کر بتا دیا تھا۔ اگر تم دنیا ہی میں اس کو سمجھ جاتے۔ تو آج آگ کے عذاب سے بچ جاتے لیکن تم نہیں مانے تو اب اس کا عذاب بھگتو۔ چنانچہ وہ سب دوزخ میں داخل ہوتے جائیں گے۔ اور ایک دوسرے کو کوستے جائیں گے۔ جب لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے سب کے سب دوزخ میں جا کر جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ اگلوں کو دیکھ کر اپنی بھڑاس اور طرح نکالیں گے۔ وہ ان کے لیے بددعا کرنی شروع کر دیں گے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ان کم بختوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ ان کو ہم سب سے دگنا عذاب دے۔

عجیب بات ہے کہ ایسے بے لاگ اور صاف ڈرا دے کے بعد آدمی دنیا میں وہی باتیں کرتا رہے جن کے انجام سے اسے ڈرایا جا رہا ہے۔ برے کام کرنے والے دوسروں کو برا کام کرتے دیکھ کر ہی تو برا کام کرتے ہیں آج وہ دوست نظر آتے ہیں کل وہی انہی کو اللہ سے دگنا عذاب دینے کی خود درخواست کریں گے۔

Marfat.com

جھگڑا فضول ہے

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾
فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ
اور کہیں گے پہلے ان کے اپنے پچھلوں کو پس نہ ہوئی

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
تمہارے لیے ہمارے اوپر کچھ فضیلت پس چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع
بدلے اس کے کہ تھے تم کماتے

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾
فرمائے گا کہ دونوں کو دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ
ان کے پہلے پچھلوں کو کہیں گے پس تم کو ہم پر

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
کچھ نہ ہوئی بڑائی اب عذاب چکھو

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۴ ۱۱
بسبب اپنی کمائی کے

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ جب دنیا میں اللہ کی آیتوں کو بیٹھ کے پیچھے پھینکنے والے جان کنی کے وقت فرشتوں کی صورتیں دیکھ کر اور ان کا سوال سن کر لاجواب ہو جائیں گے۔ اور صاف سمجھ جائیں گے کہ واقعی ہم کافر ہیں۔ ہمیں اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں نے دنیا میں راکھ سمجھا یا کہ کفر نہ کرو۔ ورنہ مرنے کے بعد سزا ملے گی۔ مگر اس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس وقت ہم صاف دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا اور رسولوں نے سمجھایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ قیامت کے دن انہیں حکم ہوگا کہ اپنے جیسے اور لوگوں کے ساتھ مل کر جہنم میں جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ آگے پیچھے اس میں داخل ہوں گے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے جائیں گے۔ داخل ہونے کے بعد پچھلے لوگ اپنے رب سے درخواست کریں گے کہ ان سے پہلے لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اس لیے ان کو ہم سے دگنا عذاب ملنا چاہیئے اس درخواست کا جواب اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اچھی بات ہے چونکہ وہ آپ بھی بہکے اور تم کو بھی بہکایا۔ اس لیے انہوں نے دو جرم کیے اس حساب سے تم ٹھیک کہتے ہو کہ ان کو دوہرا عذاب ملنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کو دوہرا عذاب ملے گا۔ لیکن تمہیں یہ معاملہ نہیں کہ خود تمہارے اوپر بھی دو جرم عاید ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم نے بُرے کام کیے۔ دوسرا یہ کہ اپنی سمجھ سے کام نہ لیا۔ قرآن شریف میں تمہیں بتایا گیا کہ دیکھو تم سے پہلے لوگوں نے بُرے کام کیے اور ان کو ان کی سزا دنیا میں دی گئی۔ یہ بتلانے کے لیے کہ برائی کا پھل برا ہے۔ لیکن تم نے ایک نہ سنی اس لیے تم بھی دوہرے مجرم ہو اور تمہیں بھی دوہری سزا ملے گی۔ اس بنا پر فیصلہ یہ ہے کہ اگلوں پچھلوں دونوں کو دوہری سزا ملے گی۔ یہ فیصلہ سن کر پہلے لوگ پچھلوں کو چڑائیں گے کہ ہمارے لیے تم دگنی سزا دیئے جانے کی درخواست کرنے اٹھے تھے کیا ہاتھ آیا۔ الٹی منہ کی کھائی۔ تم میں کیا سرخاب کا پر تھا جو تم کو کم سزا ملتی۔ مجرم مجرم سب برابر کیونکہ ان کے گناہ برابر۔ اس لیے اپنے اپنے کیے کو تمہیں بھی بھرنا پڑے گا اور ہمیں بھی۔ اپنے کرتوتوں کی سزا میں یہ عذاب تمہیں بھی بھگتنا ہے اور ہمیں بھی۔ اللہ ہی اپنا رحم کرے ورنہ اس سے جان چھوٹتی نظر نہیں آتی۔ کاش! اس بات کو ہم لوگ دنیا ہی میں سمجھ لیں کہ ایک روز مرنا ہے ؎

رہے گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

Marfat.com

قرآن مجید کی باتیں اٹل ہیں

بھائیو! یہ قرآن مجید کی آیتیں تمہارے سامنے ہیں آنکھیں کھول کر دیکھو اور کان لگا کر سنو کہ آخر یہ کہتی کیا ہیں۔ ان کے سوچنے کا وقت تمہارے پاس یہی ہے۔ اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں کہ یہ وقت ختم ہو جائے گا۔ اور موت کے بعد آنکھیں اِدھر سے بند ہو جائیں گی اور اُدھر سے کھل جائیں گی اور معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ قرآن مجید نے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا لیکن اس وقت آنکھوں کا کھلنا کچھ کام نہ آئے گا۔ کام جب بنے گا جب ابھی آنکھیں کھل جائیں

ان آیتوں میں نافرمانوں کے انجام کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ یقیناً دل ہلا دینے والا ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں اپنی خواہشیں پوری کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کے عیش و عشرت میں کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ان کے لیے پچھلے رکوع میں حقیقت حال کو واضح کر دیا ہے ان سے کہا گیا ہے کہ دنیا کی ساری چیزیں انسان کے آرام کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن تمہیں ان کے استعمال کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔ اللہ کے تمام رسول جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہے ہیں۔ ان کا کام یہی تھا کہ انسان کو ان کے استعمال کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بتلائیں۔ کیونکہ اس کا ایک دشمن جو بڑا خطرناک ہے اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام یہی ہے کہ رسولوں نے دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا جو طریقہ بتایا ہے اس پر انسان کو نہ چلنے دے اور بیچارے کا بیڑا غرق کر دے۔ وہ انسان سے کہتا ہے کہ تجھ میں ارادہ موجود، قوت موجود اور تیرے سامنے عیش و عشرت کے سامان موجود۔ حیف ہے کہ تو اپنی من مانی نہ کرے اور خواہ مخواہ خیالی باتوں سے ڈر کر دنیا کے مزے چھوڑ دے۔ وہ کہتا ہے کہ ارے نادان! جنت دوزخ کو کس نے دیکھا۔ ان دیکھی چیزوں کی رغبت بیکار ہے اور ایسے ہی ان سے ڈرنا بیکار ہے تجھے ایسی کیا پڑی کہ نقد مال کو چھوڑ کر کورے وعدوں پر سختیاں جھیلے اور پرہیزگاری کے لیے پاپڑ بیلے

قرآن مجید کہتا ہے کہ دنیا کی پاکیزہ چیزوں سے اعتدال کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ۔ بے حیائی سے چھپی اور کھلی دونوں قسم کی بدکاریوں سے گناہ سے کسی پر ناحق ظلم و زیادتی کرنے سے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کا کہنا ماننے سے اور اللہ کا غلط تصور کرنے سے بچو، یہ چیزیں تمہارے اوپر حرام ہیں حلال چیزوں سے اعتدال کے ساتھ فائدہ اٹھانا، حرام چیزوں سے بچنا۔ بس یہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کی زبانی تم سے کہا ہے اس پر آج عمل کرو تو کرو ورنہ جب آنکھ بند ہو گئی تو کہنا نہ ماننے والوں کی پوری پوری شامت آجائے گی۔ اللہ کے فرشتے ان کے سامنے آجائیں گے۔ بدن سے ان کی جان کھینچیں گے اور کہیں گے بولو رسولوں کا کہنا کیوں نہ مانا۔ آج وہ شیطان اور اس کے اہلی موالی کہاں ہیں جن کے اشاروں پر تم چلتے تھے انہیں پکارو کہ تمہیں اس آفت سے جو تمہارے سر پر آپڑی ہے بچائیں۔ وہ لوگ مایوسی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھیں گے اور منہ سے سوا اس کے کچھ نہ نکلے گا کہ ہائے ان کا تو کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ اس جواب میں جتنی بے کسی اور مایوسی بھری ہوئی ہے اس کا اندازہ اسی وقت کر لینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و زاری ابھی اسی دنیا میں التجا کرنی چاہیئے کہ بار الٰہا ہم پر یہ مصیبت نہ ڈالنا اور اس کے ساتھ ہی پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے کہ خواہ کچھ ہو ہم دنیا میں فقط اسی طرح زندگی بسر کریں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ساری کتابوں کے خلاصے یعنی قرآن مجید میں لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سارے رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ؂

Marfat.com

نافرمانوں کا فیصلہ

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا

بے شک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا

عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا

ان سے نہ کھولے جائینگے ان کے لیے دروازے آسمان کے اور نہ

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي

داخل ہوں گے وہ جنت میں یہاں تک کہ داخل ہوجائے اونٹ

سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾

سوئی کے ناکے میں اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم مجرموں کو

لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ

ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے

غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

اوڑھنا اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا

بیشک جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا

عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا

ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي

جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی

سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾

کے ناکے میں گھس جائے اور یوں ہم گنہگاروں کو بدلہ دیتے ہیں

لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ

ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہے اور ان کے اوپر سے

غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

اوڑھنا اور ہم ظالموں کو یوں بدلہ دیتے ہیں

غَوَاشٍ: اوڑھنا ہیں غواشی ہے اور غاشیہ اس کا جمع ہے جو غشی سے بنا ہے غشی کے معنی ہیں ڈھانک لینا۔ غاشیہ ڈھانکنے والی چیز۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے نافرمانوں کی غفلت۔ رسول کے بتائے ہوئے طریق زندگی کی مخالفت گناہوں اور جرموں پر اصرار یہ سب باتیں مرنے کے بعد دوزخ کی آگ کی صورت میں ظاہر ہوں گی اور جیسے وہ یہاں برے کاموں سے چمٹے ہوئے تھے وہاں ان سے یہ آگ چمٹی رہے گی۔ ان کے لیے ان کے اعمال کے باعث جنت میں جانے کی کوئی صورت نہیں۔

ارشاد ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو دنیا میں گھڑی ہوئی اور جھوٹی باتیں بتایا اور اپنے غلط فیصلوں کے سامنے ان آیتوں کے فیصلوں اور انعام اور عذاب کے وعدوں اور دھمکیوں کو حقارت سے ٹھکرایا۔ ان کے لیے جنت میں کوئی جگہ نہ ہوگی۔ دنیا میں یہ کہا کرتے تھے کہ جنت اور دوزخ تو بچوں کو بہلانے اور ڈرانے کے لیے فرضی نام گھڑے ہوئے ہیں۔ اب انہیں مرنے کے بعد جنت میں جانے کا کوئی حق نہیں۔ وہ نکبہ میں مبتلا ہیں اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں اور جنت کی بابت جو کچھ قرآن کی آیتوں میں کہا گیا ہے۔ ان کو چھوٹے درجے کی باتیں سمجھتے ہیں جو ان کی شان سے بالکل گری ہوئی ہیں ان کے اس خیال کی تصویر کھینچی جائے تو وہ بعینہٖ ایسی ہوگی گویا وہ ایک اونٹ ہیں اور جنت ایک سوئی کا ناکہ بڑائی اور چھوٹائی کی سب سے بڑی مثال یہی ہوسکتی ہے۔ اب اگر یہ جنت میں گئے تو گویا اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس گیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہیں داخل ہوسکتا۔ اسی طرح یہ بھی جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں جنت میں جس کو یہ اپنی شان کے آگے چھوٹی بات سمجھتے ہیں داخل نہیں ہوسکتے۔ مجرموں کو سزا دینے کا ہمارے ہاں یہی طریقہ ہے کہ ان کے اعتقادات کو عذاب کی شکل میں بدل دیتے ہیں جنہوں نے دنیا میں زندگی گزارنے کے غلط تصور اپنے دماغوں میں قائم کرلیے ہیں اور ان رسموں اور خیالوں کے مقابلے میں اللہ کے احکام کو نہیں مانتے اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ عقیدے ہمیں پسند نہیں [illegible] رکھنے والے لوگوں سے بہت آگے نکل گئے ہیں ان لوگوں کے لیے ان کے غلط خیالات ہی دوزخ بن جائیں گے اور انہی کے مطابق انہیں عذاب ہوگا۔

Marfat.com

نیکوں کی جزا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا
اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے نیک نہیں

نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰٓئِكَ
بوجھ ڈالتے ہم کسی جان پر مگر اس کی طاقت کے مطابق وہی

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾
رہنے والے ہیں جنت کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اور کھینچ لیا ہم نے جو ان کے سینوں میں تھا کینہ میں سے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ
بہتی ہوں گی نیچے ان کے نہریں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا
اور جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں ہم کسی پر بوجھ

نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰٓئِكَ
نہیں ڈالتے مگر اس کی طاقت کے موافق وہی

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾
جنت میں رہنے والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
اور جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی ہم نکال لیں گے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ
نہریں ان کے نیچے بہتی ہوں گی

نَزَعْنَا: نکال دیا ہم نے ماضی کا صیغہ ہے نزع سے۔ نزع کے معنی ہیں کسی جمی ہوئی چیز کو کھینچ کر باہر نکال لینا۔ یہاں اس سے مراد دور کر دینا ہے۔

غِلّ: کینہ، ناراضگی اور خفگی کو کہتے ہیں۔ حسد، بغض، کینہ، عداوت بھی اس کے معنی ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جنت والوں کے دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کوئی غبار وغیرہ نہ ہوگا جیسا کہ دوزخیوں کی بابت پہلے کہا گیا ہے کہ وہ آپس میں لڑتے ہوئے داخل ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو سچا سمجھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانا۔ ان کی ہدایت کے مطابق چلے اور نیک کاموں میں لگے رہے وہ لوگ جنت والے ہیں۔ بیچ میں یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے قرآن مجید میں جن کاموں کے کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وہ کچھ مشکل نہیں ہیں۔ اس کی ہدایتوں کو ماننا۔ جو کہے وہ کرنا اور جس سے روکے رک جانا۔ ہر بشر کی طاقت کے اندر ہے۔ جو ہمارے کہنے کے مطابق چلنے کا پختہ ارادہ کر لے اور ہمارے وعدہ وعید کی طرف سے کوئی شبہ اس کے دل میں نہ رہے تو ہماری طرف سے اس کو خفیہ مدد پہنچنے لگتی ہے۔ اور نیک کاموں کے کرنے میں جو تھوڑی بہت مشقت ہوتی بھی ہے وہ ہماری خفیہ مدد سے جاتی رہتی ہے۔ یہ لوگ جو ہمیں، ہماری کتاب اور ہمارے رسول کو دل سے سچا مانتے ہیں اور نیک کام کرنے اختیار کر لیتے ہیں ہم نے انہیں لوگوں کو جنت میں رہنے والا قرار دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی کچھ تھوڑے سے دنوں کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھر ان پر ایک خاص انعام یہ ہوگا کہ دنیا میں کسی کے دل میں بمقتضائے بشریت کسی کی طرف سے کچھ شکایت اور رنجش تھی بھی تو وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کے دل سے نکال دی جائے گی داخل ہوتے وقت نہ کسی کو کسی سے رنجش ہوگی نہ شکایت۔ ہر ایک کا دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف ہوگا۔ غور کیا جائے تو دنیا میں آدمی کی بے چینی اور اضطراب کا باعث آپس کی رنجش۔ کبیدگی، بغض، حسد، عناد اور دشمنی کے سوا کچھ نہیں۔ آدمی کے دل میں اگر یہ بیہودہ جذبات جن کو خواہش، نفرت، بغض و عناد وغیرہ کہتے ہیں نہ ہوں تو پھر اس کی پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ دنیا میں بشر کو اس سے بالکل نجات حاصل ہونا مشکل ہے۔ البتہ جنت والوں کے دل ان سب کدورتوں سے پاک و صاف کر دیے جائیں گے اور پھر ان کو معلوم ہوگا کہ اصلی خوشی کسے کہتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ کا شکر

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا

اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہدایت کی ہمیں

لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ

اس کی طرف اور نہ تھے ہم کہ ہم ہدایت پاتے اگر نہ کرتا کر

هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

ہدایت کرے ہم کو اللہ کوئی شک نہیں آئے پیغمبر ہمارے رب کے

بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ

سچی بات لے کر اور ہمیں آواز دی جائے گی کہ یہ جنت ہے

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

وارث بنائے گئے تم اس کے بدلے اس کے جو تھے تم کرتے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا

اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک

لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ

پہنچا دیا اور اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم

هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

راہ پانے والے نہ تھے بے شک ہمارے رب کے رسول سچی

بِالْحَقِّ ۚ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ

لائے تھے اور آواز دی گئی کہ یہ جنت ہے تم

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

وارث بنائے گئے تم اس کے بدلے جو تم عمل کرتے تھے

نُوْدُوْا: پکارے جائیں گے وہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس کا مصدر نداءٌ ہے۔ اس کے معنی ہیں پکارنا۔ ندوہ نادی سے ہے جس کے معنی جمع کرنا اکٹھا کرنا۔ ندوہ اسی سے بنا ہے یہاں یہ مطلب ہے کہ ان سے پکار کر کہا جائے گا۔

اُوْرِثْتُمُوْهَا: وارث بنائے گئے تم اس کے ماضی مجہول ہے جو ایراث سے بنائی گئی ہے وہ ورثٌ سے اور ورثہ میراث وغیرہ اسی سے بنے ہیں۔ ورث کے معنی ہیں وارث ہونا۔ ایراث کے معنی ہیں وارث کرنا۔ اصل میں ورثہ سے آگے ہمیشہ ت بڑھائی گئی اور اس سے ہوا ورثت پھر واؤ زائد کر دی گئی۔

حقیقت میں انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ اسے مرنے کے بعد جنت مل جائے۔ دنیا میں نیک کام کرنے سے آنکھیں بند ہوتیں تو فرشتے خوشخبری لے کر آتے۔ قیامت میں حکم ہوگا کہ جو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے وہاں جا کر رہو۔ دل میں سے سارا بغض، کینہ، حسد نکال دی گئیں۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے اسے دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ پوری آزادی۔ اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی کیا ہوگی۔ اس کے لیے جنتیوں کی زبان پر خدا کا شکر اور حمد و ثنا ہوگی۔ یہ کہا گیا ہے

ارشاد ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہو کر کہیں گے۔ ساری کی ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہم ستائش کیا کرتے تھے۔ یہ سب اللہ کا فضل اور انعام ہے۔ لائق ستائش اور شکر وہی ہے کہ جس نے اپنی رحمت سے ہمیں یہاں پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو ہم یہاں پہنچ نہ سکتے تھے۔ اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اللہ کے رسول جو باتیں ہمیں بتانے سے دنیا میں تھیں اور اللہ کی طرف سے ملائکہ ذرا بھی نہ تھی۔ اس پر ان کو غیب سے آواز دی گئی جو اعلان کرنے کی کہ یہ جنت تمہارے کیے ہوئے اچھے کاموں کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ وہاں تم نے اپنی [illegible] رہے جن سے جنت ملے یہاں تمہارے [illegible]

Marfat.com

گفتگو

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ
اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو
اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا
کہ تحقیق پایا ہم نے جو وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے رب نے سچا
فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ
پس کیا پایا تم نے جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے سچا
قَالُوْا نَعَمْ ۚ
وہ کہیں گے ہاں

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ
اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو
اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا
کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا وہ ہمارے سچا
فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ
سو کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا
قَالُوْا نَعَمْ ۚ
وہ کہیں گے ہاں

قیامت میں انسانوں کے تین گروہ ہوں گے (۱) دوزخ میں جانے والے (۲) جنت میں جانے والے (۳) وہ گروہ جو جنت دوزخ کے بیچ میں کھڑا ہوگا اور لوگوں کو جنت اور دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھے گا۔ پہلے بیان ہوا کہ دوزخی دوزخ میں لڑتے ہوئے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے ہوئے داخل ہوں گے اور جنتی آپس میں ہنستے بولتے جائیں گے۔ اور دنیا میں اگر کسی کو کسی سے کچھ رنجش تھی بھی تو وہ جنت میں داخل ہوتے وقت سب ان کے دلوں سے نکل جائے گی اور جنت کی نعمتوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کریں گے جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو جنتی دوزخیوں کو یاد کریں گے۔ اور ان کو پکار کر سوال کریں گے اور وہ اس کا جواب دیں گے۔ اسی طرح جو لوگ بیچ میں کھڑے ہیں وہ بھی ان سے بات کریں گے اس کے بعد دوزخ والے جنت والوں سے کچھ درخواست کریں گے آگے کی آیتوں میں اسی باہمی گفتگو کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جنت والے جنت کی نعمتوں پر جو انہیں نصیب ہوں گی۔ اللہ کا شکر کر کے دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہمارے رب نے اپنے رسول کے ذریعے سے قرآن شریف میں جو ہم سے وعدہ کیا تھا۔ وہ آج پورا ہوا اور ہم نے ان سب باتوں کو جو ہم سے کہی گئی تھیں سچ پایا۔ اب تم کہو کیا تم سے بھی جو کچھ عذاب اور سزا کی بابت کہا گیا تھا۔ وہ سچ نکلا یا نہیں۔ اور تمہارے رب نے جو تم سے کہا تھا وہ ٹھیک ٹھیک پورا ہوا یا نہیں؟

دوزخ والے ان کا سوال سن کر یہ جواب دیں گے کہ ہاں وہ سب کچھ ٹھیک تھا اور ہو بہو وہی ہوا جو کہا گیا تھا۔

یہ جواب جس حسرت اور مایوسی کا اظہار کرتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک طرف دوزخ کی ناقابل برداشت بیرونی مصیبت اور اذیت اور دوسری طرف دلی رنج۔ کوفت۔ حسرت اور ندامت آج انسان کو یہ سب باتیں سوچ کر ان سے بچنے کی جس طرح ہو سکے کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ اگر خدانخواستہ آج اسے معمولی بات سمجھ کر اڑا دیا۔ تو کل سر پر مصیبت آ پڑنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گی۔ اپنی تکلیف اور بے چینی کے علاوہ جنت والوں کے اور ان لوگوں کے جو جنت میں ابھی نہیں گئے مگر جانے کے امیدوار ہیں لعن طعن الگ سننے پڑیں گے۔

Marfat.com

غیبی آواز

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ

پس پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ پھٹکار

اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

اللہ کی ظالموں پر جو روکتے تھے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ

اللہ کے راستہ سے اور تلاش کرتے تھے اس میں کجی اور

هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا

وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے اور ان دونوں کے

حِجَابٌ ۚ

بیچ میں آڑ ہوگی

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ

پھر ان کے بیچ میں ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اللہ کی

اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

لعنت ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ

روکتے تھے اور اس میں کجی ڈھونڈتے تھے اور

هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا

وہ آخرت سے منکر تھے اور دونوں کے بیچ میں

حِجَابٌ ۚ

ایک دیوار ہوگی

ارشاد ہے کہ پھر ایک پکارنے والا ان دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر پکار دے گا کہ آج وہ لوگ اللہ کی لعنت اور نہ بانی سے محروم رہیں گے جو دنیا میں سچی باتوں سے دور بھاگتے تھے اور اللہ کے رستے پر چلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اور اللہ کی سیدھی ہدایتوں کے ٹیڑھے ٹیڑھے معنی تلاش کرتے تھے اور ان کی صحیح شکل بگاڑنے کی کوشش کرتے تھے اور اس بات کو بالکل نہ مانتے تھے کہ اس دنیا کے بعد انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ان کے اعمال جانچے اور تولے جائیں گے۔ اور نیک کام کرنے والوں، اللہ کے فرمان برداروں کو جنت رہنے کے لیے ملے گی اور بدکاروں، نافرمانوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ان کو وہاں اپنی بدکرداری کی سزا ملے گی۔ آج ان دونوں کا ٹھکانا بالکل الگ الگ ہے اور ان کے درمیان ایک موٹا اور دیوار حائل ہے کہ جس سے نہ جنت کا عیش و آرام دوزخ میں آسکتا ہے اور نہ دوزخ کی مصیبتیں دکھ درد جنت میں جا سکتے ہیں۔

جنت والوں اور دوزخ والوں کا یہ مقابلہ جو ان آیتوں میں کیا گیا ہے اس سے مقصود اس دنیا میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ انسان کی موجودہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد اس کو پھر زندہ کیا جائے گا اور اس دنیا میں جو اس نے عمر بھر کام کیے جو عقیدے اس نے دل میں جمائے اور جن باتوں کو اس نے سچا یا جھوٹا کیا یہ سب دنیا میں اس کے سامنے ظاہر ہوں گے۔ یا تو ان کے ہرے بھرے اور [illegible] سے پُر باغ بن جائیں گے جس میں رہنے کے لیے شاندار محل اور مکانات ہوں گے۔ صاف و شفاف نہریں ہر طرف بہتی ہوں گی۔ پاکیزہ بیویاں اس کی ہمدم و ہمراز ہوں گی اور آدمی ان سب کا مالک بن کر عیش و عشرت سے بسر کرے گا اور وہاں جس چیز کو اس کا جی چاہے گا وہ ملے گی یا دوسری شکل اعمال کی دہکتی ہوئی آگ کی ہوگی جس کے اندر انسان پڑا جلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کتاب دے کر اسی لیے بھیجا ہے کہ انسان کے لیے اوپر واضح کر دے کہ دنیا میں انسان کے لیے وہ اعمال کون سے ہیں جو مرنے کے بعد جنت کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور وہ کون سے ہیں جو وہاں جا کر آگ بن جائیں گے اگر یہاں ان کو نہ سمجھا تو وہاں سوا پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

Marfat.com

اعراف

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا
اور اوپر اعراف کے کچھ مرد ہوں گے پہچانیں گے ہر ایک کو اس
بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اس کی نشانی سے اور پکاریں گے جنت والوں کو
اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ
کہ سلام علیکم نہیں داخل ہوئے وہ اس میں اور وہ
يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ
امیدوار ہیں اور جب پھریں گی ان کی آنکھیں
تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا
طرف دوزخ والوں کے کہیں گے اے رب ہمارے مت
تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع
ساتھ قوم ظالموں کے

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا
اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ ہر ایک کو اس کی نشانی
بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
سے پہچان لیں گے اور وہ جنت والوں کو پکاریں گے
اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ
کہ سلامتی ہے تم پر ابھی وہ جنت میں داخل نہیں ہوئے
يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ
اور وہ امیدوار ہیں اور جب ان کی نگاہ دوزخ والوں کی
تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا
طرف پھرے گی تو کہیں گے اے رب ہمارے ہم کو
تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع ۵ ۸ ۱۲
گنہگار لوگوں کے ساتھ مت کر

الاعراف: پہلے پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ جنت والوں اور دوزخ والوں کے درمیان حجاب۔ دیوار۔ آڑ ہوگی۔ اسی حجاب کا نام الاعراف ہے اسی لفظ سے سورت کا نام بھی الاعراف رکھا گیا ہے۔ اس کی تشریح سورت کے شروع میں گذر چکی ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ: (گنہگار) ظالم کی جمع ہے جو ظلم سے بنا ہے ظلم کے اصل معنی ہیں کسی کا حق مار لینا جو کسی کو ملنا چاہیئے وہ اسے نہ دینا، ظالم حق مارنے والا، ستانے والا دوسرے کو بے جا دبانے والا۔ ہر ایک گناہ میں خود اپنی یا کسی اور کی حق تلفی ہوتی ہے اس لیے ہر گناہ ظلم ہے۔

سِيْمَا: (علامت) کسی چیز کی مخصوص علامت کو سیما کہتے ہیں۔ یہ لفظ سوم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں علامت دار ہونا۔

جنت دوزخ کے بیچ کے ٹیلوں پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ جو جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہوتے اور رہتے دیکھ رہے ہوں گے یہ لوگ جنت کے امیدوار ہوں گے لیکن ابھی اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ بیچ کے ٹیلوں یعنی اعراف پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے جن کے سامنے ایک طرف جنت نظر آ رہی ہوگی اور دوسری طرف دوزخ۔ یہ لوگ چہروں ہی سے سمجھ جائیں گے کہ یہ جنتی ہے یہ دوزخی ہے جنت والوں کو دیکھ کر یہ ان سے کہیں گے "سلام علیکم" یہ لوگ ابھی خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے لیکن داخل ہونے کی امید کر رہے ہوں گے جنت والوں سے ہٹ کر ان کی نگاہ جب دوزخ والوں پر پڑے گی تو ان کی افسردہ اور مرجھائی ہوئی شکلیں دیکھ کر اللہ سے پناہ مانگیں گے اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلے گا کہ ہمارے رب ہمیں ان سیہ کاروں اور بدبختوں کا ساتھی مت بنا۔

جنت اور دوزخ کے اندر داخل ہونے والوں کی آپس میں گفتگو پہلے بیان کر دی۔ ایک کے الفاظ سے خوشی اور دوسروں کے جواب سے غم کا اظہار ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ ابھی دونوں سے باہر ٹیلوں پر کھڑے ہیں ان کی رائے بھی بیان کر دی گئی ہے:

Marfat.com

اعراف والے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ

اور پکاریں گے اعراف والے کچھ لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہیں

بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ

ان کی علامت سے کہیں گے نہ فائدہ دیا تمہیں تمہاری جماعت نے

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

اور جو تھے تم تکبر کرتے کیا یہی وہ لوگ ہیں

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ

کہ قسم کھاتے تھے تم نہ پہنچائے گا ان کو اللہ رحمت

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

داخل ہو جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تمہارے اوپر

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور نہ تم غمگین ہوگے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ

اور اعراف والے ان لوگوں کو پہچانیں گے کہ ان کی نشانی سے

بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ

پہچانتے ہیں کہیں گے تمہاری جماعت اور جو تکبر کیا کرتے

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

تھے تمہارے کام نہ آئے اب یہ وہی ہیں کہ

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ

قسم کھایا کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت نہ پہنچے گی

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

چلے جاؤ جنت میں نہ تم پر ڈر ہے

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور نہ تم غمگین ہوگے

ارشاد ہے کہ اعراف والے دوزخیوں میں کچھ ایسے لوگ دیکھیں گے جن سے وہ دنیا میں واقف تھے وہ ان کی صورت شکل وضع قطع سے انہیں پہچان لیں گے اور ان سے کہیں گے تم تو دنیا میں کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے اپنے اتحادیوں اور حمایتیوں کے بل پر ناچا کرتے تھے۔ آج وہ تمہارے جتھے والے کہاں گئے۔ آج کچھ ہتھیار وغیرہ استعمال کر کے تمہیں چھڑا کیوں نہیں لیتے۔ تم تو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ فرعون ہامان اور قارون کو اپنے سامنے ہیچ سمجھتے تھے۔ وہ دھن دولت، غرور، تکبر، وہ لاؤ لشکر اور وہ ساز و سامان، وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بیخیال، وہ تمہارے اشارے پر ناچنے والے تمہارے پٹھو۔ وہ سب آج کہاں ہیں تمہارے کچھ کام نہیں آتے۔ ادھر ہم جنت میں ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جن کو تم حقارت کرتے تھے کہ یہ کسی مصرف کے نہیں۔ کیا یہ سچ مچ یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کی بابت تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ یہ تو نکمے لوگ ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت کیسے ہو سکتی ہے کیا یہ خیال آنے کی بات ہے کہ ہم جیسے لائق فائق لوگ ہر کام میں طاق اور فن مولا تو تکتے رہ جائیں اور یہ اور جنت میں جا براجیں۔ تم کہتے تھے جنت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں یونہی ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ہمیں دنیا میں اچھی حالت میں دیکھ کر نکمے لوگوں نے ہمارے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کو گھڑ لیا ہے۔ آج جو وہ کہتے تھے وہ سچ ہو گیا، ان کو پروانہ مل گیا۔ کہ جاؤ جنت میں جہاں چاہو۔ آج تمہارا وہ رنج و غم وہ خوف و ہراس جو تم دنیا میں دنیاداروں کے ہاتھوں جھیلتے تھے، سب ختم ہوا۔ آج تمہارے لیے نہ خوف ہے اور نہ تمہیں غم کھلنا ہے۔ دوزخ والے، اعراف والوں کے طعن و تشنیع کا کیا جواب دے سکتے ہیں سوکے گھونٹ پی کر رہ جائیں گے۔

Marfat.com

دوزخیوں کی درخواست

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو
اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا
کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا اس سے جو
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا
روزی دی تم کو اللہ نے کہیں گے بے شک اللہ نے حرام کر دیا ان دونوں کو
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ
کافروں پر جنہوں نے بنایا اپنے دین کو
لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ
کھیل و کود اور دھوکا دیا ان کو زندگانی دنیا نے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے
اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا
کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا
اللہ نے تم کو روزی دی کہیں گے اللہ نے ان دونوں کو کافروں
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ
سے روک دیا ہے جنہوں نے اپنا دین
لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ
کھیل تماشا ٹھہرایا اور دنیا کی زندگانی نے ان کو دھوکے میں ڈالا

فَيَضُوا (بہاؤ تم) امر کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر افاضۃ ہے جو فیض سے بنا ہے فیض کے معنی بہنا۔ بہاؤ افاضۃ کے معنی بہانا یہاں اس سے مراد ہے کہ جنت کا کچھ پانی ہم پر چھوڑ دو کہ ہم جلے جاتے ہیں۔

ان آیتوں میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو جنت والے اپنے سامنے وہ تمام چیزیں دیکھ کر جن کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا بہت خوش ہوں گے۔ فوراً ان کو خیال آئے گا کہ نافرمانوں سے دوزخ کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ بھی ضرور پورا ہوا ہوگا۔ اس لیے وہ نافرمانوں کو خطاب کر کے ان سے سوال کریں گے۔ کہ تم نے تو اللہ کا وعدہ سچا پایا کیا تم نے بھی وہ وعدہ جو اللہ نے تم سے کیا تھا سچ پایا۔ اس پر دوزخی چلائیں گے کہ ہاں ہاں وہ بالکل سچ تھا۔ اس کے بعد ان باتوں کا ذکر تھا۔ جو اعراف والے جنت اور دوزخ والے دونوں سے کریں گے۔ سب سے آخر میں اب اس کا ذکر ہے کہ دوزخ والے جنت والوں سے کیا کہیں گے۔

ارشاد ہے کہ دوزخی دوزخ میں سے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے بدن اس آگ میں جل رہے ہیں۔ گرمی کی شدت برداشت سے باہر ہے تم ہمارے اوپر تھوڑا سا جنت کا پانی بہا دو اور اللہ نے آرام و راحت کے سامان جو تمہیں عطا کیے ہیں ان میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو۔

جنت والے اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہاں تو اللہ عزوجل نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ دنیا میں جن لوگوں نے ہماری باتوں پر دھیان نہیں دیا اور زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ ہم نے مقرر کیا تھا۔ اس کو کچھ وقعت نہ دی کھیل کود، ناچ گانے، سیر و تفریح کو اپنا شغل زندگی قرار دے دیا اصل دین کو کھیل کود بنا دیا۔ دنیا کے دھندوں میں ایسے پھنسے کہ آخرت کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔ آج اس کے بدلے جنت کی چیزوں سے انہیں محروم کر دیا گیا ہے ؛

Marfat.com

غفلت کا نتیجہ

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

پس آج بھلا دینگے ہم ان کو جیسا بھلایا انہوں نے ملنا آج کے دن کا

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

جو یہ ہے اور جیسے تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

اور البتہ تحقیق لائے ہم ان کے پاس کتاب جسے ہم نے کھول کر بیان کیا علم

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

کی بنا پر ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ

کیا انتظار کرتے ہیں وہ یہی کہ اس کا کہنا پورا ہو جائے

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

سو آج ہم ان کو بھلا دینگے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کو

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

بھلا دیا اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

خبرداری سے مفصل بیان کیا ہے ایمان والوں کے لیے راہ دکھانے والی اور رحمت

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ

ہے کیا اب اسی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے

تَاوِیل: (کہنا پورا ہونا) اس کا مادہ اول ہے جس کے معنی ہیں لوٹ جانا جگہ پر واپس آنا لفظ مآل اسی سے بنا ہے جو عام طور پر مستعمل ہے۔ اس کے معنی مرجع اور انجام کے ہیں تاویل کے معنی ہیں۔ آخری مطلب ظاہر کر دینا۔ بات کا پورا کر دینا۔

پچھلی آیتوں میں بیان تھا کہ جنہوں نے دنیا میں نافرمانی کی وہ دوزخ کے اندر بُرے حال میں گذاریں گے اور جنتیوں سے بھیک مانگیں گے لیکن وہ کہیں گے یہ چیزیں دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ بیان فرمائی ہے۔

ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم ان کافروں سے توجہ ہٹا لیں گے اور ان کو جنت کی نعمتوں سے محروم کر دیں گے کیونکہ انہوں نے دنیا میں ہماری باتوں کی طرف توجہ نہ کی اور آخرت کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔ آج انہوں نے دیکھ لیا کہ جو ہم نے کہا وہ سچ تھا۔ لیکن دیکھنے کے بعد ماننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر دنیا میں آخرت کو مان لیتے تو وہ ماننا آج کام آتا۔ آج ماننے کا دن نہیں ہے دنیا میں نہ ماننے کی سزا کا دن ہے۔

دنیا میں ہم نے ان کے پاس اپنی کتاب بھیج دی تھی۔ اس میں اٹکل پچو باتیں نہ تھیں۔ ہم نے جو کچھ اس میں لکھا تھا وہ خوب کھول کر بیان کر دیا تھا۔ ایمان والوں کے لیے وہ کتاب سراسر رحمت تھی۔ یہ لوگ کافی سوجھ بوجھ والے تھے۔ اگر توجہ کرتے تو ہماری کتاب کا سمجھ لینا ان کے لیے کچھ دشوار نہ تھا۔ آج اے رسول ان سے پوچھ کہ اس قدر سب کچھ صاف صاف بیان کرنے کے بعد تمہارے نہ ماننے کی کیا وجہ ہے۔ جنت۔ دوزخ کا پورا حال تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ اب کیا اس انتظار میں ہو کہ جو کچھ کہا ہے وہ بالکل آنکھوں کے سامنے آجائے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں تو ہمارے کہنے پر یقین کر کے ماننا ہوگا۔ آخرت میں سب کچھ سامنے آجانے کا

Marfat.com

بے موقعہ ایمان

يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ
جس دن آئے گا انجام اس کا کہیں گے وہ لوگ جو بھولے تھے اس کو
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ
پہلے سے بے شک آئے تھے رسول ہمارے رب کے سچی بات لے کر
فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ
پس کیا ہیں ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والے پس سفارش کریں ہمارے لیے یا
نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ
لوٹائے جائیں ہم پس کریں ہم سوا اس کے جو تھے ہم کرتے
قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ
بیشک نقصان کیا انہوں نے اپنا اور گم ہو گیا ان سے
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع
جو تھے وہ جھوٹ گھڑتے

يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ
جس دن اس کا مضمون ظاہر ہو جائے گا وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ
کہنے لگیں گے بے شک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے تھے
فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ
سو اب کوئی ہماری سفارش کرنے والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا
نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ
ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم اس کے خلاف عمل کریں جو ہم کر رہے تھے
قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ
بے شک انہوں نے اپنے آپ کو تباہ کیا اور ان سے گم ہو جائے گا
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع ۶ ۱۲
جو وہ افترا کرتے تھے

گذشتہ آیتوں میں فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا انجام پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔ حقیقت میں سارے قرآن حکیم میں اسی بات کا سمجھنا مقصود ہے کہ آدمی اگر اپنی بہتری چاہتا ہے تو اسے اسی راستہ پر چلنا ضرور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے انسان کے لیے مقرر کیا ہے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن مجید اور فرقان حمید لے اس کو خوب واضح کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر سمجھانے کے ہر طریقے سے اچھی طرح سمجھا دیا ہے تعلیم کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید کے کہنے کے مطابق چلنے والوں کو جنت ملے گی، اور اس کے خلاف چلنے والوں کو دوزخ میں رہنا ہوگا۔

ارشاد ہے کہ مرنے سے کوئی بچ نہیں سکتا مرنے کے بعد اس کے آگے سب کچھ آجائے گا۔ اور اسے یقین ہو جائے گا کہ قرآن کی آیتوں کا جو مطلب تھا، ٹھیک تھا۔ اس وقت بے ساختہ سب کے منہ سے نکلے گا کہ واقعی ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ اللہ کے رسول دنیا میں ہم سے بالکل سچی بات کہتے تھے لیکن ہم نے دنیا کے مخمصوں میں پھنس کر ان کے کہنے پر کبھی دھیان نہ دیا۔ قیامت میں وہ لوگ ان باتوں کو جنہیں وہ دنیا میں بھولے بیٹھے تھے۔ سچ مچ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر سٹ پٹا جائیں گے، اور انہیں عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔ مایوس ہو کر جلائیں گے۔ کاش ہمیں آج کوئی ایسی بے چین کرنے والی آفت سے بچا لیتا اور بارگاہ رب العزت میں ہماری سفارش کر دیتا یا ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا تا کہ ہم نیک کام کر کے دکھاتے اور اپنے اعمال کو درست کرتے، لیکن اب اس کا موقعہ کہاں، وہ دنیا کا موقعہ کھو چکے اور اپنے کرتوتوں سے اپنی جان آفت میں پھنسا چکے اور اپنا ناس کر چکے۔ آج ان کے کام وہ جھوٹی باتیں جو دنیا میں تراشتے تھے بالکل نہ آئیں گی اور سوا اندوہ و غم یاس و حرمان کے اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے گا۔

Marfat.com

رب اللہ ہے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
تحقیق رب تمہارا اللہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
اور زمین بیچ چھ دن کے پھر قرار پکڑا
عَلَى الْعَرْشِ ق يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ
اوپر عرش کے اڑھاتا رات کو دن کہ پیچھے آتا ہے اس کے
حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
دوڑتا ہوا اور سورج اور چاند اور تارے
مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ ط
تابع اس کے حکم کے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى،
زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر قرار پکڑا
عَلَى الْعَرْشِ ق يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ
عرش پر رات پر دن اوڑھاتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے
حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
دوڑتا لگا آتا ہے اور پیدا کیے سورج اور چاند اور تارے
مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ ط
اپنے حکم کے تابع

پہلے سے یہ بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس کا رب اللہ ہے اور اس نے انسان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول اور ان کے ساتھ اپنی کتابیں بھیجی تھیں اور جو کچھ رسولوں نے کہا تھا اور کتابوں میں لکھا تھا وہ سب سچ تھا۔ لیکن اس وقت کے ماننے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ دنیا میں جنہوں نے اپنے رب کو پہچان کر اس کی فرمانبرداری کی تھی انہیں جنت میں رکھا جائے گا اور نافرمانوں کو دوزخ میں جگہ دی جائے گی۔ اس رکوع سے اس کا بیان شروع ہوتا ہے کہ اپنے رب کو دنیا میں پہچان لینے کا کیا طریقہ ہے۔

ارشاد ہے کہ آسمان۔ زمین۔ رات دن۔ چاند سورج اور ستاروں کی طرف دیکھو اور سوچو کہ اس سارے عالم کا نظام کس قدر قاعدے اور قرینے کے ساتھ قائم ہے کیا یہ یونہی آپ ہی آپ قائم ہو گیا؟ نہیں کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوتی ان ساری چیزوں کا بنانے والا اس ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا اور ان کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانے والا اللہ ہے جس کو آج ہم اس جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے، یہ سارے آسمان اور زمین اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ دنیا ایک مدت میں جا کر بنے اور اپنی اپنی جگہوں پر قائم ہوئے۔ یہ مدت چھ دن تھی۔ لیکن یہ دن وہ نہیں جو سورج کے ذریعے متعین ہوتے ہیں بلکہ اللہ کا ایک دن اور ہے دن رات، سورج، چاند اور ستارے سب رفتہ رفتہ ظاہر ہوئے ان کے اوپر آسمان زمین کی پیدائش کے دنوں کی پیمائش موقوف نہیں ان سب کی مختلف مگر باقاعدہ حرکتیں اللہ کے حکم پر موقوف ہیں۔ ان سے دن رات ایک دوسرے کے بعد دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ اور سب اللہ کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ ان سب چیزوں پر غور کر کے اللہ کو پہچانو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ آخرت کے عذاب سے بچو۔

Marfat.com

خالق اور حاکم

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ
سن لو اسی کے لیے ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا برکت والا ہے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ
اللہ پالنے والا جہان کا پکارو اپنے رب کو
تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
عاجزی سے اور چپکے چپکے بے شک وہ نہیں پسند کرتا
الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾
حد سے نکل جانے والوں کو

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ
سن لو پیدا اور حکم فرمانا اسی کا کام ہے اللہ جو سارے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ
جہان کا رب ہے بڑی برکت والا ہے۔ اپنے رب کو گڑگڑا کر اور
تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
چپکے چپکے پکارو اس کو حد سے گذرنے والے
الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾
خوش نہیں لگتے

جب اللہ کو آسمان زمین وغیرہ اور ان کے نظام کو دیکھ کر پہچان لیا تو اب سن لو کہ اس کی صفتیں کیا ہیں۔ پہلے سبق میں کہا گیا تھا کہ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر کے آپ ان کے اوپر حاکم اور بادشاہ ہو کر تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ وہ نظر نہیں آتا اور نہ اس کا تخت جس کا نام عرش ہے نظر آتا ہے۔ نہ اس کے بیٹھنے کی کیفیت ہمیں معلوم ہے۔ لیکن ہمیں سمجھانے کے لیے اس نے ان باتوں کو اسی شکل میں بیان کیا ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں یہاں بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کا حکم اس کے ملک میں جاری ہے۔ اسی طرح اللہ کا حکم ساری کائنات میں جاری ہے۔ اور تختِ حکومت اسی کے قبضہ میں ہے عرش پر قرار پکڑنے کا مطلب اس آیت میں واضح کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہاں کے بادشاہ تو بنی بنائی چیزوں پر حکومت کرتے ہیں لیکن اللہ کی بات سن رکھو کہ اس نے یہ ساری چیزیں اپنی قدرت سے بنائی ہیں کسی اور کی مدد اس میں شامل نہیں ہے۔ پھر اس کے سوا اور کون ان پر حکم چلا سکتا ہے۔ اسی نے انہیں پیدا کیا اور اسی نے ان کے اندر انتظام قائم کیا۔ اس لیے ہر بات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ خیال کرو کہ اگر ایک بڑا زبردست انجینئر ایک بڑے زبردست کارخانے کا نقشہ جماتا ہے۔ اس کے لیے تمام مناسب کل پرزے اور ہر ایک کے لیے اس کا کام اور جگہ مقرر کرتا ہے اس کے بعد اس زبردست کارخانے کو اپنے ہی سدھائے ہوئے کاریگروں اور صناعوں کے ذریعے بنا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کہ اس کارخانے کے چلانے کے لیے ہر قدم پر اسی کا حکم چلے گا۔ کیوں کہ اس کے کل پرزوں سے اور ان سے کام لینے کے طریقوں سے پورے طور پر اس کے سوا کوئی واقف نہیں۔

اسی طرح کارخانۂ عالم کے بنانے، اس کی تربیت کرنے اور دیکھنے والا وہی رب العلمین ہے جس کے لیے ہر ضروری چیز اسی کی توجہ سے مہیا ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام برکت والا ہے۔ اس لیے انسان کو جو اس کارخانے کا ایک معزز مزدور ہے لازم ہے کہ عاجزی کے ساتھ دل ہی دل میں اسی کو پکارے اور اسی سے مدد مانگے۔ وہ بندگی کی حد سے نکل جانے والوں کو ناپسند کرتا ہے، کیونکہ جب سب کچھ اسی کا ہے تو دوسرے سے مانگنے کے کیا معنی؟

Marfat.com

خواہ مخواہ گڑبڑ

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا
اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ
اور پکارو اس کو ڈرتے ہوئے اور توقع کرتے ہوئے بے شک رحمت
اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾
اللہ کی قریب ہے اچھے کام کرنے والوں سے

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا
اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ
اور اس کو ڈر اور توقع سے پکارو بے شک رحمت
اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾
اللہ کی نیک کام کرنے والوں سے قریب ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ یہ جو کچھ کائنات نظر آ رہی ہے یہ سب اللہ نے بنائی ہے اور سب کے اندر اسی کا حکم جاری ہے۔ ہر ایک کے لیے اس نے ایک راستہ مقرر کر دیا ہے اور وہ اس کے حکم کے تحت اسی پر چل رہا ہے۔ انسان کو بھی سوچنا چاہیئے کہ اسے بھی اللہ نے بنایا ہے۔ اور اس کے لیے بھی اس نے ایک قانون زندگی بسر کرنے کا مقرر کر دیا ہے۔ اور چیزیں تو اس راستہ اور قانون سے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے ہٹ نہیں سکتیں۔ لیکن انسان میں چونکہ ارادے اور اختیار کی قوت کا ظہور تمام حیوانات سے زیادہ ہے۔ اس لیے اسے اس قانون کو پہچان کر اپنے ارادے سے اختیار کرنا چاہیئے اور وہ اس سے ہٹ بھی سکتا ہے۔ یہ زمین جس پر انسان رہتا ہے اپنے مقررہ قاعدوں اور قانون کے مطابق چل رہی ہے۔ اور جب تک اللہ کا حکم اس کے قائم رکھنے کا ہے قائم رہے گی۔ اس میں فقط انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جو اس کی حالت کو کسی حد تک اپنے لیے سنوار یا بگاڑ سکتا ہے۔ اگر وہ انسان اسی قانون پر چلا جو اس کے لیے مقرر ہے تو اس کے لیے زمین کی حالت سنوری رہے گی۔ اور اگر اس نے اس قانون کی خلاف ورزی کی تو وہ اپنے لیے زمین کی حالت بگاڑ لے گا۔ شیطان جو انسان کا دشمن ہے وہ اس کو بہکا کر قانون سے ہٹانے کی کوشش کرے گا اور اس کا قانون سے ہٹنا زمین کے اوپر فساد کا باعث ہوگا۔ حاصل یہ کہ انسان کا اللہ کے قانون پر چلنا زمین کی اصلاح ہے اور قانون کا توڑ دینا زمین پر فساد ہے جس کے معنی بگاڑ کے ہیں۔ اس میں یہی کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ زمین کی اصلاح کا طریقہ یہ تھا کہ انسان کو اس کا ٹھیک راستہ سمجھا دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس کے اوپر خوب واضح کر دیا گیا۔ اب اس کو چاہیئے کہ اس کے لیے جو قانون مقرر کیا ہے اس کے اوپر چلے ورنہ زمین پر فساد برپا ہو جائے گا۔ اور اس میں اسی کا نقصان ہوگا۔ اس کے لیے اللہ کو پکارنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے حکم پر چلے جو قانون اس نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اس کی پیروی کرے اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس کی نافرمانی نہ کرے۔ اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب سے ڈرے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ یہ اس کو معلوم رہنا چاہیئے کہ اللہ کی رحمت ان لوگوں سے قریب ہے جو اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق اچھے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرتے ہیں۔

Marfat.com

دعوتِ فکر

۳۲۳ سبق سے جو رکوع شروع ہوا ہے اس کی تین آیتیں یہاں ختم ہوتی ہیں۔ نوع انسان کو ان سے جو سکھانا مقصود ہے اس پر خوب غور کیے بغیر یہاں سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے۔ قرآن حکیم ہمیں اس بات کی خود تعلیم دیتا ہے کہ اس کی آیتوں کو پڑھو اور مناسب مقامات پر ٹھہر کر سوچو کہ یہ ہمیں کیا سکھانا چاہتی ہیں۔ اس لیے ان پر دوبارہ، سہ بارہ بلکہ جتنی دفعہ موقعہ ملے غور کرو۔

اس سے پہلے رکوع کے آخر میں کہا گیا تھا کہ بدکار نافرمان لوگ اپنی آنکھوں سے دوزخ کا عذاب اور جنت کی آسائشیں دیکھ کر بے ساختہ چلا اٹھیں گے کہ ہمارے رب نے ہمارے پاس دنیا میں جو رسول بھیجے تھے وہ بالکل سچی اور ٹھیک باتیں کہتے تھے کاش ہمیں آج کوئی بیچ میں پڑ کر اس دردناک عذاب سے چھڑا دے اور واپس دنیا میں بھجوا دے تو ہم وہاں اپنے رب کے فرمان بردار بندے بن کر دکھائیں۔ اس کے بعد ختم اس پر کیا گیا تھا کہ انہوں نے اپنے بے بنیاد خیالات پر اعتماد کر کے اپنا بہت بڑا نقصان کر لیا۔ اس دل توڑنے والے آیندہ کے واقعہ کا اس قدر واضح نقشہ کھینچنے کے بعد ضروری ہو گیا۔ کہ اس سے بچنے کا طریقہ بھی واضح طور پر بیان کر دیا جائے تاکہ انسان کے پاس کل کو یہ بہانہ نہ رہے کہ ہم کو ایسی دل شکن حسرت اور ندامت سے بچنے کا راستہ نہیں سمجھایا گیا۔

یہ آیتیں صاف صاف سمجھا رہی ہیں کہ وہ تمہارا رب جس کی باتوں کو تم قیامت کے دن آنکھ سے دیکھ کر سچا مانو گے اور اس کے اور اس کے رسولوں کی سچائی کے قائل ہو گے آج تمہیں ان آیتوں کے ذریعے بتلا دینا چاہتا ہے کہ اس رب کو آج ہی پہچان لو۔ قیامت کے دن عذاب حسرت اور ندامت سب سے چھوٹ جاؤ گے اور وہ رب اللہ ہے جل جلالہ جو سب کا خالق اور حاکم ہے۔

دیکھو! کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوا کرتی اس کا کوئی کرنے والا ضرور ہونا چاہیئے۔ اس سے سمجھ لو کہ آسمان، زمین اور کائنات کا یہ وسیع اور منظم کارخانہ جس میں سورج، چاند اور تارے اپنے اپنے مقام پر اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ کوئی گھوم رہا ہے، کوئی ٹھہرا ہوا ہے کبھی دن ہے اور کبھی رات ہے کہیں دھوپ ہے کہیں چھاؤں ہے۔ آپ ہی آپ نہیں بن گیا ہے اس کا بنانے والا اللہ ہے اور وہی تمہارا رب ہے اسی نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ اور ان سب پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ کوئی اس کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا۔

بھائیو! اور بہنو!! تمہیں بھی لازم ہے کہ تم تمام مخلوقات کی طرح اللہ کو اپنا رب اور حاکم تسلیم کرو اور اس کو دل ہی دل میں عاجزی کے ساتھ پکارو، اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے رب کی تابعداری کی حد سے باہر نہ نکل جاؤ۔

دیکھو ایک مقررہ وقت تک اس زمین کو قائم رکھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اور تم کو یہاں سب سے زیادہ قوتیں اور طاقتیں دے کر بسایا گیا ہے۔ اور تمہارے کام کرنے کے لیے رسول اور کتابیں بھیج کر صاف صاف ہدایتیں دے دی گئی ہیں۔ ان ہدایتوں کے موجود ہوتے ہوئے تمہیں ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے، جس سے زمین میں فساد پھیلے۔ کیونکہ اگر فساد پھیلے گا تو تمہارے اپنے عمل سے پھیلے گا ورنہ اصلاح کے باقی سارے ذرائع اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر تمہارے عمل نیک ہوئے اور تم نے اچھے کاموں کو اپنا نصب العین بنایا تو اللہ کی رحمت تمہارے قریب ہے اور تم دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں سے بچے رہو گے۔

Marfat.com

زمین کا انتظام

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ
اور وہی ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری کے طور پر درمیان
یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا
دونوں ہاتھوں اپنی رحمت کے یہاں تک کہ جب اٹھا لاتی ہیں وہ بادل
ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ
بھاری ہانک دیتے ہیں ہم اس کو طرف شہر مردہ کے پھر اتارتے ہیں ہم اس سے
الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
پانی پس نکالتے ہیں ہم اس سے ہر قسم کے پھلوں سے
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾
اسی طرح نکالیں گے ہم مُردوں کو تاکہ تم غور کرو

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ
اور وہی ہے جو بھیجتا ہے پہلے خوش خبری لانے والی ہوائیں چلاتا
یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا
ہے یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی
ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ
ہیں تو ہم اس بادل کو ایک مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر اس
الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
بادل سے ہم پانی اتارتے ہیں پھر اس سے سب طرح کے پھل نکالتے ہیں
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾
اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تاکہ تم غور کرو

اَقَلَّتْ (اٹھایا) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر اِقْلَالٌ ہے جو قِلَّةٌ سے بنا ہے اس کے اصل معنی تھوڑا ہونا ہیں اور اس کا مقابل کَثْرَةٌ ہے اس معنی میں اس کے کئی لفظ بنتے ہیں جو خوب مستعمل ہیں جیسے اقلیت، قلت، قلیل وغیرہ۔ اس کے بعد اس لفظ کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہو گئے کیونکہ اٹھانے والا ایک چیز کو جبھی اٹھائے گا جب اسے تھوڑا سمجھے گا۔ اس معنی میں لفظ اقلال کا استعمال ہے جس کے معنی ہیں اٹھا لینا۔ ایک اور لفظ استقلال بھی اس معنی میں ہے یعنی اپنا بوجھ خود اٹھا لینا اور اسے گو زیادہ ہو تھوڑا سمجھنا اور اس لیے اس کے اٹھانے میں دوسرے سے مدد نہ لینا اس آیت میں زمین کی اصلاح کے ان سامانوں کا بیان ہے جو اللہ نے اپنی قدرت سے مقرر کر دیئے ہیں اور انسان کا ان میں دخل نہیں ہے۔

ارشاد ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے زمین پر بارش کرنے کا کیسا انتظام کیا ہے۔ پہلے خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں پھر وہ بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر اللہ اس میں سے اس زمین پر پانی برساتا ہے اور اس کے اندر سے مزیدار پھل اور خوشنما پھول نکلتے ہیں۔ اس پر تم غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ جیسے اس نے اس زمین کو مر جانے کے بعد اپنی رحمت سے پانی برسا کر زندہ کر دیا۔ اسی طرح وہ انسان کو بھی اس کے مر جانے کے بعد زندہ کرے گا زمین کا خشک ہو جانا اس کی موت ہی ہے تم دیکھتے ہو کہ اللہ اسے مینہ کے ذریعے دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح اس کے پاس ایسے ذریعے موجود ہیں۔ جن سے مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور زندہ ہونے کے بعد ان کو اپنے دنیا میں کیے ہوئے کاموں کا پھل ملے گا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر پھلنا پھولنا ہے تو اس دنیا میں اس روحانی بارش سے فائدہ اٹھاؤ جو اس نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے برسائیں۔

Marfat.com

پیداوار کی صلاحیت

وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ
اور زمین پاکیزہ نکلتی ہے اس کی روئیدگی ساتھ حکم اس کے
رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا
رب کے اور جو خراب ہوئی نہیں نکلتا اس میں سے کچھ مگر
نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
ناقص اسی طرح ہم دلوں بدل کرتے ہیں آیتیں ان کے لیے
يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

جو شکر کرتے ہیں

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ
اور جو زمین پاکیزہ ہے اس کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے
رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا
نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نقص کے سوا کچھ
نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
نہیں نکلتا یوں پھیر پھیر کر لاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے
يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۴

لوگوں کے لیے

بَلَدٌ (شہر) اس کے اصل معنیٰ ہیں زمین کا کوئی قطعہ۔ سرسبز ہو یا بنجر۔ آباد ہو یا خالی۔ قریب قریب کے ٹکڑوں کے ایک مجموعہ کو بلدۃ کہتے ہیں جس میں کچھ حصہ آباد اور کچھ خالی ہو۔ یہ لفظ پچھلی آیت میں بھی آیا ہے۔ دونوں جگہ اس کے معنی زمین اور اس کی آبادی کے ہیں جسے شہر کہتے ہیں۔
نَكِدًا (ناقص) اس کو نکد بھی پڑھتے ہیں۔ دونوں صفت کے صیغے ہیں اور اس کے معنی ہیں دشواری سے تھوڑی سی حاصل ہونے والی چیز۔
يَشْكُرُوْنَ (شکر کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جو شکر سے بنا ہے شکر کے معنی ہیں کسی کے احسان کا اقرار کرنا۔ اقرار وہی کرتا ہے جو پہچانتا ہو کہ جو کچھ مجھے ملا ہے وہ اچھا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ یہاں یہ ہے "جو لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمیں اچھی چیز ملی ہے"۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا تھا کہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت بھیجتا ہے اور اس سے خشک زمین میں طراوت پیدا ہوتی ہے اور اس میں طرح طرح کی سبزیاں، گھاس، پھل، پھول نکلنے لگتے ہیں۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ بارش تو ساری زمین کے لیے رحمت ہے جس میں اسے زندگی دینے والی طاقت موجود ہے۔ لیکن اس میں زمین کی استعداد کو بھی دخل ہے۔ اچھی زمین کو بارش کا فائدہ زیادہ پہنچے گا اور اس میں سے اس کی استعداد کے مطابق سبزیاں، ترکاریاں، کام کی گھاس، پھل پھول والے درخت اور پودے اگیں گے۔ لیکن اگر زمین خراب ہوئی مثلاً کھاری یا پتھریلی تو اسے بارش سے کوئی زیادہ فائدہ نہ ہوگا اوّل تو اس میں کچھ اگے گا ہی نہیں اور اگر اُگا تو بہت مشکل سے تھوڑا سا برائے نام اور وہ بھی زیادہ تر بیکار جھاڑ جھنکار۔

ارشاد ہے کہ پاک صاف ستھری زمین میں بارش کے اثر سے خوب سبزہ اگتا ہے۔ پھل اور پھول والے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے ہرے بھرے کھیت آنکھوں کو تر و تازہ کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے اذن اور اجازت سے ہوتا ہے لیکن اگر زمین نمکی ہے، شور یا پتھریلی ہے تو اس میں سے بہ مشکل کبھی کچھ اگا تو اگا۔ ورنہ بنجر پڑی رہتی ہے اور بارش کا پانی اس کے کچھ کام نہیں آتا، اِدھر اُدھر بہہ جاتا ہے یا اندر ہی اندر غائب ہو جاتا ہے یا دلدل بن کر سڑتا ہے۔ ہمارے سمجھانے کا طریقہ یہی ہے کہ اپنی آیتوں کی شکل اور عبارتیں بدل بدل کر بار بار بیان کرتے ہیں، تاکہ سمجھ دار شاکر لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں ؛

Marfat.com

پچھلے دو سبق

اس رکوع میں اللہ کو پہچاننے اور اس کی عبادت کے طریقے کا بیان ہے۔ پہلی تین آیتوں میں انسان کی توجہ ان چیزوں کی طرف دلائی گئی ہے جو زمین سے اوپر ہیں اور جن میں سے کچھ آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ اور کچھ آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ جہاں ہماری معمولی نظر کام نہیں کرتی۔ انسان مدتوں سے ان کی چھان بین میں لگا ہوا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں دریافت کر لیں جن سے اس کی نظر بہت زیادہ دور تک پہنچ سکتی ہے۔ ان اوپر والی چیزوں کو کائنات الجو کہتے ہیں۔ جو کچھ معمولی نگاہ سے نظر آتا تھا۔ وہی عقل کو حیران کرنے کے لیے کافی تھا۔ اب جو دوربینوں اور خوردبینوں سے نظر آنے لگا ہے۔ وہ تو حیرت انگیز کیا دہشت انگیز ہے۔ سمجھدار لوگوں کو اللہ پر اور اس کی قدرت کاملہ پر اعتقاد ان نئے انکشافات کے ساتھ ہر لحظہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس بات کا یقین زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ واقعی قرآن حکیم کا یہ ارشاد کہ کائنات الجو کا مطالعہ اللہ پر ایمان قوی کر دیتا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ کائنات الجو بجائے خود معرفت الٰہی کا ذریعہ تو ہیں ہی لیکن یہاں اس انتظامی اثر کی طرف توجہ دلانی زیادہ مقصود ہے جو وہ زمین پر ڈالتی ہیں۔ چونکہ انسان کا رہنا سہنا زمین پر ہے۔ اس لیے یہ چیز زمین پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔ وہ اس کے لیے اس کے رب کی رحمت کا ظہور ہے۔ ان کے پہچاننے سے اپنے رب کی شکرگذاری کا احساس پیدا ہوتا ہے جو بندوں کو اپنے آقا کی فرمانبرداری کی طرف مائل کرتا ہے۔

اس کے بعد کی دو آیتوں میں ان رحمتوں کا بیان ہے جو اللہ نے خاص زمین پر اپنے بندوں یعنی بنی نوع انسان کے فائدہ کے لیے نازل کی ہیں اور جن کو وہ ذرا سی توجہ سے بخوبی سمجھ سکتا ہے اور جب سمجھ لے گا تو ضرور ہے کہ ان کے لیے اپنے رب کا شکرگذار ہوگا اور یہ شکرگذاری ہی اس کی نجات کا باعث ہے۔ ان رحمتوں کے دو پہلو ہیں:

(۱) ظاہری اور (۲) باطنی

(۱) ظاہری پہلو تو یہ ہے کہ خوشگوار موسمی ہوائیں چل کر بادلوں کو ادھر ادھر سے گھیر گھار کر اٹھا کر لاتی ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انہیں اکٹھا کرتی ہیں۔ ان بادلوں میں سے پانی برستا ہے۔ وہ جب زمین پر پڑتا ہے۔ تو مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ سبزہ نمودار ہونا شروع ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ درختوں میں پھول پھل آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور تھوڑے دنوں میں پھلوں، غلوں اور میووں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ اور انسان کی بدنی آسائش کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ بارش کائنات الجو کے مفید اثرات سے ہوتی ہے اس سے زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور اس کی پیداوار سے انسان کا بدن جو زمین ہی سے بنا ہے نشو و نما پاتا ہے۔

(۲) باطنی پہلو کی طرف اشارہ اس ارشاد میں موجود ہے کہ زمین ہی کی طرح ہم مُردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں۔

انسان بدن اور روح کا مجموعہ ہے اور روح اصل زندگی ہے اس کے زندہ کرنے کا سامان فرشتے، رسول، نبی اور اللہ کی کتابیں ہیں ان کے ذریعے ہدایتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے جیسے اچھی زمین بارش سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح اچھا آدمی ہدایت کی بارش سے فائدہ اٹھاتا ہے اور بُرا آدمی ناقص زمین کی طرح محروم رہ جاتا ہے۔

Marfat.com

نوح علیہ السلام

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف پس اس نے کہا
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
نہیں میں تم پر خوف کرتا ہوں ایک بڑے دن کے
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ
عذاب سے اس کی قوم کے سردار بولے ہم
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾
تجھ کو صریح بہکا ہوا دیکھتے ہیں

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا پس اس نے کہا
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود
غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
نہیں میں تم پر خوف کرتا ہوں ایک بڑے دن کے
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ
عذاب سے اس کی قوم کے سردار بولے ہم
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾
تجھ کو صریح بہکا ہوا دیکھتے ہیں

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ انسان کی ظاہری و جسمانی زندگی کے لیے ہم نے زمین کو بارش کے ذریعے زندہ کرنے کا انتظام کیا ہے تاکہ اس میں سے سبزی پھل وغیرہ پیدا ہوں اور انسان کے بدن کے لیے غذا میسر ہو یہاں سے اس کا بیان شروع ہوتا ہے کہ اسی طرح ہم نے اس کی باطنی و روحانی زندگی کے لیے بھی انتظام کیا ہے۔ اور رسولوں کے ذریعہ اپنے پیغامات انسانوں کے پاس بھیجے ہیں جو اس کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے بارش کی طرح ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے روح ویسی ہی سرسبز اور ہری بھری ہو جاتی ہے جیسے مینہ سے زمین ہوتی ہے لیکن بعض دل بالکل بنجر زمین کی طرح ہوتی ہیں کہ ان کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ارشاد ہے کہ ایک زمانے تک حضرت آدمؑ کی اولاد جن کو ان کی بیوی سمیت زمین پر بسنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ ٹھیک انہی کے بتائے ہوئے قاعدوں پر چلتی رہی لیکن ایک مدت کے بعد لوگ اس راستہ سے بچل گئے۔ تو ہم نے حضرت نوحؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر ان کے پاس بھیجا اور انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ دیکھو عبادت فقط اللہ کی کرنی چاہیے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اگر تم نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بنایا تو مجھے خوف ہے کہ قیامت کے دن جو بڑے معرکے کا دن ہے تم دکھ درد سے بھرا ہوا عذاب بھگتو گے۔ یہ سن کر ان کے بڑے بڑے معزز اور مال دار لوگ بولے اے نوحؑ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) تیری عقل جاتی رہی ہے کیونکہ ہم گمراہی کی صاف صاف نشانیاں تیرے اندر پاتے ہیں مفسر لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو بتا دیا تھا۔ کہ ہمیں شیطان نے جنت سے نکلوا دیا ہے اور ہم سے اللہ نے کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے دنیا میں مجھے پہچان کر فقط میری عبادت کی اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا۔ تو مرنے کے بعد قیامت کے دن تمہارا حساب کر کے کامیاب لوگوں کو جنت میں پھر داخل کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کے دو رکن اصلی توحید اور آخرت کا یقین ہیں۔

اولاد آدمؑ توحید پر بہت دن قائم رہی۔ اور ان میں بڑے مرتبہ والے لوگ پیدا ہوئے لوگ ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ مرنے کے بعد ان کی بت بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے۔ اس لیے ان کو سمجھانے کے لیے حضرت نوحؑ کو بھیجا گیا۔

Marfat.com

نوح علیہ السّلام کا جواب

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
اس نے کہا اے میری قوم نہیں میرے پاس گمراہی لیکن میں
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ
بھیجا ہوا ہوں منجانب رب العلمین کے پہنچاتا ہوں تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ
پیغامات اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تم کو اور جانتا ہوں
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
اللہ کی طرف سے جو نہیں تم جانتے

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
بولا اے میری قوم میں ہرگز نہیں بہکا لیکن میں جہان
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ
کے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں پہنچاتا ہوں تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ
پیغام اپنے رب کے اور تم کو نصیحت کرتا ہوں اور اللہ کی
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

ارشاد ہے کہ نوحؑ نے ان سے کہا نہ میری عقل میں فتور ہے اور نہ میں سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہوں۔ بات اتنی ہے کہ میں تمام جہانوں کے پالنے والے کا ایلچی ہوں۔ وہی تمہارا بھی رب ہے اور وہی میرا بھی۔ میں اپنے رب کے پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں۔ دل سے چاہتا ہوں کہ تمہاری حالت درست ہو اور تم تباہی اور بربادی سے بچ جاؤ۔ مجھے اللہ نے ایسی باتیں بتادی ہیں جن سے تم ناواقف ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کے جواب سے چند بڑی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ کا رسول ایسی باتیں بتاتا ہے جو ان لوگوں کی سمجھ میں جو دنیا کے غلط رسم و رواج میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کے دلدادہ ہیں نہیں آتیں۔ ان میں سے بہت سی باتیں انہیں اپنی موجودہ مصلحتوں کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کی بنا ایسی دور اندیشی پر ہوتی ہے جس سے یہ تنگ نظر لوگ عاری ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ رسولوں کی بابت فیصلہ کر دیتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

۲۔ رسول کی بتائی ہوئی باتیں سمجھنے کے لیے گو اکثر لوگوں کی سمجھ کافی نہیں ہوتی۔ لیکن ہر شخص غور کر کے خود ان کی ذات میں کچھ ایسی خوبیاں دیکھ سکتا ہے۔ جو اس بات کے یقین دلانے کے لیے کافی ہوتی ہیں کہ ایسا شخص کبھی جھوٹا اور فریبی نہیں ہو سکتا۔ رسول کا عمل اور برتاؤ ایسا ہوتا ہے کہ جس سے ہر شخص بشرطیکہ انصاف سے کام لے اس کے سچے ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔

۳۔ رسول کی پہچان چند باتوں سے ہوتی ہے:

اوّل: یہ کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں جو سب کا پالنے والا ہے اس لیے اس کے اخلاق سب سے بلند ہوتے ہیں۔

دوسرے: وہ لوگوں سے ایسی باتیں کہتا ہے جو سب کے فائدے کی ہوتی ہیں ان میں خود غرضی کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ لوگوں سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتا ہے۔

تیسرے: اس کی تعلیم میں انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

چوتھے: وہ کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کو خود اللہ ایسی باتیں سکھا دیتا ہے جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتیں جس میں یہ باتیں ہوں۔ اس کی ہدایت پر یقین کرنا چاہیئے اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

پیغمبر بھی بشر ہے

وَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
اور کیا تم کو تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا
ایک مرد کی زبانی جو تمہیں میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈرا دے اور تاکہ تم پرہیز کرو

وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور توقع ہو تم پر رحم کیا جائے

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
کیا تم کو تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی

عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا
ایک مرد کی زبانی جو تمہیں میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈرا دے

وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحم ہو

ذِکْرٌ یاد دلانی، ذکر کے معنی یاد دلانا ہیں۔ اور اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کے ذریعے کوئی بات یاد دلائی جائے۔ جیسے زبانی بات یا خط وغیرہ قرآن مجید بھی ایک ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں جو اس کے پیغمبر انسانوں کے پاس لے کر آئے ہیں سب ذکر ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ وہ باتیں یاد دلائی جاتی ہیں۔ جن کے کرنے کا پیدائش سے پہلے ہی، انسان اللہ سے وعدہ لے چکا ہے۔ اور جن میں سراسر اس کی بھلائی ہے۔

لَعَلَّ رجاء یہ لفظ کسی بات کے ہونے کی قوی امید ظاہر کرتا ہے جسے توقع کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کے بعد اپنے کام کی غرض وغایت بیان فرماتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ نوح نے اپنی قوم سے پوچھ کیا تم مجھے جھوٹا کہتے ہو اور اسے ایک اچنبھے کی بات سمجھتے ہو کہ تم ہی جیسے ایک انسان پر تمہارے رب کی طرف سے وحی بھیجی جائے اور وہ انسان ہو بھی تم ہی میں سے ایک۔ اور وحی کی غرض یہ ہو۔ کہ تم کو اس کے ذریعے رسول انسانیت کے غلط راستہ اختیار کرنے کے انجام سے ڈرائے اور تم ڈر کر تمام برے کاموں سے بچنے لگو۔ اور پھر اس بات کی قوی امید ہو جائے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

دنیا میں رسولوں کے آنے کی غرض اس آیت میں صاف بیان کر دی گئی ہے۔ رسول کا کام یہ ہے کہ اللہ کا پیغام لے کر انسان کے پاس آئے۔ اور وہ خود بھی انسان ہو۔ رسول کی جسمانی اور روحانی قوتوں میں ایسا اعتدال اور توازن ہوتا ہے کہ اس کی بدولت وہ دوسروں کو ہدایت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ اعتدال اور توازن رسول میں فطری اور پیدائشی ہوتا ہے اس میں اپنی کوشش اور کسب کو دخل نہیں۔

رسول اچھے اخلاق کا دنیا کے انسانوں کے لیے نمونہ ہوتا ہے۔ جو کام انسانوں کے لیے نقصان دہ ہیں رسول ان کے پاس بھی نہیں گذرتا۔ اس کا کام ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ انسانوں کو برے کاموں کے نتیجوں سے ڈرائے۔

آدمی کو برا کام کرنے سے وہی آدمی منع کر سکتا ہے جو خود اس سے بچتا ہو۔ ورنہ اس کے اپنے کام اس کی باتوں کو جھٹلا دیں گے۔ پھر اس کے قول کا اثر کیا ہوگا۔ رسول کے ڈرانے سے سمجھ دار لوگ ضرور برے کاموں سے بچنا شروع کر دیں گے۔ اور اللہ کی رحمت کے مستحق ہو جائیں گے۔ غرض اللہ کی رحمت کی نشانی یہ ہے کہ ہر طرف امن وامان قائم ہو اور ہر انسان کا دل مطمئن ہو۔ کوئی کسی کو نہ ستائے۔ لوگ نیک کام کر کے خوش ہوں اور نیک بننے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

Marfat.com

ناسمجھوں کا انجام

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي
پس جھٹلایا انہوں نے اس کو پس بچا لیا ہم نے ان کو اور جو اس کے ساتھ تھے
الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
کشتی میں اور ڈبو دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے
بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ (۶۴)
ہماری آیتوں کو بیشک وہ تھے لوگ عقل کے اندھے

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي
پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو پھر ہم نے اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ
الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
تھے کشتی میں بچا لیا اور ان کو غرق کر دیا جو جھٹلاتے تھے
بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ (۶۴) ع ۸ ۶ ۱۵
ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ اندھے تھے

عَمِيْنٌ (اندھے) عَمْيٌ کی جمع ہے جو صفت مشبہ ہے۔ اس کا مادہ ع م ی ہے جس کے معنی ہیں اندھاپن۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ آنکھوں کے اندھے کو اعمیٰ اور دل کے اندھے کو عَمِیَ کہتے ہیں۔ دونوں کا مادہ ع م ی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا کہ اپنے رب کو پہچانو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی کو تمہارے کاموں کے بنانے سنوارنے اور آفتوں کے ٹالنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ ان کے بڑے بڑے لوگوں نے کہا تو یہ کہا کہ ہم دوران کے خلاف باتیں کرنی گمراہی کی نشانی ہے۔ ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ تو گمراہ ہے۔ ہم تیری بات کیسے مان سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کو برا بھلا کہنا اور ستانا شروع کر دیا۔ افترا پرداز اور جھوٹا تک کہنے لگے آخر ان کا انجام جو کچھ ہوا اس کو مختصر طور پر یہاں بیان کیا گیا ہے۔ زیادہ تفصیل سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں آئے گی۔

ارشاد ہے کہ نوح کی قوم نے اس کو جھوٹا ٹھہرایا۔ انجام یہ ہوا کہ ہم نے نوح اور ان کے ماننے والوں کو کشتی کے ذریعے بچا لیا اور باقی لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا طوفان بھیج کر غرق کر دیا۔ یہ لوگ بالکل ناسمجھ تھے۔

اس کائنات کے خالق اور اس کے رب نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کے لیے کچھ قاعدے مقرر کر دیئے ہیں جن کے مطابق اس کے حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ زمین کائنات کا ایک حصہ ہے اس کے اردگرد اور خود اس کے اندر بے شمار قوتیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعتدال قائم رہے تو زمین کی حالت ٹھیک رہتی ہے اور اگر کوئی قوت یا اس کا کوئی جز مجموعہ پر غالب آ جائے خواہ پانی کا یا ہوا کا طوفان۔ زلزلے زمین کے کسی حصہ کا پانی میں غرق ہو جانا۔ پانی کا خشکی خشکی کا پانی بن جانا۔ زمین کا دھنس جانا وغیرہ آفتیں برپا ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ کے رسول اور اس کی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ کسی بڑی آفت کے آنے سے بہت پہلے اللہ اپنا رسول اور کتاب بھیج کر انسانوں کو خبردار کر دیتا ہے کہ اگر اس آفت سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو میری بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کرو۔ میں اپنی رحمت سے تمہیں بچا لوں گا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے۔ ان کے ذریعے ہمیں قیامت تک کے لیے بتا دیا گیا ہے۔ کہ اللہ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق عمل کرنے سے ایسی مصیبتوں سے جو زمین پر آتی رہتی ہیں محفوظ رہو گے اور اگر اس کو چھوڑ دیا تو پھر دل کی پریشانی۔ ڈر۔ خوف۔ بے اطمینانی ان کو اور بھی بھیانک بنا دیں گی۔ اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کو اپنی تدبیر سے نہیں بچا سکتا۔

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السّلام

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ
اور طرف عاد کے ان کے بھائی ہود کو کہا اس نے اے میری قوم
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ
بندگی کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود سوا اس کے
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۶۵) قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ
پس نہیں ڈرتے تم کہا سرداروں نے جو
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ
کافر تھے اس قوم میں سے تحقیق ہم البتہ دیکھتے ہیں تجھ کو
سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ
بے وقوفی میں اور ہم البتہ گمان کرتے ہیں تجھ کو
الْكٰذِبِیْنَ (۶۶)
جھوٹوں میں سے

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ
اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا بولا اے میری قوم
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ
اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۶۵) قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ
سو کیا تم ڈرتے نہیں اس کی قوم میں سردار جو
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ
کافر تھے بولے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو
سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ
عقل نہیں اور ہم تجھ کو گمان کرتے ہیں
الْكٰذِبِیْنَ (۶۶)
جھوٹوں میں سے

عَادٍ: یہ ایک بڑی زبردست طاقتور قوم کا نام ہے۔ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد تھے اور یمن کے اندر احقاف کے علاقہ میں سکونت رکھتے تھے۔

هُوْدٌ: یہ اللہ کے رسول ہیں اور ارم کی اولاد سے ہیں۔ اس لیے یہ عاد کے جدّی بھائی ہیں۔

عاد بڑے فسادی لوگ تھے۔ بڑے قدآور اور طاقتور تھے اور کمزوروں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ ان سے بڑی محنتیں لیتے تھے اور ان سے غلاموں کا سا سلوک کرتے تھے اور ان کو جانوروں کی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت ہودؑ نے ان کو سمجھایا کہ اپنی طاقت اور اپنے تن و توش پر اس قدر اترانا فضول ہے۔ اللہ تم سے زیادہ طاقتور ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ ان لوگوں میں بتوں کی پوجا رواج پا گئی تھی۔ اور ہر کام کا ایک الگ دیوتا تھا۔ کوئی دولت کا، کوئی قوت کا، کوئی عزت خوشی، شفا، تندرستی وغیرہ کا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اس لیے اسی کی عبادت کرو۔ اور کمزوروں کو اپنی طرح کا انسان سمجھو۔ ان کو کسی طرح نہ ستاؤ۔ مگر انہیں اپنی دولت اور بدنی طاقت پر غرور تھا انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔ ارشاد ہے کہ ہم نے عاد کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لیے ہودؑ کو اپنا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا۔ اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم بت پرستی سے باز آؤ۔ تمہارے پاس دولت، قوت، صحت، عزت جو کچھ ہے۔ یہ سب ایک اللہ کی عطا ہے۔ اس کے سوا کوئی کچھ دینے والا نہیں ہے۔ یہ جو تم نے دیوتا بنا رکھے ہیں۔ انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ قدرت۔ بے جان چیزوں کے بڑے بڑے نام رکھ لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ سوا اللہ کے تمہارا کوئی معبود نہیں اس لیے اسی کی پرستش کرو۔ اسی کے آگے جھکو۔ اسی سے مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ کیا تم بری باتوں سے بچنا نہیں چاہتے اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اس کے غضب سے نہیں ڈرتے۔ یہ سن کر قوم عاد کے اونچے طبقے کے لوگوں نے جن کی وجہ سے بت پرستی کا رواج قائم تھا جواب دیا کہ اے ہود! تو تو بالکل عقل سے خالی معلوم ہوتا ہے کہ جمے جمائے سمرو [illegible] کو مٹانا اور ایک انوکھا طریقہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات جو تو پیش کر رہا ہے بالکل جھوٹی نظر آ رہی ہے۔

Marfat.com

ہود علیہ السلام کا جواب

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
کہا اے میری قوم نہیں مجھ میں بے عقلی لیکن میں
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ
بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
پیغامات اپنے رب کے اور میں تمہارے لیے خیرخواہ ہوں
اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ
اعتماد کے لائق کیا عجب جانا تم نے کہ آیا تمہارے پاس
ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
ذکر تمہارے رب کی طرف سے اوپر ایک آدمی کے تمہیں میں سے
لِيُنْذِرَكُمْ ط
تاکہ ڈراوے تم کو

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
بولا اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ
پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تم کو پہنچاتا
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیرخواہ ہوں
اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ
اور اعتماد کے لائق کیا تم کو تعجب ہوا کہ تمہارے پاس
ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے
لِيُنْذِرَكُمْ ط
تھا تاکہ تم کو ڈراوے

عاد کی قوم نے حضرت ہود علیہ السلام پر دو الزام لگائے ایک تو یہ کہ جو تم کہتے ہو یہ کوئی عقل کی بات نہیں۔ ان کے نزدیک یہ بات عقل کے خلاف تھی کہ جو رسم و رواج قائم ہو چکے ہیں اس کے خلاف کوئی بات پیش کی جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی سب سے الگ ہو تو ایسی بات تو کہے جس کو سچ [illegible] اور محض دعویٰ بلا دلیل تو جھوٹا سمجھا جانے کے قابل ہے۔ ان الزاموں کا جواب حضرت ہودؑ دیتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ ہودؑ نے کہا کہ تم جو مجھے اس بنا پر کہ میں سب سے انوکھی بات کہتا ہوں بیوقوف ٹھہراتے ہو تو میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ میں تمام جہانوں کے پالنے والے کا پیغام تمہارے پاس لایا ہوں۔ جو اس نے تم تک پہنچانے کے لیے مجھے دیا ہے وہ تمہیں پہنچاتا ہوں یہ بیوقوفی تو جب ہوتی جب میں اپنی طرف سے کسی اپنی غرض کے لیے نئی بات گھڑ کر کہتا اور تم جو اس دعویٰ میں مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ میں ہمیشہ تمہارا خیرخواہ رہا ہوں اور اب بھی وہی بات کہتا ہوں [illegible] مجھے تمہارا بھلا نظر آتا ہے پھر یہ بھی کہا ہے کہ میں نے کبھی دھوکا نہیں دیا کبھی تمہارے ساتھ بے وفائی دغا یا خیانت نہیں کی تمہارا اعتماد ہمیشہ مجھ پر قائم رہا تم جانتے ہو کہ میں تمہیں دھوکہ دے کر اپنا کام نکالنے کا عادی نہیں ہوں پھر تمہیں اس بارے میں مجھ پر شبہ کیوں ہوتا ہے کہ میں تمہیں جھوٹ بول کر دھوکا دے رہا ہوں۔ کیا تمہیں تعجب ہوتا ہے کہ تمہارا رب تمہیں میں سے ایک آدمی کو منتخب کر کے اس کے ذریعے تمہیں تمہاری بھولی ہوئی باتیں یاد دلائے اور اس کے حکم کی تعمیل کر کے تمہیں ڈراوے کہ عذاب الٰہی سے بچنے کی تیاری کر لو۔ ورنہ غافل لوگوں کے لیے عذاب آنے کے بعد کوئی جائے پناہ نہیں ہے اور نہ انہیں کوئی بچا سکتا ہے بچتے صرف وہی ہیں جو اللہ کی ہدایتوں کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان سے تقریباً وہی کہا جو حضرت نوحؑ کی قوم نے حضرت نوحؑ سے کہا تھا۔ اور حضرت ہودؑ کے جواب بھی قریب قریب وہی ہیں جو حضرت نوحؑ کے تھے بلکہ آج تک رسولوں کے اوپر وہی پرانے اعتراضات کیے جاتے ہیں اور ان کے جواب اس وقت بھی وہی ہیں جو اس وقت تھے۔

Marfat.com

قومِ نوحؑ سے سبق

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ
اور یاد کرو جب کر دیا تم کو با اقتدار پیچھے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ
نوح کی قوم کے اور بڑھا دیا تم کو بناوٹ میں فراخی کے اندر
فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
پس یاد کرو نعمتیں اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ
قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ
کہنے لگے کیا تو آیا ہمارے پاس اس لیے کہ ہم پوجیں اللہ کو فقط اور
نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا
چھوڑ دیں جو تھے پوجتے ہمارے باپ پس لے آ تو وہ چیز جس کی
تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾
دھمکی دیتا ہے تو ہمیں اگر ہے تو سچے آدمیوں میں سے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ
اور یاد کرو جب کہ تم کو نوحؑ کے پیچھے سردار
قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ
کر دیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ زیادہ کر دیا
فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
سو یاد کرو اللہ کے احسان کو تاکہ تمہارا بھلا ہو
قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ
بولے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس اس لیے تاکہ ہم اکیلے اللہ کی بندگی کریں
نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا
اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے۔ پس تو لے آ ہمارے پاس
تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾
جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے

خُلَفَآءَ جانشین خلیفہ کی جمع ہے پہلے کئی جگہ آچکا ہے۔ خلف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جانشین ہونا اور یہ عزت کی نشانی ہے اس لیے اس کا ترجمہ با اقتدار اور سردار کیا گیا ہے۔

بَصْۜطَةً (پھیلاؤ) اصل میں بسطۃ ہے یہ لفظ سورۃ البقرۃ میں آچکا ہے اس کا مطلب ہے چوڑان، چکلان، لمبان، انچان میں پھیلاؤ۔

اٰلَآءَ (نعمتیں) یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس کا مفرد اِلٰی یا اَلٰی ہے نعمت، احسان، فضل۔

تَعِدُ (وعدہ کرتا ہے) مضارع کا صیغہ ہے اور وَعْدٌ سے بنا ہے وعد کے معنی ہیں کسی سے کہنا کہ تجھے فلاں چیز ملے گی بھلی ہو یا اچھی۔

اس آیت میں حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کے پہچاننے کا اور اس کی فرمانبرداری کرنے کا ایک سہل طریقہ بتلاتے ہیں اور درحقیقت اس جواب میں ہر زمانے کے انسانوں کے لیے توحید کی طرف رہنمائی ہے اور اس کو قرآن حکیم نے ہمیشہ کے لیے دنیا میں حضرت ہودؑ کے ذکر کے ضمن میں قائم کر دیا ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا یہ بات یاد کرو کہ تم سے پہلے دنیا میں نوحؑ کی قوم سب سے زبردست تھی آج اس کی جگہ تم کو انہی کی سی عزت اور قوت دے کر زمین کا حاکم مقرر کیا ہے بلکہ تم کو تن و توش اور دماغی اور بدنی قوت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر بنایا ہے۔ سوچو کہ یہ نعمتیں اور فضیلتیں جو تم کو عطا ہوئی ہیں۔ یہ کس نے دی ہیں۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ اللہ نے دی ہیں اور اس بات کے اقرار کرنے میں ہی انسان کی کامیابی اور فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔ قوم نے یہ سن کر کہا اے ہود! کیا تم ہمارے پاس یہی کہنے کے لیے آیا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ کر فقط ایک اللہ کی پوجا کریں۔ یہ تو ہم سے نہیں ہوگا جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ اگر تو سچا ہے تو جا اس کو ہمارے سر پر لے آ ہم تو تیری باتیں مانتے نہیں۔ جو تیرا جی چاہے وہ کر۔

Marfat.com

حضرت ہودؑ کا آخری جواب

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ

کہا واقع ہو چکا ہے تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب

وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ

اور غضب کیا جھگڑتے ہو تم مجھ سے ان ناموں میں

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ

کر رکھ لیا ہے ان کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

اللہ نے ان کی کوئی دلیل پس انتظار کرو میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ

کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واقع

وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ

ہو چکا ہے مجھ سے ان ناموں پر جو تم نے اور تمہارے باپ

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ

دادوں نے رکھ لیے کیوں جھگڑتے ہو ان کی اللہ نے

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

کوئی سند نہیں اتاری سو منتظر رہو میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

تمہارے ساتھ منتظر ہوں

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو ہر طرح سمجھایا اور اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ دیکھو تم توانا اور تندرست ہو۔ تمہارے پاس زندگی کی ضرورتیں پوری کرنے کا سامان بافراط موجود ہے۔ بدنی قوت میں اور ڈیل میں تم سب سے بڑھے ہوئے ہو۔ غرض کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ آرام اور تندرستی کیا تم کو تمہارے یہ بت دے سکتے ہیں۔ یہ تو مٹی اور پتھر کی مورتیاں ہیں۔ اگر کوئی ان کو توڑ ڈالے تو ٹوٹ جائیں گی۔ سنو یہ سب چیزیں تم کو اللہ نے دی ہیں اور اسی میں اس قوت اور قدرت ہے۔ ایک بے جان مورت کا نام دیوتا رکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

ان کی قوم نے ان کی بات نہ سنی اور کہا تو یہ کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک ان دیکھے معبود کی پرستش نہیں کر سکتے۔ اگر تو ہمیں عذاب سے ڈراتا ہے تو جو اپنا وہ عذاب لے آ ہمیں بھی دیکھنا ہے تو کیسا عذاب لاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت ہودؑ نے فرمایا۔ دنیا میں بے شمار قومیں اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ ان کے اثر سے آندھیاں۔ طوفان۔ زلزلے وغیرہ آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ عنقریب دنیا میں سخت آندھی کا طوفان آنے والا ہے۔ تمہارے انکار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس آفت میں پھنس کر رہو گے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ تمہارا کفر و عناد اس بات کی نشانی ہے کہ تمہارا رب اس عذاب اور غضب میں تم کو پھنسانے اور غارت کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ بھلا اس نادانی کا کوئی ٹھکانا ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک مورت گھڑ لی۔ اور کہہ دیا کہ یہ ہمارا رزق تندرستی مال عزت وغیرہ دینے والا دیوتا ہے۔ کیا تمہارے بزرگوں کے تمہارے نام رکھ دینے سے یہ مورتیں واقعی ایسی ہی ہو جائیں گی۔ جیسا تم کہتے ہو اللہ نے تو اس کی کوئی سند یا دلیل نہیں دی۔ پھر ان کے نام مقرر کر کے انہیں اللہ کے مقابلے میں لاتے ہو۔ اور ان کی پوجا پاٹ کرتے ہو اور میں جو تمہیں اس حماقت سے روکتا ہوں۔ تو مجھ سے ان کی حمایت میں جھگڑتے ہو بھلا کہاں وہ زبردست قدرت والا اللہ اور کہاں یہ مٹی کے کھلونے اتنی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی اور عذاب بھگتنے کے لیے تیار ہو گئے ہو اگر یہی لچھن ہیں تو عذاب آ کر رہے گا۔ اس کا انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ مگر مجھے میرا رب اس سے بچا لے گا۔

Marfat.com

نافرمان تباہ ہو گئے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
پس نجات دی ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے ساتھ رحمت کے
مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ
اپنی طرف سے اور کاٹ دی جڑ ان کی
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا
جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور نہ تھے وہ
مُؤْمِنِيْنَ ۷۲

ایمان والے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
پھر ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے
مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ
بچا لیا اور جو ہماری آیتوں کو
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا
جھٹلاتے تھے اور نہیں مانتے تھے ان کی
مُؤْمِنِيْنَ ۷۲ ع ۹ ع ۱۶

جڑ کاٹی

ارشاد ہے کہ جب عاد کی قوم نے اپنے رسول ہودؑ کا کہنا نہ مانا۔ تو مقررہ وقت پر جو آفت آنی تھی وہ آئی ہود علیہ السلام اور جنہوں نے اس کا کہنا مانا تھا بچ گئے۔ باقی سب فنا ہو گئے ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ اور اس کے ساتھیوں کو اس آفت سے محفوظ رکھا اور جو ہماری نشانیوں کو دیکھ کر ان کا یقین نہ کرتے تھے ہمیں اپنا واحد معبود نہ مانتے تھے اور شرک میں مبتلا تھے۔ ان کو جڑ سے کھود کر پھینک دیا۔

دنیا میں کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہتی ہے۔ کوئی معمولی ہوتی ہے کوئی زبردست۔ آندھی، طوفان، زلزلے وغیرہ معمولی حادثے ہیں۔ جو طبعی قوتوں کی باہمی کشمکش سے ہوتے ہیں۔ انسان اگر ان سے بچنے کا سامان وقت سے پہلے نہ کرے۔ تو بالکل بے جان چیزوں کی طرح ان کی لپیٹ میں آکر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے انسان کو عملی تدبیریں اختیار کرنی لازم ہیں۔ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے۔ کہ طبعی قوتوں کے باہمی ٹکراؤ سے یا ایک خاص طریقے کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے سے ہولناک حادثے پیدا ہونے ضروری ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انسان کو ان سے محفوظ رہنے کے طریقے عقلمند لوگ وقتاً فوقتاً سمجھاتے رہتے ہیں۔ مگر ان سب میں پختہ بات ان کی ہوتی ہے جن کو رسول کہتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ انسان کے دل کو مضبوط کریں تاکہ وہ مصیبت کے وقت گھبرا نہ جائے وہ بتلاتے ہیں کہ اللہ عزوجل پر ایمان لانا اور اس کی رحمت پر پورا بھروسہ کرنا اصل چیز ہے۔

جو آدمی اللہ پر اعتماد نہیں رکھتا۔ اور ایمان و یقین سے محروم ہے۔ اور اس کی بجائے اپنی قوت اور اپنے لوگوں۔ ساتھیوں۔ عمارتوں۔ قلعوں، ہتھیاروں وغیرہ ظاہری ساز و سامان پر بھروسا کرتا ہے۔ اور رسولوں کے سمجھانے اور ان کی ہدایتوں پر نہیں چلتا۔ وہ نہ دنیا کی زبردست آفتوں سے بچ سکتا ہے۔ اور نہ مرنے کے بعد چین سے رہ سکتا ہے یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کے اپنے غلط اعمال جو رسولوں کی ہدایت کے مطابق نہیں ہوتے اس کو آفتوں کا شکار بنا دیتے ہیں اور چونکہ وہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دلی اطمینان سے محروم ہوتا ہے اس لیے اسے آخرت کا چین بھی نصیب نہیں ہوگا۔

پہلی قوموں کے حالات جو قرآن حکیم ہمارے سامنے بیان کرتا ہے اس سے ہمیں یہی سبق سیکھنا مقصود ہے کہ انسان دنیا کی آفتوں اور آخرت کے عذاب سے تبھی بچ سکتا ہے جب رسول کی ہدایت پر چلے اور اس کے سوا اور کوئی صورت بچنے کی نہیں ؛

Marfat.com

ثمود کا حال

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو کہا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں تمہارا کوئی معبود

غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
سوا اس کے تحقیق آچکی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب سے

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا
یہ اونٹنی اللہ کی ہے تمہارے لیے نشانی پس چھوڑ دو اس کو

تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اور نہ چھوؤ تم اس کو بری طرح

فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾
پس پکڑے تم کو عذاب دردناک

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ
اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا بولے

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی

غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
معبود نہیں تم کو تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا
یہ اللہ کی اونٹنی ہے نشانی تمہارے لیے سو اس کو چھوڑ دو

تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اور اس کو بری طرح ہاتھ نہ لگاؤ

فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾
ورنہ تم کو دردناک عذاب پکڑے گا

ثَمُوْدَ : ایک قوم کا نام ہے۔ جو حجاز اور یمن کے درمیان اس علاقہ میں بستی تھی جس کو حجر کہتے تھے۔ قوم عاد کے تباہ ہو جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس قوم کو عروج حاصل ہوا یہ بھی انہیں کی طرح توانا اور تندرست لوگ تھے اور ان میں بھی وہی تمام خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں جو قوت پر مغرور لوگوں میں ہوتی ہیں۔

صَالِحَ : اسی قوم کے ایک نیک نہاد شخص تھے اللہ عزوجل نے ان کو اپنا رسول بنا کر ان لوگوں کے سمجھانے کے لیے مقرر کیا۔

نَاقَةُ اللّٰهِ : (اللہ کی اونٹنی) حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو سمجھایا کہ دولت جماعت اور ساز و سامان پر فخر کرنا درست نہیں اللہ نے تمہیں سرکشی، بت پرستی، جانوروں کی طرح خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔ اور دنیا میں آدمیوں کی طرح رہنے سہنے کے قاعدے تمہارے لیے مقرر کر دیئے ہیں۔ قوم نے یہ سن کر ان کی ہنسی اڑائی کہ اگر اس پہاڑ کے اندر سے ایک اونٹنی ہمارے سامنے نکل آئے اور نکلتے ہی اپنے برابر کا بچہ جنے تو ہم تیری سن سکتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اور اونٹنی پہاڑ میں سے نکلی اور ان کے سامنے اپنے ہی جیسا بچہ جنا۔ حضرت صالحؑ نے اس کو ناقۃ اللہ کہا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے قوم ثمود کو سمجھانے کے لیے انہی کی برادری کے ایک فرد حضرت صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم جو نشانی چاہتے تھے۔ وہ اللہ نے بھیج دی۔ اب تمہیں میری باتوں پر شک و شبہ کی کوئی وجہ نہ ہونی چاہیئے۔ وہ نشانی یہ اونٹنی ہے جو اللہ کی قدرت سے اس پہاڑ سے تمہارے سامنے نکلی ہے اس کو آزادی سے میدانوں میں کھانے پینے دو۔ دیکھو اسے کوئی دکھ درد نہ پہنچے۔ یہ تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے اس کی سلامتی میں ہی تمہاری سلامتی ہے۔ اگر اس کو ستایا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ تم پر بڑا سخت ہولناک عذاب آئے گا۔

Marfat.com

فساد مت کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

اور یاد کرو جب بنایا تم کو جانشین پیچھے

عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ

عاد کے اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں بناتے ہو

مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ

اس کی نرم جگہوں میں محل اور گھڑتے ہو

الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

پہاڑوں کو گھر کی شکل میں پس یاد کرو نعمتیں اللہ کی

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾

اور مت بگاڑتے پھیلاؤ زمین میں فساد کرکے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

اور یاد کرو جب کہ تم کو جانشین کیا بعد سردار

عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ

اور زمین میں تم کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین

مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ

میں محل بناتے ہو اور تراشتے ہو

الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

پہاڑوں میں گھر سو اللہ کے احسان کو یاد کرو

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾

اور زمین میں فساد مت مچاتے پھرو

بَوَّاَ (ٹھکانا دیا) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تَبْوِئَۃٌ ہے اور مادہ بَوَءٌ۔ بوء کے معنی ہیں واپس آنا، لوٹنا۔ مباءۃ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ تَبْوِئَۃٌ کے معنی ٹھکانا دینا۔ ٹھہرانا۔

سَهْوٌ (نرم جگہیں) سہل کی جمع ہے۔ نرم مٹی کے میدان کو کہتے ہیں۔

قُصُوْرٌ (محل) قصر کی جمع ہے قصر اس پختہ اونچے مکان کو کہتے ہیں جسے ہموار زمین پر چوکور، اینٹوں اور چونے مٹی وغیرہ سے بنایا ہو۔

تَنْحِتُوْنَ (تراشتے ہیں) مضارع کا صیغہ نَحْتٌ سے بنا ہے۔ نحت کے معنی ہیں پتھر کو کاٹ چھانٹ کر تراشنا اور اس سے کوئی چیز گھڑنا۔

لَا تَعْثَوْا (مت بگاڑو) نہی کا صیغہ ہے جو عَثْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چیزوں کو بے تحاشا برباد کرنا۔ بنی باتوں کو بگاڑنا۔ لوگوں کا امن چین برباد کرنا۔ عَثْوٌ فساد کی سخت شکل ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اپنی حالت پر غور کرو۔ تم سے پہلے عاد کی قوم گذر چکی ہے۔ اب ان کے بعد تم نے ان کی جگہ سنبھالی ہے۔ یہ دولت، قوت اور فارغ البالی تم کو کس نے عطا کی ہے۔ یہ اسی اللہ کی مہربانی سے تمہیں ملی ہے جس نے تم سے پہلے عاد کو یہی سب کچھ عطا کیا تھا۔ تم میدانوں میں بڑے اونچے اونچے شاندار محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں محفوظ مکانات بناتے ہو تاکہ موسمی تغیرات سردی، آندھی، طوفان وغیرہ سے ان میں پناہ لو۔ جب اللہ نے تم کو اس قدر قوت، طاقت عطا کی ہے اور اتنا ساز و سامان دیا ہے تو شرطِ انصاف یہ ہے کہ اس کا شکر کرو اور ان چیزوں کو اس کے حکم کے مطابق کام میں لاؤ۔ یہ اس لیے نہیں ہے کہ مسکینوں اور محتاجوں کا حق دباؤ اور اپنے زور اور سامان کے زعم میں کسی کو خاطر میں نہ لاؤ۔ لوگوں کے لیے جینا دشوار کر دو۔ اپنا ہی گھر بھرنے سے کام رکھو۔ مار دھاڑ، پکڑ دھکڑ کر کے لوگوں میں دہشت پھیلاؤ اور اپنی خدمت اور آرام کی خاطر دوسروں کو دبا کر اور لونڈی غلام بنا کر رکھو۔ ان سے محنت مشقت کے کام لو۔ ان کی کمائی سے آپ مزے اڑاؤ اور ان کے آگے جانوروں کی طرح تھوڑا بہت چارہ ڈال کر ڈنڈے کے زور سے ان سے کام لو اور کولہو کے بیل کی طرح ہر وقت چکر میں پھنسائے رکھو۔

Marfat.com

بڑوں کی چھوٹوں سے گفتگو

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
کہا معزز لوگوں نے جو بڑے بنتے تھے اس کی قوم میں سے
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
ان لوگوں سے جو ضعیف بنا دیئے گئے تھے ان سے جو ایمان لا چکے تھے ان میں سے
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
کیا تم جانتے ہو کہ صالح بھیجا ہوا ہے اس کے رب کی طرف سے
قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾
انہوں نے کہا بیشک ہم اس پر جو لایا ہے وہ یقین رکھتے ہیں
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ
کہا ان لوگوں نے جو بڑے درجے کے تھے ہم تو اس چیز کا
اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾
کہ ایمان لائے تم جس پر انکار کرنے والے ہیں

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
اس کی قوم میں جو متکبر سردار تھے غریب لوگوں کو کہ جو ان میں
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
ایمان لا چکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے
قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾
بولے ہم کو تو اس پر جو وہ لے کر آیا یقین ہے
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ
وہ لوگ جو متکبر تھے کہنے لگے جس پر تم کو یقین
اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾
ہے ہم اس کو نہیں مانتے

حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ کی قوم نے تو اپنے رسولوں سے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا تھا۔ پہلی قوم نے تو یہ کہہ کر کہ تو راہ سے بھٹکا ہوا ہے ان کی طرف توجہ نہ دی اور دوسری اپنے رسول کو بے وقوف اور بے عقل بنا کر اپنے کام میں لگی لیکن ثمود نے حضرت صالحؑ سے ایک انوکھی بات طلب کی اور سمجھے کہ یہ اس کو کر نہیں سکے گا اور ہماری جان چھوٹے گی۔ یہ نہ سمجھے کہ انسان کی جان اس دنیا میں آنے کے بعد یوں نہیں چھوٹ سکتی۔ چھوٹنے کی صورت یہی ہے کہ رسولوں کی ہدایت پر چلا جائے۔ اگر رسولوں کو چھوڑ کر اپنے نکالے ہوئے راستوں پر چلا جائے گا۔ تو اس کا خمیازہ دنیا میں بھی دیر یا سویر بھگتنا پڑے گا۔ اور آخرت میں بھی جواب دہی کرنی ہوگی۔ بے وقوفوں نے معجزہ بھی مانگا تو کیا ایک اونٹنی آپ ہی آپ اس پہاڑ میں سے نکل آئے۔ اللہ کی قدرت کے آگے یہ کیا مشکل تھا۔ اونٹنی نکلی اور لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس کا کھلانا پلانا اور حفاظت ان کے ذمے پڑی۔ پہاڑی علاقوں میں چارے پانی کی کچھ ضرورت سے زیادہ افراط نہیں ہوتی۔ اونٹنی سب چٹ کر جاتی اور ان کے اپنے مویشی وغیرہ بھوکے مرتے۔ البتہ مختاجوں کو فائدہ ہوا کہ ان سب کو اونٹنی کا دودھ بافراط ملنے لگا۔

ارشاد ہے کہ بڑے بڑے سرداروں نے عوام کو دیکھا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اور خوشحال ہیں تو ان سے کہا کیا تم صالحؑ کے ساتھ اس دعوے کو سچا سمجھتے ہو کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا پیغامبر ہے۔ وہ بولے اتنا بڑا ثبوت دیکھ کر سمجھ تو تم بھی گئے ہو کہ یہ رسول ہے لیکن تم دھاندلی کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے۔ ہم سچے دل سے اس کی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اور اس کو واقعی اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ اس کا جواب ان سرپھرے سرداروں کو کچھ نہ سوجھا لیکن سرداری کے زعم میں دھونس جمانے کی کوشش کی کہ مانا کرو۔ تمہارے ماننے سے کیا ہوتا ہے جب تک ہم نہ مانیں گے۔ صالح کا کام نہیں چل سکتا سن لو کہ ہم اس کی ہر بات کو نہیں مانتے:۔

Marfat.com

نافرمان بہک گئے

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
پس کاٹ ڈالا انہوں نے اونٹنی کو اور سرکشی کی حکم سے اپنے رب کے
وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ
اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ڈراتا ہے اگر ہے تو
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
رسولوں میں سے پس پکڑ لیا ان کو زلزلے نے
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى
پس ہو گئے اپنے گھر میں اوندھے پس پھیر لی
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ
ان سے اور کہا اے میری قوم تحقیق پہنچا دیا میں نے تم کو پیغام
رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ
اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم نہیں پسند کرتے
النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾
خیر خواہوں کو

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
پھر انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے پھر گئے
وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ
اور بولے اے صالح اگر تو رسول ہے تو لے آ ہم پر جس سے
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
تو ڈراتا تھا پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى
پھر صبح کو اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح ان
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ
سے الٹا پھرا اور بولا اے قوم میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا
رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ
اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کو خیر خواہوں سے
النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾
محبت نہیں

عَقَرُوْا: (کاٹ ڈالا انہوں نے) ماضی کا صیغہ ہے جو عقر سے بنا ہے جس کے معنی ایڑیاں کاٹ ڈالنا ہیں۔ اونٹ کی پچھلی ایڑیاں کاٹتے ہیں۔ کے بعد سینے میں نیزہ مارتے ہیں اور وہ فوراً گر پڑتا ہے۔

عَتَوْا: (سرکشی کی) ماضی کا صیغہ ہے اور عُتُوٌّ سے بنا ہے۔ عُتُوٌّ کے معنی ہیں سرکشی کرنا، نافرمانی کرنا۔

رَجْفَةُ (زلزلہ) اس کے معنی زور سے ہلنا کپکپانا۔ یہاں مراد زمین کا زلزلہ ہے۔ یہ بہت سخت زلزلہ تھا اور اس سے پہلے کڑک کی آواز تھی۔

جٰثِمِيْنَ (اوندھے گرے ہوئے) اسم فاعل جاثم کی جمع ہے جو جثوم سے بنا ہے۔ جثوم کے معنی ہیں۔ زمین پر منہ کے بل نڈھال ہو کر پڑ جانا۔

ارشاد ہے کہ ثمود کی قوم کے بڑے لوگوں نے حضرت صالحؑ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی اور پھر ڈھٹائی سے کہا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اگر تو رسول ہے تو جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا تھا اسے لے آ۔ آخر کار ایک بڑا سخت زلزلہ اور اس کے ساتھ بڑے زور کی کڑک کی سی آواز سنائی دی اور وہ اپنے گھروں میں زمین پر منہ کے بل اس طرح گر پڑے جیسے چوپائے سوتے وقت گردن اور ٹھوڑی زمین سے لگا دیتے ہیں۔ حضرت صالحؑ ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے اور اپنے افسوس کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ "اے میری قوم! میں نے تو تمہیں تمہارے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی میں کوئی کسر نہ رکھی۔ لیکن تم نے اپنے خیر خواہوں کو پہچانا ہی نہیں اور ان کی قدر تو کیا کرتے:

Marfat.com

پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت

اسلام فقط نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے رسمی طور پر ادا کرنے کا نام نہیں ہے۔ اور نہ اسلام کا حق اس سے ادا ہوتا ہے کہ واعظ جیسے چڑھے وعظ کہہ دیں اور عوام سر جھکا کر سنیں۔ اور اس کے بعد دونوں اپنے کام میں جا لگیں۔ برخلاف اس کے اسلام اس کا نام ہے کہ ہر فرد انسان کی بھلائی کے کاموں میں ہر وقت خلوص اور ہمدردی سے لگا رہے۔

پچھلے سبقوں میں تین پرانی قوموں کے حالات آپ نے سنے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان میں کیا برائیاں تھیں جن کو ان کی طرف بھیجے ہوئے رسولوں نے دور کرنا چاہا۔ اور وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے رسولوں کی بات نہ سُنی۔ اور ان کے نافرمان آسمانی اور زمینی آفتوں کا شکار ہوئے۔

تینوں قوموں میں مشترک برائی یہ تھی۔ کہ وہ جسمانی طاقت، مال و دولت اور دوسروں پر حکم چلانے ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے تھے۔ ان کی نظر اس زندگی کے جاہ و جلال سے اوپر نہیں جاتی تھی۔ نتیجہ یہ تھا۔ کہ زبردست لوگ سب کچھ اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے اور زیر دستوں سے محنت سے جی چراتے تھے۔ پھر ان کو تھوڑا بہت برائے نام دے کر ٹرخا دیتے تھے۔ اور ان کے پسینے کی کمائی سے خود گلچھرے اڑاتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم یہ نہ تھی ان کے ہاں ذات پات کوئی وقعت نہ رکھتی تھی۔ انسانوں میں طبقہ بندی کا نام و نشان نہ تھا۔ اور سب لوگ اللہ کو اپنا خالق اور رب مان کر اسی کے آگے جھکتے تھے۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق کام کر کے محنت کی پیداوار کو مل بانٹ کر اپنی اپنی ضرورتوں میں صرف کرتے تھے۔ جب اللہ کو بھول گئے۔ تو اس کی جگہ من مانے معبود بن گئے۔ اور اسی کے ساتھ مساوات رخصت ہوئی۔ اور طبقہ بندی کے ساتھ تو تو میں میں شروع ہو گئی۔ ضرورت کی چیزوں پر قبضہ کر کے بیٹھنے میں مزہ آنے لگا۔ اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا سر وقت عمل دخل ہو گیا۔ زبردست لوگ اونچے درجے کے بن بیٹھے اور سیدھے سادے لوگوں کو نیچے دھکیل دیا۔ رسولوں نے سمجھایا کہ دیکھو دنیا ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ اس میں بڑے بڑے تباہ اور ہلاک کرنے والے حادثے کسی وقت بھی واقع ہو سکتے ہیں۔ اس اڈاٹا تفریط کی زندگی میں تم ان سے بچنے کا کوئی سامان نہیں کر سکتے۔ مال دار اور اپنی شان و شوکت کے چوکیدار اس پر بھڑک اٹھے اور کہا کہ کسی کی کیا مجال کہ ہمارا بال بیکا کر سکے۔ ہمارے پاس قوت ہے۔ سامان ہے۔ تابعدار خدم ہیں۔ ہم ہر ایک حادثے کے لیے تیار ہیں۔ دیکھیں کون ہے جو ہماری طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے۔

آپ نے دیکھا کہ اونچے طبقے والے کیسے اکڑ گئے۔ رسولوں کی بات اگر سنی تو کچھ نیچے طبقے کے غریب اور نادار لوگوں نے سنی۔ تینوں پیغمبروں نے کوشش کی۔ کہ سرکش لوگ اپنی اکڑفوں سے باز آجائیں۔ اور آپس میں بھائی بھائی بن کر آنے والے خطرے سے بچنے کی سب مل کر تیاری کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام جانتے تھے کہ پانی کا زبردست طوفان آنے والا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام آنے والی آندھی سے خبردار تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام زلزلے کی آمد سے واقف تھے۔ لیکن ان سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی۔ اور وہ یہ کہ غرور میں مبتلا لوگ اپنی شیخیاں چھوڑ دیں۔ اللہ کو اپنے سے زیادہ قوت والا مانیں اور سب مل کر اس کی تابعداری میں کوشش کریں۔ تاکہ وہ راضی ہو کر ان لوگوں پر سے عذاب ہٹا دے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جب کوئی بڑی مصیبت آتی ہے۔ تو اس سے پہلے بدکار لوگ غرور میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اور وہ اپنے غرور کی وجہ سے ہی عام لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا یا کسی بات میں برابر کا شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔ اور ان غریبوں کا نبی کے دین کو قبول کر لینا ہی ان کے دین سے دور ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

قومِ لوطؑ کا حال

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ

اور لوط کا ذکر کر جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم آتے ہو

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

بے حیائی کے پاس کہ نہیں پہل کی تم سے اس کے ساتھ کسی نے

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

جہان والوں میں سے

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ

اور لوط کا ذکر کر جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

بے حیائی کرتے ہو کہ جہان میں سے تم سے پہلے اس کو

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

کسی نے نہیں کیا

لوط علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر بت پرست اور بت تراش کو چھوڑ کر عراق سے شام کی طرف ہجرت کر گئے تو ان کے ساتھ حضرت لوط بھی شام چلے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں ذکش ہوئے اور لوط علیہ السلام اردن چلے گئے وہاں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا پیغام دے کر سدوم جو دہیں کے ایک شہر کا نام ہے اور اس کے مضافات کے باشندوں کی طرف بھیجا تاکہ ان کو سمجھا کر ان کی بُری عادت چھڑائیں۔

قومِہٖ۔ اس کی قوم سدوم اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں کے باشندے جنہیں ایک بُرے کام کی عادت پڑ گئی تھی۔

الْفَاحِشَةَ۔ یہ لفظ فحش سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کھل جانا۔ ظاہر ہو جانا اس سے الفاحشۃ اور الفحشاء دو لفظ بنے ہیں۔ جو کھلی ہوئی بے حیائی اور بے شرمی کے کام کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں کھلم کھلا گناہ۔

سدوم والوں میں ایک ایسا گندہ خلاف فطرت اور بے حیائی کا کام عام طور پر پھیل گیا تھا جس کے وہ خود موجد تھے۔ یہ انہوں نے کسی کو دیکھ کر نہ سیکھا تھا کیونکہ ان سے پہلے کوئی اس کا مرتکب نہ ہوا تھا جانور تو اس کے پاس کبھی پھٹکتے ہی نہ تھے۔ کیونکہ وہ اپنی طبعی خواہشوں کو اسی طرح پورا کرتے ہیں جس طرح فطرت نے ان کے پورا کرنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اس کے خلاف وہ سوچ ہی نہیں سکتے۔ البتہ انسان ایک ایسی ہستی ہے، جو فطرت کے طریقے تو رکھتا ہے اس لیے جانوروں کے مقابلے میں اس کی تباہی کے سامان دنیا میں زیادہ ہیں۔ جانوروں کی تباہی تو عموماً بیرونی اسباب اور آفات سے زیادہ ہوتی ہے لیکن انسان کو ختم کرنے کے لیے ان بیرونی اسباب اور آفات کے علاوہ اندرونی آفتیں بھی ہیں جو اس کی طاقتور خواہشوں کی طغیانی کا نتیجہ ہیں۔ آدمی کے جسم میں جتنے حصے ہیں۔ اُن سب کا کوئی نہ کوئی کام ہے جیسے آنکھ کا کام دیکھنا، پاؤں کا چلنا۔ اور فطری طور پر ہر ایک عضو کو اپنا کام کرنے کا شوق دیا گیا ہے۔ سارے اعضاء کے شوق جمع کیے جائیں تو اس مجموعہ کا نام نفس ہوگا۔ نفس اپنا شوق پورا کرنے کے لیے پوری آزادی چاہتا ہے۔ دین اور اخلاق نفس پر پابندیاں لگا دیتے ہیں۔ اور ان پابندیوں کا نام مذہب اور تہذیب ہے۔ جب نفس بغاوت کر کے ان پابندیوں کو توڑ دیتا ہے۔ تو ظلم اور فساد برپا ہو جاتے ہیں۔ قتل، لوٹ، زنا اسی قسم کے فساد ہیں۔ جن سے انسانی معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔ سدوم والوں نے ایک نئی بغاوت اختیار کی کہ جو فطری تعلق آدمی کو عورت سے ہے وہ لڑکوں سے قائم کر لیا جس کی وجہ سے سوسائٹی میں کئی خرابیاں پیدا ہو گئیں اور گھر لٹنے برباد ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو خصوصی طور پر اس نئی برائی سے روکنے کے لیے اس قوم کی جانب بھیجا۔

Marfat.com

ایک بالکل نیا گناہ

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
یہ تو تم دوڑنے لگے مردوں پر خواہش سے علیحدہ
دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
چھوڑ کر عورتوں کو بلکہ تم تو وہ لوگ ہو
مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾
جو فطرت کی حد سے نکل گئے

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
تم تو مردوں پر شہوت کے مارے دوڑتے ہو عورتوں کو
دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گذرنے والے
مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾
لوگ ہو

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم والوں سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کہ ایسا وہ کیا کام کرتے ہیں۔ گویا ان کے اندر یہ فعل ایسا عام ہو گیا تھا کہ اس کی برائی کا احساس بھی نہیں رہا تھا۔ اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کو اس کی تشریح کرنی پڑی لیکن تشریح کریں تو کیسے کریں۔ جب یہ گناہ پہلے کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے لفظ بھی وضع نہیں ہوئے تھے اور اگر فرض کرو ہوتے بھی تو ایسے گندے کام کا زبان سے سیدھے لفظوں میں ذکر کرنا کسی شریف انسان کے بس کا نہیں ہو سکتا۔ آپ کو یہ کہا خبر تھی کہ ان کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ اشارے کنائے سے اتنے بُرے کام کی خباثت کو نہیں سمجھ سکتے۔ سمجھانا اس لیے ضروری تھا کہ آپ کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جا کر سمجھاؤ۔ ناچار آپ نے پلید لوگوں سے کہا کہ تم ایک فطری خواہش کے جوش کے وقت جسے نہیں فطری طریقے سے پورا کرنے کے لیے عورت کے پاس جانا چاہیئے تھا۔ اپنے ہی جیسے مردوں کے پاس جاتے ہو۔ یہ فطری قاعدے کا توڑنا ہے۔ اور انسانیت کی حد سے باہر نکل جانا ہے۔ اس کا نتیجہ سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ جو انسانی فطرت کی حدوں کو توڑ کر باہر نکل جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار رہا ہے۔ اس کا انجام بُرا ہونا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ کیا تمہاری عقل بالکل ماری گئی ہے جو تم ایسے ناشائستہ، خبیث اور گندے کام کرتے ہو۔

ایسا کرنا نسل انسانی پر ظلم کرنا ہے۔ اس کی جڑ کاٹ ڈالنا ہے۔ اور آدم علیہ السلام کے سلسلہ کو ختم کر دینا ہے۔ جس کی خاطر یہ سب کچھ پیدا کیا گیا۔ اور اس طرح پروردگارِ عالم کے مقصد کے خلاف ایسا کرنا اس کے ساتھ بغاوت کرنا ہے۔ اور جب ایسا ہو جائے تو یہ ناممکن ہے۔ کہ خدائے قدوس کے احکام کو توڑنے کے بعد کوئی شخص زندہ رہ سکے۔ اس خبیث کام کی زد سب سے پہلے گھریلو زندگی پر پڑتی ہے جب آدمی کو اپنی بیوی سے ہی رغبت نہ رہی تو اس کی دیکھ بھال اور خاطر داری میں بھی فرق آجائے گا۔ اوّل تو اولاد ہی نہ پیدا ہوگی۔ اور اگر ہو بھی گئی تو اس کی پرورش اور تعلیم میں کمی رہے گی۔

دوسرے بیوی اپنے خاوند کی بے رُخی سے دل برداشتہ ہو کر نہ معلوم کیا کر بیٹھے جس سے گھر ہی اجڑ جائے۔ یقیناً یہ بُرا کام انسانی نسل کو تباہ اور ختم کرنے کا باعث بن سکتا ہے اور اپنے ان تعلقات کی بنا پر بہت سے کبیرہ گناہوں کے مجموعہ کے برابر ہے۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جہاں شروع ہو جائے بڑی تیزی سے پھیلتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی توفیق دے ۔

Marfat.com

قومِ لوطؑ میں یہ گناہ کیسے شروع ہوا

حضرت لوطؑ نے اہل سدوم کو سمجھاتے وقت کہا کہ جو بُرا کام تم کرتے ہو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ اس سے مفسروں کو اس بات کی ٹوہ لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آخر یہ بلا پیدا کیسے ہوئی۔ اور اس گندے اور بیہودہ کام کی طرف انسان کی توجہ کیسے گئی۔ انسان کی تاریخ کا پتہ لگانے والوں نے اُن کو بتایا۔ کہ سدوم اور اُس کے آس پاس کا علاقہ ایک زرخیز علاقہ تھا۔ میووں کے باغ وہاں بڑی افراط کے ساتھ تھے کھانے پینے کی چیزوں کی کچھ کمی نہ تھی اور لوگ بڑی فارغ البالی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی ہر خواہش آزادی اور بے فکری کے ساتھ پوری کرتے تھے۔ خوشحال اور بے فکرے لوگوں کا شہوت رانی کی طرف مائل ہو جانا آسان بات ہے۔ شیطان کو جو انسان کا ناس کرنے کے لیے ہر وقت موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ بہکانے کا موقعہ بہت اچھا مل گیا۔ لوگوں کے خیالات کو مفید کاموں اور مشغلوں کی طرف سے ہٹا کر شہوت کو جوش دلانے والے اسباب کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور وہ ہر وقت شہوت کو جوش میں لانے والی باتوں میں مشغول رہنے لگے باوجود اس کے ان کے دل میں غیر فطری طور پر جو ہر انسان کو ضائع کرنے کا خیال پیدا نہ ہو سکتا تھا کہتے ہیں کہ شیطان نے ایک بڑے معمولی چال سے ان کو بہکا دیا۔ اور نسلِ انسانی کو جڑ سے مٹانے کا سامان کر دیا۔

مصیبت یہ ہوئی کہ انسان اپنے آپ کو اس طرح تباہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ عقل نے جواب دے دیا۔ نہ فعل کے گھناؤنے اور بیہودہ ہونے کا خیال رہا۔ اور نہ اس کے تباہ کن نتیجوں کی طرف توجہ کرنے کا موقع رہا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ برا کام آگ اور آندھی کی طرح پھیلتا ہے۔ اور آخر جو اس کی زد میں آئے اسے جلا کر یا زمین پر ٹپک کر چکنا چور کر کے چھوڑتا ہے۔ سدوم کے لوگ شیطان کی چال میں آ گئے اور مرنے جلنے کا سامان خود مہیا کر لیا۔ اس سے ہمیں کئی مفید سبق سیکھنے چاہئیں۔

۱۔ اس قسم کا بیہودہ کام انسان کے خیال میں خود نہیں آ سکتا۔ جب تک اسے شیطان کسی نئے طریقے سے نہ بہکائے اس لیے اپنے اس قدیمی دشمن سے بچتے رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۲۔ شیطان کا داؤ نوجوان، بے فکرے، بے کار، پیٹ بھرے لوگوں پر بہت جلدی چلتا ہے۔ اس لیے نوجوانوں کو محنت کے مفید کاموں میں ہر وقت مشغول رہنا چاہیئے۔ ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ جس نے انہیں اس دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اور سب نعمتیں دی ہیں۔ وہ ان کو ہر وقت دیکھ رہا ہے اور آخر میں ہر ایک سے حساب لے گا کہ ہماری دی ہوئی قوتیں اور سامان عیش بری طرح تو خرچ نہیں کیے مجرموں کو سخت سزا دے گا۔

۳۔ کھانے پینے میں زیادتی اور ہوکا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور شہوت انگیز خیالوں، شغلوں، کھیل تماشوں اور فحش باتوں سے دور رہنا چاہیئے بھوکا رہنے کی مشق کرنی چاہیئے۔ ہر خواہش ابھارنے سے ابھرتی اور دبانے سے دبتی ہے۔ بے ہودہ الفاظ، گالی گلوچ، فحش گیت، رقص و سرود، عشقیہ ناول اور افسانے، اناپ شناپ کھانا پینا خواہش کو اکسانے والی چیزیں ہیں ان سے بچنا چاہیئے۔ ورنہ موت کے وقت اور اس کے بعد بری حالت ہو گی۔

۴۔ انسان کو دنیا میں اپنی خواہشیں بری طرح پورا کرنے سے حقیقی تسکین حاصل نہیں ہوتی۔ جوش تو منٹوں اور سیکنڈوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد اس کے بُرے نتیجے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتے ہیں اور بغیر سچی توبہ اور پرہیزگاری کے عزم کے ہمیشہ کے لیے باعث عذاب بنے رہتے ہیں اور آنے والی نسلیں بھی ان کے خراب نتائج سے مصیبت اٹھاتی ہیں ؛

Marfat.com

کھیسانی بلّی کھمبا نوچے

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
اور نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہی کہ
قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ
کہنے لگے نکال دو ان کو اپنی بستی سے

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
اس کی قوم نے کچھ جواب نہ دیا مگر یہی
قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ
کہا کہ نکالو ان کو اپنے شہر سے

اگر کوئی کسی ناشائستہ کام کا عادی ہوجائے تو اس کے پاس اپنے سمجھانے والے کی بات کا کیا جواب ہے۔ غور کیجیے تو کوئی معقول جواب نہیں۔ خاص کر جب کہ کام انتہائی نفرت انگیز ہو اور اس میں دوسرے کا ٹوکنا ناگزیر ہو۔ وہ جواب میں ایک بھونڈی اور بے تکی بات کے سوا کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ سمجھانے والے کی بات ایک خلاف عقل اور انسانیت سوز فعل کے اس طرح بخیے ادھیڑ کر رکھ دیتی ہے کہ انسان سوا اس کے کہ دل ہی دل میں شرمندہ اور ساتھ ہی جز بز ہو اور کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے باطن کا بہترین حصہ خود اس سے جھگڑنے اور اس کو ملامت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ یہ حصہ اس کا نفس لوّامہ ہے۔ جو نصیحت کرنے والے کی تائید میں اپنا سارا زور لگا دیتا ہے اور انسان اگر اپنی ضمیر کا گلا بالکل نہ گھونٹ چکا ہو تو نصیحت کے دو تین کڑے جھٹکوں میں سیدھا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ضمیر مردہ ہو چکی ہے تو پھر ناصح کی اچھی سے اچھی بات باوجود تریاق ہونے کے اسے زہر ہلاہل نظر آتی ہے۔ قوم لوطؑ کے جواب سے ظاہر ہے کہ ان کی مت ماری گئی تھی۔ وہ انسان کی ایک بہترین صفت یعنی بیرونی اور اندرونی پاکیزگی اور صفائی کو جو حضرت لوطؑ میں اور ان کے ماننے والوں میں موجود تھی۔ ایک خطرناک عیب قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی پلیدی اور گندگی کو اس کے مقابلے میں قابل ترجیح ٹھہراتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کی عقل بالکل الٹ گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ لوطؑ کی قوم کے سامنے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور بے تکے پن پر اتر آئے۔ انسان کو جب کوئی جواب نہیں سوجھتا تو وہ گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ اور مار پیٹ تک سے نہیں چوکتا۔ اس لیے اگر کوئی شخص گالی بک رہا ہو یا مارنے کے لیے آستین چڑھا رہا ہو تو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ وہ سمجھ داری کے میدان میں اپنے حریف سے ہار چکا ہے۔ اور سوا گالی گلوچ اور مار پیٹ کے اور کسی چیز میں اپنی نجات نہیں دیکھتا۔ گالی گلوچ اور ہاتھا پائی سولہ آنے ہار کی نشانی ہے۔ لوطؑ کی قوم ان کی بات سے دل ہی دل میں زچ ہوئی اور بولی تو یہ بولی کہ ان لوگوں کو اپنے درمیان سے نکال دو۔ ان کو اپنی بستی سے باہر کر دو۔

اس قسم کا جواب لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا انہوں نے بھی بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہار مان لی کیونکہ فیصلہ یہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص کسی بات کے محرّک کو سزا دینے مثلاً قید یا جلاوطن کر دینے یا مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ محرّک سچا ہے اور اس کا سزا دینے والا بحث میں اپنی ہار مان چکا ہے۔ ورنہ اگر اس کے پاس اپنی صفائی اور اپنے کام کی سچائی کی ایک بھی دلیل ہوتی تو ضرور اسے پیش کرتا اور اپنے مخالف کو سمجھاتا۔

Marfat.com

پاکیزگی کو جرم ٹھہرالیا

إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (۸۲)

تحقیق یہ وہ لوگ ہیں جو ستھرا رہنا پسند کرتے ہیں

إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (۸۲)

یہ لوگ پاک صاف رہنا چاہتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر اہل سدوم اپنی اس شیطانی اور انسانیت سوز حرکت کی حمایت میں کوئی بات پیش ہی نہ کر سکتے تھے جو کچھ انہوں نے کہا۔ وہ بالکل اسی نوعیت کا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے لاجواب ہو کر آپس میں کہا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال دو۔ ان کا یہ کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کا جواب نہ تھا۔ بلکہ اپنے جرم کا اقرار اور اس کے اوپر بلاوجہ قائم رہنے پر اصرار تھا۔ یہی اقرار اور اصرار یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ تو پہلی آیت میں کہا گیا۔ اس آیت میں اس فرد جرم کا ذکر ہے۔ جو قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کے سر لگائی۔

ارشاد ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے حضرت لوطؑ کی معقول باتوں کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر کھسیانے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہ لوطؑ اور اس کے چیلے چانٹے تو ہماری یوں ہی جان کھاتے جائیں گے جو کچھ ہم کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں اسے وہ ہمیں چین کے ساتھ نہ کرنے دیں گے اس لیے ان کو اپنے شہر سے نکال دو۔ کیونکہ ان سے پیچھا چھڑانے کی فقط ایک ہی صورت ہے۔ پھر سوچا کہ ان کے شہر بدر کرنے کی وجہ بھی تو تلاش کرنی چاہیئے تاکہ ہمارے سر الزام نہ رہے۔ اور گھروں سے نکالے جانے کی ذمہ داری انہی کے سر پڑے لیکن باوجود تلاش کے ایسی کوئی بات ان مخلص لوگوں کے اندر نہ ملی جس کی سزا جلاوطنی ہو۔ جب انسان کی مت ماری جاتی ہے تو اسے بری بات اچھی اور اچھی بات بری سوجھنے لگتی ہے۔ ایسی الٹی کھوپری والوں کے ہاتھ میں جب اقتدار اور حکومت آجاتی ہے۔ تو وہ اچھے لوگوں کے اچھے کاموں کو ہی جرم قرار دے لیتے ہیں۔ ان کے استدلال کا خلاصہ ہٹ دھرمی اور دھاندلی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ان بری عادتوں کو جو انہوں نے اختیار کر رکھی ہیں زبردستی اچھا قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اپنے دل میں انہیں قائل ہونا پڑتا ہے کہ ہاں ہماری عادتیں بری ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی قبیح باتوں کو واقعی اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی ضمیر مردہ ہو چکی ہوتی ہے۔ قوم لوط کا یہی حال تھا۔ وہ غلاظت اور گندگی میں لت پت رہنے کے عادی ہو چکے تھے اور اسی کو اچھا سمجھنے لگے تھے۔ طہارت اور پاکیزگی ان کے نزدیک بری چیز ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ لوطؑ اور اُن کے ساتھی پاک صاف اور ستھرے رہنے کے مجرم ہیں اس لیے ان کو اپنی بستی سے نکال دینا چاہیئے۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ جس فعل سے آدمی کی عقل الٹ جائے اور سمجھ مسخ ہو جائے۔ وہ فعل انسانیت کا قاتل نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا ایسے افعال کے کرنے والے زندہ رہنے کے مستحق ہیں؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس کارخانہ ہستی میں کہیں بھی ان کے خلاف نفرت اور غضب کی زبردست لہر پیدا نہیں ہو رہی ہے؟ اگر یہ بدکار ایسا ہی سوچتے ہیں تو صریح غلطی پر ہیں۔ دنیا میں ایک قانون جاری ہے کہ ہر کام کا نتیجہ ضرور نکلے گا۔ اس کے پنجے سے نکل کر کوئی نہیں جا سکتا۔ یہاں دیر ہے۔ اندھیر نہیں ہے ؎

آگے آتا ہے کہ ان مخبوط الحواس لوگوں کا کیا حشر ہوا۔

Marfat.com

آخر تباہ ہوئے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ
پس نجات دی ہم نے اُس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر عورت اس کی

كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾
وہ تھی رہ جانے والوں میں

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ
پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا مگر اس کی عورت

كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾
کہ وہاں کے رہنے والوں میں رہ گئی

غَابِرِیْنَ (رہ جانے والے) غابر کی جمع ہے جو غبر سے بنا ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ غبر کے معنی گذر جانا اور باقی رہ جانا دونوں ہیں یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ اور غابرین سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں اور ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد اس بستی میں باقی رہ گئے تھے۔

اکثر لوگ اس خبط میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جو ہم جانتے ہیں وہ دوسرا نہیں جانتا۔ انہیں اپنی ہی معلومات سب سے بڑھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وہ محض اپنی خواہشوں کو اپنا امام بناتے ہیں اور آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ وہ سراسر بُرے کام کرتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں یہی کرنے کے قابل ہیں۔ بات فقط اتنی ہوتی ہے کہ انہیں بہت سے لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے مل جاتے ہیں۔ اور دوسروں کی کمزوری کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں زور آجاتا ہے لیکن انتظام کائنات کچھ اس طرح کا رہا ہے کہ ہر زمانے میں رسول آخر الزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ کے رسول انسانوں کی طرف بھیجے جاتے رہے ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا لیکن اس کا انتظام کر دیا گیا ہے کہ دین کے مجدد آتے رہیں گے۔ اور آپ کے فرمان بھولے ہوئے لوگوں کو یاد دلاتے رہیں گے۔ رسول کی ظاہری آنکھوں کے علاوہ باطنی آنکھیں بھی کھلی ہوتی ہیں۔ اور وہ ہر چیز کو اپنی اندرونی روشنی سے دیکھتا ہے۔ اسے صاف نظر آتا ہے کہ دنیا کے خود غرض لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ انہیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ ان کے اعمال کا وبال تھوڑے ہی دن میں ان کے سر پر پڑنے والا ہے۔ انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اس عالم کے کارخانے کا بنانے والا ان کے کاموں کو پسند نہیں کرتا جب ان کی بدفعلیاں حد سے گذر جائیں گی تو وہ اپنی بے شمار قوتوں اور طاقتوں میں سے کوئی زبردست طاقت ان کے اوپر کسی نہ کسی شکل میں مسلط کر دے گا۔ اور ان کا نہس نہس کر کے رکھ دے گی۔ یہ بات وہ ان سر پھرے لوگوں کو سمجھاتے ہیں لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور وہ بری طرح تباہ ہوتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اسی غلط فہمی میں مبتلا تھی۔ حضرت لوطؑ نے انہیں لاکھ سمجھایا لیکن ان کی سمجھ میں ان کی بات نہ آنی تھی نہ آئی۔ آخر نتیجہ وہی ہوا جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ لوط علیہ السلام اور اس کے گھر والوں اور ماننے والوں کو ہم نے بچا لیا۔ وہ حسب ہدایت راتوں رات اس بستی کو چھوڑ کر نکل گئے اور بچ گئے۔ لیکن حضرت لوطؑ کی بیوی نے قوم کا ساتھ دیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بدنصیب عورت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں آباد ہونے اور ان کی دو لڑکیوں کی ماں ہونے کے باوجود ان پر ایمان نہ لائی۔ اور نہ اُن کی نصیحت اور وعظ کو دل سے مانا۔ بلکہ اپنی قوم کے ہم خیال اور ہمدرد رہی۔ ظاہرداری سے اپنے خاوند اور بیٹیوں کے ہمراہ چل تو پڑی مگر مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتی جاتی تھی۔ نافرمان قوم کی اس محبت نے اسے بھی ان کے ساتھ ہی تباہ کر دیا۔ اور ایک پتھر نے سر توڑ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

Marfat.com

مجرموں پر تھپر برسے

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَانْظُرْ
اور برسایا ہم نے ان پر ایک مینہ پس دیکھ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾
کیسا ہوا انجام مجرموں کا

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَانْظُرْ
اور ہم نے ان کے اوپر مینہ برسایا یعنی پتھروں کا پس دیکھ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ ع ۱۲/۱۷
کیسا ہوا گنہگاروں کا کیا انجام ہوا

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سدوم اور اس کے مضافات کے لوگ ایک نہایت ہی گندی اور گھناؤنی عادت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو انہیں سمجھانے کے لیے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہوں نے ان کے بیہودہ فعل کی برائیاں انہیں سمجھائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ گئے۔ کہ واقعی یہ کام گندہ اور ناپاک ہے۔ اور اس کا انجام تباہی ہے لیکن اس پر نادم ہونے کے بجائے ان کے دل میں ایک ضد پیدا ہو گئی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سمجھ جانے کے بعد اپنی شیطانی حرکت پر شرمندہ ہوتے۔ مگر ہوا یہ کہ اس کے بدلے انہیں اس پر شرمندگی ہونے لگی کہ ہمارے فعل کی برائی ایک اور شخص انہیں سمجھا رہا ہے۔ گویا ہم سمجھ میں اس سے کم ہیں۔ ہم اپنی خوشی سے چھوڑنے تو چھوڑتے۔ اس کے کہنے سے تو ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ یہ وہ شیطانی داؤ ہے جس سے وہ اللہ کے بہت سے بندوں کو بہکانے سے روک چکا ہے اور روکتا ہے اور انہیں اللہ کے رسولوں کی خاص نصیحت سے بالکل محروم کر دیتا ہے۔ ان کے دل میں یہ اکڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ یہ شخص ہمیں ہمارے اپنے کام سے روکنے والا کون ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم پر یہی خبط سوار ہوا۔ اور وہ ڈوب گئی۔ عاد اسی اکڑ میں مارے گئے۔ ثمود نے اپنا اسی طرح ناس کیا۔ اسی اکڑ توں سے بے جا ضد پیدا ہوتی ہے۔ انسان مرنا قبول کرتا ہے لیکن اپنے مقابلے میں دوسرے کو ذرا بھی بڑھا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور فوراً ضد میں آ کر منع کیے ہوئے کام کو اور بھی زور سے کرتا ہے۔ اگرچہ جانتا ہے کہ یہ کام مجھے تباہ کر کے چھوڑے گا۔ اس کو شر نفس کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ نفس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔ اس آیت میں ان ضدیوں اور ہٹ دھرموں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے ان لوگوں پر پتھروں کا مینہ برسایا۔ اس کے بعد دیکھ لو۔ ان مجرموں کا انجام کیا ہوا۔ زمین و آسمان کی طاقتیں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ شاید صورت یہ ہوئی ہوگی کہ جیسے آتش فشاں مادے پھٹتے رہتے ہیں۔ زمین کے اس طبقے کے نیچے آتش فشاں مادے گندھک وغیرہ کے ہوں گے۔ وہ زور کر کے ابھرے۔ اور زمین کے اس ٹکڑے کو جس پر یہ نافرمان بدکردار لوگ بستے تھے۔ اوپر لے اڑے۔ جہاں سے وہ اس گڑھے میں جو زمین کے اڑ جانے سے پیدا ہو گیا تھا اُلٹے گرے اور ان پر پتھر وغیرہ اڑ اڑ کر گرتے رہے۔ اللہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین ؛

Marfat.com

بُرے کاموں کی سزا

اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے انسان کو ایک سیدھا سادا پیغام بھیجا ہے۔ جس کے سمجھنے کے لیے ہر انسان کی عقل جو خود اللہ نے اسے عطا فرمائی ہے۔ بالکل کافی ہے۔ اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں نے ہمیں بتایا کہ یہ کارخانۂ عالم جو تمہارے سامنے ہے۔ اللہ نے اسے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کا سارا نظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے عالم کی ہر ایک چیز زمینی ہو یا آسمانی اللہ کے مقرر کیے ہوئے نظام کے مطابق چل رہی ہے۔ اور جو راستہ اس نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتی۔ ہر قوت اور طاقت اس کے زیر اقتدار ہے۔ اور جس طرح وہ اسے حکم دیتا ہے اسی طرح وہ کام کرتی ہے۔ زمین کے ارد گرد، اندر باہر بے شمار قوتیں اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اور ان کے ذریعے زمین میں تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں۔ گرمی اور سردی، رات اور دن، سطحی تغیرات، پانی کا خشکی، خشکی کا پانی ہو جانا، بارش، طوفان، زلزلے وغیرہ سب انہیں قوتوں کے کرشمے ہیں۔ یہ سب زمین کی بناوٹ میں داخل ہیں۔ اور جب اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ ان کے واقع ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب تک اس کو منظور ہے یہ قوتیں اپنا اپنا کام کرتی رہیں گی۔ جب تک زمین کو باقی رکھنا ہے۔ کوئی قوت اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتی۔ جب اسے مٹانا منظور ہوگا۔ یہ اپنا زور حد سے زیادہ دکھائیں گی۔ اور زمین تباہ اور برباد ہو جائے گی۔

اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس ماحول کے اندر زمین پر رہنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ یہ ساری قوتیں جو تم دیکھتے ہو سب میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تمہیں انہی کی کشمکش کے اندر کچھ دن رہنا ہے۔ جب تک تم یہاں رہو۔ زندگی اس طریقے سے بسر کرو۔ جس طرح میں اپنے پیغمبروں کے ذریعے تمہیں بتاؤں۔ تمہیں ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ اور اس کے بعد تمہاری اعلیٰ زندگی شروع ہوگی۔ اس زندگی میں آرام اور چین اسی کو نصیب ہوگا جس نے اس دنیا میں اپنی زندگی میری ہدایت کے مطابق بسر کی ہوگی۔ اس دنیا میں تمہارا دشمن شیطان ہے۔ وہ تمہیں بہکائے گا اور جہاں تک اس کا بس چلے گا۔ تمہیں اس راستہ پر جو میں نے تمہارے لیے مقرر کیا ہے نہ چلنے دے گا۔ اگر تم نے میرے مقرر کیے ہوئے سیدھے راستے کو چھوڑ دیا۔ تو یہ میری ناراضگی کا باعث ہوگا۔ تم سب مل کر ایک امت بن جاؤ اور اللہ کے راستے کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہر فرد کو اپنی اجتماعی قوت سے اس راستے کے باہر جانے سے روکو۔ اگر تم سب کے سب بگڑ گئے تو تمہیں اسی دنیا میں کسی آفت، زلزلے، آندھی، کڑک، آتش فشاں مادہ کے ذریعے تباہ کر دوں گا۔ چنانچہ میں تم سے پہلے بہت سی امتوں کو تباہ کر چکا ہوں۔ ان کے قصے میرے رسول میری کتابوں کے ذریعے تم کو سنا چکے ہیں۔ ان سے عبرت حاصل کرو۔ میرے ہاں قاعدہ ہے کہ جب تک کسی امت میں کافی افراد میرے حکم سناتے رہیں گے۔ میں ان کی برکت سے ہم عذاب نہ بھیجوں گا۔ لیکن اگر یہ صرف تھوڑے سے رہ گئے تو ان کو بچا لوں گا اور باقیوں کو تباہ کر دوں گا۔ مرنے کے بعد کا عذاب اس سے الگ ہے۔

Marfat.com

مدین کا قصّہ

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ	وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا	اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا
قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا	قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی نہیں	بولا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ	لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ
تمہارے لیے کوئی معبود سوا اس کے تحقیق آچکی تم تک	سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے
بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ	بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
دلیل تمہارے رب کی طرف سے	رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے

مَدْیَنَ : بعض مفسروں کا خیال ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ لیکن اکثر اس طرف گئے ہیں کہ یہ ایک معزز شخص کا نام ہے جس کی اولاد اسی کے نام پر مدین کہلائی جیسے عاد اور ثمود دو آدمیوں کے نام ہیں۔ بعد میں ان کی ساری اولاد ہی کا نام عاد اور ثمود پڑ گیا۔ ان کا وطن بھی اردن کے علاقہ میں ہے۔

شُعَیْبَ : یہ اللہ کے رسول ہیں اور مدین ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ اس لیے ان کو مدین کا بھائی کہا گیا۔ یہ اپنی قوم کی معاشرتی خرابیوں کو جن کی بنیاد توحید کے انکار پر تھی اور جو ان میں عام طور پر پھیل گئی تھیں۔ درست کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ یہی برائیاں ایک اور ہمسایہ قوم میں جو اصحاب الایکۃ کہلاتی تھی رواج پا چکی تھیں۔ وہ مدین کی اولاد نہ تھے لیکن برائیوں میں ان کے شریک تھے۔ اس لیے ان کے رسول بھی حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ اپنی فصاحت اور خوش بیانی میں مشہور ہیں۔ اس لیے ان کو خطیب انبیاء کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا کہ قوم نوح، عاد، ثمود اور قوم لوط اپنے مجرمانہ طرز زندگی کی شامت میں مبتلا ہو کر اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ اور چونکہ سوا گنتی کے چند آدمیوں کے سارے کے سارے اپنی اپنی بری عادتوں پر اڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام کی خادم قوتوں میں سے ایک قوت کو اشارہ کیا اور اس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا۔ قوم نوح پانی کے طوفان سے، عاد آندھی کے جھکڑوں سے، ثمود زلزلے اور کڑک سے اور قوم لوط آتش فشاں مادے کے زور سے ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد قوم مدین کا دور آیا۔ جن کا حال اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ ارشاد ہے کہ قوم مدین کی طرف ہم نے انہیں کی برادری کے ایک معزز شخص شعیب علیہ السلام کو ان کے سمجھانے کے لیے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ یہ لوگ اپنے خالق، داتا اور مربّی، اللہ کو بھول بیٹھے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ بھائیو! انسان کو جس سے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکنا چاہیے۔ وہ تو فقط اللہ عزّ وجلّ ہے۔ اس کے سوا تو اور کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ میری طرف دیکھو میری رفتار، گفتار اور کردار میں تم ایسی نشانیاں پاؤ گے۔ جو میرے سچا اور مخلص ہونے کی گواہی دے رہی ہیں۔ تمہارے رب نے میرے ساتھ ایسی باتیں بھیجی ہیں جن کو دیکھ کر اور سن کر تمہیں میری سچائی میں ذرا بھی شبہ نہ رہنا چاہیے۔ جن قوموں کا بیان ہو رہا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں ایک خاص قسم کی برائی رواج پا چکی تھی۔ لیکن ان سب کی جڑ ایک تھی یعنی اللہ کو بھلا دینا اور دوسری چیزوں کی طرف جھکنا۔ یہ دوسری چیزیں اپنی بری خواہشوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتیں۔ مختلف قسم کی برائیوں کی شکلیں میں ظاہر ہوتی ہیں۔

Marfat.com

مدین کی برائیاں

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا
پس پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹاؤ
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي
لوگوں میں ان کی چیزیں اور مت فساد کرو
الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
زمین میں پیچھے اس کے سنورنے کے یہ بہتر ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ (۸۵)
تمہارے لیے اگر ہو تم ایمان والے

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا
سو ماپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کو
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي
ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور زمین میں
الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت ڈالو یہ بہتر ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ (۸۵)
تمہارے لیے اگر تم ایمان والے ہو

اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کن کن برائیوں سے اپنی قوم کو روکنا چاہا اور اس غرض کے لیے کن الفاظ میں ان کو سمجھایا۔ یہ برائیاں ان میں رائج ہو چکی تھیں۔ ارشاد ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ جو چیزیں تم دوسروں کو ان کا پورا معاوضہ لے کر دینے ہو۔ وہ اگر ماپ کر دینے کی ہیں تو ان کو پورا پورا ماپا کرو۔ اگر تول کر دینے کی ہیں۔ تو پورا پورا تول کر دو۔ لوگوں کو ان کی ضروریات کی چیزیں کم تول کر کے مت دیا کرو۔ اور جب لین دین کا طریقہ طے ہو چکا۔ اور لوگ اطمینان سے اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ تو اب تم ماپ تول میں کمی کر کے اور لوگوں کے حق مار کے ناحق کے جھگڑے مت پیدا کرو۔ یہ مت سمجھو کہ کمزور کا حق اگر دبا لیا تو وہ بے چارہ بے بس ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہے گا۔ اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسی بات کبھی نہیں سوچ سکتا وہ جانتا ہے کہ اللہ اس کمزور اور بے بس کا بھی ویسا ہی رب ہے جیسا کہ میرا ہے۔ اگر میں اپنے آپ کو اونچے درجے کا سمجھ کر نیچے درجے والوں کو ستاؤں گا۔ تو اللہ مجھے اس کی سزا دیگا کیونکہ میں اس کے ایک بندے کو بے وجہ نقصان پہنچا رہا ہوں اور اس کو ستا رہا ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں روپیہ پیسہ اور سکے کا بالکل رواج نہ تھا یا تھا تو بہت کم۔ ضرورت مند اپنے پاس کی جنس دے کر اس کے بدلے دوسرے سے اپنی ضرورت کی جنس لیتا تھا۔ بازار کے نرخ مقرر تھے کہ فلاں جنس دے کر اپنی ضرورت کی چیز اتنی لے سکتا ہے۔ اس لیے بائع اور مشتری دونوں ماپ تول کر اپنی اپنی جنس نرخ کے حساب سے دیتے تھے۔ مدین میں یہ خود غرضی پھوٹ پڑی تھی کہ جس کے پاس ضرورت کی چیز ہوتی وہ ضرورت مند سے اس کے ماپ کی جنس تو خوب ٹھیک ناپ تول کر لیتا اور اپنی چیز اسے بازار کے نرخ سے کم دیتا تھا۔ بہرحال معاوضہ جنس ہو یا نقد دونوں کا یہی حکم ہے کہ جب معاوضہ پورا لے لیا تو چیز بھی پوری پوری ناپ تول کر دینی چاہیئے۔

اس آیت میں حضرت شعیب نے اپنی قوم کی اس خرابی کو واضح کیا۔ اور اس کو دور کرنے کی تاکید کی۔ کیونکہ لیتے وقت پورا ناپ تول کر لینا اور دیتے وقت کم دینا دوسرے کا حق مارنا ہے اور بازار کے طے شدہ بھاؤ کو بگاڑنا ہے۔ جس کے معنی اصلاح کے بعد فساد کرنا ہوئے۔

Marfat.com

دوسروں کو سیدھی راہ سے روکنا

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
اور بیٹھو ہر راستے پر ڈراؤ تم
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
اور روکو تم اللہ کے راستے سے اس کو جو
اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ
ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اس میں ٹیڑھ

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
اور راستوں میں مت بیٹھو کہ ڈراؤ اللہ کے
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
راستہ سے اس کو جو ایمان لائے اللہ
اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ
روکو اللہ اس راستہ میں عیب ڈھونڈو

جب شعیب علیہ السلام نے لوگوں کو سمجھانا شروع کیا اور سننے والوں پر آپ کے میٹھے میٹھے الفاظ کا اثر ہونے لگا تو ان کی قوم کے گمرا لوگوں نے آمد و رفت کے راستوں پر بیٹھکیں قائم کلیں اور لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور ان کی باتیں سننے سے روکنے لگے یہاں تک کہ ڈرانے دھمکانے پر اتر آئے اور ان کے بتائے ہوئے نقطے میں عیب نکالنے لگے اور لوگوں کو اپنے بُرے راستہ پر قائم رہنے کی ترغیب دینے لگے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ دیکھو ایسا مت کرو کہ لوگوں کا راستہ گھیر کر بیٹھ جاؤ۔ اور ان کو ڈرا دھمکا کر میرے پاس آنے سے روکو اور جو لین دین کا راستہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس کی طرف سے ان لوگوں کو جو اللہ پر ایمان لا چکے ہیں اور اس کی فرمانبرداری پر تنے ہیں ان کو ہٹانے کی کوشش کرو اور سیدھے راستے میں خواہ مخواہ عیب نکالو۔ اور لوگوں کے دل میں اس کی طرف سے شک و شبہ پیدا کر کے انہیں اس کے چھوڑ دینے پر اکساؤ۔

شیطان نے شروع ہی سے انسان کو ہر طرح تباہ و برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا تھا۔ انسان کی تاریخ شاہد ہے کہ شیطان نے اپنی سعی کرنے میں کسر نہیں رکھی۔ جس وقت اور جہاں اسے موقعہ ملا اس نے بھولے بھالے انسان کو سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اسے اس کا اچھی طرح علم ہے کہ انسان کی بھلائی کن باتوں میں ہے اس کے لیے اس بات کی کوشش آسان ہے کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو اس کی اپنی بھلائی کے نہ کرنے دے۔ سیدھے راستے سے ہٹا کر ہمیشہ ٹیڑھے راستے پر چلائے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کی بھلائی اس میں ہے کہ اللہ کو اپنا خالق مالک مانے۔ اس کے رسولوں کو پہچانے اور ان کے کہنے پر چلے اور یقین کرلے کہ ان کا کہنا نہ مانا تو مجھے انجام کار سزا مل کر رہے گی۔

شیطان انسان سے کہتا ہے کہ اللہ کوئی شے نہیں جو کچھ ہے وہ تو ہے اور تیری اپنی طاقت۔ اس لیے فقط اپنے آپ کو اور اپنی طاقت کو جس طرح ہو سکے بڑھاتے رہو۔ جو کچھ ہے وہ دنیا ہی ہے رسولوں کی بات نہ سُن۔ وہ تجھے خواہ مخواہ مشقت میں پھنسانے ہیں اور دنیا کے عیش و عشرت سے روکتے ہیں اور اس کے بدلے جنت کا وعدہ کرتے ہیں۔ جو کسی نے دیکھی نہ سنی۔

جب شیطان کے ماننے والوں کی ایک جماعت برسر اقتدار آجاتی ہے۔ تو وہ اسی کے سکھائے ہوئے طریقے پر چلتی ہے۔ جو ہے کہ اپنا اقتدار قائم رکھو۔ لوگوں سے اپنی بات منواؤ۔ رسولوں کی اور ان کے ماننے والوں کی باتیں نہ سنو نہ اوروں کو سننے دو۔ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر ان سے اپنی ہی بات منواؤ۔

Marfat.com

بُروں کے انجام سے سبق لو

وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ص
اور یاد کرو جب تھے تم تھوڑے پس زیادہ کیا تم کو
وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور دیکھو کیسا ہوا انجام
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
فسادیوں کا

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ص
اور یاد کرو جب کہ تم بہت تھوڑے تھے پھر تم کو بڑھا دیا
وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
کیسا ہوا

اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی بہبودی اور فلاح کا کوئی راستہ نہیں سوا اس کے کہ وہ اللہ کو پہچانے اور اس کے حکم بجا لانے کے لیے دل وجان سے تیار ہو جائے اور اس کے مقابلے میں کسی کی نہ سنے جو اس کو اس کے سوا اور کوئی راستہ سجھائے اسے شیطان یا اس کے پھندے میں پھنسا ہوا شخص سمجھے اور اس کی بات کو بالکل رد کر دے۔ اللہ کی پہچان کا سہل طریقہ یہ ہے جسے اس آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قول کی صورت میں نقل کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اس بات کو سوچو کہ تم پہلے ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ زندگی کی ضرورت کے سامان بھی تمہارے پاس تھوڑے سے تھے اس کے بعد تم ایک بڑی طاقتور قوم بن گئے تمہاری مردم شماری بہت بڑھ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے ساز و سامان کا بھی انبار لگ گیا۔ اب تم ایک معزز اور دولت مند قوم ہو۔ اس ترقی سے تم آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہو کہ یہ اللہ کا بڑا احسان تھا جو اس نے تمہارے ساتھ کیا۔ وہ تم پر مہربانی نہ کرتا۔ تو تم ایسے راستوں پر پڑ گئے ہوتے جس سے نہ اولاد ہوتی ہے اور نہ ضروریات زندگی فراہم ہوتی ہیں تم ان لوگوں کو دیکھ لو جو تم سے پہلے گذرے۔ انہوں نے اللہ کو بھلایا بُری عادتیں اختیار کیں۔ ان کے کرتوتوں سے دنیا میں فساد پھیلا امن و امان کا نشان نہ رہا۔ آخر صفحۂ دنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔

اگر اللہ کو نہ مانا جائے اور ساری نسلی اور مالی ترقیوں کو اپنے علم اور کوشش کا نتیجہ سمجھا جائے۔ تو پھر انسان کو دنیا میں فساد سے روکنے والی کوئی موثر چیز باقی نہیں رہتی۔ ہر ایک کو اپنی طاقت کا زعم ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اپنے سے کم درجہ کا سمجھنے لگتا ہے اور ان کو دبا کر رکھنے کی کوشش کرتا ہے ظاہر ہے کہ بچا رہنے کے لیے آپ سے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی طاقت بڑھانے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنی قوت اور کوشش کو مفید انسانیت کاموں میں لگانے کے بجائے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے سامان اکٹھا کرنے میں لگا دیتا ہے۔ اس کی دولت اور قوت تباہی کے سامان جمع کرنے میں ضائع ہو جاتی ہے۔ اب اگر جنگ ہوئی تو سب ہلاک ہوئے اور جنگ نہ ہوئی تو زندگی کے سامان کم ہوتے چلے گئے۔ جان کنی کی نوبت پہنچی دونوں صورتیں انجام کار سوا تباہی کے اور کچھ نہیں لا سکتیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ نصیحت آج بھی ویسی ہی مفید ہے اسے ماننے سے روکنے والی صرف اپنی نفسانی خواہشیں ہیں نفس پرست آدمی آسانی سے دوسروں کو اپنے برابر سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اسی لیے اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ہر ظلم اور زیادتی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اختلاف کا فیصلہ

وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا
اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے ایمان لایا
بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ
اس پر کہ بھیجا گیا مجھے ساتھ اس کے اور ایک گروہ
لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ
نہیں ایمان لایا پس صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ
بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾
ہمارے درمیان اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا
اور اگر ہے تم میں سے ایک فرقہ اس پر جو بھیجا گیا میرے ساتھ
بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ
بھیجا گیا ایمان لایا اور ایک فرقہ
لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ
ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک کہ اللہ ہمارے درمیان
بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾
فیصلہ کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا۔ کہ اللہ کو مانو۔ اس نے جو پیغام تمہارے پاس میرے ہاتھ بھیجا ہے۔ اس کو سنو اور اور اس پر عمل کرو۔ میں تمہارے پاس یہی کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ میرے سچے ہونے کی نشانیاں صاف صاف ظاہر ہیں۔ میرے رسول ہونے میں شک مت کرو۔ لوگوں کے ساتھ معاملے درست کرو۔ ناپ تول میں کمی مت کرو۔ زمین میں فساد مت کرو۔ کسی کو مت ستاؤ۔ جو ٹھیک بات سن کر عمل کرنے کے لیے تیار ہو۔ اس کو دھمکیاں یا لالچ دے کر گمراہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ اللہ کو ماننے کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ یہی دلیل کیا کم ہے کہ اس نے تم کو نیچے درجے سے اونچے درجے پر پہنچایا۔ تمہاری آبادی تھوڑی سی تھی۔ اس کو زیادہ کر دیا۔ تمہارے پاس کھانے پینے اور ضرورت کی چیزوں کی کمی تھی۔ اب ان کی افراط ہے۔ یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ ورنہ اگر تمہیں ہماریوں خشک سالیوں اور دوسری آفتوں میں پھنسا دیتا۔ تو تمہارے نہ آدمی بڑھتے نہ دولت نصیب ہوتی۔ یہ ہماری صاف صاف باتیں جن کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تعجب ہے کہ تم میں سے بہت سے ان کو نہیں سمجھتے۔

ارشاد ہے کہ (حضرت) شعیب (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو سب کچھ سمجھانے کے بعد کہا کہ اگر اب بھی تم سب کے سب میری باتوں کو نہیں سمجھتے اور اللہ عزوجل نے جو حکم تمہارے لیے میرے ذریعے بھیجے ہیں۔ ان کو تم میں سے کچھ لوگ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ تو میں تم سب کو زبردستی نہیں منوا سکتا۔ میرا منصب یہ نہیں ہے کہ تمہیں زبردستی اللہ کے مقرر کیے ہوئے سیدھے رستے پر چلاؤں۔ اگر تم میں سے کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے تو اس کا فیصلہ میرے بس کا نہیں کہ ماننے والوں کو جتاؤں اور نہ ماننے والوں کو نیچا دکھاؤں۔ یہ فیصلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نہ ماننے والوں کو اس کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ جو فیصلہ کرتا ہے۔ اس کو فوراً جاری بھی کر دیتا ہے۔ کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ اب میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں کہ اسی پر فیصلہ چھوڑوں اور کہہ دوں کہ تم بھی اس فیصلہ کا انتظار صبر سے کرو اور میں بھی۔

Marfat.com

مطلب کیا ہے؟

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو جو سمجھانا تھا۔ اور جو پیغام اللہ کی طرف سے انہیں پہنچانا تھا وہ پہنچا چکے۔ آخر میں نہ ماننے والوں کو ڈرا بھی دیا کہ نہ مانو گے۔ تو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ان قصوں کو قرآن مجید میں بیان کرنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے دل لگی یا وقت گذارنے کا شغل مہیا کرنا مقصود نہیں ہے جیسے آج کل قصے گھڑ گھڑ کے قصہ گو اور افسانہ نویس سناتے ہیں جن سے سوا اس کے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ کہ فرصت کا وقت ان میں گذار دیا جائے۔ قصہ گو کا تو یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس کو بیچ کر کچھ مالی فائدہ حاصل کرے۔ لیکن قرآن شریف کا حاشا وکلا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے۔

اس کا مقصد فقط یہ ہے کہ انسان کو اس کی فطری خواہشوں کی طغیانی کی مضرتوں سے بچایا جائے اور سمجھایا جائے کہ اپنی خواہشوں کو خاص اصول کے مطابق سدھائے بغیر تیرا بھلا ہونا ناممکن ہے۔ دنیا میں انسان کے لیے اپنی فطری خواہشوں سے کام لینے کا ایک طریقہ مقرر ہے اور یہ طریقہ اسی کا مقرر کیا ہوا ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ اسی کے سمجھانے کے لیے اس نے اپنے رسول دنیا میں بھیجے اور جب انسان کی عقل ایک خاص معیار پر پہنچ گئی۔ تو اس طریقے کو وضاحت سے اپنی آخری کتاب یعنی قرآن مجید میں بیان کر دیا۔ اور اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے دنیا بھر میں پہنچا دینے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھا دینے کے لیے مقرر فرما دیا اور چونکہ قرآن شریف آخری کتاب ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ پچھلے رسولوں کی تعلیم کا خلاصہ اس میں دیا جائے اور مختلف زمانوں میں مختلف قوموں نے ان کا کہنا مان کر جو فائدہ اٹھایا اور نہ مان کر جو سزا بھگتی اس کو زمانے کے لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جائے تاکہ وہ ان کی طرح خواہشوں کے بھنور میں پھنس کر تباہ نہ ہو جائیں اور ان کوتاہیوں سے جو ان سے ہوئیں بچنے کی کوشش کریں۔ اب ان پر ترتیب وار غور کریں۔

۱۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ کا قصہ ہے اس میں انسان کا دنیا میں موقف اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ انسان کے اندر قوتیں ہیں خواہشیں ہیں۔ جن کو وہ اپنی تباہی کا ذریعہ بھی بنا سکتا ہے اور اپنی نجات کا بھی شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس کو ہمیشہ یہی سمجھائے گا کہ تیری قوتیں ہر قید سے آزاد اور تیری خواہشیں پوری طور پر اسی دنیا میں پورا کیے جانے کے لیے ہیں۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر شیطان کا داؤ نمایاں طور پر چل گیا۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ اور لوگوں میں اونچے نیچے طبقے مقرر کر دیئے۔

۳۔ عاد اور ثمود کے بعد ثمود نے اپنی قوتوں کو ظلم وستم میں آزادی کے ساتھ استعمال کرنا اختیار کیا اور سمجھے کہ ہم سے زبردست کوئی نہیں نہ اللہ کوئی ہستی ہے اور نہ رسول کوئی چیز ہیں۔ کمزوروں کو غلام بنایا اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیا۔

۴۔ قوم لوط خواہشوں کی طغیانی میں بہ گئی اور انسانی نسل کی تذلیل وتحقیر کی اور انجام کار اس کے مٹنے کے سامان کر دیئے۔

۵۔ مدین والوں نے بھی اپنی خواہشوں کو بے لگام کر دیا۔ انہوں نے انسانی زندگی کی ضروریات کو صرف اپنے ہی گھر میں بھرنا چاہا۔ دوسرے اس سے محروم ہوں تو ہوا کریں۔

ان سب قوموں کا انجام تباہی اور بربادی ہوا۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ ان باتوں سے بچو ورنہ مارے جاؤ گے:

Marfat.com

قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا
کہا سرداروں نے جو بڑے بنتے تھے

مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ
اس کی قوم میں سے نکال دیں گے ہم تجھ کو اے شعیب اور ان کو جو

اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
یقین لائے تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا آنا پڑے گا تم کو

فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾
ہمارے دین میں کہا کیا اگرچہ ہوں ہم بیزار

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا
تحقیق باندھا ہم نے اللہ پر جھوٹ اگر ہو گئے ہم

فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا
اس کی قوم میں جو متکبر سردار

مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ
تھے بولے اے شعیب ہم تجھ کو اور ان کو جو تیرے

اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
ساتھ ایمان لائے اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے

فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾
دین میں آجاؤ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا
اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ ہم کو اس سے

فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ
نجات دے چکا تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا

انسان کے اندر ایک اکڑ پائی جاتی ہے جو اس کو دوسرے کی بات ماننے سے روک دیتی ہے۔ اسے ضد یا اڑ کہتے ہیں۔ جس سے بہت سے لوگ اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔ شیطان اس کو آدمی کے گمراہ کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس خصلت کا اثر یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی نہیں مانتا بلکہ اپنی ہی ہٹ پر قائم رہنا چاہتا ہے۔ اسی لیے جب کسی بات پر انسان بگڑ جائے تو نصیحت کرنے والوں کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ انسان کو شیطان ہر وقت بہکاتا ہے۔ کہ تو ٹھیک ہے اور تیرے سمجھانے والے غلط ہیں۔ دیکھیے مدین کے ضدی سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کیا جواب دیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے مغرور سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کر ان سے کہا کہ اگر زیادہ بڑھ بڑھ کر بولا۔ تو ہم تجھے اور تیرے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے یا تجھے زبردستی اپنے طریقے پر لا کر چھوڑیں گے۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ یہ باتیں جنہیں تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ ہم اپنے لیے زہر سمجھتے ہیں۔ تو کیا تم ہمیں زبردستی زہر کا پیالہ پلاؤ گے۔

تمہارے اندر جو بری باتیں اور عادتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اللہ نے ہمیں ان سے بچا رکھا ہے۔ تمہارا دین اور طریقہ جان بوجھ کر اختیار کرنے کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہم جو کچھ اب تک تم سے نصیحت کی باتیں کرتے رہے وہ غلط تھیں اور ہم نے انہیں اللہ کی باتیں کہہ کر گویا اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا توبہ توبہ اس کا کبھی خیال بھی نہ کرنا۔ انسان کے اندر یہ غرور اور اپنی بڑائی کا زعم جس کی وجہ سے وہ رسولوں کی نصیحت کو ٹھکرا دیتا ہے۔ یہی کفر اور بے ایمانی کی اصل جڑ ہے۔ اسلام اس خصلت کا بالکل الٹ ہے۔ اس کے معنی ہیں نصیحت ماننے کے لیے ہر وقت تیار رہنا اور یہی ایمان کی جڑ ہے ؛

Marfat.com

معاملہ دوٹوک ہوگیا

وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ
اور نہیں ہے واسطے ہمارے کہ لوٹیں ہم اس میں مگر
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا
یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا گھیر رکھا ہے ہمارے رب نے
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا
ہر چیز کو علم میں اللہ پر بھروسا کیا ہم نے اے ہمارے رب
افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
کھول دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور
اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ
تو بہترین کھولنے والا ہے اور کہا سرداروں نے
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ
جو کافر تھے اس کی قوم میں سے اگر پیروی کی تم نے
شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
شعیبؑ کی تو ضرور تم اس وقت ٹوٹا اٹھانے والے ہو جاؤ گے

وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ
اور ہمارا کام نہیں کہ ہم اس میں لوٹ آئیں مگر یہ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا
کہ اللہ ہمارا رب چاہے۔ ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے
كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا
علم میں گھیرے ہوئے ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا اے
افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر
اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ
اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کی قوم کے سردار
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ
جو کافر تھے بولے اگر تم شعیب کی پیروی کرو گے
شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
تو بے شک تم خراب ہو گے

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے سرداروں کو جواب دے رہے ہیں۔ کہ تم ہم سے کہتے ہو کہ تمہارا دین اپنی مرضی کے خلاف اختیار کریں یہ ہم سے نہ ہوگا۔ اس آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کے جواب کا باقی حصہ مذکور ہے۔ ارشاد ہے کہ شعیبؑ نے کہا کہ تمہارے دین کو قبول کر لینا ہمارا کام نہیں۔ اگر اللہ کو یہی منظور ہے تو اور بات ہے ورنہ ہم سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہمارا رب ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہم نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا۔ اس کے حکم کے آگے ہمارا سر خم ہے۔ اے ہمارے رب ہم ان لوگوں کو تیرے حکم کے مطابق سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں اور یہ لوگ ہمیں زبردستی اپنے ٹیڑھے راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ اب فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے ہم دونوں فریقوں کے درمیان ایسا فیصلہ کر کہ جو جس چیز کا مستحق ہے۔ وہ اسے مل جائے۔

ایسے فصیح و بلیغ الفاظ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا سننے کے بعد بھی انہیں ہوش نہ آیا اور وہ ہٹی اور ضدی سردار جو کفر پر تلے ہوئے تھے۔ ان لوگوں سے یہی بولے کہ سنو! اگر ہم نے شعیبؑ کا کہنا مانا تو یہ ہمارا سارا بنا بنایا کام بگڑ جائے گا اور ہم سب کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔ غرض مندوں کے ہاتھ میں اقتدار آجائے تو وہ اسے قائم رکھنے کے لیے عوام کے خیر خواہوں کو کچلنے اور عوام کو دبا کر اپنے قابو میں رکھنے کی اسی طرح اندھے، بہرے بن کر کوششیں کرتے ہیں۔ انجام کار نصیحت کرنے والوں کا کچھ نہیں جاتا۔ غرض مند خود بھی تباہ ہوتے ہیں اور عوام کو بھی اپنے ساتھ لے مرتے ہیں۔

Marfat.com

آخر وہی ہوا جو ہونا تھا

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ
پس پکڑ لیا ان کو زلزلے نے پس رہ گئے اپنے گھر میں
جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا
اوندھے پڑے وہ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو
كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا
گویا نہ بسے تھے اس میں جنہوں نے جھٹلایا شعیبؑ کو
كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
تھے وہی نقصان اٹھانے والے پس منہ پھیر ان سے
وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ
اور کہا اے میری قوم میں تحقیق پہنچا دیے ہیں نے تم کو پیغامات
رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى
اپنے رب کے اور خیرخواہی کی تمہاری پس کیوں کر افسوس کروں
عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع
قوم پر کافرین

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ
پھر ان کو زلزلے نے آ پکڑا پس صبح کو اپنے گھروں کے اندر
جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا
اوندھے پڑے رہ گئے وہ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا
كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا ۹۲
گویا وہ کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا
كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
وہی خراب ہوئے پھر ان لوگوں سے الٹا پھرا
وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ
اور کہا اے میری قوم میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچا چکا
رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى
اور تمہاری خیر خواہی کر چکا اب کافروں پر
عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۹
افسوس کیا کروں

لَمْ یَغْنَوْا : رہے تھے ، مضارع منفی بہ لم ہے جو ماضی کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس کا مادہ غ۔ن۔ی جس کے معنی بسنے اور آباد ہونے کے ہیں اس سے لفظ مغنیٰ بنا ہے جس کے معنی محکمن ہیں۔

اٰسٰی : رنجیدہ ہوں ، مضارع متکلم ہے جو اسیٰ سے بنا ہے اسیٰ کے معنی ہیں سخت رنج افسوس۔ اس کا مادہ ا۔س۔ی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے اور میرے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ لوگ زبردستی پر اتر آئے ہیں، ادھر میرے ساتھیوں کا سوا تیرے کوئی مددگار نہیں۔ ارشاد ہے کہ آخر ان غافل مغرور لوگوں کو زلزلہ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گر پڑے اور پڑے کے پڑے رہ گئے یہ لوگ جو حضرت شعیبؑ کا بڑی اکڑوں کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔ اور ان کو اور ان کے ماننے والوں کو شہر سے نکالنے کے درپے تھے اور اپنی قوت اور زور کے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے زلزلے کے زبردست جھٹکوں سے بالکل تباہ ہو گئے۔ اس سے تھوڑے دن پہلے زور دکھا رہے تھے اور ہنکار رہے تھے کہ شعیبؑ کا کہنا نہ ماننا نہیں تو بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ آج دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ ان کا خیال غلط تھا۔ ان کا کہنا نہ مان کر وہ جان و مال سب سے ہاتھ دھو بیٹھے حضرت شعیبؑ عذاب آتا دیکھتے ہی اپنے لوگوں کو لے کر باہر چلے گئے تھے اور جاتے وقت کہتے جاتے تھے کہ اے میری قوم میں نے اپنے رب کے حکم تمہیں پہنچائے تمہاری خیر خواہی کی افسوس تم نے میری ایک نہ سنی۔ اب میں کیا کروں۔ ایسی ضدی اور ہٹی کا فر قوم پر رنج و افسوس کروں تو کیا؟

Marfat.com

تباہ کرنے سے پہلے مہلت

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ
اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر
اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ
پکڑا ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی میں اور دکھ میں
لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ
شاید وہ عاجزی کریں پھر بدلا ہم نے جگہ
السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا
برائی کے بھلائی یہاں تک کہ خوب ہو گئے اور بولے
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ
پہنچ چکی ہیں ہمارے باپ دادوں کو تکلیف اور خوشی
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾
پھر پکڑا ہم نے ان کو اچانک اور وہ بے خبر تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ
اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ نہ
اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں
لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ
شاید وہ گڑگڑا دیں پھر ہم نے
السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا
برائی کی بدلے بھلائی یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی رہی ہے
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾
پھر ہم نے ان کو ناگہاں پکڑا اور ان کو خبر نہ تھی

بَاْسَآءُ، ضَرَّآءُ، سَرَّآءُ: تینوں ایک ہی وزن کے اسم ہیں جو ترتیب وار بَاْسٌ (سختی) ضَرَرٌ (دکھ) اور سُرُوْرٌ (خوشی) سے بنے ہیں۔

عَفَوْا (بڑھ گئے) ماضی کا صیغہ عَفْوٌ سے بنا ہے۔ عفو کے معنی بہت سے ہیں معاف کرنا۔ مٹ جانا۔ زیادہ ہو جانا۔ ترقی کرنا۔ بڑھ جانا۔ یہاں پچھلے معنی مراد ہیں۔ یعنی ان کا ایسا اچھا حال ہو گیا کہ وہ خوب بڑھے پھولے پھلے۔ آبادی اور خوشحالی میں ترقی کی۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جس بستی میں اپنے نبی لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجتے ہیں وہاں کے لوگوں پر پہلے مصیبتیں اور تنگیاں نازل کرتے ہیں۔ اس کے بعد خوش حالی اور فراوانی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ دنیا میں یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہمارے باپ دادوں پر بھی کبھی خوشحالی کبھی بدحالی آتی رہتی تھی اس کے بعد ہم انہیں اچانک پکڑ لیتے ہیں اور انہیں سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ نبیوں کے بھیجنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی طرف جھکیں اور اس کو پہچانیں۔ اور ان کی زبانی نصیحتوں کے ساتھ ساتھ حالات کے تغیر و تبدل بھی چلتے ہیں۔

مصیبتیں گھیر لیتی ہیں۔ اس سے یہ سمجھانا ہوتا ہے کہ مصیبتوں کے وقت اللہ سے التجا کرو کہ وہ ان کو دفع کرے۔ اس کے بعد راحت نصیب ہوتی ہے۔ تاکہ لوگ اللہ کا شکر کریں اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں جب دونوں حالتوں میں لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور نبیوں کے اس کہنے کی پروا نہیں کرتے۔ کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی عبادت کرو بلکہ کہنے لگتے ہیں۔ کہ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہے۔ ہمارے باپ دادا بھی کبھی تنگ حال اور کبھی آسودہ حال رہتے تھے، اس کا اللہ سے کیا تعلق۔ تو پھر ان پر اللہ کا عذاب ناگہاں نازل ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایمان اور تقویٰ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ
تو ہم ان پر برکتیں کھول دیتے آسمان
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ
اور زمین سے لیکن انہوں نے جھٹلایا پس ہم نے ان کو
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾
ان کے اعمال کے بدلے پکڑا

برکت نعمتیں برکۃ کی جمع ہے جس کو ہم نے اردو میں برکت بنا لیا ہے۔ برکۃ کے معنی دو ہیں وہ بھلائی جو ہمیشہ رہے اور وہ تھوڑی چیز جس کا فائدہ بہت زیادہ ہو۔ یہاں ہر قسم کی بھلائی مراد ہے۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ لوگ جب رسول کے فرمان پر دھیان نہیں دیتے تو ان پر عارضی سختیاں اور مصیبتیں بھیجی جاتی ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ ڈر کر رسولوں کا کہنا مانیں اگر وہ اس سے نہیں سنورتے تو پھر ان پر عارضی نعمتوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے حالات کے ان تغیرات سے جب وہ کوئی سبق نہیں سیکھتے۔ بلکہ ٹال دیتے ہیں کہ یہ معمولی باتیں ہیں ہمیشہ ہوتی چلی آتی ہیں اور ہمیشہ ہوتی رہیں گی کبھی دھوپ کبھی چھاؤں کبھی گرمی، کبھی سردی کبھی اندھیرا کبھی اجالا۔ اللہ کے ماننے اور نہ ماننے سے انہیں کیا تعلق اور ہمارے اعمال سے کیا واسطہ۔ اس آیت میں اس واسطہ کو سمجھایا گیا ہے اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ اگر سب ایمان لے آئیں اور اچھے کام کرنے لگیں۔ برے کاموں سے بچنے لگیں تو ان پر آسمانی اور زمینی نعمتیں لگاتار جاری رہیں اور تھوڑی محنت سے بڑے نفعے حاصل ہوں۔

ارشاد ہے کہ اگر ان بستیوں کے لوگ، رسولوں کا کہنا مان کر اللہ پر ایمان لے آتے اور بری عادتوں اور گناہوں کو چھوڑ دیتے تو ان پر آسمان سے وقت پر مناسب طریقے سے بارشیں ہوتیں لیکن لوگوں نے بجائے اس کے نبیوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔ ان کے بتائے ہوئے مفید کاموں سے منہ موڑا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اخلاق بگڑ گئے۔ آخر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ خواہشوں کی اندھا دھند پیروی اپنا رنگ لائی۔ قانون کی خلاف ورزی کا مزہ چکھنا پڑا اور اپنے کرتوتوں کے کارن ہلاک ہو گئے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے مقرر کردہ قانونوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو پہلے عارضی مصیبتیں بھیجی جاتی ہیں تاکہ لوگ ڈر کر گناہوں سے توبہ کریں اور برے کام چھوڑ کر اچھے کام کریں۔ اگر اس سے آنکھ نہیں کھلتی اور گناہ برابر جاری رہتے ہیں تو پھر خوشحالی دے دی جاتی ہے لیکن یہ بھی عارضی ہوتی ہے اور اگر لوگ پھر بھی نا سمجھی پر تلے رہیں۔ تو پھر ان پر اچانک کوئی بڑی آفت آتی ہے جس سے وہ چر مر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس آیت میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ لوگوں کی بدمعاشیاں ہی ان کی تباہی کا باعث ہوتی ہیں اور اول تو وہ دنیا ہی میں تباہ ہو جاتے ہیں اور اگر یہاں کسی وجہ سے بچ بھی گئے تو مرنے ہی تو ہمیشہ کی جان کنی میں مبتلا ہونا ہی ہے۔

Marfat.com

عذاب اچانک آسکتا ہے

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا
کیا پس نڈر ہو گئے بستیوں والے کہ آئے ان پر ہمارا غضب

بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ
راتوں رات جبکہ وہ سو رہے ہوں یا کیا نڈر ہو گئے

الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ
بستیوں والے کہ آئے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جبکہ وہ

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ
کھیل رہے ہوں کیا پس نڈر ہو گئے اللہ کی پکڑ سے پس نہیں بیخوف ہوتے

مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾
اللہ کی پکڑ سے مگر وہ لوگ جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا
اب کیا بستیوں والے اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہماری آفت

بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ
راتوں رات آپہنچے جب وہ سوتے ہوں یا نڈر ہیں اس بات سے

الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ
بستیوں والے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آپہنچے جب وہ

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ
کھیلتے ہوں کیا اللہ کے داؤ سے نڈر ہو گئے۔ سو اللہ کے

مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲
داؤ سے نڈر نہیں ہوتے مگر خرابی میں پڑنے والے

مَکْرٌ: یہ لفظ پہلے سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ مخالف کی تدبیروں کے توڑ میں تدبیریں کرنا۔ دشمن کو بے خبری میں دبوچنے کی تیاری کرنا۔ اسی کو داؤ کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے والے یہ نہ سمجھ لیں کہ جب اللہ کو ہر چیز کا پورا علم ہے اور اس کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے تو اس کی پکڑ سے نڈر ہو کر بیٹھ رہنے کی وجہ کوئی نہیں۔ کوئی اس بات سے کیونکر بے خوف ہو سکتا ہے کہ رات سوتے میں اچانک کوئی آفت آپڑے یا جب سورج خوب روشن ہو اور لوگ اپنے کھیل کود اور دنیاوی کاروبار میں مصروف ہوں ایک دم کوئی مصیبت آدبوچے جو لوگ غفلت کی وجہ سے بے خوف ہو جاتے ہیں سراسر غلط فہمی میں مبتلا ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پورے خبردار اور زبردست حاکم کے حکم کی بے دھڑک خلاف ورزی کی جائے جب اس کے قبضے میں سب کچھ ہے تو اپنے خلاف چلنے والوں کو سزا دینے کی تدبیر اس کے پاس ضرور ہو گی۔

اس رکوع میں ان سب قوموں کے حالات پر تبصرہ ہے جن کا اوپر بیان ہوا۔ ان کے پاس نبی بھیجے گئے۔ اور اللہ کی طرف توجہ دلانے کے لیے ان پر مصیبتیں بھیجی گئیں تاکہ ڈر کر اس کی نافرمانی سے باز آئیں۔ ان کو نعمتیں دی گئیں تاکہ شاید وہ انہی کے ذریعے راہ راست پر آجائیں اور اللہ کو اپنا مہربان آقا سمجھ کر اس کی شکر گذاری اور عبادت میں مصروف ہو جائیں لیکن انہوں نے نہ مصیبتوں سے سبق لیا۔ نہ نعمتوں کو کچھ گردانا۔ نبیوں نے جب ادھر توجہ دلائی کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے اس لیے اس پر ایمان لانے سے تمہاری حالت یکساں آرام و اطمینان کی ہو جائے گی۔ جانکاہ مصیبتوں سے چھوٹ جاؤ گے تو اس پر بولے کہ یہ دنیا کا دستور ہے۔ ہمارے باپ دادا پر اسی طرح کبھی مصیبت کبھی راحت کی گھڑیاں گذریں اسی طرح ہم پر گذر رہی ہیں۔ ہم کیا بچے ہیں کہ ہم سے کبھی ڈرا کر کبھی سبز باغ دکھا کر خواہ مخواہ ایک بات منوائی جا رہی ہے۔ آخر ان نادانوں کو ان کی بے وقوفی لے ڈوبی اس سے موجودہ انسانوں کو سبق لینا چاہیئے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی نصیحت کو دل و جان سے قبول کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

پہلوں کی حالتوں سے پچھلے سبق سیکھیں

اَوَ لَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ
کیا نہیں دیتا ان لوگوں کو جو وارث ہوتے ہیں زمین کے پیچھے
اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ
وارث ہونے ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں پر
وَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
اور ہم کرتے ہیں ان کے دلوں پر پس وہ نہیں سنتے
تِلْكَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَ
یہ بستیاں ہیں کہ بیان کرتے ہیں ہم تجھ پر کچھ خبریں ان کی اور
لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا
تحقیق آئے ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر پس نہ تھے وہ
لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ
کہ ایمان لاتے اس پر جسے جھٹلایا پہلے سے اسی طرح
یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۱﴾
مہر کرتا ہے اللہ دلوں پر کافروں کے

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ
کیا ان لوگوں پر جو زمین کے وہاں سے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد
اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ
وارث ہونے ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں پر
وَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
پکڑ لیں اور ہم نے مہر کر دی ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے
تِلْكَ الْقُرٰی نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَ
یہ بستیاں ہیں کہ ہم تجھ کو ان کے کچھ حالات سناتے ہیں اور
لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا
بے شک ان کے پاس رسول نشانیاں لے کر پہنچ چکے پھر
لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ
ہرگز نہ ہوا کہ اس بات پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے ایمان لائیں
یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۱﴾
اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ جب زمین کے مختلف حصوں کے بسنے والوں کے حالات خراب ہوئے تو ان کی رہنمائی کے لیے اللہ نے رسول بھیجے۔ انہوں نے انہیں سمجھایا کہ جو کام تم کر رہے ہو تمہیں تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تمہارے پیدا کرنے والے نے تمہارے سمجھانے کے لیے ہمیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارا چال چلن تم سے مختلف ہے اور ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں بھی اسی راستہ پر چلانا سکھائیں جس پر ہم چل رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ پچھلے نافرمانوں کی تباہی کیا موجودہ لوگوں کو اتنی بات نہیں سمجھاتی۔ کہ اللہ انہی کی طرح ان کو بھی ان کی بداعمالیوں اور ان کے گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ الربہ اتنا نہیں سمجھتے تو ظاہر ہے کہ ان کے دلوں میں سوا اپنی بیہودہ باتوں کے کسی بات کی گنجائش نہیں۔ جس کی ظاہری شکل ان کی ضد اور ڈھٹائی ہے۔ جو ان کو صحیح بات سننے سے روکتی ہے۔ اے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے پچھلے لوگوں کی بستیوں کے کچھ حالات تجھے سنا دیئے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رسول اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر ان کی بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ رسولوں نے لاکھ سمجھایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے ان میں سننے سمجھنے کی طاقت موجود تھی وہ بہرے یا پاگل نہ تھے۔ لیکن ان کی ضد نے ان کا بیڑا غرق کر دیا۔ کافروں کے دلوں پر اللہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی مہر لگا دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

فرعون کا حال

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ

اور نہیں پایا ہم نے ان میں سے اکثر میں عہد کا پاس

وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور درحقیقت ہم نے پایا اکثر ان کے کھلے بدکار

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى

پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو

بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا

اپنی نشانیاں دے کر فرعون کی طرف اور اس کے سرداروں کے پس انکار کیا

بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

ان کا پس دیکھ کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

انجام فسادیوں کا

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ

اور نہیں پایا ہم نے ان میں سے اکثر میں عہد کا پاس

وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور درحقیقت ہم نے پایا اکثر ان کے کھلے بدکار

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى

پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو

بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا

اپنی نشانیاں دے کر فرعون کی طرف اور اس کے سرداروں کے پس انکار کیا

بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

ان کا پس دیکھ کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

مفسدوں کا کیسا انجام ہوا

اِنْ: (تحقیق) اکثر اس لفظ کے معنی اگر کے آتے ہیں اور عربی میں شرط کی طرح مستعمل ہوتا ہے لیکن یہاں اس کے معنی تحقیق اور حقیقت اور فی الواقعہ کے ہیں کیونکہ یہاں اِنَّ کا مخفف ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے جو ہمیشہ واقع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اصلی شکل میں یہ اِنَّہٗ تھا جس کا ترجمہ ہے تحقیق واقعہ یہ ہے ہُ کو حذف کر کے اِنَّ کو اِنْ بنا لیا ہے ایسے اِنَّ کی خبر میں کہیں نہ کہیں لامِ تاکید آنا ضرور ہے چنانچہ لَفٰسِقِيْنَ پر لام موجود ہے اس کی مثال ہے اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

ظَلَمُوْا (انہوں نے ظلم کیا) ظلم کے معنی پہلے گذر چکے ہیں۔ کسی کا حق ادا نہ کرنا۔ جیسا سلوک کسی کے ساتھ کرنا چاہیئے وہ نہ کرنا۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ ان آیتوں کا حق یہ تھا کہ انہیں سچا اور ٹھیک مانا جاتا۔ نہ مانا گیا تو ان کے ساتھ ظلم ہوا

ارشاد ہے کہ جن نافرمان قوموں کا اب تک ذکر ہوا۔ ان میں دو باتیں مشترک تھیں اور انہی کی شامت سے وہ نبیوں کی ہدایت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ ہم نے ان میں اکثر کو بدعہدی میں مبتلا پایا اور اکثر ایسے تھے کہ گناہ اور نافرمانی کرنے میں بے باک تھے۔ مفسرین نے عہد سے عہد الست مراد لیا ہے جس کا ذکر اسی سورت میں آگے آئے گا۔ عہد الست سے مراد وہ عہد ہے جو ہر انسان کی روح اپنے رب سے پیدائش کے پہلے کر چکی ہے کہ دنیا میں وہ اس کے فرمان پر چلے گی۔ یا اس آیت میں وہ عہد مراد ہے جو نافرمان لوگ سزا ملنے پر اپنے نبی سے کرتے تھے کہ اللہ اس عذاب سے ہمیں نجات دے تو ہم آئندہ اس کی نافرمانی کبھی نہ کریں گے اور جب عذاب ٹل جاتا تو اپنا قول بھول کر یا جان بوجھ کر توڑ دیتے تھے۔ لیکن آیت کا مفہوم عام ہے اور اس میں ہر شخص جو دنیا میں اپنے قول و قرار کا پابند نہ ہو داخل ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ بداخلاقی اور جرائم پیشہ ہونے کی جڑ یہ ہے کہ آدمی اپنے قول و قرار کا پابند نہ ہو۔ آگے ارشاد ہے کہ اب فرعون اور موسیٰؑ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرعون نے اور اس کے لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جو ہم نے موسیٰؑ کے ساتھ بھیجی تھیں جھٹلایا پھر دیکھ لو ان کا کیا حشر ہوا آخر تباہ و برباد ہوئے۔

Marfat.com

موسیٰ علیہ السّلام

وَ قَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ
اور موسیٰ نے کہا اے فرعون بے شک میں رسول ہوں
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِیْقٌ عَلٰٓی
پروردگار عالم کے جو ہوں اس پر
اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ
کہ نہ کہوں میں اللہ کے اوپر مگر سچ بات
قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر تمہارے رب کی
فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ ؕ
پس بھیج تو میرے ساتھ بنی اسرائیل

وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ
اور موسیٰ نے کہا اے فرعون میں رسول ہوں
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِیْقٌ عَلٰٓی
پروردگار عالم کا اس بات پر قائم
اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ
ہوں کہ اللہ کی طرف سے نہ کہوں مگر جو سچ ہے
قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لایا ہوں
فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ ؕ
سو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے

حَقِیْقٌ جما ہوا۔ قائم۔ یہ صفت مشبہ ہے جو حق سے بنی ہے۔ حق کے معنی قریب قریب وہی ہیں جو حقیقت کے ہیں۔ ٹھیک سچ بات سزاوار لائق اپنی جگہ ستوار قائم اور جمی ہوئی چیز یا بات۔ یہاں ترجمہ میں پچھلے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ یعنی میں اس بات سے ہٹ نہیں سکتا کہ تمہیں اللہ عزوجل کا پیغام جوں کا توں پہنچا دوں۔ بناوٹ اور نفع کو ذرا دخل نہ دوں۔ اس سورت میں اب تک پچھلے نبیوں میں سے حضرت آدم، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کا ذکر ہوا۔ یہ لوگ اپنی اپنی قوم میں سے خاص خاص برائیاں دور کرنے کے لیے آئے تھے اور چونکہ ان برائیوں کی جڑ یہ تھی کہ لوگ اصلی رب کے تصور کو بھول گئے تھے۔ اس لیے توحید کی ضروری تعلیم دینے کے بعد انہوں نے اپنی توجہ اس خاص برائی کے دور کرنے میں صرف کی جو ان کی قوم میں جڑ پکڑ چکی تھی۔ یہ قومیں اپنے اپنے نبی کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے ایک ایک کر کے تباہ و برباد ہوئیں۔ انہی نبیوں کے زمرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام مصر کے قبطیوں کو جن کا بادشاہ فرعون، بڑا سرکش اور حد سے بڑھا ہوا ظلم و ستم سے روکنا تھا جو وہ بنی اسرائیل پر ڈھا رہے تھے۔ پہلے نبیوں کی طرح آپ کا حکم نہ ماننے والے بھی تباہ و برباد ہوئے اور اب بنی اسرائیل کو ان کے پنجے سے چھڑانے میں کامیاب ہوئے۔

اس آیت سے ان واقعات کا بیان شروع ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کے وقت پیش آئے۔ ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ میں اس سارے جہان کے پالنے والے کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے پیغام کو ٹھیک ٹھیک تم تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس میں میری طرف سے کوئی غلطی، آمیزش یا ملاوٹ نہ ہوگی۔ میرے پاس اپنے نبی ہونے کی صاف صاف دلیلیں موجود ہیں جن کے بعد میری سچائی میں ذرا بھی شبہ باقی نہ رہنا چاہیے اے فرعون بنی اسرائیل پر جو جو ظلم و ستم تو نے توڑ رکھے ہیں انہیں چھوڑ اور انہیں میرے ساتھ روانہ کر۔ تاکہ میں ان کو ان کے اصلی وطن میں لے جا کر بسا دوں اور ان کو آدمیوں کی طرح رہنا سکھاؤں۔

Marfat.com

حضرت موسیٰؑ کے معجزے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ
بولا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو اس کو پیش کر
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى
اگر تو سچوں میں سے ہے پس ڈالا اس نے
عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ
اپنا عصا پس ناگہ وہ اژدہا تھا کھلم کھلا اور
نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ
نکالا اپنا ہاتھ پس ناگہ وہ چمک دار تھا
لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
دیکھنے والوں کے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ
بولا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو اس کو پیش کر
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى
اگر تو سچوں میں سے ہے تب ڈال دیا
عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ
اس نے اپنا عصا تو اسی وقت وہ صریح اژدھا بن گیا اور
نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ
نکالا اپنا ہاتھ تو وہ اسی وقت چمکدار نظر آنے لگا
لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۹
دیکھنے والوں کو

فرعون اپنی قوت پر بہت ہی بھروسا کرتا تھا۔ اس کے خبط کو دور کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزے دیئے گئے تھے کہ جن سے واسطہ خدائے قہار و جبار کی شان عظمت و کبریائی ظاہر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پہلے ہی پیغام میں کہہ دیا کہ میرے پاس اپنی سچائی کی ایسی نشانیاں موجود ہیں جن کو دیکھ کر اے فرعون تجھے اپنے آپ کو خدائے قوی و برتر کے سامنے عاجز اور بے بس ماننا پڑے گا۔ فرعون کے پاس ظاہری چیزیں موجود تھیں۔ ملک کی ساری دولت پر اس کا قبضہ تھا۔ لوگ اس کی پرستش کرتے تھے اس کے حکم پر بے سوچے سمجھے چلتے تھے۔ ملک میں پیداوار بھی فراوانی تھی۔ دریا تھے نہریں تھیں۔ یہ سب چیزیں اپنے قبضہ میں دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی اور بھی طاقتور ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ طاقتور اللہ ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا اچھا تیرے پاس اس کی کوئی نشانی موجود ہے تو لا پیش کر۔ ہم بھی دیکھیں کہ وہ کیسی نشانی ہے۔

ارشاد ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر کہا کہ اگر تیرے پاس سچ مچ کوئی نشانی ہے تو دکھا۔ تاکہ تیرا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو پہلے ہی بطریقہ اللہ نے بتا دیا تھا۔ انہوں نے بے تامل اپنے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا۔ عصا زمین پر گرتے ہی ایک بڑا زبردست سانپ بن گیا جسے اژدہا کہتے ہیں اور لگا پھنکاریں مارنے اور لوگوں کی طرف لپکنے۔ لکھا ہے کہ یہ دیکھتے ہی دیکھتے فرعون کی طرف بڑھا اور ادھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بغل کے نیچے رکھ کر باہر نکالا۔ وہ سورج کی طرح چمکنے لگا یہاں تک فرعون کی اور دیگر حاضرین کی نگاہ میں چکا چوند ہو گئی اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ادھر اژدہا ہے کہ پھنکاریں مارتا ہوا پسکا چلا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف ہاتھ کی چمک آنکھ بند کیے دیتی ہے ۔

Marfat.com

جادُوگر

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ
کہا سرداروں نے قوم سے فرعون کی ضرور
هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ
یہ کوئی جادوگر واقف کار ہے چاہتا ہے کہ
يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا
نکال دے تم کو تمہاری زمین سے پس کیا
تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ
مشورہ دیتے ہو بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو
وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾
اور بھیج شہروں میں جمع کرنے والے
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾
سنیں تیرے پاس ہر جادوگر واقف کار کو لے کر

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ
فرعون کی قوم کے سردار بولے یہ تو
هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ
کوئی بڑا واقف کار جادوگر ہے چاہتا ہے کہ
يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا
نکال دے تم کو تمہارے ملک سے اب تمہاری
تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ
کیا صلاح ہے بولے اس کو اور اس کے بھائی کو
وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾
ڈھیل دے اور پرگنوں میں جمع کرنے والوں کو بھیج
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾
کہ تیرے پاس جو کامل جادوگر ہیں جمع کر لائیں

ارجہ: (مہلت دے اس کو) اصل میں اَرْجِئْهُ ہے اِرْجَاءٌ مر کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر اِرْجَاءٌ ہے جو رَجَاءٌ سے بنا ہے۔ رجا کے معنی قوی امید اور توقع کے ہیں۔ اِرْجَاء کے معنی امید دلانا۔ متوقع کرنا یہاں اس سے مراد ہے کچھ مدت کے لیے چھوڑ دینا۔

ساحر: (جادوگر) اسم فاعل ہے جو سحرٌ سے بنا ہے۔ یہ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ سحرٌ جادو کو کہتے ہیں۔ سحر کی حقیقت اتنی ہے کہ آدمی اپنے خیال کو کسی چیز پر جما لیتا ہے۔ جب اس کو خوب مشق ہو جاتی ہے تو وہ اپنے خیال کا اثر دوسروں کے خیال پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ بھی وہی خیال کرنے لگتے ہیں جو وہ خیال کرنے لگتا ہے ایسے آدمی کو ساحر کہتے ہیں۔ سَاحِرٌ عَلِيْمٌ وہ ہے جو اس مشق میں پختہ ہو چکا ہو۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزے دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ یہ بڑا بھاری جادوگر معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد ہے کہ فرعون کے بڑے درباریوں نے (حضرت) موسیٰؑ کے معجزے دیکھ کر فرعون سے کہا کہ ایسے شعبدے ساحر دکھایا کرتے ہیں موسیٰؑ ایک بہت بڑا ماہر فن ساحر معلوم ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو ابھی کچھ دن کے لیے یونہی چھوڑ دیا جائے اور ان سے کچھ نہ کہا جائے اور اپنے معتبر آدمیوں کو اِدھر اُدھر ملک کے ہر حصے میں روانہ کیا جائے کہ وہ ہر جگہ سے ڈھونڈ کر بڑے بڑے ماہر ساحروں کو اس دربار میں جمع کر دیں۔ تاکہ وہ سب مل کر موسیٰؑ کے جادو کا زور توڑ کر رکھ دیں۔

فرعون کو اپنے درباریوں کی رائے ٹھیک معلوم ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو جادو کا ایک ڈھکوسلہ قرار دیا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی نادانی نے انہیں معاملہ کی تہ کو نہ پہنچنے دیا۔ اور اپنی بات کی پچ اور مقابل کو مات دینے کی دھن کے سوا ضدی آدمی اور کچھ کر ہی نہیں سکتا اور یہی بربادی کے لچھن ہیں۔

Marfat.com

جادوگر آدھمکے

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
اور آئے جادوگر فرعون کے پاس بولے ضرور
لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
ہمارے لیے صلہ ہے اگر ہوئے ہم جیتنے والے
قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
بولا ہاں اور تم ضرور مقربوں میں سے ہو جاؤ گے
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ
بولے اے موسیٰ یا یہ کہ تو ڈالے اور یا کہ
نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ج
ہوں ہم ڈالنے والے کہا تم ڈالو

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
اور فرعون کے پاس جادوگر آئے بولے کہ ہم
لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
غالب ہوئے تو ہمارے لیے کچھ مزدوری ہے
قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
بولا ہاں اور تم بے شک مقرب ہو جاؤ گے
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ
بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا
نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ج
ہم ڈالتے ہیں کہا ڈالو

پچھلی آیت میں گذرا کہ فرعون کے معزز درباریوں نے فرعون کو صلاح دی کہ موسیٰؑ نے جادو کا عجیب و غریب کرشمہ دکھایا ہے۔ ڈر ہے کہ وہ بہت جلد عوام کو اپنی طرف مائل کر لے گا اور پھر ہمارا یہاں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ موسیٰ (ع) کا مقابلہ ساحروں سے کرا دیا جائے اور اس کو مجمع عام میں شکست دی جائے۔

ارشاد ہے کہ لوگ ہر طرف سے پرانے تجربہ کار ساحروں کو فرعون کے پاس گھیر لائے اور انہوں نے آتے ہی فرعون سے پہلی بات یہ کہی کہ آپ کے اقبال سے جیتیں گے۔ آپ مہربانی فرما کر ہمارے انعام و اکرام کا اور محنت کے معاوضہ کا جو ہمیں ملنا چاہیئے ابھی تقرر فرما دیں تاکہ ہمارا دل بڑھ جائے اور ہم جان توڑ کر جیتنے کی کوشش کریں۔ فرعون نے کہا کہ ہاں ہاں ضرور تمہیں بڑا معاوضہ اور انعام ملے گا۔ اور ساتھ ہی تم میرے خاص مقربوں اور منتخب لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ جادوگر خوش ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ کی طرف منہ کر کے کہا۔ بولو تم پہلے اپنا کرتب دکھاتے ہو یا ہم دکھائیں۔ انسان اپنی بات کے آگے دوسرے کی نہیں سنتا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے پاس کس چیز کی کمی ہے جو میں دوسرے کو خواہ مخواہ اپنے سے بڑا مانوں یہ ضد ان لوگوں میں ہوتی ہے۔ جن کے پاس اتفاق سے بہت سا ساز و سامان لاؤ لشکر جمع ہو جاتا ہے اور کم درجے کے پست لوگ ان کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑے رہنے کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھنے لگتے ہیں۔ اس وقت جہاں تک ہو سکتا ہے یہ لوگ ہمیشہ اپنا ہی اقتدار قائم رکھنے کی دھن میں لگ جاتے ہیں اور اپنے مرتبے اور جاہ و حشم کا مقابلہ کرنے والے کو جس طرح ہو سکے پست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرعون اور اس کے سرداروں کے قصے میں ایسے لوگوں کے لیے سراسر عبرت کا سامان جمع ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ ان کے سامان اور دولت سے بھی بڑھ کر کوئی ایسی قوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو ان کے سارے کھیل کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

Marfat.com

جادو کا پول کھل گیا

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ
پھر جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی آنکھوں کو باندھ دیا
وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾
اور ان کو ڈرا دیا اور بڑا جادو لائے
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
اور ہم نے موسیٰؑ کو حکم بھیجا کہ اپنا عصا ڈال دے
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ فَوَقَعَ
سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سانگ انہوں نے بنایا تھا پس ظاہر ہو گیا
الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
حق اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا غلط ہو گیا
فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ
پس اس جگہ ہار گئے اور ذلیل ہو کر لوٹ گئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا کہ پہلے تم نے جو کچھ ڈالنا ہے ڈالو۔ جادوگروں نے اپنے بانس، رسیاں، لکڑیاں بہت سی زمین پر ڈال کر پھیلا دیں۔ تھوڑی دیر میں وہ سب سانپ اژدہوں کی طرح دوڑتے نظر آنے لگے جیسا کہ اس آیت میں بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جادوگروں نے اپنی چیزیں جو وہ ساتھ لائے تھے۔ زمین پر ڈال دیں اور پھر لوگوں کی آنکھوں پر ایسا جادو کیا کہ ان کو وہ سب چیزیں دوڑتے ہوئے سانپ نظر آنے لگیں۔ لوگ ڈر کے مارے کانپنے لگے۔ حقیقت میں یہ جادو کا ایک بڑا کرشمہ تھا جو بغیر خیال جمانے کی اتنی مشق کے کہ جس سے دوسروں کے خیالوں کو اپنے خیال سے متاثر کیا جا سکے۔ دکھایا نہیں جا سکتا۔ لیکن یہ سب انسانی خیال کے ڈھکوسلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس خیالی باتوں کا کیا کام۔ وہ تو انسانی خیال و وہم بلکہ عقل سے کہیں بالاتر۔ تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے اور ان میں جیسے چاہے تصرف کرنے والے مالک ذوالجلال کی بے انتہا قوت اور قدرت کا ظہور تھا جس سے عصائے موسیٰ زمین پر گرتے ہی سچ مچ اژدہا ہو جاتا تھا۔ وہاں انسانی خیال کے پیر جلتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب تو اپنا عصا زمین پر پھینک دے۔

عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے اژدہا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لکڑیوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ یہاں سے وہاں تک میدان صاف ہو گیا۔ جادو کے ڈھکوسلے سب غائب ہو گئے۔ جادوگروں کا بنا بنایا کھیل آناً فاناً بگڑ گیا۔ سب کے سر شرمندگی اور خوف و ہراس سے جھک گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی جیت ہوئی اور جادوگر بری طرح مات ہو گئے۔ فرعون اور اس کے اہالی موالی ایسے ذلیل ہوئے کہ کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہی۔

Marfat.com

جادوگر اللہ پر ایمان لے آئے

وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدہ کرنے والے بولے ہم ایمان لائے

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ

پالنے والے پر جہانوں کے ﴿۱۲۱﴾ جو رب ہے موسیٰ اور

هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

ہارون کے ﴿۱۲۲﴾ کہا فرعون نے ایمان لے آئے تم اس پر

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّ هٰذَا

پہلے اس سے کہ اجازت دوں میں تم کو بیشک یہ

لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا

ضرور ایک چال ہے جو تم نے چلی ہے اس شہر میں تاکہ نکال دو

مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اس سے اس کے رہنے والوں کو پس عنقریب جان لوگے تم

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے ﴿۱۲۰﴾ بولے ہم

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ

پروردگار عالم پر ایمان لائے ﴿۱۲۱﴾ جو رب ہے موسیٰ اور

هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

ہارون کے ﴿۱۲۲﴾ کہا فرعون نے ایمان لے آئے تم اس پر

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّ هٰذَا

اجازت سے پہلے ایمان لے آئے ﴿۱۲۳﴾ تو

لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا

کر رہے ہو تم نے اس شہر میں تاکہ نکال دو اس شہر سے

مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اس کے رہنے والوں کو پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا

جب جادوگروں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا زمین پر پڑتے ہی اژدہا بن کر ان رسیوں اور لکڑیوں کو نگلا جا رہا ہے تو انہیں یقین ہو گیا۔ کہ یقیناً یہ دونوں بھائی ٹھیک کہتے ہیں کہ اس دنیا کا قائم رکھنے والا اور پالنے والا ایک رب العالمین ہے اور وہی ہمارا رب ہے اسی کی قدرت میں ہر چیز ہے۔ قوت اور طاقت میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے دیکھا کہ فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ نے انہیں صرف کھلا تک دی اور وہ بیٹھا دیکھتا رہا۔ اور ان کی کچھ بھی مدد نہ کر سکا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ فوراً سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور کہا ہم رب العالمین پر ایمان لائے جسے موسیٰ اور ہارون اپنا رب کہتے ہیں اور فرعون سے منہ موڑا۔ فرعون دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا کہ اس کے تابعدار بندے اس سے منحرف ہو گئے۔ بولا یہ کیا میری اجازت کے بغیر ایمان لانے کے کیا معنی ضرور تم نے موسیٰ سے پہلے ہی سازباز کر رکھی تھی کہ یہ جو فرعون نے اکھاڑا جمایا ہے اس میں ہم بھرے مجمع میں تجھ سے مات کھا جائیں گے اور کھلا تیرے ساتھ ہو کر فرعون اور ان کے ماننے والوں کو باہر نکال کریں گے اور تجھے اپنا بادشاہ بنا لے خود تیرے معزز درباری اور عہدہ دار ہو جائیں گے۔ بیوقوف کو ابھی ابھی تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے میں طاقتور ہوں یا موسیٰ کا رب طاقتور ہے۔

دنیا میں جو اقتدار مال و دولت اور شان و شوکت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دوسرے کے حقوق کو غصب کر کے ان چیزوں پر قبضہ کر لے۔ ان کے نزدیک حق و صداقت کوئی چیز نہیں کہ جس کے لیے کوئی کچھ سوچے۔ نگاہ کا دنیا سے اونچا اٹھانا ہمت والوں ہی کے لیے ممکن ہے۔

Marfat.com

صبر کی دُعا

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ
البتہ ضرور کاٹوں میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں سے
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۲۴)
مخالف سمت پھر میں ضرور سولی دوں گا تم سب کو

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ
میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۲۴)
پھر میں سب کو سولی پر چڑھاؤں گا

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۱۲۵) وَ
وہ بولے ضرور ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں اور

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۱۲۵) وَ
وہ بولے ضرور ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے اور

مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
نہیں دشمنی کرتا تو ہم سے اس کی بس یہ کہ ہم ایمان لائے نشانیوں پر

مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
نہیں دشمنی ہے تیری ہم سے یہی کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں

رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ
اپنے رب کی جب آئیں وہ ہم تک اے ہمارے رب انڈیل دے

رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ
کو جب وہ ہم تک پہنچیں مان لیا اے ہمارے رب ہم پر صبر کے

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (۱۲۶)
ہم پر صبر اور وفات دے ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (۱۲۶)
دانے کھول دے اور ہم کو مسلمان ؛

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ فرعون کے جمع کیے ہوئے ساحر حضرت موسیٰؑ سے ہار گئے۔ لیکن پھر بھی اپنا رعب جمانے کے لیے جی کڑا کر کے جادوگروں کو ڈانٹا۔ کہ تم سب کو اس سرکشی کا مزہ نہ چکھاؤں تو میرا نام فرعون نہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ فرعون نے جادوگروں سے مخاطب ہو کر کہا تم سب کے پہلے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور پھر تم سب کو سولی دے دوں گا۔ جادوگروں نے کہا کہ ہم سب اپنے رب کی طرف جا کر ہی رہیں گے۔ مناسب کو ہے تیرے ہی ہاتھ سے موت آنی ہے تو یوں ہی سہی۔ یہ تیری سزا تھوڑی دیر اذیت اور دکھ دے گی۔ اس کے بعد جب جان نکل گئی تو پھر چین ہی چین ہے۔ مرے گا تو بھی۔ لیکن تیرے لیے مر کر چین نہیں۔ اس لیے تجھے جو کرنا ہے کر لے ہم بالکل بے گناہ ہیں قہر ہم پر فقط اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ ہم نے اپنے رب کی کھلی نشانیاں دیکھ کر جو ہمیں موسیٰؑ کے ذریعے اس نے دکھائیں۔ اس پر ایمان لائے۔ کوئی معقول آدمی سچائی کو دیکھ کر اس کے ماننے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بات میں بُرا ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ نہ تجھے اس پر بگڑنے کا کوئی حق ہے۔ لیکن اگر تو ظلم پر ہی تلا ہوا ہے تو تو جان ہم تو اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہمت اور صبر دے تاکہ یہ تھوڑی دیر کی اذیت جھیلنی ہمارے اوپر آسان ہو جائے۔ اے ہمارے رب ہماری التجا اب یہ ہے۔ کہ ہم پر صبر کے دروازے کھول دے تاکہ ہمارا قدم تیری راہ سے نہ ڈگمگائے اور ہم تجھے دل سے اپنا رب مانتے ہوئے اور تیری فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں۔ دکھ اور درد کی وجہ سے ہمارے ایمان میں خلل نہ آئے اور ہم تیرے فرمانبردار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوں ؛

Marfat.com

دبانے کی تدبیر

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ

اور کہا سرداروں نے قوم میں سے فرعون کی کیا تو چھوڑے گا

مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

موسیٰ اور اس کی قوم کو کہ فساد کریں وہ زمین میں

وَ يَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ

اور چھوڑ دیں تجھ کو اور تیرے بتوں کو کہا ہم عنقریب قتل کریں گے

اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ

ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی عورتوں کو اور

اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ہم ان پر زور آور ہیں

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ

اور قوم فرعون کے سردار بولے تو موسیٰ کو اور

مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

اس کی قوم کو کیا چھوڑتا ہے کہ اودھم مچائیں ملک میں اور

وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ

نہ تجھ کو اور تیرے بتوں کو چھوڑ دیں بولا اب ہم ان کے

اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ

بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور

اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ہم ان پر زور آور ہیں

الٰہتک: تیرے مقرر کیے ہوئے معبود (الٰہۃ ۔ لہ کی جمع ہے الٰہ معبود کو کہتے ہیں۔ فرعون سب سے بڑا معبود تھا۔ پھر اپنے کو کہتا تھا اور لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کراتا تھا۔ لیکن لوگوں نے گھروں میں چھوٹے چھوٹے معبود اپنے مقرر کیے ہوئے رکھ چھوڑے تھے تاکہ فرعون کے سامنے نہ ہونے کے وقت ان کو اپنے سامنے رکھیں اور ان کو سجدہ کریں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ گائے کے مجسم بت تھے۔

پہلے تو فرعون کے درباریوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ساحروں سے کرایا اور جب ان کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام جیت گئے تو اب یہ فکر ہوئی کہ اگر ان دونوں بھائیوں کو یونہی چھوڑے رکھا تو یہ تھوڑے دن میں ملک کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل تو ان کی مٹھی میں ہیں ہی اور ہمارے آدمیوں میں سے بھی بہت سے لوگ اس کی باتوں میں آجائیں گے اس وقت بڑی مشکل ہوگی۔ یہ سوچ کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے جو کچھ کہا اس کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب ساحروں کا قصہ تمام ہوگیا تو فرعون کی سلطنت کے ارکین کو یہ فکر پڑی کہ اب موسیٰ علیہ السلام کو کس ترکیب سے روکا جائے کہ وہ اپنی قوم کو ان کا حمایتی بن کر اپنے ساتھ نہ ملا سکے ورنہ ان کو یہ اپنی باتیں اور منصوبے سنا کر ملک کے خلاف کھڑا کر دے گا۔ اس کی تعلیم اور تقریریں امن عام کے خلاف ہیں کوئی دن میں خون خرابہ ہو جائے گا اور لوگ کھلم کھلا بغاوت پر کمر باندھ لیں گے۔ چنانچہ وہ فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ یہ تو بالکل خلاف مصلحت ہے کہ موسیٰؑ کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو اپنی قوم کو تھوڑے ہی دن میں اٹھا کھڑا کرے گا اور وہ دلیر ہو کر قتل و غارت، مار پٹائی وغیرہ دھپا شروع کر دیں گے اور موسیٰؑ آگے بڑھ کر ان کو تیری غلامی سے اور تیرے مقرر کیے ہوئے معبودوں کی پرستش سے الگ کر دے گا۔ اس کی کوئی تدبیر کرنی ضروری ہے۔ فرعون نے کہا اس کی ہمارے پاس وہی تدبیر ہے جس سے ہم نے پہلے بھی بنی اسرائیل کو ایک مردہ قوم بنا دیا تھا اب پھر یہ کام کر دیں گے کہ ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مروا دیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اس طرح ان میں کبھی دم آ ہی نہیں سکتا۔ موسیٰ کس کو ہماری بغاوت پر آمادہ کرے گا تم جانتے ہو ہمارے ہاتھ میں سلطنت کی باگ ہے۔ لوگ ہمارے اشاروں پر چلتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ سے مدد مانگو

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ
کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے مدد لو اللہ سے
وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا
اور صبر کرو تحقیق زمین اللہ کی دے دیتا ہے اس کو
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ
جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اور انجام کار جنت
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
پرہیزگاروں کے لیے

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ
موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد لو
وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا
اور صبر کرو بے شک زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ
جس کو چاہے اس کا وارث کرے اور آخر میں بھلائی
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
ڈرنے والوں کے لیے ہے

فرعون نے اپنے درباریوں کے کہنے سے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کا طریقہ تجویز کیا کہ آپ کی قوم کو ابھرنے کے قابل ہی نہ رکھا جائے۔ پھر اکیلے موسیٰ علیہ السلام کیا کر سکیں گے۔ اس نے پہلے بھی یہی کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کروا دیتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام اسی حالت میں پیدا ہوئے اور خود فرعون ہی کے گھر میں پلے۔ آپ کی پیدائش کا ذکر سورہ طٰہٰ اور سورہ قصص میں آئے گا۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مقابلہ کے لیے اپنی قوم کو کیا ہدایت کی۔

ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے آگے جھک جاؤ اور اس سے اس مصیبت میں مدد مانگو اور جو سر پر پڑے صبر کے ساتھ برداشت کرو۔ اللہ نے فرعون اور اس کے لوگوں کو اس وقت سلطنت دے رکھی ہے اور اس سرزمین پر اس کا اقتدار قائم ہے زمین کا اصل مالک اللہ ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی اس پر قبضہ نہیں کر سکتا وہ اپنی حکمت اور مصلحت کی بنا پر چاہے جس کو تھوڑی مدت کے لیے اس کی حکومت دے دیتا ہے۔ اب اگر وہ ظلم و ستم سے کام لیتا ہے اور اللہ کے بندوں کو نسل اور نسب کا خیال کیے بغیر آرام و آسائش سے نہیں رکھتا تو مظلوم لوگ بے بس ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے فقط ایک راستہ ہے کہ اللہ کو پہچانیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں۔ اس کے غضب سے ڈریں، توبہ و استغفار کریں، نیک کام اختیار کریں۔ ایسے لوگ آخر کار اپنے دشمنوں پر غالب آکر رہیں گے۔ اور اللہ ظالموں سے اختیار اور قوت چھین کر ان کو دے دے گا۔ یہ اللہ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے طریقے رکھے ہیں۔ اسی طرح ہوتا رہا ہے اور اسی طرح ہوتا رہے گا جب تک اللہ کو منظور ہے۔

اللہ کے رسول ہر زمانے میں انسان کو یہی طریقہ بتاتے رہے ہیں کہ ظالموں سے نجات حاصل کرنی ہے۔ تو اللہ کی فرماں برداری پر کمر باندھو اور اسی سے مدد کے لیے التجا کرو۔ صبر سے کام لو۔ سیدھی راہ پر چلنے میں خواہ کتنی ہی مصیبتیں اور مشکلیں پیش آئیں۔ سب کو بخندہ پیشانی برداشت کرو۔ ظالموں سے ہرگز نہ ڈرو۔ ان کا ڈٹ کر جہاں تک ہو سکے مقابلہ کرو۔ آخر انجام یہ ہوگا کہ ایک دن ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور ظالموں کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

Marfat.com

بے چینی

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا
کہنے لگے اذیت دیے گئے ہم اس سے پہلے کہ تو آئے ہم میں
وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى
اور اس کے بعد کہ تو آیا ہم میں کہا قریب ہے
رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ
تمہارا رب کہ ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کردے تم کو
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ع (۱۲۹)
زمین میں پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا
رہ دیے ہم پر تیرے آنے سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد
وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى
تکلیفیں رہیں کہا نزدیک ہے کہ
رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ
تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو ملک میں خلیفہ
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۱۲۹) ع ۱۳ ۵ ۵
کردے پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو

اس وقت جن کا بیان ہو رہا ہے یعنی بنی اسرائیل۔ وہ خود اپنے ہی ہم جنسوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ ظالم اور جابر مصری ان سے زبردستی بیگار میں کام لیتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تمہارے لیے صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں لیکن تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یقیناً تمہارا ایک بڑا زبردست مددگار موجود ہے۔ وہ اس سارے جہان کا خالق اور منتظم ہے۔ اس نے اپنی حکمت کی بنا پر فرعون اور اس کے لوگوں کو اس وقت زبردست کر دیا ہے اس سے مقصد یہ ہے کہ تم بے بس ہو کر اللہ کی طرف جھکو اس کے سامنے گڑگڑاؤ اور اپنی عاجزی پیش کرکے اس سے مدد طلب کرو۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی حالت میں یہی ایک تدبیر ہے جو کارگر ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اس میں صبر کی ضرورت ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہی کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور مصیبت میں صبر کرو۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر بوکھلا گئے اور ڈرتے ڈرتے یہ عرض کیا۔ کہ اے موسیٰؑ! تیرے آنے سے پہلے بھی ہم پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے۔ اور اب تیرے آنے کے بعد بھی وہی چرچے ہو رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کے نرینوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالو تاکہ یہ رفتہ رفتہ نیست و نابود ہی ہو جائیں۔ آخر صبر کی بھی کوئی حد ہے ہم کہاں تک صبر کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سن کر فرمایا کہ تم ہمت مت ہارو۔ دل کو قوی رکھو تم تھوڑی ہی مدت میں دیکھ لوگے کہ تمہارا دشمن تباہ و برباد ہو گیا اور اس کی جگہ ساری قوت اور سارا اختیار تمہارے ہاتھ میں دے دیا گیا تاکہ تمہیں کام کرنے کا موقعہ دیا جائے اور دیکھا جائے تم صاحب قوت و اختیار ہو کر کیا ڈھنگ اختیار کرتے ہو۔ فرعون کی طرح آپے سے باہر ہو کر خونخوار اور ظالم بن جاتے ہو یا آدمیت کے ساتھ رہ کر خود بھی چین سے بسر کرتے ہو اور دوسروں کو بھی آرام سے رکھتے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو یہ سمجھا رہے ہیں۔ کہ دنیا میں قوموں کے اوپر سختی اور نرمی۔ مصیبت اور راحت۔ قوت اور ضعف سبھی قسم کے حالات آتے ہیں۔ اور ہر ایک میں انسان کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ انسان وہی ہے کہ ہر حالت میں اللہ کو پہچانے۔ اور اس سے اپنا تعلق پیدا کرے۔ اور دنیا کے راحت و آرام، مصیبت و آلام کو آنی جانی چیز سمجھے۔ نہ راحت میں اللہ کو بھولے اور نہ مصیبت میں اس کی یاد سے غافل ہو۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کے قصّہ سے عبرت

انسان کی سب سے زیادہ قابل اعتراض حیوانی خصلت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اتفاق سے اگر کسی کو ایسے اسباب میسّر آجائیں۔ تو پھر وہ اپنے آپ کو خبر نہیں کیا سے کیا سمجھنے لگتا ہے۔ فقط یہی نہیں کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ بلکہ وہ ان کو ذلیل کر کے اپنی مرضی کا تابع اور غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اللہ کی طرف سے رسول اس کے سمجھانے کے واسطے بھیجے جاتے ہیں جو اسے دنیا میں اونچ نیچ کا راز سمجھانا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آدمی کو اللہ نے قوت اور ضعف میں مختلف بنایا ہے سب کے حالات ایک سے نہیں رکھے اس سے وہ اس کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ قوت والا اپنی قوت سے کیا کام لیتا ہے اور کمزوروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ مغرور لوگ رسولوں کا کہنا نہیں مانتے اور تباہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد پھر ویسے ہی مغرور لوگ پیدا ہو جاتے ہیں اور جو پہلوں نے کیا تھا وہی کرنے لگتے ہیں۔ انسانی ظلم و ستم کا سب سے بڑا شکار غالباً بنی اسرائیل تھے۔ فرعون اپنی دولت اور اپنے مددگاروں کے بل پہ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا۔ اس کو گھمنڈ یہ تھا کہ مجھ سے بڑھ کر طاقت اور قوت والا کوئی نہیں، جو مجھے روک سکے ہیں جو چاہے کروں، مجھے کوئی ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی سرکش کو رام کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کو نیچا دکھایا۔

قرآن مجید میں یہ قصہ اللہ عزوجل نے سبق لینے کے لوگوں کو سمجھانے کے لیے رکھ دیا ہے جس سے زبردستوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی زبردستی ہمیشہ نہیں چلے گی اور ان کو یقیناً ایک نہ ایک دن نیچا دیکھنا پڑے گا۔ اور زیردستوں کو اطمینان رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر انہوں نے صبر سے کام لیا اور اللہ سے التجا کرتے رہے تو ان کو ضرور ظالموں کے پنجے سے رہائی حاصل ہوگی۔ اور ان کو زبردست سے اس کی طاقت چھین کر دے دی جائے گی تاکہ ان کو بھی آزمایا جائے۔ کہ اب وہ اپنی قوت اور طاقت کو کس طرح کام میں لاتے ہیں اور پہلوں کے عبرتناک انجام سے سبق سیکھتے ہیں یا نہیں۔

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت وہاں کی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ماننے والوں پر کفار مکہ ظلم و ستم ڈھا رہے تھے اور اہل اسلام پر کئی بڑی اذیتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کے مؤثر الفاظ کا ان کے دلوں پر گہرا اثر ہوا اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ ہمارے ستانے والے ایک دن تباہ ہوں گے اور ان کی ساری اکڑفوں ختم ہو جائے گی اور اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان پر غالب کرے گا اور ان کو نیچا دکھائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے کہنا کہ صبر کرو عنقریب اللہ عزوجل تمہارے دشمنوں کو تباہ کر کے تمہیں ان کی جگہ بٹھانے والا ہے۔ اور پھر دیکھے گا کہ تم اپنی باری میں کس قماش کے لوگ ثابت ہوتے ہو۔ مکہ کے مسلمانوں کے لیے پیغام مسرت تھا اور گویا ان کو پہلے ہی سے اس بات پر آمادہ کرتا تھا کہ عنقریب کفار پر فتح دے کر اللہ ان کا امتحان لینے والا ہے۔ چنانچہ انہوں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی قوت کو کمزوروں کے دبانے کے لیے نہیں بلکہ ان کی ہر طرح کی مدد کرنے کے لیے کام میں لائیں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اہل اسلام نے اپنے اس عزم کو پورا کر کے دکھایا۔ کمزور و ناتواں اللہ کی بدولت قوی اور توانا ہو گئے اور ظالموں نے ان کے سامنے ہر جگہ ہتھیار ڈال دیئے لیکن افسوس کہ آگے چل کر ان میں بھی ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھلا کر دوسروں پر زیادتی کی اور اس کی سزا پائی۔

Marfat.com

مزید تنبیہ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ
اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے فرعون کے لوگوں کو ساتھ قحطوں کے اور
نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
کمی کے پھلوں میں سے کہ شاید وہ یاد کریں
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ
پس جب آئی ان کے پاس بھلائی کہنے لگے ہمارے لیے یہی ہے
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى
اور اگر پہنچی ان کو برائی نحوست بتائی موسیٰ کی
وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اور اس کے ساتھیوں کی سن رکھو بات یہی ہے ان کی بدبختی اللہ کے پاس ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ
اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے فرعون والوں کو قحطوں میں اور
نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
پھلوں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت مانیں
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ
پھر جب ان کو بھلائی پہنچی کہنے لگے یہ ہمارے لائق ہے
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى
اور اگر برائی پہنچتی تو موسیٰ کی اور اس کے ساتھیوں
وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
کی نحوست بتلاتے سن لو ان کی شومی تو اللہ کے پاس ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
پر کثر لوگ نہیں جانتے

سِنِيْنَ (سال) سَنَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی سال ہیں۔ سالوں سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال ان پر قحط اور خشک سالی آتی ہے۔
يَطَّيَّرُوْا (بدشگونی لی) اس کا مصدر طَيْرٌ ہے جو طیر سے بنا ہے۔ طیر کے معنی پرندے کے ہیں۔ وہ لوگ پرندوں کے ذریعہ بدشگونی لیتے تھے۔ اس لیے يَطَّيَّرُوْا کے معنی شگون لینے کے ہو گئے۔ پرندوں سے شگون اس طرح لیتے تھے کہ اگر کسی کام کا ارادہ کیا اور کوئی پرندہ سامنے سے اڑ گیا تو کہتے تھے اب یہ کام نہیں کریں گے اس لیے کہ پرندے کا ٹھیک کام کے وقت اڑنا بری علامت ہے۔ طائر بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی پرندہ ہیں۔ اسی وجہ سے اس سے بھی مراد نحوست، بدشگونی، شومی اور بدبختی ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے فرعون کی قوم پر قحط سالی کی بلا نازل کی۔ شہروں میں میووں کی کمی ہو گئی۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ فکر کریں آدمی نہیں لیکن ان کی ڈھٹائی اور بڑھ گئی۔ اچھی حالت ہوتی تو کہتے ایسا ہونا ہی چاہیے کیوں کہ ہم معزز اور شریف لوگ ہیں۔ ہم پر مصیبت آنے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ کوئی مصیبت آتی تو کہتے یہ سب (نعوذ باللہ) موسیٰ اور اس کی قوم کی بدبختی ہے جس کا اثر ہم پر پڑ رہا ہے۔ حالانکہ خود بنی اسرائیل، موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے ہر بلا سے محفوظ تھے اور جو بلا نازل ہوتی تھی۔ فرعون کے لوگوں پر ہی ہوتی تھی۔ پھر فرعونیوں کو اتنی بیدھی بات سمجھانی نہ دی کہ یہ سب ہمارے کرتوتوں کا پھل ہے جو اللہ کی طرف سے ہمیں مل رہا ہے۔ اچھی حالت میں رکھنا اور بری حالت میں پھنسانا دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں اور وہ حسب مصلحت کسی کو اچھی حالت میں اور کسی کو بری حالت میں رکھتا ہے اور اس سے دنیا میں سبق دینا مقصود ہوتا ہے۔ مصیبت اور رحمت دونوں میں صلاحیت ہے کہ انسان کے لیے اپنے مولائے حقیقی کی طرف رجوع کرنے کا موقعہ بہم کرے۔

Marfat.com

نشانیوں کو مہکاوا ٹھہرایا

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ
اور کہا جو جو لائے گا تو ہم پر اس کو بطور نشانی
لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۳۲)
کہ تو سحر کرے ہم پر اس کے ساتھ پس نہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ
پس بھیجے ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور چیچڑی
وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَ
اور مینڈک اور خون نشانیاں جدا جدا
اسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۱۳۳)
پھر بھی اکڑتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہ گار

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ
اور کہنے لگے جو کچھ تو ہمارے پاس نشانی لائے گا کہ
لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۳۲)
اس کی وجہ سے ہم پر جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ
پھر ہم نے ان پر بھیجا طوفان اور ٹڈی اور چیچڑی
وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَ
اور مینڈک اور خون بہت سی الگ الگ نشانیاں
اسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (۱۳۳)
پھر بھی تکبر کرتے رہے اور وہ گنہ گار لوگ تھے

مَهْمَا (جو) اصل میں یہ لفظ ما ما ہے۔ عربی میں ما کے معنی جو ہیں۔ اسی کو دو دفعہ کہا تو اس کے معنی جو جو ہو گئے۔ بولنے میں پہلے الف کو ہ بنا لیا۔ مہما ہو گیا۔ معنی وہی رہے۔

فرعونیوں کی ڈھٹائی دیکھیے: سچ کہا ہے کہ ضد و بحث میں آدمی جان تک کھونے کو تیار ہو جاتا ہے اس وقت ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا مطلب کچھ بڑا نہ تھا وہ فقط اتنا ہی تو چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دیا جائے لیکن فرعون کی قوم کو ان کے غرور اور اقتدار نے اندھا باؤلا کر رکھا تھا۔ ان کا تکبر کبھی اجازت نہ دے سکتا تھا کہ مفت کے غلاموں کو آسانی سے اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیں۔ خود عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ زمانہ تو پھر بھی ہمارے زمانے سے کم مہذب تھا۔ ہم آج کل تہذیب و تمدن کے دعویدار دل کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کمزور قوموں کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اور ان سے اپنے مطلب کے کام نکال کر کچھ پیسے دے دیتے ہیں وہ کبھی اس بات پر رضامند نہیں ہوتے کہ ان کے اوپر سے اپنی گرفت ڈھیلی کریں۔ جب آج کل کے مدعیان تہذیب کا یہ حال ہے۔ تو فرعون کی قوم کی ڈھٹائی اور تکبر میں تعجب کی کوئی بات نئی نہیں۔ دیکھئے وہ حضرت موسیٰؑ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! تو چاہے جتنی انوکھی باتیں دکھا ہم تیرے جال میں پھنسنے والے نہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ ہم نے ان پر مصیبتیں ڈالنی شروع کیں۔ بنی اسرائیل تو مصیبتوں سے بچے رہے لیکن فرعونیوں پر رہ رہ کر طوفان، ٹڈیوں اور چیچڑیوں کی آفتیں آئیں۔ مینڈکوں کی کثرت نے آرام سے رہنا دشوار کر دیا۔ پانی ان کے لیے خون ہو گیا۔ لیکن واہ رے بدمستی۔ مصیبت آتی تو رونے لگے اور جب وہ دور ہوئی تو پھر وہی سرکشی اور وہی ضد۔

واقعہ یہ ہے کہ ان کی طبیعت بگڑ چکی تھی اور وہ ظلم و ستم کے عادی ہو چکے تھے۔ ان میں اس کی صلاحیت ہی نہ رہی تھی کہ بھلائی برائی میں تمیز کریں اور نصیحت کرنے والوں کی بات سنیں۔ یہی خرابی کے لچھن ہیں ؛

Marfat.com

فرعون والوں کی ضد

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى
اور جب واقع ہوتا ان پر کوئی عذاب کہتے اے موسیٰ
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ
پکار ہمارے لیے اپنے رب کو اس طرح کہ بتایا اس نے تجھ کو بلاشبہ اگر
كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ
کھول دیا تو نے ہم سے یہ عذاب ضرور ایمان لے آئیں گے ہم تجھ پر اور
لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۱۳۴) فَلَمَّا
بیشک ہم ضرور بھیج دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پس جب
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ
کھول دیا ہم نے ان سے عذاب اس مدت تک کہ وہ
بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (۱۳۵)
پہنچنے والے تھے اس تک بکایک وہ توڑ دیتے عہد

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى
اور جب ان پر کوئی عذاب پڑتا تو کہتے اے موسیٰ
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ
ہمارے واسطے اپنے رب سے دعا کر جیسا کہ اس نے تجھ کو بتلا رکھا ہے
كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ
اگر تو نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو بے شک ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے
لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۱۳۴) فَلَمَّا
اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے پھر جب
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ
ہم نے ان سے عذاب اٹھا لیا ایک مدت تک کہ ان کو اس وقت
بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (۱۳۵)
تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے

عَهِدَ: (اس نے بتایا) عَهِدَ ماضی کا صیغہ ہے عہد کے معنی ہیں کسی سے کچھ کہنا بتانا کسی کام کا طریقہ سکھانا یا کسی کے ذمے کچھ کام ڈالنا۔
عِنْدَكَ (اس نے تجھ کو تبلا رکھا ہے) لفظی معنی ہیں اس نے تیرے پاس ہدایت چھوڑی ہے یعنی تجھ کو جو طریقہ دعا کا سکھا رکھا ہے۔

ارشاد ہے کہ فرعون کی قوم کی عادت تھی کہ مگرے بن کر اپنا کام کیے جاتے تھے۔ جب ان کی تنبیہ کے لیے کوئی عذاب آتا تو اس وقت عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے اے موسیٰ تیرے رب نے تجھے دعا کا جو طریقہ بتا رکھا ہے اس طریقے سے اپنے رب سے ہمارے لیے دعا مانگ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیری دعا سے اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور تجھے سچا مان لیں گے اور تیرے اوپر ایمان لے آئیں گے اور فقط یہی نہیں بلکہ تیرے ساتھ تمام بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ مگر جب ہم تھوڑی مدت کے لیے ان پر سے عذاب دور کر دیتے۔ اور ان کو توبہ کی مہلت دیتے تو وہ عذاب کے دور ہوتے ہی فوراً اپنے قول و قرار سے پھر جاتے اور پھر انہی بدمعاشیوں پر اتر آتے جن کے وہ عادی ہو چکے تھے۔

انسان ہمیشہ اسی چکر میں رہتا ہے۔ وہ پہلے بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اور آج تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ انسان ہے اور انسان کے لیے ایک راستہ مقرر ہے جس پر اس کو چلنا چاہیئے اور یہ راستہ اس کے واسطے پیدا کرنے والے اور پالنے والے نے مقرر کیا ہے۔ اس راستہ سے ہٹ جانا آدمی کے لیے زہر ہے اس سے ہٹ کر جو وہ کام کرے گا اس کے برے اعمال میں شمار ہوگا۔ اس کے سمجھانے کے لیے اس پر کبھی سختی اور کبھی خوش حالی آئے گی۔ اگر وہ ان دونوں میں سے کسی سے بھی نہ سنبھلا تو اپنے کیے کی سزا پائے گا:

Marfat.com

کرتوتوں کا وبال

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ
پس ہم نے ان سے بدلہ لیا پس ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
اس سبب سے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور تھے وہ ان سے
غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ
غفلت کرنے والے وارث بنایا ہم نے ان لوگوں کو جو
كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
تھے کمزور سمجھے جاتے مشرقوں کے زمین کے
وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ
اور مغربوں کے کہ برکت رکھی جس میں ہم نے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ
پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سو ہم نے ان کو دریا میں ڈبو دیا
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے
غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ
تغافل کرتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے
كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
وارث کر دیا اس زمین کے مشرق اور
وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ
مغرب کا کہ جس میں ہم نے برکت رکھی تھی

انتقمنا: ہم نے انتقام لیا، ماضی کا صیغہ ہے اور انتقام اس کا مصدر ہے جو نقمۃ سے بنا ہے۔ نقمت کے معنی عذاب اور دکھ کے ہیں۔ انتقام کے معنی آرام چین چھین کر دکھ اور عذاب دینا۔ نعمت لے کر زحمت دینا۔

مشارق الارض ومغاربہا: زرخیز اور گھنی پیداوار والے مشرق اور مغرب کے حصے سے مراد شام اور مصر ہے۔ بنی اسرائیل پہلے فلسطین پر قابض ہوئے پھر ان کے بڑے بڑے بادشاہوں کے زیر نگیں زمین کے بڑے بڑے حصے آ گئے۔

فرعون کی قوم پر یکے بعد دیگرے جلدی جلدی بہت سی بلائیں آئیں۔ جب بلا آتی تو حضرت موسیٰؑ کے پاس آتے اور کہتے اس بلا کو دور کرا دے۔ ہم تیرا کہنا ماننے کو تیار ہیں۔ جب بلا چلی جاتی پھر ویسے ہی ہو جاتے۔ آخر فرعون نے آ دبوچا اور لوگ مرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل گئے۔ کئی دن کے بعد فرعون والوں کو کچھ ہوش آیا تو بنی اسرائیل کو پکڑنے کے لیے دوڑے اور دریائے قلزم پر جا پکڑا۔ یہ قصہ سورۃ الشعراء میں آئے گا۔ اور اس سے پہلے سورۃ البقرہ میں بھی گذرا ہے۔ دریا بنی اسرائیل کے لیے خشک ہو گیا اور وہ پار اتر گئے۔ ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر دریا میں اترا۔ دریا پانی سے بھر گیا۔ فرعون اور فرعون والے غرق ہو گئے۔

ارشاد ہے کہ جب وقت آیا تو ہم نے ان سے ان کی سرکشی کا بدلہ لیا اور سب کو دریا میں ڈبو دیا اس کے سوا اور ان کا علاج ہی کیا تھا ہماری نشانیوں کو وہ برابر جھٹلاتے رہے ان پر لگاتار مصیبتیں پڑیں اگر سمجھ ہوتی تو سنبھل جاتے اور درست ہو کر آدمیوں کا سا برتاؤ اختیار کرتے۔ لیکن انہوں نے مگر اپنی اختیار کیا اور جان بوجھ کر انجان بن گئے۔ نصیحتیں اس کان سے سنیں اس کان سے اڑا دیں۔ مصیبتیں دیکھیں۔ لیکن اندھے بن گئے غفلت کی انتہا کر دی۔ آخر تباہ ہو گئے اور ہم نے ان کی جگہ انہی بنی اسرائیل کو جنہیں کمزور اور ناتواں سمجھا جاتا تھا۔ ان کی تمام چیزوں کا وارث کر کے بٹھا دیا۔ اور وہ اس ملک کے جو نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز خطۂ زمین تھا تنہا مالک ہو گئے۔

Marfat.com

صبر کا پھل

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى
اور پورا ہوا وعدہ تیرے رب کا نیکی کا اوپر
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۛ (۱۳۵) بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ
بنی اسرائیل کے بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا اور
دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ
برباد کر دیا ہم نے جو تھے بناتے فرعون اور
قَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (۱۳۷)
اس کی قوم اور جو تھے وہ اونچا پھیلاتے

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى
اور تیرے رب کا نیکی کا وعدہ بنی اسرائیل پر بہ سبب
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۛ (۱۳۵) بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ
ان کے صبر کرنے کے پورا ہو گیا اور
دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ
ہم نے خراب کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے
قَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (۱۳۷) الرابع
بنایا تھا اور جو اونچا کر کے چھایا تھا

كَلِمَتُ: (بول) عام طور پر اس کو کلمہ لکھتے ہیں۔ کلام مجید میں اس جگہ لمبی تَ سے لکھا جاتا ہے۔ ہر معنی والا لفظ جو منہ سے نکلے کلمہ کہلاتا ہے یہاں اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی کیا تھا کہ عنقریب فرعون اور اس کی قوم کو تباہ کر کے بنی اسرائیل کو ان کا وارث اور جانشین بنایا جائے گا۔

الْحُسْنٰى: اسم تفضیل ہے اور احسن کا مؤنث ہے یہ دونوں حُسْنٌ سے بنے ہیں جس کے معنی اچھائی نیکی اور خوبصورتی کے ہیں۔ احسن کے معنی ہیں دل خوش کرنے والا دل فریب خوبصورت۔ کلمۃ چونکہ مؤنث ہے اس لیے الاحسن کے بجائے اس کی صفت الحسنیٰ ہوگی۔

دَمَّرْنَا: (تباہ کر دیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تدمیر ہے جو دمار سے بنا ہے۔ جس کے معنی تباہی اور بربادی کے ہیں۔ تدمیر تباہ و برباد کرنا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے فرعون کو اس کے آدمیوں سمیت غرق کر کے بنی اسرائیل کو مصر اور شام کے زرخیز علاقوں کا مالک بنا دیا اور رفتہ رفتہ ان کے بادشاہوں کی سلطنت روئے زمین پر پھیل گئی اور اس طرح اللہ کا وہ احسان کا وعدہ جو اس نے بنی اسرائیل سے کیا تھا پورا ہوا اور یہ ان کے صبر کا بدلہ تھا جس سے وہ مدتوں فرعون کے ظلم و ستم سہتے رہے جو مصیبتیں اس نے ان پر ڈالیں انہیں خاموشی سے برداشت کیا۔ فرعون اور اس کی قوم نے ایکا کر کے اپنے غرور اور تکبر پر اتراتے ہوئے غریب اور ناتواں لوگوں کے ستانے کے لیے جو ڈھونگ رچایا تھا۔ اسے ہم نے تہس نہس کر دیا۔ اونچی اونچی فراخ چھتوں والے محل چھوڑ کر دریا کی تہ میں بیٹھ گئے اور بنی اسرائیل نے دنیا میں ابھرنا شروع کر دیا۔ اس آیت میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ آدمی کی بہبودی اور فلاح اس کے اخلاق و عادات کی درستی پر موقوف ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کہ اخلاق و عادات کیسے ہی ہوں دولت اور قوت سارے کام بنا دیتی ہے۔ دولت سے سخت سے سخت مخالفوں کو رام کیا جا سکتا ہے اور قوت سے سخت سے سخت دشمن کو کچلا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ دن کے لیے یہ ڈھونگ چل جائے اور زبردست لوگ سمجھیں کہ اب ہم پورے طور پر دنیا پر مسلط ہو گئے اور ہمارے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔ لیکن یہ خیال خام ہے اس نے بہت سے لوگوں کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ان کی تباہی کے خود بخود ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گذرے تھے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں شانے چت جا پڑتے ہیں اور ان کے مخالف جنہیں انہوں نے دبا رکھا تھا اور کمزور سمجھتے تھے، صبر اور تحمل کی بدولت اوپر آ جاتے ہیں ؛

Marfat.com

غلامی رنگ لائی

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا تو وہ

عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ج

قوم پر پہنچے جو اپنے بتوں کے پوجنے میں لگ رہے تھے

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ

بولے اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایسے ہی بت بنا دے جیسے ان کے

اٰلِهَةٌ ط قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

بت ہیں کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ

یہ لوگ جس چیز میں لگے ہوئے ہیں وہ تباہ ہونے والی ہے اور

بٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

جو وہ کر رہے ہیں غلط ہے

یَعْکُفُوْنَ : (جمے ہوئے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جو عکف سے بنا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں ایک طرف دھیان جما کر بیٹھ جانا۔ اعتکاف اسی سے بنا ہے۔

اَصْنَامٍ : (بت) صنم کی جمع ہے کسی خیال کو مورت کی شکل میں ظاہر کیا جائے تو اسے صنم کہتے ہیں یہ مورت جس کو یہ لوگ پوجتے تھے گائے کی تھی جو آدمی کی نفع مند کا مجموعہ ہے ابتدا میں رب کا خیال ظاہر کرنے کے لیے اس شکل کو سامنے رکھتے تھے پھر رب کو بھول گئے اور اسی کی پرستش کرنے لگے۔

اَلْبَحْرَ : (دریا، سمندر) اس بحر سے مراد بحیرہ قلزم کی وہ شاخ ہے جو مصر اور جزیرہ نمائے سینا کے درمیان ہے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جب مصر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سمندر پار کر کے ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سامنے بت رکھ کر ان کی پوجا پاٹ کر رہے ہیں۔ انہیں بھی خیال آیا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اور خیال کو یک سو کرنے کے لیے مورت اپنے سامنے رکھ لیں۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے لیے بھی ایسی ہی صورتیں اور مورتیں بنانے کی اجازت مل جانی چاہیئے جیسے انہوں نے بنا رکھی ہیں کہ ان کو سامنے رکھ کر عبادت کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم نہیں جانتے کہ اس میں کیا نقصان ہے۔ سنو! یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں سب بے اصل خرافات ہے اور ایک دن مٹ کر رہے گی۔ کیونکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے فائدہ کوئی بھی نہیں۔ بنی اسرائیل مدتوں سے مصر میں بت پرستوں کے اندر رہتے چلے آ رہے تھے اب جو یہاں لوگوں کو بت پوجتے دیکھا تو وہی شوق چرایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا شرک کا جال ہے اس کا مٹانا ہمارا فرض ہے ؛

Marfat.com

معبود فقط اللہ ہے

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ
فرمایا کیا اللہ کے سوا تمہارے لیے ڈھونڈوں معبود اور اس نے
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ
بڑائی دی تم کو تمام جہان پر اور جب چھڑایا ہم نے تم کو
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ
لوگوں سے فرعون کے دیتے تھے تم کو برا عذاب
يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ
مارتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو
وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع
اور اس میں احسان ہے تمہارے رب کا بڑا

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ
کہا کیا اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود ڈھونڈوں حالانکہ اس نے
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ
تم کو تمام جہان والوں پر بڑائی دی اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے
مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ
تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو برا عذاب دیتے تھے جو تمہارے
يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ
بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے
وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶ ۱۲ ۶
اور اس میں تمہارے رب کا بڑا احسان ہے

يَسُوْمُوْنَكُمْ: پہنچاتے تھے تم کو تکلیف (مضارع کا صیغہ ہے اور سوم سے بنا ہے سوم کے معنی تکلیف پہنچانا، اذیت دینا، ستانا۔
يَسْتَحْيُوْنَ: (زندہ چھوڑ دیتے تھے) اس کا مصدر استحیاء ہے جو حیات سے بنا ہے حیات کے معنی زندگی۔ استحیاء کے معنی زندہ رہنے دینا۔
بَلَاۗءٌ: اس کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ یہ کبھی مصیبت کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کبھی احسان کے ذریعہ سے۔ اس لیے اس کے معنی مصیبت اور احسان دونوں ہیں۔ یہاں احسان مراد ہے۔

پچھلی آیت میں گذرا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بتوں کو سامنے رکھ کر عبادت کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طریقہ خطرناک ہے اس کے انجام سے تم واقف نہیں ہو۔ یہ آخر میں جا کر انسان کو اصلی رب سے غافل کر دیتا ہے۔ فائدہ تو محض برائے نام ہے جانے حاصل ہو یا نہ ہو یعنی توجہ ہو ایک چیز پر جمانا لیکن نقصان یقینی ہے یعنی شرک صریح میں مبتلا ہو جانا۔

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کو بھول جانا انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے کیا ایسی بات کا اختیار کرنا مناسب ہو سکتا ہے ابتدا میں تو بے ضرر سی معلوم ہوتی ہو لیکن آخر اس کا انجام یہ ہو کہ لوگ بتوں ہی کو سب کچھ سمجھ لیں۔ اور کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ میں تمہاری خواہش نہیں مانتا کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی اور معبود بنا کر کھڑا کر دوں۔ اللہ کی ایسی زبردست نشانیاں دیکھتے ہوئے کہ اس نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم کو سارے جہان والوں سے اس وقت مرتبہ میں اونچا کر دیا۔ اس کے بھول جانے کے سامان کرنا بڑا ظلم ہے۔ آگے کی آیت میں یہودیوں کو پھر اس نعمت عظمیٰ کی یاد دلائی جاتی ہے۔ جو ان کے آباء و اجداد پر کی گئی۔ اگر یہ نعمت ان پر نہ کی گئی ہوتی تو آج ان کا بیج زمین پر ڈھونڈے بھی نہ ملتا۔

ارشاد ہے ہم نے تمہارے بڑوں کو فرعون سے نجات دی کہ وہ تمہارے بیٹوں کو پیدائش کے وقت ہی مار ڈالتا تھا اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا اس وقت تم کو نجات دینا اللہ کا واقعی بڑا احسان ہے۔

Marfat.com

قانون کی طلب

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا

اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا ہم نے اس کو

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

دس سے پس پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس رات

وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ

اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے میرا نائب رہ

فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ

میری قوم میں اور اصلاح کر اور نہ پیروی کر راہ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

فساد والوں کی

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا

اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا اور ان کو پورا کیا

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

دس سے پس تیرے رب کی مدت چالیس رات پوری ہو گئی

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تو میرا خلیفہ رہ

فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ

میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کی راہ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

پر مت چلنا

مِيْقَاتٌ: اسم ہے جو میزان کے وزن پہ وقت سے بنا ہے اس کے معنیٰ ہیں ایک معیّن مدت جو کسی ایک کام کے پورا کرنے کے لیے کافی ہو۔

ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کے لیے تیس دن کی مدت مقرر کر دی کہ کوہ طور پر جا کر عبادت اور دعا میں مشغول رہیں۔ روزہ رکھیں اور اللہ کے دھیان گیان میں سارا وقت گذاریں۔ جب تیس دن پورے ہو گئے تو دس کا اس میں اضافہ کیا گیا اور خلوت میں عبادت کا ایک چلّہ پورا ہو گیا۔ جب حضرت موسیٰؑ اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہو کر جانے لگے تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بنی اسرائیل کے نگران رہو گے ان کی دیکھ بھال کرنا کہ یہ کہیں واہی تباہی باتوں میں نہ پھنس جائیں۔ ہر وقت ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا کیوں کہ ان میں کبھی کبھی ان بہبودہ رسموں کا شوق خواہ مخواہ چرا آتا ہے۔ وہ جو مصر میں مدتوں تک دیکھتے رہے ہیں اور جن پر فرعون انہیں زبردستی چلاتا رہا ہے۔ ان میں بہت سے لوگ ابھی شیطانی کاموں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اور فتنہ و فساد پھیلانے میں انہیں خاص طور پر دلچسپی ہوتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ غالب آجائیں اور سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے۔ تم ہرگز ان کے داؤ گھات کو کامیاب نہ ہونے دینا اور جو وہ کہیں اس کے برخلاف کرنا۔ ورنہ وہ ان سب کے تباہ کرنے میں کسر نہ رکھیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ مفسد لوگوں کو اگر یہ احساس ہو گیا کہ اب ہمارا کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے تو وہ کھل کھیلیں گے اور جو کچھ نہ کر گذریں وہ تھوڑا ہے ایسے لوگوں کو دم دلاسا دے کر اور اگر موقعہ ہو تو گھرکی جھڑکی سے کام لے کر غرض کبھی نرمی اور کبھی سختی سے ان کے شیطنت کے کاموں سے روکتے رہنا چاہیئے اور اچھی طبیعت والے لوگوں کو اس کام میں اپنا ساتھی اور مددگار بنائے رکھنا چاہیئے تاکہ بربادی پسند لوگ دبے رہیں اور اپنا انسانیت سوز مشغلہ اختیار نہ کرنے پائیں۔ تنظیم قوم اسی کا نام ہے کہ اچھے لوگ سوسائٹی میں غالب رہیں اور شور و شر کرنے والے لوگ ان کے رعب سے دبے رہیں۔

Marfat.com

اللہ کا دیدار

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ
اور جب آیا موسیٰ ہماری مقررہ مدت کے لیے اور کلام کیا اس
رَبُّهٗ لا قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ط
اس کے رب نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں نظر کروں تیری طرف
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ
کہا تو ہرگز تو نہ دیکھے گا مجھ کو اور لیکن نظر کر پہاڑ کی طرف
فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ج
پس اگر وہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پس عنقریب دیکھ لے گا تو مجھ کو

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ
اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر پہنچا اور کلام کیا اس سے
رَبُّهٗ لا قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ط
اس کے رب نے بولا تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں
قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ
فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ
فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ج
اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھ کو دیکھ لے گا

ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تیاری کر کے اللہ کی مقرر کی ہوئی مدت خلوت میں کوہ طور پر بسر کرنے کے لیے روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے اور سب سے ہٹا کر اپنی توجہ اللہ عزوجل کی طرف موڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا اور اس سے ایک عجیب سرور و نشاط حاصل ہوا۔ تو دل میں اللہ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی۔ سوچا کہ جس کے کلام میں یہ لطف ہے اس کے دیدار میں کس قدر شادمانی اور مسرت ہوگی۔ فرط شوق میں یہ خیال نہ رہا۔ کہ جسمانی آنکھ تو صرف جسم کے رنگ اور نقشے کو دیکھ سکتی ہے۔ مگر جو جسم اور جسمانیات سے بالکل مبرا اور منزہ ہو اس کو اس آنکھ سے دیکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ بہرحال شوق دیدار ایسا غالب ہوا کہ بے ساختہ درخواست کر بیٹھے اے میرے رب کوئی ایسی صورت نکال کہ میں تجھے آنکھ سے دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ جب تک انسان اس دنیا میں بقید حیات ہے یہاں کے دستور کا پابند ہے یہ اٹل قانون ہے کہ جسمانی نظر بے کیف چیز کو نہیں دیکھ سکتی۔ تیری تسلی کے لیے اتنا کیا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا منظر تیرے سامنے پیش کر دیا جائے۔ جس سے تیرے اوپر مادہ کی بے بسی ظاہر ہو جائے کہ سخت سے سخت ٹھوس چیز بھی اصل تجلی الٰہی کو جسے تو دیکھنا چاہتا ہے برداشت نہیں کر سکتی۔ انسان کی آنکھ تو مادی لحاظ سے ضعیف ترین چیز ہے یہ اس کی برداشت کیسے کرے گی۔ یہ پہاڑ جو تیرے سامنے ہے اس پر نظر کر اس پر ہم اپنی ذرا سی جھلک ڈالتے ہیں۔ اگر یہ اس کا تحمل کر گیا اور اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو بھی ہمیں دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس دنیا میں اس آنکھ سے اللہ کا دیدار ممکن نہیں۔ دنیا میں جو آنکھ انسان کو دی گئی اس سے یہ کئی چیزوں کو اپنی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا۔ مثلاً خوشی ایک خفیہ چیز ہے جس کو آنکھ نہیں دیکھتی لیکن اس کی نشانیاں دیکھتی ہے۔ آدمی کے چہرہ کا نقشہ بدل جانا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ اعضاء کی ایک خاص قسم کی حرکت۔ آنکھوں میں ایک نئی چمک۔ اچھل کود ہنسی۔ ایک خاص قسم کا قہقہہ۔ ان سب باتوں کو جمع دیکھ کر اس کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ اسے خوشی حاصل ہے اور یہ اسی کی نشانیاں ہیں۔ انسان اللہ کو دیکھ نہیں سکتا۔ فقط اس کی نشانیاں دیکھ کر اس کو پہچان سکتا ہے اور دل میں اس کا تصور قائم کر سکتا ہے۔

Marfat.com

تجلّی کا اثر

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ

پس جب ظاہر ہوا اس کا رب پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو

دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ

ریزہ ریزہ اور گرا موسیٰ بے ہوش پس جب ٹھیک ہوا

قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا

بولا پاک ہے تو توبہ کی میں نے تیری طرف اور میں

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۴۳)

پہلا ہوں یقین کرنے والوں میں

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی

دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ

اس کو ڈھا کر برابر کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑا پھر جب ہوش

قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا

میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے تیری طرف توجہ کی اور میں

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۴۳)

سب سے پہلے یقین لایا

تجلی اظہر ہوا ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر تجلّی ہے جو جلوہ سے بنا ہے جلوہ کے معنی کھلم کھلا ظہور۔ تجلی کے معنی ظاہر ہونا۔
صعقا بیہوش صفت کا صیغہ ہے جو صعقٌ سے بنا ہے۔ صعق کے معنی ہیں لاشعوری، بیہوشی۔ صَعِقٌ جسے اپنی سدھ بدھ نہ رہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اشتیاقِ دیدار میں بے تاب ہو کر اپنے رب سے درخواست کی کہ مجھے ان آنکھوں سے اپنا خاص جلوہ دکھا دیجیے جو ملا کہ اس جسمانی آنکھ کے لیے ممکن نہیں کہ مجھے دیکھ سکے۔ آنکھ کیا کوئی مادی چیز میرے جلوۂ خاص کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس کی بابت تیرا اطمینان کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ ہم اپنی تھوڑی سی جھلک اس پر ڈالتے ہیں اگر یہ اسے سہار گیا تو تُو بھی مجھے دیکھ لے گا

ارشاد ہے کہ موسیٰ کے رب نے موسیٰؑ کو یقین دلانے کے لیے کہ دنیا میں اللہ کا دیدار کھلم کھلا نہیں ہو سکتا۔ پہاڑ پر اپنے نور کی تھوڑی سی جھلک ڈالی پہاڑ کا وہ حصہ جس پر وہ جھلک پڑی ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے برابر ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا۔ تو اقرار کیا۔ کہ واقعی اے رب تو کسی مخلوق کے مشابہ نہیں۔ اس لیے یہ آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی تو ان چیزوں سے پاک ہے جن کا یہ آنکھ احساس کرتی ہے۔ میں آپ کی درگاہ میں اپنے سوال پر نادم ہو کر حاضر ہوں۔ اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں جسے اس بات کا پورا یقین تجربے سے حاصل ہو گیا ہے کہ واقعی اس دنیا میں آپ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ایسی طاقت اور بینائی کی ضرورت ہے جو بے رنگ اور بے کیف حقیقت کو دیکھ سکے۔ تو رنگ اور جسمانی کیفیات سے پاک ہے۔ اس لیے یہ ظاہری آنکھ یہاں بالکل بے بس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کے طور بے انتہا ہیں۔

چیزوں کا وجود ہی اس کی کسی نہ کسی طرح کی تجلّی پر موقوف ہے۔ لیکن اس کی ذاتی تجلّی دنیا میں کسی نہ کسی پردہ میں پوشیدہ ہے۔ پردے باہر اس کی نشانیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض کو آنکھ دیکھ بھی سکتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ ذاتی تجلّی کا بے پردہ مشاہدہ کریں۔ ورنہ پہلے نبوت ملتے وقت آگ کے پردہ میں تجلی تو وہ دیکھ چکے تھے اس وقت کے تجربے سے ان کو کامل یقین ہو گیا۔ کہ دنیا میں تجلی ذاتی کے لیے حجاب لازم ہے چنانچہ اپنی جسارت پر نادم ہوئے اور توبہ

Marfat.com

موسیٰؑ کو تسکین

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ
کہا اے موسیٰ میں نے امتیاز دیا تجھ کو لوگوں پر
بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ
اپنے پیغاموں ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ پس پکڑ لے جو میں نے تجھے دیا اور ہو جا تو
مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (۱۴۴) وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ
شکر گذاروں میں سے اور لکھ دی ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر
كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ
چیز میں سے نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی
فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا
پس پکڑ اس کو زور سے اور حکم کر اپنی قوم کو لے لیں وہ
بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ (۱۴۵)
اس میں سے بہتر باتیں۔ جلد دکھا دوں گا میں تم کو گھر نافرمانوں کا

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ
فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھ کو لوگوں سے امتیاز دیا
بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ
اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجھ کو دیا
مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (۱۴۴) وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ
اور شکر رہ اور ہم نے اس کو تختیوں پر ہر قسم
كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ
کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی
فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا
سو ان کو زور سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اس کی
بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ (۱۴۵)
بہتر باتیں پکڑے رہیں عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین دلایا گیا کہ رب کا دیدار اس دنیا میں ان آنکھوں سے ناممکن ہے کیونکہ اللہ کی لیے حجاب تجلی کا کوئی سخت سے سخت مادی چیز بھی تحمل نہیں کر سکتی آنکھ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ ان کا کام بہت عظیم الشان ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اس لیے انہیں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور اپنے فرض کو بہت زور کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔ دنیا میں انسان کی عظمت کا دارومدار اس کام کی نوعیت پر ہے جو اللہ نے اس کے ذمے مقرر کیا ہے۔ دیدار الٰہی دنیا کا نہیں آخرت کا مسئلہ ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ! تجھے خوش ہونا چاہیے کہ میں نے تجھے اپنا پیغام لوگوں کی طرف پہنچانے کے لیے منتخب کیا اور تجھ سے خود براہ راست کلام کیا۔ اب جو کچھ میں نے تجھے اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے اس کو لے اور اس کے لیے میرا شکر گذار ہو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چند تختیاں (جن سے تورات مراد ہے) دی گئیں۔ جن پر عمل کی ہدایات اور احکام لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے اس کو تختیوں پر لکھی ہوئی ہر امر سے متعلق ضروری باتیں اور ہدایات عطا فرمائیں جن میں وعظ و نصیحت، جہالت کی باتوں سے بچنے کی ترغیب اور تفصیل کے ساتھ حلال و حرام کا فرق، مجرموں کی سزاؤں کے قانون، عبادت کے طریقے اور دین سے متعلق ساری باتیں درج تھیں اور کہا کہ ان سب باتوں پر پوری کوشش اور قوت کے ساتھ خود عمل کر اور اپنی قوم بنی اسرائیل سے میری طرف سے یہ کہہ دے کہ ان میں سے بہتر سے بہتر باتیں چن کر ان پر عمل کریں یعنی نری رخصتوں پر ہی نہیں بلکہ ان پر بھی جن پر زیادہ ثواب کا وعدہ ہے دین اسی وقت محفوظ رہتا ہے جب اس کی اچھی باتوں کو کوشش کے ساتھ قائم رکھا جائے اس کے بعد ارشاد ہے کہ عنقریب میں تم کو ان لوگوں کے مقام اور ٹھکانے دکھاؤں گا جنہوں نے میری نافرمانی پر کمر باندھی ؛

Marfat.com

متکبّر بڑھے چلتے ہیں

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ
میں اپنی نشانیوں سے ان کو پھیر دوں گا جو
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط وَاِنْ يَّرَوْا
زمین میں ناحق تکبّر کرتے ہیں اور اگر دیکھ لیں
كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ج وَاِنْ يَّرَوْا
ساری نشانیاں ایمان نہ لاویں اس پر اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ج وَاِنْ يَّرَوْا
ہدایت کا راستہ اس کو راہ نہ ٹھہراویں اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ط
گمراہی کا راستہ تو اس کو راہ ٹھہرائیں

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ
میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان کو جو اکڑتے پھرتے ہیں
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط وَاِنْ يَّرَوْا
زمین میں ناحق اور اگر دیکھ لیں وہ
كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ج وَاِنْ يَّرَوْا
ہر نشانی نہ ایمان لائیں وہ اس پر اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا
راستہ ہدایت کا نہ پکڑیں اس کو راستہ اور اگر دیکھ لیں
سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ط
راستہ گمراہی کا پکڑ لیں اس کو راستہ

يَتَكَبَّرُوْنَ: بڑے بنتے ہیں۔ اس کا مصدر تکبّر ہے جو کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی یہاں ہیں بناوٹی طور پر بڑا بننا یعنی ایک شخص واقع میں تو چھوٹے درجے کا ہے مگر خواہ مخواہ بڑا بنتا ہے یہ معنی بغیر الحق سے جو اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے سمجھ میں آتے ہیں۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ: حق کے معنی واقعی اور ٹھیک کے ہیں۔ غیر الحق کی جگہ ہم اپنی زبان میں ناحق کہیں گے یعنی کوئی چیز واقع میں تو کسی کی نہ ہو لیکن وہ اس پر قبضہ کرلے۔ رشد و غی، یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل لفظ ہیں۔ رشد کے معنی ہیں سچائی۔ درستی اور راستی۔ غی اس کا الٹا ہے یعنی جھوٹا پن خرابی اور کجی۔ سبیل الرشد۔ سیدھا راستہ۔ سبیل الغی۔ ٹیڑھا راستہ۔

اس سے پہلے یہ ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ اگرچہ اللہ کو اس دنیا میں آنکھ سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ لیکن اس کی واضح نشانیاں جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ دیکھ کر ہم عقل سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ یقیناً موجود ہے مگر بہت سے لوگ اللہ کی نشانیوں سے غافل ہیں۔ وہ ان کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے جانے کیا کیا سمجھ جاتے ہیں مگر نہیں سمجھتے تو اللہ کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہی خیال میں مست ہیں اور اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اپنی نفسانی خواہشوں میں پھنسے رہتے ہیں کوئی انہیں سیدھا راستہ بتائے تو اس کی بات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ہم اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کا دل پھیر دیں گے۔ جو اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتے حالانکہ وہ اگر غور کریں تو ان میں کوئی بڑائی نہیں۔ وہ سرتاپا عاجز ہیں۔ یہ اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان کو دیکھ کر اللہ کو نہ سمجھیں گے۔ ان کی خصلت تو یہ ہے کہ سیدھا راستہ دیکھ بھی لیں تو اس سے کترا کر چلیں گے اور ٹیڑھا راستہ دیکھتے ہی جھٹ اس کو اختیار کرلیں گے جو آدمی کسی چیز کی نشانیاں دیکھ کر عقل سے اس کے وجود کو نہ سمجھے تو جان لینا چاہیئے کہ وہ اپنی خواہشوں کے جنجال میں پھنسا ہوا ہے۔ خود غرضی نے اسے اندھا کر رکھا ہے سیدھے راستہ کو جان بوجھ کر چھوڑتا ہے۔

Marfat.com

کام کیے بغیر مزدوری کیسی؟

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا
یہ بوجہ اس کے کہ انہوں نے جھوٹا کہا ہماری آیتوں کو اور رہے
عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (۱۴۶) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
ان سے بے خبر اور جن لوگوں نے جھوٹا کہا
بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ
ہماری آیتوں کو اور ملنے کو آخرت کے بیکار ہوئے عمل ان کے
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۴۷)
کیا بدلہ پائیں گے وہ مگر اس کا جو تھے وہ کرتے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا
یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹ جانا اور
عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (۱۴۶) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
ان سے بے خبر رہے اور جنہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ
ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ان کی محنتیں برباد ہوئیں
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۴۷) ع
وہی بدلہ پائیں گے جو عمل کرتے تھے

پہلے گذرا کہ جو لوگ اپنے آپ ہی کو خواہ مخواہ بڑا سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا کوئی حق نہیں اور ہماری نشانیوں کو دیکھ دیکھ کر جھٹلاتے ہیں اور سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھا اختیار کرتے ہیں۔ انہیں ہم اپنی آیتوں پر غور کرنے سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ متکبر لوگ غور و فکر سے اس لیے محروم ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ کی ان آیات کو جھٹلاتے ہیں جنہیں اس نے اپنی کتابوں میں اتارا ہے یا عام طور پر دنیا میں ظاہر کیا ہے۔ اور جو لوگ انہیں اللہ کی ہستی کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ انہیں معاذ اللہ بے وقوف کہتے ہیں وہ ان نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو کھیل تماشا سمجھتے ہیں۔ یا ان کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اپنی رنگ رلیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کی عادت ہی یہ ہو جاتی ہے کہ کوئی کچھ ہی کہے انہیں اپنے کام سے کام ہے۔ ایسی عادت ان کی عقل پہ پردہ بن کر پڑ جاتی ہے۔ اور دل کو سوا خواہشوں کی بے دھڑک پیروی کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ نے ان کو ہدایت سے محروم کر دیا ہے اور اپنی آیتوں کے سمجھنے کی قوت ان سے سب کر لی ہے اور یہ خود انہی کی بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ ایسے لوگ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا بیٹھے اور آخرت کے دن کا صاف انکار کر دیا۔ اور رسولوں کے کہنے کو کہ قیامت کا آنا اٹل ہے۔ ہنسی میں اڑا دیا اس بات کی امید نہ رکھیں کہ انہیں مرنے کے بعد ان کے اچھے کاموں کا پھل ملے گا اور سکھ چین نصیب ہوگا۔

مرنے کے بعد کا آرام تو انہیں نصیب ہوگا۔ جو اس دنیا میں اللہ کی نشانیاں دیکھ کر اس کو پہچان لیں گے۔ اور اس کا یقین کر کے کہ ایک دن اللہ کے روبرو حاضر ہو کر جواب دہی کرنی پڑے گی۔ نیک کام کریں گے۔ مرنے کے بعد نیک اعمال ہی کام آئیں گے اور ان ہی کا پھل ملے گا۔ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے۔ ظاہر ہے کہ آخرت کے لحاظ سے ان کے سب کام اکارت گئے اگر وہ اچھے ہیں بھی تو انہیں ان کا بدلہ کسی نہ کسی شکل میں ان کو مل ملا کر رہے گا۔ مرنے کے بعد یہ اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے اور آخرت کا حساب کتاب شروع ہوگا۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ لاؤ آج کے لیے کیا کیا ہے تاکہ اس کا بدلہ دیا جائے کیونکہ بغیر بدلہ کیسا۔ آج تم اگر خالی ہاتھ ہو تو تم کسی نیک بدلے کے مستحق نہیں ؛

Marfat.com

آخر بچھڑا بنا ہی لیا

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ
اور بنایا موسیٰ کی قوم نے اس کے پیچھے اپنے زیور سے
عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ
بچھڑا بنایا ایک بدن کہ اس میں گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا
لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ
کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ رستہ بتلاتا ہے
اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (۱۴۸) وَلَمَّا
اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے اور جب
سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ
پچتائے اور سمجھے کہ ہم بے شک گمراہ ہو گئے
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا
تو کہنے لگے اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ کرے اور ہم کو نہ بخشے
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۱۴۹)
تو بے شک ہم تباہ ہو جائیں گے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ
اور بنایا موسیٰ کی قوم نے اپنے زیوروں سے
عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ
بچھڑا بنایا ایک بدن کہ اس کی گائے کی آواز تھی کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ وہ
لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ
نہیں بولتا ان سے اور نہ بتلاتا ہے راستہ
اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (۱۴۸) وَلَمَّا
بنایا انہوں نے اس کو اور تھے وہ ظلم کرنے والے اور جب
سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ
گرفتار ہو گئی ان کے ہاتھوں میں اور دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا
کہنے لگے البتہ اگر نہ رحم کیا ہم پر ہمارے رب نے اور نہ بخش دیا ہم کو
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۱۴۹)
ضرور ہو جائیں گے ہم گھاٹا پانے والوں میں سے

حُلِيِّهِمْ (اپنے زیوروں سے) حُلِيٌّ جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد حُلِيٌّ ہے۔ حلی زیور کو کہتے ہیں یعنی ان لوگوں نے اپنے گھر کے سارے زیور اکٹھے کر کے اس سے بچھڑے کی شکل بنالی۔

سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ (پچتائے) یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جس کو ایسے موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کسی بھاری غلطی پر عام پچتاوا پھیل جائے۔

ارشاد ہے کہ موسیٰؑ کے چلے جانے کے بعد اس کی قوم نے اپنے زیورات اکٹھے کیے اور ان کے سنار سامری نے اس سے انہیں سونے کا ایک بچھڑا گھڑ دیا اور اسے اندر سے خالی رکھا اور اس میں نلیاں اس ترکیب سے لگا دیں کہ جب اس میں زور کی ہوا گذرے یا گذاری جائے تو اس میں سے بچھڑے کی سی آواز نکلے۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ نہ ان سے بول سکتا ہے اور نہ انہیں کسی قسم کی ہدایت دے سکتا ہے پھر یہ آواز ہے کس کام کی۔ بچھڑا بنا کر اسے سامنے رکھ کر سجدہ کرنے لگے۔ بیوقوفوں نے بڑا ظلم کا کام کیا۔ کیونکہ شرک کا راستہ کھول دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور ان کو اس حرکت پر ڈانٹا تو پھر وہ پچتائے اور سوچا کہ واقعی یہ تو بیدھے راستے سے پھسل کر ٹیڑھے راستے پر پڑ گئے ہوئے۔ بولے یہ تو ہم نے بہت برا کیا۔ اگر اللہ نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمارے گناہ کو بخشا تو ہمارے تباہ و برباد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

Marfat.com

حضرت موسیٰؑ غضب ناک ہوئے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اور جب واپس آیا موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضب ناک

اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ
افسوسناک کہا بری طرح نیابت کی تم نے میری میرے پیچھے

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ
کیا جلدی کی تم نے حکم سے اپنے رب کے اور ڈال دیں تختیاں

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ
اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچنے لگا اس کو اپنی طرف

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اور جب موسیٰ اپنی قوم میں لوٹ آیا غصہ میں بھرا ہوا

اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ
افسوسناک کہا تم نے میرے بعد کیا بری نیابت کی

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ
کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے اور تختیاں پھینک دیں

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ
اور اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور لگا اس کو اپنی طرف کھینچنے

موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس دن پورے کرکے اپنی قوم کی طرف واپس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ تیری قوم کے لوگ تیرے بعد گمراہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے پرانے خبط کے زیر اثر بچھڑے کی مورت بنا کر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام یہ اطلاع پاکر غضب ناک ہوئے اور اپنی قوم کی نادانی پر انہیں سخت افسوس ہوا۔ اسی حالت میں اپنی قوم کی طرف تورات کی تختیاں لیے ہوئے لوٹے اور آتے ہی غضب اور افسوس دونوں کا اظہار کیا۔ اس کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو ان کے دل پر رنج و افسوس دونوں کا ملا جلا اثر تھا۔ آتے ہی قوم کو مخاطب کرکے کہا کہ تم نے اس کا جو میں تمہیں کہہ گیا تھا میرے بعد خیال نہیں رکھا۔ میں تمہارے ذمے ایک کام ڈال گیا تھا کہ میرے بجائے تم متفقہ طور پر لوگوں کو گمراہی اور کفر و شرک کی باتوں سے بچاتے رہنا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے میرا کہا نہیں کیا اور میری نیابت کا کام بری طرح اپنی غفلت کے ہاتھوں ضائع ہونے دیا۔ کیا میں نے تمہیں صاف طور نہیں سمجھا دیا تھا کہ میں اللہ عزوجل سے تمہارے لیے قانون لینے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد اللہ کے وعدہ کے مطابق میں تمہارے لیے زندگی بسر کرنے کے پورے پورے قاعدے لے کر آؤں گا اس وقت تک اپنی طرف سے کوئی بے ہودہ رسم قائم نہ کر لینا اور صبر کے ساتھ میرے آنے کا انتظار کرنا۔ تم پر ایسی کیا بپتا پڑی تھی کہ میرے آنے کی راہ نہ دیکھی۔ اللہ کے حکم ملنے سے پہلے ہی بت کی عبادت شروع کر دی۔ یہ کہہ کر تورات کی تختیاں جو اٹھائے ہوئے لائے تھے۔ جلدی سے نیچے رکھ کر اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ عام لوگوں کی طرح نہ تھا جو اپنی بات نیچی ہوتے دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی حمیت اور جوش ایمان سے بے قابو ہو گئے تھے ان کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ ہارون علیہ السلام کی طرف سے فرائض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ یہ حق کی حمایت کا جوش ایمان کا جوش تھا جس کی وجہ سے آپ نے تورات کی تختیاں نیچے ڈال کر بڑے بھائی کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر انہیں زور سے اپنی طرف کھینچا۔ اس میں نہ کوئی خود غرضی تھی۔ اور نہ ہارون علیہ السلام کی اہانت مقصود تھی۔ بلکہ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ حق کی حمایت میں رشتہ اور قرابت کوئی چیز نہیں اور یہی سبق بنی اسرائیل کو سکھانا تھا۔

Marfat.com

حضرت ہارونؑ بے قصور تھے

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ
وہ بولا اے میری ماں جائے تحقیق لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا

وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ
اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں سو تو مت خوش کر مجھ پر دشمنوں کو

وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ
اور مت ملا مجھ کو ساتھ قوم ظالموں کے کہا

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ
اے میرے رب بخش تو مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو

رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸ ۱۶ ۸

اپنی رحمت میں اور تو زیادہ کرنے والا ہے سب رحم کرنے والوں سے

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ
وہ بولا اے میری ماں جائے لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا

وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ
اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں سو تو مت خوش کر مجھ پر دشمنوں کو

وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ
اور مت ملا مجھ کو گنہ گار لوگوں میں بولا

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ
اے میرے رب بخش تو مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی

رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸ ۱۶ ۸
رحمت میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا سب رحم کرنے والوں سے

استضعفونی: (مجھے کمزور سمجھا) یہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر استضعاف ہے۔ جو ضعف سے بنا ہے۔ ضعف۔ کمزوری کو کہتے ہیں

اِستِضعَافٌ: کمزور سمجھنا

لَا تُشْمِتْ: مت خوش کر نہی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر اشمات ہے جو شماتت سے بنا ہے۔ شماتت کے معنی ہیں دوسرے کی مصیبت سے خوش ہونا۔ اشمات کے معنی ہیں دوسرے کو کسی پر ہنسنے کا موقعہ دینا۔ بنی اسرائیل حضرت ہارون علیہ السلام کو خود سزا چاہتے تھے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ان کو ڈانٹا تو وہ خوش ہوئے حضرت ہارونؑ نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ ان کو سب کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں تو سمجھ گئے کہ انہیں یہ شبہ ہو گیا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر اپنے فرض میں کوتاہی کی ہے اس لیے ان سے اصل واقعہ کہا۔

ارشاد ہے کہ ہارونؑ نے موسیٰؑ کو اپنے اوپر ناراض دیکھ کر ان سے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی۔ میں اس سرزنش کا مستحق نہیں ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں یہاں تقریباً تنہا تھا اور میرے ساتھی اور مددگار کچھ زیادہ نہ تھے قوم قریب قریب ساری کی ساری ایک طرف ہو گئی تھی۔ تفار خانے میں طوطی کی صدا کون سنتا ہے انہوں نے ہم کو دبا دیا۔ یہاں تک کہ مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ہمارے لیے اس وقت سوا خاموشی کے کوئی چارہ نہیں۔ اگر ہم سختی کرتے ہیں تو آپس کی لڑائی چھڑتی ہے اور قوم میں تفرقہ ہو جاتا ہے اور پھر ہم چونکہ تعداد میں کم ہیں۔ اس لیے جان جوکھوں کا معاملہ آپڑتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے آنے تک صبر و تحمل سے کام لیں۔ یہ لوگ پہلے ہی مجھے ذلیل کرنے پر تلے ہوئے تھے تو نے بھی آکر پہلے مجھی پر اپنا غصہ اتارا۔ اس سے یہ لوگ جو ہمارے دشمن ہیں کیسے خوش ہو رہے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہارون پر ڈانٹ پڑی۔ خدا کے لیے ان کو میرے اوپر خوش ہونے کا موقعہ نہ دے اور ہرگز خیال نہ کر کہ میں بھی انہیں ظالموں کا ہم خیال ہوں یا ہو گیا تھا۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنگے فساد سے بچنا چاہیئے اور اصلاح کے لیے مناسب موقعہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

گناہ کا علاج توبہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ
تحقیق جن لوگوں نے بنالیا معبود بچھڑے کو عنقریب پہنچے گا ان کو
غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ
غضب ان کے رب کا اور ذلت زندگانی میں دنیا کی
وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِیْنَ
اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو اور جن لوگوں نے
عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا
کیے برے کام پھر توبہ کی اس کے بعد
وَ اٰمَنُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا
اور ایمان لائے بے شک تیرا رب بعد اس کے
لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾
البتہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ
جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا ان کو ان کے
غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ
رب کا غضب پہنچے گا اور دنیا کی زندگی میں ذلت
وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِیْنَ
اور ہم بہتان باندھنے والوں کو یہی سزا دیتے ہیں اور جنہوں نے
عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا
برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کی
وَ اٰمَنُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا
اور ایمان لائے تو بے شک توبہ کے بعد تیرا رب
لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾
البتہ بخشنے والا مہربان ہے

سَیَنَالُهُمْ: (عنقریب پہنچے گا ان کو) اس کے معنی عنقریب ہیں۔ یَنَالُ مضارع کا صیغہ ہے جو نیل سے بنا ہے نیل کے معنی پانا۔ حاصل کرنا۔
هُمْ: ان کو الدُّنْیَا: (دنیا) یہاں یہ صفت کا صیغہ ہے اور ادنیٰ کا مؤنث ہے۔ ادنیٰ اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ قریب۔ یہی معنیٰ دنیا کے ہیں۔ فقط تشکل مؤنث ہے۔ دنو سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قریب نزدیک ہونا۔

ارشاد ہے کہ اے موسیٰ ان کو سنا دے جنہوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پوجا کی ہے۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت دونوں اسی دنیا میں نازل ہوں گے۔ ہمارے ہاں ایسوں کی جو اپنی طرف سے نئی باتیں اور عبادت کے طریقے تراش کر اسے دین میں داخل کر لیتے ہیں اور پھر اسی کو دین سمجھتے ہیں۔ یہی سزا ہے۔ یہ لوگ دین پر جھوٹ کا ملمع چڑھاتے ہیں۔ اور اس کو ایک ہنسی کھیل بنانا چاہتے ہیں کہ جو جس کے دل میں آئے کر بیٹھے۔ اور پھر لوگوں میں اسے دین کہہ کر رواج دے۔ ایسے لوگ انسانوں کے لیے گمراہی کا راستہ کھولتے ہیں۔ اور دین کو اپنی مرضی کا تابع بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایسے لوگوں کے لیے خالص توبہ کے بغیر کوئی بخشے جانے کی صورت نہیں ہے ہاں جن لوگوں نے ہمارے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق توبہ کر لی اور اپنے خلوص اور صدق کا ثبوت دے دیا۔ اور ایمان دار بن گئے تو اللہ ایسی توبہ کے بعد ان کو معاف کر دے گا اور ان پر رحم کرے گا۔ یعنی آخرت میں ان کو عذاب نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جو توبہ کا طریقہ اللہ کے حکم سے بتایا۔ اس کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ بچھڑا پوجنے والوں کو وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا انہیں پوجا اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ اس میں غضب اور رسوائی دونوں چیزیں شامل ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

Marfat.com

دیدار کی طلب

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ

اور جب ٹھہرا موسیٰ کا غصہ لے لیا اس نے

الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ

تختیوں کو اور ان کے لکھے ہوئے میں ہدایت اور رحمت تھی

لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ

ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور چن لیے

مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ

موسیٰ نے اپنے قوم کے ستر مرد ہمارے مقررہ وقت کے لیے

فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

پس جب آیا ان کو زلزلہ نے

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ

اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا اس نے

الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ

تختیوں کو اٹھایا اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ان کے

لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ

واسطے رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ نے

مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ

اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کو

فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ۔

چن لیے پھر جب زلزلہ نے ان کو آپکڑا

نُسْخَتِهَا: نسخ سے ہے جس کے معنی لکھنا ہیں۔ نسخۃ لکھی ہوئی چیز۔ باقی الفاظ کے معنی پہلے گذر چکے ہیں۔ بچھڑا پوجنے والوں کی سزا پچھلی آیت میں بتائی گئی تھی اور ساتھ ہی مقرر کیے ہوئے طریقہ سے توبہ کرنا ان کے لیے باعث نجات تجویز کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال پھر اس آیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ جب موسیٰؑ کا غضب جاتا رہا اور غصہ اتر گیا۔ تو انہوں نے تورات کی تختیاں جو نیچے ڈال دی تھیں اٹھالیں۔ ان کے اندر جو کچھ لکھا ہوا تھا اس میں اللہ کے ماننے والوں کے لیے جو ان کا رب ہے کام کی باتیں درج تھیں۔ رب کے ماننے والوں کی نشانی آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ اور ہر بات میں سب سے پہلے اس کا خیال رکھتے ہیں۔ کہ کہیں وہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ سچ مچ اگر کسی کو اس کا یقین ہو جائے۔ کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے۔ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے سوا اس کے اور کوئی دینے والا نہیں ہے۔ میری زندگی اسی وجہ سے قائم ہے کہ وہ ہر وقت میری خبر گیری کرتا ہے۔ اور جس وقت جو چیز میرے زندہ رہنے اور میری حالت کے سنورنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ وہ فوراً مہیا کرتا ہے تو وہ کبھی اپنے ایسے شفیق، مربی اور محسن کو ناراض نہیں کر سکتا۔ ہر وقت اس سے ڈرتا ہے کہ اگر اس نے میری طرف سے توجہ ہٹالی تو میں پھر کہیں کا نہ رہوں گا۔ آیت میں یرھبون کے یہی معنی ہیں کہ وہ اسے ہر وقت راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کے بعد کی آیت میں اس قصہ کا ذکر ہے جس کا سورہ بقرہ میں بیان ہو چکا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ ہم تو جب مانیں گے جب اپنے کانوں سے اللہ کی آواز سن لیں گے۔

وقت مقرر پر حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر اپنے ساتھ ستر آدمی بنی اسرائیل کے لے گئے انہوں نے جب اللہ کے دیکھنے پر اصرار کیا تو ان پر زلزلہ آیا اور بجلی گری اور بے حس و حرکت مردے کی طرح ہو گئے:

Marfat.com

حضرت موسیٰؑ کی دُعا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ
کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا ہلاک کر دیتا ان کو پہلے ہی اور
اِيَّایَ ط اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ج
مجھ کو کیا ہلاک کرتا ہے تو ہم کو اس پر جو کیا بے وقوفوں نے ہم میں سے
اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ط تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ
نہیں یہ مگر تیری آزمائش بہکا دے تو اس میں جس کو چاہے
وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ط اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اور راہ دکھاوے جس کو تو چاہے تو خبر گیر ہے ہمارا پس بخش تو ہم کو
وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾
اور رحم کر تو ہم پر اور تو بہتر بخشنے والا ہے

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ
تو بولا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی ہلاک
اِيَّایَ ط اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ج
کر دیتا کیا ہم کو اس کام پر جو ہماری قوم کے بے وقوفوں نے کیا ہلاک کرتا ہے
اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ط تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ
یہ سب تیری آزمائش ہے اس میں جس کو تو چاہے بچلا دے
وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ط اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اور جس کو چاہے سیدھا رکھے تو ہی ہمارا تھامنے والا ہے سو بخش دے ہم کو
وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾
اور رحم کر ہم پر تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے
وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً
اور لکھ دے ہمارے لیے بھلائی اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی
وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَیْكَ ط
لکھ دے ہم نے تیری طرف رجوع کیا

هُدْنَا: (رجوع کیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر ہَوْد ہے۔ ہَوْد کے معنی ہیں۔ آہستگی سے کسی بات یا چیز کی طرف لوٹنا۔ اسی سے هَوَادَةٌ بنا ہے جو عربی میں مستعمل ہے جس کے معنی دوستی، صلح اور جلدی سے کسی کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا۔ اے میرے رب اگر تو چاہتا نہیں اور مجھے دونوں کو پہلے ہی فنا کر دیتا۔ اور ہم میں سے کسی کو یہاں آنے کی جرأت ہی نہ ہوتی لیکن تو نے کرم فرمایا اور میں ان لوگوں کو لے کر آپ کی اجازت سے حاضر ہوا۔ اب اگر ان میں سے چند بے وقوفوں نے اپنی لیاقت سے زیادہ سوال کر لیا تو کیا تو ان سب کو تباہ کر دے گا؟ یہ مصیبت تیری طرف سے ایک آزمائش ہے۔ تجھی نے یہ آفت ان پر ڈالی ہے اور تو ہی ان کی مدد کرے گا کہ یہ اس میں سے نکلیں اور ایمان کی نعمت سے مالا مال ہوں۔ تو جس کو چاہے معصیت کے ذریعہ گمراہ کر دے اور جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھا دے۔ ہمارا ولی اور سرپرست تو ہی ہے۔ ہمارے اوپر تجھے پورا اختیار حاصل ہے۔ ہماری خطائیں بخش دے۔ ہمارے اوپر رحم و کرم کر۔ تو ہم سب کا حقیقی اور اصلی مالک ہے۔ تو فیصلہ فرما دے کہ ہمیں دنیا میں نیک نامی، عزت اور غلبہ نصیب ہو۔ اور آخرت میں بھی مرتبہ اور عزت میسر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور وہ پھر ہوش میں آ گئے۔ اور جی اُٹھے۔

Marfat.com

نیک بخت کون ہیں؟

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ
فرمایا میرا عذاب میں پہنچاتا ہوں اس کو جسے میں چاہوں
وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا
اور میری رحمت گھیرے ہوئے ہے ہر چیز کو پس لکھ دوں اسے
لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
ان کے لیے جو ڈرتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ
وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ (۱۵۶)
اور جو لوگ وہ ہیں ہماری آیتوں پر ایمان لاتے

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ
فرمایا میرا عذاب میں دیتا ہوں اس کو جس کو چاہوں
وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا
اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے سو اس کو ان کے لیے
لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں
وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۙ (۱۵۶)
اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرا غضب اور میری رحمت کسی فرقے یا امت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کا تعلق آدمی کے اپنے اعمال کے ساتھ ہے رحمت تو کسی نہ کسی شکل میں ہر ایک پر ہر وقت ہوتی ہی رہتی ہے عذاب فقط ان ہی کو دیا جاتا ہے جن کے اعمال حد درجہ خراب ہو جاتے ہیں۔ عذاب کسی پر ہر وقت مسلط نہیں رہتا۔ البتہ رحمت ہر شے کو ہر وقت گھیرے رہتی ہے۔ لیکن تم جو بنی اسرائیل کے لیے جو تمہاری امت ہے یہ چاہتے ہو کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں سب پر فائق رہیں۔ اور دونوں جہان کی انہیں عزت نصیب ہو۔ تو یہ رحمت ہم نے ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دی ہے۔ جو اللہ سے ڈر کر بری باتوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنے مال کا کچھ حصہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کو دیتے رہتے ہیں۔ اور جو ہماری آیتیں اور نشانیاں دیکھ کر ہمیں پہچان لیتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں کہ اللہ کی ان کے ظاہر کرنے سے غرض یہی ہے کہ انسان اسے پہچانے اس کو اپنا اور ساری کائنات کا خالق رب اور مالک مانے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عام رحمت کے بغیر تو دنیا میں کسی چیز کا موجود ہونا اور باقی رہنا ممکن ہی نہیں۔ خاص رحمت جس کا مطلب دونوں جہان کی بھلائی اور دنیا اور آخرت میں عزت اور مرتبہ ہے وہ ضرور انسان ہی کے لیے ہے مگر چند شرائط کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۔ برائیوں سے بچنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی سی چالیں یعنی اچھل کود، دھینگا مشتی کرنا۔ شتر بے مہار کی طرح آزاد پھرنا۔ چوپایوں کی طرح کھانا پینا اور خواہش پوری کرنا۔ انسان کو اللہ کی رحمت خاص سے دور کر دیتا ہے۔

۲۔ مال کو سمیٹ سمیٹ کر نہ رکھنا بلکہ اس میں سے مفلسوں اور بے بسوں کا حصہ نکال دینا۔ مراد یہ ہے کہ مال کی ہوس ذلت اور خواری کا باعث ہے۔

۳۔ اللہ کو اس کی آیتیں سن کر اور نشانیاں دیکھ کر پہچاننا اور اس پر ایمان لانا۔ اللہ کو مانے بغیر انسان کو چین نصیب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

باقی شرطیں

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ

وہ جو تابعداری کرتے ہیں رسول کی جو نبی امّی ہے

الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی

جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس

التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

تورات اور انجیل سے حکم دیتا ہے وہ ان کو نیک کام کا

وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ

اور روکتا ہے اُن کو بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے

الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں

وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ

اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور قید و بند

الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ

جو تھے ان پر

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے

الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی

جن کو وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

تورات اور انجیل میں وہ ان کو نیک کام کا حکم دیتا ہے

وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ

اور برے کام سے منع کرتا ہے اور ان کے لیے

الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے

وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ

اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر

الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ

تھیں اتارتا ہے

اَلْاُمِّیّ: اسم منسوب ہے جس کی نسبت تین چیزوں کی طرف ہو سکتی ہے۔ اُمّ (ماں) اُمّ القریٰ (مکّہ) اور امت (قوم) پہلے لحاظ سے اس کے معنی ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا یعنی کسی سے کچھ پڑھا نہ سیکھا۔ دوسرے لحاظ سے مکّہ کا رہنے والا اس لیے ایسا ہی ان پڑھ جیسے عرب کے عام لوگ تھے۔ پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ اللہ کی خاص رحمت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو متقی پرہیزگار ہوں۔ فیاض ہوں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوں اس آیت میں ان کی ایک اور صفت بیان کی ہے جس کا ہونا ضروری ہے۔

ارشاد ہے کہ اس کے ساتھ ایک شرط اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رسول کی جو بے پڑھا لکھا نبی ہے اور جس کا ذکر ان کی کتابوں تورات اور انجیل میں موجود ہے پیروی کریں اور جو وہ کہے کریں۔ یہ رسول ان کو ٹھیک باتیں کرنے کو کہتا ہے اور غلط باتوں سے روکتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ پاک ستھری چیزیں کھاؤ پیو۔ اور گندی اور ناپاک چیزوں سے دور رہو۔ ان پر سے کڑی پابندیاں ہٹا کر آسان طریقے مقرر کرتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ایسے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کی امت کو دنیا اور آخرت میں بڑا مرتبہ دیا جائے۔ جواب میں ارشاد ہوا۔ کہ انہیں متقی، پرہیزگار، سخی، ایمان دار بننا چاہیئے۔ اور جب آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئیں تو ان کی تابعداری اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ دونوں جہان کا مرتبہ انہی کے لیے مخصوص ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور ان کو ان نشانیوں سے پہچان لیں جو ان کی تعلیم سے ظاہر ہوں گی۔

Marfat.com

رسولِ عربی (ص)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ
پس جو لوگ ایمان لائے اس پر اور اس کی حمایت کی اور اس کی مدد کی
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ
اور پیچھے چلے اس روشنی کے جو اتاری گئی اس کے ساتھ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع
یہ لوگ وہی کامیاب ہیں

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ
جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور مدد کی ہے
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ
اور اس نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ اترا ہے
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع
وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچے

ع ۱۹ ۶ ۹

عَزَّرُوْهُ: (تعظیم کی) ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تعزیر ہے۔ جو عزر سے بنا ہے۔ عزر کے معنی روک، طاقت۔ تعزیر کے معنی کسی کو طاقت پہنچانا۔ اس کو بڑا مان کر اس کی حفاظت اور حمایت کرنا۔

اَلنُّوْرُ: (روشنی) یہاں اس سے مراد وحی ہے جس میں قرآن اور آپ کے ارشادات جو حدیث میں وارد ہیں سب آگئے۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ: یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ اس کا مادہ فلاح اور مصدر افلاح ہے۔ فلاح کے معنی زراعت اور اس کی پیداوار ہیں۔ فلاح کے معنی کھیتی کر کے اس سے پورا نفع اٹھانا۔ پوری پوری پیداوار حاصل کرنا۔ یہاں اس سے مراد کامیاب ہونا ہے۔ آیت کے اس حصہ میں پہلی ساری باتوں کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ پہلے کہا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا نچوڑ یہ ہے کہ وہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں۔ نفیس، پاکیزہ اور نفع مند چیزوں کا کھانا پینا حلال قرار دیتے ہیں۔ گندی، ناپاک اور مضر چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اور پہلے دینوں میں جو مشکل اور بامشقت باتیں تھیں ان کو موقوف کر کے ان کی جگہ سہل اور آسان باتیں کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ سب اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی وحی کے ذریعے سے ہوتا ہے کیونکہ خود تو نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے سکھانے سے کہتے ہیں۔ پھر جب واقعہ یہ ہے کہ جو بات بھی کہتے ہیں وہ اچھی ہی ہوتی ہے تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اوپر جتنی باتیں کہی گئیں۔ ان سب کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جو لوگ اس رسول کے کہنے کا یقین کریں گے اور اس کو سچا مانیں گے۔ جان و دل سے اس کی حفاظت، حمایت، تعظیم اور توقیر کریں گے۔ اس کی مدد کریں گے۔ اور اس کے پاس جو وحی کے ذریعے سے سکھائی ہوئی ہدایتیں موجود ہیں۔ ان کے مطابق عمل کریں گے۔ کوئی شبہ نہیں کہ کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ اور فتح و نصرت ان کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام کسی خاص فرقے یا جماعت کا طرف دار نہیں ہے۔ صرف اپنے اصول کا طرف دار ہے۔ اور جو ان کی پیروی کرے اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی اور فوز و فلاح کا ذمہ لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اپنی قوم کا مرتبہ سب سے بلند کیے جانے کی دعا کر رہے تھے اللہ کے فیصلہ کے آگے سر خم کر دیا۔ اور بنی اسرائیل کو ہدایت کی کہ ان اصولوں پر عمل کریں اور وقت آنے پر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں۔

Marfat.com

رسالت عامہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
کہدے اے لوگو تحقیق میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف
جَمِيْعَا ِالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ
سب کی وہ اللہ کہ جس کے لیے ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا
نہیں کوئی معبود مگر وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے پس ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ
اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر جو
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ
یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے احکام پر اور تابعداری کرو اس کی
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ
تاکہ تم راہ پاؤ اور قوم سے موسیٰ کی ایک گروہ ہے
يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
جو راہ بتاتے ہیں حق کی اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
تو کہہ دے اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تم
جَمِيْعَا ِالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا
اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے سو اللہ پر
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ
ایمان لاؤ اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ
اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ
تاکہ تم راہ پاؤ اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے
يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ رسول جس کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ میں ہی ہوں مجھے اللہ نے اپنی ساری سمجھ دار مخلوق کی طرف اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے کہ انہیں پہنچا دوں۔ اللہ کی حکومت سارے آسمانوں میں اور ساری زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی ایک نامعقول فعل ہے۔ وہی اکیلا سب کا معبود ہے۔ اسی کے ہاتھ میں جلانا اور مارنا ہے اس لیے لوگوں کو پورا یقین کرنا چاہیئے کہ فقط اللہ ہی ان کا معبود ہے۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا ہے۔ اللہ نے آپ کو وحی کے ذریعے انسان کی بہتری کا راستہ بتا دیا ہے۔ آپ کا پہلا کام یہ ہے کہ خود اللہ عزوجل پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اس کی وحی کو اور کتابوں کو جو اس نے اس سے پہلے بھیجی ہیں۔ اور قرآن کو جو آپ پر نازل کیا ہے برحق مانتے ہیں۔ آپ کے کہنے پر چلو۔ سیدھی راہ تمہیں اسی ذریعے سے مل سکتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کہ حق پسند ہیں اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کو سامنے رکھ کر انصاف کرتے ہیں۔ اس سے مراد عبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں۔ جو یہودی تھے۔ اور اسلام اختیار کر لیا تھا۔ نیز وہ تمام یہودی داخل ہیں جو قیامت تک تعصب چھوڑ کر اسلام کی سچی تعلیم اختیار کر لیں۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کے قبیلے

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا

اور الگ الگ کر دیا ہم نے ان کو بارہ دادا کی اولاد

اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ

بڑی بڑی جماعتیں اور وحی بھیجی ہم نے طرف موسیٰ کی جب

اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ

پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی

الْحَجَرَ ؕ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

پتھر کو پس ظاہر ہوئے اس سے بارہ

عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

چشمے پہچان لیا ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا

اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ دادوں کی اولاد

اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ

بڑی بڑی جماعتیں اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا جب

اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ

اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ مار اپنی لاٹھی اس

الْحَجَرَ ؕ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

پتھر پر تو اس سے پھوٹ نکلے بارہ

عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

چشمے ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ پہچان لیا

قَطَّعْنَا: الگ الگ کر دیا ہم نے (ماضی کا صیغہ ہے جو تقطیع سے بنا ہے۔ اس کا مادہ قطع ہے۔ قطع کے معنی کاٹنا ہیں۔ تقطیع کاٹ کر الگ الگ کر دینا۔

اَسْبَاطٍ: سبط کی جمع ہے۔ یہ لفظ پارہ الاعراف کے آخری رکوع میں گذر چکا ہے یہاں اس سے مراد ایک دادا کی اولاد ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کے ۱۲ بیٹے تھے۔ ان کی اولاد اسباط کہلائی اور ان کے ۱۲ قبیلے بن گئے۔ جو بنی اسرائیل مشہور ہیں۔

اِنْۢبَجَسَتْ: (ظاہر ہوئے) ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر انبجاس ہے جو بجس سے بنا ہے۔ جس کے معنی ظہور کے ہیں۔

انبجاس کے اصل معنی رسنا ہیں۔ سورۃ بقرۃ میں اس موقعہ پر انفجرت آیا ہے جس کے معنی ہیں بہہ پڑنا۔ دونوں کو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ پہلے پانی رسنے لگا اور تھوڑی دیر میں بہہ پڑا۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کو وہی احسانات جتائے گئے ہیں۔ جن کی یاد دہانی اکثر سورتوں میں کی گئی ہے۔ ان احسانات کو بار بار اس لیے یاد دلایا جاتا ہے۔ کہ ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے سے انکار کرنا اللہ عزوجل کے حکم سے منہ موڑنا ہے جس نے ان کو ہمیشہ اپنے احسان و کرم سے نوازا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی سہولت کے واسطے ہم نے ان کو بارہ بڑے بڑے خاندانوں میں بانٹ دیا۔ اور بارہ دادوں کی اولاد الگ الگ ایک بڑی امت بن گئی۔ ایک دفعہ جب وہ جنگل میں پیاسے ہوئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے حکم دیا کہ سامنے کے پتھر پر اپنی لاٹھی مار۔ لاٹھی مارتے ہی اس میں سے بارہ چشمے ظاہر ہوئے۔ اور ان کے ہر قبیلہ نے ایک ایک چشمہ پر قبضہ کر لیا ؕ

Marfat.com

جنگل میں آرام

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا
اور سایہ کیا ہم نے ان پر ابر کا اور اتارا ہم نے
عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ
ان پر من اور سلویٰ کھاؤ
طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا
ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو اور نہیں ہم نے ظلم کیا ان پر
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
ولیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا
اور ہم نے ان کے اوپر ابر کا سایہ کیا اور ہم نے
عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ
ان پر من و سلویٰ اتارا کھاؤ
طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا
ستھری چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
لیکن وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے

ظَلَّلْنَا: (سایبان بنایا) ہم نے ان پر۔ اس کا مصدر تظلیل ہے جو ظلۃ سے بنا ہے۔ ظلہ سائبان کو کہتے ہیں یعنی وہ چیز جو دوسری پر سایہ ڈالے۔
سَلْوٰی: یہ لفظ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ بٹیر یہ شام کو ان کے گرد ڈھیروں جمع ہو جاتے۔ اندھیرا ہونے پر وہ ان کو آسانی سے پکڑ لیتے
مَنّ: ترنجبین کی طرح کی ایک میٹھی چیز جو رات کو اوس میں بہ کثرت برستی صبح کو اسے سمیٹ کر اکٹھا کر لیتے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کے لیے جنگل میں پانی کے ۱۲ چشمے بہا دیئے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ دھوپ کی تیزی سے بچنے کے لیے ابر بھیج دیا۔ جو دن بھر ان پر سایہ کیے رہتا۔ اور کھانے کے لیے من و سلویٰ بھیج دیئے۔ غرض پانی سایہ اور کھانے کا ان کے لیے جنگل بیابان میں خوب انتظام کر دیا۔ مگر ان لوگوں نے ناشکری کی اور ایسی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ جو حالات کے لحاظ سے بالکل نامناسب تھیں۔
اوّل: تو کھانا دوسرے وقت کے لیے بچا کر رکھنے لگے۔ بھلا جب بلا ناغہ روزانہ وقت پر کھانا مل جائے۔ تو پھر اٹھا کر رکھنے کی کیا ضرورت۔ وقت پر تازہ کھانا ملتا ہو تو باسی کھانے کو کھانا کون سی عقلمندی ہے۔ مگر انہوں نے اپنی پرانی عادت کے مطابق کھانا بچا کر رکھنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بگڑ کر خراب ہو جاتا۔ پھر اس جنگل بیابان میں پیاز، لہسن، دال، گیہوں وغیرہ مختلف چیزوں کی فرمائش کر بیٹھے۔ اور یہ بالکل بے موقعہ بات تھی۔ ایسی بے وقت کی مانگ کو عربی میں ظلم کہتے ہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ایسی بے تکی اور بے محل باتیں کر کے ہمیں تو نقصان کیا پہنچاتے اپنا ہی کچھ بگاڑ لیا۔ ناشکرے کہیں کے۔ بے صبرے بننے اور نصیحت کی گرفت میں نہ آنے لگے سو الگ۔

آدمی کو چاہیئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس پر اس کا شکر گذار رہے اور بے ضرورت چیزوں کی حرص نہ کرے۔ اور پھر دیکھے کہ کیسے آرام سے زندگی بسر ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل کا یہ قصہ ہمارے لیے موجب عبرت ہے۔ ان لوگوں نے صبر و شکر سے ذرا کام نہ لیا اور اسی وجہ سے بہت سی مصیبتیں مول لیں۔ یہ سب باتیں ان کو قرآن شریف میں بار بار یاد دلائی گئی ہیں۔ لیکن نصیحت کی بات کو ٹھکرا دینا اب ان کی گھٹی میں پڑ گیا ہے اور خود ستائی ان کا قومی شعار بن چکی ہے۔ اگر قرآن مجید کے اس تذکرے سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ تو وہ جانیں۔ ہمیں ان کی ان عادات سے بچنا چاہیئے۔ اور قرآن حکیم کی باتوں سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

Marfat.com

شہر میں بسنے کی اجازت

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
اور جب کہا گیا ان سے رہو تم اس شہر میں
وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا
اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو
حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
بخش دے ہمیں اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ
ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں ہم زیادہ دیں گے
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
نیکی کرنے والوں کو

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
اور جب ان کو حکم ہوا کہ اس شہر میں بسو
وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا
اور اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ اور کہو
حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
ہم کو بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو تو
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ
ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے نیکی کرنے والوں کو
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
ہم البتہ زیادہ دیں گے

بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد چالیس سال سینا کے جنگل میں جسے وادی تیہ بھی کہتے ہیں خانہ بدوش پھرتے رہے یہ انہیں نافرمانی کی سزا ملی تھی۔ اس کا مفصل ذکر سورۃ البقرہ اور سورۃ المائدہ میں گذر چکا ہے۔ اس زمانے میں ان پر خدا کی بڑی بڑی نعمتیں ہوئیں۔ دھوپ میں ابر نے سایہ کیا۔ پانی پینے کے لیے پتھر سے چشمے بہنے لگے۔ کھانے کو من و سلویٰ ملا۔ لیکن یہ لوگ طرح طرح کی سبزیاں، ترکاریاں اور پھل کھانے کے عادی تھے۔ جب جنگل میں پھرتے پھرتے اور ایک ہی طرح کی غذا کھاتے کھاتے اکتا گئے تو ان کی درخواست پر انہیں حکم ہوا کہ شہر میں جا کر بسیں۔ اس شہر کا نام اریحا تھا۔ جو بیت المقدس کے قریب ایک آباد اور سرسبز شہر تھا۔ اور بعض نے بیت المقدس ہی کہا ہے۔ یہ شہر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے میں فتح کیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اس شہر میں بسنے کا حکم دیا اور اجازت دی کہ پیداوار خوب کھائیں۔ لیکن مزاج میں سرکشی اور غرور نہ آنے پائے۔ فاتحوں کی طرح شہر میں چیختے چلاتے، باجے بجاتے، بے ہودہ شور و غل کرتے داخل نہ ہوں۔ بلکہ اللہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکاتے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہوں۔ اس رویہ کے اختیار کرنے سے ہم ان پر مہربانی کریں گے۔ اور ان کی خطائیں معاف کر دیں گے۔ اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا ہے۔ چال چلن اور سبھاؤ ٹھیک رہا تو ابھی اور ملک ملے گا۔ نیز ٹھیک طرح چلنے والوں کو آخرت میں ان کے نیک اعمال کی جزا الگ ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر کیے ہوئے قاعدوں اور قانون پر چلنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں دنیا میں بھی اچھی طرح رکھا جائے گا اور مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی انہیں آرام اور چین نصیب ہوگا۔

Marfat.com

ظالم پھر بھی نہ چوکے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا
پس بدل ڈالا انہوں نے جو ظالم تھے ان میں سے قول

غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
چھوڑ کر اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا پس بھیجا ہم نے ان پر

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾
عذاب آسمان سے بوجہ اس کے کہ تھے وہ ظلم کرتے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا
پس ان میں ظالموں نے اس لفظ کو جو ان سے

غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
کہا گیا تھا بدل کر اور لفظ کہا پھر ہم نے ان پر

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾
بسبب ان کی شرارت کے آسمان سے عذاب بھیجا

انسان کی نہ جانے کیسی افتاد پڑ گئی ہے کہ یہ ٹھیک بات بتانے والوں سے چڑتا ہے۔ اپنے خیر خواہوں پر طرح طرح کے الزام رکھ کر ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کے خلاف کرتا ہے اور وجہ سوا اکڑ اور ضد کے اور کچھ بھی نہیں ہوتی۔ بنی اسرائیل کے حالات پڑھ کر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ ملک شام کے رہنے والے تھے جہاں ان کے جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ رہا سہا کرتے تھے۔ ان کے ۱۲ بیٹے تھے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام ایک عجیب طریقے سے جس کا ذکر سورہ یوسف میں مفصل آئے گا مصر پہنچ گئے۔ اور رفتہ رفتہ وہاں کے بادشاہ ہو گئے شام میں قحط پڑا تو حضرت یوسفؑ نے اپنے ماں باپ اور تمام بھائیوں کو مصر میں بلا کر بسا لیا۔ حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد مصر کی سلطنت بنی اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہاں کے اصلی باشندے برسر اقتدار آ گئے۔ انہوں نے بنی اسرائیل پر بڑے بڑے ظلم و ستم توڑنے شروع کر دیے اور قوم کی قوم کو غلام بنا کر رکھ دیا۔ آخر حضرت موسیٰؑ آئے اور ان کو مصر سے نکال کر پھر شام لائے۔ اور کہا کہ یہ ملک تمہارا موروثی ملک ہے۔ اس پر قبضہ کرو اور چین سے اپنے وطن رہو۔ انہوں نے کہا کہ وہاں تو بڑے بڑے زبردست اور لمبے تڑنگے لوگوں کا قبضہ ہے۔ ان سے لڑنا اور وہاں سے انہیں نکال کر ملک پر قبضہ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس نافرمانی کی یہ سزا ملی کہ چالیس سال تک جنگلوں کی خاک چھاننی پڑی اور وادی تیہ میں بھٹکتے پھرے۔ اس خانہ بدوشی کی زندگی میں جو جو احسانات ان پر ہوئے ان کو یہاں گنوایا گیا ہے۔ آخر جب آوارہ گردی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰؑ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور حضرت یوشع کی قیادت میں انہوں نے اریحا شہر فتح کیا۔ یہ اسی شہر میں داخل ہونے اور بسنے کے ادب طریقے تھے جو انہیں سکھائے گئے اور جن کا ذکر پچھلی آیت میں گذرا۔ لیکن انہوں نے ان ہدایتوں کے بالکل خلاف کیا اور اپنی اکڑفوں سے کام خراب کر لیا انہوں نے بجائے تواضع اور انکساری اختیار کرنے کے تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا۔ اور منہ سے واہی تباہی کلمات بکنے لگے۔ آخر اس کی سزا ملی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا۔ لکھا ہے کہ آدھے ہی دن میں ستر ہزار افراد مر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی سے بچائے۔ اور ہر ایک آفت اور بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین

حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قصہ سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ قرآن حکیم نے اس کو بار بار بیان کر کے ہمیں جتا دیا ہے کہ جن باتوں میں پھنس کر یہود تباہ و برباد ہوئے۔ ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا چاہیے۔

Marfat.com

ایک اور واقعہ

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ
اور ان سے پوچھ بابت اس بستی کے جو تھی سامنے
الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ
دریا کے جب حد سے بڑھے وہ ہفتہ کے بارے میں جب آتی تھیں ان کے پاس
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ
مچھلیاں ان کی دن ان کے سبت کے کھلم کھلا اور جس دن
لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ
سبت نہ ہوتا تو نہ آتی تھیں اسی طرح
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾
آزماتے تھے ہم ان کو اس وجہ سے کہ تھے وہ نافرمانی کرتے

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ
اور ان سے اس بستی کا حال پوچھ جو دریا کے
الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ
کنارے تھی جب وہ ہفتہ کے دن میں حد سے بڑھنے لگے جب ان کے پاس
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ
مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر آنے لگیں
لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ
اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو وہ نہ آتی تھیں اس طرح
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾
ہم نے ان کو آزمایا اس لیے کہ وہ نافرمان تھے

الْقَرْيَةُ: (۱) اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک شہر ایلہ ہے۔ جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا۔ اور چونکہ دریا ان کے قریب تھا۔ اس لیے یہ لوگ مچھلی کے شکار کے عادی تھے۔ جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ جہاں پہلے شہر ایلہ تھا۔ آج کل اس جگہ عقبہ ہے۔

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ: حاضرۃ حضور سے اسم فاعل مونث کا صیغہ ہے۔ حضور کے معنی سامنے ہونا۔ حاضر ہونا۔ حاضرۃ سامنے، قریب۔ البحر سے مراد دریائے قلزم ہے۔ السَّبْتُ: عربی میں ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ یہ دن یہود کے لیے کاروبار کے بند کرنے اور عبادت کے لیے مقرر تھا۔

حِيْتَانُ: مچھلیاں۔ حوت کی جمع ہے۔ جو عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں۔

شُرَّعًا: شارع کی جمع ہے۔ جو شرع سے اسم فاعل ہے۔ شرع کے معنی ظاہر ہونا۔ شارع وہ چیز جو بہ کثرت ظاہر ہو اور سب کو کھلم کھلا نظر آئے۔ چوڑی سڑک کو جسے سب دیکھ سکیں شارع (شاہراہ) کہتے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مچھلیاں کثرت سے تھوڑی دیر میں پانی میں اچھلتی نہیں اور بہت موٹی تازی تھیں۔

اس آیت میں یہود کے ایک فرقے کی بے باکی، ضد اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ ایلہ کے باشندے بہت شورہ پشت تھے۔ اور احکام شرع کے توڑنے میں بہت دلیر تھے۔ یہود کے لیے حکم تھا کہ ہفتہ کے دن سوا اللہ کی عبادت کے کچھ نہ کریں۔ چنانچہ ہفتہ کے دن اور کاروبار کی طرح مچھلی کا شکار بھی ان کے لیے حرام تھا۔ ایلہ کے لوگوں کو اس آزمائش میں مبتلا کیا گیا کہ اور دنوں میں دریا میں مچھلی بہت کم آتی لیکن ہفتہ کے دن دریا مچھلیوں سے بھر جاتا۔ یہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان تھا۔ آیت میں ارشاد ہے کہ نافرمان لوگوں کو اللہ اسی طرح آزمائش اور امتحان میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ تاکہ انہیں فرمانبرداری کی عادت ہو اور سرکشی چھوڑ دیں۔

Marfat.com

پچھلے قصّے کا بقیّہ

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ
اور جب کہا ایک فرقہ نے ان میں سے کس لیے نصیحت کرتے ہو
قَوْمًا ۙ اِللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
ایسی قوم کو کہ اللہ ہلاک کرنے والا ہے انکو یا عذاب کرنے والا ہے ان کو
شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ
سخت وہ بولے عذر کرنے کے لیے تمہارے رب کے سامنے
وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر کر بچیں

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ
اور جب ان میں سے ایک فرقہ نے ان لوگوں کو کہا تم نصیحت کرتے
قَوْمًا ۙ اِللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
ہو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو سخت
شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ
عذاب دے وہ بولے تمہارے رب کے آگے الزام اٹھنے کی غرض
وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
سے اور اس لیے کہ وہ شاید ڈریں

تَعِظُوْنَ: سمجھاتے ہو۔ مضارع کا صیغہ وعظ سے بنا ہے۔ وعظ کے معنی کسی کی خیر خواہی کر کے اسے ٹھیک بات سمجھانا۔
مَعْذِرَةً: اس کے وہی معنی ہیں جو عذر کے ہیں۔ اور یہ اسی کی دوسری شکل ہے۔ عذر کے معنی ہیں بے گناہی کا ثبوت۔ یہاں اس سے مراد بے گناہی کا ثبوت پیش کرنا ہے جس کے لیے دوسرا لفظ اعتذار ہے۔ دوسرے موقعوں پر اس کے معنی اس ثبوت کے قبول کرنے کے بھی آتے ہیں۔

جب ایلہ کے لوگوں نے دیکھا کہ سبت کو مچھلی بہت آتی ہے۔ اور اور دنوں میں اتنی نہیں آتی تو اب وہ سوچنے لگے کہ کوئی ایسی ترکیب نکالنی چاہیئے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ کھلم کھلا حکم عدولی بھی نہ ہو اور مچھلی بھی ڈھیر ساری ہاتھ لگے۔ ان میں سے چلتے ہوئے لوگوں نے یہ ترکیب سوچی کہ بڑی بڑی نالیاں کھود کر دریا کا پانی بڑے بڑے جوہڑوں میں لا ڈالا۔ دریا کا پانی ان جوہڑوں میں کھول دیتے اور پانی کے ساتھ مچھلی بھی چلی آتی۔ ہفتہ میں نالیوں کا منہ بند کر دیتے۔ پھر اتوار کو ان مچھلیوں کو بہ آسانی پکڑ لیتے۔ سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ یہ فقط ایک حیلہ ہے۔ اس کے معنی تو کھلم کھلا ہفتہ کے دن شکار کرنے کے ہوئے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔ تھوڑے دن انہیں سمجھاتے رہے پھر جب دیکھا کہ وہ شورہ پشت لوگ ہماری نہیں سنتے تو کچھ لوگ مایوس ہو کر خاموش ہو گئے مگر اور سمجھانے والوں نے سمجھانا جاری رکھا۔

ارشاد ہے کہ یہود کو یاد ہو گا۔ کہ ایک فرقہ نے مایوس ہو کر نافرمانوں کو سمجھانا چھوڑ دیا اور جو برابر سمجھاتے رہے ان سے کہا کہ ان ڈھیٹ لوگوں کے ساتھ کیوں مغز زنی کرتے ہو۔ یہ اپنی بے ہودگیوں سے باز آنے والے نہیں۔ خواہ مخواہ اپنا سر کیوں کھپاتے ہو۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سرکشی کی وجہ سے یا تو اللہ ان کو ایک دم تباہ کرنے والا ہے اور یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ سمجھانے والوں نے کہا کہ ہم انہیں سمجھانا اس لیے نہیں چھوڑتے کہ اپنے رب کے سامنے عذر پیش کر سکیں کہ ہم نے تو بخوبی اپنا فرض ادا کیا لیکن انہوں نے نہ مانا ہمارا اس میں قصور نہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ عذاب میں نہ پکڑ۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ ممکن ہے ہمارے کہنے سننے سے ان کے دل میں ڈر پیدا ہو۔ اور یہ اپنے اس بُرے فعل سے باز آجائیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کسی حالت میں جائز نہیں۔

Marfat.com

نافرمانوں کی سزا

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا
پھر جب بھول گئے جو ان کو سمجھایا تھا تو ہم نے
الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا
کو جو برے کام سے منع کرتے تھے نجات دی اور گناہ گاروں
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا
کو بہ سبب ان کی نافرمانی کے برے عذاب
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا
نے پکڑا پھر جب اس کام میں
نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
جس سے وہ روکے گئے تھے بڑھنے لگے تو ہم نے
قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾
حکم کیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ

منع کیے گئے تھے جس سے حکم دیا ہم نے ان کو ہو جاؤ
بندر۔ ذلیل و خوار۔

بَئِيْسٍ: (سخت) صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو بُؤس سے بنا ہے بُؤس کے معنی سختی اور شدت کے ہیں۔ بَئِيْس۔ سخت اور شدید۔
خٰسِـِٕيْنَ: (ذلیل) خاسئ کی جمع ہے۔ جو خَسْءٌ سے بنا ہے۔ خَسْءٌ کے معنی ہیں دُور ہو۔ پھٹ پھٹ۔ خاسئ وہ شخص یا جانور جو جہاں جائے دھتکارا جائے۔

پچھلی آیت میں اس کا ذکر تھا کہ ایلہ کے سمجھدار لوگوں نے ایلہ والوں کو سمجھایا کہ مچھلیاں سبت کے دن کسی طرح نہ پکڑنی چاہئیں۔ یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے دل میں اللہ کے حکم کی اصلی وقعت نہ تھی۔ وہ سمجھے کہ ہماری چال سے ہماری نیت پر پردہ پڑ جائے گا لیکن اللہ دلوں کا حال جاننے والا ہے اور ہر ایک کی نیت سے واقف ہے۔ اسے کوئی تدبیر یا چال دھوکا نہیں دے سکتی۔ اس نے انہیں ڈھیل دی کہ شاید سوچ سمجھ کر اپنی حرکت نازیبا سے باز آجائیں لیکن انہوں نے نصیحت کو کچھ نہ گردانا۔ آخر ان کا انجام کیا ہوا۔ اس میں اس کا بیان ہے۔
ارشاد ہے کہ جب انہوں نے سمجھانے والوں کی بات پر کان نہ دھرے۔ یہاں تک کہ بہت سے سمجھانے والے ان کی ہدایت سے مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔ تو ہم نے ان سب منع کرنے والوں کو بچا لیا۔ لیکن ان نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کی سزا میں سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔ جب وہ اس پر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور حکم عدولی میں دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے تو پھر ہم نے حکم دیا کہ بندر بن جاؤ اور ذلت و خواری کا مزہ چکھو۔ اس واقعہ کا ذکر سورۃ البقرہ میں بھی آیا ہے۔ وہاں اس کی تشریح بھی گذر چکی ہے۔ بنی اسرائیل اس کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے تھے چنانچہ یہود کی مقدس کتابوں میں آج بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ انسان کو اس واقعہ سے یہ سبق سیکھنا ہے کہ اس کو بے حیلے حوالے کیے خالص نیت کے ساتھ اس راستہ پر چلنا چاہیئے۔ جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے:

Marfat.com

ایک اور سزا

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ

اور جب خبردی تیرے رب نے البتہ ضرور بھیجے گا ان پر

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ

قیامت کے دن تک ایسا شخص جو دیا کرے ان کو برا

الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ

عذاب بے شک تیرا رب البتہ جلد دینے والا ہے عذاب

وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اور بیشک وہ ہے البتہ بخشنے والا مہربان

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے خبر کردی تھی

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ

کہ یہود پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے شخص کو بھیجتا رہے گا جو

الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ

ان کو برا عذاب کرے بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اور وہ بخشنے والا مہربان ہے

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے حق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کو دنیا اور آخرت میں برتر اور معزز قوم بنایا جائے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا تھا کہ عزت اور برتری نسل اور قومیت پر نہیں بلکہ اللہ کی فرمانبرداری پر ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے بعد کے رویہ سے ثابت کر دیا کہ وہ اللہ کے حکموں کو کبھی برابر بھی وقعت نہیں دیتے وہ دین سے بھاگتے ہیں اور ان علاقہ چیزوں کی طرف دوڑتے ہیں جن سے انہیں منع کیا گیا ہے اس لیے ان کو دنیا کے اندر ذلت اور پستی میں مبتلا رکھا گیا اور رکھا جائیگا اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ یہ آج تک بھی تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ بقرہ۔ آل عمران۔ الاعراف وغیرہ میں اسی کو دہرایا گیا ہے تاکہ ان کے حال سے مسلمان عبرت پکڑیں۔ اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ کی نافرمانی، ناشکری اور تکبر کرنے والے دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں اس آیت میں اسی کو بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اس واقعہ کو بھولنا نہ چاہیئے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے رب نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور بدمعاشی کی وجہ سے ذلت اور خواری ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لکھ دی گئی اگر انہوں نے اپنا رویہ درست نہ کیا تو قیامت تک ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہوتے رہیں گے جو ان پر مصیبتیں ڈالیں اور ذلیل کر رکھ دیں اور تیرا رب بھی قیامت میں ان پر عذاب مسلط کریگا کیونکہ وہ عذاب دینے میں جلدی کرتا ہے کوئی چیز اسے روکنے والی نہیں ہے اور ساتھ ہی وہ گناہوں کا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا بھی ہے۔ جو توبہ کر لیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو درست کر لیتا ہے۔ اسے وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ ذلیل و خوار رہے۔ قدیم زمانے میں یونانی۔ کلدانی اور بخت نصر وغیرہ نے ان کو تہس نہس کیا اس دور میں جرمنی ہنگری وغیرہ نے ان کو ملک بدر کیا۔ اور اب دوسروں کے بل پر ہی رہے ہیں۔ اگر ان کے طرف دار آج انہیں چھوڑ دیں۔ تو پھر ان کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور یہ سب مسلمانوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ کامیابی اور فتح کا وعدہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی ہر جگہ یہ شرط لگائی ہے کہ یہ مدد اور فتح تب ہی ملے گی۔ جب اللہ کے فرمانبردار اور تابعدار رہیں گے کیونکہ تابعداری کا نام ہی تو اسلام ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا دعویٰ محض نفاق ہے جس کی یہی سزا ہے جو بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

یہودی تتر بتر ہو گئے

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ
اور منتشر کر دیا ان کو زمین میں فرقہ فرقہ بعض ان کے
الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫
نیک اور بعض ان کے سوا اس کے
وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ
اور آزمایا ہم نے ان کو آسائش کی خوبیوں میں اور برائیوں میں
لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾
تاکہ وہ لوٹ آویں

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ
اور ہم نے ان کو ملک میں فرقے فرقے کر کے متفرق کر دیا
الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫
بعض ان میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے
وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ
اور آزمایا ہم نے ان کو آسائش کی خوبیوں میں اور برائیوں میں
لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾
تاکہ وہ لوٹ آویں

قَطَّعْنَا (متفرق کر دیا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تقطیع ہے۔ جو قطع سے بنا ہے۔ قطع کے معنی کاٹنا۔ تقطیع کے معنی کاٹ کر چھوٹا چھوٹا کرنا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تتر بتر ہو کر چھوٹے چھوٹے فرقے بن گئے۔

بنی اسرائیل ۱۲ بھائیوں کی اولاد تھے۔ اور ان کے بڑے بڑے ۱۲ خاندان تھے۔ جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے جہاں انہیں فرعون اور اس کی قوم نے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رکھا تھا نکال کر فلسطین میں لا کر بسانا چاہا تھا۔ یہ لوگ بحر قلزم کو پار کر کے جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہوئے۔ لیکن فلسطین میں بغیر لڑے بھڑے داخل نہ ہو سکتے تھے۔ سورۃ مائدہ میں اس کا مفصل ذکر ہے کہ انہوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی سزا میں چالیس سال تک وادی سینا کے لق و دق میدانوں میں بھٹکتے پھرے۔ پھر حضرت یوشع کے زمانے میں انہوں نے فلسطین کو فتح کر لیا۔ اور ارض مقدسہ میں داخل ہو گئے اور بنی اسرائیل کی بڑی زبردست سلطنت قائم ہو گئی۔ جب تک ان میں باہم اتفاق رہا سلطنت بنی رہی۔ جب منتظم لوگ اٹھ گئے سلطنت اور حکومت ہاتھ سے نکل گئی۔ آخر کار آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے جہاں جس کے سینگ سمائے چلا گیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ آپس کی لڑائی اور باہمی بغض و عناد کی وجہ سے ہم نے ان کو چھوٹے چھوٹے فرقے بنا کر مختلف ملکوں میں پھیلا دیا۔ ان میں کچھ نیک بھی تھے۔ لیکن اکثر نافرمان اور فاسق تھے۔ ان پر خوشحالی کا دور دورہ بھی رہا مصیبتوں سے بھی پالا پڑا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ چکوگی حالات سے عبرت اور سبق حاصل کرتے۔ اور آپس میں دوبارہ متفق ہو کر اجتماعی قوت حاصل کرتے۔ لیکن یہ لوگ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہی رہے۔ اور ان کی حالت بد سے بدتر ہی ہوتی چلی گئی۔ بنی اسرائیل کے حالات کے بیان کرنے سے امت مسلمہ کو یہ سبق سکھانا مقصود ہے کہ ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ اور کبھی باہمی اتحاد و اتفاق کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے ان کے حالات سے کچھ عبرت حاصل نہ کی اور آپس میں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں بھی متحد و متفق نہیں ہو سکے۔ قرآن حکیم برابر للکار رہا ہے لیکن ہم ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ معاذ اللہ!

Marfat.com

آگے کیا ہوا

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا	فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا
پس آئے ان کے بعد نالائق جانشین جو وارث بنے	پھر ان کے پیچھے آئے ناخلف جو کتاب کے
الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى	الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى
کتاب کے لے لیتے ہیں متاع اس گھٹیا زندگی کا	وارث بنے اس ادنیٰ زندگی کا سامان لے لیتے ہیں
وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ	وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ
اور کہتے ہیں معاف کر دیا جائے گا ہمیں اور اگر ان کے پاس آئے	اور کہتے ہیں ہمیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس
عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ	عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ
سامان اسی جیسا تو اسے لے لیتے ہیں	ایسا ہی سامان پھر آئے اس کو لے لیویں

خَلَفَ پیچھے آیا، ماضی کا صیغہ ہے جو خ۔ل۔ف سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے باقی رہنا۔ جانشین بننا۔
خَلْفٌ (کپوت) کسی کے پیچھے اگر اس کی اولاد نالائق اٹھے تو اس اولاد کو خلف کہتے ہیں یعنی کپوت۔ اور اگر لائق اور نیک ہو۔ تو اسے خَلَف کہتے ہیں (سپوت) اسی لیے خَلْف کا ترجمہ ناخلف ہے۔

عَرَضَ (سامان) اس سے مراد مال متاع، ساز و سامان روپیہ پیسہ وغیرہ ہے جسے اس زندگی میں کارآمد سمجھا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل کے پہلے لوگوں میں تو کچھ نیک لوگ بھی تھے لیکن پچھلے تو ایسے نالائق اٹھے کہ معاملہ ہی ٹیلٹ کر دیا۔ توریت شریف ان کے ہاتھ لگی تو لگے اس سے روپیہ کمانے۔ کہیں سے کچھ تھوڑا سا بھی ساز و سامان ملتے دیکھا تو آیتوں کے کبھی لفظ بدل دیئے۔ کبھی معنی کچھ کے کچھ کر دیئے۔ نذرانہ، تحفہ تحائف دینے والوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق فتوے دینے لگے۔ اگر کسی نے ٹوکا کہ یہ طرز عمل تو ٹھیک نہیں اس طرح تم عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے تو گردن ہلا کر بے پروائی سے کہہ دیتے۔ ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی سفارش ہمیں صاف بچا لے گی۔ کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے لاڈلے بچے ہیں۔ ہمیں سزا نہیں مل سکتی۔ جب ایسی ذہنیت ہو جائے تو آدمی گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اور جب موقعہ مل جائے خوب ہاتھ رنگتا ہے۔ بلکہ موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے کہ کب کوئی شکار پھنسے اور کب میں اپنا الو سیدھا کر دوں۔

اس آیت کو پڑھنے کے بعد مسلمان علما کو گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے۔ کیا کہیں وہ مال داروں کو خوش کرنے کے لیے قوانین شرع کی کوئی بے جا تاویل تو نہیں کر رہے۔ بعض وقت انسان اپنے کسی سرپرست یا مربی کو خوش کرنے کے لیے کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے جو شرع میں جائز نہیں ہوتی۔ اس وقت وہ ایسی ہی باتوں سے دل بہلاتا ہے جو یہود کی باتوں سے ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ مثلاً کہتا ہے کہ اس وقت مصلحت اسی میں ہے کہ کام چلتا کیا جائے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جہاں اور گناہ معاف ہوں گے۔ وہاں یہ بھی معاف ہو جائے گا۔ فلاں بزرگ کی شفاعت بچا لے گی۔ ان خیالات سے اللہ بچائے بعض وقت یہ انسان کو گناہ پر دلیر کر دیتے ہیں۔ یہود کے طرز عمل سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیئے:

Marfat.com

کتاب کی صریح مخالفت

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ
کیا نہیں (نہ) لیا گیا ان پر عہد کتاب کا
اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ
کہ نہ کہیں اللہ کے نام سے مگر سچ
وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
اور وہ پڑھ چکے جو اس میں تھا اور گھر آخرت کا
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا
بہتر ہے ان کے لیے جو ڈرتے ہیں کیا پس نہیں
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
تم سمجھتے اور جو لوگ مضبوط پکڑے ہوئے ہیں
بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا
کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو بے شک ہم نہیں
نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾
ضائع کرتے ثواب اچھے کام والوں کا

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ
کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا تھا
اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ.
کہ نہ بولیں اللہ پر سوا سچ کے
وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
اور انہوں نے پڑھا جو کچھ اس میں لکھا ہے اور ڈرنے والوں
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا
کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا تم
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
سمجھتے نہیں اور جو لوگ کتاب کو خوب
بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا
پکڑ رہے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں بے شک ہم
نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾
نیکی والوں کا ثواب ضائع نہ کریں گے

مِيْثَاقُ الْكِتٰبِ (کتاب میں لکھی ہوئی ہدایات) کتاب سے مراد توریت شریف ہے۔ مِيْثَاق: ایسا حکم جس کے ماننے کا سننے والا اقرار کرے۔
دَرَسُوْا (پڑھ لیا) ماضی کا صیغہ ہے جو درس سے بنا ہے۔ درس کے معنی سیکھنا۔ پڑھنا۔ تدریس اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں سکھانا۔ پڑھانا اسی سے مدرس بنا ہے جو پڑھانے والے کو کہتے ہیں۔ مدرسہ بھی درس سے بنا ہے یعنی پڑھنے کی جگہ۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ دنیا کا ذرا سا بھی نفع ہوتے دیکھ کر یہود اللہ کی سچی باتوں اور اس کے کھلم کھلا احکام کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیتے ہیں اور کوئی اعتراض کرے تو بے پروائی سے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ہم اللہ کی کتاب کو سمجھتے ہیں کسی اور کو کچھ سمجھنا ہو تو ہم سے سمجھے۔ ہم غلطی نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے خیالات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے علم کو اوروں سے زیادہ سمجھتا ہے اور اپنی ہی بات منوانا چاہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ تورات میں ان کو یہ حکم ملا تھا۔ اور اس کی تعمیل کا انہوں نے پختہ عہد کیا تھا۔ کہ اللہ کے نام سے لوگوں کو وہی باتیں سکھائیں گے جو اس نے واقعی سکھائی اور سمجھائی ہیں اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر اور انہیں اللہ کا حکم ٹھہرا کر لوگوں کے سامنے کبھی پیش نہ کریں گے۔ یہ لوگ کتاب پڑھ چکے ہیں اور اس کی باتیں سمجھ چکے ہیں۔ اب جان بوجھ کر ان کو بدلنا' اپنے قول و قرار سے پھرنا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت کا خیال زیادہ چاہیئے۔ آخرت اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ آخر کیا یہ عقل سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ کتاب پر عمل کرنے والے اور باقاعدہ نماز کے قائم رکھنے والے نیک لوگ ہیں ان کا اجر ہم کبھی ضائع نہ ہونے دیں گے ؛

Marfat.com

بنی اسرائیل کا عہد

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ
اور جب اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر گویا وہ
ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ
سائبان ہے اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ گرنے والا ہے ان پر
خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا
پکڑو جو دیا ہم نے تم کو قوت کے ساتھ اور یاد رکھو
مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع
جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ
اور جس وقت ہم نے ان کے اوپر پہاڑ مثل سائبان کے
ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ
اٹھایا اور گمان کیا کہ وہ ان پر گرے گا
خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا
ہم نے کہا زور سے پکڑو جو ہم نے تم کو دیا اور جو اس میں
مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۱۱
ہے یاد رکھو تاکہ تم بچتے رہو

نَتَقْنَا (اٹھایا ہم نے) ماضی کا صیغہ ہے۔ نَتْقٌ سے بنا ہے۔ نتق کے معنی ہیں اٹھانا۔ بلند کرنا۔
ظُلَّةٌ (سائبان) ظِلٌّ سے بنا ہے جس کے معنی سایہ اور سایہ ڈالنا ہے۔ ظُلَّةٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو سر کے اوپر سایہ کیے ہوئے ہو جیسے چھت۔ سائبان وغیرہ۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ بنی اسرائیل کو تورات میں حکم دیا تھا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا اور اس کی باتوں کو اور لوگوں تک بھی ٹھیک ٹھیک بغیر ردوبدل کے پہنچا دینا۔ دنیا کے تھوڑے سے فائدہ کے لیے اس کے احکام میں رد و بدل نہ کرنا۔ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور وہ پرہیزگاروں کو حاصل ہوگی۔ ہمارا وعدہ ہے۔ کہ ہم کتاب پر پوری طرح عمل کرنے والوں اور نماز قائم کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر دیں گے اور اس میں ذرا بھی کمی نہ آنے دیں گے۔ اس کی بابت یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اقرار اور عہد کر لیا تھا کہ ہم یہ سب احکام بجا لائیں گے۔ اور یہ عہد ان سے خاص طور پر لیا گیا تھا۔ تاکہ اسے ہمیشہ یاد رکھیں اور بھولنے کا کوئی بہانہ ان کے پاس نہ رہے۔

ارشاد ہے کہ جس وقت کسی بات کو منوانے کے لیے کوئی خاص اہتمام کیا گیا ہو۔ اس کے بھولنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انہیں یاد ہوگا کہ انہوں نے سیدھی طرح اطاعت کا اقرار کرنے میں ہچر مچر کی۔ اس لیے پہاڑ کو بلند کر کے ان کے سر پر کھڑا کر دیا گیا۔ اس طرح کہ گویا ان کے سر پر گرنے ہی والا ہے۔ یہ خوف کے مارے کانپنے لگے۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ اگر اس وقت اقرار نہ کیا تو یہ پہاڑ ہم پر ٹوٹ پڑیگا۔ اور ہم اس کے نیچے دب کر رہ جائیں گے۔ اس حالت میں ان سے کہا گیا۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں تمہیں حکم دیئے گئے ہیں۔ انہیں مضبوطی سے پکڑو اور ہر وقت یاد رکھو۔ بس اسی سے تمہارے متقی ہونے کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو تم کہیں کے نہ رہو گے۔

پہاڑ کا یہ ہولناک منظر اس لیے پیدا کیا گیا تھا کہ یہ انہیں ہمیشہ یاد رہے گا۔ اور اس کے ساتھ وہ عہد بھی یاد آجائے گا۔ جو انہوں نے کیا تھا۔ کیوں کہ جس بات کے ساتھ کوئی انوکھی بات نتھی کر دی جائے۔ وہ بھولی نہیں جا سکتی ؛

Marfat.com

تاریخ ایک درسِ عبرت ہے

قرآن حکیم نے ہمارے سامنے پچھلے لوگوں کے حالات رکھے ہیں۔ لیکن مسلسل تاریخ اور مکمل قصوں کے طور پر نہیں بلکہ مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے انہی حالات کو بار بار پیش کیا ہے جن سے ہمیں کوئی نہ کوئی سبق ملتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی مفید بات معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت تک اس سورت میں حضرت آدم، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب اور موسیٰ علیہم السلام کی قوموں کا حال بیان ہو چکا ہے اور ہر ایک میں ہمارے لیے بہت سی کام کی باتیں موجود ہیں۔ خاص کر بنی اسرائیل کے حالات سے تو ہمیں بہت کچھ سیکھنا چاہیئے۔ یہ لوگ اُس زمانے میں تھے۔ جب اس زمانے کے انسانی تمدن کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ ان کو سیدھے سادے پُرامن طریقے سے رہنا سکھایا جا رہا تھا اور ان برائیوں کو منظرِ عام پر لایا جا رہا تھا جن میں انسان کی تباہی کے جراثیم پوشیدہ تھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر بنی اسرائیل تورات کے احکام پر سچے دل سے پورا پورا عمل کرتے تو اس وقت دنیا کا یہ خطرناک نقشہ نہ ہوتا جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ انسان کو غلط راہ پر ڈالنے کی تقریباً ساری ذمہ داری اسی قوم پر ہے جس کو آج بھی بنی اسرائیل یا اسرائیلی کہتے ہیں۔ ان کے ضروری حالات قرآن حکیم نے ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ اس سے اوّل تو خود یہود کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلانا مقصود ہے۔ اور ساتھ ہی ہمارے لیے تاکید ہے کہ اگر وہ نہ مانیں۔ تو تمہیں ان کے انسانیت سوز کاموں سے قطعی پرہیز کرنا چاہیئے۔ تاکہ انسان کے لیے تم اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ پیش کر سکو اور خود اس کا نمونہ بن کر دکھا سکو۔ اور جو کام یہود کے ذمے ڈالا گیا تھا اور ان سے نہ ہو سکا۔ تم اس کو انجام دو اور خیرِ امت کے لقب کا اپنے آپ کو سزاوار ثابت کر سکو۔

پہلے سبقوں میں موقعہ بہ موقعہ ان اصول فائدوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ہم بنی اسرائیل کے حالات سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر جب کہ احوال بنی اسرائیل اس سورت میں ختم ہوتے ہیں ہمیں ان خاص خاص باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جن کی وجہ سے بنی اسرائیل اس دنیا میں انسانوں کے رہنما بننے سے محروم ہوئے اور اس وقت سوا تخریبِ انسانیت اور اشاعتِ فتنہ و فساد کے اور کوئی ان کا کام دنیا میں نہیں ہے۔

۱۔ اس دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھا۔ اور باوجود اقتدارِ حکومت سے محروم ہو جانے کے اس کوشش میں رہے کہ کسی نہ کسی طرح اور دل پر عزت اور غلبہ حاصل کریں جس کا نتیجہ سوا اس کے کہ جہاں ہوں فساد اور خرابی پھیلائیں اور کچھ نہیں ہوا۔

۲۔ ان کو مال و دولت سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرنے کی لت لگ گئی۔ اور دوسروں کو اپنا محتاج بنا کر رکھنے کی کوشش میں مشغول ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خود ان کے اپنے ہی اندر مال دار اور نادار دو مستقل طبقے موجود ہو گئے اور ہمیشہ موجود رہیں گے اور مال دار مفلسوں کو دبائیں گے۔

۳۔ آج کل سرمایہ داروں اور محنتیوں کی جو کشمکش دنیا میں پھیل رہی ہے اور دونوں طبقے ایک دوسرے کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور ایٹمی اسلحہ سے ایک دوسرے کو ڈرا رہے ہیں یہ سب یہودی ذہنیت کے نتائج ہیں۔

ان سب باتوں سے ہمیں پرہیز کرنا لازم ہے۔ ہمیں یہودیوں کی طرح آپس کے اختلافات میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے بلکہ اسلام کے اصول مساوات و اخوت انسانی کو سامنے رکھ کر آپس میں اتحاد و اتفاق کا بیج بونا چاہیئے۔

قرآن قوموں کی تاریخ نہیں بناتا بلکہ وہ فلسفہ تاریخ بتاتا ہے کہ ان قوموں کی زندگی سے کیا سبق حاصل کیا جا سکتا ہے:

Marfat.com

عہدِ الست

یہودیوں کی بابت پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ان سے اطاعتِ الٰہی اور تورات کے احکام کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا اور قرآن مجید کے ذریعہ انہیں اس عہد کی دوبارہ یاد دلائی گئی۔ اور ان کو پھر موقعہ دیا گیا۔ کہ وہ عہد جو انہوں نے اللہ عز و جل سے کیا تھا۔ وہ گو انہوں نے توڑ دیا۔ لیکن اللہ کے ہاں وہ عہد قائم ہے۔ اور اب بھی اگر وہ اس عہد کا اپنا حصہ پورا کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو اللہ عز و جل اپنا حصّہ بدستور پورا کرے گا۔ وہ عہد ان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد اللہ عز و جلّ ان کو وہی مرتبہ عطا کرے گا جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے درخواست کی تھی۔ اور وہ اسی شرط پر قبول ہوئی تھی کہ وہ نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔

آگے اس عہد کا ذکر آتا ہے۔ جو تمام بنی آدم سے ان کی اس دنیا میں پیدائش سے پہلے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔ اور خیال ہے کہ اس میں یہودی بھی شامل تھے۔ اس عہد کی بنا پر بھی انہیں اسلام کا حلقہ بگوش ہونا لازم آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ ہر انسان کو لازم آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا۔ کہ یہودی بار بار عہد شکنی کے الزام میں گرفتار ہونے کے قابل ہو چکے ہیں۔ ایک عالم ارواح کا عہد۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تابعداری کا عہد۔ تیسرے اسلام میں داخل ہونے کا عہد۔

انسان اصل میں روح کا نام ہے۔ جس کو بدن کچھ مدّت تک رہنے کے لیے ملا ہے۔ بدن یا نفس چونکہ اس دنیا کی چیز ہے اس لیے وہ اسے دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن روح عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس میں اپنے رب کی پہچان فطری طور پر موجود ہے۔ اگر یہ بدن خواہشوں سے پاک ہو جائے تو روح اپنے رب کی طرف ہی مائل ہوتی ہے۔ اس لیے بدن اور روح میں کش مکش جاری رہتی ہے۔ اور انسان اکثر بدنی آرام و آسائش کے خیال میں پھنس کر روح کے تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس غفلت کے دور کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے رسول بھیجے جاتے ہیں۔ اور وہ اس کو بتاتے ہیں کہ بدن ایک عارضی چیز ہے۔ اور روح ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے بدنی ضرورتوں کی طرف صرف بقدرِ حاجت توجہ کرنی چاہیئے تاکہ اس میں اتنی قوت تو رہے کہ وہ اللہ اور رسول کے احکام بجا لائے اور روح کو اللہ سے گہرا تعلق اسی زندگی میں قائم کر لینے دے اور یہ نہ ہو کہ منہ زور گھوڑے کی طرح بدن کو بھی اپنی مرضی پر جہاں چاہے لے جائے۔

روح جب دنیا کے جھگڑوں سے علیحدہ کر دی جاتی ہے تو اس کی اندرونی آنکھ کھلنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسے احساس ہونے لگتا ہے کہ میں نے بدن میں آنے سے پہلے اللہ کے سامنے عہد کیا تھا کہ تو ہی میرا رب ہے۔ یہی اس کی سعادت کی نشانی ہے۔ روح کو اپنی اصلی حالت کا احساس تب ہی ممکن ہے جب انسان اپنا سارا وقت اور ساری محنت دنیا کی کمائی اور عزت حاصل کرنے کے پیچھے نہ لگا دے بلکہ جتنا وقت ضرورت سے زیادہ بچے اُسے دین اور اخلاق سیکھنے میں صرف کرے۔ اور جو کچھ دنیاوی حرج یا نقصان دین اور اخلاق کے سیکھنے میں پیش آئے اُسے خوشی سے برداشت کرے۔

Marfat.com

عہدِ الست

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ
اور جب لیا تیرے رب نے بنی آدم کی
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ
پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنایا ان کو
عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ
ان کی جانوں پر کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب بولے ہاں
شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
ہم نے اقرار کیا کبھی کہنے لگو قیامت کے دن
اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾
کہ تھے ہم اس سے بے خبر

وَاِذْ (اور جب) اس سے پہلے اذکر یعنی یاد کر۔ آپ ہی آپ سمجھ میں آتا ہے۔ گو لفظوں میں مذکور نہیں۔
اَخَذَ (لیا) ماضی کا صیغہ ہے اور اَخْذٌ سے بنا ہے۔ اَخْذٌ کے معنی ہیں لے لینا۔ پکڑنا۔ مگر یہاں مگا لینا مراد ہے۔
اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ کہنے لگو) اس کا پہلی عبارت سے ربط ہے یعنی ہم یہ بات اس لیے یاد دلاتے ہیں۔ کہ کبھی تم قیامت میں عذر پیش کرنے لگو۔

اس آیت کے مضمون پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اپنے رب کو پہچاننے کے لیے انسان کو بڑی بڑی منطقی اور فلسفی دلیلوں کی ضرورت نہیں۔ ذرا سی توجہ سے اس کی سمجھ میں آپ ہی آجاتا ہے۔ کہ میرا اور ہر چیز کا پالنے والا کوئی اور ہے۔ جو کائنات کی ان ظاہری چیزوں سے بلند و برتر ہے ظاہری چیزوں میں سے بڑی سے بڑی چیز بھی کوئی بات اپنے اختیار سے نہیں کرتی بلکہ قاعدوں اور قانونوں میں جکڑی ہوئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا بھی پالنے والا اور اس کے لیے اس کے کام اور قاعدے مقرر کرنے والا کوئی اور ہے۔ اس کو یہاں دیکھا نہیں جا سکتا۔ لیکن اس کی علامتیں نشانیاں اس قدر صاف اور واضح ہیں کہ اس کے ماننے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی یہی وجہ ہے کہ جاہل، نادان، ان پڑھ تک ذرا سے اشارے سے جانتے ہیں کہ میرا رب ان سب ظاہری چیزوں سے بڑا ہے۔ اس کی وجہ اس آیت سے معلوم ہوتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ
اور جب لیا تیرے رب نے بنی آدم کی
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ
پیٹھوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے
عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ
ان کی جانوں پر اقرار کرایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں
شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
ہم اقرار کرتے ہیں کبھی کہنے لگو قیامت کے دن
اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾
ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسولؐ! تیرے رب نے ہر فرد بشر سے، سارے باپوں سے اور ان کی ساری ہونے والی اولاد سے پیدا ہونے سے پہلے ان کی روحوں کو اکٹھا کر کے ایک ایک سے پوچھ پوچھ کر کہ بول میں تیرا رب ہوں یا نہیں اقرار کرا لیا ہے کہ ہاں بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ لیکن پیدا ہونے کے بعد وہ چیزوں کی نمود و نمائش میں پھنس کر اپنے اس اقرار کو بھول جاتے ہیں۔ کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو اپنا رب بنانے لگتے ہیں۔ اس لیے ہم اپنے رسول کے ہاتھ یہ قرآن ہر انسان کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ دیکھ تو میرے رب ہونے کا اقرار کر چکا ہے اس کو یاد رکھ۔

قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہر ایک انسان اپنے اصلی رب کو بآسانی پہچان سکتا ہے کیونکہ اس کی روح اس کے رب ہونے کا پیدا ہونے سے ہی اقرار کر چکی ہے اور اس اقرار کو ہمارے رسولوں اور ہماری کتابوں نے اسے اس دنیا میں یاد دلا دیا ہے۔

Marfat.com

شرک میں تقلید عذر نہیں

وْ نَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا
یا کہنے لگو بات یہی ہے کہ شرک کیا ہمارے باپوں نے
مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ
پہلے ہی اور تھے ہم اولاد ان کے بعد
اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾
کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس پر جو گمراہوں نے کیا
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ
اور یوں ہم باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾
لوٹ آئیں

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا
یا کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادوں نے ہم سے
مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ
پہلے نکالا تھا اور ہم ہوئے ان کی اولاد ان کے پیچھے
اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾
کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس پر جو گمراہوں نے کیا
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ
اور یوں ہم باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾
لوٹ آئیں

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم نے آدم کی اولاد کے ایک ایک فرد سے پیدا کرنے سے پہلے اقرار کرایا ہے کہ ہیں اس کا رب ہوں اور اب اس قرآن کے ذریعے اس کو اس کا عہد یاد دلایا جا رہا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ عذر نہ کرنے لگے کہ مجھے تو کوئی عہد یاد نہیں آیا اور نہ کسی دلانے والے نے مجھے یاد دلایا۔ اب اس کا یہ عذر نہ چلے گا کیونکہ اس کو صاف طور پر اس کا عہد اس آیت کے ذریعے یاد دلایا جا رہا ہے۔ ایک عذر اور رہے۔ جو ہر شخص کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہمارے باپ دادا نے ہمیں اپنے طرز عمل سے شرک ہی سکھایا۔ ہم ان کے بچے ہے۔ اس لیے ہم وہی سیکھ سکتے تھے جو انہوں نے سکھایا۔ ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر پکڑنا ہے تو انہیں پکڑنا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے غلط طریقہ رائج کیا ان کی غلطی کی سزا ہم کیوں بھگتیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے صاف کر دیا کہ ہر فرد بشر نے اکیلے اکیلے ہم سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم فقط تجھی کو اپنا رب مانیں گے اس لیے اس کا یہ عذر قابل سماعت نہیں کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے رائج کیا ہم تو ان کی تقلید کرنے والے تھے۔

اس کے بعد کی آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں یہی طریقہ مقرر ہے کہ قرآن حکیم کی آیتوں میں سچی سچی باتیں خوب کھول کر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا کرتے ہیں تاکہ ہر شخص ان پر غور کرے اور اگر غلط طریقے پر چل رہا ہو تو اسے چھوڑ کر صحیح طریقے پر واپس آجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی دیکھا دیکھی شرک کرنا بھی ویسا ہی گرفت کے قابل ہے جیسے خود کرنا۔ کیونکہ دین کے معاملہ میں ہر شخص ذمہ دار ہے کہ رشتے، کنبے، ملنے جلنے والے یا قوم قبیلے کا خیال کیے بغیر خود تحقیقات کرے اور فقط اللہ کو اپنا رب ماننے کسی کو اس کا شریک نہ کرے۔

عرب میں دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ اہل کتاب اور مشرک۔ یہ دونوں اپنے اپنے باپ دادا اور کنبے قبیلے کے رواج یافتہ مذہب کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کو یہ پیغام سنایا گیا کہ دونوں عہد شکن اور غدار ہیں۔ ہر انسان کو اس سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ اسلام جو ایک ہی رب ماننا سکھاتا ہے انسان کا اصلی فطری مذہب ہے۔

Marfat.com

شیطان کی پیروی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ
اور پڑھ ان کے سامنے خبر اس شخص کی جو ہم نے اس کو
اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ
اپنی آیتیں پس وہ باہر نکل گیا ان سے پس پیچھے لگ گیا اس کے
الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
شیطان پس ہو گیا وہ گمراہوں سے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ
اور ان کو اس شخص کا حال سنا دے جس کو ہم نے اپنی
اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ
آیتیں دی تھیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے
الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
شیطان لگ گیا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا

پچھلی آیتوں میں یہ بات سب کو یہ دلائی جا چکی ہے کہ ہر انسان اللہ کو پہچاننے کا ذمہ دار ہے اس کو چاہیئے کہ کسی کی تقلید میں پھنس کر کسی اور کو اپنا رب نہ سمجھ بیٹھے۔ بلکہ صرف اللہ کو اپنا رب مانے۔ اگر اس نے اپنی روح کو لوگوں کی دیکھا دیکھی گناہوں سے آلودہ نہیں کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اللہ کو پہچان کر اس کے رب ہونے کا اقرار نہ کرے۔ اس کی روح اس دنیا میں آنے والے سے پہلے اللہ کے سامنے اس بات کا اقرار کر چکی ہے۔ کہ میرا رب تو ہی ہے۔ تو اب اس آیت میں ان لوگوں کا حال بتایا جا رہا ہے۔ جو اس دنیا کے عارضی نفع کے لالچ میں پھنس کر سب کچھ بھلا بیٹھتے ہیں اور تجھ مجھ کو اپنا سرپرست مربی اور داتا سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ اللہ کی آیتیں سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اس کی نشانیاں برابر ملاحظہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کو ذرا خاطر میں نہیں لاتے۔ ارشاد ہے کہ اے نبی اب تو ان سب کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دے جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں جن سے اس کو صاف معلوم ہو گیا کہ اللہ کی تابعداری ہی میں سب کچھ ہے۔ لیکن جب امتحان کا وقت آیا۔ تو وہ اپنے اس علم کے مطابق عمل نہ کر سکا اور آیتوں کے برخلاف چلا۔ دنیا کے لالچ میں پھنس کر اندھا ہو گیا۔ شیطان تو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا ہی ہے۔ وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا اور اسے بہکا کر کہاں سے کہاں لے گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا نام ہدایت یافتہ لوگوں میں سے کاٹ کر گمراہوں اور کج روؤں میں لکھ دیا گیا۔

مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ شخص کون تھا۔ اکثر نے اس کا نام بلعم بن باعور بتایا ہے۔ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ اور بڑا عابد زاہد تھا۔ اس کی دعا فوراً قبول ہوتی تھی۔ یہ خوب جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر بھی آپ کے دشمنوں نے اسے بہت سے تحفے تحائف دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعا کرے۔ اور وہ مال و زر کی طمع میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہمیں نام سے کوئی غرض نہیں۔ نشانیاں جو بتائی گئی ہیں۔ وہ پہلے بھی بہت سے لوگوں میں پائی گئی ہیں۔ اور آج بھی ایسے لوگوں کی کچھ کمی نہیں۔ جو جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اور دنیا کے لالچ میں پھنس کر اپنی آخرت تباہ و برباد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور حرص و ہوا پر لات مار کر سیدھے راستہ کو مضبوط پکڑنا چاہیئے ؛

Marfat.com

دُنیا کا لالچ

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ
اور اگر چاہتے ہم تو بلند کرتے اس کو ان کے ساتھ لیکن وہ
اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ
مائل ہوا زمین کی طرف اور پیروی کی اپنی خواہش کی
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
سو اس کا حال کتے کا سا حال ہے اگر تو لادے اس پر
يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ
تو وہ ہانپے یا چھوڑ دے اس کو تو ہانپے

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ
اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کا مرتبہ بلند کرتے لیکن
اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ
وہ تو زمین کا ہو رہا اور اپنی خواہش کے پیچھے ہو لیا
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا اس پر تو بوجھ لادے
يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ
تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے

اَخْلَدَ ہو رہا۔ رہ پڑا۔ یہ ماضی ہے اس کا مصدر اِخْلَاد ہے جو خلد سے بنا ہے۔ خلد کے معنی ہیں ہمیشہ رہنا۔ اَخْلَدَ: ہمیشہ کے لیے اختیار کرنا۔ اخلد الی الارض اس نے زمین میں ہی رہنا پسند کیا۔ یعنی اس دنیا کی چیزوں کو ترجیح دی۔

يَلْهَثْ: (ہانپے) مضارع کا صیغہ ہے اور لہث اس کا مصدر ہے۔ لہث کے معنی ہیں زبان باہر لٹکا دینا اور تیزی کے ساتھ زور زور سے سانس لینا۔ جیسے کتا کیا کرتا ہے تاکہ اندر کی گرمی نکلے اور تر و تازہ ہوا جلد جلد اندر جائے جو اس کی دنیادی زندگی کے لیے ضروری ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی آیتیں آدمی کا مرتبہ بلند کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اور اس کو حیوانیت کی سطح سے اٹھا کر انسانیت کے بلند مقام پر پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن ہر انسان اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر اس کی فطرت کا سبق اس کے ماحول نے اسے بھلا دیا ہے۔ اور وہ باوجود رسولوں کی تنبیہ کے اور اللہ کی آیتوں کا علم رکھنے کے اس کی طرف مایل نہیں ہوتا۔ تو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ اس کی خراب عادتیں اسے تباہ کریں گی اور اس کو اللہ کی آیتیں کچھ نفع نہ پہنچائیں گی وہ اپنی خواہش کا غلام ہو چکا۔ دنیوی منافع کی ظاہری اور عارضی چمک دمک اس کے دل کو موہ چکی۔ اس کی مثال بالکل کتے کی سی ہے۔ جیسے وہ اپنی عادت کے مطابق چاہے اس پر بوجھ لادو یا نہ لادو ہانپنا نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح یہ شخص اپنی خواہشوں کی پیروی میں بری بری عادتیں ڈالے گا۔ اور اس پر علم کا بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو برابر ہے جو اس کی طبیعت کا تقاضا ہے کرکے رہے گا۔

اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیئے۔ جو باوجود عالم ہونے اور تمام باتیں جاننے کے اللہ کے احکام کا خیال نہیں کرتے۔ اور دنیا کے گرویدہ ہو کر شیطان کے قدموں پر چلنے لگتے ہیں۔ ان کا علم ان کے کچھ کام نہیں آتا۔ اور بری عادتیں ان پر اتنی غالب آجاتی ہیں گویا طبیعت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ علم بغیر عمل کے کسی کام کا نہیں۔ الٹا انسان کی غلط کاریوں کے لیے مشعل راہ بن جاتا ہے۔ اور وہ دنیا کے منافع حاصل کرنے کی ایسی تدبیریں سوچ کر نکالتا ہے۔ جو بے علم لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ اگر علم کے ذریعہ خرابی ہونے میں شبہ ہو۔ تو ایٹم بم کو دیکھیے اور سوچیے کہ سائنس دانوں نے تباہی کا سامان پیدا کرتے میں شیطان کے بھی کان کترے ہیں یا نہیں۔ یہ ہے آج کل کے علم کا کرشمہ:

Marfat.com

گمراہوں کی مثال

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس بیان کر دے
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾
احوال شاید وہ سوچیں

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
کو جھٹلایا سو یہ احوال
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾
بیان کر تاکہ وہ دھیان کریں

مَثَلٌ: کے بہت سے معنی ہیں کسی سے ملتی ہوئی چیز، مشابہ، نمونہ۔ ایسا حال جو بہت سی صورتوں پر چسپاں ہو جائے یہاں یہی معنی مراد ہیں۔
فَاقْصُصْ: امر کا صیغہ ہے جو قص سے بنا ہے۔ قصہ بھی اسی سے ہے۔ قصّ کے معنی ہیں بیان کرنا۔ کسی کے پیچھے لگ جانا۔ یہاں بیان کرنا مراد ہے۔
اَلْقَصَصَ: مفرد اسم ہے اس کے معنی ہیں کہانی، حال، قصہ اور یہ مصدر بھی ہے اس کو قصہ کی جمع سمجھنا غلط ہے قصہ کی جمع قصص ہے۔

پہلی آیتوں میں ایک ایسے شخص کے حالات بیان کیے گئے ہیں جس کو اللہ نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا۔ لیکن دنیا کے عارضی فائدوں کے لالچ میں آکر وہ ان آیتوں کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستہ پر پڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے دنیا کی حرص نے اندھا کر دیا تھا۔ اور اپنی خواہشوں کے تقاضے بے روک ٹوک پورا کرنے پر اتر آیا تھا۔ علم نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا۔ گو وہ اس کے اوپر ایک بوجھ کی طرح لدا ہوا تھا۔ وہ ایک کتے کی طرح تھا جس کو ہانپنا ضرور چاہیئے اس پر کوئی بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔ اس کی بری عادتیں اسے گمراہی کی طرف لے گئیں۔ اگر اسے علم نہ ہوتا تب بھی وہ یہی کرتا اور علم ہونے پر بھی اس نے یہی کیا اللہ نے بھی اسے ڈھیل دی۔ اگر وہ چاہتا تو اسے اس کے علم کے ذریعے ایک بلند مرتبہ انسان بنا دیتا۔ لیکن اس کی دنیا کی حرص و ہوا اس پر غالب آئی اور وہ گیا گذرا ہوا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس آدمی کی ہی خاص بات نہیں جتنے ہماری آیتوں کے جھٹلانے والے ہیں۔ وہ سب اسی طرح کے ہوتے ہیں انہیں ان کی اندرونی خباثت لے ڈوبتی ہے۔ وہ جانتے سب کچھ ہیں لیکن مانتے بالکل نہیں۔ یہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ آخرت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اللہ کے رسول لاکھ ان کو سمجھائیں۔ اللہ کی آیتیں پکار پکار کر انہیں کتنا ہی جھنجھوڑیں۔ ان کی آنکھ خوابِ غفلت سے نہیں کھلتی۔ نہ وہ دوسروں کے عبرت ناک حالات سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ پھر بھی اے رسول تو ان کو پہلے لوگوں کے حالات سناتے جا۔ اور ان کا افسوس ناک انجام انہیں یاد دلاتے جا اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ شاید ان کے دل میں کچھ خیال پیدا ہو جائے اور یہ اپنی سمجھ سے کام لینا شروع کر دیں۔ ورنہ وعظ و نصیحت کے بند کر دینے کے بعد تو سوائے اس کے کہ تباہ و برباد ہوں اور کوئی امید ان کے لیے ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ آیت ان لوگوں کے لیے جو اپنے آپ کو عالم کہتے ہیں۔ ایک تازیانہ ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے علم پر بڑی احتیاط کے ساتھ عمل کریں اور اپنے قول و فعل دونوں سے دوسرے لوگوں کے لیے اچھا نمونہ بن کر دکھائیں ۔

Marfat.com

اللہ ہی بچانے والا ہے

سَآءَ مَثَلًا ِۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بُری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
ہماری آیتوں کو اور اپنی ہی جانوں پر رہے ظلم کرتے
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ
جس کو راہ دکھائے اللہ پس وہی راہ یاب ہے
وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جس کو گمراہ کرے پس وہ وہی ہیں
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾
ٹوٹے میں ہیں

سَآءَ مَثَلًا ِۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بُری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو
بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
جھٹلایا اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ
جس کو اللہ راستہ دے وہی راستہ پائے
وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جس کو گمراہ کرے سو وہی
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾
ٹوٹے میں ہیں

پہلے ان آدمیوں کو جو دنیا کی شان و شوکت اور دھوم دھڑکے کو اہمیت دیتے ہیں۔ کتنے سے تشبیہ دی گئی ہے یہ لوگ اس دنیا کی عشرت کے سامان جمع کرنے میں ہر وقت پریشان ہیں اور ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں پریشان اور بدحواس رہتے ہیں۔ ان کو نصیحت کرو یا نہ کرو۔ کام کی باتیں سناؤ یا نہ سناؤ۔ انہیں ہر وقت اپنی ہی دھن میں لگے رہنے سے کام ہے۔ اس آیت میں بیان ہے کہ یہ لوگ انسانیت سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ یہ لوگ دنیا ہی کے جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ مال، دولت اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں اور اپنا ناس کر رہے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان دنیا کے دلدادوں نے اللہ کی آیتوں کو تو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ اب انہیں نقصان سے بچانے والی کیا چیز باقی رہ گئی۔ یہ دنیا کے نام و نمود کے پیچھے دیوانہ وار دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اور چاروں طرف اندھیرا ہے۔ کیوں کہ روشنی تو فقط اللہ کی آیتوں سے حاصل ہو سکتی تھی۔ ان کو انہوں نے جھوٹی اور من گھڑت کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ اب کوئی چیز نہیں جو انہیں راستے کے گڑھوں اور ٹھوکروں سے بچا دے۔ عنقریب کسی گڑھے میں اوندھے منہ جا پڑیں گے۔ یقیناً یہ ہماری آیتوں کو جھٹلا کر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ہمارے پاس علم ہے۔ ہم سائنس دان ہیں۔ ہماری دھاک ہر جگہ بیٹھی ہوئی ہے۔ ہمارے پاس روشنی کی کیا کمی ہے۔ تو ان کو سنا دو۔ کہ علم اور سائنس سے ضروری نہیں کہ مفید باتیں ہی سوجھیں۔ جب تک اللہ دستگیری اور رہنمائی نہ کرے۔ علم بھی تباہی کا باعث ہے۔ جنہوں نے اللہ سے منہ موڑ لیا اور اللہ نے انہیں غلط راستے سے بچانا چھوڑ دیا وہ آج نہ مرے تو کل مریں گے۔ سوا نقصان کے ان کے پلے کچھ نہیں پڑ سکتا۔

حقیقت یہی ہے کہ علم اور سائنس انسان کی نجات کے کفیل نہیں ہو سکتے۔ ان پر کسی کو مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے علم سے سب کچھ تو حاصل کر لیا۔ اب اللہ کی اور اس کی آیتوں کی کیا ضرورت رہی۔ اس نادان سے کہہ دو کہ اللہ کے علم اور قوت کے مقابلے میں تمہارے علم اور قوت کی رائی کے دانے کے برابر بھی حقیقت نہیں۔ اگر چاہے تو تمہارے یہ مکڑی کے جالے ایک پل میں توڑ کر رکھ سکتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا اور اب بھی کچھ دیر نہیں لگ سکتی معاذ اللہ!

Marfat.com

بہت سے جہنّم ہی کے لیے بنے ہیں

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ

اور البتہ ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت سے

الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ

جن اور انسان میں سے ان کے دل ہیں

لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ

نہیں سمجھتے ان سے اور ان کی آنکھیں ہیں

لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ

نہیں دیکھتے ان سے اور ان کے کان ہیں

لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ

نہیں سنتے ہیں ان سے وہ ہیں چوپایوں کے مانند بلکہ

هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

وہ زیادہ بے راہ ہیں یہ لوگ وہی ہیں غفلت کرنے والے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ

اور ہم نے پیدا کیے دوزخ کے واسطے پیدا کیے بہت سے

الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ

جن اور آدمی ان کے دل ہیں کہ

لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ

ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ

لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ

ان سے نہیں دیکھتے اور کان ہیں کہ ان

لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ

سے سنتے نہیں اور وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ

هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ غافل ہیں

پچھلی آیتوں سے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ بہت سے لوگ پڑھے لکھے، خاصے سمجھ دار، سنتے، دیکھتے، دنیا کی عارضی راحت اور خوشی کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ حالانکہ ان کے علم و فضل کا تقاضا یہ تھا۔ کہ انسانیت میں ترقی کرتے لیکن وہ جانوروں کی طرح کھانے پینے، ہنسی دل لگی ہی میں پھنسے رہتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ وہ جانتے بوجھتے ہوئے بچوں کی طرح دنیا کی چیزوں پر مچلتے ہیں۔ اور جب تک لے نہیں لیتے۔ چین سے نہیں بیٹھتے۔ بلکہ لے کر بھی چین نہیں آتا۔ کیونکہ ایک خواہش پوری نہیں ہونے پاتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔

ارشاد ہے کہ ہماری مخلوقات میں بہت سے جن اور بہت سے آدمی دوزخ کے لیے ہی بنے ہیں۔ اگر ان کی نشانیاں پوچھتے ہو۔ تو سن لو۔ وہ اپنے دل سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ آنکھیں ہیں مگر ان سے نہیں کام کی بات نہیں سوجھتی۔ کان ہیں مگر فائدے کی بات نہیں سنتے۔ وہ آدمی کی شکل میں ہیں۔ لیکن جانوروں کی طرح خواہشوں کے پورا کرنے میں مبتلا ہیں بلکہ وہ جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ کیونکہ جانور تو اپنے مالک کا کہنا مانتے ہیں۔ اس کا کھاتے ہیں تو اس کا کام بھی کرتے ہیں اور یہ ہیں کہ اپنے مالک کو پہچانتے ہی نہیں عقل، آنکھ، کان ہوتے ہوئے نہ اس کے احکام سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف دیکھتے ہیں نہ اس کی سنتے ہیں اگر غفلت میں سرشار مخلوق کسی کو دیکھنی ہو تو ان کو دیکھ لے۔

جب کوئی چیز بنائی جاتی ہے تو اس کے ساتھ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں اصلی چیز کے حاصل کرنے کے لیے پھینکنا پڑتا ہے۔ میووں کے ساتھ سخت چھلکے اور گٹھلیاں، شربت کے ساتھ اوپر کے جھاگ اور میل۔ اصل چیز کے گھڑنے میں اس کی چھلن اور بیڑھے بانکے پہلوؤں اور کونوں کی کاٹ چھانٹ وغیرہ۔ اسی طرح کام کی مخلوق کے ساتھ نمی مخلوق بھی ہے جن کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسی قابل ہیں۔ اچھے لوگوں کو چھانٹ کر انعام دیا جائے گا۔ اچھوں کے ساتھ بروں کا ہونا اس دنیا کی پیدائش کا قانون ہے۔ تاؤ دے کر ہی کھرے کو کھوٹے سے الگ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

غفلت کا علاج

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ

اور اللہ کے لیے ہیں تمام نام اچھے پس پکارو اس کو اور اللہ کے لیے ہیں سو اس کو پکارو

بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ

ان ناموں سے اور چھوڑو ان کو جو ٹیڑھے چلتے ہیں نام لے کر اور اس کے ناموں میں جو کج راہ چلتے ہیں

فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا

اس کے ناموں میں عنقریب بدلہ دیے جائیں گے اس کا جو تھے وہ ان کو چھوڑ دو وہ اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَآ يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَآ

کرتے اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا کیا اور لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ

کچھ لوگ ہیں جو راہ بتاتے ہیں ٹھیک اور جن کے ساتھ ہے ایک جماعت ہے جس کے افراد سچی راہ بتاتے ہیں اور

يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع

انصاف کرتے ہیں اسی کے مطابق انصاف کرتے ہیں

ذَرُوْا (چھوڑ دو) امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر وذر ہے جس کے معنی چھوڑ دینا ہیں۔ اس کے مضارع میں واو گرا دی گئی جس سے ذَرٌ فعل امر بنا جس کی جمع کا صیغہ ذروا یہاں استعمال ہوا ہے۔

يُلْحِدُوْنَ (کج روی کرتے ہیں) اس کا مصدر الحاد ہے جس کے معنے ٹیڑھا چلنا ہیں۔ یہ لحد سے بنا ہے جس کے معنی بغل اور ٹیڑھا پن ہیں۔ اس سے مشتق لفظ ملحد بنا ہے جس کے معنی ہیں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جھکنے والا۔ ٹیڑھا چلنے والا۔

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ کچھ لوگ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے انجان بن جاتے ہیں۔ وہ دنیا ہی کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ دنیا کسی کے کام آنے والی نہیں۔ اس میں پھنس کر اللہ عزوجل کو بھول جانا انتہائی نادانی ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔ وہ نام لے لے کر اسے پکارو۔ لیکن جو لوگ اس کے ناموں میں اپنی عقل چلاتے ہیں اور غلط طریقے اختیار کرتے ہیں ان سے کچھ سروکار نہ رکھو انہیں ان کے فعلوں کی سزا ملے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ ہماری مخلوقات میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو سچائی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتی ہے اور لوگوں میں ٹھیک طریقے سے عدل و انصاف قائم رکھتی ہے۔ یہ جماعت امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ کے ناموں میں ٹیڑھی چال یہ ہے کہ اس کے لیے اختیار دوسروں میں ماننا اور اس کے نام انہیں دینا۔ یا اللہ کے نام اپنی مرضی سے جو چاہنا رکھنا یا نامناسب مقصد حاصل کرنے کے لیے اس کے نام کے وظیفے پڑھنا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کو انہیں ناموں سے پکارنا چاہیے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں اور دعا اسی طریقے سے اور انہیں مقاصد کے لیے کرنی چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

Marfat.com

مُنکروں کی پکڑ ایک دم نہیں

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو رفتہ رفتہ پکڑیں گے

مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ
اس طرح کہ نہیں خبر بھی نہ ہوگی اور مہلت دوں گا

لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾
ان کو بے شک میرا داؤ پکا ہے

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے

مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمْلِیْ
اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو

لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾
ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ پکا ہے

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: رفتہ رفتہ پکڑیں گے ہم ان کو۔ نستدرج مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر استدراج ہے۔ اور یہ دَرَجٌ سے بنا ہے۔ درج کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا بڑھنا۔ درجہ بھی اسی سے ہے جو مشہور لفظ ہے اور اس سے مطلب منزل بہ منزل سیڑھی لی جاتی ہے استدراج کے معنی ہیں درجہ بدرجہ آگے چلنا۔ تھوڑا تھوڑا ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھانا۔ مراد یہ ہے کہ انہیں گناہ کرنے دیں گے۔ اور ان کی سزا میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا رہے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی کہ شامت آنے والی ہے۔

اُمْلِیْ (چھوڑے رکھوں گا) اس کا مصدر املاء ہے جس کے معنی ہیں مہلت دینا۔ ڈھیل دینا۔ اصل میں یہ مَلْوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں زمانے کا ایک حصہ۔ مَلَوَانِ رات اور دن کو کہتے ہیں۔ املاء کے معنی ہوئے زمانہ گذرنے دینا۔

كَیْدٌ (داؤ) مخالف کے مقابلے میں خفیہ تدبیر کرنا جس سے بالفعل اسے کوئی نقصان نہ ہو۔ لیکن آخر میں جا کر پوری سزا مل جائے۔

مَتِیْنٌ (پکا) صفت کا صیغہ متن سے ہے۔ متن کے معنی ہیں مضبوطی، پختگی۔ متین اصلی، مضبوط، پختہ چیز جو توڑی نہ جا سکے ایسی چیز کو متن بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ مراد ہے کہ میری خفیہ تدبیر بہت پختہ ہوتی ہے اس کا توڑ نہیں ہو سکتا۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو یہ کہہ کر یہ تو جھوٹی باتیں ہیں۔ ان سے منہ موڑ لیا۔ ان کو اکثر و بیشتر فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کو غفلت میں بڑھنے دیا جاتا ہے۔ اور دنیا کی دولت، قوت اور حشمت خوب دی جاتی ہے۔ وہ خوش ہوتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اللہ، رسول، کتاب، قیامت، یہ سب ایک ڈھکوسلا بنا رکھا ہے۔ دیکھو ہم اپنی ہوشیاری اور دانائی سے کہاں سے کہاں تک پہنچے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ میں انہیں ڈھیل دیتا رہتا ہوں۔ تاکہ انجام کار ان کو اچانک پکڑ لوں۔ وہ میرے داؤ اور خفیہ تدبیر سے بچ نہیں سکتے۔ وہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر خوب مال و دولت اور خوشحالی میں بڑھتے ہوئے رکھ کر آخر سخت مصیبت اور عذاب میں پھنسا کر چھوڑے گی۔ یہ آیت بڑی عبرت ناک ہے۔ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے۔ رسولوں اور کتابوں کو فضول سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مال و جاہ میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ اگر اسی طرح چلتے چلتے ایک دن اچانک سخت مصیبت آ پڑی تو کچھ کیے دھرے نہ بن پڑے گا۔ اس لیے مناسب ہے کہ اسلام کے احکام سچے دل سے مانیں اور دنیا کا کام عارضی سمجھ کر کریں اور اتنا ہی کریں جتنا جینے کے لیے ضروری ہے۔ باقی آخرت کی فکر میں لگیں۔

Marfat.com

فکر کی دعوت

اَوَ لَمْ یَتَفَکَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ
کیا نہیں سوچا انہوں نے نہیں ان کے ساتھی کو کچھ جنون
اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَ لَمْ
نہیں وہ مگر ڈرانے والا کھلم کھلا کیا نہیں
یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
غور کیا انتظام میں آسمانوں اور زمین
وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤی
اور جو پیدا کی اللہ نے کوئی چیز اور اس میں کہ شاید
اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ
یہ بات ہو کہ بہت قریب آگئی ہے ان کی گھڑی

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ
کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں
اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ
وہ تو ایک صاف ڈرانے والا ہے کیا انہوں نے
یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
آسمان اور زمین کی سلطنت میں اور دوسری جو
وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤی
اللہ نے پیدا کی ہیں نظر نہیں کی اور یہ نہیں سوچا
اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ
کہ شاید ان کی اجل قریب ہی آگئی ہو

مَلَکُوْتِ: ملک سے بنا ہے ملک کے معنی ہیں۔ سب چیزوں پر عام بادشاہت۔ ملکوت کے معنی ہیں۔ مخلوق کی ہر نوع کا اس کے مطابق انتظام اور۔ اس پر حکومت۔ پچھلی آیت میں اللہ کی آیتوں سے منہ پھیر کر چلنے والوں کو ڈرایا گیا تھا۔ وہ اپنی خوش حالی اور دنیا کی کامیابی سے دھوکا نہ کھائیں۔ اللہ عزوجل سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ انہیں سمجھنا سوچنا چاہیئے۔ کہ آخر اللہ تعالیٰ نے جو قرآن مجید کے دنیا میں بھیجنے کا اس قدر اہتمام کیا ہے۔ کیا اس کے کچھ معنی نہیں؟ نہیں اس کے بڑے گہرے معنی ہیں۔ اور وہ یہ کہ جس شخص یا قوم کو باوجود اللہ کے حکموں کے پس پشت ڈال دینے کے دنیا میں مال و دولت، جاہ و جلال حاصل کرنے کا موقعہ مل جائے۔ اس کی آنکھیں قرآن کے ذریعہ کھول دی جائیں کہ اس پر اترا کر نہ بیٹھ جانا۔ اور یہ مت سمجھ لینا کہ میرے پاس تو سب کچھ آگیا۔ اب قرآن کی آیتوں کے سننے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس آیت میں ان کو اپنی حالت پر غور کرنے کی دعوت ہے۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ اللہ کے رسول اتنی زبردست سختیاں برداشت کر کے اور محنت اٹھا کر اللہ کا پیغام پہنچانے میں اتنی سرگرمی کیوں دکھاتے ہیں ان کے دماغ میں نعوذ باللہ کوئی فتور نہیں۔

ارشاد ہے کہ آخر انہیں۔ اتنا تو سوچنا چاہیئے۔ کہ یہ اللہ کا پیغام پہنچانے والا اور ان آیتوں کا لانے والا اللہ کا رسول ہمیشہ سے ان کے اندر رہتا سہتا چلا آرہا ہے اس کی عادتوں سے یہ خوب واقف ہیں۔ اس کی دیانتداری، سمجھ اور دانائی کا اور معاملات میں پاک صاف ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کی بے غرضی اور عوام کی خیر خواہی کی شہادت دیتے ہیں۔ اسے جنون نہیں۔ بے عقل نہیں۔ بلکہ ان سب سے زیادہ ہر معاملہ میں عقلمندی اور دور اندیشی کا ثبوت دیتا ہے۔ پھر اس کی بات نہ سننے کی وجہ اس کو ان کے اوپر حکومت کرنے کی خواہش نہیں۔ وہ انہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا کر اپنی سلطنت جمانا نہیں چاہتا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ ان کے پاس ہے مجھے دے دیں اور میرے خادم اور غلام بن کر رہیں۔

Marfat.com

اصل میں سوچنے کی باتیں

آگے ارشاد ہے کہ انہیں فرصت نکال کر کچھ اور باتوں پر بھی غور کرنا چاہیے۔ عیش و عشرت میں پھنس کر کام کی باتوں کو بھلا دینا کون سی عقلمندی کی بات ہے دنیا میں بے شمار کارخانے ہیں ہر کارخانے کا انتظام اس کی ضرورت کے مطابق ہو رہا ہے جس نوع مخلوقات میں دیکھیے ایک ہی بندوبست ہے کام کرنے کے ڈھنگ الگ رہنے سہنے کے طریقے ایک دوسرے سے مختلف اگرچہ کچھ کچھ ایک دوسرے سے ملتے ہوئے بھی کائنات مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہر حصے کا انتظام ایک مقرر قانون اور چند معین قاعدوں کے تحت ہو رہا ہے۔ عام مخلوقات الگ الگ عالموں میں منقسم ہے آسمانوں کے عالم بے شمار ہیں نظر اٹھا کر دیکھو تو ان گنت تارے اور سیارے ادھر لٹکے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ وہ تیزی سے حرکت کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے انسان نے جو کچھ ان کی بابت معلوم کیا ہے اس کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ زمین کے عجائبات بھی حیرت انگیز ہیں جتنا علم بڑھتا جاتا ہے اتنا مقررہ قانون اور سوچ کر بنائے ہوئے قاعدوں کے تحت انتظام دنیا قائم ہونے کا یقین ہوتا جاتا ہے۔ اس علم سے انسان بس یہیں تک فائدہ اٹھانے پر تلا ہوا ہے۔ کہ ان سے اپنی خواہشوں اور ارادوں کے اپنی مرضی کے مطابق پورا کرنے کا کام لے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ آپس میں نزاع بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ نئے نئے علوم کے ذخیرے فقط میرے ہی قبضہ میں آ جائیں تاکہ ان سے فقط میں ہی فائدہ اٹھاؤں اور دوسرے ترستے رہیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے نئے نئے جتھے قائم ہو گئے ہیں۔ نئی نئی قومیں بن گئی ہیں اور آپس میں اس قدر کشاکشی ہو رہی ہے کہ اطمینان کے ساتھ سانس تک لینا دشوار ہو گیا ہے۔

آیت کے اندر ایک مکمل فطری طریقِ فکر پیش کیا گیا ہے کہ کائنات کے قاعدے اور قانون اور ان کے تحت اس کا مقرر قانون معلوم کر کے نتیجہ یہ نکالنا چاہیے کہ ان قاعدوں کا کوئی بنانے والا اور ان کے مطابق انتظام عالم قائم رکھنے والا ایک اللہ ہے جس کا علم سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس نے وہ قانون جو انسان کے لیے مقرر کیا ہے۔ اپنے رسول کی معرفت انسان پر ظاہر کر دیا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ انسان اگر اپنی عقل سے اتنی بات نہیں سمجھتا تو وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ آخر ایسی بھی غفلت کس کام کی کہ ایک ایسی بات کو جس کا واقع ہونا یقینی ہے۔ بالکل بھلا دیا جائے۔ انسان کو اور باتوں میں شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ پھر بھی دنیا میں ایسا دل لگا ہوا ہے کہ کبھی بھول کر بھی اس کا خیال نہیں آتا کہ مجھے یہ سب سامان، مال و دولت، حکومت سلطنت غرض سب کچھ چھوڑ کر ایک دن خالی ہاتھ یہاں سے چپ چاپ چل دینا ہے۔ ایسا بھی کیا دنیا کے دھوکے میں پھنسنا کہ ایک مانی ہوئی بات کا خیال تک نہ آئے۔

ہر فرد کا ایک انجام ہے۔ ہر قوم کا ایک انجام ہے۔ آخر یہ کیا ہو گیا ہے۔ اس کا خیال کبھی آتا ہی نہیں۔ کہ کہیں ہماری آخری گھڑی قریب ہی نہ آ گئی ہو۔ اگر اس کو سوچیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن کو مان کر آخرت کی تیاری نہ کریں۔

Marfat.com

قرآن آخری پیغام ہے

فَبِاَیِّ	حَدِیْثٍ	بَعْدَهٗ
پس کون سی	بات پر	اس کے بعد
یُؤْمِنُوْنَ (۱۸۵)		
ایمان لاویں گے		

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ
سو اس کے پیچھے وہ کس بات پر
یُؤْمِنُوْنَ (۱۸۵)
ایمان لائیں گے

اس سے پہلے بیان ہوا کہ انسان کا انسان بننا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے اور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ رب کے پہچاننے سے جو چیز روکتی ہے۔ وہ دنیا کی چیزوں کا لالچ ہے۔ انسان کی خواہشیں مچلتی ہیں کہ انہیں پورا کیا جائے۔ اس کے رب کا حکم ہے کہ خبردار خواہشوں کے جال میں نہ پھنسنا۔ اس دنیا کے اندر ان کے پورا کرنے میں ہم نے بندشیں لگا دی ہیں اور حدیں مقرر کر دی ہیں۔ ان حدوں کے اندر رہ کر جتنی خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں انہیں پورا کرو حد سے باہر کبھی نہ نکلو۔ انسان کے لیے یہ اتنی مشکل چیز ہے کہ ہر وقت وہ رستا توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے پابندی میں اپنی موت نظر آتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ زندگی نام ہی اس کا ہے کہ خوب کھائے پیئے اور مزے اڑائے۔ اس کے لیے ذرائع مہیا کرتا ہے۔ مال جمع کرتا ہے اگر نہیں ہو سکتا تو دوسروں سے چھین جھپٹ کرتا ہے۔ ان جھگڑوں میں بھلا کسے فرصت ہے جو رب کی تلاش میں مشغول ہو۔ پھر ان باتوں کے سمجھانے کے لیے رسول آتے ہیں۔ اللہ کی کتابیں لاتے ہیں۔ انہیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ ان کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ان پر خود عمل کر کے دوسروں کو عمل کرنا سکھاتے ہیں۔ اگر ان کا کہنا مان لیا جائے تو پھر رب کی پہچان اور اس کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے۔ رسول ان کو خواہشوں کے رستے سے نکالتا ہے۔ اور ان کو آدمیوں کی طرح پورا کرنے کے طریقے سکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کے مرتبہ کے مناسب نہیں کہ جانوروں کی طرح ہر وقت کھانے پینے اور شہوت رانی میں لگا رہے اس کے لیے اللہ نے اس کی ترقی کے راستے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان راستوں پر چلنا اس کا فرض ہے۔

رسول، اللہ کی کتاب ان کو دینے کے لیے آتے یہاں تک کہ رسولوں کا سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اور آپ نے انسان کی ہدایت کے لیے اللہ کی سب سے آخری کتاب قرآن حکیم انسان کو لا کر دے دی۔ اس میں ان سب باتوں کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے۔ جو پہلے رسولوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس وقت کے انسانوں کو پہنچائیں۔ اب آپ کے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ اور کوئی کتاب آئے گی۔ اس لیے اگر انسان کو انسان رہنا ہے۔ تو اس کتاب کی پیروی اس کے لیے لازم ہے۔ اور اگر جانوروں کی طرح اپنی نفسانی خواہشوں کو بگ ٹٹ چھوڑنا ہے اور ان کے پورا کرنے کے ذرائع میں عمر عزیز بسر کرنی ہے تو اسے اختیار ہے۔ ہم اس کے لیے کوئی حکم نہیں لگاتے۔ یہی اللہ کی کتاب اس سے پوچھنا چاہتی ہے۔ کہ اس کتاب کو نہ مانا تو اور کیا رکھا ہے جسے مانو گے۔ اگر وہ مانتا ہے تو اسے سمجھنا چاہیئے کہ اس کتاب نے دنیا میں پھنسنے والوں کی جو خوفناک تباہی بیان کی ہیں اگر وقت آنے پر وہ ان کو ملیں تو پھر سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو کوسے اور کسی پر الزام نہیں رکھ سکتا۔ پھر تو جو سر پر پڑے گا بھگتنا ہوگا۔ انسان میں جو بڑی کمزوری ہے وہ نفسانی خواہشیں ہیں۔ اور انسان چاہتا ہے کہ ان کو فوراً پورا کر لے۔ اللہ تعالیٰ ان خواہشوں سے روکتا تو نہیں روکتا البتہ وہ طریقہ سکھاتا ہے جس میں نفع تو پورا ملے اور نقصان نہ ہو لیکن اس کے لیے کچھ محنت ضروری ہے جیسے نکاح کر کے بیوی کا برداشت کرنا جس سے گھر اور اولاد کی وہ راحت نصیب ہوتی ہے جو بدکاری میں نہیں۔

Marfat.com

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں کوئی راہ دکھانے والا
لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
اس کو اور چھوڑے رکھتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں
يَعْمَهُوْنَ ۱۸۶
سرگرداں

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ دکھانے والا
لَهٗ ط وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
نہیں اور اللہ ان کو ان کی شرارت میں سرگرداں
يَعْمَهُوْنَ ۱۸۶
چھوڑے رکھتا ہے

پہلے بیان ہوا کہ سوچنے والوں کے لیے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ صحیح فکر کے ذریعے صحیح نتیجے نکال سکتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ دنیا کی دل بھانے والی چیزوں کی طرف اتنی ہی توجہ کرنی چاہیے جس سے کام کی باتوں کی طرف سے دل نہ ہٹے، بلکہ اصل توجہ انہی کی طرف رہے۔ کیونکہ یہاں کا عیش و آرام یہاں کے مزے اور لذتیں صرف عارضی ہیں۔ مال و دولت، عزت و وجاہت سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس۔ دل ان باتوں میں لگانا چاہیے جو انسان کے ساتھ ہر وقت رہنے والی ہوں اور اس کی دائمی خوشی کا باعث ہوں۔ یہ باتیں کیا ہیں یہ انسان کو اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ ان کے سکھانے والے فقط اللہ کے رسول ہیں ان کا ذخیرہ فقط اللہ کی کتابیں ہیں۔ اگر انسان کو واقعی دائمی سکون و راحت ابدی اطمینان اور خوشی کی تلاش ہے تو آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرہ میں باندھے۔ قرآن مجید کا پختہ ارادے اور عزم کے ساتھ مطالعہ شروع کرے۔ اور آنکھ بند کر کے اس کے کہنے پر چلے۔ افسوس یہ ہے کہ دنیا کی طرف بلانے والے تو بے شمار اور قرآن کی طرف بلانے والی فقط گنتی کی ہستیاں۔ دنیا کی چیزیں پیش کرنے والوں کے پاس نقد مال اور فوری نفع۔ لیکن آخرت کی طرف بلانے والوں کے پاس نرے وعدے اور ڈراوے اور آئندہ کے نفع کی امید۔ دنیا والوں کا قانون نقد نہ تیرہ ادھار۔ آخرت والوں کا رویہ صبر کے ساتھ اللہ کی عبادت کیے جانا اور اس کے فضل کا امیدوار رہنا۔ موجودہ نفع کو اس کی رضامندی کی تلاش میں قربان کر دینا۔ اور جو کچھ اپنے پاس ہو سب اس کی راہ میں دے دینا۔ کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس کش مکش میں کوئی اللہ کی طرف مائل ہو سکتا ہے واقعی بہت مشکل ہے اس آیت میں ارشاد ہے کہ دنیا کے عارضی فائدوں کی طرف سے دل ہٹا دینا آخرت کے فائدوں کی طرف مائل کر دینا انسان کے بس کا نہیں یہ فقط اللہ کا کام ہے اگر وہ کسی کو دنیا میں پھنسا رہنے دے اور سیدھی راہ نہ دکھائے تو پھر کسی کی طاقت نہیں کہ اسے ہدایت کر سکے۔

اس آیت سے اللہ کے اس بارے میں مقررہ قاعدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول، کتاب اور اس کے علاوہ بہت سی نشانیاں دنیا میں سب کے سامنے رکھ دی ہیں۔ زبردستی کسی پر نہیں۔ اگر کوئی دنیا ہی کی دھوکے بازیوں میں پھنسا رہنا چاہتا ہے۔ اور اس سے اوپر اس کی نگاہ اٹھتی ہی نہیں تو اللہ اسے اسی میں پھنسا کر چھوڑ دے گا۔ اور وہ اپنی شرارتوں میں ادھر اُدھر بھٹکتا پھرے گا۔ اور ایک دن چل بسے گا۔ اس کی دولت، قوت، دبدبہ اس کا زور شور اس کا جاہ و جلال اس کی اکڑ فوں غرضیکہ کوئی چیز اس کو نہ بچا سکے گی۔

یہاں تو یہ کہ دنیا آسان ہے کہ آخرت کوئی چیز نہیں۔ عذاب و ثواب، جنت و دوزخ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لیکن اگر یہی سچی ہو گئیں تو پھر ان لوگوں کی مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اللہ ہمیں قیامت کے دن اس دائمی حسرت و افسوس سے محفوظ رکھے اور دنیا میں ہدایت نصیب کرے ؛

آمین

Marfat.com

قیامت کب آئیگی؟

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کی بابت کب ہے
مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ
قائم ہونا اس کا کہہ بات یہ ہے اس کا علم میرے رب ہی کو ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ
نہ ظاہر کریگا اس کو اس کا وقت آنے پر مگر وہی بھاری ہے وہ
فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ
آسمانوں میں اور زمین میں نہ آئے گی تمہارے پاس
اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ
مگر اچانک تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو ٹوہ میں ہے
عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ
اس کی کہدے بات یہی ہے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
لیکن بہت سے آدمی نہیں جانتے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ کس لیے قائم ہونے
مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ
کا وقت کب ہے تو کہہ کہ اس کی خبر تو میرے رب کے پاس ہی ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ
وہی اس کو اس کے وقت پر کھول کر دکھا دیگا ۔ وہ آسمانوں
فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ
اور زمین میں بھاری بات ہے جب تم پر آئے گی
اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ
تو بے خبر آئے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اس کی
عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ
تلاش میں لگا ہوا ہے تو کہہ اس کی خبر خاص اللہ کے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

اَلسَّاعَةُ: وقت کا ایک چھوٹا سا حصہ جس کو گھڑی کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد قیامت کی گھڑی ہے جس میں سب کا حساب کتاب ہوگا۔
مُرْسٰى (ٹھہراؤ) یہ ارساء سے بنا ہے اور مصدر میمی ہے۔ ارساء کے معنی ٹھہرانا۔ یہ رَسَوٌ سے بنا ہے جس کے معنی ٹھہرنا ہیں۔ مُرسی کے وہی معنی ہیں جو ارساء کے ہیں یہاں اس سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے۔
حَفِيٌّ (کھوج لگا رہا ہے) اس کا مادہ حَفْوٌ ہے جس کے معنی ہیں متوجہ ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ اسی کے جاننے کی جستجو کر رہا ہے۔

قیامت کی بابت لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کب آئے گی اس کا ذکر تو پہلے ہی آسمانی کتابوں میں ہو چکا ہے قرآن مجید نے اس پر زور دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ تو لوگ سمجھے کہ آپ نے بھی اس مسئلہ پر غور و خوض کیا ہے لہذا آپ سے سوال کیا کہ آپ یہ بتائیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ قیامت کے آنے کا وقت پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کو سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں کی اصلاح کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ بلکہ اس کا وقت نہ بتانے میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ ہر وقت اس سے ڈرتے رہیں جب اس کا وقت آئیگا اللہ اسے کھلم کھلا سب کو دکھا دے گا۔ آسمان اور زمین میں یہ سب سے بھاری حادثہ ہوگا۔ اس کے علم کی برداشت کی کسی مخلوق میں طاقت نہیں۔ اگر اس کے آنے کا وقت مخلوق کو معلوم ہو جائے تو ان کے لیے اپنا اپنا کام کرنا دشوار ہو جائے جب اس کو آنا ہوگا بالکل اچانک اور بے خبری کی حالت میں آئے گی۔ رسول ایسی باتیں جاننے کی گوشش نہیں کرتے جو ان کو اللہ نے خود نہیں بتائیں۔ اس کا پورا پورا علم فقط اللہ کو ہے اکثر لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے چھپانے میں کیا مصلحتیں ہیں۔

Marfat.com

غیب کا علم اللہ کو ہے!

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا
تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور بُرے کا
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں ہوتا جانتا غیب کو
لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَمَا مَسَّنِيَ
تو بہت سمیٹ لیتا بھلائیاں اور نہ چھوتی مجھ کو
السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ
برائی نہیں میں مگر ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع
ان لوگوں کو جو ایمان لائے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا
تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور بُرے
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جان لیا کرتا
لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَمَا مَسَّنِيَ
تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی
السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ
کبھی نہ پہنچتی میں تو بس ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع
ایمان دار لوگوں کو

معانقہ ۸ ع ۲۳ ۷ ۱۳

آدمی ہر وقت دنیا کے نفع کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہر کام کرنے سے پہلے وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ انجام کار اس میں نفع ہوگا یا نقصان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگوں کو بتانا شروع کیا کہ مرنے کے بعد ہر ایک کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا۔ اور لوگ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے تو لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ آئندہ کی باتیں بتا رہے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اس وقت کیا چیز خرید لیں جو آگے چل کر مہنگی ہو جائے۔ جو ذرا اونچے خیال کے تھے انہوں نے قیامت کی بابت پوچھنا شروع کیا۔ اس آیت میں آپ کو ان لوگوں کا جواب سکھایا گیا ہے۔ جس میں نبوت کی شان پورے طور پر واضح کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کا کام یہ نہیں کہ تم کو تمہارے کاروبار کے نفع و نقصان کی باتیں بتایا کرے یا بڑے بڑے واقعات کا ٹھیک وقت بتایا کرے۔ اس کا کام فقط یہ ہے کہ ایمان والوں کو خوش خبری سنا دے اور باقی لوگوں کو ایمان نہ لانے کے نتیجے سے ڈرا دے۔

ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دے کہ مجھے تو اپنے بھلے یا بُرے کی بھی کچھ خبر نہیں۔ میں تم کو تمہارے نفع نقصان کی بابت کیا بتاؤں گا۔ اللہ ہی چاہتا ہے تو مجھے موقع کے اوپر کسی کام کی بھلائی بُرائی اور اس کے نفع و نقصان سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اگر میں آیندہ کی بات معلوم کر لیا کرتا۔ تو خوب نفع کماتا اور نقصان میرے پاس کبھی بھی نہ پھٹکتا۔ مجھے نہ پچھتاوے سے کام ہوتا اور نہ کوئی اذیت پہنچتی۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ مجھے خوشی بھی پہنچتی ہے اور رنج بھی تکلیف بھی ہوتی ہے اور آرام بھی ملتا ہے۔ ہاں البتہ مجھے یہ کام سپرد کیا گیا ہے۔ کہ تمہیں ایسے کاموں سے ڈراؤں۔ جن کا نتیجہ مرنے کے بعد تمہارے لیے بُرا ہوگا۔ اور جو ایمان لے آئیں ان کو بشارت دے دوں کہ ان کا انجام بہت اچھا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک بشر سے بہت زیادہ علم عطا فرمایا ہے لیکن وہ آخرت کی بہبودی سے متعلق زیادہ ہے۔ دنیا کی بابت آپ کو یہ حکم ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ میرا علم اپنا ذاتی علم نہیں ہے۔ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ میں تم سے اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ میں تم سے وہی بات کہوں گا جس کے کہنے کا اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے گا اس کے سوا مجھے علم نہیں۔

Marfat.com

انسان کی نسل

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو نفس
وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
ایک سے اور بنایا اسی سے اس کا جوڑا
لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا
تاکہ آرام لے اس کے پاس پس جب چھا گیا اس پر
حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ
اٹھایا اس نے بوجھ ہلکا پس لے پھری
بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
اس کو پس جب بھاری ہو گئی پکارا دونوں نے اللہ اپنے رب کو
لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ
البتہ اگر دیا تو نے ہم کو اچھا بچہ تو ضرور ہوں گے ہم
مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾
شکر کرنے والوں میں

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے
وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا
لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا
تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو
حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ
ڈھانپا تو ہلکا سا حمل رہا تو اس کے ساتھ
بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
چلتی پھرتی رہی تو پھر بوجھل ہو گئی تو دونوں نے
لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ
اللہ اپنے رب کو پکارا اگر تو ہم کو بھلا چنگا بچہ بخشے تو ہم
مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾
تیرا شکر کریں

نَفْسٍ (جان) یہ لفظ پہلے سورۃ النساء کی شروع کی آیت میں گذر چکا ہے سارے انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں جن کا نام آدم ہے انہی کے اندر سے اس کے جوڑے (زوج) کو بھی نکالا ہے۔

تَغَشّٰى (اوپر سے ڈھانپ دیا) یہ ماضی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر تغشی ہے جو غشی سے بنا ہے۔ غشی کے معنی ڈھانپنا اوپر سے چھا جانا۔ یہاں اس سے مراد مرد کا عورت سے ملنا ہے۔

اس آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اللہ نے اپنی قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر ان کے آرام اور سکون کے لیے انہی میں سے ان کے جوڑے حوّا کو نکالا۔ پھر اس کے بعد مرد و عورت کے باہم ملنے سے اولاد پیدا ہونے کا سلسلہ جاری کیا۔

ارشاد ہے کہ ہم نے تمام انسانوں کو ایک ہی نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اسی کے اندر سے اس کی رفیقۂ حیات حوّا کو بنایا۔ تاکہ وہ اس کے ساتھ آرام و سکون سے رہے سہے۔ اس کے بعد پیدائش کا سلسلہ جاری ہوا پہلے مرد عورت کے پاس اپنی فطری خواہش سے جاتا ہے۔ عورت ابتدا میں ایک بہت تھوڑا سا بوجھ اپنے اندر اٹھا [illegible] معمول چلتی پھرتی بیٹھتی اٹھتی اور کام کاج کرتی رہتی ہے جب حمل کو کچھ دن گذر جاتے ہیں۔ تو پیٹ کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ دونوں اپنے رب کے سامنے اس تمنا کا اظہار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ایک صحیح تندرست اور کام کا بچہ عنایت کر ہم تیرے شکر گذار رہیں گے۔

Marfat.com

شرک کی آفت

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ
پس جب دیا ان دونوں کو اچھا بچہ تو ٹھہرانے لگے اس کے
شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ
شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا پس بلند ہے اللہ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ
اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں کیا شریک کرتے ہیں اس کو جو نہیں پیدا کرتے
شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
کوئی چیز اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور نہیں طاقت رکھتے
لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾
ان کی مدد کی اور نہ خود اپنی ہی مدد کرتے ہیں

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ
پھر جب ان کو چنگا بھلا بچہ دیا تو اس کی بخشی ہوئی چیز میں
شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ
اس کے لیے شریک بنانے لگے سو اللہ ان کے شریک
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ
بنانے سے برتر ہے کیا ایسوں کو اس کا شریک بناتے ہیں
شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
جو ایک چیز بھی پیدا نہ کریں اور خود پیدا ہوئے ہوں وہ ان کی مدد نہیں
لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾
کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں

دنیا میں اللہ نے بعض خاص خاص چیزیں فقط اسی لیے پیدا کی ہیں کہ وہ انسان کو اپنے رب کے پہچاننے کا طریقہ سکھائیں۔ یہ چیزیں اللہ کے رسول اور اللہ کی کتابیں ہیں۔ لیکن عام طور پر جو بات بھی انسان سے تعلق رکھتی ہے اس کے اندر غور کرنے والوں کے لیے ایسی نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ اپنی عقل سے مدد لے کر اپنے رب کو پہچان سکتا ہے۔ رب کے صحیح طور پر پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا مانا جائے اور کسی چیز کو اس کی کسی چیز میں ساجھی، شریک یا حصہ دار نہ ٹھہرایا جائے۔ ان آیتوں میں انسان کی پیدائش کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس میں بھی رب کے پہچاننے اور اس کا شریک کسی کو نہ ماننے کا راستہ بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے۔ انسان کی پیدائش چار شکلوں سے ہو سکتی تھی (۱) بغیر ماں باپ کے جیسے حضرت آدم علیہ السلام (۲) بغیر ماں کے جیسے حوا (۳) بغیر باپ کے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) مرد و عورت کے ملاپ سے۔

دنیا میں تین صورتوں کی تو ایک ایک مثال دکھا دی۔ چوتھی صورت کو خاص طور پر سمجھایا گیا۔ اس میں ہم بستری اور عمل کی تمام منزلوں میں انسان اپنے اندر پیدائش کی کوئی طاقت اور اختیار نہیں رکھتا اور اللہ ہی کی طرف امید کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ بچہ صحیح تندرست چاق چوبند ہو۔ لیکن جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اللہ کو بھول کر بچہ کی پیدائش میں اوروں کا اثر ماننے لگتا ہے۔

ارشاد ہے کہ سب کچھ تو ہم نے کیا۔ اور جب کام ہو گیا۔ تو تم دوسروں کا نام لگانے لگے۔ یہ کس قدر بے انصافی کی بات ہے۔ اس کا وبال خود انسان کے اپنے اوپر پڑتا ہے۔ اسے سوچنا چاہیے کہ کیا ایسی چیزیں جو خود پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور کسی چھوٹی سی چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتیں اللہ کے برابر قوت والی ٹھہرائی جا سکتی ہیں۔ پیدا کرنا تو الگ رہ تو کسی کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتیں اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتی ہیں۔

Marfat.com

بُت تمہاری نہیں سنتے

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ
اور اگر پکارو تم ان کو سیدھے راستہ پر نہ پیروی کریں وہ تمہاری
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ
برابر ہے تم پر کہ پکارو تم ان کو تم
صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
چپکے رہو بے شک جن کو پکارتے ہو تم
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ
سوا اللہ کے بندے ہیں تم جیسے
فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ
پس پکارو ان کو پس چاہیئے کہ وہ مانیں تمہاری اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
تم ہو سچے

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ
اور اگر تم ان کو سیدھے راستہ کی طرف پکارو تو تمہاری پکار پر نہ چلیں
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ
برابر ہے تمہارے لیے کہ ان کو پکارو یا
صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
چپکے رہو جن کو تم اللہ کے سوا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ
پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہیں
فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ
بھلا پکارو تو ان کو پس چاہیئے کہ وہ تمہارے پکارنے کو قبول
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
کریں اگر تم سچے ہو

اللہ کے ساتھ اور چیزوں کو شریک ٹھہرانے والے سوچ فکر سے کچھ کام نہیں لیتے۔ چنداروں کو تو شریک ٹھہراتے ہی ہیں۔ بعض وقت بے جان بتوں کو بھی اللہ کا ساجھی اور شریک سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگ اور بھی زیادہ قابل سرزنش ہیں۔ اس آیت میں ان کو سمجھایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ جو تم بے جان چیزوں اور اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے بتوں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہو۔ ان میں تو اتنی طاقت بھی نہیں کہ تمہاری آواز سن سکیں اگرچہ تم ان کے آنکھ، کان اور ناک وغیرہ بنا دیتے ہو۔ لیکن جب ان کے اندر سننے دیکھنے وغیرہ کی طاقت ہی نہیں تو ان کے بنا دینے سے کیا فائدہ۔ ان کا پکارنا برابر ہے پکارا کر دیا چپکے کھڑے رہو۔ دونوں حالتیں یکساں ہیں کوئی فرق نہیں۔ اس کے بعد یک عام قاعدہ بیان کر دیا جس میں سب چیزیں بے جان جاندار بت صنم۔ موتیں آگئیں۔ فرمایا کہ اللہ کے سوا تم جس چیز کو بھی پکارو گے۔ وہ مخلوق ہوگی اور اس لیے اپنے خالق کی تابعدار ہوگی۔ ہر مخلوق تمہاری ہی طرح اللہ کے آگے عاجز اور بے طاقت ہے۔ بلکہ بعض چیزیں تو تم سے بھی گئی گذری ہیں۔ ان کو معبود بنا لینا اور ان کے اندر کچھ دینے یا چھین لینے کی قوت مان لینا انتہائی نادانی ہے۔ اگر تم انہیں صاحب تصرف جاننے میں سچے ہو۔ تو بھلا انہیں پکار کر دیکھو۔ اب اگر ان میں کچھ بھی طاقت ہے تمہاری پکار سن کر انہیں تمہاری مدد کرنی چاہیئے اور تمہاری فریادرسی کے لیے فوراً آنا چاہیئے۔ حالانکہ وہ تمہاری پکار کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔ انسان ایک زمانے میں اس قدر غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کہ دکھ سکھ مصیبت ڈالنا۔ آرام دینا۔ کھانے پینے کی چیزوں کا مہیا کرنا سب کچھ بتوں کے اختیار میں سمجھتا تھا۔ پہلی قوموں نے اپنے نبیوں کو سچ مچ اسی بات سے ڈرایا کہ اگر تم اپنی باتیں نہ چھوڑ دو گے۔ تو یہ بت تمہیں کسی سخت مصیبت میں پھنسا دیں گے۔ خود کفار مکہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کے غضب سے ڈرایا۔ بلکہ آج تک بھی ایسے نادان لوگ موجود ہیں جو بتوں سے ڈرتے ہیں اور انہی کو ہر چیز دینے والا سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

بُت کچھ نہیں کر سکتے

اَ لَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ
کیا ان کے پاؤں ہیں وہ چلتے ہیں جن سے یا
لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کے ہاتھ ہیں وہ پکڑتے ہیں جن سے یا
لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہیں جن سے یا
لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ
ان کے کان ہیں وہ سنتے ہیں جن سے کہدے
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ
بلا لو اپنے شریکوں کو پھر داؤ کرو مجھ پر
فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾
پس نہ مہلت دو مجھ کو

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ
کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا
لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا
لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ
ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں یا
لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ
ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں تو کہہ
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ
اپنے شریکوں کو پکارو پھر میرے حق میں برائی کرو
فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾
اور مجھ کو ڈھیل نہ دو

كِيْدُوْنِ: اصل میں كِيْدُوْنِيْ ہے۔ كِيْدُوْا امر کا صیغہ ہے۔ كَيْدٌ کے معنے داؤ کرنے کے ہیں۔ كِيْدُوْا۔ داؤ کرو اور نِيْ کے معنی مجھ پر اس کی یائے بولنے میں گرا دی گئی ہے اور نون پر کسرہ باقی رہ گیا ہے۔

تُنْظِرُوْنِ۔ اصل میں تُنْظِرُوْنِيْ ہے تُنْظِرُوْا انظار سے امر ہے۔ انظار نظر سے بنا ہے جس کے معنی مہلت دینا ہیں۔ نِيْ کے معنی مجھ کو یہاں سے بھی ابولنے میں گر پڑی ہے۔ اور ٹھہرنے کی وجہ سے کسرہ بھی گر گیا ہے۔ اس آیت میں بتوں کی بے بسی کا ذکر ہے مشرکوں پر تعجب ہے کہ وہ بتوں کی مثل جانداروں کے نمونے پر گھڑ لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان سب کچھ بنا دیتے ہیں لیکن کیا وہ ان مصنوعی اعضاء سے جانداروں کی طرح کام لے سکتے ہیں۔ اگر سوچا جائے تو وہ ان سے بھی زیادہ عاجز ہیں۔ یہ اپنے اعضاء سے جو کام لینا ہو لے سکتے ہیں۔ اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ارشاد ہے ذرا ان سے پوچھو تو کہ یہ بت جو تم نے بنائے ہیں مانا کہ تم نے ان کے ہاتھ، پاؤں۔ آنکھیں۔ کان بھی بنا دیے ہیں۔ لیکن کیا وہ ان سے اصل اعضاء کا کام لے سکتے ہیں۔ پاؤں سے چل سکتے ہیں؟ ہاتھوں سے پکڑ سکتے ہیں؟ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں؟ کانوں سے سن سکتے ہیں؟ افسوس ہے تمہاری عقل پر اور اس پر طرہ یہ کہ تم مجھے ان سے ڈراتے ہو۔ گویا یہ باوجود ظلم کھلا بے بسی کے میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تمہیں اختیار ہے کہ تم دھوکے میں پھنسے رہو لیکن میری تو ظاہری اور باطنی آنکھیں اللہ نے کھول دی ہیں مجھے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے میں تم سے کھلم کھلا کہتا ہوں کہ تم ان سب کو بلا لو اور میرے ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ دیکھیں یہ میرا کیا کر لیں گے ضعیف الاعتقاد لوگ ایسا کھلا چیلنج نہیں دے سکتے۔ ان پر بتوں کے گرد پیدا کیے ہوئے ماحول کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ سچ مچ ڈرنے لگتے ہیں کہ خبر نہیں کچھ ہو ہی نہ جائے۔ ان پر وہمی اور خیالی باتوں کا اتنا اثر ہو جاتا ہے کہ ان کی سمجھ بالکل جواب دے دیتی ہے۔

Marfat.com

قوتِ ایمانی

اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ
یقیناً میرا ساتھی اللہ ہے جس نے اتاری کتاب
وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِیْنَ
اور وہ سنبھالتا ہے نیک بندوں کو اور جن کو
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
تم پکارتے ہو اس کے سوا نہیں طاقت رکھتے
نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾
تمہاری مدد کی اور نہ اپنی جانوں ہی کی مدد کر سکتے ہیں
وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ
اور اگر بلاؤ تم ان کو سیدھی راہ پر نہ سنیں وہ
وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ
اور دیکھتا ہے تو ان کو آنکھیں کیے ہوئے ہیں تیری طرف اور انہیں
لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾
سوجھتا کچھ نہیں

اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ
میرا ساتھی تو اللہ ہے جس نے کتاب اتاری
وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِیْنَ
اور وہ نیک بندوں کی حمایت کرتا ہے اور جن کو
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری
نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾
مدد نہیں کر سکتے اور نہ اپنی جان بچا سکیں
وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ
اور اگر تم ان کو پکارو راستے سیدھے کی طرف تو کچھ نہ سنیں
وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ
اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ تیری طرف تک رہے ہیں اور
لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾
وہ دیکھتے کچھ نہیں

ان آیتوں میں یقین و اطمینان کی اس قدر قوت بھری ہوئی ہے کہ جس کا اندازہ کرنا عقل بشری کے لیے بہت مشکل ہے۔ اس لیے اس کو انہی الفاظ میں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ قوت اندازہ سے باہر ہے اور سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا قلب اس قوت کا مالک نہیں ہو سکتا۔

پچھلی آیتوں میں یہ کہہ کر کہ یہ تمہارے بت جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ میرا مددگار، میرا ساتھی، میری حمایت کرنے والا اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے۔ وہ ان بتوں کی طرح (معاذ اللہ) سننے۔ دیکھنے اور گرفت سے عاری نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کے لیے احکام جاری کرتا ہے۔ ان کی فریاد سنتا ہے۔ ان کے پاس ہر وقت موجود ہے۔ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔ وہ سارے سمجھ دار لوگوں کے جو اس کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اس کے سوا کسی سے نہ کچھ التجا کرتے ہیں اور نہ کسی کی مدد کی توقع رکھتے ہیں۔ اپنی رحمت سے سارے کام آسان کر دیتا ہے۔ میں نے بھی سب کو چھوڑ کر اسی کا آسرا ڈھونڈا۔ وہ میری حفاظت اور مدد کرے گا۔ تم یا تمہارے نکمے معبود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ کو چھوڑ کر ان کو تم فضول پکارتے ہو۔ یہ تمہاری ذرا مدد نہیں کر سکتے۔ تمہاری مدد تو کیا کرتے ان کو اپنا ہی کچھ ہوش نہیں ہے۔ ابھی کوئی چاہے تو ان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ یہ اپنے آپ کے بچانے کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ تم ان کو کوئی ہدایت کر کے دیکھو۔ یہ تمہاری ذرا بھی نہ سنیں گے۔ تمہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر ان کی آنکھوں میں دیکھنے کی قوت کہاں۔ وہ تو تم نے ہاتھوں سے ایک نشان بنا دیا ہے۔

Marfat.com

ہٹ دھرموں کے ساتھ سلوک

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ
اختیار کر درگذر اور حکم دے بھلائی کا اور منہ پھیر لے
عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ
جاہلوں سے اور اگر چھیڑے تجھ کو
مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ
شیطان کا کوئی وسوسہ پس پناہ مانگ اللہ کی
اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾
وہی ہے سننے والا جاننے والا

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ
درگذر کرنے کی عادت کر نیک کام کرنے کا حکم کر اور کنارہ کر
عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ
جاہلوں سے اور اگر تجھ کو ابھارے
مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ
شیطان کی چھیڑ تو اللہ سے پناہ مانگ
اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾
وہی سننے والا جاننے والا ہے

عَفْوٌ: (درگذر) یہ لفظ پہلے سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے اس کے بہت سے معنی ہیں۔ ایک معنی اس کے تحمل ہیں وہی یہاں مراد ہیں۔
يَنْزَغَنَّ: (چھیڑے تجھ کو) مضارع کا صیغہ ہے جس کے ساتھ نون تاکید لگا ہوا ہے۔ اس کا مصدر نزغ ہے جو اس کے بعد آیت ہی موجود ہے۔ نزغ کے معنی ہیں کسی نوکدار چیز سے چھیڑنا۔ کچوکا لگانا۔ یہاں اس سے مراد شیطانی وسوسہ ہے۔

پچھلی آیتوں میں کہا گیا ہے۔ کہ انسان اللہ کو مانتے ہوئے بھی بچّہ کی پیدائش کے بعد دوسرے کو اس کی پیدائش میں اللہ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نام بھی مشرکوں کا سا رکھ لیتا ہے۔ جیسے عبدالحارث وغیرہ۔ چنانچہ انسان کو شرک کی آفتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یہ بات بالکل سچی تھی۔ لیکن آدمی کے آگے سچ بولنا اس سے لڑائی مول لینا ہے۔ اس لیے مشرکوں کا مشتعل ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی آیت میں ان سے کھلم کھلا کہہ دیا کہ تمہارے بت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا والی وارث اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں ولی ہونے کی حیثیت سے آپ کو ہدایت کرتا ہے کہ آئندہ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ ارشاد ہے کہ اے رسول درگذر و تحمّل اور بردباری کو اپنا شعار بنا۔ سچی بات کہہ اور انسانیت کے کام کرنے کی تاکید کیے جا۔ مخالف جہالت اور اکھڑپن پر اتر آئیں۔ تو ان کا جواب نہ دے۔ اور اس سے جو کوفت ہو اسے برداشت کر۔ اگر کبھی شیطان اس بات پر اکسائے کہ لوگ تیری بے عزتی کر رہے ہیں۔ ان کی گالیوں کا جواب گالیوں سے دے اور گھونسے کے بدلے لات مار اور بہ تقاضائے بشریت کچھ تیرے دل میں بھی اس وسوسہ کے اثر کا خوف ہو تو فوراً اللہ سے پناہ مانگ۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ ان کی گستاخیوں کا جواب نہ دے اپنے کام سے کام رکھ۔ یہ اتنی بڑی کام کی بات ہے کہ اس سے زندگی کے بڑے بڑے معاشرتی اور سیاسی مسائل حل ہوتے ہیں۔ انسان جب ملے سچی بات کہے اور نیک کام کرنے کا حکم دے۔ مخالفوں کی اشتعال انگیزی کا جواب صبر و تحمل سے دے اپنی طرف سے لڑائی کا موقعہ نہ دے اگر وہ پھر بھی نہ مانیں تو ایک دن فیصلہ کا آئے گا اور اللہ کی مدد صابروں کے ساتھ ہوگی ؛

Marfat.com

شیطان کے پھندے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ
یقیناً جو لوگ محتاط ہیں جب چھوتا ہے ان کو
طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا
کوئی گزرنے والا شیطان کی طرف سے تو وہ جبھی سنبھل جاتے ہیں
فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿۲۰۱﴾ وَ
اور فوراً وہ سمجھ لیتے ہیں اور
إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ
شیطان کے بھائیوں کو شیطان کھینچتے ہیں گمراہی میں
ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿۲۰۲﴾
پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ
جن کے دل میں ڈر ہے جہاں ان پر شیطان کا
طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا
گزر ہوا وہ چونک گئے
فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿۲۰۱﴾ وَ
پھر اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے اور
إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ
جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لیے
ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿۲۰۲﴾
جاتے ہیں پھر وہ کمی نہیں کرتے

طٰٓئِفٌ (گھومنے والا) اسم فاعل ہے طوف سے طلوف کے معنی ہیں گرد گھومنا۔ شیطان آدمی کے ہر وقت گرد گھومتے رہتے ہیں۔ اور جب جی چاہتا ہے اسے چھو لیتے ہیں جس سے وہ سیدھی راہ سے پھسل جاتا ہے۔

مُبْصِرُوْنَ (سوجھ لیتے ہیں) اسم فاعل ہے جو مبصر کی جمع ہے۔ اس کا مصدر ابصار ہے جس کے معنی ہیں دیکھنا۔ یہاں اس سے مراد ہے اندرونی آنکھ سے دیکھ لینا۔ یعنی سمجھ بوجھ لینا۔

يَمُدُّوْنَ (کھینچتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مَدٌّ ہے۔ مَدّ کے معنی کھینچنا۔ يَمُدُّوْنَ ان کو کھینچتے ہیں۔ یعنی گمراہی میں کھینچتے لیے چلے جاتے ہیں۔

لَا يُقْصِرُوْنَ (کمی نہیں کرتے) مضارع منفی ہے۔ اس کا مصدر اقصار ہے۔ اقصار کے معنی ہیں کوتاہی کرنا۔ کمی کرنا۔ یہ قصر سے بنا ہے قصر کے معنی ہیں روک دینا۔ ٹھہرا دینا۔ لا یقصرون کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی تھی کہ دشمنوں کے مقابلے میں بردباری اور تحمل سے کام لیں طیش اور غضب شیطانی وسوسہ ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگیں یہاں آپ کی پیروی کرنے والوں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کا حکم مانتے ہیں ان پر جب کوئی شیطان اپنا اثر ڈالتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور انہیں فوراً یاد آجاتا ہے کہ ہمیں شیطان سے بچنے کا حکم ہے۔ اتنا یاد آتے ہی ان کی سمجھ میں یہ بات یاد آجاتی ہے کہ ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ فوراً وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم میں تو اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ سب کچھ آپ ہی عطا کرتے ہیں ہمیں قوت دیجیے۔ کہ ہم اس کے بہکاوے میں نہ آویں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا یہی مطلب ہے۔ اور شیطانی وسوسے کے وقت یہی کلمہ اسی ارادے سے زبان پر جاری کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن جو لوگ ایمان کے کمزور ہیں۔ ان پر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے اور وہ ان کو گمراہی کی بھول بھلیاں میں پھنسا دیتا ہے۔ جہاں سے ان کا نکلنا بغیر کسی جاننے والے کی دستگیری کے بہت مشکل ہے۔ اس لیے انہیں اپنے خیر خواہوں اور مصلحوں کے کہنے پر چلنا ضروری ہے ::

Marfat.com

نبی کا صحیح تصوّر

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا
اور جب نہیں لاتا تو ان کے پاس آیت کہتے ہیں کیوں نہیں
اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا
گھڑ لیتا تو اس کو کہہ دے واقع یہ ہے کہ میں چلتا ہوں اس پر جو
يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ
وحی آتی ہے مجھ پر میرے رب کی طرف سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں
مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ
تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا
اور جب تو ان کے پاس کوئی آیت نہ لائے تو کہتے ہیں
اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا
چھانٹ کیوں نہ لایا اپنی طرف سے کہہ دے میں تو اس پر چلتا ہوں جو
يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ
میرا رب مجھ پر وحی کرتا ہے یہ تمہارے رب کی طرف
مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ
سے سوجھ کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں

اٰيَة: یہاں مراد قرآن کی آیت ہے یا کوئی معجزہ۔

اِجْتَبَيْتَهَا: (پسند کیا تو نے اس کو) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اجتباء ہے۔ اجتباء کے معنی ہیں۔ ڈھیر میں سے ایک چیز چھانٹ لینا۔ اس کا مادہ جبیٌ ہے جس سے جبایۃ بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں اپنی پسند کی ہوئی بات، رقم، چیز وغیرہ۔ زرعی زمین کے ٹیکس کو بھی جبایہ کہتے ہیں جو حاکم رعایا سے اپنی مرضی اور پسند کے مطابق وصول کرتے ہیں۔

بَصَآئِرُ: (سوجھ کی باتیں) بصیرۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی باطنی بینائی کے ہیں۔ بصیرۃ اس بات کو بھی کہتے ہیں جو عقل کا راستہ سمجھائے۔

دنیا کی چیزوں اور باتوں میں پھنس کر رہ جانے کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ آدمی اللہ کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور رسول اور قرآن کسی کو نہیں مانتا۔ چنانچہ کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شعبدہ باز اور بازی گر کہتے تھے اور قرآن کی آیتوں کی اور معجزوں کی ہنسی اڑاتے تھے۔ یہ وہی شیطان کے بھائی ہیں جو شیطان کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اور اپنی عقل سے کام نہیں لیتے۔ ارشاد ہے کہ یہ حقیقت کے سمجھنے سے اتنے دور ہیں کہ آیتیں لانے کی فرمائشیں کرتے ہیں۔ اور معجزے طلب کرتے ہیں۔ اور جب ان کی فرمائشیں پوری نہیں ہوتیں تو ہنسی اڑاتے ہیں کہ اللہ میں جس پر اس کا ایمان ہے اتنی قدرت نہیں کہ اس کے کہنے کے مطابق کر دے۔ اور پھر اپنی طرف سے یہ گستاخانہ تجویز پیش کرتے۔ کہ آخر معاذ اللہ تو قرآن تو خود ہی گھڑتا ہے۔ فرمائش کے وقت کیوں نہیں گھڑ لیتا۔ اور انوکھی باتوں میں سے وہی باتیں کیوں نہیں چن لیتا جسے ہمارا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ دے کہ تم نے اصلی بات نہیں سمجھی میں کوئی مداری اور باتیں گھڑنے والا نہیں ہیں تو ان باتوں پر ٹھیک ٹھیک چلنے والا ہوں۔ جو اللہ میری طرف وحی کے ذریعے بھیجتا ہے۔ میں اس پر خود عمل کرتا ہوں اور پھر وہی تمہارے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ اگر تم غور کرو تو ہر ایک بات تمہاری آنکھیں کھولنے والی ہے۔ اور اگر تم ان کو یقینی مان کر ان پر چلو تو پھر یہ یقین کرنے والوں کے لیے سرمایۂ ہدایت اور رحمت ہیں اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ ماننے والوں کے لیے ہر مفید کام کا دروازہ کھول دیں گی اور انہیں دونوں جہان میں سرخ رو کر کے چھوڑیں گی۔

Marfat.com

قرآن ذریعہ رحمت کیسے ہوتا ہے

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
اور جب پڑھا جائے قرآن پس غور سے سنو
وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۲۰۴)
اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو
وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۲۰۴)
اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو

اِسْتَمِعُوْا (غور سے سنو) امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر استماع ہے۔ جو سمع سے بنا ہے۔ سمع کے معنی کان اور سننے کی قوت۔ استماع اس قوت سے پورا کام لینا۔

اَنْصِتُوْا (خاموش رہو) امر کا صیغہ انصات سے ہے اس کا مادہ نصت ہے جو خاموشی کو کہتے ہیں۔ انصات خاموش رہنا۔

تُرْحَمُوْنَ (رحم کیے جاؤ تم) مضارع کا صیغہ ہے جو رحم سے بنا ہے۔ رحمت اسی لفظ کی دوسری شکل ہے۔ یہ دونوں لفظ ہماری زبان میں بہت مستعمل ہیں۔ اس لیے ان کے معنی کی طرف کوئی خیال نہیں کرتا۔ رحم کے معنی ہیں ضرورت مند کو اس کی ضرورت کی چیز فوراً دینا۔ رحمت وہ چیز جس سے ضرورت فوراً پوری ہوتی ہو۔ آدمی کوئی چیز کسی کو اس پر ترس کھا کر دیتا ہے۔ اللہ اپنی بے انتہا فیاضی سے ہر ایک کی ضرورت کی چیزیں اس کو دیتا ہے۔ اللہ نے انسان کی دینی اور دنیوی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اُسے قرآن دیا۔ یہ اس کے رحم کا کرشمہ ہے۔ اور قرآن اس کی دی ہوئی رحمت ہے۔ جس سے ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے اور درحقیقت قرآن رحمت اسی کے لیے ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے۔

اس آیت میں قرآن سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب بتائی ہے۔ تاکہ وہ رحمت ثابت ہو۔ گویا یہ فائدہ اٹھانے کی پہلی سیڑھی ہے۔ ارشاد ہے کہ قرآن اپنے ماننے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے۔ اب اگر اس سے فائدہ اٹھانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں دو باتیں کرنی پڑیں گی۔

۱۔ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو کان لگا کر پوری توجہ کے ساتھ سنو۔ اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ یہ ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔

۲۔ بالکل خاموش رہو۔ بولنا، بتلانا، اِدھر اُدھر دیکھنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اور گو کان میں آواز آتی رہتی ہے لیکن مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔

اس طرح سننے سے قرآن تمہارے لیے ذریعہ رحمت ہو سکتا ہے۔ یعنی تم اس سے اپنے کام کی ہر بات حاصل کر سکتے ہو۔ اور وہ ہر مشکل میں تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس ارشاد کو گرہ میں باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم جب تلاوت فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش بن جاتے تھے۔ الفاظ کے کان میں پڑتے ہی مطلب ان کے دل میں اُترتا جاتا تھا۔ اگر کہیں سمجھنے میں کچھ دشواری ہوتی۔ تو بعد میں فوراً ہر ایک آپ سے پوچھ لیتا۔ اور جو آپ سمجھاتے اس کو دل میں رکھ لیتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہر معاملہ میں قرآن ان کی رہنمائی کرتا۔ اور وہ اس کے ارشادات کے مطابق جو دکتا کرتے تھے۔ اور دنیا جانتی ہے جو کامیابی انہیں دُنیا اور آخرت میں نصیب ہوئی ؛

Marfat.com

اللہ کی یاد دل سے کرو

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اور کم پکار کر بولنے سے صبح اور شام اور نہ ہو تو بے خبروں میں سے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرتا رہ گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اور بے خبر مت ہو

تَضَرُّعًا: (عاجزی سے) یہ لفظ ضَرْعٌ سے بنا ہے جس کے معنی عاجزی اور انکسار کے ہیں اس مادہ سے لفظ ضراعت زیادہ مستعمل ہے۔ اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو ناچیز اور بالکل بے بس سمجھنا۔ تضرع کے معنی ہیں اپنی حالت ایسی بنانا جس سے بے بسی اور ناتوانائی ظاہر ہو۔

خِيْفَةً: (ڈرتے ہوئے) یہ لفظ خوف سے بنا ہے اور خوف کی حالت ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے یعنی خوف کی حالت پیدا کر کے اللہ کو یاد کرو۔

غُدُوٌّ: دن کے پہلے حصے کو کہتے ہیں۔ صبح کا وقت اس کو غدوۃٌ اور بکرۃٌ بھی کہتے ہیں۔

اٰصَالِ: اصیل کی جمع ہے۔ اصیل وہ وقت ہے جب سورج کی تیزی کم ہو گئی ہو اور شام قریب ہو۔ آصال دن کے آخری گھنٹے۔

پچھلی آیت سے ظاہر ہوا تھا کہ قرآن مجید انسان کو دنیا میں اس کی کام کی باتیں بتانے آیا ہے اس لیے لازم ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اسے غور سے سنا جائے اور جو کچھ وہ بتا رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھا جائے۔ اس سے رحمت کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور بھولی ہوئی کام کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ اس لیے قرآن مجید ایک مکمل ذکر ہے۔ اس آیت میں اس کے علاوہ اللہ کو ہر وقت یاد رکھنے اور اس کے ذکر کرنے کی اہمیت بتائی ہے۔ اور اس کا طریقہ تلقین کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ کو دل سے یاد کرو۔ اس طرح کہ اس کے آگے اپنی عاجزی اور انکسار کا اظہار ہو۔ دل میں اس کی عظمت اور جلال کا تصور ہو اور اس کا ڈر بیٹھا ہوا ہو۔ دل کے ساتھ زبان پر بھی اس کا نام جاری ہو اور آواز بہت اونچی نہ ہو۔

اللہ کی یاد کے لیے صبح اور شام خاص طور پر موزوں وقت ہیں گو اس کے خیال سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ قرآن مجید کو دھیان سے سننے کا پہلا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہوتا ہے۔ زبان کے ساتھ دل بھی ہونا چاہیئے اور ذکر میں آواز کو بہت اونچا نہ کرنا چاہیئے۔ زبانی ذکر شروع میں کیا جاتا ہے۔ اور دل کو زبان کے ساتھ ہو جانے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد دل ذکر میں پہل کرنے لگتا ہے۔ اور زبان کو بھی اپنے ساتھ لگا لیتا ہے۔ اس وقت سمجھنا چاہیئے کہ اللہ کی طرف سے کچھ غفلت دور ہوتی اور ذکر کا اصل مقصد حاصل ہوا۔ رفتہ رفتہ غفلت زائل ہوتی جاتی ہے۔ اور انسان کا دل ہر وقت اللہ کی یاد میں محو رہنے لگتا ہے۔ اور فرشتوں کی خصلت حاصل ہو جاتی ہے جو ہر وقت ذکر کرتے رہتے ہیں ؛

Marfat.com

مقرّب فرشتوں کا حال

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ
تحقیق جو نزدیک ہیں تیرے رب کے نہیں تکبّر کرتے
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ
اس کی عبادت سے اور تسبیح کرتے ہیں اس کی اور اسی کو
یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع السجدہ
سجدہ کرتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ
بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی بندگی سے تکبّر نہیں
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ
کرتے اور یاد کرتے ہیں اس کی ذات کو اور
یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع السجدۃ
اسی کو سجدہ کرتے ہیں

اِسْتِكْبَار (بڑا سمجھنا) یہ لفظ کبر سے بنا ہے جس کے معنی بڑائی کے ہیں۔ استکبار اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ یہاں اس سے مراد ہے کسی نیک کام کے کرنے سے یہ کہہ کر کہ یہ ہماری شان کے خلاف ہے انکار کر دینا۔

عِبَادَۃ (بندگی) قرآن میں اس کے معنی انتہائی عاجزی کے اظہار کے ہیں۔ انسان کو اس بات سے روکا گیا ہے۔ کہ کسی کے سامنے اپنی ذلّت اور عاجزی کا اظہار کرے۔ فقط اللہ عزوجل کے سامنے انسان ہاتھ جوڑ کر، کھڑا ہو کر، جھک کر زمین پر ماتھا ٹیک کر زبانی اقرار سے، دل کی حالت سے اپنی عاجزی اور ذلّت کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور کسی کے سامنے ایسا کرنا اس کی شان کے خلاف ہے اور اس کو تباہی کی طرف لے جانے والا ہے۔

یُسَبِّحُوْنَ: تسبیح سے مضارع کا صیغہ ہے۔ تسبیح ایک ایسا فعل ہے جس میں دل اور زبان دونوں کا حصہ ہے۔ اللہ عزوجل کے ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک صاف ہونے کا دل سے یقین کرنا۔ اور ساتھ ہی زبان سے سبحان اللہ کہہ کر اس کی پاکیزگی کا اقرار کرنا۔

یَسْجُدُوْنَ (سجدہ کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے اور سجد سے بنا ہے۔ اس کا مصدر سجود بھی ہے۔ یہ شرع کا ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کے معنی زمین پر اللہ کے آگے ماتھا، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے انگوٹھے، بیک وقت ٹیک دینے کے ہیں۔ اور اس کا اصل جز سر جھکا کر پیشانی زمین پر رکھنا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ کرنا چاہیئے۔

پچھلی آیت میں انسان کو اللہ سے غافل نہ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور غفلت کے دور کرنے کا طریقہ اللہ کا ذکر بتایا گیا ہے۔ اصل مقصود اللہ کا ہر وقت دھیان رکھنا اور دل سے اس کی یاد کرنا ہے۔ انسان کے لیے یہ مشکل بات ہے۔ اس لیے کہ ایک طرف تو دنیا کے دھندے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ دوسری طرف شیطان ہر بہانے سے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو خود سب سے زیادہ طاقتور ہے اور عقل کے زور سے سب کو زیر کر لیتا ہے۔ تجھے کیا ضرورت ہے کہ ان دیکھے خدا کو اپنے سے بڑا مانے اس آیت میں اس بیہودہ خیال کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ تم سے بہت زیادہ معزز مخلوق ایک اور ہے جو اللہ کے آگے ذرا تکبّر نہیں کرتی۔ اور ہر وقت اس کی بڑائی اور پاکیزگی کا اقرار کرتی ہے۔ اور اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتی ہے۔ تم کیا اس سے زیادہ قوّت و جاہ والے ہو جو اس قدر غرور پر کمر باندھی ہے۔ اگر اللہ کے نہیں تو پھر اپنی خواہشوں کے غلام بنو گے اور ان کے حکم کے ذرا خلاف نہ کرو گے اس سے اللہ کی غلامی ہزار درجہ بہتر ہے۔

اس آیت کو پڑھنے کے بعد یا دوسرے سے سننے کے بعد سجدہ کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ سورۃ الاعراف ختم ہوئی۔

Marfat.com

سورہ اعراف پر ایک نظر

اس سورت کے شروع میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہا گیا ہے۔ کہ یہ قرآن ایک بڑی عظیم الشان کتاب ہے اور تیرے اوپر اس لیے نازل کی گئی ہے۔ کہ تو تمام انسانوں کو خبردار کرے کہ تمہیں فقط دنیا ہی میں نہیں جینا۔ بلکہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ملے گی۔ اور وہی اصل زندگی ہے۔ اس لیے ایسے کام کرو جو اُس زندگی میں کام آئیں۔ یہاں کے فائدے عیش و آرام چند روزہ ہیں جو عنقریب ختم ہو جائیں گے۔ اور تمہارے یہاں کے سارے کام اس نظر سے قیامت کے دن تولے جائیں گے کہ آخرت کی زندگی میں کام آنے والے کاموں کو اس دنیا کے عارضی فائدے کے کاموں سے الگ کر لیا جائے۔ اور اگر ان کا وزن زیادہ ہوا تو تمہیں دائمی عیش و آرام عطا کیا جائے۔ اگر کہیں خدانخواستہ دنیا کے فائدے کے کام وزن میں زیادہ ہو گئے تو پھر دائمی حسرت اور بے چینی کی زندگی سے پالا پڑے گا۔ اب یہ اللہ کی رحمت اور عنایت پر موقوف ہے کہ کسی قسمت کے دھنی کو اس سے چھٹکارا مل جائے۔ ورنہ قرآن مجید کا کہنا ہے کہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو کر رہنا ہوگا۔

قرآن حکیم کے نازل کرنے کی دوسری غرض یہ بتائی گئی ہے کہ جو اس کو مانیں ان کو ان کے فائدے کی باتیں ہر وقت بتاتا رہے۔

انسان کو لازم ہے کہ صرف اسی آخری کتاب کی آیات کے موافق عمل کرے۔ اس کو چھوڑ کر کسی کے بہکانے سکھانے میں نہ آئے اگرچہ بہت سے لوگ دوستی اور خیر خواہی کا دعویٰ کر کے اس کو اپنی ڈگر پر چلانے کی کوشش کریں گے لیکن ان میں سے کسی کی نہ سننی چاہیئے۔ اس کے بعد انسان پیدائش سے لے کر اب تک جن خیالی الجھنوں میں مبتلا رہا اور ان سے نکالنے کی ہر زمانے میں رسولوں اور نبیوں نے جو کوششیں کیں ان سب کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ دنیا کے لہو و لعب اور مال و جاہ میں پھنس کر جن لوگوں نے نبیوں کا کہنا نہ مانا ان کا انجام دکھلایا گیا ہے۔ اور ان کے قصوں کے ضمن میں بیش بہا نصیحتیں اور کام کی باتیں ہم لوگوں کے لیے درج ہیں جن سے ہر زمانے میں مفید مطلب نتیجے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اور زندگی کو نہایت خوش گوار بنایا جا سکتا ہے۔

آخر سورت میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ کہ انسان کے لیے لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے۔ جن لوگوں نے دنیا کے تھوڑے دن کے آرام اور عارضی عیش و عشرت کی خاطر اصلی رب کو بھلا دیا۔ اور اپنا سرپرست اور مربی دوسروں کو سمجھنے لگے وہ شیطان کے پھندے میں پھنس گئے۔

دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے کہنے سننے کی پرواہ مت کرو۔ ان کے ساتھ رواداری اور درگذر کا برتاؤ کرو۔ لیکن کسی کی خاطر سے نیک باتوں اور اچھے کاموں میں نہ آپ سستی کرو اور نہ دوسروں کو کرنے دو۔ جو تمہارے ساتھ جہالت کرے اس سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ شیطان ورغلائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ قرآن کو توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ کی یاد دل سے کرو۔ زبان سے اس کی تسبیح کرو۔ اپنے آپ کو اس کے سامنے عاجز اور درماندہ سمجھو۔ اور اسی کو سجدہ کرو۔ فرشتے جو نیکی کا نمونہ ہیں وہ چاہے جتنے بڑے مرتبے کے ہوں۔ اللہ کے سامنے سرنیاز خم کرتے ہیں۔

Marfat.com

سُورۃ الانفال

یہ سورت مدینہ میں ۲ھ کے اندر نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بدر کی مشہور جنگ ہو چکی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو مکہ کے کافروں پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ مسئلہ یہ درپیش آیا کہ مال غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ مسلمانوں کی یہ پہلی لڑائی تھی۔ اس سے پہلے دشمن سے چھینے ہوئے مال کے بانٹنے کا موقع نہیں آیا تھا۔ عرب میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل تھا۔ زبردست سب کچھ اپنے قبضہ میں کر لیتا اور باقی منہ دیکھتے رہ جاتے۔ اس صورت میں اوّل مرتبہ دولت کی تقسیم کے قانون کی عرب میں بنیاد رکھی گئی۔ اور بتلایا گیا کہ اس کی بابت تم آپس میں جھگڑا مت کرو۔ مال کسی کا نہیں فقط اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ اس لیے اس کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اس کی تقسیم ہوگی۔

جنگ بدر دنیا کی تاریخ میں اپنی قسم کی ایک ہی جنگ ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد کل ۳۱۳ تھی جنہیں آپ ۱۲ رمضان ۲ھ کو ساتھ لے کر مدینہ کے باہر نکلے۔ ان میں گھوڑے کل ۲ تھے۔ چنانچہ کل دو ہی سوار تھے جن کے نام تاریخ میں مقداد بن عمرو اور زبیر بن العوام بتائے گئے ہیں اور ستر اونٹ تھے جن پر باری باری سے لوگ سوار ہوتے تھے۔ ہتھیار اور سامان جنگ محض برائے نام تھا۔ ان کا مقابلہ کافروں کی ایک جماعت سے ہوا جس میں مکہ کے تقریباً سارے بڑے بڑے مشہور کھاتے پیتے لوگ تھے۔ آدمیوں کی تعداد ۹۵۰ تھی۔ جن میں سو گھوڑے سوار تھے اور ہر آدمی کے پاس ضروری ہتھیار تھے اور سامان جنگ موجود تھا۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کا فتح یاب ہونا واقعی عجائبات زمانہ میں سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لڑائی کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ ۱۷ رمضان ۲ھ بروز جمعہ وقت صبح ہے۔

اس لڑائی میں کفار مکہ کے بڑے بڑے ستر آدمی قتل ہوگئے۔ اور ستر کو مسلمان زندہ گرفتار کر کے لے آئے۔ مسلمانوں میں سے کل ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ ۶ مہاجرین میں سے اور ۸ انصار میں سے۔ اس سورت میں اس لڑائی کا ذکر ہے اس کے اسباب اور وجوہ کی طرف اشارہ ہے۔ مال غنیمت کا قانون ہے۔ قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے بہت سی کام کی باتوں کی ہدایت ہے۔ اس لڑائی سے مکہ والوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور مسلمانوں کی عرب میں دھاک بیٹھ گئی اور ان کے لیے اپنے دشمنوں سے نمٹنے کا راستہ کھل گیا۔

جنگ و پرخاش اسلامی چیز نہیں ہے۔ یہ ان برائیوں میں سے ایک ہے جنہیں اسلام نے دنیا میں پایا اور مٹانا چاہا لیکن یہ نہ مٹ سکی لڑائی کی جڑ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہنے کی خواہش اور اس کے پورا کرنے کا جنگلی طریقہ ہے۔ جو انسان نے وحشی حیوانات خاص کر درندوں سے سیکھا ہے۔ اسلام آدمی کو انسان بنانا چاہتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرنی سکھاتا ہے۔ باہمی میل جول کے ساتھ انسان کو دنیا میں رہنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ اس کو لڑائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لیکن اگر انسان انسان نہ بننا چاہے۔ اور اپنی ہی قوت کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا ذریعہ ٹھہرائے تو وہ ایک ایسی ہستی ہے جو مار دھاڑ میں حیوانات سے بھی سبقت لے جا سکتا ہے۔ اور اس کے طریقے کو اپنی عقل و دانائی کے زور سے کہیں سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔

اسلام میں جہاد کا مسئلہ گو بذات خود زیادہ پیچیدہ نہیں ہے لیکن حیوان نما انسانوں نے اس کو بھی اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کر کے انتہا درجہ کا مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے:

Marfat.com

پس منظر

انسان کی زندگی کا خلاصہ کشمکش اور جدوجہد ہے۔ اس کی فطرت ہے اپنی خواہشوں کا پورا کرنا۔ اور جو ان کے پورا کرنے میں آڑے آئے اس کو دبانا اور کچلنا۔ بعینہٖ یہی بات ہم جانوروں یعنی حیوانوں میں دیکھتے ہیں اور اسی لیے انسان کو ایک جانور قرار دیتے ہیں۔ اس دنیا میں حیوان کی زندگی کی علامت کشمکش اور موت کی نشانی اس کشمکش کا ختم ہو جانا ہے۔ اسلام زندگی کو مٹانا نہیں چاہتا۔ بلکہ باقی رکھنا چاہتا ہے اس لیے مخالفوں کے ساتھ کشمکش کرنے کا حامی ہے اور مخالفوں پر غالب آجانے کو عزت اور ان سے دب جانے کو ذلت کہتا ہے۔ انہی مخالفوں پر غالب آجانے کا نام عربی میں جہاد ہے۔ اس کے بعد اس بات کا سمجھ لینا آسان ہے کہ زندگی اسلام اور جہاد ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ اسلام نے جہاد کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ وہ زندگی کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ انسانی جہاد اور حیوانی جہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ حیوانی زندگی انسانی زندگی سے مختلف ہے۔ اس لیے دونوں کے جہاد میں فرق ہونا چاہیئے۔ حیوان کا جہاد فقط اس لیے ہے۔ کہ اس دنیا کی ضروریات کو جو اس سے چھیننا چاہے اسے مار بھگائے تاکہ خود آرام سے رہے۔ اس لیے اسے اپنے ہم جنس افراد سے اکثر لڑنا پڑتا ہے۔ اسلام انسان کو سکھاتا ہے۔ کہ جہاد اس لیے ہونا چاہیئے کہ خود تو اور تیرے ہم جنس اصلی یعنی آخرت کی زندگی کے کام عمل کر سکیں۔ اس لیے اپنے جنس کے افراد سے لڑنا صرف اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب وہ اس غرض کے پورا کرنے میں رکاوٹ پیدا کریں اور لڑنے مرنے پر تیار ہو جائیں۔ انسان اپنے جیسے انسان سے اس لیے نہیں لڑ سکتا۔ کہ اس دنیا کا مال و دولت اور سامان راحت دوسرے سے چھین کر اپنے گھر میں بھر لے۔ یہ طریقہ حیوان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر انسان بھی یہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ تو وہ انسانیت سے کوسوں دور ہے اور اب تک نرا حیوان ہے اور وہ بھی بدترین قسم کا حیوان جس کو درندہ کہتے ہیں۔ انسان دوسرے انسان سے فقط اس وقت لڑے گا۔ جب وہ اس کو دائمی زندگی حاصل کرنے کی کوشش سے زبردستی روکنا چاہے گا۔ اسلام انسانی کشمکش کی سطح کو بہت بلند کرتا ہے۔ اور اسے لازوال زندگی کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ اس لیے اس کے جہاد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور اگر خود انسان اس کا مخالف ہو جائے اور اس کوشش سے اسے روکنا چاہے تو اس وقت جہاد یہی ہے کہ اس سے لڑے اور اس جہاد کا نام قتال فی سبیل اللہ ہے۔ آخرت کی زندگی کی کوشش سے روکنے والوں سے لڑنا اسلامی زندگی ہے۔ دنیا کے سامان۔ حکومت اور عزت کے لیے لڑنا حیوانی زندگی ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

جن لوگوں نے قرآن مجید کی مکی سورتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مکہ کی ۱۳ سالہ زندگی کو پوری توجہ سے دیکھا ہے۔ وہ آسانی سے سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام انسان کو امن و امان کی زندگی کے گر سکھانا چاہتا تھا۔ لیکن مکہ کے سرپھرے مغرور لوگوں نے اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر اسلام۔ اہل اسلام اور داعی اسلام کی دشمنی پر کمر باندھی۔ اور ایسی ایسی ایذائیں پہنچائیں کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام کو مجبوراً لڑائی کے لیے کمربستہ ہونا پڑا اور آخر میں حق کی فتح ہوئی۔ ایسی لڑائی اور ایسی فتح کے لیے مخصوص قانون ہے۔ لیکن اگر مسلمان ملک گیری اور دنیا کے لیے لڑیں اور قانون وہی قتال فی سبیل اللہ کے اس صورت میں بھی نافذ کریں تو یہ ایک دھینگا مشتی ہوگی جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو ہم آج کل دیکھ رہے ہیں:

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قانون تقسیم غنیمت

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ
پوچھتے ہیں تجھ سے بابت غنیمت کے کہدے غنیمت کا مال
لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا
اللہ کے لیے اور رسول کیلیے ہے پس ڈرو اللہ سے اور سنوارو
ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ
آپس کے تعلقات اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱

اگر ہو تم ایمان لانے والے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ
تجھ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں تو کہدے مال غنیمت
لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا
اللہ اور رسول کا ہے سو اللہ سے ڈرو اور آپس میں
ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ
صلح کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱

اگر تم ایمان رکھتے ہو

الْاَنْفَال (لوٹی ہوئی چیزیں) نفل کی جمع ہے۔ نفل وہ مال ہے جیسے دشمن لڑائی میں چھوڑ کر بھاگ جائے اور وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔

ذَاتَ بَيْنِكُمْ (آپس کی باتیں) عربی میں ذات کا لفظ ذُو کا مؤنث ہے اور "دونوں والے" کے معنی میں آتے ہیں۔ بین کے معنی درمیان ہیں۔ بَيْنٌ کے معنی ہیں۔ درمیانی تعلقات۔ رشتے جھگڑے۔ آپس کے معاملے اور قضیے۔ ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ وہ باتیں جو تمہیں مل جل کر رہنے کی وجہ سے آپس میں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔

مکہ میں برابر ۱۳ سال تک مسلمانوں کو کفار مکہ سے سخت سے سخت اذیتیں پہنچتی رہیں۔ اور وہ ان کو غیر معمولی صبر کے ساتھ جھیلتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو لاکھ سمجھایا کہ اسلام کے اندر تمہاری ابدی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر تم اس کو قبول نہیں کرتے۔ تو تم جانو لیکن جو اسلام میں بخوشی داخل ہونا چاہے۔ اُسے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ مل جل کر رہو اور دین کے بارے میں ہر ایک کو آزاد رکھو۔ لیکن انہوں نے آپ کی نہ سُنی۔ مسلمان اس مدت میں بہت پریشان ہوتے۔ اور ان کے ظلموں کا بدلہ لینے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ اور جب تک اللہ کی طرف سے صریح اجازت نہ آئے کسی سے نہ لڑو۔ جب ظلم کی حد ہوگئی اور مکہ والوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ کرلیا۔ تو آپ کو حکم ہوا کہ مدینہ چلے جائیں۔ وہاں اور مسلمان پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ آپ نے تشریف لے جاتے ہی اسلامی اجتماعی زندگی کا فوراً سنگ بنیاد رکھ دیا۔ سورۃ البقرہ میں اللہ نے صاف اجازت بھیج دی کہ مسلمان مکہ والوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہیں۔ اس ہجرت کے کوئی ڈیڑھ سال بعد جنگ بدر ہوئی۔ کفار بُری طرح ہارے اور ان کا مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس سورت میں اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکوں سے چھینے ہوئے مال کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس کی بابت یہ فیصلہ سن لو کہ وہ کسی کا ذاتی حق نہیں ہے اس کا مالک اللہ ہے اور اس کا رسول۔ مال کی تقسیم میں اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔ اور جو حکم آئے اس پر عمل کرو۔ تمہارا کام اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ اپنی خواہش کو بالکل دخل نہ دو۔ اللہ کو ماننے اور اس پر ایمان لانے اور اس کے حکم پر چلنے کے یہی معنی ہیں:

Marfat.com

تقسیم کا قاعدہ

اس آیت میں غنیمت کی تقسیم کے قانون کی بابت دو عدد کلیہ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کو سمجھایا گیا ہے۔ کہ تم نے کفار سے اللہ کے حکم کے مطابق لڑائی [illegible] سرانی کا کیا۔ اس سے بعد فتح اللہ کی مدد سے ہوئی۔ اور تمہارا اس میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ اس لیے مناسب نہیں کہ غنیمت کے مال میں ہر ایک اپنا اپنا حق جتائے۔ یہ مال اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے۔ انہیں اختیار ہے کہ اس کی بابت جو چاہے کریں۔

بدر کی لڑائی میں نوجوان آگے بڑھ کر لڑے۔ اور ان سے بڑے لوگ ان کے پشت پناہ بنے کھڑے رہے۔ کچھ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مصروف رہے۔ ان میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ غنیمت ہمارا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کے لیے ان سے کہہ دیا تھا۔ کہ جو بڑھ چڑھ کر کام کرے گا۔ اسے اس کا بدلہ غنیمت میں ملے گا۔ جب وقت آیا تو نوجوانوں نے کہا ہم نے آگے بڑھ کر بہت سوں کو مارا اور بہت سوں کو قتل کیا۔ اس لیے ہمارا انعام دلوایئے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس حساب سے تو سارا غنیمت یہی لے جائیں گے۔ اور دوسرے بالکل محروم رہ جائیں گے۔ ان جھگڑوں کے فیصلہ کے لیے اس آیت میں سب سے پہلے یہ سمجھایا جاتا ہے۔ کہ یہ سب مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ تم نے لڑائی میں جو کام کیے وہ سب اللہ اور اس کے رسول کے لیے کیے غنیمت حاصل کرنے کے لیے نہیں کیے۔ یہ سب تمہارے ایمان کی علامت تھی۔ اب جب اللہ نے فتح دی تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کی ملک مانو اور اس کے بارے میں جو وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کرو۔ یہ فیصلہ اسی سورت میں آگے آئے گا۔ اس آیت میں مومنوں کو پا [illegible] ہیں۔

۱۔ غنیمت کا مال اللہ کا ہے۔ وہ فتح [illegible] اسی کی مدد سے ہوتی ہے۔ رسول، اللہ کا نائب ہے اس لیے اسے اس میں تصرف کا حق ہے۔

۲۔ تم جو کام کرو۔ ان میں فقط اللہ کی رضا کا جیال کرو۔ اور اس کی ناراضگی سے ڈرو۔

۳۔ آپس میں ذرا ذرا سی بات کے لیے جھگڑے مت کرو اور اپنے باہمی تعلقات کو سنوارو۔

۴۔ ہر جھگڑے میں فیصلہ اللہ اور اس کے رسول پر چھوڑ دو۔ تمہارا فقط یہ ہے کہ جو یہ کہہ دیں اس پر بے چون و چرا عمل کرو۔ ان بیانات کے سامنے سب نے سر جھکا دیا اور مان لیا کہ واقعی فتح صرف اللہ کی مدد سے ہوئی۔ اس لیے مال میں جو فتح کی بدولت حاصل ہوا۔ ہمارا کوئی حق نہیں۔ اور نہ ہم اس پر قبضہ جما کر دوسروں کو اس سے محروم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بہر حال لڑائی میں ہر ایک کی کوشش کو کچھ نہ کچھ دخل ہے۔

یہ وہ سبق ہے جو قرآن مجید نے شروع ہی میں مسلمانوں کو سکھایا۔ اس میں صاف بتا دیا گیا کہ مومنوں کا کام یہ ہے کہ قانون کی پابندی کریں۔ اور قانون بنانا اللہ کا کام ہے۔ اور اس کے مطابق فیصلے کرنا رسول کا اور اس کے ملے ہوئے نائبوں اور خلفاء کا فرض ہے۔ مومنوں کا کام سوائے قانون کے احترام اور اس کی پیروی کے اور کچھ نہیں۔ آپس کی تو تو میں میں سے بچنا چاہیئے۔ اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

مومنوں کی نشانیاں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ
حقیقت ایمان والے وہ ہیں کہ جب ذکر کیا جائے
اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ
اللہ کا ڈر جائیں دل ان کے اور جب پڑھی جائیں
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا
ان کے سامنے آیتیں اس کی بڑھا دیں وہ ان کا صلے ایمان
وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ
اور جو اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں وہ جو
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
قائم رکھتے ہیں نماز اور اس میں سے جو ہم نے دیا ان کو
يُنْفِقُوْنَ ۝۳
خرچ کرتے ہیں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ
ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام
اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ
آوے تو ان کے دل ڈر جاویں اور جب ان پر اس کا کلام
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا
پڑھا جاوے تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے
وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ
اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے
يُنْفِقُوْنَ ۝۳
اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَجِلَتْ : (ڈر جاویں) ماضی کا صیغہ ہے جو وجل سے بنا ہے۔ وجل کے معنی ڈر۔ خوف اور وَجِلَتْ کے ڈریں ہیں۔
تُلِيَتْ : (پڑھی جاویں) ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس کا مصدر تِلَاوَۃ ہے اور مادہ (ت۔ ل۔ و) ہے۔

اس آیت میں **مومن کی علامتیں** صاف طور پر بتائی گئی ہیں۔ ارشاد ہے کہ مومن وہی ہیں کہ:

۱۔ جب اللہ کا نام سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور خوف کی وجہ سے ان کا دل لرزنے لگتا ہے۔

۲۔ جب ان کے سامنے اللہ کے قرآن میں نازل کی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کو سن کر ان کا ایمان زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ ضرور یہ اللہ نے وحی کے ذریعے اپنے رسول کی طرف اور اپنے رسول کے ذریعے ہماری طرف بھیجا ہے۔ انہیں محسوس ہوتا ہے کہ خود اللہ ان سے کلام کر رہا ہے۔

۳۔ وہ نماز قائم رکھتے ہیں اور وقت پر اس کے ادا کیے جانے کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

۴۔ بجائے اس کے کہ دوسروں سے ناجائز طور پر چھین کر مال و دولت جمع کرنے کی فکر میں رہیں۔ وہ ہر اس چیز کو جو ان کے پاس ہے اللہ کی دین سمجھتے ہیں۔ اور ہر موقعہ پر اس میں سے اس کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ ان کا بھروسا فقط اپنے رب کے اوپر ہوتا ہے۔ وہ اسی سے مانگتے ہیں اس کے سوا کسی کی نہ عبادت کرتے ہیں۔ اور نہ کسی سے مدد چاہتے ہیں۔

Marfat.com

سچّے مومنوں کا انعام

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ
یہ لوگ ہیں ایمان والے ہیں ٹھیک طور پر ان کے لیے
دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ
تیے ہیں پاس ان کے رب کے اور بخشش ہے
وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ ﴿۴﴾
اور روزی ہے باعزت

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ
یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے
دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ
اپنے رب کے پاس درجے ہیں اور معافی ہے
وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ ﴿۴﴾
اور عزت کی روزی

سب سے پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر تم اپنے آپ کو مومن کہتے ہو۔ تو ہر بات میں اللہ کا خیال رکھو اور اس کے حکم سے باہر نہ جاؤ۔ ذرا ذرا سی باتوں جھگڑے نہ کرو۔ کیونکہ جب سب اللہ کے فرماں بردار بن گئے تو جھگڑے کا کوئی موقعہ ہی نہ رہا۔ معلوم ہوا ہے کہ آپس میں جھگڑوں کے مٹانے کا طریقہ یہ ہے سب کے سب ایک اللہ کے حکم کے آگے گردن جھکا دیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ منہ سے اپنے آپ کو مومن کہہ دینے کے بعد ایک طریقہ کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ صرف کہہ دینا کافی نہیں بلکہ ایمان کی علامتیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر ان علامتوں کو بیان فرمایا جس کی تفصیل پچھلے سبق میں گذری۔ اس آیت میں ان مومنوں کے جو اپنے ایمان کے اقرار ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ مومنوں کی سی عادتیں اور خصلتیں اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اجر اور انعام کا بیان ہے جو ان کے لیے اللہ نے مقرر کر رکھا ہے۔

ارشاد ہے کہ جن میں یہ پانچ خصلتیں ہوں وہی سچے مومن ہیں۔ یوں تو ہر ایک اپنے آپ کو مومن ہی کہتا ہے۔ کافر کے لقب سے کوئی خوش نہیں لیکن کام تو جب بنے گا جب اپنے اخلاق اور اعمال سے بھی ثابت کر دے گا کہ میں واقعی مومن ہوں۔

ایسے لوگوں کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں اونچے درجے ہیں۔ ان کے درجے کے مطابق ان کو اللہ اپنی نزدیکی اور قرب کا مرتبہ عطا فرمائے گا۔ ان کی معمولی کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی۔ ان کی بھول چوک سے درگذر کی جائے گی۔ اور ان کو کھانے پینے، آرام و راحت سے رہنے سہنے اللہ کی نعمت میں ہر وقت مگن رہنے کے سب سامان عطا کیے جائیں گے اور وہ عزت کے ساتھ اپنی آرام گاہوں پر بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ پائیں گے۔

سمجھ داروں نے ان آیتوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لیے اللہ، رسول اور آخرت کا زبانی اقرار کافی ہے۔ جو شخص اس کا اقرار کرے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے طریقے سے رہنا سہنا اختیار کرے۔ وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اس کی حفاظت اور مدد مسلمانوں کے ذمہ بحیثیت مجموعی واجب ہو گئی۔

اس کے بعد اسے چاہیے کہ دل کے اندر ایمان کی سچائی بٹھلائے اور ان عادتوں کے دل سے اختیار کرنے کی کوشش کرتا رہے جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا۔

Marfat.com

لڑائی کیسے ہوئی

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ
جس طرح نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے ٹھیک کام کے لیے
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور بے شک ایک گروہ ایمان والوں کا
لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ
پسند نہ کرتا تھا جھگڑتے تھے وہ تجھ سے ٹھیک بات میں
بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ
اس کے بعد کہ وہ ظاہر ہو چکی تھی گویا کہ وہ چلائے جا رہے ہیں
اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶
موت کی طرف اور آنحالیکہ وہ دیکھ رہے ہیں

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ
جیسے تجھ کو تیرے رب نے حق کام کے واسطے تیرے گھر سے نکالا
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی
لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ
نہ تھی وہ تجھ سے حق بات میں
بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ
اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد جھگڑتے تھے گویا
اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶
وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں

حَقٌّ: (ٹھیک بات) حق کا لفظ عربی زبان میں مناسب اور ٹھیک بات کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں وہ کام مراد ہے جس کا ذکر کرنا بالکل توقع کے مطابق ہو۔

كَارِهُوْنَ (برا جاننے والے) اسم فاعل كَارِهٌ کی جمع ہے جو کرہ سے بنا ہے۔ مکروہ کے معنی ناراضی، زبردستی اور ناپسندیدگی ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

يُسَاقُوْنَ: سوق سے مضارع مجہول ہے۔ سوق کے معنی ہیں ہانکنا، پیچھے پیچھے رہ کر کسی کو آگے آگے چلانا۔

پچھلی آیتوں میں غنیمت کے مال کی بابت حکم ہوا تھا کہ یہ مال اللہ کا ہے۔ وہ اپنے رسول کے ذریعے جسے چاہے گا اسے بانٹے گا۔ اس بات کو اس آیت میں اور اس سے آگے کی آیتوں میں خود بدر کی لڑائی کے بڑے بڑے واقعات بیان کر کے سمجھایا گیا ہے۔ کہ ان واقعات پر غور کرو اور سوچو کہ یہ محض اللہ کی مرضی اور اس کے حکم سے واقع ہوئے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمہاری مرضی کو ان میں کوئی دخل نہیں۔ پھر اس میں تمہاری فتح بھی محض اللہ کی مدد سے ہوئی ورنہ تمہارے پاس فتح کا کچھ سامان نہ تھا۔ پھر اب تم مال پر اپنا حق کیسے بتاتے ہو؟ ظاہر ہے کہ جس کی صواب دید سے جنگ ہوئی اور جس کی مدد سے فتح ہوئی۔ وہی اس مال کا مالک ہے۔

ارشاد ہے کہ انفال (مال غنیمت) اللہ کی ملکیت ہے۔ اور یہ ویسی ہی بات ہے جیسی کہ یہ ساری لڑائی شروع سے آخر تک ہوئی۔ شروع میں اللہ ہی نے اے رسول تیرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کفار سے ان کے خلاف انسانیت سوز سلوک کے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی ایک جماعت تو شروع ہی سے لڑائی کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ اور جب آگے چل کر سوداگروں کے قافلے سے نہیں بلکہ خود مسلح لوگوں کے لشکر سے مقابلہ پڑا تو بہت سے لوگ جھگڑنے لگے۔ اور ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا ان کو جان بوجھ کر موت کے گڑھے کی طرف ہانکا جا رہا ہے۔ مگر یہ اللہ ہی کی مرضی تھی کہ قریش سے مقابلہ ہو اور نہتے مسلمانوں کی فتح ہو۔

Marfat.com

قافلے کے بدلے لشکر ملا

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ
اور جب وعدہ دیتا تھا اللہ ایک سے دو جماعتوں میں سے
اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ
کہ وہ تمہارے لیے اور تم چاہتے تھے کہ بغیر
الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ
کانٹے کے ہو جائے اور اللہ چاہتا تھا
اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ
کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کر دے اور
دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۷﴾
جڑ کاٹ دے کافروں کی

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ
اور جب وعدہ دیتا تھا تم سے اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا
اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ
کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ تمہیں
الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ
وہ ملے جس میں کانٹا نہ ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ
اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ
سچ کو اپنے احکام کے ذریعہ سچا کر دے اور
دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۷﴾
کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے

غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ وہ جس میں کانٹا نہ ہو شَوْكَةٌ کے اصل معنی عربی میں کانٹے کے ہیں۔ اس کے بعد قوت اور دبدبہ کے ہو گئے۔ مراد یہ ہے۔ وہ جماعت جس سے لڑنا بھڑنا نہ پڑے اور بلا زحمت مال ہاتھ لگ جائے۔

مسلمانوں کو مدینہ میں آئے ہوئے ایک سال سے کچھ ہی زیادہ عرصہ ہوا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آپس میں مل جل کر آرام سے بسا دیا تھا۔ لیکن مکہ والوں کی طرف سے ہر وقت کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اور یقین تھا کہ وہ اپنی ریشہ دوانیوں سے کبھی نہ چوکیں گے۔ اس لیے آپ مدینہ کے گرد و نواح میں ماحول کی خبر رکھنے کے لیے کچھ جماعتیں بھیجتے رہتے تھے۔ اور کفار مکہ کے نقل و حرکت کی خبر رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آخر ایک دن خبر پہنچی کہ شام سے ایک قافلہ سوداگروں کا بہت کچھ مال و دولت اور ساز و سامان لے کر مکہ واپس آ رہا ہے۔ اور مدینہ کے نواح ہی میں سے اس کے گذرنے کا راستہ ہے۔ قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا۔ اس نے ایک سانڈنی سوار مکہ کو دوڑا دیا کہ قافلہ کی حفاظت کے لیے دوڑو۔ مسلمانوں کے حملہ کا خطرہ ہے۔ یہ سنتے ہی مکہ کے سارے بڑے بڑے لوگ لڑنے کی تیاری کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکل پڑے۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ سوداگروں کا قافلہ مل جائے گا۔ اور بغیر کسی زحمت کے دشمنوں کے مال پر قبضہ ہو جائے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ قافلہ کو ابوسفیان مدینہ سے بچا کر اور راستہ سے لے کر نکل گیا۔ اور مکہ سے جو لشکر اس کو بچانے کے لیے آیا تھا اس سے مسلمانوں کی بدر کے مقام پر مڈبھیڑ ہوئی۔

اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ تم چاہتے تھے کہ بغیر لڑے بھڑے دشمن کو مالی زک پہنچاؤ۔ لیکن، اللہ عالم الغیب نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ تمہارا مسلح لشکر سے مقابلہ ہو اور کافروں کو شکست ہو اور اللہ کے حکم سے حق کا حق دنیا پر ظاہر ہو جائے اور باطل مٹ جائے کافروں کو شکست بھی ایسی ہوئی کہ ان کی جڑ ہی کٹ گئی۔

Marfat.com

جنگ بدر کی غرض

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ
تاکہ حق کردے حق کو اور جھوٹ کردے جھوٹ کو اگرچہ
كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ
ناپسند کریں گنہ گار جب فریاد کرنے لگے تم
رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ
اپنے رب سے پس جواب دیا اس نے تم کو کہ میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾
ساتھ ہزار کے فرشتوں میں سے آنے والے ایک دوسرے کے پیچھے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ
تاکہ سچ کو سچا کرے اور جھوٹ کو جھوٹا کردے اگرچہ
كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ
گنہ گار ناراض ہوں جب تم اپنے رب سے فریاد کرنے
رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ
لگے تو وہ تمہاری فریاد کو پہنچا کہ میں تمہاری مدد کو
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾
ہزار فرشتے لگاتار آنے والے پیچھے

یُحِقَّ (سچ کردے) مضارع ہے احقاق سے جو حق سے بنا ہے حق کے معنی ہیں سچی بات۔ سچ مراد یہ ہے کہ جو سچ ہے اس کا سچا ہونا ثابت ہو جائے۔

یُبْطِلَ (جھوٹ کردے) مضارع ہے ابطالٌ سے جو بطل سے بنا ہے بطل کے معنی ہیں جھوٹ۔ غلط۔

تَسْتَغِيْثُوْنَ (تم فریاد کرنے لگے) مضارع کا صیغہ استغاثہ سے ہے جو غوث سے بنا ہے۔ غوث کے معنی مدد اور استغاثہ کے معنی مدد چاہنا۔ طلب یہ ہے کہ تم اپنی عاجزی کا اظہار کرکے اپنے رب سے مدد کے طالب ہوئے۔

اِسْتَجَابَ (فریاد قبول کی) ماضی کا صیغہ ہے استجابۃٌ سے جو جواب سے بنا ہے۔ جواب کے معنی مشہور ہیں۔

اِسْتَجَابَۃٌ کے معنی ہیں جواب دینا۔ درخواست منظور کرنا۔ قریب قریب اسی معنی میں اجابۃٌ بھی آتا ہے۔

مُرْدِفِيْنَ (لگاتار آنے والے) اسم فاعل ہے جو مُرْدِفٌ کی جمع ہے جو اِرْدَافٌ سے بنا ہے۔ ارداف کے معنی ہیں پیچھے آنا۔ ردف اور رديف اس کو کہتے ہیں جو کسی کے پیچھے بیٹھا ہو یا چل رہا ہو۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سوداگروں کا قافلہ تمہاری زد سے نکل جائے اور مکہ کے مسلح لڑنے والوں سے مقابلہ ہو۔ تاکہ اللہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے۔ اور تھوڑے سے نہتے مسلمان اپنے سے تگنے مسلح آدمیوں کو مارلیں اور قید کرلیں تاکہ سچی بات دنیا میں آشکارا ہو جائے گو کافر اور مجرم لوگ کتنی ہی ناراضی ظاہر کریں اور ان کو اپنا شکست کھانا کتنا ہی گراں گذرے تم اپنے آپ کو ان کے مقابلہ کے قابل نہ سمجھتے تھے۔ اپنی تعداد کی قلت تمہیں پریشان کر رہی تھی۔ تم نے اللہ کے آگے مدد کے لیے ہاتھ پھیلایا اور اللہ نے تمہاری درخواست منظور کی اور کہا کہ میں ہزار فرشتے تمہاری مدد کے لیے بھیجوں گا جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں گے۔ فرشتے انسان کو دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن ان کا اثر دل پر فوراً پڑتا ہے۔ اور اطمینان کا سبب پیدا ہوتا ہے۔ آدمی کو مشکل کے موقعہ پر دعا کے بعد اگر اطمینان محسوس ہو اور پریشانی جاتی رہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ فرشتے اس کی مدد کر رہے ہیں۔

Marfat.com

خوشی اور اطمینان

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ

اور نہیں اس کو اللہ نے مگر خوشخبری دینے اور

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ

تاکہ مطمئن ہو جائیں اس کے ساتھ دل تمہارے اور نہیں مدد

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ زبردست

حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

حکمت والا ہے

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ

اور نہیں اس کو اللہ نے مگر خوشخبری دینے اور

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ

تاکہ مطمئن ہو جائیں اس کے ساتھ دل تمہارے اور نہیں مدد

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ زبردست آدمی

حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع ۱۵

حکمت والا ہے

یہی آیت پہلے سورۃ آل عمران میں گذر چکی ہے۔ وہاں بھی اس سے پہلے یہی ذکر تھا۔ کہ مسلمان اپنی تعداد کی کمی اور بے سروسامانی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ اللہ ضعیفوں کی ہزار طریقے سے مدد کر سکتا ہے اور یہاں بھی اس سے پہلے یہی مضمون ہے کہ جب اپنے سے تگنے لوگوں سے مقابلہ آپڑا اور ساز و سامان کی بھی انتہائی کمی محسوس ہونے لگی۔ تو مسلمان بہت پریشان ہوئے۔ اپنی عاجزی اور بے بسی کی حالت کا اظہار اللہ کے سامنے کرنے لگے۔ ادھر سے ارشاد ہوا۔ کہ تم اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ میرے پاس فرشتوں کی کمی نہیں میں ہزار اور سورت آل عمران کی آیت میں ہے تین ہزار اور پانچ ہزار۔ غرض جتنی ضرورت ہوا اتنے فرشتے بھیج دوں گا۔ دونوں جگہ یہی کہا گیا ہے۔ کہ موقعہ پر تمہاری فرشتوں سے مدد کی جائے گی۔ اور دونوں جگہ اس کے بعد یہی آیت آتی ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ فرشتوں کی مدد کی کیفیت سمجھانا مقصود ہے۔ فرشتوں کو ہر آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا ہے۔ لیکن ان کا اثر آدمی کے دل پر پڑتا ہے۔ موقعہ پر دل کا مضبوط ہو جانا اور گھبراہٹ پریشانی کے بجائے اطمینان اور سکون پیدا ہو جانا غیبی مدد کی علامت ہے۔ جو فرشتوں کے ذریعے عمل میں آتی ہے۔ یہ اطمینان اور سکون ہی ایسی چیز ہے جس سے تھوڑے سے آدمی زیادہ آدمیوں پر غالب آجاتے ہیں۔ یہی وہ قوت ہے جو ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی مدد ایک زبردست خوش خبری ہے۔ جس سے تمہارے دل مضبوط ہوں گے۔ اللہ کی مدد کی بے انتہا صورتیں ہیں۔ لیکن جس طرح کی مدد بھی ہو۔ ہوتی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اس نے قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ جن کا ایمان پختہ ہوگا وہ ڈھل مل یقین والوں پر یقیناً غالب آئیں گے۔ مادی مدد ہر ایک کو اس کی کوشش کے مطابق اللہ کے دنیا میں مقرر کیے ہوئے قاعدوں کی رُو سے ملتی ہے۔ لیکن فتح و نصرت نہ اس ظاہری ساز و سامان پر موقوف ہے اور نہ لڑنے والوں کی تعداد پر بلکہ وہ دل کے اطمینان اور مضبوطی پر موقوف ہے۔ جو فقط اللہ پر ایمان لانے اور اس پر پورا بھروسہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سب پر غالب ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے ؛

Marfat.com

مدد کی صورتیں

اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ

جب ڈال دی اس نے تم پر اونگھ تسکین کے لیے اپنی طرف سے

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور اتارا تم پر آسمان سے پانی

لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ

تاکہ پاک کرے تم کو اس کے ساتھ اور دور کردے تم سے

رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

پلیدی شیطان کی اور تاکہ بندھن باندھ دے تمہارے دلوں پر

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

اور جما دے اس سے قدم

پچھلی آیت میں بیان ہوا کہ فرشتوں کی مدد تمہارے لیے بڑی خوش خبری ہے۔ تمہارے دلوں کے لیے باعث اطمینان ہے۔ یہ مدد کی وہ صورت خاص ہے جو فقط ایمان داروں کے لیے مخصوص ہے۔ ویسے مدد چاہے جس طرح کی ہو ہوتی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اسی میں ساری قوت ہے اور وہی مدد کرنے کی صورتوں اور ان کے موقع و محل سے پوری طرح واقف ہے۔ اس آیت میں ان صورتوں کا بیان ہے جن سے مسلمانوں کی جنگ بدر میں مدد کی گئی۔ یہ جنگ واقع میں ان کے لیے بہت ہی سخت آزمائش کا موقعہ تھا۔ ادھر تو تعداد کم ادھر دشمن تین گنا۔ پھر یہ نہتے اور وہ ہتھیاروں سے لیس۔ نکلے اس ارادہ سے کہ سوداگروں کا قافلہ لوٹ لیں گے۔ اور سر پر آ پڑی لڑائی۔ دشمن نے پہلے ہی اچھی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ زمین ریتلی جس میں چلتے وقت پیر دھنستے۔ گرد و غبار کی پریشانی۔ پانی نہ پینے کو نہ ضروری نہانے دھونے کو۔ ان سب باتوں سے دل کا پریشان ہونا یقینی بات تھی۔ شکست سامنے نظر آ رہی تھی۔ اللہ نے اپنی رحمت سے ان سب مشکلات کو دور کیا۔ زور کا مینہ برسا۔ ریت جم گئی۔ پینے۔ غسل اور وضو کے لیے پانی بہ فراط میسر آ گیا۔ گرد و غبار سب بیٹھ گیا۔ زمین پر قدم جمنے لگے۔ ان باتوں سے بے فکری ہوئی تو مسلمانوں پر غنودگی سی طاری ہوئی۔ ہوشیار ہوئے تو دل ہلکے نظر آئے۔ خوف دہراس سب کافور ہوا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی مدد کی خوشخبری سنائی۔ سب ہشاش بشاش ہو گئے۔ اس آیت میں یہی باتیں یاد دلائی ہیں۔

ارشاد ہے کہ وہ وقت یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے اونگھ بھیج کر تمہارے دل میں چین اور سکون پیدا کر دیا۔ آسمان سے مینہ برسایا تاکہ تم نہا دھو کر پاک صاف ہو۔ پانی سے تشنگی بجھاؤ۔ شیطانی وسوسے دلوں سے دور ہوں۔ دل مضبوط ہوں۔ زمین جم جائے اور پاؤں جمنے لگیں۔

Marfat.com

فرشتوں کی مدد

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ
جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ
تمہارے ساتھ ہوں پس دھاڑس دو ان کو جو ایمان لائے ڈالوں گا
فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
بیچ دلوں کے ان کے جو کافر ہوئے ڈر
فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا
پس مارو اوپر گردنوں کے اور چوٹ لگاؤ
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ (۱۲)
ان کی ہر پور پر

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ
جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ
تمہارے ساتھ ہوں سو تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو میں
فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا
فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا
سو مارو گردنوں پر اور ان کی
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ (۱۲)
پور پور کاٹ دو

يُوْحِيْ (وحی بھیجی) مضارع کا صیغہ ہے ایحاء سے جو وحی سے بنا ہے۔ وحی کے لغوی معنی دل میں ڈالنا۔ الہام کرنا۔ اشارہ کرنا۔ رسول کی طرف جو وحی ہوتی ہے۔ اس کی ایک خاص صورت ہے۔ باقی صورتوں میں اوپر کے معنوں میں سے کوئی نہ کوئی معنی مراد ہوتے ہیں۔ یہاں الہام مراد ہے۔

اَعْنَاق (گردنیں) عنق کی جمع ہے جس کے معنی گردن ہیں۔

فَوْقَ الْاَعْنَاقِ: گردنوں کے اوپر کے حصے میں یعنی سر اور چہرہ پر۔

بَنَان: انگلیوں کے پوروں کو کہتے ہیں۔ اور جوڑ کے معنی بھی آئے ہیں۔ یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

فَوْقَ الْاَعْنَاقِ میں کھوپڑی۔ کنپٹی۔ ناک۔ کان۔ ٹھوڑی۔ جبڑا وغیرہ شامل ہیں۔ بنان میں بدن کے سارے جوڑ آ گئے یعنی انگلیوں کے جوڑ۔ کلائی۔ گھٹنے وغیرہ فوق الاعناق اور بنان پر مارنے سے ضرب کاری پڑتی ہے اور فوراً ہلاک کرتی ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مسلمانوں کو دلیری اور بے باکی کے ساتھ کفار سے لڑنے کی ہدایت کی گئی ہے اور لڑائی کا خاص طریقہ سکھایا ہے۔ اس آیت کے دو حصے ہیں۔

پہلے حصے میں کہا گیا ہے۔ کہ تیرے رب نے اس لڑائی کے لیے خاص تدبیریں کر دی ہیں۔ فرشتوں کو بھیج کر ان کو ہدایت کر دی ہے کہ تمہارا کام مسلمانوں کے دلوں کو قوی کرنا ہے۔ تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دل بڑھاؤ اور شیطان جو وسوسے ڈال کر ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا کر رہا ہے۔ اسے دور کرو۔ اور فتح و نصرت کی خوشخبری دو۔

دوسرے حصے میں مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ میں کافروں کے دل میں تمہارا رعب بٹھائے دیتا ہوں تم بے دھڑک ان کے بدن کے ان حصوں پر وار کرو جس سے وہ فوراً یا تو مر جائیں یا ان کا بدن حرکت کے قابل ہی نہ رہے۔

Marfat.com

فسادیوں کی یہی سزا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے لڑائی ٹھانی اللہ اور اس کے رسول سے اور جو شخص لڑائی ٹھانے اللہ کے اور اس کے رسول کے تو یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے تو تم اس کو ابھی چکھو اور یقیناً کافروں کے لیے عذاب ہے دوزخ کا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

یہ اس واسطے ہے کہ وہ اللہ کے اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے اور جو اللہ کا اور اس کے رسول کا مخالف ہو تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کے لیے عذاب ہے دوزخ کا

شَآقُّوا (خلاف کیا) ماضی ہے اور اس کا مضارع يُشَاقِقُ ہے جو اسی آیت میں موجود ہے۔ ان دونوں ماضی اور مضارع کا مصدر مُشَاقَّة ہے جو شق سے بنا ہے اور اسی سے شقاق بھی بنا ہے جو پارہ الٓمٓ کے آخر رکوع میں آچکا ہے۔ شق اور شقاق کے معنی جدا کر دینے اور جدائی کے ہیں ٹکڑے کر دینا پھاڑ دینا بھی اس کے معنی ہیں۔ مشاقہ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے الگ ہونے کی جد و جہد کرنا۔ مراد یہ ہے کہ جو اللہ سے لڑائی ٹھانے گا اللہ اسے سخت مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

پچھلی آیت میں وعدہ کیا گیا تھا کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ ایمان والوں کی ہمت بڑھائیں اور پھر حکم دیا تھا کہ کافروں کے سروں اور جوڑوں پر مار کرو۔ اس آیت میں اس قدر سختی سے مارنے کی وجہ بتائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے اسے ایمان والو اللہ نے تمہیں ان پر مسلط کر دیا ہے اس واقعہ کی بابت جو احادیث وارد ہیں ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا کوئی وار کسی کافر پر اس لڑائی میں شاذ و نادر ہی خالی گیا ہوگا اور اکثر حملہ کرنے والوں نے بتایا ہے کہ ہم نے مارنے کے لیے ابھی ہاتھ اٹھایا ہی تھا۔ کہ اتنے میں کافر یا اس کا سر زمین پر گر بھی پڑا۔ گویا مارنے کے بجائے مارنے کا اشارہ ہی مخالف کا کام تمام کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس کی وجہ مسلمانوں کا رعب اور فرشتوں کی مدد تھی۔

آگے کافروں سے خطاب ہے کہ یہ تو تمہارے لیے دنیا کی ذلت رسوائی اور مصیبت ہے جو تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تم پر نازل ہوئی ہے چکھو اور اپنے نصیبوں کو روؤ۔ اس کے بعد جب قیامت میں فرمانبرداروں کو انعام ملے گا تو تمہارے لیے حکم ہوگا کہ انہیں کھینچ کر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔ جو کافروں کے لیے ہم نے تیار کر رکھی ہے۔ معاذ اللہ ؕ

Marfat.com

میدان سے مت بھاگو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ

اے ایمان والو جب تم ان سے جا ملو جب تم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ

جن نے کفر کیا لڑنے کو تو پیٹھ ان سے

الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

پھیرو ﴿۱۵﴾ اور جو کوئی ان سے اس دن

دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا

پیٹھ پھیرے مگر یہ کرے داؤ لگانا لڑائی کا یا

اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

جا ملنا فوج میں سو وہ اللہ کے غضب لے

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ

اے ایمان والو جب تم کافروں سے میدان جنگ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ

میں بھڑو تو ان سے پیٹھ مت

الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

پھیرو اور جو کوئی ان سے اس دن

دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا

پیٹھ پھیرے مگر یہ کرے داؤ لگانا لڑائی کا یا

اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

جا ملنا فوج میں سو وہ اللہ کے غضب لے

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے

زَحْف (لڑائی کو) زحف کے معنی لڑنے کے لیے آگے بڑھنا یہاں مراد ہے لڑنے کے ارادے سے آگے بڑھنا۔

مُتَحَرِّف (داؤ گھات کرتے ہوئے) اس کا مصدر تحرّف ہے جو حرف سے بنا ہے۔ حرف کے معنی کنارے اور ایک طرف کے ہیں۔ تحرف کے معنی ہیں۔ اس طرف سے اس طرف ہٹنا۔ یعنی داؤ بدلنے کے لیے آگے پیچھے دائیں بائیں ہٹنا۔ اسی کو پینترا بدلنا بھی کہتے ہیں۔

فِئَة (جماعت۔ گروہ) یہاں اس سے مراد بڑا لشکر ہے یعنی چھوٹی سی جماعت جو بھاگ کر بڑے لشکر میں جا ملے۔

ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب لڑائی ہو رہی ہو۔ اور دونوں فریق آپس میں بھڑنے کے لیے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہوں تو اس موقعہ پر لڑائی سے جان بچا کر موت کے خوف سے بھاگنا نامردی ہے۔ ایسا تم ہرگز مت کرنا کہ لڑائی کے میدان میں خوف کے مارے پیٹھ دکھاؤ اور دشمنوں کے ڈر سے بھاگ جاؤ۔

ارشاد ہے کہ جو اللہ پر ایمان لا چکے ان کو اپنے مخالفوں سے مقابلہ کے وقت ڈر کر بھاگنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ جب لڑائی کرنی ہی پڑ گئی۔ تو مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیئے۔ بھاگنے کے کیا معنی۔ جو شخص ایسے موقعہ پر بھاگے گا وہ گنہ گار ہوگا۔ پیٹھ موڑ کر بھاگنا فقط دو موقعوں پر جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ لڑنے کے وقت کوئی داؤ کیا جائے۔ اور پینترا بدل کر وار کرنا مقصود ہو تو جس طرف چاہے ہٹ سکتا ہے۔ یا چھوٹی سی جماعت ہے اور بڑی جماعت سے مقابلہ آپڑا ہے۔ اور بڑا لشکر کسی قدر دور ہے تو یہ جماعت مقابلہ سے بھاگ کر بڑی جماعت کے اندر پناہ لے سکتی ہے ورنہ اور کسی حالت میں مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں۔ ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ جو بھاگے گا وہ اللہ کے غضب کا سزاوار ہوگا۔ دنیا میں ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کریگا۔ اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو بہت بری جگہ ہے۔

Marfat.com

جو کیا اللہ نے کیا

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪

پس ان کو نہیں قتل کیا تم نے ولیکن اللہ نے ان کو قتل کیا

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور نہیں پھینکا تو نے جب پھینکی تو نے اور لیکن اللہ نے

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ

پھینکا اور تاکہ کرے وہ مومنوں پر اپنی طرف سے

بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

احسان اچھا تحقیق اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

جاننے والا ہے

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠

سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے ان کو مارا

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور تو نے مٹھی بھر خاک جس وقت پھینکی تو تو نے نہیں بلکہ

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ

اللہ نے پھینکی اور تاکہ ایماندار لوگوں پر اپنی

بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

طرف سے خوب احسان کرے بے شک اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

جاننے والا ہے

بَلَاءٌ (آزمائش) اس کے اصلی معنی آزمائش کے ہیں لیکن آزمائش خوشحالی سے بھی ہوتی ہے اور بدحالی سے بھی۔ اس لیے یہ احسان انعام اور مصیبت دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے۔

لِيُبْلِيَ (تاکہ احسان کرے) اس کے پہلے لام ہے اس کے معنی ہیں تاکہ یبلی مضارع کا صیغہ ہے۔ ابلاءٌ سے جو بلاء سے بنا ہے جس کے معنی اوپر بیان ہوئے۔ ابلاءٌ کے معنی ہیں بلا نازل کرنا جس کے معنی یہاں احسان کے ہیں یعنی احسان کرنا۔

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ و حکم سے مسلمانوں کو بدر کے موقعہ پر اپنے سے تگنے کافروں کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا تاکہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور کافروں کو ان مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھ سے شکست دے۔ اس غرض کے لیے اس نے کافروں کے دل میں مسلمانوں کی دہشت بٹھا دی۔ فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافروں پر بے دھڑک وار کرو وہ تم سے آج دبے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی کیا مجال جو کچھ کر سکے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مسلمانوں نے کافروں کو قتل کیا اس لیے کہ اللہ چاہتا تھا کہ وہ قتل ہوں۔ لڑائی جس وقت زور کی ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (بگڑ گئے ان کے چہرے) وہ تک کافروں کے منہ پر لگی اور ان کے دل ٹوٹ گئے۔

ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تم تو کافروں کو کیا قتل کرتے ان کو تو ہم نے قتل کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تو نے خاک کی مٹھی جو کافروں کی طرف پھینکی تھی وہ تو نے نہیں اصل میں اللہ نے پھینکی تھی۔ اور اسی وجہ سے اس کا اثر ایسا ہوا کہ ان کی جان پر بن گئی۔ کیوں کہ اللہ کو منظور تھا کہ اس لڑائی میں مسلمان جیتیں اور ان کو دنیا میں عزت اور غلبہ حاصل ہو۔

Marfat.com

اللہ مومنوں کے ساتھ ہے

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ
یہ تو ہوچکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کردے گا تدبیر
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ
کافروں کی تدبیر اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے
جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ
پاس فیصلہ پہنچ چکا اور اگر باز آؤ تو تمہارے
خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ
لیے بہتر ہے اور اگر پھر یہی کروگے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے
وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ
اور تمہارا جتھا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اگرچہ بہت
كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۲/۱۶
ہو اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے

ذٰلِكُمْ (وہ) اسم اشارہ ہے مخاطب ایک جماعت ہے اس لیے ضمیر جمع مخاطب کُمْ اُس پر اضافہ کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تو ہوچکا ہے اب اس کے آگے اور سنو۔

مُوْهِنُ (سست کرنے والا) اسم فاعل ہے اِیہان سے جو وہن سے بنا ہے۔ وہن کے معنی ضعف سستی۔ ایہان ضعیف کر دینا۔

تَنْتَهُوْا (باز آؤ تم) مضارع کا صیغہ ہے اس کا مصدر اِنتہا ہے جس کے معنی حد پر پہنچ جانا۔ ختم ہو جانا۔ رک جانا۔ یہ نہایۃٌ سے بنا ہے جس کے معنی انجام اور آخر کے ہیں۔

ارشاد ہے کہ تم نے دیکھا اللہ نے کفّار کے سارے منصوبے ملیا میٹ کر دیئے اور جیسے تم نے اس وقت اس کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ دیکھا ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی ان کی تمہارے خلاف سب تدبیریں خاک میں ملا دی جائیں گی۔

آگے کافروں سے خطاب ہے کہ تم فیصلہ چاہتے تھے تو یہ فیصلہ تمہارے سامنے ہے۔ آج تم ذلیل ہوا اور مسلمانوں کو تم پر غلبہ حاصل ہے اور یہ تو اس دنیا کی سزا ہے۔ اس کے بعد جب مر کے دوبارہ اٹھو گے تو وہاں کی سزا الگ بھگتنی پڑے گی۔ اب اگر تم اپنی شیطنت سے باز آجاؤ تو خیر ورنہ اگر پھر شرارت پہ کمر باندھی تو پھر تمہاری اسی طرح خبر لی جائے گی۔ یہ مت سمجھنا کہ تم اپنے حمایتیوں کے بل بوتے پر کودتے پھرو گے وہ اگر بہت زیادہ بھی ہوں تب بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ ادھر یہ یاد رکھو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے اور ان کی مدد کا وعدہ کر چکا ہے ؎

Marfat.com

اللہ اور رسول کی اطاعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو کہنا مانو اللہ کا
وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ
اور اس کے رسول کا اور منہ پھیرو اس سے جب کہ تم
تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
سن چکے ہو اور مت ہو ویسے جنہوں نے
قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾
کہا سنا ہم نے حالانکہ وہ نہیں سنتے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اللہ کا اور اس کے رسول کا
وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ
حکم مانو اور سن کر اس سے مت
تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
پھرو اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے
قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾
کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں

پچھلی آیت میں کافروں سے صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ تمہیں دنیا ہی میں تمہاری سرکشی کا کچھ کچھ مزہ چکھا دیا گیا ہے۔ اب تم اپنی شیطنت سے باز آ جاؤ تو دنیا میں کچھ دن زندگی بسر کر لوگے۔ اور اگر شرارت سے باز نہ آئے تو پھر تمہارے لیے یہی سزا تیار ہے اور آخر میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ اب اس آیت میں مومنوں سے کہا گیا ہے کہ تمہارا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے تاکہ تم اللہ کی اس عنایت کے مستحق بن سکو اور اللہ تمہارا ساتھی اور مددگار ہو۔

ارشاد ہے کہ دیکھو ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے شب و روز پڑھی جاتی ہیں اور تم ان کو سنتے ہو۔ ایسا نہ کرو کہ ان کو سن کر ان سے منہ پھیر لو۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو تمہیں اللہ سے غافل کرنا اور اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے بہکاوے میں آ کر ان آیتوں کی طرف سے منہ مت پھیر لینا۔ کیونکہ اس کے سوا اور کہیں سے تمہیں ہدایت نہیں مل سکتی۔ دیکھو تم سے پہلے ایسی قومیں گذری ہیں بلکہ خود تمہارے اندر بھی ایسے لوگ اس وقت موجود ہیں جو قرآن مجید کو اور رسول کے فرمان کو سن سن کر زبانی تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا لیکن وہ دل سے ان کے خلاف چلنے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز ان جیسے مت بنو۔ یہ لوگ سنتے ہوئے بہرے ہیں۔ انہوں نے دل میں ٹھان لی ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر ہرگز نہ چلیں گے۔ اور قرآن کی آیتوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سن ضرور لیں گے لیکن عمل ان کے خلاف کریں گے یہ لوگ سننے کا اقرار زبانی کر لیتے ہیں لیکن توجہ سے نہیں سنتے۔ اس لیے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے۔ تمہیں ایسا نہ ہونا چاہیئے۔

یہ رکوع شروع سے لے کر آخر تک نہایت قیمتی نصیحتوں سے بھرا ہوا ہے۔ مسلمان اگر ان باتوں پر جو انہیں اس رکوع میں بتائی گئی ہیں۔ سچے دل سے عمل کریں تو وہ دنیا میں کبھی پست اور ذلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ بیش بہا خزانہ ہے جس پر قبضہ رکھنے والے نہ کبھی کسی کے محتاج ہو سکتے ہیں اور نہ کفش بردار۔

Marfat.com

بدترین مخلوق

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ
بے شک بدترین چلنے پھرنے والے نزدیک اللہ کے
الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾
بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے
وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ
اور اگر جانتا اللہ ان میں بھلائی تو ضرور سنا دیتا ان کو
وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۲﴾
اور اگر اب ان کو سنا دے تو بھاگ جائیں درآنحالیکہ وہ منہ پھیرنے والے ہیں

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ
بے شک اللہ کے نزدیک سب جانداروں میں بدتر وہ
الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾
بہرے گونگے ہیں جو سمجھتے نہیں
وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ
اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو ان کو سنا دیتا
وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾
اور اب اگر ان کو سنا دے تو ضرور منہ پھیر کر بھاگیں

دوآب: (چلنے پھرتے) دابۃ کی جمع ہے یہ لفظ سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے ہر جاندار جو چل پھر سکتا ہے دابۃ کہلاتا ہے۔
الصم البکم (بہرے گونگے) الصم اصم کی اور البکم ابکم کی جمع ہے۔ یہ دونوں لفظ سورۃ البقرۃ میں گذر چکے ہیں۔
معرضون (منہ پھیرنے والے) اسم فاعل معرض کی جمع ہے۔ جس کا مصدر اعراض اور مادہ عرض ہے۔ عرض کے معنی کنارے کے ہیں۔ اعراض ایک طرف ہٹ جانا۔

اس سے پہلے ارشاد ہوا تھا کہ تمہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی چاہیئے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جو سنتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ اس آیت میں اسی کو اور زور دے کر بیان کیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب جانداروں میں بدتر وہ جاندار ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے ٹھیک کام جیسا لینا چاہیئے نہیں لیتے اس نے کان اس لیے دیے تھے کہ اچھی باتیں سنیں۔ زبان اس لیے دی تھی کہ اس سے حق کا اظہار کریں اور جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں۔ دل و دماغ اس لیے دیئے تھے کہ جو کچھ سنا اور پوچھا ہے اس سے مفید نتیجے اخذ کریں۔ جن لوگوں نے کان، زبان، عقل اور فکر سے یہ کام نہیں لیے جو ان کے لیے اللہ نے مقرر کیے ہیں وہ بالکل گئے گذرے لوگ ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے تو اچھے بھلے کان دیئے تھے۔ لیکن یہ شخص جان بوجھ کر بہرہ بن گیا۔ زبان دی تھی۔ لیکن گونگا بن گیا۔ اس ڈھٹائی کی وجہ سے ان میں اچھی باتیں سننے سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رہی اس لیے ان کو سنانا بے کار ہے اور ایسی حالت میں اگر سنایا بھی جائے تو سوا اس کے کہ وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیں ان سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔

یہاں سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ انسان جب اپنی اچھی قوتوں کو بیکار کر لیتا ہے۔ اور ان سے ٹھیک کام نہیں لیتا تو اللہ اس کو سیدھی راہ دکھانا چھوڑ دیتا ہے اور اس کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ ایمان والے تو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان توجہ سے سنتے ہیں:

Marfat.com

زندگی کا پیغام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو بات مانو اللہ کی

وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

اور رسول کی جب بلاوے تم کو واسطے اس کے جو زندہ کرے تم کو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ

اور جان لو کہ اللہ حائل ہو جاتا ہے درمیان

الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ

آدمی کے اور اس کے دل کے اور یہ کہ اسی کی طرف

تُحْشَرُوْنَ (۲۴)

تم اکٹھے کئے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ

اے ایمان والو اللہ کا اور اس کے رسول

وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

کا حکم مانو جس وقت وہ تم کو اس کام کے لیے بلاوے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ

جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی کو

الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ

اس کے دل سے روک لیتا ہے اور یہ کہ

تُحْشَرُوْنَ (۲۴)

اسی کے پاس جمع ہوں گے

اسْتَجِيْبُوْا (جواب مانو) استجابۃٌ سے امر کا صیغہ ہے۔ اسی مصدر سے ماضی کا صیغہ استجاب اسی سورت کے پہلے رکوع میں آچکا ہے وہاں دیکھیں۔

يُحْيِيْكُمْ (جلائے تمہیں) یحیٰ مضارع کا صیغہ ہے اس کا مصدر احیاء ہے جس کے معنی جلانا، زندہ کرنا ہیں۔ یہ حیات سے بنا ہے۔

يَحُوْلُ (بیچ میں آجاتا ہے) حول سے مضارع ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں یہاں دو چیزوں کے بیچ میں حائل ہونا مراد ہیں۔

اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا ماننے کے لیے کہا گیا ہے اور یہی معنی اسلام کے ہیں۔ یقیناً اللہ اور رسول انہیں باتوں کا حکم دیتے ہیں جس میں انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے۔ کیونکہ رسول ایسی کسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو اس حکم کے ماننے کے دو نتیجے یقینی ہیں۔ ایک یہ کہ اسے دنیا میں عزت نصیب ہوگی۔ دوسرے یہ کہ آخرت میں ہمیشہ آرام و راحت سے بسر کرے گا اور یہی وہ زندگی ہے جس کی طرف اللہ کا رسول دعوت دیتا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب تم ایمان کا اقرار کر چکے تو اب رسول کے کہنے پر چلے چلو۔ دونوں جہان میں کامیابی یقینی ہے۔ اوّل تو جو وہ کہتے ہیں انسانی عقل بہ آسانی سمجھ سکتی ہے کہ وہی انسان کے لیے بہترین رستہ ہے۔ لیکن اگر کسی کی سمجھ میں اتنی بات نہ آوے تب بھی رسول کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھے اور اپنے سے بہتر عقل والوں کے کہنے سے مان لے کہ یقیناً اسی میں بہتری ہے جو آدمی رسول کے حکم میں پس و پیش کرے گا اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس شک و شبہ کی شامت سے اس کا دل ایمان سے نہ پھر جاوے۔ انسان کا دل سراسر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ جدھر چاہے انسان کا دل پھیر سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شک و شبہ کی شامت سے اللہ تمہارا دل راہ راست سے پھیر دے۔ پھر ایک دن تم سب اس کے سامنے اکٹھے ہو گے اور تمہارے اوپر واضح ہو جائے گا کہ شک و شبہ اور اللہ کے حکم ماننے میں سستی اور کاہلی کس قدر تباہ کرنے والی چیزیں تھیں۔

Marfat.com

کریں تھوڑے بھریں سب

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ
اور بچتے رہو اس فساد سے جو نہ پہنچے گا ان کو
ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے فقط اور جان لو کہ
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
اللہ سخت ہے عذاب دینے میں

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ
اور بچتے رہو اس فساد سے کہ تم میں خاص ظالموں ہی
ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
پر نہیں پڑے گا اور جان لو کہ
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
اللہ کا عذاب سخت ہے

اس آیت میں ایک بڑے کام کی بات بتائی ہے خلاصہ یہ کہ برے کاموں کا وبال فقط کرنے والوں ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں تک پہنچتا ہے اس لیے ان سے بہر حال پرہیز کرنا چاہیئے اس سے ہمیں دو سبق حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ کسی شخص سے نادانی کی بنا پر تنہائی میں کوئی بُرا کام ہو جائے تو اس سے چپکے ہی چپکے توبہ کرے، اللہ سے معافی مانگے اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ کام کبھی نہ کروں گا۔ اگر وہ اپنی توبہ اور آئندہ نہ کرنے کے ارادے میں سچا ہے، تو اللہ اس کو بخش دیگا ایسے کاموں کا کسی سے ذکر نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ سن کر کسی کے دل میں بھی ویسا ہی کام کرنے کا خیال آجائے یا خود اسی کو اقرار کی وجہ سے سزا مل جائے۔ وہ اپنا معاملہ فقط اللہ کے ساتھ رکھے کیونکہ وہی اس کو دیکھ رہا تھا۔

۲۔ کھلم کھلا گناہ سے آپ بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچائے۔ کیونکہ اگر کوئی گناہ کسی کی وجہ سے پھیل گیا تو اس کی سزا سب کو ملے گی۔ اور عذاب آیا تو سب پر آئے گا۔ کرنے والے پر تو اس کے کرتوت کی وجہ سے اور نہ کرنے والوں پر اس لیے کہ انہوں نے اسے روکا کیوں نہیں اس لیے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی برائی نہ کرے اور دوسروں کو بھی روکے

یہاں سے صاف یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ جن لوگوں کا دوسروں پر اثر پڑتا ہو مثلاً ماں باپ، استاد، پیر، قائد، مولوی، واعظ وغیرہ ان کو خاص طور پر گناہوں سے اور بُرے کاموں سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ لوگ وہی کام کریں گے جو انہیں کرتے دیکھیں گے۔ ان کے سمجھانے کا وہ یہ جواب دیں گے کہ آپ بھی تو کرتے ہیں پھر ہمیں کیوں روکتے ہیں۔ اس لیے واعظوں، پیروں، استادوں وغیرہ کو بڑی احتیاط سے زندگی بسر کرنی پڑتی ہے تاکہ لوگ ان کا بہانہ کر کے غلطیوں میں نہ پھنس جائیں۔

اس آیت میں بڑی سخت دھمکی ہے۔ ارشاد ہے کہ دیکھو احتیاط سے چلو ورنہ بُرے کاموں کی وجہ سے عذاب آیا تو کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں اسے بھگتیں گے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ کا عذاب اور اس کی گرفت بڑی سخت ہے، اس لیے ایسا انتظام کرو۔ کہ لوگ برائی کے پاس جاتے ہوئے بھی ڈریں ورنہ تھوڑے لوگوں نے بھی برائی کی تو اس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑے گا۔

جن لوگوں کی وجہ سے بُری رسمیں جاری ہوتی ہیں یا جاری ہونے کا خوف ہوتا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اس آیت کو بار بار پڑھیں ؛

Marfat.com

اللہ کا شکر کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے ضعیف سمجھے جاتے تھے

فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

زمین میں ڈرتے تھے کہ اُچک لے جاویں تم کو

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ

لوگ پس ٹھکانہ دیا تم کو اور طاقت دی تم کو اپنی مدد سے

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ

اور رزق دیا تم کو ستھری چیزوں سے تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ (۲۶)

شکر کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے ملک میں مغلوب پڑے

فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

ہوتے ڈرتے تھے کہ تم کو لوگ اچک لیں پھر اس

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ

نے تم کو ٹھکانہ دیا اور تم کو اپنی مدد سے قوت دی

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ

اور تم کو ستھری چیزیں روزی دی تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ (۲۶)

شکر کرو

مُسْتَضْعَفُوْنَ (کمزور) اِسْتِضْعَاف سے اسم مفعول ہے اور مُسْتَضْعَفٌ کی جمع ہے۔ جو ضعف سے بنا ہے۔ ضعف کمزوری کو کہتے ہیں۔ استضعاف کے معنی ہیں کمزور کر دینا، دبا دینا۔ مستضعف وہ شخص جس کو کمزور کر دیا جائے، یا سمجھا جائے۔

يَتَخَطَّفَ (اُچک لے) تخطف سے مضارع ہے جو خَطْفٌ سے بنا ہے۔ خطف کے معنی ہیں جھپٹا مارنا۔ اچک لینا۔ تخطف کسی چیز کو جھپٹ کر لے جانا جیسے چیل لے جاتی ہے۔

اٰوٰى: ایواء سے ماضی ہے۔ اس کا مادہ و۔ ا۔ ی ہے جس سے مادی بنا ہے جو ایک مشہور لفظ ہے اور ٹھکانے کو کہتے ہیں۔ ایواءٌ کے معنی ہیں کسی کے لیے ٹھکانا مہیا کرنا۔ ٹھہرنے کی جگہ دینا۔

ارشاد ہے کہ اس بات کو ہمیشہ دھیان میں رکھو کہ شروع میں تم کل ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ سامان بھی کچھ تمہارے پاس نہ تھا۔ تمہیں ہر وقت یہ ڈر رہتا تھا کہ اگر یہ لوگ ہم پر پل پڑے تو تکا بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔ اور پنجوں میں دبا دبا کر اڑا لے جائیں گے۔ اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ تمہارے لیے مدینہ میں ایک مضبوط اور مستقل ٹھکانا مقرر کیا اور وہاں کے لوگوں کے دلوں میں تمہاری الفت اور محبت ڈال دی۔ اور انہوں نے تمہیں بھائی بنا کر بلکہ بھائی سے بھی زیادہ عزیز رکھا۔ پھر بدر کے موقعہ پر اپنی خاص مدد بھیج کر تمہیں قوت اور طاقت دی۔ تمہارے دشمنوں کو ہمیشہ کے لیے زیر کر دیا۔ ان کا مال غنیمت اور فدیہ کی شکل میں تمہیں دلوایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال ستھری چیزیں عطا کیں اور اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

قرآن مجید میں ان سب باتوں کو ہمیشہ کے لیے درج کرنے سے مطلب یہ ہے کہ مسلمان انہیں ہر وقت یاد رکھیں اور اللہ کے شکر گزار بندے بنے رہیں اور ہمیشہ اس کے حکم پر چلیں۔

Marfat.com

خیانت مت کرو (۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خیانت مت کرو اللہ
وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ
اور رسول کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں حالانکہ تم
تَعْلَمُوْنَ (۲۷) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ
جانتے ہو اور جان لو حقیقت یہ ہے کہ تمہارے مال
وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ
اور تمہاری اولاد خرابی کا باعث ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس
اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۸) ع
ثواب ہے بڑا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اللہ اور رسول کی خیانت مت کرو اور آپس کی
وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ
امانتوں میں خیانت مت کرو حالانکہ تم
تَعْلَمُوْنَ (۲۷) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ
جانتے ہو اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد
وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ
خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے
اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۸) ع ۹
پاس بڑا ثواب ہے

لَا تَخُوْنُوْا مت خیانت کرو۔ نہی کا صیغہ ہے جو خونٌ سے بنا ہے اور اسی سے لفظ خیانت نکلا ہے۔ جو عام طور پر مستعمل ہے دوسری جگہ فقط تَخُوْنُوْا آیا ہے۔ لیکن وہی لا جو پہلے تخونوا پر ہے۔ یہاں بھی لگے گا۔ دونوں جگہ اس کے معنی خیانت مت کرو ہیں۔ خیانت کا مفہوم ہے اپنے ذمہ کو پورے طور پر نہ ادا کرنا۔ اپنے فرض میں کوتاہی کرنا۔

اَمٰنٰتِ: امانت کی جمع ہے۔ سورۃ النساء میں یہ لفظ گذر چکا ہے۔ جہاں حکم دیا تھا کہ امانتیں ان کے مستحقوں کو ادا کرو۔ امانت ہر وہ چیز یا بات ہے جو کسی کے ذمہ میں ڈال دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ جب موقعہ آئے تو اس کو جوں کی توں جسے دینا چاہیئے دے دینا یا پوری کر دینا۔

فِتْنَةٌ: ہر چیز، بات یا عادت جو کسی خرابی کا باعث ہو فتنہ ہے۔ اس سے اس طرح کام لینا چاہیئے کہ اس کی خرابی سے بچ کر اس کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

یہ آیت اسلام کے تمام تمدنی قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اس میں دو باتوں کی ہدایت ہے:

پہلی یہ ہے کہ قانون کی ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے پیروی کرو۔ ظاہری و باطنی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے سامنے کوئی کام نہ کرو جس میں قانونی گرفت ہو۔ باطنی پیروی یہ ہے کہ تنہائی میں بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جس کی قانون اجازت نہیں دیتا۔ قانون کی باطنی پیروی کو اس آیت کے پہلے حصہ میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اور رسول کی خیانت مت کرو اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دین اسلام کے قانون اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں اور وہ ہر وقت تمہارے ہر کام کو دیکھتا ہے اور تنہائی میں بھی وہ تمہارے ساتھ ہے اس لیے اس کے احکام کے خلاف تنہائی میں بھی کچھ نہ کرو۔ ورنہ پکڑے جاؤ گے۔ دوسرے حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قانون کی ظاہری پابندی احتیاط کے ساتھ کرو کسی کا حق مت دباؤ۔ ہر چیز یا کام اسی کے سپرد کرو جس کا وہ مستحق ہے۔

Marfat.com

خیانت مت کرو (ب)

جب قانون کا احترام کرنا سیکھ لیا۔ اور اللہ رسول کے حکم کو تسلیم کر لیا۔ تو پھر ادھر خیال کرنا چاہیئے کہ امانت میں خیانت نہ ہو۔ اگر امانت اور خیانت کے معنوں پر جو اوپر بیان کیے گئے غور کر لیا گیا ہے۔ تو اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ امانت انسان کی وہ صفت ہے جس سے ایک دوسرے کے اوپر اعتماد اور بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کو دوسرے کی بابت یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مجھے کبھی دھوکا نہ دے گا اور میرے ساتھ برائی نہ کریگا نہ میرے سامنے اور نہ میرے پیٹھ پیچھے۔ اکٹھے رہنے میں ہر ایک انسان کا یہ پہلا فرض ہے کہ دوسرے کے دلوں میں اپنے اوپر اعتماد کرنے کا جذبہ پیدا کرے یعنی لوگوں میں اپنا اعتبار قائم کرے جس شخص کا اللہ پر اور رسول پر ایمان ہوگا اور ظاہر اور باطن دونوں میں اس کے احکام کی پابندی خلوص کے ساتھ سچے دل سے کرے گا۔ عمل کے اندر دین کی شرع یعنی مقرر کیے ہوئے قانون کا خیال لازمی طور پر ہوگا۔ اور دل کے اندر اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر برائی کے منصوبوں اور بُرے خیالات تک سے بچے گا اسے اپنی امانت کا خیال لازمی طور پر ہوگا۔ شرع کی پابندی کا نام دین ہے۔ دین کو قبول کرتے ہی آدمی نے اللہ سے عہد کر لیا کہ میں دل و جان سے آپ کے حکموں کی تعمیل کروں گا۔ جو آدمی اپنے دیندار ہونے کا اقرار کرے لیکن اس کو یہ احساس نہ ہو کہ اس اقرار کے ساتھ اس نے اللہ سے اس کے حکم پر دار ہونے کا عہد بھی کر لیا ہے۔ وہ حقیقت میں دیندار نہیں کیونکہ دیندار کو ساتھ ہی اس عہد کا احساس ہونا ضروری ہے۔ دین کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس طرح رہو کہ لوگ تمہارا ہر وقت، ہر کام میں اعتبار کریں اور اس سے بالکل بے خوف ہو جائیں کہ تم انہیں کسی وقت دھوکا دے سکتے ہو۔ یہ ایمان کی نشانی ہے اور جو شخص اس طرح رہتا ہے وہ ایماندار ہے یہ اعتبار کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ اس طرح کہ آدمی جان بوجھ کر امانت میں خیانت کبھی نہ کرے ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ امانت کسے کہتے ہیں اور اس میں خیانت کس طرح ہوتی ہے۔

۱۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر رہے تو یہ دوسرا آدمی اس سے توقع رکھتا ہے کہ یہ مجھے نہ ستائے گا نہ دھوکا دے گا۔ اور نہ میری بابت سنی سنائی باتوں کا یقین کرے گا۔ جب تک اسے تجربہ سے نہ معلوم ہو جائے کہ میں واقعی بُرا ہوں۔ اس دوسرے شخص کی یہ توقع پہلے شخص کے پاس ایک امانت ہے اگر وہ اس توقع کے خلاف کام کرے گا تو خیانت کا مرتکب ہوگا۔

۲۔ سوسائٹی ہر شخص سے توقع کرتی ہے کہ وہ کسی کام کے لیے انتخاب کے وقت اسی شخص کے حق میں ووٹ دے گا جسے وہ سچ مچ اس کام کے کرنے کا اہل سمجھتا ہے اگر اس توقع کو کوئی پورا نہ کرے گا تو وہ خیانت کا مجرم ہوگا۔

۳۔ ہر شخص سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ عدل و انصاف کے وقت اپنے مال اولاد تک کا لحاظ نہ کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ امانت میں خیانت کا باعث مال کی طمع یا اولاد کی محبت ہے۔ اس محبت کو اپنی کوشش سے اس کا باعث نہ ہونے دو۔ اللہ اس کا تمہیں بڑا اجر دے گا۔ تم دنیا میں بھی باعزت رہو گے۔ اور آخرت میں بھی فلاح کو پہنچو گے۔

Marfat.com

تمام مشکلات کا حل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے
يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
تو وہ تمہارے لیے فیصلہ اور ممتاز کر دے گا تم سے تمہارے گناہ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۲۹)
اور بخش دے گا تم کو اور اللہ مالک ہے فضل عظیم کا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے
يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
تو وہ تم میں فیصلہ کر دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۲۹)
اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ
اور جب سوچتے تھے تیرے بارے وہ جنہوں نے کفر کیا کہ قید کر دیں تجھ کو
اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ
یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ سوچتے ہیں اور سوچتا ہے
اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (۳۰)
اللہ اور اللہ بہتر ہے سوچنے والوں میں

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ
اور جب تدبیر کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا
يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ
مار ڈالیں یا نکال دیں وہ تدبیر کرتے تھے اور اللہ بھی
اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (۳۰)
تدبیر کرتا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کرنے اور امانتوں میں خیانت کرنے سے روکا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ مال اور اولاد کی بے جا محبت انسان کو خیانت پہ آمادہ کرتی ہے۔ مال اور اولاد کی پروا اتنی مت کرو کہ وہ تمہیں مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کرنے سے روک دیں۔ اس آیت میں اسی کا مختصر خلاصہ ہے۔ گویا ساری پہلی نصیحتوں کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو یعنی تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جو خیانت، دغا اور فریب سے بچے اور یہی باتیں ہیں جن سے بچنے کے لیے پہلے سے کہا جا رہا ہے۔ تقویٰ سے تمہیں یہ فائدے حاصل ہوں گے کہ اللہ تمہیں نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت عطا فرمائے گا جس کا نام فرقان ہے۔ تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کا بُرا اثر تم پہ نہیں ہونے دے گا اور ان پر گرفت بھی نہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ بڑا فیاض ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے۔

اس سے آگے کی آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول وہ وقت یاد کرو جب ہجرت سے پہلے کفار تجھے قید کرنے، قتل کرنے یا نکال دینے کا ارادہ کر رہے تھے۔ لیکن ادھر وہ اپنی تدبیروں میں مصروف تھے اور ادھر اللہ عزوجل اپنی تدبیریں کر رہا تھا۔ آخر اللہ کی تدبیر غالب آئی اللہ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ان احسانات کے یاد دلانے سے یہ مقصود ہے کہ جب اللہ کی تدبیر سب پر غالب ہے تو پھر اوروں سے ڈرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔ اسی کے حکم کو سامنے رکھنا چاہیئے اور سوا اس کے کسی سے نہ ڈرنا چاہیئے ؛

Marfat.com

ضد کی انتہا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

اور جب پڑھی جائیں ان پر ہماری آیتیں تو کہتے ہیں اچھا

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ

سُن لیا اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ہمی جیسی

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

نہیں یہ مگر قصے پہلے لوگوں کے

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا

اور جب کہنے لگیں اے اللہ اگر ہے یہی

هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ

فقط سچا دین تیری طرف سے تو برسا

عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا

ہم پر پتھر آسمان سے یا لے آ ہم پر

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

عذاب دکھ دینے والا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

اور جب ان پر کوئی ہماری آیتیں پڑھے کہیں ہم

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ

سن چکے اگر ہم چاہیں تو ایسا ہم بھی کہہ لیں یہ تو

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

کچھ بھی نہیں مگر اگلوں کے افسانے ہیں

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا

اور جب وہ کہنے لگے کہ اے اللہ تیری طرف سے

هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ

یہی سچا دین ہے تو ہم پر آسمان سے

عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا

پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

دردناک عذاب لے آ

اَسَاطِيْرُ (قصے) اسطورۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لکھی ہوئی چیز۔ کہانی۔ یہ سطر سے بنا ہے۔

اس آیت میں کافروں کی ایک اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ تم نے دیکھا۔ جب ان کافروں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو بے پروائی سے کہتے ہیں۔ بس سن لیا کہ ان میں دھرا کیا ہے۔ نرے اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں جوڑ کر لکھ لی ہیں۔ ہم بھی لکھنے بیٹھیں تو لکھ لیں۔ اس کا جواب مکی اور مدنی سورتوں میں بار بار دیا گیا ہے کہ تم پوری کتاب تو کیا لکھو گے دس سورتیں ہی اس جیسی بنا لاؤ۔ اس کے بعد کہا۔ اچھا دس نہیں تو ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ لیکن وہ نہ لا سکے اور عملی جواب جنگ بدر میں مل گیا۔ اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں ایسی قوت کا سرچشمہ ہے جس کے آگے کوئی سر اٹھا ہی نہیں سکتا۔

اس کے بعد وہ کہنے لگے۔ اے اللہ اگر یہی دین سچا ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی سخت دکھ دینے والا عذاب نازل کر۔ کافروں کی اس دعا سے ان کی انتہائی ضد تو ظاہر ہی ہے۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی سخت دعا مانگ کر وہ مسلمانوں کو بھی متاثر کرنا چاہتے تھے۔

Marfat.com

عذاب نہ آنے کی وجہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ
اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب کرے انکو جب تک تو
وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ
اور نہیں ہے اللہ عذاب کرنے والا ان کو جب تک وہ
يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ
استغفار کریں گے اور کیا ہے ان کو کہ نہ عذاب کرے
اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ
اللہ جب وہ روکتے ہیں
الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ
مسجد
حرام سے حالانکہ نہیں وہ اس کے والی وارث نہیں
اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ
اس کے والی وارث مگر اللہ سے ڈرنے والے لیکن
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾
اکثر ان میں سے نہیں جانتے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ
اور اللہ ان کو ہرگز عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے
وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ
اور ان کو اللہ ہرگز عذاب نہ کرے گا جب تک وہ
يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ
معافی مانگتے رہیں گے اور ان میں کیا ہے کہ اللہ ان کو
اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ
عذاب نہ کرے اور وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں
الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ
حالانکہ وہ اس کے والی وارث نہیں۔ اس کے
اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ
والی وارث تو فقط پرہیزگار ہیں لیکن
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾
ان میں سے اکثر کو اس کی خبر نہیں

ارشاد ہے کہ عذاب وہ وجہ سے رُکا ہُوا ہے۔ ورنہ یہ تو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کبھی کے عذاب کے مستحق ہو چکے تھے ایک تو یہ وجہ ہے کہ پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان میں موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نہ بھیجا۔ پہلے اپنے رسول کو ان میں نکال لیا تب عذاب بھیجا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں توبہ استغفار کی آواز بلند ہے۔ کیوں کہ مسلمان ان میں ملے جلے ہیں۔ اور وہ اللہ سے اس کی مغفرت اور رحمت طلب کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں بھیجتا۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ سب کام ایسے ہی کر رہے ہیں جن سے ان پر عذاب آنا لازم ہے ذرا دیکھو تو یہ لوگ مسجد حرام پر ناجائز قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اس سے بڑھ کر سوسائٹی کے لیے کوئی برائی نہیں ہو سکتی کہ ایک انسان دوسرے کا حق چھین لے اس کے اور تکلیف کا کچھ خیال نہ کرے صرف اپنی بڑائی اور اقتدار جمانے کی کوشش میں لگا رہے ان لوگوں کا بھلا مسجد حرام سے کیا کام، مسجد حرام اللہ کی عبادت کی ایک مقدس جگہ ہے۔ اس پر صرف انہیں لوگوں کا قبضہ اور اختیار ہونا چاہیئے۔ جو اللہ کو مانتے ہیں اور اس کی سزا خوف سے دنیا میں احتیاط سے بچ بچ کر چلتے ہیں۔ عبادت صرف معبود کو راضی اور خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ انسان آپ مقرر نہیں کر سکتا۔ یہ خود معبود ہی بتا سکتا ہے کہ میں ان باتوں سے خوش ہوتا ہوں اور ان باتوں سے ناراض۔ اس سے ظاہر ہے کہ معبود دانا، بینا اور بولنے والا ہونا چاہیئے آگے ان کے غلط طریقہ عبادت کا بیان ہے ؛

Marfat.com

مال کا غلط خرچ

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

اور نہ تھی نماز ان کی نزدیک کعبہ کے مگر سیٹیاں اور تالیاں پس چکھو تم عذاب بدلے اس کے کہ

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں تھی مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا سو عذاب چکھو بدلے اپنے

تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

تھے تم کفر کرتے تحقیق جنہوں نے کفر کیا

يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ

وہ خرچ کرتے ہیں مال اپنے تاکہ روکیں

سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ

اللہ کے راستے سے سو وہ خرچ کریں گے پھر ہو جاوے گا وہ

عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ

ان کے لیے حسرت پھر وہ مغلوب ہوں گے اور جنہوں نے

كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿۳۶﴾

کفر کیا طرف جہنم کے اکٹھے کیے جائیں گے

مُكَاءً: سیٹی بجانا، مصدر ہے جس کے معنی منہ سے سیٹی بجانا ہیں۔

تَصْدِيَةً: تالی بجانا، صدیٰ سے بنا ہے جس کے اصلی معنی گونج کے ہیں یہاں اس سے مراد ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنا۔

پچھلی آیتوں میں کہا گیا کہ ان کے بُرے کاموں کی وجہ سے عذاب ان کے سر منڈلا رہا ہے۔ فقط اس وجہ سے بچے ہوئے ہیں کہ ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی استغفار کی آواز گونجتی رہتی ہے۔ عبادت کرنا یہ نہیں جانتے۔ معبود سے یہ واقف نہیں۔ عبادت اس کا نام رکھا ہے کہ جمع ہو کر سیٹیاں تالیاں بجائیں۔ دوسرے اس کا پتہ ہی نہیں کہ عبادت معبود کے خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے نہ اپنے خوش کرنے کے لیے۔ اس کفر و الحاد کی وجہ سے ان کو سخت عذاب چکھنا پڑے گا۔

آگے کی آیت میں کافروں کی ایک اور غلطی کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مال اور دولت اور سامان حرب ہی ایسی چیزیں ہیں جو لڑائی میں کامیاب کرتی ہیں۔ ارشاد ہے کہ مال کے خرچ کرنے سے کیا ہوگا۔ خرچ کیے جاؤ گے لیکن آخر سوا پشیمانی کے کچھ پلے نہ پڑے گا۔ تمہارا مال کچھ نہ کر سکے گا۔ تمہیں شکست ہوگی اور اگر پھر بھی ہوش ٹھکانے نہ آئے اور اسلام قبول نہ کیا۔ تو پھر سب کو اکٹھا کر کے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا:

Marfat.com

اچھّے کو بُرے سے الگ کرنا

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
تاکہ جدا کردے اللہ ناپاک کو ستھرے سے
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ
اور کردے گندے کو ایک کو دوسرے پر
فَيَرْكُمَهٗ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهٗ فِي جَهَنَّمَ ؕ
پھر ایک ڈھیر بنادے سب کا اکٹھا پھر کردے ان کو جہنّم میں
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع

وہ لوگ وہی ہیں جو ٹوٹے میں ہیں

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کردے
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ
اور ناپاک کو ایک دوسرے کے اوپر رکھے
فَيَرْكُمَهٗ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهٗ فِي جَهَنَّمَ ؕ
پھر اس کو اکٹھا کرکے ایک ڈھیر بنادے پھر اس کو دوزخ میں ڈالے
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۹

وہی لوگ ہیں جو نقصان میں ہیں

لِيَمِيزَ (جدا کردے) مضارع کا صیغہ ہے مَیْزٌ سے۔ میز کے معنی الگ الگ کر دینے کے ہیں۔ اسی مادہ سے تمیز ممتاز وغیرہ لفظ بنے ہیں۔

يَرْكُمَ: (اکٹھا کردے) رکمٌ سے مضارع ہے۔ رکمٌ کے معنی بکھری ہوئی چیزوں کو اکٹھا کر دینا ہیں۔

اس سے پہلے بیان ہوا کہ کافر اس کوشش میں لگے رہیں گے کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکیں۔ اس کے لیے وہ اپنا جان و مال سب کچھ صرف کردیں گے لیکن وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ دنیا میں اچھے بُرے سبھی طرح کے لوگ ہیں اور وہ اپنی سی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے لیے اپنے رسول بھیجتا ہے وہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیتے ہیں۔ کہ یہ مفید ہیں۔ یہ نکمّے ہیں۔ یہ باتیں اچھی ہیں۔ یہ بری ہیں۔ بری عادتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنی عادتیں بدلنی نہیں چاہتے اور اچھے لوگوں کو اور ان کی باتوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن جب موقعہ آتا ہے اور اچھوں اور بروں کا ڈٹ کر مقابلہ ہوتا ہے۔ تو اللہ اچھوں کی مدد کرتا ہے اور بروں کو نیچا دکھاتا ہے۔ وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور اللہ کا بول بالا ہو جاتا ہے۔ اچھوں اور بروں میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مکّہ معظّمہ کے لوگوں کے ساتھ یہی ہوا۔ ان کے اندر اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ کافروں نے اسے دبانے کی کوشش کی۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا اور کافروں سے ان کا کھلم کھلا مقابلہ کرادیا۔ ان سب سے مقصد کیا تھا۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ کو یہ منظور تھا کہ بدطینت ناپاک لوگوں کو ستھرے اور پاک لوگوں سے جدا کردے۔ اور جب اچھے لوگ بروں سے چھٹ کر علیحدہ ہو جائیں تو بروں کو اکٹھا کرکے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر لکڑیوں کا گٹھا بنائے اور سب کو اٹھا کر ایک دم جہنّم میں جھونک دے۔ تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ انہوں نے نیک لوگوں کی مخالفت کرکے سراسر نقصان ہی نقصان اٹھایا۔ دنیا میں ذلّت و رسوائی پلّے پڑی اور آخرت میں دوزخ نصیب ہوئی سو الگ۔ اس سے زیادہ نقصان اور کیا ہوگا۔

Marfat.com

اللہ کا دستور

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ
کہہ دے ان سے جو کافر ہوئے اگر باز آجاؤ معاف کر دیا جائے تمہارے لیے
مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ
جو گذر چکا اور اگر پھر وہی کرو تو جاری ہو چکا ہے
سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى
طریقہ پہلے لوگوں کا اور لڑو ان سے یہاں تک
لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ
نہ رہے فساد اور ہو جائے دین سب
لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا
اللہ کا پس اگر باز آجائیں تو تحقیق اللہ اس کو جو
يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا
وہ کرتے ہیں دیکھنے والا ہے اور اگر منہ موڑیں تو جان لو
اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى
کہ اللہ تمہارا ساتھی ہے اچھا ساتھی ہے وہ
وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾
اور اچھا مددگار

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ
تو کافروں سے کہہ دے کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ ہو چکا
مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ
وہ ان کو معاف کر دیا جائیگا اور اگر پھر وہی کریں گے تو پڑ چکا
سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى
ہے پہلے لوگوں کا راستہ اور ان سے لڑتے رہو یہاں
لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ
تک کہ فساد نہ رہے اور حکم سب کا سب اللہ کا
لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا
ہو جاوے پھر اگر وہ باز آجاویں تو اللہ ان کے کام کو جو
يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا
وہ کرتے ہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو
اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى
کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے
وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾
اور کیا خوب مددگار

فِتْنَةٌ: (فساد) اس لفظ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ یہاں اس سے مراد دنگا و فساد ہے۔

دِيْنٌ وَحُكْمٌ: دین کے بہت سے معنی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہ لفظ سورۂ فاتحہ میں اور کئی جگہ بعد میں آچکا ہے۔ وہاں موقعہ کے مناسب اس کے معنی لیے گئے ہیں یہاں اس سے مراد چال چلن کا طریقہ ہے جو بڑے لوگوں کے اثر سے قائم ہو جاتا ہے۔ یہاں کہنا یہ ہے کہ آدمی کے چال چلن کا طریقہ وہی ہو جائے جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور جس پر چلنے کا حکم دیا ہے اور کسی کے کہنے پر نہ چلے۔

ارشاد ہے کہ ان کافروں سے کہہ دے کہ تم شیطنت سے باز آجاؤ تو تمہاری پچھلی ناسزا باتیں ساری معاف کر دی جائیں گی۔ لیکن اگر تم نے پھر سر اٹھایا تو یاد رکھو تو پھر وہی سزا ملے گی جس کا تم مزہ چکھ چکے ہو۔ مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم ان سے لڑنے کے لیے اس وقت تک پورے طور پر تیار رہو۔ جب تک یہ فتنہ و فساد پر آمادہ رہیں اور ان کا چال چلن بالکل اسی طرح کا نہ ہو جائے جس کا طریقہ اللہ نے خود مقرر کر دیا ہے اگر وہ مان جائیں تو ان کو کچھ نہ کہو اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ اگر نہ مانیں تو ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تمہارا ساتھی اور مددگار ہے اور اس سے بہتر ساتھی اور مددگار کوئی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

تقسیم غنیمت

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ
اور جان رکھو کہ جو کچھ غنیمت تم نے کسی چیز سے پس تحقیق
لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی
یہ کہ پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لیے اور قرابت داروں اور یتیموں کے لیے
وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ
اور محتاجوں کے لیے اور مسافروں کے لیے اگر ہو تم
اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا
ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر
یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ
فیصلہ کے دن جس دن مل گئیں دو فوجیں
وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾
اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ
اور جان رکھو کہ جو تم کو کسی چیز سے غنیمت ملے سو اس کا
لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی
پانچواں حصہ اللہ کے واسطے اور رسول کے واسطے اور قرابت والوں اور یتیموں
وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ
اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ہے اگر تم کو
اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا
اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر
یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ
فیصلہ کے دن آری جس دن دونوں فوجیں بھڑ گئیں
وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

الْفُرْقَان : فیصلہ، یہ فرق سے بنا ہے جس کے معنی جدائی کے ہیں۔ فرقان کے معنی وہ چیز جس سے دو حریفوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے یہاں یہ فیصلہ جنگ بدر کے ذریعہ ہوا اس لیے اس سے مراد جنگ بدر ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے جو کفار سے لڑ کر ہاتھ آئے۔ پانچواں حصہ اللہ کے نام کا نکال دو۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور تم کو یقین ہے کہ بدر کی لڑائی میں فتح پانا تمہارے بس کا نہ تھا۔ وہ تو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اس کے خاص بندے ہیں خاص مدد کی اور لڑائی کے دوران میں انہیں تسلی دی اور اطمینان بخشا۔ فرشتے مدد کے لیے بھیجے۔ تو فتح نصیب ہوئی۔ اس کا یقین کرتے ہوئے پانچواں حصہ اللہ کے نام کا نکال دینا کچھ مشکل نہیں۔ اس پانچویں حصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس طرح خرچ کریں گے:

(۱) اپنی ذات پر (۲) اپنے قرابت داروں، بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب پر جنہوں نے شروع میں آپ کا ساتھ دیا اور جن کو زکوٰۃ لینا حرام ہے (۳) یتیموں پر (۴) محتاجوں پر (۵) مسافروں پر۔

باقی کے چار حصے لشکر میں تقسیم کیے جائیں گے۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا حصہ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ نہیں رہا۔ فقط یتیم۔ محتاج۔ مسکین ہی حق دار رہ گئے۔ علمائے کرام کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت میں سے کچھ حصہ خانہ کعبہ کے لیے نکالتے تھے۔ ان کی رائے ہے کہ جو کعبہ سے دور رہتے ہیں انہیں کچھ حصہ اپنی مسجدوں کے لیے نکالنا چاہیے:

Marfat.com

جنگ بدر اللہ کو منظور تھی

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ
جب تم تھے اس کنارے پر جو قریب تھا اور وہ اس کنارے پر
الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ
جو دور تھا اور قافلہ نیچے کی طرف تم سے اور اگر وعدہ کرتے
لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا
تو اختلاف کرتے مقرر وقت پر پہنچنے میں لیکن تاکہ پورا کرے اللہ ایک کام
كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ
جو تھا کیے جانے والا تاکہ مرے جو مرے حق
بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَ
پہچان کر اور جیے جو جیے حق پہچان کر اور
اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾
بے شک اللہ البتہ سننے والا ہے جاننے والا ہے

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ
جس وقت تم ادھر والے کنارے پر تھے اور وہ پرلے کنارے
الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ
پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا اور اگر تم آپس میں وعدہ
لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا
کرتے تو وعدہ پر ایک ساتھ نہ پہنچتے لیکن اللہ کو ایک کام ہو کر رہنا تھا
كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ
تھا کر ڈالنا تھا تاکہ جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد
بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَ
مرے اور جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد جیے اور
اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾
بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے

(عدوۃ کنارہ) اس کا مادہ ع۔ د۔ و ہے جس کے معنی دوڑنے، حد سے نکل جانے کے ہیں۔ عدوان، عداوۃ وغیرہ اسی سے ہیں۔ اس کے معنی اس جگہ کے ہیں جو فاصلہ پر ہو۔

الدنیا (قریب) اس کا مادہ د۔ ن۔ و ہے جس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں۔ دنیا، ادنیٰ کی مؤنث ہے دونوں کے معنی قریب کے ہیں۔

القصوٰی (دور) اس کا مادہ ق۔ ص۔ و ہے جس کے معنی دور رہنے کے ہیں۔ قصویٰ، اقصیٰ کا مؤنث ہے دونوں کے معنی دور کے ہیں۔

بینۃ (واضح دلیل) صفت کا صیغہ ہے اور بین کی مؤنث ہے مادہ ب۔ ی۔ ن ہے جس سے بیان، تبیان وغیرہ بنے ہیں۔

بینۃ کے معنی روشن دلیل اور حجت کے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ حق پر ایسی دلیل اور حجت قائم ہو جاوے کہ کسی کو شبہ کی گنجائش نہ رہے

جنگ بدر میں مسلمان اس جانب تھے جو مدینہ کے قریب تھی اور کفار مکہ اس جگہ تھے جو مدینہ سے دور تھی۔ اور قریش کا تجارتی قافلہ اس مقام سے نیچے کی طرف اتر کر سمندر کے کنارے مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ اسی قافلہ کے مال پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے مسلمان مدینہ سے نکلے تھے وہ تو بچ نکلا۔ لیکن کفار مکہ سے جو اس کے بچانے کے لیے آئے تھے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اس آیت میں بدر کے مقام پر دونوں جماعتوں اور قافلہ کی جگہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مسلمان بدر کے میدان کے اس کنارے پر تھے، جو مدینہ سے قریب تھا۔ کفار ان کے سامنے اس کنارے پر ڈٹے ہوئے تھے جو مدینہ سے دور تھا۔ اور قافلہ ان دونوں گروہوں سے گذر کر کافروں کے لشکر کے پیچھے محفوظ مقام پر دوسری وادی میں پہنچ چکا تھا۔ اس طرح کفار مسلمانوں اور قافلہ کے بیچ میں تھے۔ ارشاد ہے کہ یہ سارا نقشہ جنگ اللہ کی مرضی سے قائم ہو گیا کیونکہ اللہ کو منظور تھا کہ اس دن مقام بدر پر حق اور باطل صاف صاف ظاہر ہو جائیں اور دنیا جان لے کہ مسلمان حق پر تھے اور کفار باطل پر۔

Marfat.com

لڑائی کے سامان

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ

جب دکھایا تجھے ان کو اللہ نے تیرے خواب میں تھوڑا اور اگر

اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ

دکھاتا تجھے ان کو بہت تو بزدلی کرتے تم اور جھگڑتے

فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

میں معاملہ میں اور لیکن اللہ نے محفوظ رکھا تحقیق وہ جاننے والا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۴۳)

دلوں کی بات

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ

جب اللہ نے دکھایا تجھ کو تیرے خواب میں تھوڑے دکھائے اور وہ

اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ

اگر تجھ کو بہت دکھا دیتا تو تم لوگ بزدلی دکھاتے اور جھگڑا ڈالتے

فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا اس کو خوب معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۴۳)

جی کی بات ہے

فَشِلْتُمْ: نامردی کرتے تم، ماضی کا صیغہ ہے۔ فشل کے معنی ہیں ڈھیلا پڑ جانا۔ کام کے وقت سستی دکھانا۔

تَنَازَعْتُمْ: جھگڑتے، ماضی کا صیغہ ہے تنازع سے۔ جو نزع سے بنا ہے۔ نزع کے معنی ہیں کھینچنا۔ تنازع چھینا جھپٹی۔ باہمی جھگڑا۔ مراد یہ ہے کہ تم آپس میں جھگڑنے لگتے۔

اَمْرِ: کے بہت سے معنی ہیں۔ یہاں اس سے مراد وہ کام ہے جو اس وقت درپیش تھا۔ یعنی کافروں سے لڑنا۔

ذَاتُ الصُّدُوْرِ: ذات کے معنی ہیں والا۔ صدور، صدر کی جمع ہے۔ سینہ کو کہتے ہیں۔ سینہ میں دل ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے مراد یہاں دل ہے۔ ذات الصدور دلوں والی۔ یعنی وہ باتیں جو لوگوں کے دلوں میں آتی ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کو منظور یہی تھا۔ کہ تمہاری کفار سے جھڑپ ہو اور تم ان کو نیچا دکھاؤ۔ کیونکہ اللہ سب کی مصلحتوں سے واقف ہے۔ اس نے اپنے رسول (علیہ السلام) کو خواب میں دکھایا۔ کہ کافروں کی تعداد جن سے مسلمانوں کو مقابلہ کرنا پڑے گا، تھوڑی سی ہے۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ مسلمانوں کی ہمت بندھی رہے۔ اور ارادوں میں کمزوری اور سستی نہ آنے پائے۔ اگر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھتے کہ کفار کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ واقعی تھی بھی اور لوگ آپ کا یہ خواب سنتے تو ان کی ہمتیں ٹوٹ جاتیں اور ارادے پست ہو جاتے۔ کوئی کہتا کہ ہم لوگ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں باہر نکلنا ٹھیک نہیں۔ کوئی کہتا نہیں چلنا چاہیئے۔ جب آپس میں کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہو جائے تو وہ کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ اللہ نے ان کے بچانے اور محفوظ رکھنے کا سامان کر دیا۔

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ کفار تھوڑے سے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ گو دیکھنے میں زیادہ ہے۔ لیکن یہ تعداد بے کار ہے۔ کیوں کہ ان کو ایسی ہی بری طرح شکست ہوگی۔ جو تھوڑے آدمیوں کو ہوا کرتی ہے ؛

Marfat.com

وقت پر تدبیر

وَ اِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِكُمْ
اور جب دکھائی تم کو وہ فوج جب ملے تم تمہاری آنکھوں میں
قَلِیْلًا وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ
تھوڑی اور تھوڑا دکھایا تم کو ان کی آنکھوں میں تاکہ پورا کرے
اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ
اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا اور اللہ کی طرف
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع
لوٹتے ہیں سب کام

وَاِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِكُمْ
اور جب مقابلہ کے وقت تم کو وہ فوج تمہاری آنکھوں میں تھوڑی
قَلِیْلًا وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ
دکھائی اور تم کو ان کی آنکھوں میں تھوڑا دکھایا تاکہ اللہ ایک
اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ
کام جو مقرر ہو چکا تھا کر ڈالے اور اللہ
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع
تک پہنچتا ہے

اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ بدر پر لڑائی ہو۔ کیوں کہ اس کے ہاں اس کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اسلام کا بول بالا کرنا ہے اور کافروں کو نیچا دکھانا ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو یہ سبق بھی دینا تھا کہ تعداد کی زیادتی ظاہری ساز و سامان اور عمطاق پر فتح موقوف نہیں۔ آدمی کا دل مضبوط ہونا چاہیئے اور اللہ پر پورا بھروسہ ہونا چاہیئے کہ اس کی مدد کے آگے دشمن کی تعداد کی زیادتی اور سامان کی کثرت کام نہیں دیتی۔ کافر بہت تھے اور ان کے پاس روپیہ پیسہ بہت تھا۔ ساز و سامان سے پورے طور پر لیس تھے مسلمان اصلی حالات سے اگر واقف ہو جاتے تو ہمت ہار دینے کا خوف تھا۔ اس لیے پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ دشمن کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس پر مسلمان ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو عجیب تماشا ہوا جس کا اس آیت میں بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جب تم کافروں کے مقابلہ میں ڈٹ کر لڑائی کے میدان میں کھڑے ہوئے تو اللہ نے ان کی صحیح تعداد تم پر پھر بھی ظاہر نہ ہونے دی، تمہاری نگاہ میں وہ کوئی مٹھی بھر آدمی جچے۔ حالانکہ وہ تم سے تین گنا تھے۔ اسی طرح جب انہوں نے تم پر نگاہ ڈالی تو انہیں بھی یہی اندازہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

اس لیے دونوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کہ حریف کو ابھی زیر کیے لیتے ہیں اتنے سے آدمیوں کا زیر کرنا ہی کیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ کیونکہ اللہ کے ہاں یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ یہ لڑائی ضرور ہو گی اور کافروں کا زور اس لڑائی سے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہر ایک کام کا فیصلہ اللہ ہی کرتا ہے۔ اسی کے دربار میں ہر واقعہ پیش ہوتا ہے اور وہ جبھی ہوتا ہے جب وہ اس کے ہونے کا حکم دے۔ کاش! آج کل کے مسلمان بھی اس بات کا ایسا ہی یقین کر لیں جیسا کہ پہلے مسلمانوں نے کیا تھا۔ اس یقین سے ایسی قوت دل میں پیدا ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مسلمان کافروں کی نگاہ میں جو تھوڑے جچے تو یہ لڑائی کے شروع میں ہوا اور اس کی غرض یہ تھی کہ لڑائی شروع ہو جائے لیکن جب لڑائی ہونے لگی تو کافروں کو معلوم ہوا کہ مسلمان غول کے غول چڑھے آ رہے ہیں اور اس قدر کثرت سے ہیں کہ اندازہ بھی مشکل ہے اس سے مسلمانوں کی فتح ہو گئی۔ سورہ آل عمران میں اس کا ذکر ہے کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے

Marfat.com

فلاح کا راستہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

اے جو یمان لائے تو جب لڑو تم کسی جماعت سے

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

رہے تو اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

فلاح پاؤ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

جھگڑو آپس میں پس بزدل ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

اے ایمان والو جب کسی فوج سے بھڑو تو ثابت قدم

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

مراد پاؤ اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم تو

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

اور آپس میں جھگڑو کہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

تَفْشَلُوْا: (بزدل پڑ جاؤ گے) مضارع کا صیغہ ہے اور فشل سے بنا ہے فشل کے معنی سست ہو جانا کمزوری کا احساس ہونا۔ بزدلی دکھانا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی مدد اس وقت آتی ہے۔ جب آدمی ہمت دکھائے اور صبر و استقلال کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرے۔ اللہ کو یاد رکھو۔ سست اور نکمے لوگ، بے صبرے، مشکلات میں گھبرا جانے والے، جزع فزع کرنے والے اس قابل نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرے۔ جو اللہ کو بھولے ہوئے ہیں وہ اس کی خاص مدد سے محروم ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو لازم ہے کہ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں اسلام خواہ مخواہ لڑائی نہیں چاہتا۔ دنیا کے لیے امن کا پیغام ہے۔ اس نے سب سے پہلے انسان کو وہ عام اصول بنائے ہیں۔ جن کو اختیار کر کے اس کا ہر فرد یا گروہ خود بھی زندہ رہ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔

امن و امان قائم کرنا اس کا پہلا مقصد ہے۔ لیکن اگر شریر لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آئیں۔ اور فساد کے رفع کرنے کے سوا لڑائی کے اور کوئی صورت نہ ہو۔ اس وقت مسلمانوں کو لازم ہے کہ انتہائی صبر و استقلال دکھائیں۔ اور اللہ کو ہر وقت یاد کریں۔ اللہ کا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا ماننے کے لیے دل و جان سے تیار ہو جائیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا بالکل موقوف کر دیں۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے سے قوم یقیناً کمزور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ دنیا میں رسوائی اور بدنامی حاصل ہوتی ہے۔

اس کے بعد ان کو چاہیئے کہ سختیوں اور شدتوں سے بالکل نہ گھبرائیں اور مشکلات کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹے رہیں [illegible] ۱۰۰ لے اور صابر و شاکر ایمان والوں کے ساتھ اللہ عزوجل ہر وقت موجود ہے۔ اور انہیں ہر قدم پر اس

Marfat.com

کافروں کا چھوڑا پن

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
اور نہ ہو جاؤ ان کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے
بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ
اترتے اور دکھاوے لیے لوگوں کے اور روکتے تھے
سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
اللہ کے راستے سے اور اللہ اس کو جو وہ کرتے تھے
مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
گھیرے ہوئے ہے اور جب خوشنما کر دیا ان کے لیے شیطان نے
اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ
ان کے کاموں کو اور کہا نہیں غالب تم پر آج
مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ
آدمیوں میں سے کوئی اور بے شک میں حمایتی ہوں تمہارا

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو اپنے گھروں سے اترائے ہوئے
بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ
اور لوگوں کے دکھانے کے لیے نکلے اور اللہ کے راستے سے
سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
روکتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ نے
مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
قابو میں ہے اور جس وقت شیطان نے ان کے لیے خوش
اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ
کی نظروں میں خوشنما کر دیا اور کہا آج کے دن لوگوں میں سے
مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ
کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا حمایتی ہوں

بَطَرًا (اترتے ہوئے) بَطَرَ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اچھی چیز پا کر انسان پھول جائے شیخی میں آجائے اور اس کو غلط استعمال کرے۔

رِئَآءَ (دکھاوا) فِعَال کے وزن پر باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ رأی ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں۔

مُرَائِیْ کو ہم ریا بولتے ہیں۔ اس کی دوسری شکل عربی میں مراءۃٌ ہے اس کے معنی ہیں کام کو اس طرح کرنا کہ لوگوں کو اچھا معلوم ہو۔ لیکن حقیقت کچھ بھی نہ ہو یعنی دل میں خود اس کام کو اچھا نہ سمجھتا ہو۔ یا وقعت نہ دیتا ہو۔

جَارٌ: (حمایتی) عربی میں جار کے کئی معنی ہیں۔ پڑوسی، پناہ دینے والا، حمایتی۔ دوست۔ مددگار۔ یہاں پچھلے معنی مراد ہیں۔

اس آیت میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ لڑائی میں ایک طرز عمل وہ بھی ہے جو کفار مکہ نے اختیار کیا۔ اس طرز عمل کو بیان کر کے حکم دیا کہ تمہیں یہ رویہ اختیار نہ کرنا چاہیئے۔

ارشاد ہے کہ تمہارے مقابلہ کے لیے کفار مکہ نکلے تو بڑی دھوم سے نقارے، باجے بجاتے ہوئے نکلے۔ چنانچہ وہ شیخیاں بگھارتے جاتے تھے۔ شیطان ان کی ہمت بڑھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کسی سے مت ڈرو۔ میں تمہارا مددگار۔ ہوں تم پر آج کوئی غالب نہیں آسکتا۔

کفار کے لشکر کو ابوجہل لے کر نکلا تھا۔ راستہ میں اس سے کسی نے کہا کہ جس قافلے کے بچانے کے لیے تم جا رہے ہو۔ وہ تو بچ کر نکل گیا۔ تم بھی اپنے گھر جاؤ۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم تو بدر پہنچ کر تین دن جشن منائیں گے۔ اسے کیا خبر تھی کہ اس کی شامت اعمال اسے دھکیل کر موت کے منہ میں لے جا رہی ہے:

Marfat.com

شیطان کی شیطنت

فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي
پھر جب آمنے سامنے ہوئے دونوں گروہ الٹا پھرا وہ
عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ
پیروں پر اور بولا میں الگ ہوں تم سے
اِنِّىْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ
حقیقت میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک
اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ
میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ ہے سخت
الْعِقَابِ (۴۸)
عذاب والا۔

فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي
پس جب دونوں فوجیں سامنے ہوئیں تو وہ الٹا پھرا
عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ
پیروں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں
اِنِّىْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ
میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں
اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ
اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب
الْعِقَابِ (۴۸) ع
سخت ہے

نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ: الٹا پھرا ایڑیوں پر: یہ ایک عربی کا محاورہ ہے جس کا مطلب اپنی زبان میں یہ ہے۔ سب چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ موڑی۔ لفظوں کی تشریح یہ ہے نکص ماضی ہے نکوص اور نکص جس کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں الٹا پیچھے ہٹ جانا۔ عقب ایڑی کو کہتے ہیں علی عقبیہ اپنی دونوں ایڑیوں پر مطلب یہ کہ پیچھے مڑ کر بھاگا جس سے اس کی ایڑیاں وہاں آگئیں جہاں پہلے پنجے تھے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش جب مسلمانوں کو مرعوب کرنے مکہ سے نکلے۔ تو انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ تھا۔ وہ کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ ہاں قبیلہ بنی کنانہ سے ان کی لاگ ڈانٹ تھی۔ انہیں یہ خوف تھا کہ کہیں وہ اس وقت بھانجی نہ ماریں اور خاصا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیں۔ شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں جو بنی کنانہ کا سردار تھا۔ ابوجہل کے اور قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس آیا اور کہا کہ بنی کنانہ کا فکر مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر قریش پھول گئے اور شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں ابوجہل کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ساتھ ساتھ ان کا دل بڑھاتا ہوا اور ڈینگیں مارتا ہوا ساتھ ہو لیا۔ جب یہ کافر مسلمانوں کے سامنے آئے اور گھمسان کی لڑائی ہوئی تو شیطان نے فرشتوں کو دیکھا کہ مسلمانوں کی بڑی تن دہی سے مدد کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی وہ ابوجہل کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر الٹے پاؤں بھاگا۔ اسی کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جب دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ تو شیطان کفار کو چھوڑ کر یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں تم جانو تمہارا کام۔ میں تمہارے ساتھ ایک منٹ نہیں ٹھہر سکتا۔ میں اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں سجھائی نہیں دیتا۔ میرا ڈر کے مارے دم نکلا جا رہا ہے اللہ کے غضب کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ میری تو کیا مجال ہے۔ اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہارے اوپر غضب ناک ہے اور اس کے فرشتے اس کے حکم سے تمہیں تہ تیغ کر رہے ہیں۔ [illegible] ٹھہرنا میرے بس کا بالکل نہیں ؛

Marfat.com

دین دھوکا نہیں ہے

إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
جب کہتے تھے منافق اور وہ لوگ جن کے
قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ ۗ
دلوں میں بیماری ہے دھوکا دے رکھا ہے ان کو ان کے دین نے
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ
اور جو بھروسا کرے اللہ پر پس تحقیق اللہ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۴۹)
زبردست ہے حکمت والا

إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي
جب منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے
قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ ۗ
یہ لوگ اپنے دین پر مغرور ہیں
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ
اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۴۹)
قوت والا حکمت والا ہے

مُنَافِقُوْنَ: منافق کی جمع ہے سورۃ البقرۃ کے دوسرے رکوع میں ان کا ذکر آچکا ہے ایسے لوگ جماعت کے سخت دشمن ہوتے ہیں اور اجتماعی قوت کے لیے گھن کا کام دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے میٹھے ہوتے ہیں لیکن دل میں جماعت کی بربادی پر تلے رہتے ہیں۔

غَرَّ: (بھلاوا دے رکھا ہے) ماضی کا صیغہ ہے غرور سے۔ غرور کے معنی ہیں۔ کسی کے بل پر اترانا۔ کسی کے بڑھاوے چڑھاوے دینے سے پھول جانا۔ کسی بے حقیقت شے کی باتوں میں آجانا۔ دنیا کا مال جاہ و جلال قوت و طاقت وغیرہ سب فانی چیزیں ہیں لیکن آدمی ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھ کر ان پر بھروسہ کر لیتا ہے اور آخر میں خالی خولی رہ جاتا ہے۔

بعض لوگ دین کو بھی ایسی ہی چیز سمجھتے ہیں کہ اس میں رکھا کچھ نہیں یوں ہی بڑھاوے چڑھاوے دے کر بعض لوگوں پر اس کا داؤ چل گیا ہے اور وہ لوگ جانے سے کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔

مسلمانوں میں بہت سے منافق ملے ہوئے تھے۔ ان پر کفار کی ظاہری طمطراق کا بڑا رعب تھا۔ وہ مسلمانوں کی بابت کہا کرتے تھے کہ دین کے دھوکے میں ہر ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں کہ جن کا سر نہ پیر۔ کہاں یہ مٹھی بھر بھوکے ننگے لوگ اور کہاں مکہ کے طاقتور اور مال دار جتھے۔ ان کی شامت نے دھکا دیا ہے جو ان سے جا کر بھڑ رہے ہیں۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا ہے اور دین کی اصلیت سمجھائی ہے۔

ارشاد ہے کہ منافق اور کمزور یقین والے لوگوں کو تم نے دیکھا یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین نے دھوکہ دے رکھا ہے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ دین اسلام کسی کو دھوکا نہیں دیتا۔ یہ تو اللہ پر بھروسا کرنا سکھاتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کی ہے وہ سب سے زیادہ زبردست ہے اس کے مقابلے میں سب ہیچ ہیں۔ جو اس پر بھروسا کرنا سیکھ جائے۔ اس کو کس چیز کی کمی ہے۔ اس کے ساتھ اللہ حکیم بھی ہے وہ ہر بات کی حقیقت سے واقف ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے۔ اس کے حکمت بردار بندے اس پر بھروسہ کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں اور وہ ان کے سب کام بنا دیتا ہے۔ یہ ہے دین کی حقیقت! بتاؤ اس میں دھوکے کا کیا کام ہے؟

Marfat.com

کافروں کی بُری گت

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا
اور اگر تو دیکھے جب جان کھینچتے ہیں ان کی جنہوں نے کفر کیا
الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ
فرشتے مارتے لگاتے ہوئے ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر
وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا
اور چکھو عذاب آگ کا یہ بدلہ ہے اس کے جو
قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور اس سے کہ اللہ نہیں ہے
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾
ظلم کرنے والا بندوں پر

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ
اور اگر تو دیکھے جب وقت کافروں کی جان فرشتے قبض
الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ
کرتے ہیں مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پشت پر
وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا
اور کہتے ہیں دوزخ کا عذاب چکھو یہ بدلہ اس کا ہے
قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اس واسطے کہ اللہ بندوں
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾
پر ظلم نہیں کرتا

يَتَوَفّٰى: مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر تَوَفّٰی ہے اور مادہ و۔ف۔ی ہے اس سے لفظ وفاء وفاۃ وغیرہ بنے ہیں۔ یہ لفظ پہلے آچکا ہے۔ اس کے معنی پورا کر دینے کے ہیں۔ توفی کے معنی ہیں عمر پوری کر دینا۔ اسی لیے یہاں ترجمہ جان نکالنا کیا گیا ہے لیکن اس سے پہلے یہ لفظ عمر ختم کر دینے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے خواہ جان نکال کر ہو یا اٹھا کر۔ مگر یہاں جان نکالنا، روح قبض کرنا مراد ہے۔

پچھلی آیتوں میں کفار کے طرز عمل کا ذکر بہت دور سے چلا آرہا ہے۔ یہ لوگ دنیا کی ظاہری شان و شوکت، تدبیر و انتظام میں اس قدر محو ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس سے آگے جاتے ہی نہیں۔ لیکن جس نے یہ تمام عالم بنایا ہے۔ اس کو آدمیوں کی یہ سرکشی، غرور اور تکبر پسند نہیں اس لیے کبھی کبھی ان کو سبق سکھایا جاتا ہے۔ یہ اپنی تدبیریں ہی کرتے رہتے ہیں اور وہاں ان کو آندھی، پانی کے طوفانوں وغیرہ کے ذریعے مٹا دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لشکر کی کوئی انتہا نہیں۔ بدر میں ایک مٹھی بھر مسلمانوں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کرا دیا۔ ارشاد ہے کہ عمر بھر تو اکڑتے پھرتے لیکن جب موت نے آدبایا تو کچھ بناتے نہ بنی۔ ان کی بے بسی کی وہ حالت دیکھنے کے قابل ہے کہ فرشتے ان کی جان کھینچ رہے ہیں اور ان کے چہروں اور پچھلے حصے پر زبردست چوٹیں لگا رہے ہیں اور ساتھ ہی کہتے جاتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں آگے جب آگ میں جلنا پڑے گا تب حقیقت کھلے گی۔ یہ کیفیت ان کی ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے ہاں تو ظلم کا کوئی کام ہی نہیں۔ بے بسوں کو اور بے گناہ کو ستانا ہمارے رحمت کے آگے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ البتہ قصور کرنے والے کو اس کی سزا ملتی ہے۔ کیونکہ اس کی بداعمالی کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ سورۂ مائدہ کی پانچویں پارہ کی آخری آیت کو بھی دیکھنا چاہیے۔ جہاں ارشاد ہے کہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر گذار بندے بن جاؤ تو اللہ تمہیں عذاب کر کے کیا کرے گا؟

Marfat.com

شیر پہلے بھی تھے

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
جیسے دستور تھا فرعون والوں کا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
کفر کیا انہوں نے اللہ کی آیتوں کا پس پکڑ لیا ان کو اللہ نے
بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ
ان کے گناہوں پر بے شک اللہ قوت والا سخت
الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ
عذاب دینا ہے یہ اس لیے کہ اللہ نہیں ہے
مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
بدلنے والا کوئی نعمت جو اس نے دی کسی قوم کو یہاں تک کہ
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
بدلیں وہ اپنے دلوں کی حالت اور یہ کہ اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ ۙ

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
جیسے فرعون والوں کا اور ان سے پہلوں کا دستور تھا
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
وہ اللہ کی باتوں سے منکر ہوئے سو اللہ نے ان کو ان کے
بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ
گناہوں پر پکڑا بے شک اللہ زور آور اور سخت
الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ
عذاب کرنے والا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ان نعمت کو
مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
جو اس نے کسی قوم کو دی ہرگز بدلنے والا نہیں جب تک
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
اپنے جیوں کی بات نہ بدل ڈالیں اور یہ کہ اللہ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ ۙ
سننے والا جاننے والا ہے

(اٰلِ فِرْعَوْن : آل کے معنی گھر والوں، رشتہ داروں، ساتھیوں اور کنبے قبیلے کے ہیں۔ یہ ان سب معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ کسی کے ماننے والے بھی اس کی آل کہلاتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

پچھلی آیتوں میں مکہ کے کافروں کا طرز عمل بیان ہوا۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم اور اس کے تابعدار بھی اسی تماش کے تھے اور فرعون ہی پر کیا موقوف ہے۔ اس سے پہلے بھی جتنے کافر سرکش ہوئے ہیں۔ ان سب کا یہی رویہ رہا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اسی طریقہ پر چل رہے ہیں جو فرعون کے آدمیوں نے اور ان سے پہلے تمام سرکشوں اور کافروں نے اختیار کیا تھا انہوں نے ان باتوں کو جو اللہ نے اپنے رسول کی معرفت انہیں بتائیں نہ مانا اور کھلم کھلا اس کے خلاف کرتے رہے۔ رسول نے کہا کہ اپنے مال و دولت، قوت، لاؤ لشکر پہ مغرور نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ واہ انہیں چیزوں سے تو ہمارے سارے کام بنتے ہیں۔ انہیں ہم چھوڑ دیں۔ تو کیا کریں۔ آخر جب ان کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو ایک دن اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب بھیج دیا۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ نے جو نعمتیں اپنے بندوں کو دی ہیں وہ ان سے نہیں چھینتا۔ جب تک خود بندے اس کی نافرمانی نہ کریں اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے سے نہ ہٹ جائیں۔ وہ سب کی باتیں سنتا اور سب کے حالات جانتا ہے ان کے دلوں کے برے خیالات اور ان کے اعمال ان کے سروں پہ آفتیں لانے کا باعث ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ نیت اور اعتقاد پر موقوف ہے ۔

Marfat.com

پچھلوں کی تباہی

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

جیسے دستور فرعون والوں کا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

جھٹلایا انہوں نے اپنے رب کی آیتیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر

وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا

اور غرق کر دیا ہم نے فرعون والوں کو اور سارے تھے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

ظلم کرنے والے

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

جیسے فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والوں کا دستور تھا

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

انہوں نے اپنے رب کی آیتیں جھٹلائیں پھر ان کے گناہوں پر ہم نے

وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا

انہیں ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو ہم نے ڈبو دیا اور وہ سارے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

ظالم تھے

پچھلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ پچھلے لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کر کے کیا پھل پایا جو یہ پائیں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی خطاؤں سے درگذر کرتا رہتا ہے اور ان سے اپنی نعمتیں جو اس نے انہیں عطا کی ہیں نہیں چھینتا۔ لیکن جب بندوں کی سرکشی حد سے گذر جائے اور کسی طرح باز آنے کا نام نہ لیں تو پھر اس کا عذاب بھی سخت ہے اس کے بعد ایک قاعدہ بیان کیا تھا کہ جب لوگوں کے اعتقاد خراب ہو جاتے ہیں تو اللہ ان سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے کوئی اس سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ اس آیت میں اس قاعدے کو واضح کرنے کے لیے دوبارہ پچھلے لوگوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی نیتیں خراب ہو گئی ہیں اور ان کے اعتقاد ٹھیک نہیں رہے ہیں۔ یہی کیفیت فرعون کی قوم کی اور ان سے پہلے کافروں کی تھی۔ انہوں نے اللہ کے تمام احکام کو ٹھکرا دیا تھا چنانچہ تمام کافروں کو ان کے کیے کی سزا ملی۔ نوحؑ کی قوم پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی۔ عاد کو آندھی کے جھکڑ نے پکڑا۔ ثمود زلزلے اور کڑک سے اوندھے منہ آ رہے۔ غرض جس نے سرکشی کی۔ آخر کار سزا پائی۔ فرعون کی قوم نے شیطنت پر کمر باندھی، اپنے کو بڑا اور دوسروں کو یعنی بنی اسرائیل کو ذلیل سمجھا تو ان کو سمندر میں غرق کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک ظالم تھا۔ انہوں نے خوش حالی کو اپنا حق سمجھا اور دوسروں کو ستانے پر تُل گئے۔ حالانکہ انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ عاجزی کے ساتھ آسمان و زمین کے بنانے والے کے آگے جھکا رہے اور سمجھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ مجھ میں نہ کچھ طاقت ہے نہ اختیار ہے۔ میں اللہ کا بندہ اور خادم ہوں۔ میرا اس کے سوا کچھ کام نہیں۔ کہ جو اس نے اپنے رسول کی معرفت مجھے حکم دیا ہے اس کو دل و جان سے بجا لاؤں۔ اگر میں یہ نہیں کرتا تو میں اپنی حد سے آگے نکل جانے والا ہوں اور اسی کا نام ظلم ہے۔

سرکش لوگ جو اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتے اور ہمیشہ دوسروں کے دبانے کی دھن میں رہتے ہیں وہ سب فرعون ہیں۔ مکہ کے کافروں میں یہی عیب تھا۔ اس لیے انہیں فرعون کی قوم کی حالت سنائی جا رہی ہے تاکہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور اللہ کی نافرمانی نہ کریں ؛

Marfat.com

بدترین خلائق

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
تحقیق بدترین چلنے پھرنے والے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے
كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ الَّذِيْنَ
کفر کیا پس وہ نہیں ایمان لاتے وہ لوگ
عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ
جن سے تو نے عہد کیا ان میں سے پھر وہ توڑ ڈالتے ہیں
عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾
اپنا عہد ہر دفعہ اور وہ ڈر نہیں رکھتے

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
سب جانداروں میں بدتر اللہ کے ہاں وہ ہیں جو
كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ الَّذِيْنَ
منکر ہو کے پھر وہ ایمان نہیں لاتے جن سے
عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ
تو نے معاہدہ کیا ان میں سے پھر وہ ہر بار اپنا
عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾
عہد توڑتے ہیں اور وہ ڈر نہیں رکھتے

الدَّوَآبِّ: (چلنے پھرنے والے) دابۃ کی جمع ہے۔ جو اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ دبّ کے معنی ہیں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل ہونا مراد جاندار ہیں جو خود بخود چل پھر سکتے ہیں۔

يَنْقُضُوْنَ: (توڑتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے نَقَضَ سے۔ نقض کے معنی توڑنا کسی کے خلاف چلنا یا کرنا۔ نقیض۔ مناقضہ۔ تناقض اسی مادہ سے بنے ہیں۔ سب میں توڑنے یا خلاف ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم ہمیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو بالکل آزاد نہ سمجھے۔ اس کے دل میں یہ یقین ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ایک سب سے زیادہ قوی اور طاقت ور آقا کا تابع فرمان ہے جس نے اسے اور ان سب چیزوں کو جو اس کے اردگرد نظر آ رہی ہیں پیدا کیا ہے۔ اور ہر چیز اس کے مقررہ قاعدے کے مطابق چل رہی ہے۔ مخلوقات میں انسان سب سے زیادہ سرکش نظر آتا ہے۔ ان میں سے بعض تو اللہ کو اور اس کے قانون ہی کو جو اس نے انسان کے لیے مقرر کیا ہے نہیں مانتے اور اپنی چلانی چاہتے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کو جو اس نہ ماننے میں موجود ہیں اور جن کا اسلام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ پڑا ہے ان کے احوال کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

ارشاد ہے کہ سب سے بدتر وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور جن کے ایمان لانے کی امید نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ کے نہ ماننے والے اپنے عہد و پیمان پر قائم نہیں رہ سکتے۔ بلکہ جب موقع ملتا ہے۔ عہد توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ تمام مخلوقات میں سب سے بدتر ہیں۔ جیسے پہلے فرعون کے لوگ تھے جن کا حال سورۃ الاعراف میں گذرا ہے کہ مصیبت میں پھنسے تو حضرت موسیٰؑ سے نیک چلنی کا عہد کیا۔ مصیبت ٹل گئی تو فوراً عہد توڑ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہود بنی قریظہ بھی ایسے ہی تھے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین مکہ کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن لڑائی میں ان کی طرف دار ہو جاتے اور آپ سے بعد میں کہتے کہ ہمیں یاد نہیں رہا تھا۔ ہم پھر غیر جانب داری کا عہد کرتے ہیں۔ لیکن موقعہ آنے پر پھر توڑ ڈالتے۔ آگے بتایا گیا ہے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے:

Marfat.com

عہد شکنوں کی سزا

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ
پس اگر پائے تو ان کو لڑائی میں تو بھگا ان کے ذریعہ

مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا
ان کو جو ان سے پیچھے ہیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور اگر

تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ
تجھے ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کی طرف

عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
برابر برابر بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا

الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
دغا بازوں کو

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ
سو اگر تو ان کو کبھی لڑائی میں پاوے تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ

مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا
کر ان کے پچھلے بھاگ جاویں تاکہ ان کو عبرت ہو اور اگر تجھ کو

تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ
کسی سے دغا کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دے

عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
اس طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ ۔ اللہ کو دغاباز خوش

الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع
نہیں آتے

تَثْقَفَنَّهُمْ (پائے تو ان کو) مضارع کا صیغہ ہے ثقف سے۔ اس کے ساتھ تاکید کے لیے نون ثقیلہ لگا ہوا ہے۔ ثقف کے معنی ہیں پالینا۔ اس معنی میں یہ لفظ یہاں اور اس سے پہلے سورۃ انفال میں آیا ہے۔ اس کے معنی درست اور ٹھیک کرنے کے بھی ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے اس سے ثقافت بنا ہے جو عام طور پر اخلاق کی درستی کے طریقے کے معنی میں مستعمل ہے۔

شَرِّدْ (بھگا دے) امر کا صیغہ ہے تشرید سے جو شرد سے بنا ہے۔ شرد کے معنی بھاگ جانا۔ تشرید اس کا متعدی ہے جس کے معنی ہیں بھگا دینا۔

اِمَّا (اگر) یہاں یہ لفظ دونوں جگہ اِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ اِنْ حرف شرط ہے اگر کے معنی میں۔ اس پر ما بڑھا کر اور نون کو میم میں ادغام کر کے اِمَّا بنا لیا ہے۔ مَا اکثر حرف شرط وغیرہ پر بڑھا دیتے ہیں جس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے اِذْ سے اِذْمَا۔ اِذَا سے اِذَامَا وغیرہ۔

فَانْۢبِذْ (پھینک دے) امر کا صیغہ ہے نَبْذٌ سے۔ نَبْذٌ کے معنی پھینکنے کے ہیں اور یہی یہاں مراد ہیں۔ اس کے اور معنی بھی ہیں جنہیں اس مقام سے کوئی تعلق نہیں۔

شروع رکوع میں کافروں کے رویہ کا بیان تھا کہ دنیا میں فقط اپنی ہی زندگی ضروری سمجھتے ہیں اور دوسرے کو اگر وہ ان سے خلاف رائے رکھتا ہو ناحق ستانے اور تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدینہ میں یہود بنی قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ آپ کے دشمنوں کی مدد نہ کریں گے۔ لیکن انہوں نے بارہا اپنا عہد توڑا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں مکہ والوں کی مدد کی۔ یہ طرز عمل انہیں لوگوں سے ملتا جلتا تھا جن کا اوپر بیان ہوا۔ اس لیے اس آیت میں ان کے ساتھ سلوک کرنے کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جنہوں نے تم سے عہد کر رکھا ہے ان سے غداری اگر کھلم کھلا ثابت ہو جائے تو ان کو ایسی سزا دو جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ اور اگر علامتیں بتاتی ہوں کہ غدر کی تیاری کر رہے ہیں تو ان کو اطلاع دے دو کہ تم باز آ جاؤ ورنہ ہم سخت سزا دیں گے۔ اب ان پر حملہ کرنے میں دھوکے اور خیانت کا شبہ نہ ہوگا۔ دھوکا اور خیانت اللہ کو پسند نہیں اور خیانت کرنے والوں کی طرف داری نہیں کرتا۔

Marfat.com

تیاری سے کچھ نہ ہوگا

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اور نہ گمان کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا
سَبَقُوْٓا ط اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾
کہ وہ بچ گئے بیشک وہ (ہمیں) عاجز نہیں کر سکتے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بھاگ
سَبَقُوْا ط اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾
نکلے وہ ہم کو ہرگز نہ تھکا سکیں گے

سَبَقُوْا: (بچ گئے) ماضی کا صیغہ ہے سبق کے معنی ہیں آگے نکل جانا۔ بھاگ جانا۔ بچ جانا۔ اس لفظ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر یہاں یہی مراد ہیں۔
يُعْجِزُوْنَ: (تھکا دینا۔ عاجز کر دینا) مضارع کا صیغہ ہے اعجاز سے جو عجز سے بنا ہے۔ عجز کے معنی درماندگی اور بے بسی کے ہیں۔ اعجاز اس کا متعدی ہے اس کے معنی ہیں مقابلہ کے وقت حریف کو عاجز اور بے بس کر دینا۔ معجزہ اسی سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں دوسروں کو عاجز کر دینے والی چیز۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ خیانت اللہ کو پسند نہیں۔ اس لیے اگر کوئی قوم تمہاری دشمن بھی ہو اور تمہیں علامتوں سے یقین ہو جائے کہ وہ تم پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں اور عہد و پیمان کی پروا نہیں کرتے تو محض علامتوں کی بنا پر ان پر حملہ نہ کرو۔ کیونکہ وہ عہد کی بنا پر تم سے بے خوف ہیں۔ پہلے ان کو اطلاع دے دو کہ تم خلاف عہد کارروائیاں کر رہے ہو یا تو ان کو چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے۔ اب تم اور وہ برابر کے مرتبہ میں ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا حملہ نامناسب نہ کہلائے گا۔ جو لوگ اخلاقی قدروں کو چنداں وقعت نہیں دیتے۔ ان کو یہ بات ہوشیاری کے خلاف معلوم ہوئی۔ کیونکہ تر دست کام کرنے سے دشمن کا صفایا بہ آسانی کیا جا سکتا تھا۔ اطلاع دے دینا گویا ان کو اپنے بچاؤ کا سامان جمع کرنے کی مہلت دینا ہے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ تمہارے دشمن خوش ہوتے ہوں گے۔ کہ مسلمان عہد کا خیال کریں گے۔ اور لڑنے سے پہلے معاہدین کو اپنے ارادے سے اطلاع دیں گے اور ہم خوب تیاری کر کے مسلمانوں کو لڑ کر بھگا دیں گے۔ تم ان کی اس خوشی کی پروا نہ کرو۔ اور ان کو عہد پر قائم نہ رہنے کی اطلاع دے دو۔ یہ اخلاقی فرض ہے جس کا خیال ضروری ہے۔ اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ کافر خواہ کتنی ہی تیاری کر لیں بچ نہیں سکتے۔ وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ ان کو عاجز اور پست کر دے گا۔ یہ ہدایت ان کے بارے میں ہے جنہوں نے کھلم کھلا عہد نہیں توڑا ہے مگر علامتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے خلاف تیاری کر رہے ہیں۔

کتب تواریخ میں ذکر کیا گیا ہے کہ امیر معاویہ رض اور قیصر روم کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ کہ کچھ مدت باہمی جنگ بند رہے گی۔ اس زمانہ میں امیر معاویہؓ نے چاہا کہ اس دوران میں اپنی فوج سرحد پر اکٹھی کر لیں۔ تاکہ معاہدہ ختم ہو جائے تو لڑنے میں آسانی ہو۔ ایک صحابی عمرو بن عنبسہ نے ان کی توجہ اس آیت کی طرف دلائی اور وہ اپنے ارادے سے فوراً باز آ گئے۔

Marfat.com

اپنی قوت بڑھاؤ

اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ
وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

اور رکھو واسطے ان کے جو تم سے ہو سکے قوت سے
اور ان کی لڑائی کے واسطے قوت میں سے اور پلے ہوئے

وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ
وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ

پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ دھاک بٹھاؤ تم ان سے اللہ کے دشمن پر
گھوڑوں میں سے جو کچھ جمع کر سکو تیار کر رکھو اس سے اللہ کے دشمنوں پر

وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ
وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

اور اپنے دشمن پر اور اوروں پر ان کے سوا
اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر دھاک بیٹھے گی

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

نہیں جانتے تم ان کو اللہ جانتا ہے ان کو اور جو تم خرچ کرو
تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم

مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ
مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ

کسی چیز سے اللہ کی راہ میں پوری لوٹا دی جائیگی تمہاری طرف
اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تم کو پورا ملے گا

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور تم ظلم نہیں کیے جاؤ گے
اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا

اَعِدُّوْا: (تیار کرو) امر کا صیغہ ہے اعداد سے۔ اعداد کا مادہ ع۔ د۔ د ہے۔ جس سے عدد۔ معدود۔ استعداد وغیرہ الفاظ بنتے ہیں۔ عَدَّ کے بہت سے معنی ہیں۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اعداد کے معنی ہیں کسی چیز کو گن کر شمار کر کے حفاظت سے اٹھا رکھنا تاکہ وقت پڑنے پر کام آئے۔

رِبَاطِ (باندھ رکھنا) یہ لفظ ربط سے بنا ہے۔ ربط کے معنی جوڑنا ہیں۔ رباط گھوڑوں کے باندھنے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور خود بندھے ہوئے گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ گھوڑے اس لیے باندھے جاتے ہیں کہ ان کی حفاظت اور پرورش کی جائے تاکہ لڑائی میں کام آئیں۔

تُرْهِبُوْنَ (تم ڈراؤ) مضارع کا صیغہ ہے ارہاب سے۔ جو رَهْبَةٌ سے بنا ہے۔ رَهْبَةٌ کے معنی ڈر اور خوف کے ہیں۔ ارہاب اس کا متعدی ہے یعنی دوسرے کو ڈرانا۔ خوف زدہ کرنا۔

لَا تُظْلَمُوْنَ (نہ ظلم کیے جاؤ گے) مضارع مجہول ہے جو ظلم سے بنا ہے۔ یہ لفظ بہت جگہ آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں دوسرے کا حق دبانا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو صاف ہدایت کی گئی ہے کہ کبھی اپنے آپ کو ایسا کمزور مت بناؤ کہ جس کا جی چاہے دبا لے بلکہ لڑائی کے ہتھیاروں کا استعمال سیکھو۔ گھوڑے پالو۔ سواری سیکھو۔ تاکہ جو اللہ کے نافرمان کافر اور تمہارے دشمن ہیں اور تم کو ستاتے ہیں۔ ان پر تمہارا رعب اور دبدبہ قائم رہے اور تم سے لڑائی کرنے کی جرأت نہ کریں۔ تمہارے دشمن یہی نہیں ہیں جنہیں تم کھلم کھلا اپنے آپ سے لڑتے دیکھ رہے ہو بہت سے خفیہ دشمن ہیں۔ جو اللہ کو معلوم ہیں اور تمہیں ان پر شبہ بھی نہیں۔ مثلاً منافق یا آئندہ تمہارے مخالف جو قومیں ہونے والی ہیں ان سب کو مرعوب رکھنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ بدن کی قوت بناؤ اور ہتھیاروں کا استعمال سیکھو۔ اس پر جو تمہارا خرچ ہوگا۔ اس کا بدلہ تمہیں اللہ کے ہاں سے پورا پورا ملے گا۔ تمہارا حق ذرا سا بھی دبایا نہ جائے گا۔

Marfat.com

صلح کا حکم

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا
اور اگر وہ مائل ہوں صلح کی طرف تو مائل ہو تو اس کی طرف
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ
اور بھروسا کر اللہ پر یقیناً وہ وہی ہے
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۱)
سننے والا جاننے والا

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا
اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اسی طرف جھک
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ
اور اللہ پر بھروسہ کر بے شک وہی
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۱)
سننے والا جاننے والا ہے

جَنَحُوْا (وہ جھکیں) ماضی کا صیغہ ہے جو جَنَحَ سے بنا ہے۔ جنح کے معنی ہیں جھکنا۔ مائل ہونا۔ اسی مادہ سے اِجْنَحْ امر کا صیغہ ہے جو اس کے آگے اسی آیت میں ہے یعنی جھک جا۔ مائل ہو۔

سَلْمِ (صلح) اس مادہ سے بہت سے لفظ بنے ہیں۔ مسلم۔ اسلام۔ سلامت۔ سلام۔ تسلیم وغیرہ ان سب میں صلح۔ آشتی۔ امن۔ تابعداری قانون کی پابندی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد صلح اور لڑائی سے باز رہنے کے ہیں۔

پچھلی آیت میں حکم تھا کہ لڑائی کی تیاری میں مشغول رہو۔ کیونکہ لوگوں میں تمہاری مخالفت کا جوش ہے۔ اور مخالفت کی بنا محض خود غرضی ہے جس سے دنیا میں سارے فساد برپا ہوتے ہیں۔ جب تک لوگ اس اصل کو تسلیم نہ کرلیں۔ کہ ہر شخص عقیدہ کے بارے میں آزاد ہے بشرطیکہ وہ عقیدہ فتنہ و فساد کا باعث نہ ہو۔ اس وقت تک حریت کے طرف داروں کو لڑائی کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں لڑائی کا مقصد خون ریزی اور ملک گیری نہیں بلکہ امن و امان کے دشمنوں کا دبانا ہے۔ تاکہ دنیا میں امن و امان قائم ہو۔ اور ہر شخص آزادی کے ساتھ حق کی جستجو میں مشغول ہو سکے۔ اور حق کے پالینے کے بعد اسے اس کے اختیار کرنے سے کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔ اس لیے ضروری ہوا کہ امن و امان کے حامی لڑائی کے سامان سے پوری طرح لیس رہیں تاکہ فساد کی لَو دبے رہیں۔

اسی لیے اس آیت میں ارشاد ہے کہ فسادی لوگ اگر صلح کا خیال ظاہر کریں اور اس بات پر آمادہ ہوں کہ ہم کسی کو زبردستی حق کے اختیار کرنے سے نہ روکیں گے۔ اور فتنہ و فساد نہ پھیلائیں گے۔ تو تمہیں بھی صلح کے لیے آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ جب تمہارا مقصد بغیر خون ریزی کے حاصل ہوتا ہے۔ تو تمہیں خواہ مخواہ خون ریزی کی ضرورت ہے اور نہ اس کا حکم ہے۔

اسلامی قتال کی حقیقت، غرض و غایت اور عملی صورت سمجھنے کے لیے ان آیات پر غور کرنا چاہیئے۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر لوگ مل جل کر رہنے کے اصول کی پابندی پر آمادہ ہوں اور کسی کے اندر زبردستی اپنے خیالات کے ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ حق کے تلاش کرنے والے کی ہر طرح کی مدد کے لیے تیار ہوں تو لڑائی کی مطلق ضرورت نہیں۔ اسلام کے اندر ابتدا میں جو لڑائیاں لڑی گئی ہیں۔ اس میں دنیا کی تمام جنگوں کے مقابلہ میں سب سے کم خون ریزی ہوئی ہے۔ کبھی اس بات پر زور نہیں دیا کہ زبردستی اسلام کے عقیدے کو مانو ورنہ مار دیئے جاؤ گے۔ البتہ فسادی اور انسان کی آزادی کے مخالفوں کو سختی اور شدت کے ساتھ دبایا گیا۔ اور جب وہ دب گئے تو ان سے کچھ نہ کہا گیا۔

Marfat.com

دھوکے بازوں کا علاج

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
اور اگر وہ چاہیں کہ تجھے دھوکہ دیں تو
حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ
کافی ہے تجھ کو اللہ وہی ہے جس نے طاقت دی تجھ کو
بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲ وَاَلَّفَ
اپنی مدد کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ اور الفت دی
بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو
حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ
اللہ کافی ہے اور اسی نے تجھ کو اپنی مدد کا
بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲ وَاَلَّفَ
اور مسلمانوں کا زور دیا اور ان کے
بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ
دلوں میں الفت ڈال دی

پچھلی آیت میں حکم دیا کہ اگر تمہارے مخالف صلح کی خواہش کریں تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔ کیونکہ اسلام کی اصل غرض لڑنا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے دین کی اشاعت کی آزادی کا برقرار رکھنا اور فتنہ و فساد کو دور کرنا ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں باہمی قول و قرار سے ہی حاصل ہو جائیں تو لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ صلح کی درخواست پر صلح کرنا بہر حال افضل ہے۔ اور اگر یہ شبہ ہو جائے کہ صلح کی درخواست سے ان کا مقصد فقط دھوکا دینا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو صلح کے بہانے سے غافل کر کے چپکے چپکے شرائط صلح کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے۔ اور مسلمانوں کو اندر ہی اندر ستاتے رہیں گے۔ اور باہر صلح کا پردہ ڈالے رکھیں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کو ان کے دین میں یہ تاکید کر دی گئی ہے کہ ایمانداری سے شرائط صلح کی پابندی کرو اس لیے وہ تو پابندی کے خیال سے نہ ظاہر میں شرائط صلح کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں اور نہ باطن میں لیکن ہمیں اس بہانے سے ان کے ستانے کا خوب موقع ملے گا۔ ارشاد ہے کہ اگر صلح کرنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں غافل کر کے آپ صلح کے شرائط کی چالاکی سے خلاف ورزی کرتے رہیں اور اس حالت تک پہنچنے کا خوف ہو کہ تم صلح کی وجہ سے کچھ نہ کر سکو۔ اور وہ دھڑلے سے تمہیں ستانے پر کمر باندھ لیں تو بھی صلح کرنا ہی بہتر ہے۔ وہ ان دغابازیوں اور چالاکیوں سے تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ تمہاری وفاداری اور ایمان داری اللہ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ وہ تمہاری طرف سے ان کی دغابازی کا بدلہ لینے کے لیے کافی ہے۔ دیکھو شروع میں انہوں نے تمہیں کتنا ستایا۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول کی خود بھی مدد کی اور مسلمانوں کو بھی ان کی مدد کے لیے آمادہ کیا۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت اور الفت ڈال دی اور وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے گو پہلے ان کے اندر سخت دشمنی اور لڑائی تھی۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے مدینہ کے دو بڑے عرب قبیلوں اوس اور خزرج میں بے حد دشمنی تھی۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو آپس میں ایک دوسرے پر جان و مال نثار کرنے لگے۔ اسی طرح مکہ کے لوگ مسلمان ہونے کے بعد اپنی پہلی لڑائیاں سب چھوڑ بیٹھے۔ اسلام کا یہ ایک معجزہ تھا جو دنیا میں ظاہر ہوا۔ عرب جیسے لڑاکا لوگوں کو ملا دینا سوائے اسلام کے کسی کے بس کا نہ تھا۔

Marfat.com

یہ ملاپ کس نے کرایا

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ
اگر خرچ کر دیتا تو جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ نہ
اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ
الفت ڈالتا تو ان کے دلوں کے درمیان اور لیکن اللہ نے الفت ڈالی
بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾
ان کے درمیان تحقیق وہ زبردست حکمت والا ہے
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ
اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جو
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع
تابعداری کرے تیری مسلمانوں میں سے

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ
اگر جو کچھ زمین میں ہے تو سارا خرچ کر دیتا ان کے
اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ
دلوں میں الفت نہ ڈال سکتا لیکن اللہ نے الفت
بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾
ڈالی بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ
اے نبی تجھ کو اللہ کافی ہے اور جتنے
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع
تیرے ساتھ مسلمان ہیں

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ مخالف اگر صلح کی درخواست کریں۔ تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔ صلح کرتے وقت یہ مت سوچو کہ ممکن ہے کہ مخالفوں کے دل میں دغا بازی ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ۔ اور سوچو کہ جب اس نے ہماری ان کے مقابلے میں ایسے آڑے وقت میں مدد کی جب ہمارے مٹانے میں فسادی لوگوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ تو اب بھی وہ ہماری مدد کرے گا۔ اور ان کی چالیں تدبیریں لڑ بڑ کے بولنا اور خفیہ سازشیں جب پہلے ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں اور اللہ نے ان کو نیچا دکھایا اور ہم کو اونچا کیا تو آئندہ بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ پھر بتایا گیا کہ تم لوگ آپس میں لڑنے جھگڑنے میں مصروف تھے اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے اندر امن قائم کیا۔ اور تم ایک دوسرے کی محبت میں سرشار ہو گئے۔ اس نعمت کو یاد دلا کر اس آیت میں بیان کیا ہے کہ یہ کس قدر مشکل کام تھا۔ جیسے اللہ کے فضل سے وہ آسان ہو گیا۔ ایسے ہی ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول ﷺ ان کو آپس میں ملا دینا تیرے بس میں نہ تھا۔ اور اگر ہماری دنیا کے خزانے بھی خرچ کر دیتا۔ تو ان میں باہمی الفت اور میل جول پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو اللہ نے اپنی رحمت سے ان کے دل ایک دوسرے سے ملا دیے اور یہ آپس کی دشمنی اور عداوت چھوڑ کر باہم شیر و شکر ہو گئے۔ اس سے تجھے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ کے مقابلے میں کسی کی کیا ہستی ہے جو ٹٹ سکے۔ وہ سب پر غالب ہے۔ وہ اگر قوت دکھانے پر آئے تو دم زدن میں اچھے اچھوں کا دم نکال کر رکھ دے۔ وہ ہر چیز اور ہر بات کے موقع و محل کو جانتا ہے۔ جہاں طاقتور اور قوی ہے تو اس کے ساتھ حکیم بھی ہے جس موقعہ پر جو مناسب سمجھتا ہے کرتا ہے کسی کی مجال نہیں جو اسے روک سکے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے کہ اے نبی تیرے لیے اللہ کافی ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے جن کو تیرا مطیع و فرمانبردار بنا دیا ہے ان کو غنیمت سمجھ یہ آڑے وقت میں تیرے کام آئیں گے ان کی مدد کے لیے بھی اللہ کافی ہے۔

حقیقت میں عرب کی کایا پلٹنے میں ضرور ایک ایسی زبردست قوت کا ہاتھ ماننا پڑے گا۔ جو مادی اور دنیاوی چیزوں میں نہ کبھی دیکھی گئی اور نہ دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ قوت اللہ عزوجل کی ہے اور اس قدر صریح دلیل کے بعد ہو نہیں سکتا کہ اس کو نہ مانا جائے۔

Marfat.com

ناسمجھ ٹھیر نہیں سکتے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اے نبی ترغیب دے ایمان والوں کو
عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ
لڑائی کی اگر ہوں تم میں سے بیس
صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ
تم پر رہنے والے غالب ہیں دو سو پر اور اگر ہوں
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ
تم میں سے سو غالب ہیں ہزار پر ان میں سے
كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (۶۵)
جو کافر ہوئے یہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اے نبی مسلمانوں کو لڑائی کا شوق
عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ
دلا اگر تم میں بیس شخص
صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ
ثابت قدم رہنے والے ہوں تو ۲۰۰ پر غالب ہوں اور اگر تم میں
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ
سو شخص ہوں تو ہزار کافروں پر غالب ہوں اس واسطے
كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (۶۵)
کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے

حَرِّضْ ابھارنا، شوق دلانا۔ امر کا صیغہ ہے اور تحریض سے بنا ہے۔ تحریض کا مادہ حرض ہے جس کے معنی ہیں گھٹنا۔ گھلتے جانا۔ گویا تحریض کا مطلب یہ ہے کہ اس گھٹنے گھلنے اور کمزور ہونے کا تدارک کرنا تاکہ یہ رک جائے۔ جیسے مرض کے معنی بیماری کے ہیں۔ لیکن تمریض کے معنی ہیں تیمارداری کرنا یعنی مرض کے روکنے کی تدبیر کرنا۔ اسی طرح تحریض کے معنی ہیں مرض کو روکنا جس کے لازمی معنی یہ ہوئے کہ لوگوں کو ایسی تدبیریں اختیار کرنے پر آمادہ کرنا جس سے تباہی کی طرف بڑھنا رک جائے۔ قتال اس وقت مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کے لیے ضروری تھا۔ اس لیے اس کی ترغیب دلانے کو کہا گیا۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جس وقت لوگ اتنے ہٹ دھرم ہو جائیں کہ لوگوں کو فقط اپنے ہی طریقہ پر زبردستی چلانا چاہیں۔ اور ان کو سچی اور صحیح بات کے تلاش کرنے اور ہاتھ آجانے کے بعد اس کے ماننے کا موقعہ دینے کے لیے تیار نہ ہوں اور اپنی ضد سے کسی طرح باز نہ آئیں۔ بلکہ سچ کی جستجو کرنے والوں کو دق کریں اور اس کے ماننے والوں کے ستانے پر کمر باندھ لیں تو پھر مسلمانوں کو لڑائی کے بغیر چارہ نہیں۔ وہ اس وقت تک لڑیں گے۔ جب تک کہ دین کے اختیار کرنے کی آزادی نہ حاصل ہو جائے۔ اور فساد کی اس شر سے باز آجائیں۔ پچھلی آیت میں اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ کہ جو لوگ ظالموں سے لڑنے کے لیے دل و جان سے تیار ہو جائیں گے۔ اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اس وقت یہی موقعہ ہے کہ دشمن تمہیں ناحق ستانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور شرارت سے کسی طرح باز نہیں آتے۔ اس لیے تمہیں لڑنے کے لیے بالکل آمادہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں قاعدہ ہے۔ کہ وہ انہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی کوشش شروع کر دیں

ارشاد ہے کہ اے نبی ان ایمان والوں سے کہہ دے کہ اگر تباہی سے بچنا ہے تو لڑنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اس میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر مر گئے تو شہید اور جیت گئے تو غازی اور فاتح۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ تم بزدلی کرو۔ اگر دشمن تم سے دس گنا بھی ہوں تو بھی ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ کیونکہ تم سمجھ بوجھ کر ایک اعلیٰ مقصد کے لیے لڑ رہے ہو۔ اور ان لوگوں کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ فقط اس لیے لڑ رہے ہیں کہ ان کی سرداری بنی رہے۔ یہ نادانی کی کھلی علامت ہے۔ اس قدر پست مقصد والے بلند ترین مقصد رکھنے والوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔

Marfat.com

دوگنوں سے لڑو

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم سے اور جان لیا

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

کہ تم میں کم ہمتی ہے پس اگر ہوں تم میں سے

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ

سو ڈٹنے والے بھاری پڑیں گے دو سو پر اور

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ

اگر ہوں تم میں سے ہزار غالب ہوں گے دو ہزار پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

حکم سے اللہ کے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جانا

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

کہ تم میں سستی ہے سو اگر تم میں سو شخص ثابت قدم

مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ

رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے اور

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ

اگر تم میں ہزار ہوں تو وہ دو ہزار پر غالب ہوں گے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اللہ کے حکم سے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے

صَابِرَةٌ: صبر کرنے والے، اسم فاعل مؤنث ہے صبر سے اس کا مذکر صابر ہے جس کی جمع صابرین ہے۔ صبر کے معنی ٹھہرنے اور قائم رہنے کے ہیں۔ مصیبت میں گھبرائے نہیں اور چیخ و پکار نہ مچائے۔ یہ بھی صبر ہے کسی چیز کے حاصل کرنے میں برابر لگا رہے اور مشکلات کی وجہ سے جی نہ چھوڑے یہ بھی صبر ہے۔ اچھے کام اور اچھی باتیں ہمیشہ کرتا رہے اور کبھی جان بوجھ کر ناغہ کرے یہ بھی صبر ہے۔

پچھلی آیت میں تشکل تو خبر کی تھی۔ مگر اصل میں حکم دیا گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو اپنے سے دس گنوں کے مقابلے سے بھاگنا نہ چاہیئے۔ اس وقت مسلمان بڑے پختہ ایمان والے اور جوشیلے تھے۔ ان کو یہ حکم ماننا آسان تھا چنانچہ انہوں نے مانا۔ اور اللہ نے ان کا صبر و ثبات دیکھ کر ان کی مدد کی اور ان کی کوششوں کو پروان چڑھایا۔ اس کے بعد جب زمانہ گذرنے کی وجہ سے یہ پرانے لوگ بڈھے اور ضعیف ہو گئے اور نئے لوگوں میں وہ ولولہ اور جوش جو پہلے لوگوں میں تھا۔ کسی قدر کم ہو گیا تو ان کی حالت کی رعایت کر کے پہلے حکم کو ہلکا کر دیا گیا۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ چونکہ تم اب پہلے کی نسبت کچھ سست ہو گئے ہو اور تمہاری ہمت بھی پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ اس لیے تمہیں پہلا حکم کس قدر گراں گذرے گا۔ خیر اب تمہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے سے دگنے لوگوں کے سامنے سے مت بھاگو۔ ان کے سامنے مردانگی سے ڈٹے رہو۔ تم نے اپنی ہمت دکھائی۔ تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہو گی۔ اور تم فتح یاب ہو گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد سے لے کر آج تک یہی حکم قائم ہے۔ کہ اگر دشمن تعداد میں مسلمانوں سے دوگنے ہوں۔ تو مسلمانوں کو ان کے سامنے سے بھاگنا نہ چاہیئے۔ بلکہ ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا تو گنہ گار ہوں گے یہ رخصت کا درجہ ہے۔ لیکن اگر دشمن دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ اور مسلمان اللہ کی مدد پر اعتماد کر کے اس سے لڑتا رہے۔ تو اس کا درجہ یقیناً زیادہ بلند ہے۔

Marfat.com

پہلے دھاک بٹھاؤ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى
نہیں ہے نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس قیدی
حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ
یہاں تک کہ سختی کرے زمین میں تم چاہتے ہو
عَرَضَ الدُّنْيَا ۡ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ
سامان دنیا کا اور اللہ ارادہ کرتا ہے
الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾
آخرت کا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى
نبی کو نہیں چاہیئے کہ اپنے پاس قیدیوں کو رکھے
حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ
جب تک ملک میں خونریزی نہ کرلے تم دنیا کا اسباب
عَرَضَ الدُّنْيَا ۡ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ
چاہتے ہو اور اللہ کے ہاں آخرت
الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾
چاہیئے اور اللہ زور اور حکمت والا ہے

اَسْرٰی (قیدی) اسیر کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے اور اَسْرٌ سے بنا ہے۔ اسر کے معنی قید کرنے کے ہیں۔ اسیر قید کیا ہوا۔
یُثْخِنَ (سختی کرے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اِثْخَان سے جو ثخن سے بنا ہے۔ ثخن کے معنی ہیں شدت اور سختی۔ اثخان کے معنی ہیں سختی کرنا۔
یہاں مراد یہ ہے کہ موقعہ ملنے پر پہلے اپنا خوب رعب بٹھانا چاہیئے تاکہ فساد سے باز آجائیں اور عبرت پکڑ کے ضد چھوڑ دیں۔
جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے قریش کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ۷۰ بڑے بڑے آدمی مسلمانوں نے قید کر لیے۔ اس وقت اس بات کا فیصلہ درپیش تھا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ مال لے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ اس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا۔ کہ بتاؤ کیا صلاح ہے۔ زیادہ تر رائے اس طرف تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ یہ لوگ مسلمانوں کو بہت ستا چکے ہیں۔ زندہ چھوڑ دیا۔ تو پھر کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر دیں گے۔ لیکن اکثر نے ان کا قتل کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ ممکن ہے بعد میں ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ بعض نے فطرتاً رحم دل ہونے کی بنا پر ان سے زر فدیہ لے کر جان بخشی کی رائے دی۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ مسلمانوں کو اس وقت مال و سامان معیشت کی ضرورت ہے بہتر ہے کہ مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا۔ کہ ہر ایک سے جان کے بدلے مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلہ پر عمل کیا گیا۔ لیکن چونکہ یہ سیاسی مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی اور اس کارروائی کے غلط ہونے سے آگاہ کیا گیا۔
بدر پہلی جنگ تھی۔ تدبیر سیاسی کا تقاضا یہ تھا۔ کہ ایسے موذی دشمن کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ جس سے آئندہ کوئی فسادی دنیا کے امن و امان میں خلل نہ ڈال سکے۔ اور کہا گیا کہ مال و زر ہاتھ لگنے سے فقط تھوڑا سا وقتی فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کے چھوڑ دینے کا انجام اچھا نہیں۔ چنانچہ گو کچھ ان میں سے مسلمان ہو گئے۔ لیکن اکثریت نے دوسرے سال پھر حملہ کیا اور مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہو گئے۔ اللہ نے اپنی رحمت سے مسلمانوں کو شکست فاش سے بچا لیا۔ ورنہ مٹنے میں کچھ کسر نہ رہی تھی ؂

Marfat.com

مال کی حرص باعث عذاب ہے

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
اگر نہ ہوتا نوشتہ اللہ کا جو پہلے ہی لکھا جا چکا، البتہ پہنچ چکتا تم کو
فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا
اس میں جو تم نے لیا عذاب بڑا پس کھاؤ
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
اس میں جو تم نے لیا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾
تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
اگر ایک بات جس کو اللہ پہلے لکھ چکا نہ ہوتی تو تم کو اس
فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا
کے لینے میں بڑا عذاب پہنچتا سو کھاؤ جو
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور اللہ سے ڈرتے رہو
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع ۹
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس سے پہلے کہا گیا کہ مسلمانوں کو دنیا کے عارضی فائدہ کا خیال نہ کرنا۔ بلکہ ہر کام کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچنا چاہیے۔ مکہ کے لوگ اگر اسلام کے مقابلے میں جیت جاتے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا۔ کہ انسان کی قوتِ فکر کی آزادی ہمیشہ ہو جاتی۔ جس کا عملی نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ جس کا جی چاہتا۔ ظاہری قوت۔ مال و دولت۔ سامان حرب اور چیلے چانٹے جمع کر کے دوسروں کو زبردستی اپنی ڈگر پر چلانے کا شیوہ اختیار کرتا اور دنیا سے امن و امان مفقود ہو جاتا۔ بس یہی ایک مشغلہ رائج ہو جاتا۔ کہ ہر ایک دوسروں کی دھن میں لگا ہے اور دوسروں کو دبل بنا کر رکھے۔ مگر اللہ نے قرآن مجید میں فیصلہ کر دیا۔ کہ انسانی ضمیر کی حریت کے دشمنوں کو مٹا کر چھوڑو۔ ان پر رحم کرنا، انسانیت کو مٹانا اور حیوانیت کے قانون کو رواج دینا ہے۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اس موقعہ پر قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا اتنی زبردست غلطی تھی کہ اس کی وجہ سے تم پر بڑا سخت عذاب آسکتا تھا کیونکہ انسانی فطرت کے قاعدے توڑنے والوں کی رعایت لازمی طور پر عذاب کا سبب ہے۔ اگر عذاب نہیں آیا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ اس سے پہلے کچھ فیصلہ کر چکا ہے اور وہ اس وقت عذاب کے آڑے آرہے ہیں وہ فیصلے یہ ہیں:

(۱) کافر قیدیوں کی یہ رعایت جان بوجھ کر نہیں کی گئی۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے صاف حکم کوئی نہیں دیا تھا۔ کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا منع ہے اس لیے یہ اجتہادی غلطی ہے اور اجتہادی غلطی پر عذاب نہیں (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا (۳) استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں آئے گا۔

اتنی بڑی دھمکی سے مسلمان سہم گئے اور سمجھے کہ اس مال کو ہاتھ نہ لگانا چاہیئے۔ اس لیے آگے ارشاد ہوا کہ یہ غلطی جان بوجھ کر نہ تھی۔ اس لیے معاف کر دی گئی۔ جو مال تم لے چکے ہو وہ تمہارے لیے حلال طیب ہے۔ اس کو اپنے کام میں لاؤ۔ اور آئندہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو۔ نادانی سے جو غلطی ہو جائے اس کے لیے مغفرت طلب کرو۔ اور اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور یقین رکھو کہ اللہ توبہ استغفار کرنے والوں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ اور اپنے فرماں برداروں کو اپنے رحم و کرم سے نوازتا ہے:

Marfat.com

مغفرت کا وعدہ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ
اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے قبضے میں ہیں
مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ
قیدیوں میں سے اگر معلوم ہوئی اللہ کو تمہارے دلوں میں
خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ
بہتری تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو لے لیا گیا تم سے
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۷۰)
اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا
اور اگر انہوں نے ارادہ کیا تجھ سے دغا کا تو بے شک دغا کر چکے
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
اللہ سے اس سے پہلے پس قابو دے دیا ان پر اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۷۱)
جاننے والا حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ
اے نبی جو تمہارے ہاتھ میں قیدی آئیں
مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ
ان سے کہہ دیں اگر اللہ تمہارے دل میں
خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ
کچھ نیکی جانے گا تو تم کو اس سے جو چھن گیا بہتر دے گا
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۷۰)
اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا
اور اگر وہ تجھ سے دغا کرنا چاہیں گے تو وہ اللہ سے
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
اس سے پہلے دغا کر چکے ہیں پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۷۱)
سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ارشاد ہے کہ اے نبی مسلمانوں نے جو جنگ بدر میں قیدی پکڑے ہیں اور جن سے کچھ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں' ان سے کہہ دو کہ اس وقت تو تمہیں مال دے کر ہی قید سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ اس وقت تمہارے اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کا موقعہ نہیں ہے تم مال داخل کرو اور اپنے گھر جاؤ اس کے بعد اللہ تمہیں پرکھے گا۔ اگر تم واقعی سچے دل سے اسلام میں داخل ہو گئے اور تمہاری نیتیں صاف شفاف نظر آئیں۔ تو اللہ تمہیں اتنا کچھ دے گا جس کے مقابلے میں یہ مال جو تم اب جان بچانے کے لیے دے رہے ہو کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور ساتھ ہی تمہاری پچھلی خطائیں اور گذشتہ گناہ معاف کر دے گا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ اور اسے بخشتے دیر نہیں لگتی۔ اور اگر اے نبی ان کے دل میں کھوٹ ہے اور وہ تجھے دھوکا دے کر اس وقت اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ اس سے پہلے اللہ کو دھوکا دے چکے ہیں اور قول و قرار کر کے اس سے پھر چکے ہیں۔ پہلے تو اس قول سے پھرے جو ان کی روحوں نے روز الست کہا تھا' اور اللہ کو اپنا رب ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ پھر ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بنی ہاشم ہیں اور ابو طالب کے سامنے انہوں نے عہد کیا تھا کہ ہم کفار مکہ کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف داری اور حمایت کریں گے۔ اور وہ آج عہد توڑ کر کفار مکہ کے ساتھ تجھ سے لڑنے آئے ہیں اللہ ان کے دلوں کی بات جانتا ہے اور اس کو ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرنے کا ڈھنگ معلوم ہے۔ وہ ان سے نبٹ لے گا' اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ جو ان میں سے مسلمان ہوئے ان کی اولاد نے دنیا میں بادشاہت کی اور جو نہ ہوئے وہ خراب اور تباہ ہوئے۔

Marfat.com

اسلامی برادری

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ
تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور
جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ
جہاد کیا اپنے مالوں سے اور جانوں سے
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا
اللہ کے رستے میں اور جن لوگوں نے ٹھکانا دیا
وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ
اور مدد کی وہ سب لوگ ایک ان میں سے
اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ
دوست ہیں دوسرے کے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ
جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور
جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا
جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی
وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ
اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے
اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ
رفیق ہیں

اٰوَوْا (ٹھکانا دیا) ماضی کا مادہ ا۔ و۔ ی ہے جس سے بنا ہوا لفظ مأوٰی مشہور ہے۔ مأوٰی ٹھکانے اور مسکن کو کہتے ہیں۔ ایواء کے معنی ہیں۔ کسی کو ٹھکانہ دینا۔ رہنے کی جگہ دینا۔

مسلمان اس وقت دو جگہ بٹے ہوئے تھے۔ کچھ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے ہجرت کرکے چلے آئے تھے اور کچھ ابھی مکہ ہی میں تھے اور کفار مکہ کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ آیت کے اس حصہ میں ان کے تعلقات کا ذکر ہے۔ جو مدینہ کے مسلمانوں کے اندر آپس میں ہونے چاہئیں۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لاکر ہجرت بھی کرلی۔ اور گھر چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ اور اپنے مال اور جانیں دونوں اللہ کی راہ میں وقف کردیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے مدینے میں ان کو جگہ دی اور ان کے رہنے کا سامان کردیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق اور ساتھی ہیں، پہلے لوگ مہاجر ہیں۔ جو مکہ سے مدینے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آئے۔ دوسرے لوگ مدینے کے اصل باشندے ہیں جو انصار کہلائے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ یہ دونوں مل کر ایک ہی مجتمع (سوسائٹی) بنلتے ہیں۔ ان کے داخلی اور خارجی تعلقات دونوں ایک ہی طریق پر چلیں گے۔ داخلی انتظام سب کے لیے ایک ہوگا۔ ابتدا میں اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مہاجر کو لے کر ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ یہاں تک کہ ایک انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو آدھا مال دے دیا۔ اور آدھا اپنے پاس رکھا اور یہی آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ یعنی مدینے کے مسلمان ہر بات مل جل کر طے کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قائد، سردار اور رہبر تھے۔ قرآن حکیم ان کا قانون تھا۔ باہر والوں سے صلح ہوتی تھی تو مل کر ہوتی تھی اور لڑتے تھے تو سب مل کر لڑتے تھے۔ کسی بات میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

Marfat.com

جنہوں نے ہجرت نہ کی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارے لیے
مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ
ان کی رفاقت سے کوئی چیز یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر
اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
مدد طلب کریں وہ تم سے دین میں تم پر ضرور ہے ان کی مدد
اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ
مگر اس قوم کے خلاف کہ تم میں اور ان میں عہد ہو
وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾
اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ
اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی
مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ
رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑیں اور اگر
اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
وہ تم سے دین میں مدد چاہیں تو ان کی مدد کرنا تم کو لازم ہے
اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ
مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ تم میں اور ان میں عہد ہو
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾
اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے

اس آیت میں ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو ہجرت کرکے مدینہ نہ آسکے بلکہ مکہ ہی میں رہے۔ جہاں کافروں کا زور تھا۔ اور انہی کی بات چلتی تھی۔ ان کی صلح و جنگ میں مدینہ کی سوسائٹی کے افراد شریک نہیں۔ یعنی وہ اگر مصلحتاً مکہ کے کافروں سے کوئی سمجھوتہ کرلیں۔ تو مدینے کے مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم نہیں اور نہ وہ ان کے وہاں بیٹھے بیٹھے وارث ہوسکتے ہیں جب تک ہجرت کرکے مدینہ نہ چلے آئیں۔

ارشاد ہے کہ جو ایمان والے کسی وجہ سے مکہ ہی میں رہ گئے اور ہجرت کرکے مدینہ نہ آسکے۔ ان کے معاملات میں تمہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر دینی باتوں میں انہیں مدد کی ضرورت پڑے۔ مثلاً کفار انہیں زبردستی مرتد کرنے پر تل جائیں اور دین اور ضمیر کی آزادی کو تسلیم نہ کریں اور ان پر صرف اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ظلم و ستم روا رکھیں اور وہ تنگ آکر تم سے مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد کرنی لازم ہے۔ لیکن اگر وہ ان لوگوں کے مقابلے میں تمہاری مدد طلب کریں جن سے تمہارا عہد و پیمان پہلے ہی ہوچکا ہے۔ تو جب تک وہ عہد و پیمان کی پابندی کریں اور اس کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ توڑیں۔ تم ان کے مقابلے میں مکہ کے مسلمانوں کی مدد نہیں کرسکتے۔ اس کا خیال رکھو کہ جو کچھ کرو۔ اس میں اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھو اور یہ مت سمجھو کہ اللہ سے کوئی بات چھپائی بھی جاسکتی ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور تمہارے ظاہر اور باطن دونوں سے یکساں واقف ہے۔

ان آیتوں میں جتنے احکام بیان کیے جارہے ہیں۔ یہ فقط اس وقت کے مکہ اور مدینہ والوں کے لیے ہیں۔ کیونکہ ان میں لڑائی محض اس وجہ سے چھڑی تھی۔ کہ مکہ والے مسلمانوں کو بے جا دبانے پر کمربستہ تھے، یعنی وہ اس کو نہ مانتے تھے کہ ہر عاقل و بالغ کو اختیار ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر جو دین اختیار کرنا چاہیئے، اختیار کرے۔ اس آزادی کا انکار فساد کی اصل جڑ ہے اور جب تک یہ جڑ نہ کٹ جائے گی مسلمان لڑتے رہیں گے۔ جو لڑائیاں اس آزادی کے برقرار رکھنے کے لیے نہ لڑی جائیں بلکہ ان کی کوئی اور غرض ہو۔ ان کے احکام وہی ہوں گے جو موقع محل اور دستور کے لحاظ سے قابل عمل ہوں گے ؛

Marfat.com

فساد کو دباؤ

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اور وہ لوگ جو کافر ہوئے بعض ان کے مددگار ہیں بعض کے

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ

اگر یوں نہ کروگے تم یہ تو ہوگا شور و شر زمین میں

وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ (۷۳)

اور فساد بڑا

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ

اگر تم یوں نہ کروگے تو ملک میں فتنہ پھیلے گا

وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ (۷۴)

اور بڑی خرابی ہوگی

ارشاد ہے کہ جو لوگ کفر پر تُلے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایمان والوں نے ایک دوسرے کی وقت پر مدد نہ کی تو زمین فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بن جائے گی اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید مکہ میں نازل ہونا شروع ہوا' اور اسی وقت سے اسلام کی ابتدا ہوئی۔ تیرہ سال تک آپ مکہ ہی میں رہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ مکہ کے لوگوں کو اسلام سکھائیں اور قرآن مجید کی آیتیں سنائیں۔ تاکہ اس کے بعد جس کا جی چاہے اسلام قبول کرکے اس کے احکام کی پیروی شروع کر دے اور اپنی زندگی بالکل اس کے حکموں کے مطابق ڈھال لے۔ مکہ والوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ بلکہ دوسروں کو زبردستی اسلام قبول کرنے سے روکنا شروع کر دیا۔ اور فقط زبانی روکنے پر بس نہ کی بلکہ ماننے والوں کو دکھ پہنچانے اور ستانے پر کمر باندھ لی۔ یہ انسانیت کے خلاف تھا۔ فقط نہ ماننا اسلام میں لڑائی کا سبب نہیں بن سکتا' لیکن کسی کی آزادی چھیننا اور جبر کہ تمہاری سمجھ میں بھی آجائے کہ اسلام سچا ہے' تب بھی نہ ماننے دیں گے یہ لڑائی کا فطری سبب ہے لیکن پھر بھی مکہ کے تیرہ کے دور میں لڑنے کا حکم نہ ہوا اور فرمایا کہ صبر کرو۔ چنانچہ مسلمانوں نے جہاں تک ہو سکا صبر کیا کچھ وطن چھوڑ کر حبشہ چلے گئے۔ لیکن کفار مکہ اپنی ضد سے باز نہ آتے تھے نہ آئے۔ اس کے بعد آپ کو مدینہ چلے جانے کا حکم ہوا۔ مکہ والوں کا پھر بھی وہی رویہ رہا۔ کہ اسلام اچھا سہی لیکن ہم کسی کو اس کے قبول کرنے کی اجازت نہ دیں گے۔ آخر مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی اور کہا گیا کہ کفر تو انہوں نے خیر کیا ہی تھا لیکن دوسروں کو ان کی پسندیدہ چیز سے زبردستی روکنے کے کیا معنی۔ یہ فساد کی جڑ ہے اس کو مٹانا چاہیئے تلوار سونتو جب تک اس فساد کی جڑ نہ مٹا لو۔ دوبارہ مت رکھو۔

یاد رکھو۔ جب تک دوسروں کی آزادی سلب کرنے کی ضد ان کے دماغ سے نہ نکل جائے۔ ان کو جہاں پاؤ مارو لوٹو تباہ کرو کیونکہ یہ دنیا سے انسانیت کی جڑ مٹانے کے درپے ہیں۔ اور لوگوں سے ان کی پسندیدہ بات چھڑوا کر اپنی بات ان سے زبردستی منوانا چاہتے ہیں۔ اس ضد کو نہیں مٹانا ہے اور دنیا میں انسان کی ضمیر کی آزادی قائم رہنی ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ کوئی کافر ہو۔ یہودی بنے۔ عیسائی رہے۔ اگر وہ اس سے مطمئن ہے تو اسے اختیار ہے جو چاہے بنے۔ لیکن سچائی کے اظہار کی آزادی دنیا میں قائم رہنی چاہیئے۔ جو آزادی کو مٹانا چاہے' اس سے لڑنا اور اس کو دبا کر رکھنا انسانی فرض ہے اس لیے اس سے لڑو خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ کہتا ہو۔

یہاں جتنے احکام کافروں اور مسلمانوں کے تعلقات کے بیان ہوئے ان سے وہ کافر مراد ہیں جو دوسروں کو زبردستی ان کی پسندیدہ بات سے روکنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ فساد کی نہیں مگر وہ اسلام کو نہ مانتے ہوں ان سے تعلقات کی صورت اور جگہ بیان ہوئی ہے یہاں نہیں ؛

Marfat.com

سچّے ایمان دار

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کر گئے اور جہاد کیا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا
اللہ کے راستے میں اور جن لوگوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ
یہ لوگ وہی ایمان والے ہیں درحقیقت
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾
ان کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا
راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ
اور ان کی مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾
ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے

اسلام کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں جس وقت جو حکم ملے اسے فوراً بجالانے والا مسلم ہے۔ اس کی دل کی حالت سے ہمیں بحث نہیں۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا حکم ماننے والا اس کا مطیع اور فرمان بردار ہوا وہ مسلمان ہوا۔ اس سے یہ بات نکلی کہ جو مسلمانوں کی طرح رہے۔ اور اپنی زندگی کے طور طریق مسلمانوں جیسے رکھے جس سے بظاہر اس میں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق نہ محسوس ہو اس کو ہم بھی ظاہری قانون کے ماتحت مسلمان شمار کریں گے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں گے۔ رسم و رواج کا درست رکھنا' یہ اسلامی مجتمع (سوسائٹی) کا فرض ہے۔ ان کا ماننے والا بہرحال مسلم ہے۔ اگر غلط رسم و رواج قائم ہو گئے ہیں تو اس کی ذمہ داری مجتمع پر ہے۔ ماننے والے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا ماننا ہی اس کے مسلمان بنا دینے کے لیے کافی ہے۔ البتہ دل سے ماننے والے اور یقین کامل رکھنے والوں کا درجہ بڑا ہے۔ یہ یقین کامل کبھی کسی کو شروع میں ہی نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں کو اسلام کے ظاہری قانون پر چلتے چلتے کبھی زیادہ کم رفتہ رفتہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کو چند نشانیوں اور علامتوں سے جن کا احادیث میں ذکر ہے پہچان سکتے ہیں۔ اسی یقین کامل کو ایمان کہتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے خوش قسمت ہیں کہ جن کا مومن ہونا قرآن مجید نے تسلیم کر لیا ہے۔ اور ان کے ایمان کی صراحتاً تصدیق کر دی ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے بعض لوگوں کا یقینی مومن اور جنتی ہونا ثابت ہے۔ اور لوگ اسلام میں تو داخل ہیں۔ لیکن ان کے ایمان کی بابت یقینی اور قطعی حکم کرنا ہمارے بس کا نہیں جس میں ہم اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی ایمان کی علامتیں دیکھیں اس کو ایماندار گمان کر سکتے ہیں اور بس۔

اس آیت میں مکّہ سے مدینہ چلے آنے والے مسلمان مہاجروں اور مدینہ کے رہنے والے انصار کو قطعاً ایمان دار کہا گیا ہے۔ کیونکہ مہاجروں نے اللہ کی راہ میں اپنا تن۔ من۔ دھن سب کچھ قربان کر دیا اور انصار نے ان کو اپنے اندر رہنے کی جگہ دی۔ اور ان کو ہر طرح کی مدد دی۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایمان سب کا ایک سا ہے گھٹتا بڑھتا نہیں۔ ان کی ایمان سے مراد اسلام ہے جس کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے۔ باقی جو گھٹنے بڑھنے کے قائل ہیں ان کے ایمان سے وہ اندرونی یقین مراد ہے جو کسی کو سوائے اللہ کے معلوم نہیں ہو سکتا ؛

Marfat.com

بعد کے مہاجر

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا
اور جو لوگ ایمان لائے اس کے بعد اور ہجرت کی
وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ
اور جہاد کیا تمہارے ساتھ پس وہ تم ہی سے ہیں
وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى
اور رشتہ دار بعض ان کے قریب تر ہیں
بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بعض کے اللہ کے حکم میں تحقیق اللہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾
ہر چیز کا جاننے والا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا
اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے
وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ
اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑے وہ لوگ بھی تم ہی سے ہیں
وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى
اور رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار
بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
ہیں اللہ کے حکم میں تحقیق اللہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع الربع
ہر چیز سے خبردار ہے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس کے بعد اسلام میں داخل ہو کر جتنے مہاجرین تمہیں آکر ملتے جائیں اور تمہارے کاموں میں تمہارا ہاتھ بٹائیں اور تمہاری سعی و کوشش میں تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ تو وہ تمہارے بھائی برادر ہیں۔ ان کے اندرونی اور بیرونی تعلقات وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ ہاں اگر پہلے مہاجروں کے قریبی رشتہ دار مسلمان ہو کر ہجرت کر کے چلے آئیں۔ تو پھر وہ اپنے رشتہ داروں کے وارث ہوں گے۔ اور اللہ کی کتاب میں جو قرابت داروں کا حصہ میراث میں مقرر کیا گیا ہے اس کے مطابق میت کا مال تقسیم ہوگا۔ نئے بھائی چارے کی وجہ سے وہ محروم نہ کیے جائیں گے۔ بھائی چارے کی وجہ سے ورثہ اسی وقت تک ملے گا۔ جب تک اصلی رشتہ دار ہجرت کر کے اپنے رشتہ داروں سے نہیں آملتے جب وہ آملے تو ان کا حق مقدم ہے اور میت کا ورثہ انہی میں تقسیم ہوگا۔ اللہ کے علم میں ہر چیز ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ورثہ کس طرح تقسیم ہونا چاہیئے۔ اور اس میں کس کا حق مقدم ہے۔ اس نے اپنے علم کی بنا پر مہاجرین اور انصار کو بھائی چارہ کی رو سے ایک دوسرے کا وارث قرار دیا۔ پھر جب مہاجروں کے رشتہ دار ہجرت کر کے ان سے آملے تو قانون میراث اصلی جاری کر دیا۔ چنانچہ اس کے مطابق میت کا مال تقسیم کیا جائے گا۔ اور اب کسی کو میت کی میراث میں کمی بیشی کا اختیار نہ رہا۔ البتہ ایک تہائی تک اگر مرنے والا کسی کے ساتھ احسان کر جائے تو اس کا اسے اختیار ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت کو درست کر کے شرعی تقسیم کے مطابق کر دیا جائیگا۔

اولوا الارحام ذو رحم کی جمع ہے۔ رحم کے معنی قرابت اور رشتہ داری کے ہیں۔ یہاں اولوا الارحام سے جن کو ذوی الارحام بھی کہتے ہیں۔ مراد وہ سب قریبی رشتہ دار ہیں جن کا حصہ میت کے مال میں مقرر ہے۔ اور جنہیں حصے داروں کو دے کر بچا ہوا مال ملتا ہے۔ پہلوں کو ذوی الفروض اور دوسروں کو عصبہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں یہی رشتہ دار مراد ہیں۔

فقہ کی اصطلاح میں اولوا الارحام میں وہ رشتہ دار بھی شامل ہیں جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہیں۔ میراث میں ان کے حق ہونے نہ ہونے کی بابت فقہ کی کتابوں میں تفصیل درج ہے۔ وہاں سے ان کا حکم معلوم ہو سکتا ہے:

Marfat.com

سورۃ الانفال پر ایک نظر (۱)

سورۃ الانفال ختم ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں دستور کے مطابق اس سورت پر پھر ایک اجمالی نظر ڈال لینی چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ یہ ہمیں کیا سکھاتی ہے۔

اسلام کی اصل غرض یہ ہے کہ روئے زمین کے انسانوں کو ایک برادری کے اندر اکٹھا کر دے اور ان کے بنیادی خیالات کو ایک مرکز پر قائم کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّہ کی زندگی۔ آپ کا لوگوں سے برتاؤ اور مکہ میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی سورتیں سب اسی بات کی تائید کرتی ہیں۔ آپ کی مکّہ کی زندگی عوام کی زندگی سے حالات کے لحاظ سے ممتاز نہیں تھی۔ ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لیے آپ کے مشاغل وہی ہیں جو اس وقت کے لوگوں کے تھے۔ جیسے محنت مزدوری۔ جانور چرانا یا تجارت وغیرہ البتہ لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ ایسا تھا جو دنیا کے شریف سے شریف انسان کا ہو سکتا ہے۔ سب کے ساتھ کھلے دل سے ملنا۔ کسی کو دھوکا فریب، دغا نہ دینا، قرابت داروں کا خیال رکھنا۔ مسکین۔ بیوہ اور یتیم کی خبر گیری کرنا۔ مشکل میں پھنسے ہوئے کی مدد کرنا۔ خواہشوں پر قابو رکھنا۔ آدمی ہونے کے لحاظ سے خود داری، وقار اور عزت کا ہر صورت میں لحاظ رکھنا۔ انسان کا مرتبہ سمجھ کر اس کے قائم رکھنے کی کوشش کرنا۔ خلاف انسانیت کاموں سے نفرت کرنا۔ دنیا کی کسی چیز کے آگے عاجزی سے سر نہ جھکانا اور سمجھنا کہ انسان سب سے برتر ہے۔ اور صرف یہ کہ اسی کے سامنے سر جھکایا جا سکتا ہے جو اس سے بھی برتر ہو۔ امانت اور خیر خواہی یہ سب باتیں آپ کی طبیعت میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ایسی عادتوں کو جو دل میں گھر کیے ہوئے ہوں خُلق کہتے ہیں۔ خلق بُرا بھی ہو سکتا ہے اور اچھا بھی۔ لیکن آپ کے تمام اخلاق اچھے تھے۔ قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو اس نے بھی انہی اچھی باتوں کی تائید کی جو آپ کا خلق بن چکی تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے باہمی اختلافات انہی باتوں کے اختیار کرنے سے دور ہو سکتے ہیں۔ مکّہ کے لوگوں نے آپ کو خلق کے لحاظ سے یکتا مانا۔

بہرحال مکّہ والے قرآن کی تعلیم پر متفق نہ ہو سکے۔ اور اپنے چھوٹے چھوٹے ذاتی مفاد پر۔ عام انسان کے مفاد کو قربان کر دیا۔ یہاں یہ بات سمجھ لینے کے قابل ہے کہ انسانی دین انسان پر اوپر سے زبردستی ٹھونسا نہیں جاتا۔ بلکہ خود انسان کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کامل فطرتاً اسی طریقہ پر چلتا ہے۔ جو نوع انسان کے لیے اس کی بناوٹ کے لحاظ سے معیّن ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی آپ وہی طریقہ بچپن سے اختیار کرتے تھے۔ جو انسانی دین کے مطابق تھا۔ اس لیے دین وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور خصلتوں اور اعمال سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ گویا آپ قرآن شریف کے نازل ہونے سے پہلے ہی خود بخود دین کا راستہ اختیار کیے تھے۔ اور پیدائشی طور پر ان باتوں سے جو دین انسانی کے خلاف ہیں نفرت کرتے تھے۔ جب آپ کا دین پختہ تھا اور اخلاق صاف نمایاں ہو گئے۔ اور سب نے آپ کے بہترین انسان ہونے کی گواہی دی۔ تو قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا اور اسی طریقے کو جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے۔ اور ان اخلاق جن کو آپ اختیار کر چکے تھے۔ قرآن مجید نے الفاظ کے اندر بند کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ اور آپ کے اعمال کے طریقے کو واضح اور معیّن کر دیا ؛

Marfat.com

سورۃ الانفال پر ایک نظر (ب)

اور آپ کے عادات اور اخلاق پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ "تو نہایت شان دار خلق پر قائم ہے"۔ اور حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ کہ آپ کے خلق پر کچھ روشنی ڈالیے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ آپ کا خلق قرآن حکیم ہے۔ نیز آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اسی قسم کی اور آیتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین پر اور انسانی خلق پر پہلے ہی قائم تھے۔ کلام الٰہی نے اس کی تصدیق اور توثیق کر دی اور آپ کے ایمان کو محکم کر دیا اور بتلا دیا کہ اب اس کتاب سے اپنے اعمال کو منظم کرلو وہ راستہ جس پر تم چل رہے ہو ٹھیک ہے۔ اگر اس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو دین کا فطری ہونا صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک ایسا انسان جس پر بیرونی اثرات نے اپنا قبضہ نہ جما لیا ہو خود بخود اسی پر چلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آپ ہی چلے۔ قرآن مجید نے نازل ہو کر اس کی تصدیق اور تکمیل کر دی اور اس کو ہمیشہ کے لیے عبارات اور الفاظ کے اندر محفوظ کر لیا۔ جو لوگ حدیث کو جو صرف سنت نبوی کو بیان کرتی ہے۔ ضروری نہیں قرار دیتے انہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ قرآن مجید نے کسی دین کا اختراع نہیں کیا ہے۔ وہ صرف ان ہی باتوں کو صحیح کہتا ہے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے۔ اور انہیں کی تنظیم کے اصول و قواعد پیش کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں پہلے پہلے سنتِ قائم کو محفوظ کرنا چاہیئے۔ اور وہ فقط رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور تمام امت کے علی التواتر ہر زمانے میں اس پر عمل کرنے سے ہی ثابت اور محفوظ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ بحمد اللہ ان دونوں طریقوں سے محفوظ ہے۔ اس کی صحت کی جانچ کا ذریعہ قرآن مجید ہے۔ اور ہر زمانے میں اس پر پیش کر کے اس کی تجدید اور اصلاح ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ قرآن مجید کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔ اس دین کی تائید، حمایت اور تنظیم کرتا ہے۔ جسے ایک مکمل انسان خود بخود اختیار کرتا ہے۔

مکہ والوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسان کامل مانا۔ لیکن جب قرآن مجید نے کہا کہ اسی انسان کامل کی اطاعت اور فرماں برداری کرو تو یہ ان پر شاق گذرا۔ نظر اتنی وسیع نہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار بنا لیتے اور انسان کے رہنما ہونے کا فخر حاصل کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس دین کی آزادی کے ساتھ تبلیغ کرنے دو اور تم مانو یا نہ مانو لیکن جو ماننا چاہیئے اسے ماننے دو۔ یہ بھی انہیں منظور نہ ہوا۔ آخر ماننے والوں کا لقب مومن اور نہ ماننے والوں کا کافر قرار دے کر انہیں الگ الگ کرنا پڑا۔ اور انسان کے ہمیشہ کے لیے دو بڑے جتھے ہو گئے۔ آپ مدینہ تشریف لے گئے اور جن مسلمانوں کو موقعہ میسر ہوا وہ بھی آپ کے ساتھ وہیں پہنچ گئے۔ بدر کا معرکہ ہوا اور لڑائی کے قوانین مرتب کرنے کی ضرورت ہوئی جن کی اگر مکہ والے پیدا ہی نہ ہتے تو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی موقعہ پر سورت نازل ہوئی۔ اس میں بدر کی لڑائی کا نام فرقان رکھا اور بتلا دیا کہ مکہ والوں کی ہٹ دھرمی سے آج انسان دو فرقوں میں بٹ گئے۔ تمہارے مقابل جو فرقہ ہے وہ تمہاری مخالفت کے اوپر متحد اور اپنے خیال میں منظم ہے۔ اس کے مقابلے میں تم بھی منظم رہو۔ اگر وہ دین کی آزادی تسلیم نہ کرے تو وہ گویا دنیا میں فساد کی جڑ جماتا ہے۔ اس فساد کی جڑ اکھیڑنے کے لیے تم اپنی تنظیم کرو۔ اس تنظیم کا طریقہ اس سورت میں بہ تفصیل بیان کیا گیا ہے۔ اس تنظیم کے مطابق مدینہ کی ابتدائی سوسائٹی قائم ہوئی۔ اور اس نے بدر کی لڑائی سے شروع کر کے رفتہ رفتہ مکہ کو فتح کر لیا۔

Marfat.com

سورۃ الانفال پر ایک نظر (ج)

قرآن حکیم کے نازل ہونے کے طریقہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی مسلمان ضرورت کے وقت اپنی انسانی فطرت کی بنا پر موقع کے مطابق ایک طریق عمل مقرر کر لیتے تھے۔ اور پھر انتظار کیا جاتا تھا کہ وحی یا نبی کے الہام کے ذریعے اس کی توثیق ہو جائے تو کام شروع کر دیا جائے۔ وحی اکثر سردار رسل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اور وفادار ساتھیوں کی رائے کے مطابق ہوتی تھی۔ یا اس میں ترمیم و تنسیخ کر کے اس کی اصلاح کر دیتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اپنی اور مسلمانوں کی صواب دید سے ایک کام کر لیتے تھے اور بعد میں وحی اس کو اس حالت کے لیے جائز قرار دیتی تھی۔ لیکن دوسرے موقعہ پر موقعہ کی رعایت کرتے ہوئے مکمل قانون کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتی تھی اور پہلی وحی بھی قائم رکھی جاتی تھی۔ تاکہ اگر وہی پہلا موقعہ پھر نمودار ہو تو پھر وہی کیا جائے جو پہلے کیا تھا۔ اس سورت کی آیتوں سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی رائے قائم کر کے بدر کے قیدیوں کو مال لے کر چھوڑ دیا۔ اس طرز عمل کو اس سورت میں اس خاص وقت کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ لیکن بعد میں اس کی بابت مکمل قانون بتلا دیا۔ کہ اب اس کے مطابق کرنا اس بات پر غور کرنے سے ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے لیے ایک دائمی طریق عمل نکلتا ہے۔ جس کی پابندی کرنے سے بہت سے خرخشے مٹ سکتے ہیں۔ اس وقت نئی وحی کا آنا تو بالکل ناممکن ہے۔ البتہ وحی قدیم بہ شکل قرآن حکیم بحمد اللہ محفوظ ہے۔ اور ادھر خوش قسمتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے جانشینوں کے فیصلے جو انہوں نے مختلف حالات میں بہ شکل حدیث دائر کیے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اسی طرح علماء کرام کے فتووں کا جو انہوں نے ان اصول کے مطابق وقتاً فوقتاً دیئے جو ان سے مستنبط کیے ہوئے تھے انبار کا انبار ہمارے قبضہ میں ہے۔ ان سب میں وحی الٰہی کی روشنی جلوہ گر ہے۔ راستہ اب بھی وہی ہے کہ ہم موجودہ قضیوں کے فیصلے خود آپ سوچ سمجھ کر باہمی مشورہ سے کریں اور پھر ان فیصلوں کو کتاب حدیث اور اقوال مجتہدین کی کسوٹی پر کسیں۔ اگر پورا اترے تو اس پر عمل کریں۔ فرق اتنا ہی ہے کہ پہلے وحی براہ راست اس کی توثیق یا تضعیف کرتی تھی۔ آج کل قرآن۔ حدیث اور فقہ اس کے قائم مقام ہیں۔ اگر ان میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ملے۔ تو پھر اجماع اور قیاس کا راستہ کھلا ہوا ہے اور اس کے اصول صدیوں سے مقرر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ جو فیصلہ بھی ہم کریں گے۔ وہ قابل عمل ہوگا۔ بشرطیکہ قرآن و حدیث کی روح کے خلاف نہ ہو۔

آخر سورت میں مہاجر، انصار اور ان مسلمانوں کے جنہوں نے ابھی ہجرت نہیں کی۔ باہمی تعلقات کا ذکر ہے۔ لیکن ۲ھ میں جب یہ سورت نازل ہوئی اکثر تعلقات عارضی بنیاد پر ہی قائم کیے جا سکتے تھے۔ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو مسلمانوں کا ایک دوامی مرکز بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس کے لیے جو تیاریاں کرنی تھیں۔ اس کا ذکر اس کی اگلی سورت میں ہے۔ اور اس سے اگلے صفحہ میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔

Marfat.com

سورۃ التوبہ

اس سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی جاتی۔ اس میں مشرکوں کی بابت غضب آلود احکام درج ہیں۔

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی نویں سورت ہے۔ اور یہ ۹ھ میں مدینہ کے اندر نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہو چکی تھی۔ صورت یہ ہوئی۔ کہ قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ ہو چکی تو بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ دو سال بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس کا خیال نہ کیا۔ کہ ان کے حلیف قریش اور مسلمانوں کے درمیان حدیبیہ پر صلح ہو گئی ہے۔ اور اس کی ایک شرط یہ ہے۔ کہ دس سال تک قریش اور مسلمان ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں گے۔ اور نہ حملہ کرنے والوں کی مدد کریں گے۔ قریش نے بنو بکر کی ہتھیاروں وغیرہ سے مدد کی۔ اور یہ صلح حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی تھی۔ مسلمانوں کے لیے بنو خزاعہ کی مدد معاہدہ کی رو سے ضروری تھی۔ اس لیے آپ نے رمضان ۸ھ میں مکہ پر حملہ کر کے اسے بڑی آسانی سے فتح کر لیا۔

فتح مکہ کے وقت عرب کے قبیلوں کے ساتھ مسلمانوں کے مختلف قسم کے تعلقات تھے۔ بعض کے ساتھ ایک معیّن مدت تک معاہدہ تھا۔ بعض کے ساتھ مدت کے تعیّن کیے بغیر معاہدہ کر لیا گیا تھا۔ بہت سے ایسے قبیلے تھے جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا۔ مکہ پر قبضہ کرنے کے معنی یہ تھے۔ کہ تمام جزیرۃ العرب پر قبضہ ہو گیا۔ اللہ کے علم میں اس کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ سارا جزیرۃ العرب اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہو گا۔ جہاں سوا مسلمانوں کے کسی کا عمل دخل نہ ہو گا۔ اور مکہ کی برادری پھیل کر تمام عرب کو ایک کر کے رہے گی۔ اس مقصد کے پورا کرنے کے لیے لگاتار حسب ذیل واقعات نمودار ہوئے۔

۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ ۸ھ میں قریش نے اسی شرط کی خلاف ورزی کر کے اسے توڑ ڈالا اور اسی سال مسلمانوں نے مکہ پر اچانک حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ ۹ھ میں سورۃ توبہ نازل ہوئی جس میں تمام جزیرہ عرب کو براہ راست مسلمانوں کے بلا شرکت غیرے زیر اقتدار لانے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ یہ سورۃ جس وقت نازل ہوئی ہے۔ مسلمانوں کا قافلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگرانی اور قیادت میں حج کے لیے مکہ روانہ ہو چکا تھا۔ سورت کے نازل ہوتے ہی ایک قاصد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ حضرت ابوبکر رضہ کے پاس روانہ کیا گیا۔ اور آپ کو ہدایت کی گئی کہ حج کے وقت عرفات یا منیٰ میں اعلان کر دیں کہ مشرکوں کے ساتھ کیے ہوئے تمام معاہدے توڑ دیے گئے۔ جس کو اسلام نہ لانا ہو۔ اپنا ٹھکانا کرے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت علی نے یہ اعلان پڑھ کر سنایا۔

اس سورت میں مختلف آیتیں مختلف قبیلوں اور واقعوں سے متعلق نازل ہوئی ہیں اس کا اجمالی خلاصہ یہ ہے:

۱۔ شروع میں مشرکوں کو خبردار کر دیا گیا۔ کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں تمہیں چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس میں یا تو مسلمان ہو کر اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا جزیرۃ العرب سے باہر چلے جاؤ۔ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی لکھی جا چکی ہے۔ اس اعلان سے عرب میں ہمیشہ کے لیے بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۔ روم کی عیسائی سلطنت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اس کے دبانے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس کی بابت خبریں اور ان سے آئندہ جو لڑائی ہو گی اس کی بابت ہدایتیں ہیں۔

۳۔ مسلمانوں کو منافقوں سے الگ اور ان کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی ہے:

Marfat.com

عہد کے خاتمہ کا اعلان

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ
بری الذمہ ہونے کا فیصلہ۔ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے
اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱
ان کے لیے جن سے تم نے عہد کیا مشرکوں میں سے
فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
پس پھرو چلو اس سرزمین میں چار مہینے
وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ
اور سمجھ رکھو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ کو
وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲
اور یہ کہ اللہ ذلیل وخوار کرنے والا ہے۔ کافروں کو

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ
اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے
اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱
ان مشرکوں کو صاف جواب ہے جن سے تمہارا عہد ہوا تھا
فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
سو اس ملک میں چار مہینے پھر لو
وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ
اور جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے
وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲
اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

بَرَآءَةٌ (چھٹکارا۔ خلاصی) یہ مصدر ہے جو مادہ ب۔ ر۔ ء سے بنا ہے بَرُءَ کے معنی الگ ہو جانا، بیماری سے اچھا ہو جانا۔ ہماری زبان میں اس مادہ سے بنے ہوئے لفظ بَرِیٔ کو بری کر لیا گیا ہے اور بہت مستعمل ہے۔ جیسے فلاں حاکم نے ملزم کو بری کر دیا۔ وہ مقدمہ میں بری ہو گیا۔ براۃ کے معنی ہیں بیچا چھڑانا۔ خلاصی حاصل کرنا یہاں اس سے مقصود یہ ہے کہ ہم سب عہد و پیمان منسوخ کرتے ہیں۔

سِيْحُوْا (چلو۔ پھرو) اس کا مادہ س۔ ی۔ ح ہے اور مصدر سَيَاحَةٌ ہے اور یہ اسی سے امر کا صیغہ ہے۔ ہماری زبان میں سَيَاحَةٌ کو سیاحت کر لیا گیا ہے اور ہم اسے خوب استعمال کرتے ہیں۔ کسی ملک میں سیر سپاٹے کے لیے جانا اور آزادی سے اِدھر اُدھر گھومنا۔ سیاحت کرنے والوں کو سیّاح کہتے ہیں۔ جو اسی مصدر سے صفت کا صیغہ ہے۔ یہاں یہ کہنا ہی مقصود ہے کہ آزادی کے ساتھ چلو پھرو۔

مُخْزِيْ (رسوا کرنے والا) اسم فاعل ہے اِخْزَاءٌ سے جو خِزْيٌ سے بنا ہے۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ اخزاءٌ، خِزْيٌ کا متعدی ہے۔ خِزْيٌ: رسوائی اخزاءٌ: رسوا کرنا۔

كٰفِرِيْنَ: کافر کی جمع ہے اور کُفْرٌ سے اسم فاعل ہے جو بجا استعمال ہوا ہے۔ اور ہر جگہ اس سے مراد اللہ کا انکار کرنے والا ہے۔ لیکن اس سے مراد ایسا کافر ہے جو خود ہی انکار نہ کرے بلکہ دوسروں سے بھی زبردستی انکار کرائے۔ اس کے مقابل کا لفظ مومن ہے جو اللہ کے ماننے والے کو کہتے ہیں۔ مومن اللہ کا اقرار کرتا ہے اور دوسروں کو صلاح دیتا ہے کہ اللہ کا ماننا بہتر اور ضروری ہے۔ لیکن کسی کو زبردستی منوانا نہیں چاہتا۔ کافر بھی اگر زبردستی ایمان سے نہ روکے تو اس سے کوئی لڑائی نہیں۔ لڑائی جب ہوتی ہے جب وہ زبردستی ایمان سے لوگوں کو روکنا شروع کر دیتا ہے۔ ان آیتوں میں یہ فیصلہ سنایا گیا ہے۔ کہ آئندہ ان مشرکوں سے جن سے غیر میعادی عہد ہے۔ کسی عہد و پیمان کی پابندی نہیں کی جائے گی۔ ان کو اور ان کو جن سے کوئی عہد نہیں چار مہینے کی مہلت ہے کہ وہ اس ملک میں آزادی کے ساتھ چل پھر سکیں۔ اس کے بعد اگر جزیرۃ العرب میں رہنا ہے تو مسلمان ہونا پڑے گا۔ ورنہ یہاں سے نکل جانا ہوگا۔ ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ اللہ کافروں کو دونوں جہان میں رسوا اور ذلیل کرنے والا ہے۔

Marfat.com

اعلانِ عام

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ
اور اعلان ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے لیے
يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ
یہ روز حج اکبر کہ اللہ کو سروکار نہیں
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ
مشرکوں سے اور نہ اس کے رسول کو پس اگر باز آجاؤ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
تو وہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر منہ موڑو تم تو سمجھ لو
اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ
کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ کو اور خوشخبری دے ان کو
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (۳)
جو کافر ہوئے عذاب دردناک

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ
اور اعلان ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے سامنے
يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ
بڑے حج کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ
بالکل الگ ہیں سو اگر تم توبہ کرو تو
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم
اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ
اللہ کو تھکا نہ سکو گے اور کافروں کو دردناک
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (۳)
عذاب کی خوش خبری سنا دے

اَذَانٌ: پکار کر سنانا۔ یہ تاذین کا حاصل مصدر ہے جو اَذَّنَ سے بنا ہے حاصل مصدر اس کام کا نام ہوتا ہے جس کا کرنا مصدر سے ظاہر ہو مثلاً سلام تسلیم کا اور کلام تکلیم کا حاصل مصدر ہے۔ اَذَانٌ کے معنی ہیں سننا۔ تاذین کے معنی ہیں سنانا۔ اذان وہ بات جو سنائی جائے اسی مادہ سے اِذْنٌ بھی بنا ہے جس کے معنی اجازت کے ہیں لیکن یہاں اس سے کوئی تعلق نہیں اسی سے اَذُنٌ بھی ہے جس کے معنی ہیں کسی کے کان پر مارنا۔

اَلْحَجُّ الْاَكْبَرُ: (بڑا حج): حج کے معنی ہیں قصداً کہیں جانا۔ حج دو قسم کے ہیں۔ ایک بڑا جس کے لیے ذوالحجہ کی ۸ تا ۱۰ تاریخیں مقرر ہیں یعنی ۸-۹-۱۰ ذی الحجہ ان ایام میں تمام حاجی عرفات اور پھر منیٰ کے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک چھوٹا حج جس کو عمرہ بھی کہتے ہیں اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں اور نہ کہیں جمع ہونا ضروری ہے اس کی پہلی آیتوں میں مشرکین سے وہ مشرک مراد ہیں جن سے بلامدت مقرر کیے ہوئے معاہدہ ہو گیا تھا کہ ہم آپس میں نہ لڑیں گے نیز انہی میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ دونوں کو سنا دیا گیا کہ ۴ مہینہ کی مہلت ہے۔ اس میں تم مسلمان ہو جاؤ یا جزیرۃ العرب سے نکل جاؤ۔ ورنہ مار دیے جاؤ گے۔

اس آیت میں مشرکین سے وہ مکہ والے اور ان کے حلیف مراد ہیں جن سے دس سال کے لیے بمقام حدیبیہ صلح کا معاہدہ ہوا تھا۔ یہ معاہدہ اگرچہ قریش نے توڑ ڈالا اور اسی وجہ سے مکہ فتح کر لیا گیا۔ لیکن فتح مکہ کے ایک سال بعد ۹ھ میں سالانہ حج کے موقعہ پر جس کے امیر حضرت ابوبکر رضؓ تھے۔ مدینہ میں سورہ توبہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت علی رضؓ ان کو لے کر مکہ روانہ ہوئے اور عین سالانہ حج کے اجتماع میں اس کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ کہ اب ہماری مشرکوں سے کوئی صلح نہیں ہے۔ مشرک اگر توبہ کر لیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں تو بہتر ورنہ جزیرۃ العرب کو غیر مسلموں سے خالی کرا لیا جائے گا اور مشرک اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

Marfat.com

کچھ لوگ ابھی بچ رہیں گے

اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ
مگر وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا مشرکین میں سے
ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّلَمْ
پھر نہ کوتاہی کی انہوں نے کچھ اور نہ
یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا
مدد کی تمہارے خلاف کسی کی پس تم پورا کرو
اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰی مُدَّتِهِمْ ؕ
ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۴﴾
بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بچ کر چلنے والوں کو

اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ
جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ
ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّلَمْ
کچھ قصور نہ کیا اور تمہارے
یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا
مقابلہ میں کسی کی مدد نہ کی سو ان سے ان کا
اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰی مُدَّتِهِمْ ؕ
عہد ان کے وعدہ تک پورا کرو
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۴﴾
بے شک اللہ کو احتیاط والے پسند ہیں

لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ : نہ کمی کی انہوں نے تم سے) مضارع کا صیغہ ہے۔ نقص کے معنی ہیں کم کر دینا۔ گھٹا دینا۔ کوتاہی کرنا یہاں کوتاہی نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ معاہدہ کی شرطوں میں سے کسی کی خلاف ورزی نہ کی نقصان اسی مادہ سے ہے جس کے معنی کمی کے ہیں۔

لَمْ یُظَاهِرُوْا (نہ پیٹھ ٹھونکی): مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر "مظاھرۃ" ہے جو ظہر سے بنا ہے جس کے معنی پیٹھ اور کمر کے ہیں۔ مظاہرہ سے مراد کسی کی کمر تھامنا، مدد کرنا۔ مظاہرہ۔ کسی بات کو کھلم کھلا سب کے سامنے کرنے کے بھی ہیں لیکن وہ ظہور سے بنا ہے جس کے معنی ظاہر ہونا ہیں۔ بہرحال یہاں پہلے معنی مراد ہیں جن کا مطلب ہے پشت پناہی کرنا اور وہ ظہر سے بنا ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ ایک وقت مقررہ تک صلح کا معاہدہ تھا۔ اور انہوں نے اس معاہدہ کو نباہا اور اس کے خلاف کوئی کام نہ کیا۔ ارشاد ہے کہ جن مشرکوں سے تم نے ایک مدت کے لیے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اور انہوں نے اس معاہدہ کی خود بھی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ اور تمہارے دشمنوں میں سے بھی کسی کی مدد نہیں کی ان کے ساتھ مدتِ معاہدہ ختم ہونے تک معاہدہ جاری رکھو۔ اور ان کو بالفعل ان کے حال پر چھوڑ دو۔ جب مدتِ معاہدہ ختم ہو جائے گی۔ ان کے ساتھ بھی اسی اعلان کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ آیت کو اس پر ختم کیا گیا ہے کہ اللہ احتیاط سے چلنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ جو اپنے طرز عمل سے اپنے اوپر کسی طرح کا الزام عائد ہونے کا موقع نہ دیں اور کوئی کام ایسا نہ کریں جس سے ان کی نیک نامی اور شہرت کو بٹا لگے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو عہد و پیمان کا پورا کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ اگر غدار مشہور ہو گئے تو اسلام کا نام بدنام ہو گا۔ اور مسلمانوں کو لوگ کہنے لگیں گے۔ کہ وہ بات کہہ کر مکر جاتے ہیں اس لیے اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کیا جائے۔ یہاں سوچنا یہ ہے کہ قرآن مجید تو یہ ہدایت کرتا ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے تم بدنام ہو جاؤ۔ اور دنیا تم پر اعتبار کرنا چھوڑ دے اور ہم یہ کر رہے ہیں۔ کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کی برائیوں کا اڈہ بنا لیا ہے۔ اللہ رحم کرے۔

Marfat.com

باقی لوگوں سے سلوک

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
پھر جب گذر جائیں مہینے حرمت کے تو قتل کرو

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
پھر جب پناہ کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو

الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ
مشرکوں کو جہاں پاؤ ان کو اور

الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ
مارو جہاں پاؤ اور

خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ
پکڑو ان کو اور گھیرو ان کو اور بیٹھو ان کے لیے

خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ
پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی

كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
گھات کی جگہ میں پھر اگر وہ کرلیں توبہ اور قائم کریں نماز

كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
گھات میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں

وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ
اور دیں زکوٰۃ چھوڑ دو ان کا راستہ بے شک

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ
اور زکوٰۃ دیا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵
اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِنْسَلَخَ (گذر جائیں) ماضی کا صیغہ ہے انسلاخ سے جس کا مادہ س۔ل۔خ ہے۔ سلخ کے ایک معنی ختم ہو جانے اور گذر جانے کے ہیں۔ انسلاخ کے معنی کسی چیز کے اندر سے نکل کر چلے جانا جس کو ہماری زبان میں کھسک جانا کہتے ہیں یہاں اس سے مراد گذر جانا ہے۔

اَلْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (وہ مہینے جن میں لڑنا حرام ہے) اَشْهُر شہر کی جمع ہے۔ شہر عربی میں مہینہ کو کہتے ہیں۔ حُرُمٌ۔ حرام کی جمع ہے۔ حرام حرمت سے بنا ہے اس کے معنی وہ جگہ یا وہ زمانہ جس کی حرمت کی جائے اور جس میں لڑنا بھڑنا بند رکھا جائے۔ عرب لڑاکا لوگ تھے لیکن سب نے مل کر ایک دستور بنا لیا تھا کہ سال میں چار مہینے کوئی کسی سے نہ لڑے گا۔ اسلام نے ان کے اس دستور کو باقی رکھا کیونکہ وہ اپنی طرف سے صلح سے متعلق ہر چیز کو باقی رکھتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں شہر حرام کا ذکر گذر چکا ہے اور آگے اس صورت میں بھی تفصیل کے ساتھ آئے گا۔

ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان کو چھوڑ کر تمام مشرکوں سے مسلمانوں کا عہد ٹوٹ چکا اور اس کا اعلان ہو گیا۔ لیکن اتنی رعایت دی جاتی ہے کہ محرم کا مہینہ جو حرام ہے ختم ہو لینے دیا جائے۔ کیوں کہ خواہ مخواہ ایک مفید منفرد رحم کو اپنی طرف سے مٹانے سے کیا فائدہ۔ لیکن جب محرم کے ختم ہونے کے ساتھ حرام مہینے رجو کہ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم ہیں ختم ہو جائیں۔ تو پھر جزیرہ عرب کو فسادی لوگوں سے خالی کرنے کا وہ مشہ دع کر دو یہ لوگ نہ خود چین سے رہیں گے اور نہ تمہیں چین سے رہنے دیں گے۔ آئندہ ان کو امن و امان میں خلل ڈالنے کا موقعہ نہ دیا جائے گا۔ اب سے جزیرۃ العرب میں فقط وہی لوگ رہیں گے جو اسلامی زندگی اختیار کریں گے۔ اسلامی زندگی سراسر امن و امان ہے۔ ان میں جو لوگ سچے دل سے اپنی پچھلی حرکتوں کو چھوڑ دیں۔ نماز باقاعدہ پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ تو وہ شوق سے رہیں۔ ان کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے گی۔ اور اللہ ان کے پچھلے کرتوتوں کے باعث ان کو مصیبت میں نہ ڈالے گا۔ کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں کے قصور معاف کر دیتا ہے اور ان پر رحمت کرتا ہے۔

Marfat.com

مزید رعایت

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اگر کوئی مشرکوں میں سے
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ
پناہ مانگے تجھ سے تو اسے پناہ دے یہاں تک کہ وہ سن لے
كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ
اللہ کا کلام پھر پہنچا دے اس کو اس کی حفاظت کی جگہ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ ع
یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں جانتے

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ
تو اس کو پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ اللہ کا
كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ
کلام سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ ع ۱ ۶ ۷
یہ اس واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

اسْتَجَارَ (پناہ مانگے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِسْتِجَارَۃٌ ہے۔ اور مادہ ج۔ا۔ رہے سے بنا ہے۔ جار عربی میں پڑوس اور پناہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ استجارہ کے معنی ہیں پناہ طلب کرنا کسی سے حفظ و امان کا طالب ہونا۔

اَجِرْ (پناہ دے) امر کا صیغہ ہے اِجَارَۃٌ سے بنا ہے اور اوپر کے لفظ کی طرح جوار ہی سے نکلا ہے اس کے معنی ہیں پناہ دینا۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔ لیکن جو لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اور زندگی تمہارے طریقے سے بسر کرنے پر آمادہ ہوں ان کو چھوڑ دو۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اسلام سے ناواقف ہوں گے۔ ان میں سے اگر کوئی شخص مسلمانوں کے پاس اسلام کے سمجھنے کے لیے آنا چاہے ان سے پناہ مانگے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسے اپنی پناہ میں لے لیں۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ جو مشرک تم سے کہے کہ مجھے قتل مت کرو۔ میں تمہارے اندر اس لیے رہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کو سمجھوں۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں وہ کیا چیز ہے اور کیا چاہتا ہے تو ایسے آدمی کو اپنے اندر رہنے کی اجازت دو۔ اور اس کی حفاظت کرو۔ اور اس کو قرآن مجید کی آیتیں جو اسلام کی جڑ ہیں پڑھ کر سناؤ اور اسلام کے طریقے سمجھاؤ۔ اگر سب کچھ سن سنا کر اور سمجھ سمجھا کر وہ یہی فیصلہ کرے کہ میں اسلام میں داخل نہیں ہوں گا۔ تو اس کو قتل مت کرو۔ بلکہ وہ جہاں جانا چاہے اور سمجھتا ہو کہ وہاں وہ امن چین سے رہ سکے گا۔ تو اسے وہاں پہنچا دو۔ یہ حکم اس واسطے دیا جاتا ہے کہ یہ مشرک لوگ چونکہ اپنے ہی طریقے سے زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں اور اس بات سے آگاہ نہیں کہ ہمارے طریقے سے ایک بہتر طریقہ بھی ہے جس کا نام اسلام ہے۔ اس لیے اگر وہ چاہیں تو ان کو اپنے پاس رکھ کر سمجھنے کا موقعہ دو۔ اور قرآن مجید کا پیغام اُن تک پہنچا دو۔ اگر سمجھنے کے بعد بھی نہ ماننے کا فیصلہ کریں تو وہ جائیں۔ ان کا کام محض نہ ماننا ایسا قصور نہیں جس کی بنا پر قتل جائز ہو۔

اس آیت سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ مشرکوں کے قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اسلام قبول نہ کرتے تھے بلکہ اس لیے کہ وہ اسلام کو خواہ کچھ ہی ہو اندھا دھند مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو محض دشمنی اور عناد کی بنا پر دنیا ہی سے مٹانا چاہتے تھے۔

Marfat.com

عہد کی کوئی صورت ہی نہیں

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ
کیسے ہو مشرکوں کے ساتھ قول قرار نزدیک
اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ
اللہ کے اور نزدیک اس کے رسول کے سوا ان لوگوں کے
عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا
جن سے عہد کیا تم نے پاس مسجد حرمت والی کے پس جب تک
اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ
سیدھے رہیں وہ تم سے سیدھے رہو تم ان سے
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۷
تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے بچ کر چلنے والوں کو

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ
مشرکوں سے اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے
اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ
نزدیک عہد کیسے ہو مگر جن لوگوں نے تم سے
عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا
عہد کر لیا تھا مسجد حرام کے پاس سو جب تک
اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ
وہ تم سے سیدھے رہیں تم ان سے سیدھے رہو
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۷
تحقیق اللہ کو احتیاط والے پسند ہیں

مَا اسْتَقَامُوْا جب تک سیدھے رہیں وہ مَا کے معنی بہت سے ہیں یہاں جب تک کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کو ظرفیہ کہتے ہیں۔

اِسْتَقَامُوْا: ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِسْتِقَامَتٌ ہے۔ اس کا مادہ ق۔ و۔ م ہے۔ اس مادے سے بہت سے لفظ ہماری زبان میں استعمال کیے جاتے ہیں جیسے قوم۔ مقام۔ قیام۔ اقامت۔ مستقیم۔ قیامت وغیرہ۔ استقامت کے معنی سیدھا اسی سے مستقیم بنا ہے جس کے معنے سیدھے کے ہیں۔ اس کے آگے کا لفظ اِسْتَقِيْمُوْا اسی مصدر سے امر کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں سیدھے رہو۔

پہلے رکوع کا شروع جو سورت کا بھی شروع تھا لفظ بَرَاءَةٌ سے کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ اور رسول مشرکین عرب کے ساتھ عہد کی پابندی کے آئندہ ذمہ دار نہیں اور نہ کوئی ان سے نیا عہد کریں گے یہاں سے دوسرا رکوع شروع ہوتا ہے۔ اور اس میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ ان سے عہد کیوں نہیں کیا جا سکتا۔

ارشاد ہے کہ ان مشرکوں سے آئندہ اللہ اور رسول کے عہد و پیمان کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں جن لوگوں سے تم صلح حدیبیہ کے زمانے میں مسجد حرام کے پاس دس سال تک لڑائی نہ کرنے کا عہد کر چکے ہو۔ وہ عہد مدت ختم ہونے تک پورا کیا جائے گا۔ بشرطیکہ تم سے عہد کر کے عہد کی خلاف ورزی نہ کریں اور صلح کی شرطوں کے پابند رہیں جب تک وہ شرائط صلح کے پورا کرنے کا خیال رکھیں اور سیدھے رہیں۔ تو تم بھی اس عہد کا خیال رکھو جو ان سے ہو چکا ہے اور ان کے ساتھ سیدھی طرح کا برتاؤ کرو۔

پیچھے گذر چکا ہے کہ یہ عہد قریش مکہ نے توڑا اور بنو بکر کی مدد کی جنہوں نے معاہدہ کے خلاف مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس کے جواب میں مکہ پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ ۹ھ میں حج اکبر کے موقعہ پر یہ اعلان ہوا کہ آئندہ کسی عہد کی پابندی نہ کی جائے گی چار ماہ کی مہلت ہے اس کے بعد مشرک جزیرہ عرب میں نہیں رہ سکتے۔ اعلان کے وقت کچھ قبیلے ایسے تھے جو صلح حدیبیہ کے عہدنامے میں داخل تھے۔ اور جو ابھی ختم ہونے میں نو مہینے ابھی باقی تھے ان لوگوں نے وفاداری سے عہد کی پابندی کی اس لیے مدت کے ختم ہونے تک ان سے کچھ نہ کہا گیا ؛

Marfat.com

صلح کیسے ہو؟

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا
کیسے ہو اور اگر وہ غالب آجائیں تم پر نہ لحاظ کریں
فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ
تم میں رشتہ کا اور نہ عہد کا رضی کرتے ہیں تمہیں
بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ
اپنے منہ سے اور نہیں مانتے ان کے دل اور
اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ
اکثر ان میں بدکار ہیں لے لیا انہوں نے اللہ کی آیتوں
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ
کے بدلے مول تھوڑا پھر روکنے لگے اس کے راستے سے
اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۹
تحقیق وہ لوگ برا ہے جو ہیں وہ کرتے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا
صلح کیسے رہے اور اگر وہ تم پر قابو پاویں تو نہ تمہاری قرابت
فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ
کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا تم کو اپنے منہ کی بات سے
بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ
راضی کر دیتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور
اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ
ان میں سے اکثر بدعہد ہیں انہوں نے اللہ کے حکم
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ
تھوڑی قیمت میں بیچ ڈالے پھر اس کے راستے سے روکا
اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۹
برے کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں

اِنْ يَّظْهَرُوْا (اگر قابو پالیں) مضارع کا صیغہ ہے ظہر سے۔ ظہر کے معنی ہیں کسی کے اوپر غالب آجانا۔ ظہر بیٹھ کو بھی کہتے ہیں۔ یہ معنی بھی غالب کے مناسب ہیں کیونکہ کسی جانور کی پیٹھ پر بیٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر قابو پالیا۔

اِلًّا (قرابت۔ نزدیکی) عربی میں قرابت، رشتہ گیری، دوستی، عہد و پیمان اور قریبی تعلق کو اِلًّا کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ان مشرکوں سے عہد و پیمان کی صورت ہی نہیں۔ یہ جب تک دبے رہتے ہیں تو بظاہر عہد و پیمان بھی کر لیتے ہیں لیکن جہاں تم پر کسی قدر قابو پاتے ہیں۔ تو نہ قرابت اور میل جول کا خیال کرتے ہیں۔ نہ قول اقرار کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں جہاں تک بس چلتا ہے تمہارے ستانے میں کسر نہیں رکھتے۔ ان کی دلی دشمنی اپنا رنگ لاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ایذا رسانی پر کمر کس لیتے ہیں۔ دل میں تمہاری طرف سے وہی کدورت، وہی عداوت اور وہی دشمنی بھری ہوئی ہے جو انہوں نے اول دن سے اختیار کر لی ہے اور جس کا باعث سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ تمہیں فقط اپنے طریقے پر چلانا چاہتے ہیں اور اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ تم کوئی بہتر طریقہ اختیار کرو خواہ عقل کے نزدیک بہترین طریقہ ہی کیوں نہ ہو ان کے دل میں ضد بیٹھ گئی ہے۔ ان کا دل نہیں مان سکتا کہ وہ تمہارے ساتھ مل جل کر رہیں۔ اور پھر ان میں اکثر ایسے ہیں کہ انہیں برائی سے روکنے والی کوئی چیز نہیں۔ ان کی سرشت ہی بری ہے۔ ان کے ہاں اخلاقی معیار ہی موجود نہیں۔ ان کو برے بھلے کی تمیز ہی نہیں۔ وہ اپنی ضمیر کو پامال کر چکے ہیں اور بے دھڑک فسق و فجور کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہدایت کی باتیں انسان کی طرف آئی ہیں۔ ان کو دنیا کے عارضی فائدے پر قربان کر چکے ہیں اور سوا اس کے کہ دوسروں کو بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے سے روکیں اور ان کا کوئی مقصد نہیں۔ اپنی ہی باتوں پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں اور اس کا ایسا ہی اجر پائیں گے۔

Marfat.com

مل کر رہنا نہیں جانتے

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ
نہیں خیال رکھتے مومن کے بارے میں قرابت کا اور نہ عہد کا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ
اور یہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں پس اگر
تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
توبہ کریں اور قائم کریں نماز اور دیں زکوۃ
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ
تو وہ بھائی ہیں تمہارے دین میں اور کھولتے ہیں ہم
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾
آیتوں کو ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ
کسی مسلمان کے حق میں نہ قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ
زیادتی کرنے والے یہی لوگ ہیں سو اگر
تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیتے رہیں تو
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ
وہ تمہارے بھائی ہیں شریعت کے حکم سے۔ اور ہم جاننے والوں کے
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾
واسطے حکموں کو کھول کر بیان کرتے ہیں

لَا يَرْقُبُوْنَ (نہیں رعایت کرتے) مضارع کا صیغہ ہے۔ ر۔ ق۔ ب سے اس کا مصدر رقابت اور رقوب ہے اس کے معنی ہیں نگہبانی کرنا۔ رعایت کرنا۔ لحاظ کرنا۔ مراقبہ اسی سے بنا ہے جو مشہور لفظ ہے اور جس کے معنی ہیں کسی خاص چیز پر دھیان جمانا۔

اَلْمُعْتَدُوْنَ (زیادتی کرنے والے) اسم فاعل ہے اعتدار سے جو عَدَوٌ سے بنا ہے۔ عدو کے معنی ہیں تیز دوڑنا۔ اعتدا کے معنی ہیں مناسب حد سے آگے بڑھ جانا۔ سرکشی کرنا۔ زیادتی کرنا۔

ارشاد ہے کہ ان کو ایمان سے بیر ہے اگر کسی کو سن لیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہے تو جبھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں نہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارا اپنا رشتہ دار ہے۔ مدتوں سے ہمارا اس کا ساتھ رہا ہے اور ہم سب مل کر رہتے سہتے چلے آئے ہیں اور نہ اس کا خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ تو اس قبیلہ کا ہے جس سے مسلمان ہوتے ہوئے بھی ہمارا قول و قرار ہو چکا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے نہ لڑیں گے۔

یہ لوگ کھلم کھلا زیادتی کر رہے ہیں۔ دنیا میں چین سے بسر کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ کسی پر زیادتی نہ کی جائے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے کی جو حدیں اور قاعدے مقرر ہیں ان کو توڑ کر ان سے آگے نہ بڑھا جائے۔ تبھی انسانی چال چلن کی مقرر حد یہ ہے کہ جب تک کوئی اپنے افعال سے دنیا کے امن عام میں خلل نہ ڈالے، وہ اپنے لیے چاہے جو نسا راستہ مقرر کرے اسے اختیار ہے یعنی جب تک فساد کا اندیشہ نہ ہو ہر شخص اپنے افعال کا مختار اور ذمہ دار ہے۔ لیکن اگر اس کے کسی فعل سے امن عام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو یا کسی کی حق تلفی ہوتی ہو تو اسے زبردستی اس فعل سے روکا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ جو عرب میں آئندہ رہنا چاہے اسے یہ دو شرطیں پوری کرنی پڑیں گی

(۱) نماز کا پابند رہے اور اس کو مقررہ طریقے سے ادا کرے۔

(۲) مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کے لیے ایک معین حصہ اپنے مال کا حکومت کو ادا کرے۔ جو یہ شرطیں مان لے وہ تمہارے بھائی بند ہیں کیونکہ انہوں نے تمہارا طریقہ اختیار کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ دین میں تمہارے ساتھی ہیں۔ یہ احکام ہم ان لوگوں کو کھول کھول کر سنا رہے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

Marfat.com

عہد شکنوں سے لڑو

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اور اگر توڑ ڈالیں اپنی قسمیں پیچھے

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا

عہد کرنے سے اور زبان دراز کریں تمہارے دین میں تو لڑو

اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ

سرغنوں سے کفر کے وہ ایسے لوگ ہیں کہ قسمیں کچھ نہیں

لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝

ان کی شاید کہ وہ باز آجائیں

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اور اگر وہ اپنی قسمیں توڑ دیں عہد کرنے کے

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا

کے بعد اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے

اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ

سرداروں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں

لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝

تاکہ وہ باز آجائیں

نَكَثُوْا توڑ ڈالیں ماضی کا صیغہ ہے۔ نَکْثٌ سے نکث کے معنی ہیں کسی چیز کو بنا کر توڑ ڈالنا۔ قول و قرار سے پھر جانا۔

طَعَنُوْا (برائی) نکالیں ماضی کا صیغہ ہے طَعْنٌ سے۔ طعن کے معنی ہیں کسی تیز چیز مثلاً نیزے وغیرہ کی نوک سے کچوکے لگانا یہاں مراد ہے زبان درازی کرنا۔ برا کہنا۔ منہ در منہ دل آزار طریقے سے برا بھلا بیان کرنا۔

اَئِمَّةَ (سردار) امام کی جمع ہے۔ امام اس کو کہتے ہیں جو کسی بات میں اوروں سے آگے ہو۔ یا خود لوگوں نے آگے کر دیا ہو۔ امام بھلائی کا ہوتا ہے اور برائی کا بھی۔ یہاں برائی کے امام مراد ہیں جن کو عموماً سرغنہ کہتے ہیں۔

اَيْمَانٌ (قسمیں) یمین کی جمع ہے۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں آچکا ہے۔ اس کے معنی قسم کے ہیں۔ یہاں عہد و پیمان، قول و قرار مراد ہے۔ جو بڑے شد و مد سے کیا جاتا ہے۔

اس سے پہلے ذکر تھا۔ کہ مکہ کے اور گرد و نواح کے مشرکوں سے مسلمانوں کا آئندہ کوئی عہد باقی نہیں ہے۔ چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد کوئی مشرک جزیرۃ العرب میں نہیں رہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ کہ ان کو مسلمانوں نے خوب آزما کر دیکھ لیا اور ان کی دست درازیوں پر صبر کرتے کرتے تھک گئے۔ یہ لوگ درحقیقت مل کر رہنا ہی نہیں چاہتے۔ پھر بھی جن سے پہلے عہد کیا جا چکا ہے اسے پورا کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ عہد کی خلاف ورزی نہ کریں ان کا اس آیت میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ پہلے عہد کر چکے ہیں۔ اگر وہ اسے توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کو برا کہیں تو وہ کافروں کے سرغنہ ہیں ان سے لڑو۔ کیونکہ لاتوں کا بھوت باتوں سے نہیں مانتا۔ یہ دغا باز اور بے ایمان ہیں، ان کے نزدیک زبان دے کر پھر جانا کوئی بات نہیں البتہ اگر تم ان کا سر کچل دو تو شاید اپنی شرارت سے باز آجائیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہدایات ان لوگوں کے مقابلہ میں دی جا رہی ہیں۔ جو اپنی بات کے سوا چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، دوسرے کی چلنے نہیں دیتے اور اس کے لیے لڑنے مرنے اور مارنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ کافروں سے مراد ایسے لوگ ہیں جو مکہ والے تھے ان میں وہ شامل نہیں جو ہٹ دھرمی اور ضد سے پاک صاف ہیں اور مل کر رہنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

لڑائی کن سے ہے؟

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

کیا نہیں لڑتے تم۔ ان لوگوں سے کہ توڑ ڈالیں جنہوں نے اپنی قسمیں

وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ

اور ارادہ کیا نکالنے کا رسول کو اور ان ہی نے

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ

چھیڑ خوانی تم سے کی پہلے پہل کیا ڈرتے ہو تم ان سے

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ

سو اللہ زیادہ مستحق ہے اس کا کہ تم اس سے اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ایمان لانے والے

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

کیا تم ایسے لوگوں سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں

وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ

توڑیں اور رسول کے نکالنے کی فکر میں رہے اور انہوں نے

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ

پہلے تم سے چھیڑ کی کیا ان سے ڈرتے ہو

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ

سو اللہ کا ڈر تم کو زیادہ چاہیئے۔ اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ایمان رکھتے ہو

اس آیت میں ان مسئلوں کو بالکل صاف کر دیا گیا ہے (۱) مسلمان کیوں لڑے (۲) کن لوگوں سے ڈرے (۳) آئندہ کے لیے لڑائی کا کیا قاعدہ ہوگا۔ اس آیت پر غور کرنے سے "اسلام میں لڑائی اور قتال" کا مسئلہ صاف سمجھ میں آجائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ اس قدر سخت احکام کن حالات میں دیئے گئے اور آئندہ یہ احکام کس طرح جاری ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ ان لوگوں سے لڑنا اور ان پر سختی کرنا تمہارے لیے اس واسطے ضروری ہوگیا۔ کہ انہوں نے تم سے عہد و پیمان کر کے انہیں توڑ ڈالا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے وطن سے نکالنے کے درپے ہو گئے۔ ستانے اور دکھ دینے لگے اور اس کے بعد لڑنے میں بھی پہل کی۔ ان سے ہرگز کچھ خوف مت کرو۔ تم لوگ اللہ پر ایمان لا چکے ہو۔ تمہیں فقط اسی سے ڈرنا چاہیئے۔ ہرگز ان کے رعب میں نہ آنا چاہیئے۔ آدمی اپنے سے طاقتور کے سامنے فطرتاً جھکتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کو طاقتور مانتے ہی نہیں، ظاہر ہے کہ وہ کسی کے آگے کیوں جھکنے لگے۔ یہی ایمان کے معنی ہیں کہ سوا اللہ کے کسی کا خوف نہ رہے اور نہ اس کے سوا کسی سے کچھ امید ہو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو کفار مکہ کی طرح اپنے سوا کسی کو آزادی کے ساتھ جینے کا حق دینے کے لیے تیار نہ ہوں اور نہ اپنے برابر کسی کو مانیں۔ سچی بات کہنے والے کو چین سے نہ بیٹھنے دیں۔ یہاں تک کہ وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ عہد و پیمان۔ صلح و آشتی جس پر اس دنیا کی زندگی کا دارو مدار ہے۔ ان کے نزدیک کوئی وقعت نہ رکھتی ہو۔ آج اقرار کریں کل توڑ ڈالیں کیوں توڑ دیتے ہیں اس لیے کہ ان کو اپنا وقتی نفع نظر آرہا ہے گو دوسرے لوگ تباہی میں پھنس جائیں۔ لڑائی شروع کرنے میں پہل کریں اور دوسروں کو خواہ مخواہ اشتعال دلائیں۔ یہ لوگ انسانیت کے دشمن ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے:

Marfat.com

اُن سے جنگ کرو (۱)

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ
لڑو تم ان سے تا عذاب دے ان کو اللہ تمہارے ہاتھوں سے
وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ
اور ذلیل کرے ان کو اور مدد کرے تمہاری ان کے خلاف
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ (۱۴)
اور شفا دے دلوں کو اس قوم کی جو مومن ہیں
وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَ
اور دور کر دے تاؤ ان کے دلوں کا اور
يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ
توجہ کرے گا اللہ جس پر چاہے گا اور
اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۵)
اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ
ان سے لڑو تاکہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے
وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ
اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ (۱۴)
اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کرے
وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَ
اور ان کے دل کی جلن نکالے
يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ
اور اللہ جس کو چاہے گا توبہ نصیب کرے گا اور
اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۱۵)
اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

مکہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے زمانے میں مسلمانوں نے جو صبر و استقلال دکھایا اور جس طریقے سے مشرکوں کی ایذائیں سہیں، اس کی نظیر تاریخ عالم میں ڈھونڈے سے نہیں ملتیں۔ دنیا میں زیادہ تر یہی طرز عمل دیکھا جاتا ہے جب کسی نے کسی کو ستایا اس نے پلٹ کر اس کی خوب خبر لی۔ زبردست ہوا تو چت کر دیا کمزور ہوا تو دب گیا۔ عام قاعدہ یہ رہا ہے کہ یا مارو یا مر جاؤ۔ عرب میں یہی رواج تھا اور ان میں دلیری، بہادری اور شرافت کا صرف یہی نشان تھا۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ آخر عرب تھے۔ ان پر پرانی عادت کے خلاف صبر کرنا کس قدر شاق گذرا ہوگا لیکن ان کو اللہ اور اس کے رسول کا یہی حکم تھا کہ ساری مصیبتیں کافروں کے ہاتھ سے برداشت کرو اور اُف تک نہ کرو۔ گھر بار چھوڑنا پڑے تو بلا سے چھوڑ دو۔ لیکن جھگڑا نہ کرو۔ آخر یہ سب کس لیے تھا۔ پہلی غرض تو یہ تھی کہ اسلام جو لڑاکوں کو ملانے کے لیے آیا ہے۔ اس کی ابتدا لڑائی سے نہیں صلح و صفائی سے ہو تو اچھا ہے۔ دوسری غرض یہ تھی کہ اگر مشرکوں نے صلح و صفائی کا طریقہ نہ مانا اور اپنی ٹیڑھی چال پر اڑ گئے تو بہر حال ان سے لڑنا پڑے گا۔ مسلمانوں کو صبر کا حکم دے کر اس کے لیے سدھایا جا رہا تھا کہ تمہیں جاہلوں اور فسادیوں کی طرح نہیں لڑنا ہے۔ بلکہ خوب سوچ سمجھ کر اللہ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تحت لڑنا ہے۔ آپ نے صلح و صفائی اور امن و امان کی مکہ میں انتہائی کوشش کر لی لیکن مغرور و ضدی کافروں نے آپ کی ایک نہ چلنے دی۔ آخر مدینہ میں آکر حکم ہوا کہ یہ لوگ یوں نہ مانیں گے تمہیں ان سے الگ ہو کر اپنا راستہ بنانا پڑے گا۔

جو اس بات پر غور کرے گا کہ مسلمانوں نے بلا کے ستم سہے اور ستانے والوں سے ۱۳ سال تک کچھ نہ کہا اور ساری سختیاں جھیلیں اسے ذرا بھی شبہ نہیں رہے گا کہ اسلام جنگ نہیں صلح و صفائی سے سب کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا تھا۔

Marfat.com

ان سے جنگ کرو

(ب)

ارشاد ہے کہ تم نے بہت صبر کرلیا۔ اور اپنی طرف سے تمام لوگوں سے مل جل کر رہنے کی کوشش بھی کی۔ مگر یہ لوگ کسی طرح مل کر رہنا نہیں چاہتے۔ ان کے دل میں یہ سودا سمایا ہے کہ لوگ فقط ہماری مانیں اور کسی کی نہ سنیں۔ ہماری اطاعت کریں اور ہمیں اپنا سردار مان کر رہیں۔ ہمارے بتوں کے سامنے نذر و نیاز چڑھائیں۔ ہمیں مذہبی پیشوا مانیں اور ہمارے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہیں۔ لیکن یہ ان کا خیال خام ہے۔ دنیا میں سب انسان برابر ہیں اور ہر ایک کو اختیار ہے کہ سوچ سمجھ کر جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ صرف اس کا خیال رکھے کہ دوسرے کی کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو۔ اور خود کسی سے اونچا بن کر رہنے کی کوشش نہ کرے۔ کیوں کہ اللہ نے ہر ایک کو الگ الگ قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ اور ہر ایک قوت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے مقابل کو دبا لے۔ اگر ان قوتوں میں تصادم کا راستہ کھل گیا تو دنیا میں کوئی چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس لیے فلاح کا راستہ یہ ہے کہ سب مل کر اللہ کی قوت کو سب سے زیادہ مانیں۔ اور سب اس کے آگے جھک جائیں۔ اور اپنی قوتوں کو اس کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کی ہمدردی اور حاجت روائی میں صرف کریں اور سمجھیں کہ یہ قوتیں ہماری اپنی نہیں۔ یہ سب اللہ کی عطا کی ہوئی ہیں۔ اس نے ہر ایک کو اس کے مناسب ایک الگ قوت دی ہے تاکہ ہر ایک کی مددگار ہو اور سب مل کر ایک مجموعی انسانی طاقت بن جائے۔ جو ضرورت کے وقت ہر ایک کے کام آئے۔

اسلام یہی چاہتا تھا۔ لیکن افسوس یہ لوگ اپنی اپنی طاقتیں محدود حلقے میں جمع کر کے الگ الگ جتھے بن کر بیٹھ گئے۔ اور ہر ایک جتھے نے دوسرے کو دبا کر آپ اس کے اوپر رہنا چاہا۔ خیر ان کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ نے ہمیں ان کو سزا دینے کے لیے مقرر کیا ہے۔ ان سے لڑو اور اتنا مارو کہ ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔ اللہ کو یہی منظور ہے کہ ان کا اور ان کے خیالات اور اعمال کا پول کھل جائے۔ اور لوگ ان کو ذلیل سمجھنے لگیں۔ تم کو لازم ہے کہ تم اپنے آپ کو دنیا کے سامنے ہمدرد انسان بلند خیالات کے حامی نیک کاموں کے پھیلانے والے اور بُرے کاموں سے روکنے والے اپنے اعمال سے ثابت کرو۔ اللہ ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا۔ لڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے۔ کہ تم نے ان کے ہاتھوں سے اب تک جو تکلیفیں اٹھائی ہیں اور اب آئیں سہی ہیں ان کا پورا پورا تدارک اور ان کی پوری پوری تلافی ہو جائے۔ ایمان والوں کے دل غم و غصہ سے نجات پائیں اور ان کے دل کی ساری جلن کافور ہو جائے۔

اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے ان کی بداعمالی کی سزا دلوانا چاہتا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی سچے دل سے بُرے اعمال سے توبہ کر کے تمہارے ساتھ نیک اعمال میں شامل ہو گیا۔ تو اللہ اس کی خطاؤں سے درگذر کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں کی جماعت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کو تمام باتوں کا علم ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے اس کے ساتھ اس کی لیاقت کے مطابق سلوک کرے گا۔ وہ ہر چیز اور ہر کام کے موقع و محل سے واقف ہے۔ ہر ایک کو اس کا اجر مناسب طریقے سے دے گا اور اپنی رحمت سے مزید انعام عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

کام ایک جانچ ہے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ
یا تم گمان کرتے ہو کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور اب تک معلوم نہیں کیا
اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ
اللہ نے ان کو جنہوں نے کوشش کی تم میں سے اور نہیں
يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلَا رَسُولِهِ
بنایا سوا اللہ کے اور نہ اس کے رسول کے
وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ
اور نہ ایمان والوں کے گہرا دوست اور اللہ جانتا ہے
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾
جو تم کرتے ہو

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ
کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی
اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ
معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا اور
يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلَا رَسُولِهِ
اللہ اور اس کے رسول اور
وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ
مومنین کے سوا کسی کو بھیدی نہیں بنایا اور اللہ کو خبر ہے
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾
جو تم کرتے ہو

وَلِيجَةً (بھیدی) وصف کا صیغہ ہے۔ و۔ل۔ج سے جس سے مصدر وُلُوجٌ ہے، دلوج کے معنی داخل ہونا ہے۔
وَلِيجَةً: اندرونی اور پرائیویٹ معاملات میں دخل دینے والے گہرے دوست۔ اس کے ہم معنی لفظ بطانۃ ہے جو آل عمران میں گذرا۔ دونوں لفظوں میں مترادفیت کی نہیں بلکہ مبالغہ کی ہے۔ جیسے علامۃ یہ لفظ ایک کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور جماعت کے لیے بھی۔

پچھلی آیتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ صلح حدیبیہ میں مکہ کے مشرکوں کو باوجود عقیدوں کے اختلاف کے مل جل کر رہنے کی تعلیم دینے کی آخر کوشش کی تھی۔ انہوں نے اس صلح کی خلاف ورزی کی اور معلوم ہو گیا کہ ان کی اکڑ اور ہٹ دھرمی انہیں کسی کے ساتھ ملنے نہیں دے گی۔ اس کے بعد شرائط صلح کے خلاف چلنے کی وجہ سے مکہ کے مشرکوں پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور مکہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ تجربے سے معلوم ہو گیا کہ یہ شریر مشرک تم سے مل کر نہ رہنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ اس لیے تم اپنی تنظیم علیحدہ کر لو اور ان کو عرب سے نکال دو۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اپنے لوگوں سے لڑنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور پھر اپنا طرز عمل ایسا اختیار کرو کہ دنیا تمہیں نیکی اور اصلاح انسانی کا علم بردار تسلیم کرے اور شریر اور فسادی لوگ تمہارا نام ہی سن کر کانپنے لگیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں بغیر کوشش اور جد و جہد کے کوئی گروہ یا فرد پروان نہیں چڑھتا جو کوشش وہ اپنی کوشش کا پھل پائے گا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے ترقی کا راستہ طے کر سکتے ہو۔ اللہ عزوجل نے اس دنیا میں قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ہر گروہ اور ہر شخص کام اور عمل کے ذریعے جانچا جائے گا۔ صبر بجائے خود اچھی چیز ہے۔ لیکن وہ خود کسی ترقی کا باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سوچنے سمجھنے اور عمل کا راستہ مقرر کرنے کے لیے مہلت اور ذریعہ ہے۔ بے صبرا مصیبت کے وقت جلدی کر بیٹھتا ہے۔ اور بسا اوقات مارا جاتا ہے۔ صبر کرنے والا ٹھہر کر سوچتا ہے کہ اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیئے۔ اور وہ کامیاب ہوتا ہے۔ تمہیں بول چال نہیں جائے گا۔ بلکہ عملی میدان میں اتار کر تمہاری کوشش اور آپس کی ہمدردی اور اتفاق کا امتحان لیا جائے گا۔

Marfat.com

راہِ عمل

پچھلے سبق میں جو آیت گذری۔ وہ مسلمانوں کے لیے بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے۔ کامیابی کی کنجی ہے۔ اور ایک ایسا زبردست عمل اور پروگرام ہے کہ بہت سی کتابیں پڑھ کر بھی قسمت والوں کو ہی اس کی کچھ جھلک ملے تو ملے۔ دریا کو کوزے میں بند کرنا قرآن مجید ہی کا کام ہے۔

اس کا پس منظر عرب کی سرزمین ہے۔ جس کا مرکز شہر مکہ ہے۔ یہاں کے لوگوں میں کچھ اندرونی خوبیاں ہیں۔ جن کو غلط فہمیوں اور بے ہودہ رسم و رواج نے دبا رکھا ہے۔ دنیا و مافیہا کے پیدا کرنے والے نے چاہا کہ اس قوم کو اونچا اٹھا کر سارے انسانوں کے لیے عمل کا نمونہ بنائے۔ اس کے لیے کیا ترکیب اختیار کی گئی۔ انہی میں سے ایک ایسا کامل فرد پیدا کر دیا۔ جو خود ان کے لیے عمل کے میدان میں پورا نمونہ ہو۔ عرب کی قوم نے اسے دیکھا، جانچا اور پرکھا۔ عقلمند لوگ اس کے گرویدہ ہوگئے۔ اور ایک نگاہ میں بھانپ لیا۔ کہ یہ انسان کامل ہے۔ اور اسی کی پیروی میں نوع انسان کی نجات ہے۔ آگے چل کر رب العالمین نے اس پر اپنی کتاب نازل کی۔ اور اس میں اسے یقین دلایا کہ تو بے شک سیدھے راستے پر چل رہا ہے۔ اب تیرے ذمے یہ کام ہے۔ کہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو اسی راستہ پر چلنے کی دعوت دے۔ ہم نے تجھے لوگوں کی طرف اپنا رسول اور پیغام بر مقرر کیا۔ اس کا یقین کر اور بے خوف و خطر لوگوں کے سامنے اپنے عمل اور قول سے اس راستہ کی منزلیں اور علامات مقرر کر کے یہ راستہ پیش کر دے۔ آپ نے اپنا کام سنبھالا اور راہ کی علامتیں واضح کرنی شروع کر دیں۔ عقلمند تو پہلے ہی جو سمجھتا تھا، سمجھ چکے تھے۔ اب انہوں نے پکے ارادے کے ساتھ آپ کی ہدایتوں پر چلنے کا تہیہ کر لیا۔ بدقسمتی سے کچھ لوگ جو حرص و ہوا اور حیوانی خواہشوں کے جنجال میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ کے اور آپ کے ماننے والوں کے مخالف ہوگئے۔ ابتدا میں انہیں سمجھایا گیا اور متنبہ کیا گیا کہ اس دعوت نامہ کی مخالفت نہ کریں اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے میں آزاد چھوڑ دیں۔ مل جل کر رہنے کا طریقہ واضح سے اسے ہم اور واضح کر کے سمجھائے دیتے ہیں۔ خلاصہ اس کا یہی ہے۔ کہ ضروریات زندگی میں باہم تعاون۔ شر و فساد سے کلی پرہیز اور ہر ایک کے لیے اپنے یا غیر کو مطمئن کرنے کا بے روک ٹوک موقعہ مہیا کرنا۔

اس نصیحت کو انہوں نے نہ مانا۔ آخر مسلمانوں سے کہا گیا۔ ان سے الگ ہو جاؤ اور شریر اور فسادی لوگوں سے بلا تامل لڑو۔ کیونکہ یہ انسانیت کے دشمن ہیں تم ہمیشہ بھلائی اور نیکی کے کام کرنے کی کوشش میں مشغول رہو۔ اور سوا نیک لوگوں کے اور کسی سے دلی تعلق قائم مت کرو۔ اپنا بھیدی صرف انہی کو بناؤ۔ جن کا باطن صاف اور درست ہے۔ اب تک تمہیں صبر اور برداشت کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہیں میدان عمل میں دوڑ دھوپ کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ اب تمہاری یہ دوڑ دھوپ کوشش اور سعی دیکھنی ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ تمہارے اندر اللہ، اس کے رسول اور اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ کتنا خلوص ہے اور کہاں تک ان کی دوستی کا حق ادا کرتے ہو۔

شریروں کی اور تمہاری لڑائی ہمیشہ جاری رہے گی اور اسی میدان عمل میں تمہارا امتحان ہوتا رہے گا۔ امتحان میں پورے اترے تو تمہیں سعادت اور فلاح دارین نصیب ہوگی۔

Marfat.com

مسجدوں کی آبادی

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
نہیں ہے مشرکوں کے لیے تاکہ آباد کریں
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى
مسجدیں اللہ کی تسلیم کرتے ہوئے اپنے
اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
آپ پر کفر کو یہ وہ ہیں
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ
کہ بے کار ہیں اعمال ان کے اور آگ میں
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾
وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى
آباد کریں جب کہ وہ اپنے اوپر کفر
اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ
کو تسلیم کر رہے ہوں ان لوگوں
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ
کے اعمال اکارت ہیں اور وہ آگ
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾
میں ہمیشہ رہیں گے

اَنْ يَّعْمُرُوْا (آباد کریں) مضارع کا صیغہ ہے جو مادہ ع۔م۔ر سے بنا ہے۔ اس کا مصدر عِمَارَةٌ اور عُمْرَانٌ ہے جس کے معنی کسی جگہ کا آباد کرنا ہیں۔ اس کے معنی گھر بنانا بھی ہیں۔ اسی سے تعمیر بنا ہے جس کے معنی دونوں ہیں۔ آباد کرنا اور گھر بنانا۔ ہماری زبان میں گھر بنانے کے معنی میں زیادہ مستعمل ہے یہاں اس سے آباد کرنا اور بنانا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

حَبِطَتْ (بیکار ہو گئے) یہ ماضی کا صیغہ ہے اور حبط سے بنا ہے جس کے معنی خراب ہو جانا، بگڑ جانا، اکارت ہو جانا ہیں۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ جو کعبہ اور اس کے گرد مسجد حرام پر قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ وہ اس قابل نہیں کہ مسجد حرام کی حفاظت اور دیکھ بھال کر سکیں۔ وہ اس کے مجاور اس لیے بنے بیٹھے ہیں کہ عرب میں ان کی دھاک بیٹھے۔ کیونکہ عرب کعبہ کی اور مسجد حرام کی تعظیم کرتے تھے اس لیے ان کے متولیوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ارشاد ہے کہ مشرکوں کو مسجدوں کے محافظ۔ متولی اور بانی ہونے کا حق نہیں پہنچتا۔ مسجد حرام مکہ میں، اللہ کے نام پر بنائی گئی ہے۔ مگر انہوں نے اس میں جا بجا بت کھڑے کر دیے ہیں اور ان کے پجاری بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ حالانکہ مسجدیں صرف اللہ کی عبادت کے لیے ہوتی ہیں، جو ان میں بتوں کی عبادت کا رواج قائم کرتے ہیں۔ وہ دنیا سے کھلم کھلا کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ اللہ کے منکر ہیں، ان کے اعمال ان کے کفر پر گواہی دے رہے ہیں۔ مسجدوں میں خالص اللہ کی عبادت ہونی چاہیئے اور ان کے اندر اسی کے آگے جھکنا اور سجدہ کرنا چاہیئے۔ یہ بالکل نازیبا حرکت ہے کہ ایک جگہ اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہو۔ اور اس پر بت پرست قبضہ کر کے بیٹھ جائیں یہ لوگ خواہ مسجدوں کی کتنی ہی دیکھ بھال۔ مرمت اور خدمت کریں ان کے عمل کا انہیں کوئی پھل نہ ملے گا۔ کیونکہ مسجد سے جب اصل غرض پوری نہیں ہوتی تو ان کی خدمت کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان کی ساری خدمتیں بیکار اور لاحاصل ہیں۔ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔

Marfat.com

مسجد کے متولّی

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

بات یہی ہے کہ آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی وہ جو ایمان لایا

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ

اللہ پر اور دن پر آخرت کے اور قائم کیا نماز کو

وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ

اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا مگر اللہ سے

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

بس توقع ہے ان لوگوں سے کہ ہوں وہ

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

ہدایت پانے والوں میں سے

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

اور آخرت کے دن پر یقین لایا اور نماز کو قائم کیا

وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ

اور زکوٰۃ دیتا رہا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

سو وہ لوگ امید وار ہیں کہ ہدایت والوں

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

میں سے ہوویں

ارشاد ہے کہ مشرکوں کا کیا منہ ہے جو مسجد پر قبضہ جما کر بیٹھیں۔ ان کے قبضہ کا نتیجہ اس وقت تک یہ ہوا کہ سینکڑوں بت وہاں رکھ دیئے گئے اور دھڑا دھڑ ان کی پوجا ہونے لگی۔ حالانکہ مسجد صرف اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہے۔ اس لیے قاعدے سے مسجد کا متولی وہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کو مانتا ہو اور اس پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ نے اپنی عبادت کا جو خاص طریقہ اپنے بندوں کو بتایا ہے اس کی پیروی کرتا ہو اور اس کے ساتھ آخرت کے دن پر بھی یقین رکھتا ہو نماز مقررہ طریقے کے مطابق ادا کرتا ہو اور اللہ کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنے کے لیے مقررہ زکوٰۃ پابندی کے ساتھ دیتا ہو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ مشرک تو اللہ سے منہ موڑ چکے اور سیدھے راستے سے بھٹک چکے۔ اب ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے۔ وہ سوا اس کے کہ مسجد کو خراب کریں اور کیا کریں گے۔ البتہ وہ لوگ جن کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں۔ یعنی اللہ کو اور آخرت کے دن کو ماننے والے، نمازیں باقاعدہ پڑھنے والے، زکوٰۃ دینے والے اور فقط اللہ سے ڈرنے والے یہی لوگ راہ راست پر ہونے کے امیدوار ہو سکتے ہیں اور ان سے توقع کی جاتی ہے کہ مسجدوں کو باقاعدہ ٹھیک طریقے سے آباد رکھیں گے۔

عبادت خانے ہر مذہب والے بناتے ہیں۔ لیکن یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ جو جگہ اللہ کی عبادت کے لیے بنی ہو اس پر غیر اللہ کے پوجنے والے قبضہ کر لیں۔ انہیں اختیار ہے کہ اپنے اپنے عبادت خانوں میں جس کی چاہیں پوجا کریں۔ لیکن اللہ کے نام سے اس کی عبادت کے لیے جو جگہ بنائی گئی ہو اس پر ان کا قبضہ رکھنا کسی حال میں مناسب نہیں ورنہ پھر اس کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔

ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیئے کہ ہم اس قابل ہیں یا نہیں جو اس آیت کے مطابق مسجدوں کے دعویدار بنیں کہیں فقط عوت اور غیر دینی اغراض کے لیے تو سر پھٹول نہیں ہوتی ؟

Marfat.com

مسجدوں کی ظاہری چہل پہل

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ
کیا کر دیا تم نے پانی پلانا حاجیوں کو اور بسانا
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
مسجد حرام کا برابر اس کے جو ایمان لایا اللہ پر
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اور دن آخرت کے اور کوشش کی اللہ کی راہ میں
لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
یہ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ نہیں ہدایت کرتا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ وقف لازم
قوم کو ظالموں کی

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ
کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
حرام کا بسانا اس کے برابر کر دیا جو اللہ پر
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اور آخرت کے دن پر یقین لایا اور اللہ کی راہ میں لڑا
لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
اللہ کے نزدیک وہ برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ وقف لازم
راستہ نہیں دکھاتا

سِقَايَةٌ: پانی پلانا مصدر ہے اس کے وہی معنی ہیں، جو سَقْیٌ کے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہیں، بعد میں سِقَایَۃٌ کے معنی اس جگہ کے بھی ہو گئے جہاں پانی پلایا جائے اور اس برتن کو بھی سقایہ کہہ دیتے ہیں جس میں پانی پلایا جائے مثلاً کٹورہ، پیالہ وغیرہ۔

سِقَايَةٌ: عربی میں وہ ظرف یا چھوٹا سا حوض ہے جس میں پانی جمع ہو اور برتنے کے کام آئے۔ ہم لوگوں نے اپنی زبان میں اسے سقاوہ بنا لیا ہے۔

عِمَارَةٌ: بسانا اس لفظ کی تشریح سابق میں گذر چکی، یہاں اس سے مراد ہے ظاہری چہل پہل قائم رکھنا۔

مشرکوں کو اس بات پر فخر تھا کہ ہم کعبہ کی زیارت کے لیے آنے والوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ ان کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ ان کے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔ ایسی جگہ کے لیے انہی باتوں کی ضرورت ہے کہ آنے جانے والوں کے لیے آرام ملے۔ رونق اور چہل پہل ہو۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اصل کام جو کرنے کے ہیں وہ اور ہیں جو لوگ ان کاموں کو کرتے ہیں، وہ ان سے افضل ہیں۔ جو ظاہری نمائش اور دھوم دھڑلے ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں۔

اصل کام یہ ہیں کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے۔ آخرت کے دن کا یقین کرے۔ جس دن ہر شخص کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کے بعد اب آدمی کا یہ کام ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کے ساتھ کوشش شروع کر دے اور عمر بھر اسی میں لگا رہے۔ جو لوگ حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام میں ظاہری رونق ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لا کر اپنی عمر اللہ کے کام کے لیے وقف کر دیتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں۔ انہیں برابر سمجھنے والے لوگ اپنے اوپر اور اللہ کی مخلوق پر ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ ظالموں کو سیدھی بات نہیں سمجھاتا اور نہ سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ ان لوگوں کو جو مسجدوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ میں وقت اور روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت سے سبق حاصل کرنا چاہیے:

Marfat.com

کامیابی کی راہ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
جو لوگ ایمان لائے اور گھر بار چھوڑ آئے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ
اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
ان کے لیے اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور وہی مراد کو
الْفَآئِزُوْنَ (۲۰) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی طرف سے
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ
خوشخبری دیتا ہے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں
فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (۲۱) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
ان کو ہمیشہ کا آرام ہے رہا کریں اس میں مدام
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۲)
بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
جو لوگ ایمان لائے اور گھر بار چھوڑا اور کوشش کی
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ
اللہ کے راستے میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
بہت بڑے ہیں درجہ میں اللہ کے نزدیک اور وہ لوگ وہی
الْفَآئِزُوْنَ (۲۰) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
کامیاب ہیں خوشخبری دیتا ہے ان کو ان کا رب
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ
رحمت کی اپنی طرف سے اور خوشنودی کی اور باغوں کی ان کے لیے
فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (۲۱) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
ان میں نعمت ہے پائدار رہیں گے ان میں ہمیشہ
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۲)
تحقیق اللہ اس کے پاس اجر ہے بڑا

ارشاد ہے کہ اللہ پر ایمان والے اس کے لیے گھر بار تج کر مکمل کھڑے ہونے والے اور اللہ کے راستے میں جان و مال کے ساتھ کام کرنے والے اللہ کے نزدیک بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ دونوں جہان کی کامیابی انہیں لوگوں کے لیے لکھ دی گئی ہے۔ ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے کہ وہ ان پر اپنی طرف سے رحمت کرے گا اور ان سے راضی ہوگا اور ان کو ہمیشہ رہنے کے لیے باغ عنایت کریگا جہاں کا آرام و راحت، ناز و نعمت کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یاد رکھو جو کوئی اللہ کا کام کرتا ہے۔ اللہ اسے بڑا اجر دیتا ہے۔ جو اس کی فرمانبرداری کے لیے جان اور مال سے حاضر ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ روح پرور، نشاط انگیز باتیں جس کی سمجھ میں آجائیں، خوشی کے مارے جھومنے لگتا ہے۔ یقین جانئے ان کے سامنے بہترین گانے، غزلیں، قوالیاں، باجے گاجے، پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ وہ بے خود کر دینے والے سُر ہیں۔ جن سے مست ہو کر جوشیلے لوگوں نے میدان، جنگل، دریا، سمندر سب روند ڈالے اور اپنے مستانہ نعروں سے دنیا کو مسخر کر لیا یہی وہ جان بخش الفاظ ہیں۔ جنہوں نے فقیروں کو تاجدار ہی نہیں، بلکہ تاج بخش بھی بنایا۔ دنیا ان کے پاؤں پر گر پڑی۔ لیکن انہوں نے اسے لات مار کر پرے پھینک دیا۔ اور طرارے بھرتے ہوئے پستی سے بلندی تک مکان سے لامکان تک آناً فاناً پہنچ گئے۔ کیا ہمارے لیے آج ان میں کشش ہے؟

Marfat.com

ایمان والوں کی صفت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بناؤ

اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ

اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو ساتھی اگر

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ

وہ اختیار کریں کفر کو ایمان پر

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

اور جو ان کو سچا دوست بنائے گا تم میں سے تو وہ لوگ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۳)

وہی ظالم ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا

اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو

اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ

رفیق مت گردانو اگر

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ

وہ ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کریں

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے پس وہ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۳)

لوگ گنہ گار ہیں

لَا تَتَّخِذُوْا وارمت بناؤ انہی کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر اِتِّخَاذٌ ہے جو اَخْذٌ سے بنا ہے۔ اَخْذٌ کے اصل معنی ہیں پکڑنا۔ اِتِّخَاذٌ کے معنی محاورہ کے لحاظ سے ہیں بنانا۔ اختیار کرنا۔ گردانا۔

اِسْتَحَبُّوْا (پسند کریں) ماضی کا صیغہ ہے استحباب سے جو حُبٌّ سے بنا ہے اس کی دوسری شکل مَحَبَّۃٌ ہے جسے ہم نے محبّت کر لیا ہے۔ محبّت کے معنی چاہنا۔ پسند کرنا۔ استحباب کے معنی ہیں کسی چیز کو محبّت کے لیے اختیار کرنا یعنی فیصلہ کرنا کہ اس سے محبّت کی جائے گی۔

اَوْلِيَآءَ (دوست) وَلِيٌّ کی جمع ہے یہ لفظ پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے اس سے قریبی رشتہ دار، رفیق، بے تکلّف دوست وغیرہ مراد ہیں۔

پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ جو ایمان لے آئے اور فقط اللہ کے ہو رہے۔ وہ کبھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں چل سکتے۔ اللہ ان کا ساتھی اور مدد گار ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ سورۂ آل عمران میں کہا ہے کہ ایمان والے اللہ کا انکار کرنے والوں کو قریبی، بے تکلف دوست، رفیق اور ساتھی نہ بنائیں۔ ان کی رفاقت کے لیے ایمان والے ہی کافی ہیں۔ کیونکہ ایمان والوں کو جو اللہ کے احکام بجالاتے ہیں وہ لوگ کیسے پسند کریں گے جو اللہ کو مانتے ہی نہیں کہ ان کے قریبی بے تکلف دوست بنائے اس کے کہ ان کے ساتھ ہنسی، دل لگی، کھیل کود، تفریح مزاح وغیرہ میں شامل ہوں۔ ایک ایسے آقا کے حکم بردار نہیں جو ان کو ان سب باتوں سے روکتا ہے اور اپنے ہی احکام کی بجاآوری میں مشغول رکھنا چاہتا ہے۔

اس آیت میں اسی کو اور زیادہ مبالغے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ غیر تو کجا اگر اپنے ماں، باپ، بھائی وغیرہ بھی، اللہ کو نہ مانتے ہوں تو وہ بھی آدمی کو دنیا کے مشاغل ہی میں پھنسانا چاہیں گے۔ اس لیے ان سے ایسے تعلقات مت رکھو کہ ان کی خاطر تمہیں اللہ کے احکام کے بجالانے میں کوتاہی کرنی پڑے۔ ان کو دکھ مت دو۔ ان کو آرام پہنچاؤ۔ لیکن ایسے گہرے تعلقات مت رکھو جو اللہ کے کاموں میں حارج ہوں کیونکہ ایمان لانے کے بعد پہلا کام اللہ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری ہے۔

Marfat.com

زبردست دھمکی

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ

کہدے اگر ہیں باپ تمہارے اور بیٹے تمہارے

وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

اور بھائی تمہارے اور بیویاں تمہاری اور کنبہ تمہارا

وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ

اور مال جو کمائے ہیں تم نے اور سوداگری کہ ڈرتے ہو

كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ

اس کے بیٹھ جانے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں زیادہ پیارے تم کو

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش سے اس کی راہ میں

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

تو ٹھیرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا فیصلہ اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۲۴)

نہیں ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو بدمعاش ہیں

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ

کہدے اگر ہیں باپ تمہارے اور بیٹے تمہارے

وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

اور بھائی اور بیویاں اور برادری

وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ

اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند

كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ

پڑجانے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

زیادہ محبوب ہیں تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

میں کوشش کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۲۴) ع ۳ ۸ ۹

اللہ نافرمان لوگوں کو رستہ نہیں دکھاتا۔

اٰبَآؤُكُمْ: اَبٌ کی جمع ہے باپ۔ اَبْنَآؤُكُمْ ابن کی جمع ہے بیٹا۔ اِخْوَانُكُمْ اَخٌ کی جمع ہے بھائی۔ اَزْوَاجُكُمْ زَوْجٌ کی جمع ہے زوجہ بیوی۔ عَشِيْرَةٌ کنبہ برادری کو کہتے ہیں۔

اِقْتَرَفْتُمُوْهَا (کمایا تم نے) ماضی کا صیغہ ہے اِقْتِرَافٌ سے جو قرف سے بنا ہے قرف کے معنی ہیں کمانا۔ اِقْتِرَافٌ محنت سے کمانا

كَسَادَ (سرد بازاری) کساد بازاری اردو میں مستعمل ہے جس کے معنی ہیں تجارت وغیرہ کا نہ چلنا۔ بکری بند ہو جانا۔

یہ آیت بہت غور طلب ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ آدمی ان چیزوں کے جھگڑوں میں پھنس کر جو اس آیت میں گنوائی ہیں۔ اللہ کو، رسول کی سنت کو اور اللہ کے کاموں میں کوشش کرنے کو بھول جاتا ہے۔ ایسے آدمی کو جو سزا دے دی جائے مگر غفلت کی سزا کبھی نہ کبھی مل کر رہے گی۔

جہاد کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے وقت کوشش کی یہی صورت آپڑی تھی کہ دین کو لوگوں سے جنگ کی جائے۔ اس وقت اگر فسادیوں سے مقابلہ آپڑے اور ساری تدبیریں ان کے سمجھانے کی بیکار ثابت ہوں تو جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔ آخر میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانی ہی کی ٹھان چکے ہیں۔ انہیں اللہ سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔

Marfat.com

اسلام کیا ہے؟ (۱)

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کے بعد سارا زور جہاد فی سبیل اللہ پر ہے۔ اس لیے جہاد فی سبیل اللہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ اسی کے سمجھنے پر اسلام کا صحیح طور پر سمجھنا موقوف ہے۔ اس کی کچھ تشریح پہلے بھی انہی سبقوں میں گذر چکی ہے۔ لیکن سبق ۵۲۱ و ۵۲۲ کی آیتوں میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے بات سمٹ کر بالکل نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔

سبق نمبر ۵۲۰ میں کہا گیا کہ اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو ان سے خصوصی تعلقات نہ رکھو۔ کیوں کہ ان سے سوا اس کے نہیں جہاں تک ہو سکے اللہ کے راستے سے روکیں اور کوئی امید نہیں۔

سبق نمبر ۵۲۱ میں کہا گیا ہے کہ تمہیں اللہ، رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کو دنیا کی تمام چیزوں پر مقدم رکھنا ہے۔ جو چیز تمہیں ان تین باتوں سے چھڑائے اس کو تم خود چھوڑ دو اور اپنا فکر کرو۔ کیوں کہ جو لوگ دنیا کی باتوں کو نہ چھوڑیں گے وہ دنیا میں بچ بچ کر احتیاط سے نہیں چل سکتے۔ وہ فاسق ہیں ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں، اس لیے ان سے الگ رہنا ضروری ہے۔

دنیا میں ہر کسی و دلبشر کو جہاد کیے بغیر چارہ نہیں اگر کوئی جہاد چھوڑے گا تو اس کو فاسق ہوئے بغیر چارہ نہیں اس لیے کہ جو جہاد سے جان چراتے ہیں ان کی زندگی باقاعدہ منظم نہیں ہو سکتی اور جن کی زندگی منظم نہ ہو وہ بجائے انسان کہلانے کے کسی اور نام کے زیادہ مستحق ہیں اور وہ نام فسق ہے یعنی بے اصول۔ پس جہاد تنظیم کی کوشش کا نام ہے۔ اگر یہ تنظیم اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ہے تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے ورنہ شیطان کی راہ میں کوشش ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔

اسلام نام ہے اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انسانی تنظیم کا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں کہہ لیجیے کہ اللہ اور رسول پر ایمان اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے یعنی تمام انسانوں کو مل جل کر رہنے کی تلقین۔ اس کے لیے کبھی اپنی خراب خواہشوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ اور کبھی ان فسادیوں سے جو انسانوں کو الگ الگ ٹولیاں بنا کر رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اپنا الو سیدھا کرتے رہیں۔ یہی دونوں قسم کی لڑائی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ عرب کے مشرکین نے اسلام کے پہلے ہی مرحلہ میں انسانوں کے اندر یہ بیج ڈال دیا اور مسلمانوں کے لیے اس وقت جہاد کی فقط ایک صورت رہ گئی۔ یعنی فسادیوں سے جنگ کرنا اور اپنی طاقت تنظیم انسانی کی کوشش کرنا۔

Marfat.com

اسلام کیا ہے؟ (ب)

خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے معنی "اللہ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انسانی تنظیم" کے ہیں۔ اس لیے تنظیم انسانی کی ذمہ داری، اللہ اور رسول کے ماننے والوں پر آپڑتی ہے۔ اس تنظیم انسانی میں مشرکین مکہ کے سرداروں نے کھنڈت ڈال دی اس لیے مسلمانوں کو اپنے طریقے سے اپنی الگ تنظیم کی ضرورت آپڑی، تاکہ فسادیوں کو مجموعی طاقت سے دبایا جائے۔ اور تنظیم انسانی کی کوشش کی جائے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اپنی تنظیم اس غرض کو سامنے رکھ کر کرنی چاہیئے۔ کہ آگے چل کر تمام انسانوں کی تنظیم کا فرض پورا کرنا ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے قرآن مجید میں جو اصول بتائے گئے وہ ان سورتوں یعنی سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ میں خاص طور پر سمجھائے گئے ہیں تاکہ اگر ان کے مطابق مسلمانوں نے اپنی تنظیم کر لی تو پھر وہ تمام دنیا کی تنظیم بخوبی کر سکتے ہیں، وہ اصول یہ ہیں:

اصل اوّل: اللہ، اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے دن کو ماننا (اس کی ظاہری علامت نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا باقاعدہ ادا کرنا ہے۔

اصل دوم: (۱) تمام انسانوں کو جملہ حقوق اور فرائض انسانی کے لحاظ سے مساوی ماننا (۲) نیک کاموں میں تعاون و بُرے کاموں سے علیحدگی کا شیوہ اختیار کرنا (۳) ہر شخص کو خیالات و عقائد میں جو اس کی ذاتی چیزیں ہیں آزادی دینا بشرطیکہ وہ امن و سکون میں خلل ڈالنے اور کسی کی دل آزاری کا کسی طرح سے باعث نہ بنے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی کسی کو اجتماعی یا انفرادی طور زبردستی یا لالچ دے کر اپنا ہم خیال اور ہم عقیدہ بنانے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ ہاں نرمی اور تحمل کے ساتھ اچھی بات کی نصیحت کر سکتا ہے۔

(۴) باہمی صلح و آشتی، رفاہ عام کے کاموں اور انسانی قدروں کو ہر شکل میں ترقی دینا اور مل جل کر قائم رکھنے کی کوشش کرنا۔

(۵) محتاج کی مدد کا پہلے سے بندوبست کرنا اور غریبی کو ہر ممکن طریق سے دور کرنے کی کوشش کرنا۔

نوٹ: مسلمانوں کو رشتہ، کنبہ، مال تجارت، جائداد وغیرہ کا خیال ان فرائض کے بجالانے سے روک نہیں سکتا اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اسے صاف دلی اور نیک نیتی سے ماننے والے اسلامی برادری میں داخل ہیں۔ ان کے فیصلے متحد ہوں گے اور ان کا ماننا ہر ایک پر لازم ہوگا۔

Marfat.com

اسلام کیا ہے؟ (ج)

اصل سوم: جو شخص اوپر کی کسی ایک بات کا جان بوجھ کر انکار کرے گا یا اس کے خلاف چلے گا اور ایسا کرنے سے امن، اتحاد اور اجتماعی زندگی کو نقصان پہنچے گا، اس کے ساتھ قانونی برتاؤ کیا جائے گا۔

اصل چہارم: اسلامی برادری تمام دنیا کے انسانوں سے جو اس کا ساتھ دینے کو تیار ہوں، اتحاد اور تعاون کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ ان سے کسی حالت میں جنگ نہ کی جائے گی۔ جب تک کہ وہ مسلمانوں پر ویسی ہی بے جا زیادتی نہ کریں جیسی ابتدا میں مشرکین مکّہ نے کی تھی خواہ اس کے ذریعے اور طریقے مختلف ہوں۔

اصل پنجم: وطن، قوم وغیرہ سہولتِ انتظام کے لیے دنیا کی آبادی کی تقسیم ہے۔ یہ سب چیزیں جب تک باہمی بے جا تعدّی کا باعث نہ بنیں اور اصول بالا کو مانیں اسلام ان کا خیر مقدم کرتا ہے۔

(ب) **مال و دولت کا طریق کسب و تقسیم۔ ذاتی ملکیّت وغیرہ:** اگر عوام الناس کی تکلیف کا باعث بنیں تو ان کی ترمیم و اصلاح اسلامی برادری کا فرض ہے۔ جو قوم اس کی اصلاح و ترمیم کے لیے بے غرضانہ طور پر تیار ہو اسلامی برادری ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہے۔ کیوں کہ اسلام کا کوئی حکم ایسے کام سے ہرگز نہیں روکتا۔ جس کا مقصد عام لوگوں کو نفع پہنچانا ہو بلکہ جو ایسے اعمال میں مشغول ہوں، ان کے ساتھ شریک ہونے اور ان کا ہاتھ بٹانے کی ہدایت کرتا ہے۔

(ج) جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ صلح و صفائی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ مسلمان بھی آخر ان کے ہم وطن و ہم زبان ہیں اس لیے ان کے ہم قوم بھی شمار ہو سکتے ہیں۔ نہ ان کو بلا وجہ ستا سکتے ہیں اور نہ ان سے جنگ کر سکتے ہیں۔

یہ پانچ اصول اسی سورت یعنی سورۃ براءۃ اور اس سے پہلی سورت یعنی سورۃ الانفال سے سمجھ میں آتے ہیں اس میں داخلی اور خارجی تعلقات دونوں کی تنظیم کو معیّن اور صاف کر دیا ہے۔

دراصل یہی اصول مکّہ والوں کے سامنے ابتدا میں پیش کیے گئے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے ان کو نہ مانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم میں ہدایت کی گئی ہے کہ کہہ دو میں تمہاری بہترین تنظیم کر دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم فساد، ضد، صرف اپنی شان و شوکت اور تنگ نظری چھوڑ دو۔

سورہ حٰمٓ الشوریٰ میں آیت موجود ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى یعنی میں تم سے اپنے کام کا کوئی انعام نہیں مانگتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپس کے میل جول، قرابت، ہمسائگی وغیرہ کا خیال رکھو اور بے جا ستانا اور ضد کرنا چھوڑ دو۔

خیال فرمائیے یہ ان سے کہا جا رہا ہے، جو اسلام کو ردّ کر چکے ہیں۔ ان کے ساتھ رہنے اور مل کر تنظیم کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہیں۔

Marfat.com

اسلام کیا ہے؟

(د)

اس موضوع کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ جب تک کہ مسلمانوں کے لیے قرآن حکیم کی روشنی میں اچھی طرح یہ واضح نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کو آج کل کیا کرنا چاہیئے۔ کم سے کم ہمیں اس کو سمجھنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ ہماری کوشش بارآور ہو۔

ان دونوں سورتوں سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے آج کل جنگ کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ دنیا میں صدائیں گونج رہی ہیں کہ رائے کی اور مذہب کی آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے، کوئی کسی پر اپنی رائے یا اپنا مذہب نہیں ٹھونس سکتا اس کے ساتھ ہی اس آزادی پر بھی زور دیا جا رہا ہے کہ ہر کوئی اپنی بات منوانے یا اپنا طریقہ رائج کرنے کے لیے کوئی شخص یا فریق چھپی ہوئی ——— یا ——— کھلی دھمکیاں' دباؤ یا شاطرانہ چالیں کام میں نہیں لا سکتا۔ اگر دنیا ان باتوں پر سچ مچ اتفاق کر چکی ہے۔ اور اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ ہر شخص اور ہر قوم اپنے اپنے طریقہ پر چلنے میں آزاد ہے۔ اور کھلم کھلا ہر قوم اپنی اندرونی روشنی کے مطابق اپنے اعمال کی تنظیم کر سکتی ہے۔ اور اپنے فیصلوں کو بھلا پھیلا سکتی ہے۔ اور مجموعی طور پر جمعیت اقوام ہر ایک کی آزادی کی نگرانی کرے گی۔ تو پھر تو وہ جڑ ہی کٹ گئی۔ جس کی بنا پر اسلام کے سر جنگ کا بوجھ زبردستی ڈالا گیا تھا۔ اسلام اپنے پیروؤں کو تاکید کے ساتھ ہدایت کرتا ہے۔ کہ سوائے انسانی ضمیر کی آزادی قائم رکھنے کی غرض کے کسی اور غرض سے ہرگز کسی سے نہ لڑو۔ مسلمانوں کی مکہ کی تیرہ سال کی مصیبت بھری زندگی اس کی گواہ ہے۔

ان سورتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جو مسلمانوں سے دین کی بنا پر نہ لڑے۔ اس کے ساتھ مسلمان صلح و امن و امان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ انسانی سوسائٹی میں مسلمانوں کا وجود فقط اس لیے ہے۔ کہ اپنے اخلاق اور برتاؤ سے لوگوں کے دل میں یقین بٹھا دیں کہ واقعی یہ امت اس قابل ہے کہ اس کی تقلید کی جائے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی اعمال نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ اس لیے مقرر کیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے ہمیں اچھی عادتیں اپنے اندر پیدا کرنی سکھائی جائیں۔ اگر یہ غرض ان سے حاصل نہیں ہوتی۔ تو یا تو ہم نے اسلام کو ٹھیک طور پر سمجھا نہیں۔ اور یا یہ سمجھا ہے کہ مسلمانوں کے نام سے دنیا کو یوں ہی کانپنا چاہیئے۔ چاہے ان کے عقائد نکمے اعمال بیکار اور اخلاق انتہا درجے کے پست ہوں۔ یاد رکھو اس طرح کی دھونس جمانا اسلام کا مقصد نہیں۔ اسلام یہ سکھانا چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے اپنا اخلاق اور برتاؤ دکھا کر دنیا کو اس بات کے ماننے پر مجبور کر دیں کہ اگر دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے شریف کوئی لوگ ہیں تو یہ ہیں:

ع اگر یہ نہیں تو بابا یہ سب کہانیاں ہیں

Marfat.com

اللہ کی مدد

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ
البتہ مدد کی تمہاری اللہ نے موقعوں پر بہت سے
وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
اور حنین کے دن جب خوش کیا تم کو تمہاری کثرت نے
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
پس نہ فائدہ دیا اس نے تمہیں کچھ اور تنگ ہوگئی تم پر
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
زمین باوجود فراخ ہونے کے پھر منہ موڑا تم نے
مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾
پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ
اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے بہت سے میدانوں میں
وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوئے
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہوگئی پھر تم
مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾
پیٹھ دے کر ہٹ گئے

مَوَاطِنَ: (موقع) مَوطن کی جمع ہے جس کا مادہ و۔ط۔ن ہے۔ وطن اسی سے بنا ہے۔ جس کے معنے رہنے کے بھی ہیں۔ اور رہنے کی جگہ کے بھی ہیں اور اس جگہ کے بھی جہاں کوئی چیز واقع ہو۔ اس لیے یہ میدان جنگ کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

يَوْمَ حُنَيْنٍ (حنین کا دن) یوم کے معنی دن کے ہیں۔ اور حنین ایک پست زمین کا نام ہے جو پہاڑوں کے نیچے واقع ہے۔ اور ایسی زمین کو وادی کہتے ہیں۔ یوم حنین سے مراد وہ دن ہے جس میں حنین کا معرکہ ہوا یہ جگہ مکہ کے قریب طائف کے راستہ میں ہے۔

فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کی فوج دس ہزار تھی۔ فتح مکہ کے بعد جبکہ طائف کے قبیلوں ہوازن اور ثقیف وغیرہ نے اپنے سارے سرداروں، عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے اور سارا پیسہ اکٹھا کر کے مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کی تیاری کر لی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس ہزار آدمیوں کو لے کر جن میں ان کے علاوہ مکہ کے دو ہزار نومسلم بھی شامل ہو گئے تھے۔ فوراً طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ دشمن کی کل چار ہزار فوج تھی اور مسلمان اس وقت بارہ ہزار تھے اور بہت خوش تھے کہ جاتے ہی ماریں گے۔ ادھر سے قبائل مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مکہ سے تھوڑی دور حنین کے میدان میں دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمانوں نے کافروں کو بھگا دیا اور ان کا مال لوٹنے لگ گئے۔

اتنے میں کافروں کے تیر اندازوں نے جو اپنے فن میں مشہور تھے۔ پہاڑوں پر سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اور مسلمان پریشان ہو کر بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل دس آدمی رہ گئے۔ آخر حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو للکارا اور وہ ان کی آواز پر لوٹے اور کافروں کو شکست ہوئی۔

اس آیت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ مقابلہ کے وقت فتح فقط اللہ کی مدد پر موقوف ہے۔ آدمی اور سامان کی کمی اور بیشی سے کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ بدر کے معرکہ نے ثابت کر دیا۔

Marfat.com

اطمینانِ قلب

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
پھر اتارا اللہ نے اطمینان اپنی طرف سے اپنے رسول پر
وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ
اور ایمان والوں پر اور اتارے لشکر کہ نہیں
تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ
دیکھا تم نے انہیں اور عذاب دیا ان کو جو کافر ہوئے اور یہی
جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶) ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ
جزا ہے کافروں کی پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
اس کے بعد جس کو چاہے گا اور اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۷)
بخشنے والا مہربان ہے

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ
پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر
وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ
تسکین اتاری اور فوجیں اتاریں کہ جن کو تم نے
تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ
نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی
جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶) ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ
جزا ہے منکروں کی پھر اس کے بعد اللہ جس
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
کو چاہے توبہ نصیب کرے گا اور اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۷)
بخشنے والا مہربان ہے

سَكِيْنَتَهٗ: (تسکین۔ تسلی) یہ لفظ س۔ک۔ن سے بنا ہے جس سے سکون۔ ساکن۔ مسکن وغیرہ بنے ہیں اور ہماری زبان میں مستعمل ہیں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں گذر چکا ہے۔ مسکن کے معنی ٹھہرنے کی جگہ۔ سکینۃ۔ وہ چیز جس سے دل کا اضطراب جاتا رہے اور اطمینان حاصل ہو جائے۔

اُحد کے بعد حنین کا دوسرا موقعہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے نرغہ میں آئے۔ اس موقعہ پر دشمنی پر تلے ہوئے چار ہزار کافروں نے آپ کو گھیر لیا تھا۔ اکثر مسلمان کافروں کی تیر اندازی سے پریشان ہو کر تتر بتر ہو گئے تھے۔ آپ کے ساتھ تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے جن میں حضرت عباسؓ آپ کے چچا اور ابوسفیان آپ کے دوسرے چچا کے بیٹے بھی تھے۔ چاروں طرف سے تیر برس رہے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں مطلق ہراس نہ تھا۔ اللہ نے آپ کے دل کو مضبوط کر دیا تھا۔ آخر حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو پکارا کہ کہاں جاتے ہو ادھر آؤ۔ مسلمان آواز سن کر بے تحاشا دوڑتے آئے اور اللہ نے ان کے دل میں اطمینان اور سکون پیدا کر دیا۔

ارشاد ہے کہ مسلمان تھوڑی دیر ہمت پریشانی کی حالت میں بھاگتے پھرے۔ لیکن آخر کار وہی سکون و اطمینان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو حاصل تھا۔ مسلمانوں کے دل میں بھی سرایت کر گیا۔ اللہ نے خفیہ قوتیں فرشتوں کی شکل میں ان پر نازل کیں۔ جن کو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن دل میں ان کا اثر محسوس کیا۔ کافروں کو شکست ہوئی مارے گئے لوٹے گئے بے شک فسادیوں کی یہی سزا ہونی بھی چاہیئے تھی۔ اس کے بعد جب لڑائی جھگڑے ختم ہو چکے تو ان کافروں میں سے بہت سے قسمت والے مسلمان ہو گئے اللہ نے ان کی خطائیں معاف کیں اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائی۔ ان آیات میں سکھایا گیا ہے کہ گو ہر کام کے لیے کوشش اور تدبیر ضروری ہے لیکن بھروسا فقط اللہ پر ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

پاکیزگی ایمان ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بات یہی ہے کہ یہ مشرک لوگ

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ

ناپاک ہیں سو نہ آویں قریب مسجد حرام کے بعد

عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

اپنے سال اس کے اور اگر ڈرتے ہو محتاجی سے

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ

تو عنقریب بے نیاز کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے

اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸

اگر چاہے تحقیق اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

اے ایمان والو مشرک جو ہیں وہ

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ

پلید ہیں سو مسجد حرام کے نزدیک اس سال کے بعد

عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

نہ آنے پاویں اور اگر تم تنگدستی سے ڈرتے

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ

ہو تو عنقریب اللہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا

اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸

اگر چاہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

نَجَسٌ (ناپاک) صفت کا صیغہ ہے ن۔ ج۔ س سے جس سے مصدر نجاسۃ ہے۔ نجاستہ۔ گندا ناپاک ہونا۔ نجاست ہماری زبان میں بھی ناپاکی۔ گندگی کو کہتے ہیں مگر نون کے زیر سے۔ اور وہ عربی ہی سے لیا ہے نجس کے معنی ہیں گندا ناپاک۔

عَيْلَةٌ (فقر) حاصل مصدر اور مصدر ہے یعنی احتیاج و فقر۔ تنگ دستی اور محتاجی کو بھی کہتے ہیں اور محتاج، فقیر، تنگدست ہو جانے کو بھی کہتے ہیں۔ عیال بھی اس سے بنا ہے۔ وہ سب لوگ جن کا کھانا پلانا اور ضرورتیں مہیا کرنا ایک شخص کے ذمہ ہو اس کے عیال کہلاتے ہیں ایسا شخص اکثر تنگدست رہتا ہے۔ ہماری زبان میں بھی عیال دار ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے ذمے بہت سے لوگوں کا پالنا ہو اور اس وجہ سے تنگدستی سے بسر کرتا ہو۔ عربی میں ایسے شخص کو عائل کہتے ہیں۔ جب مکہ کے کفار نے ابتدا ہی میں اپنے چال چلن سے ظاہر کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو ان کا بس چلے گا۔ تو زندہ نہ رہنے دیں گے تو ان کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے سے مایوسی ہو گئی۔ فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں حج کے موقعہ پر اعلان کر دیا گیا کہ مسجد حرام کے اندر کوئی مشرک آئندہ داخل نہ ہونے پائے گا۔ یہاں اب مسلمانوں کا عمل دخل ہو گا۔ مشرکوں نے اب سے دشمنی کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کے دل کینہ، حسد اور عداوت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی بلا وجہ۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں جو دل کو پلید کر دیتی ہیں۔ کیوں کہ ان کے ساتھ ایمان اور خوش خلقی کا بیر ہے۔ اور دنیا میں فقط یہی وہ چیزیں ہیں جو آدمی کو پاک صاف کر سکتی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو ہدایت ہوئی۔ کہ خراب خیالات رکھنے والے پلید، مشرکوں کو مسجد حرام کے قریب بھی مت پھٹکنے دو۔ اس کے بعد جب دیکھا کہ مسلمان اپنی تنظیم ان مفسدوں کے ساتھ رہ کر کر ہی نہیں سکتے تو حکم ہوا کہ ان مشرکوں کو سارے عرب سے نکال دو ؛

Marfat.com

پاکیزگی ایمان سے

(ب)

احادیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق جزیرہ عرب کو مشرکوں سے پاک صاف کر دیا۔ اب وہاں بسنے کی اجازت مشرکوں کو دنیا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں حنفی اتنی اجازت دیتے ہیں کہ عارضی طور پر امام اگر مناسب سمجھے تو انہیں وہاں ٹھیرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ دیگر مجتہدین اتنی اجازت بھی نہیں دیتے۔

آگے ارشاد ہے کہ اگر تمہیں یہ خوف ہو۔ کہ ان مشرکوں کے چلے جانے سے تجارت اور کاروبار پر اثر پڑے گا۔ اور ضروریات کی چیزوں کی تنگی ہو جائے گی۔ تو یہ فکر دل سے نکال دو۔ کیوں کہ اصل چیز سکون و آرام اور اطمینان ہے اور یہ ان کی موجودگی میں میسر نہیں آسکتا۔ ضروریاتِ زندگی کی بہم رسانی اللہ اپنے فضل سے آسان کر دے گا اور اگر وہ چاہے تو تمہیں اتنا دے گا۔ کہ تم ان کی مدد سے بے پروا ہو جاؤ گے۔ اطمینان رکھو کہ اللہ ان سب باتوں سے اچھی طرح واقف ہے جن کی بدولت انسان کو غنا اور تونگری حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کسی بات کے کرنے کا مناسب موقع و محل کون سا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ تم بھی بے کھٹکے اپنے سارے کام اُس کے سپرد کر کے اس کے حکموں کو بجا لانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ تمہارے سب کام اپنے علم اور اپنی حکمت کے مطابق موقعہ آنے پر ٹھیک کر دے گا۔

انسان کو خود غرضی اور دوسروں سے خواہ مخواہ کی دشمنی کسی کام کا نہیں رکھتی۔ جس آدمی کو فقط اپنے لوگوں کے پیٹ بھرنے کا اور دوسروں کو اپنا خادم بنا کر رکھنے کا خبط ہو جائے۔ وہ یقیناً انسانیت سے خارج ہو چکا۔ اس کا باطن نجس اور پلید ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو جب تجربہ ہو چکا کہ مکہ کے مشرک جن کے ساتھ یہود اور نصاریٰ بھی مل گئے تھے۔ ہرگز انہیں پنپنے نہ دیں گے۔ تو ان کو حکم ہوا۔ کہ ان تمام فسادی غیر مسلموں کو فقط مسجد حرام ہی سے نہیں بلکہ سارے جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ تاکہ تمہیں پہلے اپنے آپ کو سنوارنے اور پھر ساری دنیا کے سنوارنے کا بلا روک ٹوک موقعہ ملے۔ اور تم اس کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کر سکو۔

ظاہر بات ہے کہ اگر عرب کے مشرک اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتے۔ تو صورت حال یہ نہ ہوتی۔ ضد اور دشمنی چھوڑتے ہی ان کے دل پاک صاف ہو جاتے۔ اور وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر باہم صلح و امن کے معاہدے کر کے رہتے۔ لیکن ان لوگوں نے کسی طرح نہ مانا۔ اس لیے ایسے سخت احکام جاری کیے گئے اور مسلمانوں سے ایک اپنا الگ ٹھکانا بنانے کے لیے کہا گیا۔ مشرکوں کا حکم تو اس آیت میں بیان ہوا۔ آگے کی آیت میں یہود و نصاریٰ کی بابت حکم دیا گیا ہے:

Marfat.com

اسلام کے دیگر مخالفین (۱)

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر
وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا
اور نہ دن آخرت پر اور نہ حرام کہتے ہیں اس کو جسے
حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ
حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ مانتے ہیں
دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
سچا دین ان لوگوں میں سے جنہیں دی گئی کتاب
حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ
یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ ہاتھ سے
وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾
اور وہ ماتحت ہو کر رہیں

فَاقْتُلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں ان لوگوں سے
وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا
لڑو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر اور
حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ
نہ جس کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا حرام
دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
جانتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں دی گئی کتاب
حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ
نہ سچا دین قبول کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے
وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾
جزیہ دیں ذلیل ہو کر

لَا يَدِيْنُوْنَ (نہیں چلتے) مضارع کا صیغہ ہے جو دین سے بنا ہے۔ دین کے معنی ہیں مقررہ طریقہ اور یہی مصدر بھی ہے جس کے معنی ہیں مقررہ طریقے پر چلنا۔ اس سے لَا يَدِيْنُوْنَ بنا ہے لَا کے معنی نہیں يَدِيْنُوْنَ کے معنی طریقہ پر چلنا۔ یعنی سچے طریقے پر نہیں چلتے۔

جِزْيَةٌ اسم ہے۔ اس مال کو کہتے ہیں۔ جسے دے کر غیر مسلم مسلمانوں کی حفاظت میں رہ سکتا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے۔

جس وقت حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا اعلان کیا۔ اس وقت عرب کے اندر عموماً تین قسم کے لوگ تھے۔ کھلم کھلا بت پرست، یہودی اور نصاریٰ۔ ان میں سے کچھ لوگ اسلام کے پیرو ہو گئے۔ لیکن اور لوگوں نے اس نئے مذہب کی مخالفت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ تم چاہے نہ مانو۔ مگر لوگوں کو اس سے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ لیکن وہ نہ مانے آخر مسلمان اپنی علیحدہ تنظیم پر مجبور ہوئے اور دشمنوں سے لڑ کر ان پر فتح پائی ان کو حکم ہوا کہ مشرک تو بڑے سخت مجرم ہیں ان کو چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد جزیرہ عرب سے نکل جائیں ورنہ جہاں پائے جائیں گے۔ قتل کیے جائیں گے۔ یہود و نصاریٰ نے مشرکوں کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن ان کے مقابلہ میں کم مجرم تھے۔ اس لیے کہا کہ ان سے لڑو اور زیر کر کے رکھو تاکہ فساد نہ کرنے پائیں۔ اس کے بعد اگر تمہاری عملداری میں رہنا چاہیں تو تابع فرمان اور حکم بردار بن کر رہیں ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ اور ان سے کوئی قومی خدمت نہ لی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ اس کے بدلے نقد روپیہ ادا کریں جو ان کی حفاظت کا معاوضہ سمجھا جائے گا۔ اور ان کا درجہ مسلمانوں کے درجہ سے نیچا ہوگا کیونکہ انہوں نے بھی ان سے دشمنی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اگر یہ شرط منظور نہ ہو تو عرب سے باہر نکل جائیں یہ حکم تو جزیرہ عرب کے مشرکوں پر یہود و نصاریٰ کی بابت ہوا ؛

Marfat.com

اسلام کے دیگر مخالفین (ب)

لیکن ان میں سے بہت سے اسلام کو روکنے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور مسلمانوں کی تذلیل اور تضحیک کی اور اپنے لوگوں کو سمیٹ کر مسلمانوں پر چڑھائی کرنے اور ان کے مٹانے پر آمادہ کیا۔ لامحالہ ان کے ساتھ جنگ کرنی پڑی اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے عام حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں ان سے بلا تامل لڑو۔ کیوں کہ اسلام فقط یہی چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کو اپنا پیغام پہنچا دے۔ اس کا اعتماد انسان کی فطری آزادی پر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہر شخص سوچ سمجھ کر اپنا راستہ پسند کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسلام یہی سکھاتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ آخرت کے دن کا یقین کرو اور ان باتوں سے جن سے اللہ نے روکا ہے رُک جاؤ اس کا رسول ان باتوں کی تشریح کر دے گا۔ جو اللہ نے حلال اور جائز قرار دی ہیں۔ انہیں اختیار کرو۔ اور ان باتوں کو بھی بتا دے گا۔ جن کو اللہ نے حرام کیا ہے ان سے باز رہو۔ جو لوگ ان باتوں کے سننے سے دوسروں کو زبردستی روکنا چاہتے ہیں وہ انسانی مجرم ہیں اور ان کا طریقہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ٹھیک طریقہ (دین حق) یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل میں ہر انسان آزاد ہے۔ بشرطیکہ اس سے فساد برپا نہ ہو اور امن عام میں خلل نہ آئے۔ اور ہر ایک کو آزادی حاصل ہے کہ وہ دوسرے کو وہ باتیں سہولت کے ساتھ سمجھائے۔ جو اس کے نزدیک صحیح ہیں۔ لیکن اس کے منوانے کے لیے زور زبردستی بالکل اختیار نہ کرے۔ اور نہ مال و زر کی طمع دلا کر لوگوں کو بہکانا اور ہم خیال بنانا چاہیے۔ جو لوگ دین حق یعنی ان اصول آزادی کو نہیں مانتے وہ انسانی عدالت کے مجرم ہیں۔ وہ اگر تم سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ حتی الوسع ان کا قلع قمع کرو تاکہ دنیا میں ظلم و جور و تعدی اور ہر قسم کی دست درازیاں رُک جائیں اور دین انسانی کو جس کے اصول، ضمیر کی آزادی، قیام امن و امان، اصلاح اور میل جول ہیں۔ ہر جگہ تسلیم کر لیا جائے۔ ان سے اس وقت تک لڑے جاؤ۔ جب تک وہ ان اصولوں کو پورے طور پر تسلیم نہ کر لیں۔ جہاں ایسے فسادیوں پر جو تم سے ضد اور دشمنی کی بنا پر الجھ پڑتے ہیں تمہیں فتح نصیب ہو اور وہاں تمہیں انتظامی سلطنت قائم کرنی پڑے تو اس اصول پر انتظام قائم کرو کہ فسادی بالکل دبے رہیں اور سر جھکا کر تابعدار بن کر رہیں۔ اس کے بعد ان کی حفاظت کے عوض میں مال لو اور ان کو دبا کر رکھو تاکہ دنیا کے امن و امان میں خلل نہ پڑے۔

ظاہر ہے کہ یہ احکام ان لوگوں کے مقابلے میں ہیں جو انسان کی مانی ہوئی آزادیوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کو فقط اپنا تابع اور غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔

جن لوگوں نے مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت کا اظہار نہیں کیا۔ اور آزادی کے اصول پر متفق ہو کر ان کے ساتھ مل جل کر رہنے کے لیے تیار ہو گئے ان سے لڑنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں ہے۔ بلکہ ان کے امن و امان سے رہنے اور اپنی حفاظت کے لیے جزیہ دینے کے بعد مسلمان ان کے جان و مال اور ناموس کے محافظ ہوں گے۔ اور کوئی ان پر حملہ کرے گا تو ان کی حفاظت کریں گے ؛

Marfat.com

دین حق کے خلاف باتیں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ وَ
اور کہا یہود نے عزیر بیٹا ہے اللہ کا اور
قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ
کہا عیسائیوں نے مسیح ہے بیٹا اللہ کا
ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ
یہ کہنا ہے ان کا اپنے منہ سے ریس کرتے ہیں
قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ
بات ان لوگوں کی جو کافر ہوئے ان سے پہلے
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾
تباہ کرے ان کا اللہ کیوں کر پھرے جاتے ہیں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ وَ
اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور
قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ
نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے
ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ
یہ باتیں اپنے منہ سے کہتے ہیں پہلے کافروں
قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ
کی بات کی ریس کرنے لگے
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾
اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جاتے ہیں

يُضَاهِـُٔوْنَ (ریس کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر مضاھاۃ اور مادہ ض۔ ہ۔ ی ہے۔ اس سے ضہی مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی کے ہم شکل ہونا۔ مُضَاھَاۃٌ کے معنی ہم شکل بنانا۔ نقل کرنا۔ ریس کرنا۔

ارشاد ہے کہ یہود نے عزیرؑ کو جو ان کی طرح کے بشر تھے۔ اتنا چڑھایا کہ ان کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اس زمانہ میں علم میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اور ان کی ایک مناسب حد تک تعظیم و توقیر بجا نہ تھی۔ لیکن اللہ کا بیٹا کہہ دینا یہ تعظیم کا نہایت گستاخانہ طریقہ ہے۔ اس سے اللہ کی (معاذ اللہ) توہین ہوتی ہے۔ اللہ کا تصور ہی اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ سب سے ممتاز۔ اکیلا۔ سارے اقتدار کا مالک۔ باپ اور بیٹا ہونے سے پاک ہو۔ ان کے اس عقیدے سے ظاہر ہو گیا۔ کہ وہ اللہ کو جیسا ماننا چاہیے نہیں مانتے۔ یہی دھوکا عیسائیوں کو لگا۔ اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ یہ باتیں تو کافروں کی سی ہیں جو ان کے پہلے سے رومی۔ یونانی اور دیگر کافروں میں چلی آ رہی ہیں اور یہ بھی دیکھا دیکھی اُن کی ریس کرنے لگے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کا ناس کرے یہ دین حق سے پھر کر کہاں سے کہاں چلے جا رہے ہیں۔

دین حق کی ایک پہچان اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ اس میں کسی انسان کو ان کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد اس کے ظاہری یا خیالی بُت کو آنا ہرگز نہیں بڑھایا جا سکتا۔ کہ وہ اللہ کے اقتدار میں اور اس کی مخصوص صفات میں اس کا شریک یا ساتھی بن جائے۔

دوسری پہچان دین حق کی یہ ہے کہ وہ آخرت کو برحق ماننے پر زور دیتا ہے۔ اور یہ اللہ کو پورا صاحب اقتدار ماننے کا ضروری نتیجہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور پُرسش کرنے پر قادر ہے۔

Marfat.com

رب فقط اللہ ہے

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا
بنالیا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ
اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح بیٹے مریم کو اور نہیں
اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ
حکم تھا ان کو مگر یہ کہ بندگی کریں ایک معبود کی نہیں کوئی معبود
اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾
مگر وہی پاک ہے وہی اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا
اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ
ٹھہرا لیا اور مریم کے بیٹے کو بھی اور
اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ
ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ ایک معبود کی بندگی کریں اس کے سوا
اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾
کسی کی بندگی نہیں وہ پاک ہے ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے

اَحْبَارٌ (عالم) احبر کی جمع ہے۔ حبر، عالم، عقلمند۔ دانش ور کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی لکھنے کی روشنائی بھی ہیں اور خوشی کے بھی۔ اور بھی کئی معنی ہیں لیکن یہاں احبار سے مراد یہودیوں کے علماء ہیں۔

رُهْبَانٌ (درویش) صفت کا صیغہ ہے جو رھب سے بنا ہے۔ رھب کے معنی ڈر اور خوف کے ہیں۔ رہبان خوف کرنے والا۔ اس کے لیے دوسرا لفظ راہب ہے۔ مگر رہبان میں مبالغہ زیادہ ہے۔ دونوں کے معنی ہیں اللہ کے خوف سے دنیا کی لذتیں ترک کرنے والا۔ عیسائیوں میں زاہد لوگوں کو راہب یا رہبان کہتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ یہود نے اپنے علماء کو اور عیسائیوں نے اپنے راہبوں کو اتنا بڑھایا چڑھایا کہ انہی کو اپنا رب اور داتا ماننے لگے اور مسیح ابن مریم (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا اور اس کا شریک ٹھہرانے لگے اور ان کی پرستش کرنے لگے یہ ان کی نہایت نازیبا حرکت تھی۔ کیوں کہ ایک انسان اپنے جیسے انسان کو جو مادی چیزوں سے پیدا ہوا ہو معبود کیسے ٹھہرا سکتا ہے اور پھر ان کو صاف صاف حکم بھی سنا دیا گیا تھا کہ تم فقط ایک ہی معبود کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل ہے ہی نہیں۔ پھر کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور ان کی ہستی اُس کے دم سے ہے چاہے تو ایک دم میں سب کو فنا کر دے۔ اس کا شریک کسی کو ٹھہرانا انسان کی انتہائی نادانی ہے۔ اور اللہ کی معاذ اللہ سخت توہین ہے۔ کیونکہ شریک اس کا ہوتا ہے جسے اپنے کام کے لیے دوسرے کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ایک عیب ہے جس سے اللہ بالکل پاک ہے۔

یہی وہ توحید کا سبق ہے جو ہر زمانے میں ہر نبی اپنی اپنی قوم کو سکھاتے چلے آرہے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو بالکل صاف کر دیا۔ اور اپنی مہر تصدیق اس پر ثبت کر دی۔ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں کہ اللہ کی مخصوص صفتوں میں کسی اور کو حصہ دار یا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو ذات صفات میں یکتا مانو اور کسی کے آگے نہ سر جھکاؤ اور نہ کسی سے مرادیں مانگو۔

Marfat.com

دین کا زور (الف)

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ	يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ
ارادہ کرتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی	چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی اپنے منہ سے
بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن	بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن
اپنے منہ سے اور نہ مانے گا اللہ مگر یہ کہ	بجھا دیں اور اللہ اپنی روشنی پوری کیے
يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۳۲)	يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۳۲)
پورا کرے اپنی روشنی کو اگرچہ ناراض ہوں کافر لوگ	بغیر نہ رہے گا کافر پڑے برا مانیں

اَنْ يُّطْفِئُوْا (بجھا دیں) مضارع کا صیغہ ہے جس کے آخر کا نون اَنْ کی وجہ سے گر پڑا ہے۔ اس مصدر اِطْفَاءٌ ہے جو ط۔ف۔ء سے بنا ہے۔ طفءٌ سے مصدر طفوءٌ ہے جس کے معنی ہیں آگ کا بجھ جانا۔ مدھم پڑ اطفاء اسی کا متعدی ہے جس کے معنی بجھا دینا۔ ٹھنڈا کر دینا ہیں۔

يَأْبَى (نہ مانے گا) مضارع کا صیغہ ہے۔ ا۔ب۔ی سے۔ اس کا مصدر اباءٌ ہے جس کے معنی ہیں کسی کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا۔ اپنی بات پر اڑ کر دوسرے کی بات کو ٹھکرا دینا۔ شیطان نے اللہ کا حکم نہ مانا تھا۔ اس لیے اس بابت سورۂ بقرہ میں ابٰی کا لفظ آیا ہے۔

پچھلے رکوع کے ختم میں مسلمانوں کے لیے عرب کے اہل کتاب سے جنگ کرنے کا قانون مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے مکہ کے مشرکوں سے لڑنے کی بابت کہا جا چکا تھا۔ کہ جب تک فساد اور اس کے اسباب کا بالکل قلع قمع نہ ہو جائے اور انسانی چال چلن خود غرضی اور ذاتی فائدے کے خیال سے پاک صاف نہ ہو جائے۔ ان لوگوں سے لڑتے رہو۔ اور نہ مانیں تو ملک سے نکال دو۔ چونکہ خود غرضی اور ذاتی مفاد کے حصول کے خیال سے اللہ کو سب سے بڑا تسلیم کیے بغیر پورا پورا چھٹکارا نہیں ملتا۔ اس لیے ارشاد ہوا تھا کہ اس وقت تک ان سے لڑتے جاؤ جب تک کہ دین خالص اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔ اگر مشرک اس اکسیر سے جس کے سامنے خود غرضی کا مرض کھڑا نہیں رہ سکتا منہ موڑیں تو ان کو نکال باہر کرو۔ اہل کتاب سے یہ امید کہ وہ مشرکوں کا ساتھ دیں گے اور اللہ اور آخرت کو مانتے ہوئے دین حق کے مٹانے پر تل جائیں گے۔ اس لیے کے واسطے عرب میں رہنے کی یہ شرط لگا دی گئی کہ مسلمانوں کے تابع فرمان ہو کر رہیں۔ لیکن وہ مغرور لوگ اپنی شرارت سے کب باز آنے والے تھے۔ اس لیے بعد میں ان کو بھی عرب سے نکال دیا گیا۔ یہ اس دین حق کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے مٹانے کے درپے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بھی شرک رائج ہو چکا ہے۔ اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے برابر مرتبہ دیتے ہیں اور کھلم کھلا منہ سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ بڑے بڑے لوگ دنیا کے انتظام میں اللہ کی طرف سے آزاد اور مختار بنا دیے گئے ہیں۔ بس جو کچھ لینا ہو انہی سے مانگتے رہو۔

Marfat.com

دین کا زور

(ب)

دنیا کے بادشاہ امیر، وزیر اور درباریوں کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کرتے بلکہ کر ہی نہیں سکتے۔ اسی طرح ان کے خیال میں اللہ عزوجل بھی بغیر ان مددگاروں کے انتظام میں شریک کیے بغیر کچھ کر نہیں سکتا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدر نہ پہچانی اور اسے بھی ایک معمولی فانی بادشاہ کی طرح وزیروں اور امیروں کا محتاج سمجھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وہ بے نیاز ذات ہے کہ وہ کسی کام کے لیے کبھی کسی کا محتاج نہیں اور جس چیز کا حکم دیدے وہ ہو جاتی ہے بلکہ اس کے تو چاہنے ہی سے وہ کام ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں ان تمام لوگوں کا جو اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ نے دنیا کا باطنی اندھیرا دور کرنے کے لیے دین حق کو روشنی کا خزانہ بنایا ہے۔ اگر یہ خزانہ نہ رہے تو انسانی عقل سوا اس کے کہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتی رہے اور صحیح راستہ کو ٹٹولتی پھرے اور کبھی پورے طور پر اسے نہ پا سکے کچھ نہیں کر سکتی۔ انسانی عقل جب تک دین حق کی روشنی سے کام نہ لے بالکل اندھی ہے۔ جیسے ظاہری آنکھ بغیر روشنی کے کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح دل کی آنکھ یعنی عقل بغیر وحی الٰہی کے ٹھیک طور پر نہیں دیکھ سکتی۔ کچھ لوگ کوشش کرتے ہیں۔ کہ عقل کے لیے اپنے طور پر روشنی کا سامان مہیا کریں تاکہ دین کی ضرورت ہی نہ رہے۔ مگر وہ نادان نہیں جانتے کہ اگر انہوں نے سمجھ کے مطابق ہدایت کے کچھ اصول گھڑ بھی لیے۔ اور ان کو اپنی سمجھ دار تقریروں سے لوگوں کے دلوں میں بٹھانا چاہا۔ تو وہ بھی دین حق سے بے نیاز نہ خود ہو سکتے ہیں۔ اور نہ دوسروں کو کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مصنوعی باتیں اس فطری نور کی شعاعوں کو ماند نہیں کر سکتیں۔ اللہ جو اس تمام کائنات کا خالق اور منتظم ہے۔ اس کو انسانی عقل کے لیے روشنی کا ذریعہ ٹھہرا چکا ہے۔ اور یہ روشنی منہ سے پھونک مار کر بجھائی نہیں جا سکتی۔ لکہ یہ جتنا اپنی من گھڑت باتوں سے اسے بجھانا چاہیں گے اتنا ہی زیادہ اس کی چمک دمک میں اضافہ ہوگا۔ اس کا انکار کرنے والے اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ اللہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اسے پھیلا کر ہی رہے گا۔

اس دعویٰ کی تصدیق واقعات سے ہو چکی ہے۔ شروع میں مشرکوں نے اور اہل کتاب نے اس دین کے مٹانے کے لیے بڑی چوٹی کا زور لگا لیا۔ لیکن کچھ نہ کر سکے۔ اور یہ باطنی آفتاب دنیا بھر کو روشنی پہنچانے کے لیے بڑی آب و تاب سے چمکا۔ لوگ اپنی ریشہ دوانیوں اور مخالفت سے باز نہ آئے لیکن اس کی روشنی کو پھیلنے سے نہ روک سکے۔

آج کل جاننے والے جانتے ہیں کہ فلسفی اور سائنس والے مدتوں اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد آج اس کے اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور سمجھ دار لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا اگر بھلا ہو سکتا ہے تو محض اسلام اور اس کی کتاب قرآن حکیم کے احکام پر چلنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ ورنہ انسان کا تباہ ہونا لازمی امر ہے۔

Marfat.com

اللہ کی تدبیر

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ
اور حقیقی دین دے کر تاکہ غالب کرے اس کو دین پر
كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
کل پر اگرچہ ناک بسان چڑھائیں مشرک لوگ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ
دے کر بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر
كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ النصف
غلبہ دیں اور مشرک پڑے برا مانیں

پچھلی آیت میں ارشاد ہوا۔ کہ اللہ نے اپنے نور کو پھیلانے کا عزم بالجزم کر لیا ہے گو نادان لوگ جو اللہ کو نہیں مانتے اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو اپنی آزادی میں خلل ڈالنے والا جانتے ہیں۔ پھر بھی اللہ اس کو پھیلا کر رہے گا۔ وجہ یہ کہ جس طرح آنکھ کو دیکھنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح انسانی عقل کو ٹھیک طرح اپنا کام کرنے کے لیے ایک خاص قسم کی روشنی کی ضرورت ہے۔ اس روشنی کا بھی دنیا میں ہونا انسان کی عقل کے ٹھیک کام کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یہ روشنی کیا ہے اور کس طرح پھیلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ روشنی اس راستہ کو دیکھنے کے لیے ہے جو فطری طور پر انسان کے چلنے کے لیے مقرر ہے۔ راستے اور بھی ہیں جو لوگوں نے اپنی اپنی عقل کی اندرونی پیدائشی کام کرنے کی طاقت سے اٹکل پچو مقرر کر لیے ہیں لیکن نری عقل سے سیدھا راستہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں صحیح راستہ کی پہچان دے کر بھیجا۔ اور وہ پہچان قرآن مجید کی آیتوں میں رکھ دی۔ یہی قرآن مجید ہدایت اور روشنی ہے۔ عقل جب اس روشنی میں اپنے ارد گرد نظر ڈالے گی تو اس کو صحیح راستہ صاف صاف نظر آنے لگے گا اور وہ سب راستوں کو چھوڑ کر اسی صحیح راستہ کو اختیار کرے گی۔ اس راستہ کا نام "دین حق" ہے۔ قرآن مجید عقل انسانی کے لیے روشنی اور ہدایت ہے اس روشنی میں عقل تمام راستوں کے بیچ میں سچے راستے "دین حق" کو نمایاں اور غالب دیکھے گی۔

مشرک لوگ جو اس روشنی سے کام لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس کو گل کرنا چاہتے ہیں۔ اندھیرے میں ہیں۔ انہیں راستہ نہیں سوجھتا۔ ان کی عقل ٹٹول ٹٹول کر ادھر ادھر کے راستے ان کے لیے نکال کر رکھ دیتی ہے۔ اور وہ انہی راستوں میں سے کسی نہ کسی کو پسند کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ کی ہدایت یعنی قرآن مجید کو قبول نہیں کرتے۔ لیکن ان کے قبول کرنے اور ناپسند کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھنے والے اس روشنی میں وہ کچھ دیکھتے ہیں جو اور لوگوں کو اندھیرے میں اپنی مصنوعی روشنیوں سے کبھی سوجھ ہی نہیں سکتا۔ دین حق اللہ کی روشنی ہے اور وہ قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ حدیث اس کے پھیلانے کا ذریعہ ہے۔

Marfat.com

دین حق کا غلبہ

پچھلے سبق کی آیت کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ اس دنیا میں انسانی زندگی کے انتظام کے لیے ضروری تھا کہ نوع انسان کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر ہو جس پر وہ چلے۔ بالکل اسی طرح جیسے اور تمام مخلوقات کی نوعوں کے لیے خاص خاص راستے مقرر ہیں۔ انسان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس راستے کو جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔ انسان کو اپنی عقل اور کوشش سے دریافت کرنا اور پہچاننا ہے اور حیوانوں میں یہ بات نہیں وہ اپنا راستہ عقل کے زور سے دریافت نہیں کرتے کیونکہ ان میں اتنی زور دار عقل نہیں۔ فقط اتنی ہی عقل ہے۔ جو ایک خاص ضرورت کے وقت اندرونی تقاضوں کی بنا پر اب فوری حل تلاش کر لیتی ہے اور وہ وہی ہوتا ہے جو ان کی نوع کی زندگی کے مناسب ہوتا ہے۔ انسان کی عقل بہت تیز ہے۔ لیکن وہ اس راستہ کے دیکھنے کے لیے ایک خاص روشنی کی محتاج ہے۔ روشنی نہ ہو تو وہ راستہ تو کوئی نہ کوئی تلاش کر ہی لیتی ہے۔ لیکن وہ ٹھیک وہی راستہ نہیں ہوتا جو اس کی نوع کے لیے اس تمام عالم کے بنانے والے نے مقرر کیا ہے۔ اس لیے اللہ نے اپنے رسول وقتاً فوقتاً بھیجے اور انہوں نے عقل کے لیے وہ روشنی مہیا کر دی جس میں وہ ٹھیک ٹھیک راستہ دیکھ لے۔ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس راستہ پر چل کر انسان کو دکھا دیا۔ کہ اس طرح چلو اور اس کی بڑی بڑی علامات ان کے سامنے رکھ دیں۔ ان علامتوں کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ اور اس کے مطابق چلنے کے طریقے کا نام دین حق ہے۔ جو آپ نے عملی طور پر مقرر کر دیا۔ وہ ہمارے پاس حدیث کے ذخیرے میں موجود ہے۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس دین کو پہچان کر اس پر چلنا ہماری عقل کا فرض ہے اور اس کا دنیا میں قائم رکھنا ہماری ذمہ داری ہے اور اسی ذمہ داری کے پورا کرنے پر انسان کی بہتری کا دار و مدار ہے۔

اس کی ذمہ داری کے پورا کرنے کے لیے لازم ہے کہ دنیا میں لڑائی جھگڑا اور جنگ و جدل کا جو انسانوں کے لیے ان کی تنگ نظری اور بے جا خواہشوں کی وجہ سے پھیلتے ہیں۔ قلع قمع ہو۔ اس لیے ان و امان کا قائم رکھنا مسلمانوں کا پہلا مقصد ہے۔ اسی کے اوپر یہ بات موقوف ہے کہ عقل کو دیکھ بھال کی فرصت ملے اور انسان سوچ سمجھ کر دین حق کو قبول کرے۔ اللہ نے دین حق کو غالب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا فرض ہے کہ امن و امان قائم کریں تاکہ انسان کی عقل اس طرف پورے طور پر متوجہ ہو۔ اس کے بعد ہو نہیں سکتا کہ دین حق غالب نہ ہو۔

امن و امان قائم کرنے کے دو ہی طریقے ہیں (۱) دنیا بھر کے انسانوں کی بین الاقوامی انجمن قائم ہو اور وہ بیکار در خودغرضی پر مبنی آپس کے جھگڑے چکانے کا ذمہ لے (۲) ایک عالمگیر جنگ ہو جس میں تمام شریروں کا صفایا ہو جائے۔

اسلام (۱) کا حامی ہے

اور بدرجۂ مجبوری اگر (۲) اختیار کرنا پڑے۔ تو وہ شرارتی اور فسادی لوگوں کو مٹانے والوں کا طرف دار ہے اور ان کے ساتھ مل کر انہیں مٹائے گا، اور اگر کوئی اور نہ ملے تو خود اس کی تیاری کرے گا۔

Marfat.com

اہل کتاب کے علماء اور درویش

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا

اے لوگو جو یمان لائے ہو تحقیق بہت سے

مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ

یہود کے پھیرنے والے اور عیسائی درویش البتہ کھاتے ہیں

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ

مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

اللہ کے رستے سے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا

اے ایمان والو اہل کتاب کے بہت سے

مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ

عالم اور درویش لوگوں کے

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ

مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

راستے سے روکتے ہیں

پچھلی آیت میں دین حق کو سب دینوں پر غالب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا کرنے میں جان و مال سے کوشش کرنی چاہیئے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ ایمان والوں کو خبردار رہنا چاہیئے۔ کہ دین حق کے غلبہ کو روکنے کے کون سے راستے ہیں۔ دین کی راہ میں کون کون سی رکاوٹیں ہیں۔ ان رکاوٹوں کا دور کرنا ان کا فرض ہے۔ دین حق آپ ہی چمک اٹھے گا۔ یہ رکاوٹیں پہلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ میں اپنا کام کرتی رہی ہیں اس لیے ان کے حال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ تم لوگ اللہ پر ایمان لاچکے ہو۔ اللہ کے دین کا پھیلانا تمہارا فرض ہے۔ یہی فرض پہلے لوگوں کا اپنے اپنے وقت میں تھا۔ لیکن وہ اس کو پورا نہ کرسکے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ان کے پڑھے لکھے با اثر لوگ دنیا کی حرص میں پھنس گئے۔ اور لالچ میں گرفتار ہوگئے۔ جب وہ دین کی خدمت کے لیے دنیا سے منہ موڑ بیٹھے تھے تو ان کو چاہیئے تھا۔ کہ دنیا کی طرف رخ نہ کرتے۔ لیکن انہوں نے دیکھا کہ لوگ ہمیں مانتے ہیں۔ اور ہمارے کہنے پر چلتے ہیں۔ کیوں کہ ہم دین کے عالم مانے جاتے ہیں۔ اس لیے ان سے اس خدمت کے انجام دینے کے عوض روپیہ پیسہ مال و زر وصول کر جب لوگ نذرانے دینے لگے تو اس کے ساتھ ہی اُن کا تقاضا یہ ہوا کہ ہمیں ہمارے مفید مطلب احکام بتا عالموں اور زاہدوں نے دیکھا کہ واقعی اُن پر آسانی کرنی چاہیئے۔ ہمارا کیا حرج ہے۔ ان کا کام ان کی مرضی کے مطابق ہوجائے اور ہمیں منہ مانگا معاوضہ مل جائے اس سے اچھی اور کیا بات ہے اس طرح انہوں نے اپنا تو پیٹ بھر لیا لیکن اللہ کا راستہ دنیا میں قائم نہ کرسکے اور دین کا ستیاناس ہوگیا۔

مسلمانوں کی برادری میں یہ بات نہ پھیلنی چاہیئے۔ عالموں، درویشوں اور پیروں کا فرض ہے کہ دُنیا کے لالچ میں آکر دین کو خراب نہ کریں اور لوگوں کو وہی باتیں بتائیں جو دین حق میں ان کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں۔

Marfat.com

مال جمع کرنے کی سزا

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (۳۴)
دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
دو جو لوگ اکٹھا رکھتے ہیں سونا اور چاندی
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
اور خرچ نہیں کرتے اس کو اللہ کے رستے میں سنا دے ان کو خوشخبری
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (۳۴)
عذاب دردناک کی

يَكْنِزُوْنَ (اکٹھا کرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے کنز سے۔ کنز کے معنی ہیں جمع کرنا، اکٹھا کرنا، سمیٹ کر رکھنا۔ روپیہ خواہ الماریوں میں ہو یا بنکوں میں ہو یا زمین میں گاڑا جائے۔ سب کنزاً کے تحت آتا ہے۔ کنز کے معنی خزانہ کے بھی ہیں یعنی وہ جگہ جہاں روپیہ اکٹھا کیا جائے۔

اس سے پہلے کہا گیا کہ اہل کتاب کے دین کے عالم، شیخ اور پیر روپیہ اکٹھا کرنے کے پیچھے پڑ گئے۔ لوگوں کو ان کی سہولت پر نظر کر کے غلط سلط راستے بتاتے اور بہلے ہیں ان سے نذرانے تحفے و صدقات خیرات وغیرہ بٹورنے شروع کر دیتے یہ اول تو ان لوگوں کے زمرے میں آتے ہیں جو مال جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں ایک سزا تو اس کی ملے گی کہ وہ بے کار روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ دوسرے اس کی سزا الگ رہی کہ وہ دین کے پردے میں لوگوں کو دھوکا دے کر ان سے بے تحاشا روپیہ وصول کر رہے ہیں۔ ان کا یہ جرم سب سے بڑا ہے۔ کہ وہ دین کو خراب رسوا اور بدنام کر رہے ہیں۔ پہلے روپیہ جمع کرنے والوں کی عبرتناک سزا اس آیت میں بتائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ، دولت اکٹھی کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور خزانوں اور تجوریوں میں روپیہ پیسہ بے تحاشا اکٹھا کر رہے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو سنا دے کہ تمہارے لیے بس یہی خوشخبری ہے۔ کہ تم کو ایسا عذاب دیا جائے گا۔ کہ جس کے دکھ درد سے تم چیخنے لگو گے۔ اس عذاب کی ذکر اس کے بعد آتا ہے۔

یہ تو ان لوگوں کی سزا ہے جو حلال کی کمائی سے روپیہ جمع کرتے ہیں۔ اور جو حرام طریقوں سے جمع کرتے ہیں۔ ان کو جمع کرنے کا عذاب تو یہی ملے گا۔ لیکن اس کے علاوہ حرام کام اختیار کرنے کی سزا الگ ملے گی۔

روپیہ جمع کرنے کا ہر وہ طریقہ جس سے دوسروں کی حالت بگڑتی ہو یا جس میں کسی کی حاجت اور مصیبت سے بے جا فائدہ اٹھایا جا رہا ہو حرام ہو جاتا ہے۔ اس میں سے زکوٰۃ بھی مقبول نہیں۔ کیوں کہ مال تو خیر ہے۔ اور اس کو اچھے کاموں پر لگایا جانا چاہیئے۔ جو شخص مال کو اس کے صحیح مقام سے روک کر جمع کرتا ہے وہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتا ہے اور اسی کی سزا پائے گا۔

Marfat.com

مال کا وبال

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
اس دن کہ آگ دہکائی جائے گی اس پر آگ میں دوزخ کی
فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ
پھر داغا جائے گا اس سے ان کے ماتھوں کو اور پہلوؤں کو
وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ
اور پیٹھوں کو یہ ہے جو جوڑتے تھے تم اپنے لیے
فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾
پس چکھو تم جو تھے تم جوڑتے

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
جس دن کہ اس مال پر دوزخ کی آگ دہکا دیں گے
فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ
پھر اس سے ان کے ماتھے اور پہلو
وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ
اور پیٹھیں داغیں گے یہ ہے جو تم نے اپنے واسطے
فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾
گاڑ کر رکھا تھا اب اپنے گاڑنے کا مزہ چکھو

يُحْمٰى (دہکائی جائے گی) مضارع مجہول ہے۔ حَمْیٌ کے معنی ہیں آگ کا بہت تیز ہو جانا۔ بعد میں عَلٰی آنے سے متعدی ہو گیا۔ یعنی تیز کی جائے گی مال پر جہنم کی آگ۔

تُكْوٰى (داغا جائے گا) مضارع مجہول ہے۔ اس کا مادہ ک۔ و۔ ی ہے۔ اور مصدر کَیٌّ ہے جس کے معنی ہیں آگ میں چیز کو سرخ کر کے بدن پر رکھ دینا جس سے بدن جل کر اس پر داغ پڑ جائے۔

اس آیت کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جو اکثر جمعہ کے خطبوں میں دہرایا جاتا ہے۔ یعنی اَلْكَنْزُ كَيٌّ مِنَ النَّارِ۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت تو روپیہ جمع کرنا ہر ایک نے اپنا سب سے بڑا شغل بنا رکھا ہے۔ اور اس کی محبت میں پھنس کر کچھ لوگ بظاہر عیش و آرام بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ دراصل تکلیفیں ہی جھیلتے ہیں مگر روپیہ کے مقابلہ میں ان کو خاطر میں نہیں لاتے۔ سچ مچ اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو دنیا میں بھی روپیہ پیسہ مال و دولت بہت سے لوگوں کے لیے بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی اس کے فکر میں بھوک پیاس اور نیند تک غائب ہو جاتی ہے بلکہ جان تک کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ لیکن مرنے کے بعد تو یہ سوا دکھ پہنچانے کے اور کسی کام نہ آئے گا۔

آدمی ایک پیسہ ہی کو آگ پر لال کر کے ہتھیلی پر رکھ کر دیکھ لے کہ کیا گت بنتی ہے۔ اس کے بعد غور کرے کہ یہ سارا سونا چاندی معمولی آگ میں نہیں دوزخ کی آگ میں تپا کر مالدار کے بدن پر رکھ دیا جائے گا اور پھر ٹھنڈا ہونے تک ہلایا نہ جائے گا۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد پھر گرم کر کے رکھا جائے گا اور اسی طرح برابر ہوتا رہے گا اس وقت کیا حال ہو گا

مفسرین نے لکھا ہے کہ بخیل سے روپیہ کسی اچھے کام کے واسطے دینے کے لیے کہو تو پہلے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور زیادہ کہو تو پہلو بدل کے منہ پھیر لیتا ہے اور اگر اصرار کرو تو پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے اس لیے انہی تین چیزوں یعنی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغ دیا جائے گا۔ اگر عذاب سے بچنا ہے تو جمع مت کرو، اللہ کے واسطے خرچ کرو۔

Marfat.com

مال، دولت کا حکم

ایک زمانے سے لوگوں پر مال و دولت، روپیہ پیسہ جمع کرنے کا خبط سوار ہے اور آج کل تو ہر شخص سوا اس کے اور کچھ چاہتا ہی نہیں۔ یہ ایک قسم کی دیوانگی ہے جو حد سے گذر چکی ہے بعض لوگ خاصے پڑھے لکھے کہتے ہیں کہ اسلام نے کسی شخص کو پیسہ کمانے سے نہیں روکا۔ فقط یہ کہا ہے کہ سال بھر میں جتنا جمع ہو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دیا کرو۔ اور پھر چاہے جتنا جمع کرو کوئی روک ٹوک نہیں۔ ہر شخص کمائی میں آزاد ہے جتنا چاہے کمائے فقط زکوٰۃ دے دیا کرے۔ اس کے بعد موج کرے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی تعلیم کی روح یہ نہیں ہے۔ جو لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خوب مال کماؤ۔ کھاؤ پیو تاکہ زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔ اور ثواب کے مستحق ہو۔ گویا زکوٰۃ اور حج مال جمع کرنے کی ترغیب دینے کے لیے ہیں۔ یہ ایک سیدھی سادی بات کو الجھا دینا ہے اور کچھ نہیں۔

سیدھی بات یہ ہے کہ روپیہ پیسہ اس لیے ہے کہ ہر شخص اس کو دے کر اپنی ضرورت کی چیز مثلاً غلہ کپڑا وغیرہ لے سکے۔ روپیہ پیسہ بجائے خود اصل مقصود نہیں۔ بلکہ ضروریات زندگی مہیا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے ہر شخص کو بہ آسانی اتنا روپیہ ملنا چاہیئے کہ جس کو دے کر وہ اپنے آرام کی چیزیں آسانی سے حاصل کر سکے۔ یہ روپیہ ہر ایک کو کیسے ملے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کے بھلے کے لیے کوئی کام یا محنت کرے اور اس کی مزدوری میں اسے اس کی ضرورت کے مطابق روپیہ دے دیا جائے۔ اسلام کا ضابطہ محنت کے بارے میں یہ ہے۔ کہ ہر شخص سوسائٹی کو نفع پہنچانے کے لیے اپنی مقدور بھر خوب محنت کرے۔ لیکن نیت روپیہ کمانے کی نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچ لے کہ میں اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے محض اللہ کے واسطے یہ کام کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اس سے کام لینے والوں کا یہ فرض ہے۔ کہ ایسے شخص کو اتنا معاوضہ دے کہ وہ بہ فراغت تمام آرام کی زندگی بسر کر سکے۔ یہ شخص اس وافضول خرچی کیے بغیر اپنی ضرورتوں میں صرف کرے۔ یہ اس کی حلال کی کمائی ہے۔ اگر کچھ اس میں سے بچ رہے تو صدقہ کرے۔ اور جمع بھی کر سکتا ہے۔ یہ جمع جب زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جائے۔ تو زکوٰۃ دے۔ جس کو حکومت بے طاقت، اپاہج لوگوں کی مدد کے لیے خرچ کرے۔ اگر پھر بھی کچھ بچ جائے تو حج کرے۔ بشرطیکہ اس کی شرطیں پوری ہو جائیں۔

روپیہ جمع کرنے کا جو طریق آج کل رائج ہے۔ جس میں ظلم، تعدی۔ لوٹ کھسوٹ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ اس سے چند لوگوں کے پاس روپیہ اکٹھا ہو جاتا ہے باقی لوگ ضروری چیزوں کو ترستے ہیں۔ ایسے مال سے زکوٰۃ، حج، صدقہ وغیرہ کچھ مقبول نہیں ہوتا، بلکہ آیت کے بہ موجب آدمی الٹا عذاب کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ یہ طریقہ ظلم و تعدی سے خالی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

زمانے کی تقسیم (۱)

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے
شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
ہے اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کیے آسمان
وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ
اور زمین یہ ہے ان میں چار مہینے ادب کے ہیں یہی
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
سیدھا دین سو ان میں اپنے اوپر ظلم
اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً
مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو
كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جیسے وہ تم سب سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۳۶)
ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے
شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
ہے اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کیے آسمان
وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ
اور زمین یہ ہے ان میں چار مہینے ادب کے ہیں یہی
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
سیدھا دین سو ان میں اپنے اوپر ظلم
اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً
مت کرو اور سب مشرکوں سے پورے طور پر
كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
جیسے وہ تم سے لڑتے ہیں پورے طور پر اور جان لو کہ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۳۶)
اللہ بچ کر چلنے والوں کا ساتھی ہے

: الْقَيِّمُ (سیدھا۔ استوار) یہ لفظ مادہ ق۔ و۔ م سے اسی طرح بنا ہے جیسے س۔ و۔ د سے سید اور دونوں کے معنی بھی ملتے جلتے ہیں۔ ق۔ و۔ م سے مصدر قوم ہے جس کے معنی ہیں سیدھا کھڑا ہو جانا۔ آدمیوں کی جماعت کو بھی قوم کہتے ہیں۔ کیوں کہ جماعت، حالات کے قائم اور سیدھا کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیّم صفت کا صیغہ ہے، اس کے معنی سیدھی اور مضبوط چیز کے بھی ہیں اور دوسری چیز کو سیدھا اور مضبوط بنانے والے کے بھی ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

كَاۗفَّةً (پورے طور پر) یہ لفظ سورۃ بقرۃ میں آچکا ہے۔ اس کا مادہ ک۔ ف۔ ف ہے۔ جس کے معنی ہیں تھام لینا، روک لینا۔ جب کسی جماعت میں ایسا ایکا ہو جائے۔ کہ ہر ایک آدمی ایک دوسرے کا سہارا اور جماعت کا جزو بن جائے، اور پھر وہ مل کر کوئی کام کریں۔ تو اس کو مجموعی طاقت سے اکٹھے ہو کر کرنا کہتے ہیں۔ عربی میں اسی حالت کو كَاۗفَّةً کہہ کر ظاہر کیا جاتا ہے۔

پچھلی آیتوں میں بہت پہلے سے یہ بیان ہو رہا ہے۔ کہ یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے دین کو بگاڑ ڈالا ہے اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے کو چھوڑ کر اپنے بڑے آدمیوں کا مقرر کیا ہوا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ایک حکم یہ ہے جسے انہوں نے توڑا ؛

Marfat.com

زمانے کی تقسیم (ب)

ارشاد ہے کہ اللہ نے جس دن زمین و آسمان بنائے۔ اسی دن سے انسان کے لیے زمانے کے اندازہ کرنے کا سیدھا سادا طریقہ مقرر کر دیا۔ جس میں پیچیدہ حساب کی ضرورت ہی نہیں پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ ہر شخص چاند کو دیکھ سکتا ہے۔ اور اس کا نکلنا، بڑھنا، گھٹنا، غائب ہو جانا ہر ایک پر واضح ہے۔ چاند غائب ہونے کے بعد ہلال کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر یہ بڑھتا، گھٹتا اور غائب ہو جاتا ہے۔ اور دوبارہ پھر ہلال بن کر دکھائی دیتا ہے۔ اس سے دوسرا مہینہ شروع ہوتا ہے۔ اس حساب سے بارہ مہینے کا سال اللہ کے ہاں مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور اسی پر انسانوں کے عبادت ادا کرنے، تیوہار منانے اور اللہ کے دیگر احکام بجالانے کے اوقات کا دار و مدار ہے۔ دین ابراہیمی میں جو آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعہ عرب میں پھیلا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے امن و امان کے مقرر کر دیئے گئے۔ جس میں لوگ آپس کے جھگڑے بند کر کے بے کھٹکے ادھر اُدھر آ جا سکیں۔ آپس میں مل جل سکیں۔ یہ ایک عام امن و امان کی زندگی بسر کرنے کا رواج قائم کرنے کی ایک تمہید تھی۔ کیونکہ عرب میں کیا ساری دنیا میں لوگوں کو آپس میں لڑنے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ خاص کر عرب کے لوگ تو لڑاکا مشہور تھے اور لڑنے کے لیے ذرا ذرا سے بہانے ڈھونڈتے تھے۔ دین ابراہیمی کی بدولت انہیں چار مہینے لڑائی، لوٹ مار، بداخلاقی کے کام اور گناہوں سے جو نصیب ہوا وہ اس کا احترام کرتے تھے۔

اسلام نے بھی اس دستور کو قائم رکھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا۔ کہ اگر فسادی لوگ بہانہ بازیاں کر کے، ان مہینوں کی حرمت کا خیال نہ کریں۔ اور لڑائی کے لیے نکل آئیں۔ تو تم بھی بلا تامل ان سے لڑو۔ حرمت توڑنے کا وبال ان کے ذمہ رہے گا۔ تم فقط ایک انسانی فرض ادا کر رہے ہو۔ اس لیے تم پر کوئی الزام نہیں۔ ویسے ان مہینوں میں اس کا زیادہ خیال رکھو۔ کہ کوئی گناہ سرزد نہ ہونے پائے۔ اور اپنی اندرونی پاکیزگی اور ستھرائی کی ان ایام میں خاص طور پر کوشش کرو اور دین ابراہیمی میں جو حرمت قائم کی گئی تھی۔ اسے قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ جو برائیوں سے بچتے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:

کہ ان فساد پھیلانے والے مشرکوں سے جن میں اہل کتاب بھی عملاً شامل ہیں:

سب اتفاق سے مل جل کر مقابلہ کرو۔ کیوں کہ وہ بھی تمہارے مقابلے کے لیے ایسے ہی متحد ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے سارے اختلافات بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

آگے کی آیت میں اس قاعدے کے توڑنے کی جو خود غرض با اثر لوگوں نے ترکیبیں کیں۔ اس کا بیان ہے:

Marfat.com

حکم توڑنا

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ
بات ہی ہے مہینہ کا ہٹا دینا بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے زمانے کی بڑھائے جاتے ہیں
بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ
اس سے وہ لوگ جو کافر ہوئے حلال کرتے ہیں اسے ایک سال اور
یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّۃَ مَا
حرام کر لیتے ہیں ایک سال تاکہ برابری کریں گنتی سے اس کی جو
حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ؕ زُیِّنَ
حرام کیے اللہ نے پس حلال کر لیتے ہیں اس کو جو حرام کیا اللہ نے مزین کر دیے
لَھُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی
ان کے لیے برے اعمال ان کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا
الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ ع
ان لوگوں کو جو کفر کرنے والے ہیں

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ
یہ جو مہینہ کا ہٹا دینا ہے سو یہ کفر کے عہد میں بڑھائی ہوئی بات
بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ
ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں اس مہینہ کو ایک سال حلال
یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّۃَ مَا
کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام رکھتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری
حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ؕ زُیِّنَ
کر لیں جو اللہ نے ادب کے لیے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں وہ مہینہ
لَھُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی
جو اللہ نے حرام کیا ان کے برے کام ان کی نظر میں بھلے کر دیئے گئے
الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۵ ۸ ۱۱
اور اللہ کافروں کو راستہ نہیں دکھاتا

نَسِیْٓءٌ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں جگہ سے پیچھے ہٹا دینا۔ ملتوی کر دینا۔ یہاں اس سے مراد وہ رسم ہے جو اسلام سے پہلے عرب کے بااثر سرداروں نے جاری کی تھی یعنی وہ حرام مہینے کو جگہ سے ہٹا کر پیچھے کر دیتے تھے۔ مثلاً محرم کے مہینہ کو جو حرام ہے ہٹا کر صفر میں لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سال بجائے محرم کے صفر کا مہینہ حرام مانا جائے گا۔ اور محرم حلال ہوگا۔

یُوَاطِـُٔوْا: (پوری کر لیں) مضارع کا صیغہ ہے مُوَاطَاۃٌ سے۔ جس کا مادہ و۔ ط۔ ء ہے۔ وَطْأٌ کے معنی نرم کرنا۔ سہل کرنا۔ مُوَاطَاۃٌ کے معنی ہیں۔ کسی چیز کو کسی کے موافق کر دینا۔ یہاں یہ مطلب ہے کہ اللہ نے سال میں چار ماہ حرام مقرر کر دیئے تھے۔ انہوں نے ان کی گنتی تو چار ہی رکھی۔ لیکن جب چاہتے۔ ان کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے۔ گو حرام مہینوں کی گنتی چار ہی رکھتے۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ کی مقرر کی ہوئی مہینوں کی گنتی بتا دی گئی۔ ان میں چار مہینے ایسے تھے جن میں لڑائی دنگا فساد خاص طور پر منع تھے۔ ان کو حرام مہینے کہتے تھے۔ یہ مہینے رجب، ذی قعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم تھے۔

کبھی عرب کا بڑا سردار اٹھ کر حکم دیتا کہ اس سال محرم میں لڑنا حلال ہے۔ اس کے بدلے صفر کا مہینہ حرام ہوگا۔ اسی طرح سرداروں کے کہنے سے حرام مہینے اپنی جگہ سے ہٹتے رہتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کافروں نے اپنے سرداروں کا حکم اللہ کے حکم سے زیادہ ضروری قرار دیا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ مہینوں کا ہٹانا۔ کافروں کی اپنی پیدا کی ہوئی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

Marfat.com

پچھلی دو آیتوں کا خلاصہ

دنیا میں جنگ فقط اس لیے ہوتی ہے کہ لوگ عموماً اس طریقے یا دین سے جو کل کائنات کے بنانے والے نے انسانوں کے لیے مقرر کیا ہے ہٹ جاتے ہیں اور ہر قوم اپنے واسطے اپنی اپنی رائے سے اپنا ایک الگ دین مقرر کر لیتی ہے۔ اور پھر اسے دوسروں کے سر زبردستی تھوپنا چاہتی ہے۔ یہ کام ہوتا اس طرح ہے کہ ہر قوم کے ہادی، لیڈر، قائد یا رہنما خود غرض لوگ بن جاتے ہیں۔ اور لوگ انہیں عالم سمجھ کر ان کی پیروی بے سوچے سمجھے کرنے لگتے ہیں۔ زیادہ چلتے ہوئے لوگ ان عالموں کو بڑھاوے چڑھاوے دے کر ان کے سامنے رشوتیں اور نذرانے پیش کر کے ان سے اپنے مقید مطلب شرعی فتوے حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ان فتووں کے بل پر خود حکم چلاتے ہیں۔ اور عالم محض ان کے فرمانبردار ملازم اور خوشامد کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اسلام جب آیا۔ تو اسے ایسے ہی لوگوں سے پالا پڑا۔ عرب کے مشرک تو اپنا آسمانی دین بالکل ہی مسخ کر چکے تھے۔ اور ان میں اب فقط ان کے سرداروں کا حکم چلتا تھا۔ یہ سردار فقط اپنے مفاد اور اقتدار کا خیال رکھتے تھے اور اپنی ہی بات منوانے پر تلے ہوئے تھے، عوام ان کی مٹھی میں تھے۔

یہود و نصاریٰ اپنے آسمانی دین کا نام قائم رکھے ہوتے تھے۔ ان سے مسلمانوں کی لڑائی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ان کے بھی خود غرض لوگ دین کو تقریباً مٹا چکے تھے۔ اور اپنی ضد پہ اڑے رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ بھی مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کو حکم ہوا۔ کہ تمہیں اپنی تنظیم کے لیے تمام خود غرض لوگوں سے لڑنا ضروری ہے۔ جب تک وہ فساد اور ضد سے باز نہ آجائیں۔ اور تمہیں اصلاح انسانی کا کام بے روک ٹوک نہ کرنے دیں۔

ان دو آیتوں میں سمجھایا گیا ہے کہ ان مشرکوں اور اہل کتاب میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں اللہ کے دین کو بگاڑ چکے ہیں اور چیزوں کا حلال حرام کرنا انہوں نے اپنی رائے پر موقوف کر لیا ہے۔ کچھ لوگ اپنے مال و دولت یا ذاتی اثر سے اوروں پہ چھا گئے ہیں۔ اور جاہل اور عالم سب کے سب ان کی خوشامد میں لگ گئے ہیں۔ عالم اللہ کے احکام کو بڑی بڑی ترکیبوں سے بدل ڈالتے ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بڑے دیندار ہیں۔ لیکن اصل میں دین کی جڑ کھودنے والے یہی ہیں۔ ان میں سوا خود غرضی اور اقتدار کی ہوس کے کوئی صفت باقی نہیں۔ اس لیے ان سے لڑے اور ان کے دبائے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں اگر یہ سیدھے ہو جائیں۔ اور ان کا نکلے کا سا بل نکل جائے تو تم ان کے ساتھ مل سکتے ہو۔ ورنہ نہیں ؛

Marfat.com

وقت پر کاہلی بُری ہے (۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا ہوا تمہیں جب کہا جائے
لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
تم سے چل پڑو اللہ کی راہ میں تو گر جاتے ہو تم
اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
زمین کی طرف کیا پسند کر بیٹھے زندگانی دنیا کی
مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
آخرت چھوڑ کر پس نہیں عیش کا سامان دنیا کی زندگانی کا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (۳۸)
آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ
اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے
لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پر
اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
گرے جاتے ہو کیا آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگانی
مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
پر خوش ہو گئے سو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (۳۸)
کا کچھ نفع نہیں مگر تھوڑا

انْفِرُوْا: نکل پڑو، امر کا صیغہ ہے نفر سے۔ نفر کے معنی اٹھ کر روانہ ہونا۔ پھرتی سے چلنے کے لیے مستعد ہو جانا۔

اثَّاقَلْتُمْ: اگر پڑتے ہو، ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِثَّاقُلٌ ہے جو تَثَاقُلٌ کی بدلی ہوئی شکل ہے اس کا مادہ ث۔ق۔ل ہے۔ ثقل مشہور لفظ ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں۔ اِثَّاقُلٌ کے معنی ہیں بوجھل ہو کر گر جانا۔

مَتَاعٌ: (ساز و سامان، سونے، چاندی کے سوا آرام کی جتنی چیزیں دنیا میں ہیں سب متاع کہلاتی ہیں۔

جو کچھ اس سورت میں اور اس سے پہلی سورت میں بیان ہوا۔ اس سے جہاد کے معنی غور کرنے والوں کی سمجھ میں بالکل آجاتے ہیں اور انہیں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ جہاد کا مطلب اللہ کو اپنا سب سے بڑا آقا مان کر اس کے احکام کے مطابق انسان کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے اور ساتھ ہی اپنے آپ کو انسان کے لیے اعمال و اخلاق کا نمونہ بن کر دکھانے کی جد و جہد ہے۔ لڑائی اس وقت ضروری ہوتی ہے۔ جب کوئی غرور و تکبر کے گھمنڈ میں اس اصلاح انسانی کی راہ میں کھنڈت ڈالے۔

چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی اسلام پہنچانے شام کی سرحد کے عرب عیسائی حاکم کے پاس روانہ ہوا۔ تو راستہ میں عیسائیوں میں سے کسی نے اس ایلچی کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے جا حرکت کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ عیسائیوں کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ اس سے لڑنے کے لیے شام کے سارے عیسائی اور قیصر روم کے لوگ جس کے تحت شام کے یہ عیسائی عرب کے حاکم تھے جمع ہو گئے۔ اور کوئی ایک لاکھ سپاہی میدان میں اتر آئے۔ مسلمانوں کی فوج میں صرف تین ہزار سپاہی تھے۔ مؤتہ کے مقام پر مقابلہ ہوا۔

یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اس سے پہلے اسی سال اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اور خالد بن ولید اس فوج میں شامل تھے۔

Marfat.com

وقت پر کاہلی بُری ہے (ب)

مسلمان اس لڑائی میں بڑے پریشان ہوئے۔ جس سردار نے عَلَم لیا وہ شہید ہوا۔ آخر خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھایا اور اپنی تدبیر سے مسلمانوں کو عیسائیوں کے نرغے میں سے نکال کر مدینہ لے آئے اس کے بعد مکّہ فتح ہوا۔ معرکہ حنین اور طائف کا محاصرہ یکے بعد دیگرے پیش آئے۔ جب سب بخیر و خوبی ختم ہوگئے اور آپ مع مسلمانوں کی فوج کے مدینہ واپس پہنچے تو خبر ملی کہ شام کے عیسائی بڑی تیاری کر رہے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ پر چڑھائی کریں۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ ہمیں خود بڑھ کر عیسائیوں کو تنبیہ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ نے رجب ۹ھ میں کھلم کھلا اعلان کر دیا۔ کہ مسلمانوں کو شام کے عیسائیوں سے لڑنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ مسلمان تیار ہوئے۔ اور آپ تیس ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر جس میں دس ہزار سوار تھے، شام کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام تبوک پر پہنچ کر بیس روز قیام کیا۔ شام کے عیسائیوں کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیوں کہ قیصر روم نے جس کے بل بوتے پر وہ کودتے تھے۔ ان کی اس موقعہ پر مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ آس پاس کے عیسائی عربوں نے کسی نے خوشی سے اور کسی نے قید ہو کر جزیہ دینے پر صلح کر لی اور آپ مظفر و منصور مدینہ تشریف لائے۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔

اس لشکر کشی کا نام غزوۂ تبوک ہے۔ اس کی تیاری میں بڑی مشکلیں پیش آئیں۔ گرمی سخت تھی، میووں کی فصل پک کر تیار تھی۔ لوگ آرام اور سایہ دار درختوں کے طالب تھے۔ لشکر بڑی مشکل سے تیار ہوا۔ اسی لیے اس لشکر کو جَیْشُ الْعُسْرَۃ کہتے ہیں جنگی کے زمانے کا لشکر۔ اس میں کچھ مسلمانوں نے بھی سستی دکھلائی اور منافقوں نے تو خباثت کی حد کر دی۔ اس آیت سے اسی غزوہ کا حال شروع ہے اور دو رکوع تک چلے گا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! جب جہاد کے معنی سمجھ چکے۔ تو اب ہر موقعہ پر اس کے لیے تیار رہنا تمہارا فرض ہے۔ اس ہیر پھیر کے کیا معنی تم سے کہا جا رہا ہے کہ اٹھو لڑائی کے لیے اور تم ہو کہ سستی اور کاہلی کے مارے اور زمین پر بیٹھے لیٹے جاتے ہو۔ دنیا کا تمام عارضی چیز ہے۔ یہ ایک ڈھلتی چھاؤں ہے۔ اصل عیش آخرت کا عیش ہے۔ دنیا کی راحت اور آسائش اس کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں۔ اس لیے دنیا کے آرام کو قربان کر کے آخرت کا آرام حاصل کرنا چاہیئے۔

یہاں سے آخر سورت تک اسی غزوہ سے متعلق باتوں اور واقعات کی تفصیل ہے۔ اور ان کے مطالعے سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اسلام کی غرض عرب میں بھی اور عرب سے باہر بھی صرف ایک تھی۔ اور وہ یہ کہ اسلام کو صلح اور آشتی کے سایہ میں تعلیم و تفہیم کے ذریعے دنیا کے لوگوں میں پھیلایا جائے۔ تاکہ جس کو شامل ہونا ہو برضا و رغبت اسلام میں شامل ہو۔ لیکن لوگ اس فرض کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ عرب میں سے مخالفین کو بالکل نکال دینا پڑا اور باہر والے جب لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ تو ان سے لڑ کر یا گفتگو کے ذریعہ شرائط صلح طے کی گئیں۔ اور تبلیغ اسلام کے لیے راستہ صاف کیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ عیسائیوں کی اس زیادتی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو شہید کر دیا۔ اور پھر مقابلہ پر اتر آئے۔ شام اور مصر کی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ اور یہ ملک اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوئے۔

Marfat.com

تم نہیں تو اور

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
اگر نکلے تم عذاب دے گا تم کو عذاب
اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
دکھ دینے والا اور بدلے میں لے آئیگا اور قوم سوا تمہارے
وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
اور نہ بگاڑو گے اس کا کچھ اور اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۳۹)
چیز کے قدرت والا ہے

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
اگر تم نہ نکلو گے تو تم کو دردناک عذاب
اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
دے گا اور بدلے میں تمہارے سوا اور لوگ لادے گا
وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز
شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۳۹)
پر قادر ہے

واقعی غزوہ تبوک کے لیے تیاری کا حکم مسلمانوں کا بڑا سخت امتحان تھا۔ لوگ حُنین اور طائف سے لڑنے لڑتے تھکے ماندے واپس آئے تھے۔ گرمی بلا کی پڑ رہی تھی۔ سفر لمبا تھا۔ اور جس علاقے میں سے گذرنا تھا۔ وہاں تپتی ہوئی ریت کے میدانوں کے سوا اگر کچھ تھا تو وہ گرم ہوا کے سخت جھونکے تھے اور پانی کی کمیابی۔ مدینہ میں اس وقت بڑی چہل پہل تھی۔ کھجوریں پک کر تیار ہو گئی تھیں۔ کھانے پینے کی کمی نہ تھی۔ تیز دھوپ سے پناہ لینے کے لیے سایہ دار درخت تھے۔ یہ سب آرام و راحت کے اسباب چھوڑ کر جنگل بیابان میں دور دراز کا سفر اختیار کرنا۔ لُو کے جُھلس دینے والے تھپیڑے کھانا، چلچلاتی دھوپ میں چلنا حقیقت میں اللہ کے ان ہی بندوں کے بل بوتے کا تھا جن کے سینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تمام کدورتوں اور بے ہودہ خیالات سے پاک صاف ہو گئے تھے۔ انہوں نے دنیا کو اپنے اصلی رنگ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اسے آخرت کے مقابلے میں بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے رعب دار الفاظ ان کی ہمتوں کے لیے تازیانہ کا کام دیتے تھے۔ ذرا اس آیت کو دیکھیے۔ کیا کہتی ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ اور رسول کے حکم پر مستعدی کے ساتھ کمر کس کر باہر نہ نکلے تو سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے یہ آرام و چین سب رکھا رہ جائے گا۔ اگر تم نہ اٹھے تو تمہارے بدلے اس کام کے لیے اور لوگ مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اللہ کے کام رُکے نہیں رہ سکتے۔ تم سستی کرو گے تو دنیا میں اور اس کے بندے بہت ہیں۔ تمہیں عذاب دیتے۔ اور دوسروں سے تمہارے بدلے کام لیتے اسے کیا دیر لگ سکتی ہے۔ اس کی قدرت کے تحت سب کچھ ہے جو چاہے کر دے ؛

Marfat.com

لمحۂ فکریہ

اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں کے سننے کے بعد اسلام کے سچے شیدائیوں کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ حالات پر غور کرنے والے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر سر جھکایا۔ تکان اور گرمی کی شدّت کی کوئی پروا نہ کی اور خوشی خوشی تیاری میں مشغول ہوگئے۔ اسلام کی تاریخ میں یہ زمانہ نہایت نازک تھا۔ اگر کہیں اس وقت اپنے ہادی اکبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فوری تعمیل میں ذرا بھی سستی ہوتی تو انسانیت خاک میں مل ہوگئی ہوتی اور آج اس کا نشان ڈھونڈے سے بھی نہ ملتا۔ ان جانبازوں نے وقت کی نزاکت کو سمجھا اور اپنی نئی امّت کو بچانے کے لیے سینہ سپر ہو کر سامنے آگئے۔ ان کی اس ہمت سے فقط یہی نہیں ہوا کہ مسلمان تباہی سے بچ گئے۔ بلکہ حقیقت میں دنیا کے اندر انسانی زندگی کے صحیح راستے پر ڈالنے کا سہرا بھی انہی کے سر رہا۔ آپ ان مشکلات کا تصور کیجیے۔ جو اس وقت مسلمانوں کو درپیش تھیں۔ فطری آرام طلبی کے علاوہ اتنے بڑے سفر کے راستے میں کئی رکاوٹیں تھیں۔ لیکن ان شیر مردوں نے ان سب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور تباہی کی روک تھام کے لیے مدینہ سے شام کی سرحد تک بڑی تن دہی اور جوش و خروش کے ساتھ پہنچنے کا عزم کر لیا اور پہنچ کر اپنا کام کیا سب سے بڑی مشکل وہی تھی جو ایسے وقت عموماً پیش آیا کرتی ہے یعنی سفر کا ساز وسامان جنگی ہتھیار کچھ بھی نہ تھا اس کے لیے انہوں نے دل کھول کر مال دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر میں جو کچھ تھا سب لاکر حضور کے سامنے رکھ دیا اور گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے مال میں سے آدھا لے آئے اور سمجھے کہ آج تو میں حضرت ابوبکرؓ سے بھی بڑھ کر رہونگا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت ابوبکر صدیق اپنا سارا مال لے آئے پکار اٹھے کہ ان سے دینی خدمات میں بازی لے جانا ناممکن ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت سا ساز و سامان لا کر ڈھیر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ غلّہ اور کھانے کے سامان سے لدے ہوئے تین سو اونٹ اور ایک ہزار سونے کے دینار لشکر اسلامی کے خرچ کے لیے پیش کیے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شاباش حاصل کی۔ لیکن منافقوں نے جن کا سردار عبداللہ بن اُبیّ تھا۔ اس غزوہ میں کوئی حصّہ نہ لیا بلکہ آپ کے سامنے اور آپ کی روانگی کے بعد اسلام کے خلاف بے جا حرکتیں کیں۔ نیز مخلص مسلمان بھی اس میں شریک نہ ہوسکے۔ ان سب کا ذکر آگے کی آیتوں میں آئے گا۔ ان قربانیوں کی مثال دُنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ انصاف پسند غیر مسلم بھی ان پر عش عش کر اٹھے۔ اور کہتے ہیں کہ واقعی اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر دنیا میں نہیں ہے، وہ خود اپنی آپ نظیر ہیں ؂

Marfat.com

اللہ کی مدد

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ
اگر نہ مدد کروگے تم اس کی تو البتہ مدد کی ہے اس کی۔ اللہ نے
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
جب نکالا اس کو ان لوگوں نے جو کافر ہوئے
ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
دوسرا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
جب وہ کہتا تھا اپنے ساتھی سے مت کر غم
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ
تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ
اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو اللہ نے اس کی مدد کی ہے
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
جس وقت کافروں نے اس کو نکالا تھا کہ
ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
جب وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا تو نہ غم کھا
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ
بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس سے پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام انسان کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا اصل دین ہے۔ اور دنیا میں اس قائم رہنا اللہ کے فیصلے کے مطابق ضروری ہے۔ یہ کسی خاص فرقے یا خاص قوم کا دین نہیں ہے۔ اگر کسی وقت کسی قوم کو اس کی مدد کا موقعہ ملے تو اسے اس بات کو اپنی خوش قسمتی سمجھنا چاہیئے۔ جو حسن اتفاق سے اسے مل رہا ہے۔ یہ کے مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ اللہ کو اس وقت یہ کام تم سے لینا منظور ہے۔ اگر تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے اس موقعہ پر سستی سے کام لیا۔ تو یقیناً اللہ آپ کی مدد کے لیے کوئی اور قوم کھڑی کر دے گا۔ اور تم ایک بڑ سعادت سے محروم رہ جاؤ گے اور عذاب کے مستحق ٹھیرو گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کو اس دین کے قائم رکھنے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ کسی سے اس سلسلہ میں کام لیتا ہے۔ تو اس لیے کہ اس کے درجے بڑھائے اور اس کو اپنے انعام و اکرام سے سرفراز کرے۔ اگ نہیں اس میں کچھ شک ہو کہ اللہ تنہا کیسے کسی کی مدد کر سکتا ہے۔ تو ہجرت کے واقعات پر غور کرو اور دیکھو کہ جب کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہمارے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور اس ارادہ سے سارے قبیلوں کے ہوئے لوگوں نے آپ کے گھر کے دروازے کو گھیر لیا۔ کہ آپ جب نکلیں گے تو سب لوگ ایک دم حملہ کر کے نعوذ باللہ کا کام تمام کر دیں گے۔ آپ اندر ہی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت علیؓ کو اپنی جگہ چھوڑ کر گھر سے باہر نکلے۔ اور ان سب سامنے سے ان کی آنکھوں میں خاک جھونک کر صاف نکل گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو ان کے گھر سے ساتھ لے کر مکہ باہر نکلے اور پاس ہی کے ثور نامی ایک غار کے اندر دونوں جا کر چھپ گئے۔ کافر تلاش میں نکلے اور اس غار دروازے تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر گھبرائے کہ اگر انہوں نے دیکھ لیا۔ تو مشکل بنے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

Marfat.com

اطمینان و سکون

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ
پس اتاری اللہ نے اپنی تسکین اس کے اوپر اور مدد کی اس کی
بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
ایسی فوجوں سے جو تم نے نہیں دیکھیں اور کردی بات ان کی
كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ
جنہوں نے کفر کیا نیچی اور بات اللہ کی ہی
الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾
اونچی ہوئی ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ
پس اللہ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین اتاری اور اس کی مدد کو
بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
وہ فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کی بات
كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ
نیچے ڈالی اور اللہ کی بات ہمیشہ
الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾
اوپر ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

ارشاد ہے کہ ہم نے اس وقت تم میں سے کسی کو اپنے رسول اور ان کے ساتھی کی مدد کے لیے نہ بلایا۔ بلکہ وہاں آدمی کی مدد کا موقعہ ہی نہ تھا۔ ہمارے رسولؐ اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ دونوں غار میں تنہا تھے اور کافر غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ ابوبکرؓ پریشان تھے کہ اگر انہوں نے نیچے نگاہ ڈالی تو ضرور ہمیں دیکھ لیں گے۔ اس وقت اللہ نے کافروں کے دفع کرنے کے لیے مکڑی اور کبوتر کے جوڑے سے کام لیا۔ مکڑی نے غار کے منہ پر اپنا جالا تن دیا۔ اور کبوتروں نے وہاں انڈے دے دیئے۔ مکڑی کے جالے کو صحیح سلامت اور کبوتروں کے جوڑے کو وہاں بیٹھا دیکھ کر کافروں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ اگر کوئی آدمی اس غار میں گھستا تو یہ مکڑی کا جالا ثابت نہ رہ سکتا تھا اور نہ جنگلی کبوتر اطمینان کے ساتھ اپنے گھونسلے میں بالکل دروازے کے اوپر بیٹھے رہ سکتے تھے۔

یہ تو ظاہر مدد تھی۔ اور اندرونی مدد یہ کی۔ کہ فرشتوں کے خفیہ لشکر بھیج دیئے۔ جنہیں انسان نہ دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ان کا اثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر پڑ رہا تھا اور حضورؐ میں مطلق کسی قسم کا خوف و ہراس نہ تھا۔ عین اس وقت جب کفار غار کے منہ پر کھڑے موقعہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ڈرو نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ ساتھی کے دل پر بھی آپ کے دل کا اثر پڑا اور گھبراہٹ کا نام و نشان تک نہ رہا۔ کافر اپنے بُرے ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکے۔ ان کی تدبیر بالکل ناکام رہی۔ اور انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔ اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ اور جو اس نے چاہا تھا وہ ہوکر رہا۔ وہ بڑی قوت والا ہے اور جانتا ہے کہ کس وقت کس قسم کی اور کس طریقے سے مدد پہنچانی مناسب ہے۔ اس وقت کے سمجھ دار مسلمان ان آیتوں کو سُن کر سمجھ گئے۔ کہ واقعی اللہ نے ہمیں اس وقت اسلام کے بول بالا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور یہ اس کا ہم پر بڑا فضل ہے۔ اگر ہم اس کے حکم پر کمر کس کر نکلنے کے لیے تیار ہوگئے۔ تو وہ ہر مشکل میں ہماری مدد کریگا۔ اور اگر ہم نے اس وقت سستی کی تو اللہ اپنا کام اپنی قدرت سے انجام دے ہی لے گا۔ لیکن ہماری شامت پوری پوری آجائیگی اور ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔

Marfat.com

عام تیاری کا حکم

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا
نکل کھڑے ہو ہلکے اور بوجھل اور کوشش کرو
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم
تَعْلَمُوْنَ (۴۱)
جانتے

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا
نکلو ہلکے اور بوجھل اور جہاد کرو
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم ہیں
تَعْلَمُوْنَ (۴۱)
سمجھ ہے

خِفَافٌ (ہلکے) خفیف کی جمع ہے جو خِفَّۃٌ سے بنا ہے۔ خفۃ کے معنی ہلکا ہونا۔ خفیف اس سے صفت کا صیغہ ہے۔ ہلکا وہ آدمی جو بوجھل نہ ہو یا جس کے پاس ساز و سامان نہ ہو۔ ہلکا پھلکا۔ یہاں یہی مراد ہے۔

ثِقَالٌ (بوجھل) ثقیل کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے اور ثِقَل سے بنا ہے۔ جس کے معنی بوجھل ہونے کے ہیں۔ اور خود بوجھ کو بھی کہتے ہیں۔ ثقیل جو بوجھل ہو یا جس کے پاس ساز و سامان ہو۔ یہاں یہی مراد ہے۔

پچھلی آیت میں سمجھا دیا گیا کہ اللہ کو نہ تمہاری ضرورت ہے نہ تمہاری مدد کی۔ وہ تم سے کام اس لیے لیتا ہے کہ تمہارے درجے بڑھائے اور تمہاری فرماں برداری آزما کر تمہیں انعام و اکرام سے مالا مال کرے۔ اس لیے اگر سعادت دارین حاصل کرنی ہے تو اس کا یہی وقت ہے۔ کام کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر تیار ہو تو سنو تمہیں اس وقت کیا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس کے بجالانے میں کوئی عذر یا بہانہ مت کرو جس حالت میں ہو گھر بار چھوڑ کر فوج میں شامل ہو اور کوچ کر ڈالو۔ اس آیت میں اسی حکم کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ کوئی پیادہ ہو یا گھوڑے والا ہو۔ فقیر ہو یا غنی ہو۔ غرض جس حالت میں ہو فوراً اٹھ کھڑا ہو۔ جس کے پاس صرف جان ہو، وہ جان اور جس کے پاس مال بھی ہو۔ وہ جان اور مال دونوں لے کر حاضر ہو۔ اس وقت کوئی عذر نہ سنا جائے گا یہ ان باتوں کے سوچنے کا موقعہ نہیں ہے۔ کہ گرمی سخت ہے ساز و سامان نہیں ہے۔ پکی ہوئی فصلیں کاٹنی ہیں۔ اس وقت اپنے سپہ سالار اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا اعتماد کرو اور یقین رکھو کہ اس سفر جنگ میں تمہارے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔

آگے چل کر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا گو اس وقت تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس سفر میں مسلمانوں کے ہاتھ کیا آئے گا۔ بظاہر تو نقصان ہی نقصان نظر آ رہا ہے۔ گھر کا آرام اور ٹھنڈک چھوڑنا۔ گرمی کی شدت برداشت کرنا۔ خشک جنگلوں میں بھوکے پیاسے تیز چلنا۔ پھر فصلوں کا نقصان الگ رہا۔

اس حکم کو سن کر تمام مسلمان تیار ہو گئے۔ البتہ منافقوں نے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے شروع کر دیئے۔ آگے ان کا بیان ہے:

Marfat.com

منافقوں کے حیلے بہانے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا
اگر ہوتا غنیمت کا مال قریب اور سفر آسان کا

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
تو پیچھے ہو لیتے تیرے لیکن دور لگا ان کو

الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
فاصلہ اب وہ قسم کھائیں گے اللہ کی اگر ہمارے بس میں ہوتا

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
تو ضرور نکلتے ہم تمہارے ساتھ تباہ کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾
اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا
اگر مال نزدیک ہوتا اور سفر ہلکا تو وہ

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
لوگ یقیناً تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت بھی

الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
لمبی اور اب اللہ کی قسمیں کھا دیں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
تو ضرور تمہارے ساتھ ضرور چلتے وہ اپنی جانوں کو وہ ہیں ہی ذاتے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۵
اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

عَرَضٌ (مال) یہ لفظ پہلے آچکا ہے۔ ہر قسم کے سامان اور مال و متاع کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد مال غنیمت ہے۔

قَاصِدًا (آرام۔ ہلکا) یہ لفظ قَصْدٌ سے اسم فاعل ہے۔ قَصْدٌ درمیانی سیدھی راہ، بیچ کی حالت جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ قاصد سیدھ چلنے والا۔ کوئی چیز یا حالت جس میں دکھ تکلیف کوئی نہ ہو۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ اسی سے اقتصاد ہے جس کے معنی ہیں اعتدال کی راہ جس میں بیچ کی حالت کا خیال رکھا جائے۔ قصد کے معنی کسی طرف توجہ کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی کسی جانب توجہ کرنے والا ہوں گے۔ قاصد پیغام رساں کو بھی کہتے ہیں۔

شُقَّةٌ مسافت دشوار گذار راستہ۔ دو چیزوں کا درمیانی فاصلہ۔ یہ اسم ہے جو شق ق ق سے بنا ہے۔ شق کے معنی ہیں توڑ ڈالنا۔ ایک چیز کو چیر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دینا۔ اسی سے شقاق بنا ہے جس کے معنی پھوٹ کی نا اتفاقی کے ہیں۔ یہ لفظ سورۃ بقرہ میں آچکا ہے۔ اسی مناسبت سے دو چیزوں کے درمیانی فاصلہ کو شقہ کہتے ہیں۔

غزوہ تبوک کی تیاری کا حکم ایسا کڑا امتحان تھا جس میں کمزور ایمان والے پاس نہیں ہو سکتے تھے۔ ارشاد ہے کہ اگر تھوڑی سی دور چل کر مال غنیمت ملنے کی امید ہوتی اور سفر میں تکلیفیں اور صعوبتیں نہ ہوتیں، تو یہ لوگ خوشی خوشی تیرے ساتھ چل پڑتے۔ لیکن اتنے بڑے دور دراز کا سفر اختیار کرنے سے ان کی جان نکلتی ہے۔ یقیناً جنگی مہم میں شامل نہ ہونے کے لیے یہ بہانہ بازیاں کریں گے۔ ان میں کچھ تو پہلے ہی اور کچھ تمہاری واپسی کے بعد آ کر قسمیں کھائیں گے کہ ہم فلاں فلاں کے ساتھ چلتے۔ لیکن کچھ کام ایسے پیش آ گئے کہ ہم شامل نہ ہو سکے۔ ان حرکات سے یہ اپنا نقصان کر رہے ہیں یہ دین و دنیا دونوں میں تباہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

Marfat.com

منافقوں کا پول

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ
بخشے اللہ تجھے کیوں جانے دی تو نے انہیں

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
یہاں تک ظاہر ہو جاتے تجھ پر وہ لوگ جو سچ کہتے ہیں

وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾
اور تو جھوٹوں کو جان لیتا

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ
بخشے اللہ تجھے تو نے ان کو رخصت کیوں دے دی

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
یہاں تک کہ تجھ پر ظاہر ہو جاتے سچ کہنے والے

وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۴﴾
اور تو جھوٹوں کو جان لیتا

عفا اللہ عنک ماضی کا صیغہ ہے۔ عَفْوٌ سے۔ عفو کے معنی ہیں خطا معاف کرنا۔ لیکن آپس کی گفتگو میں ہر شخص کے لیے یہ کلمہ بطور دعا کے کہہ دیتے ہیں۔ اس وقت اس کے معنی رحمت کے ہوتے ہیں۔ "اللہ تجھے معاف کرے" کے معنی وہی لیے جاتے ہیں۔ جو "اللہ تجھ پر رحمت کرے" کے ہوتے ہیں۔ یہاں عفا اللہ عنک اسی طرح استعمال کیا گیا ہے جیسے یرحمک اللہ یا رحمک اللہ گفتگو کرتے وقت ہر ایک سے کہہ دیتے ہیں۔ گذشتہ آیت میں بیان ہوا کہ بعض لوگ جن کے ایمان درست نہیں ہیں۔ آسان آسان مرحلوں میں تو بڑے شوق سے شریک ہو جاتے ہیں۔ جی میں برائے نام مشقت سے ڈھیر سا مال ہاتھ لگنے کی امید ہوتی ہے۔ لیکن دشوار منزلوں کے طے کرنے اور کڑی مشقتوں کے جھیلنے سے کتراتے ہیں۔ اس آیت میں انہی منافقوں کے حال کی اور زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ مکار لوگ فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوں گے۔ لیکن دکھانا یہ چاہتے ہیں۔ کہ تجھ سے قوی عذر کی بنا پر اجازت لے کر شامل نہیں ہو رہے تو ان کی جھوٹی باتوں میں آ کر ان کو اجازت دے دیتا ہے۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ یہ تو جب بھی شامل نہ ہوتے جب تو انہیں اجازت نہ دیتا۔ لیکن اجازت نہ دینے میں یہ فائدہ ہوتا کہ ان کا بھرم کھل جاتا۔ اور یہ کھلم کھلا نافرمان اور جھوٹے ثابت ہو جاتے۔ اور اپنے آپ کو سچے اور فرمان بردار لوگوں میں کبھی نہ گنوا سکتے۔ اور مسلمانوں کو بھی کھل کر معلوم ہو جاتا کہ ذرا ذرا سی بات پر بہانہ بنانا نفاق کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منافق آتے اور کہتے کہ ہم اس جنگ میں شرکت ضرور کرتے۔ لیکن اس وقت ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ ہم شامل نہیں ہو سکتے۔ آپ یہ دیکھ کر کہ ان کا شامل ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ان کا عذر قبول فرما لیتے۔ اور انہیں گھر ٹھہرنے کی اجازت دے دیتے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو جھوٹے سچوں میں تمیز ہو جاتی۔ اس میں سرزنش نہیں ہے۔ بلکہ ایک لطیف پیرایہ میں منافقوں کی اندرونی خباثت کا اظہار مقصود ہے۔ جس سے منافق بھی سمجھ جائیں۔ کہ ان کا فریب چھپا ہوا نہیں ہے۔ سب لوگ انہیں ان کے عمل سے پہچانتے ہیں۔

Marfat.com

ایمان والوں کا رویّہ

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
اجازت نہیں مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو یقین لے آئے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
اللہ پر اور دن آخرت پر جہاد پر بیٹھ رہنے کی

بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ
اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾
جانتا ہے ڈرنے والوں کو

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
تجھ سے رخصت وہ لوگ نہیں مانگتے جو اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
آخرت کے دن پر ایمان لائے اس لیے کہ اپنے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
مال اور جان سے جہاد کریں نہ اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾
ڈرنے والوں کو خوب جانتا ہے

پچھلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تھا کہ یہ بہانہ باز لوگ جو آپ کے پاس دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں۔ یہ فقط ظاہری طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے بڑے فرمانبردار اور خادم ہیں۔ اور آپ جو حکم دیتے ہیں۔ وہ اس کو بے چون وچرا بجا لاتے ہیں۔ درحقیقت یہ مکار لوگ پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ کہ اس غزوہ میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ لیکن دکھاوے کے لیے جھوٹے عذر تراش کر کے آپ سے غیر حاضری کی رخصت چاہتے ہیں تاکہ لوگوں میں رسوا نہ ہوں۔ اس موقعہ پر رخصت طلب کرنا سچے اور ایمان والوں کا کام نہیں ہے۔ پختہ ایمان والے تو ایسے موقعوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کہ تن دہی سے کام کر کے اللہ عزوجل کے سامنے سرخرو ہوں اور آخرت میں انعام و اکرام کے مستحق ہوں۔

جہاد سے بیٹھ رہنے کے لیے بہانے تلاش کرنا اور رخصت کی درخواست کرنا۔ اوّل درجہ کی بے ایمانی کی نشانی ہے۔ کیوں کہ ایمان اس کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ کہ اللہ کے حکم سے بچنے کے لیے عذر تلاش کیے جائیں۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی جان و مال کو اللہ کی حکم برداری سے بڑھ کر عزیز نہیں رکھتے۔ وہ تو انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کہ کب موقعہ آئے۔ اور کب ہم اللہ کے لیے اپنی جان اور مال پیش کریں۔ اللہ پر ایمان اور آخرت پر پورے یقین کی علامت یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فقط اللہ کی خوشنودی کا خیال دل میں جاگزین ہو جائے۔ اور دنیا کے عیش و آرام کو آخرت کے عیش و آرام کے لیے چھوڑنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اس کسوٹی پر اپنے ایمان کو کس کس کر گھڑی گھڑی دیکھتا رہے۔ اگر دنیا میں جی لگتا ہے اور آخرت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تو اس آیت کے مطابق ایمان میں کچھ خلل ہے۔ اللہ پر اور اس کے وعدوں پر اطمینان نہیں ہے۔ روپیہ پیسہ اور دنیا کی شان و شوکت زیادہ محبوب ہے۔ اللہ بچائے۔

Marfat.com

بہانے بازوں کا کھوٹ

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
جو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں جو
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ
اللہ پر اور روز آخرت پر اور شک کر رہے ہیں
قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
ان کے دل پس وہ اپنے شک کے اندر
يَتَرَدَّدُوْنَ (۴۵)
بھٹک رہے ہیں

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
رخصت تجھ سے وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ
دن پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور ان کے دل شک
قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
میں پڑے ہیں سو وہ اپنے شک میں ہی
يَتَرَدَّدُوْنَ (۴۵)
بھٹک رہے ہیں

يَسْتَاْذِنُ (رخصت مانگنا) یہ لفظ پچھلی آیت میں بھی آیا ہے اس کا مادہ ا۔ذ۔ن ہے۔

اِذْنٌ : مشہور لفظ ہے۔ اس کے معنی اجازت اور رخصت کے ہیں۔ اسی سے استیذان بنا ہے جس کے معنی اذن ہیں اذن چاہنا۔ اور اس سے یستاذن مضارع ہے۔

اِرْتَابَتْ : رشک میں ہیں ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر تَرَدُّدٌ ہے جو ردّ سے بنا ہے۔ ردّ کے معنی منشور ہیں۔ ردّ کر دینا ہم بھی بولتے ہیں۔ تردّد کے معنی ہچکچاہٹ ہیں۔ جب کہ دل کسی بات کے ہر مطلب کو رد کر دیتا ہے اور کسی پر اطمینان نہیں کرتا۔

اس سے پہلی آیت میں کہ کہ جن لوگوں کا اللہ پر ایمان ہے۔ اور آخرت کے دن کو برحق مانتے ہیں۔ ان کو اللہ و رسول کے حکم کے آگے بہانہ بازیوں کی نہیں سوجھتی۔ وہ تو راہ ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ کہ کب حکم آئے اور کب ہم اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوں

اس آیت میں ارشاد ہے کہ بہانہ بازیاں وہ لوگ کرتے ہیں۔ جو زبانی تو بہت کچھ کہتے رہتے ہیں۔ لیکن دل میں نہ وہ اللہ کو مانتے ہیں۔ اور نہ آخرت کو کچھ گردانتے ہیں۔ ان کا دل شک و شبہ میں گرفتار رہتا ہے۔ وہ دنیا کے نفع و آرام کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اس سے اونچی ان کی نظر اٹھتی ہی نہیں۔ کبھی مسلمانوں سے اور ان کے کاموں سے فائدہ پہنچ گیا۔ تو ان کی سی کہنے لگے۔ اور جہاں کچھ سختیاں برداشت کرنے اور مصیبتیں جھیلنے کا موقعہ آیا۔ تو طرح طرح کے بہانے تراش کے کھسک گئے۔ اور ظاہرداری کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے غیرحاضری کی رخصت بھی حاصل کر لی۔

معلوم ہوا ہے کہ ایمان کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کا حکم ملتے ہی فوراً تعمیل کے لیے تیار ہو جائے جو اس کی تعمیل سے حیلے بہانے کر کے قاصر رہا۔ وہ اصل ایمان سے بے بہرہ ہے۔

Marfat.com

نفاق کا ثبوت

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
اور اگر ان کا ارادہ کرتے وہ نکلنے کا ضرور تیار کرتے اس کے لیے

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو ضرور اس کا کچھ

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
کچھ سامان لیکن ناپسند کیا اللہ نے ان کا اٹھنا

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا

فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ
پس روک دیا ان کو اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھو ساتھ

فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ
سو ان کو روک دیا وہ حکم ہوا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے

الْقٰعِدِيْنَ ۴۶
بیٹھنے والوں کے

الْقٰعِدِيْنَ ۴۶
والوں کے ساتھ

اَعَدُّوْا (تیاری کرتے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر اِعْدَاد ہے اور مادہ ع۔ د۔ د ہے۔ عَدَّ کے معنی شمار کرنا۔ عدد۔ عدد کرنا۔ ضرورت کی چیز مہیا کرنا۔ گن گن کر کام کے وقت کے لیے رکھنا۔ یہ چیزیں سامان کہلاتی ہیں جس کی عربی عُدَّةٌ ہے۔

اِنْبِعَاثٌ: (اٹھ کھڑا ہونا) مصدر ہے جو بعث سے بنا ہے۔ بعث متعدی ہے جس کے معنی ہیں دوسرے کو اٹھانا تیار کرکے کہیں بھیجنا۔ انبعاث اس کا لازم ہے یعنی خود اٹھ کھڑا ہونا اور تیاری کرکے کہیں چل دینا۔

ثَبَّطَ (روک دیا) ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر تثبیط ہے۔ اور مادہ ث۔ ب۔ ط ہے۔ ثبط اور تثبیط دونوں کے معنی کسی کام سے روک دینے کے ہیں۔ لیکن تثبیط میں زیادہ زور ہے۔ کسی کو اس کام سے روکنے کے لیے اور مشغول میں پھنسا دینا۔

ارشاد ہے کہ ان دکھاوے کے مسلمانوں کا جو اے رسول تجھ سے آ آکر کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ چلنے کو تیار تھے۔ لیکن کچھ کام ایسا آپڑا کہ جا نہیں سکتے۔ جھوٹ تو یہیں سے ظاہر ہے کہ انہوں نے چلنے کی تیاری نہیں کی ہے۔ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تیار تھے مگر کام کی مجبوری سے لاچار رک گئے۔ لیکن ان کے گھر میں جاکر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سفر کی تیاری کی کوئی علامت نہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو منظور ہی نہیں۔ کہ یہ اس غزوے میں شرکت کریں۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کہ ہمیں بھی سب کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ اور جنگ میں حصہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خیال سے ان کے دل پھیر دیئے ہیں۔ اس لیے انہیں چلنے کا خیال نہیں۔ بلکہ بیٹھ رہنے کا پختہ ارادہ ہے۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں کو دھوکا دینے اور انہیں شک پہنچانے کی علت میں گرفتار رہے ہیں۔ اس لیے یہ اس کی شامت ہے۔ کہ اللہ نے ان کو غزوے میں شریک ہونے کی فضیلت سے محروم کردیا۔ اور حکم دیا کہ جاؤ اور بیٹھنے والوں کے ساتھ تم بھی مل کر بیٹھے رہو۔ مسلمان اس سفر سے سرخ رو ہوکر واپس آئیں گے۔ اور تم اپنی شامت اعمال کی وجہ سے بیٹھ کر ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار ہوجاؤ گے۔

Marfat.com

بُرے دُور ہی اچھے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا
اگر تم میں نکلتے تو تمہارے لیے کچھ نہ بڑھاتے مگر
خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ
خرابی اور دوڑاتے پھرتے تمہارے بیچ میں فتنہ کرتے ہوئے تم میں
الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ
فتنہ اور تم میں سننے والے ہیں ان کے واسطے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا
اگر تم میں نکلتے تو تمہارے لیے کچھ نہ بڑھاتے مگر
خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ
خرابی اور دوڑاتے پھرتے تمہارے بیچ میں فتنہ کرتے ہوئے تم میں
الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ
فتنہ اور تم میں بعض ان کے باتیں سنتے ہیں
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے

خبالا: اس کے معنی فساد، تباہی اور خرابی کے ہیں یہ لفظ آل عمران میں گذر چکا ہے۔

لَاْ اَوْضَعُوْا: اس کے شروع میں لام تاکید ہے جس کے معنی البتہ کے ہیں۔ اس کے بعد کا لفظ اَوْضَعُوْا ہے۔ جو اِیْضَاعٌ سے ماضی کا صیغہ ہے۔ اِیْضَاعٌ وضع سے بنا ہے۔ وضع کے معنی رکھنا ہیں۔ ایضاع کے معنی دم جلدی جلدی رکھنا۔ تیز چلنا۔ لام تاکید کو اَوْضَعُوْا کے ہمزہ سے ملا کر لکھا تو اس کی شکل لا ہوگئی۔ اس کو لا نہ پڑھنا چاہیئے جس کے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لَاَوْضَعُوْا پڑھنا چاہیئے۔ قرآنی رسم خط میں اوضعوا کا الف لا سے الگ لکھنے میں آتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔

پچھلی آیت میں کہا گیا تھا۔ کہ یہ لوگ جو تمہارے ساتھ اس غزوہ میں جانے کی تیاری نہیں کر رہے۔ اور بیٹھ رہنے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ پسند نہیں فرماتا۔ کہ یہ اس جنگ میں شریک ہوں۔ اور تم میں مل کر سفر کریں۔ اس لیے اس نے ان کا دل ہی اس کی طرف سے پھیر دیا ہے۔ اور ان کو جانے سے روک دیا ہے۔ اور انہیں اس پر آمادہ کر دیا ہے کہ بیٹھنے والے اپاہج لوگوں کے ساتھ مل کر یہ بھی بیٹھے رہیں۔ اس آیت میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ انہیں اس جنگ میں تمہارے ساتھ شامل کرنا کیوں نہیں چاہتا۔

ارشاد ہے۔ کہ ان کو اسلام سے اور جہاد سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر تم میں مل کر یہ بھی نکلتے۔ تو یہ بھی تمہارے فرض سے غافل کرنے کی کوشش کرتے۔ فرض کو فرض سمجھ کر نہ کرنا اور اس میں کوئی اور غرض مثلاً تفریح، دل لگی، ناموری، دنیا کا نفع وغیرہ شامل کر لینا تباہی کی نشانی ہے۔ یہ سوا اس کے کہ تمہارے اندر تفرقہ ڈالیں اور کسی کام نہ آتے تمہارے اندر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی سنتے ہیں اور تمہارے بھید ان کو بتا دیتے ہیں۔ ان ظالموں سے اللہ خوب واقف ہے۔

Marfat.com

پرانے فتنہ پرداز

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ
یہ تو ڈھونڈتے رہتے ہیں فتنے پہلے بھی
وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ
اور الٹ پلٹ کرتے رہے تیرے لیے کاموں کو یہاں تک کہ
جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ
آگیا حق اور چھا گیا اللہ کا حکم
وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿۴۸﴾
اور وہ بڑبڑاتے ہی رہے

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ
وہ بگاڑ کی تلاش پہلے سے کرتے رہے ہیں
وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ
اور بگاڑ کی الٹتے رہے ہیں یہاں تک کہ
جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ
وعدہ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہو
وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿۴۸﴾
اور وہ ناخوش ہی رہے

ابْتَغَوْا (تلاش کرتے رہے ہیں) ماضی کا صیغہ ہے اِبْتِغَاءٌ سے۔ یہ لفظ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اس کا مادہ بَغْیٌ ہے۔ بغی کے معنی تلاش کرنا ہیں۔ اس معنی میں ابتغاء خاص طور پر مستعمل ہے۔

قَلَّبُوا (الٹ پلٹ کرتے ہیں) ماضی کا صیغہ ہے تقلیب سے جو قَلْبٌ سے بنا ہے۔ قلب کے معنی الٹنا ہیں۔ تقلیب میں مبالغہ ہے۔ یعنی بار بار الٹ پلٹ کرنا۔ قلب دل کو بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اپنے فیصلے بدلتا رہتا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ تو وہی ہیں۔ جو پہلے ہی سے تمہارے کام خراب کرنے کی فکر میں لگے رہے ہیں اور جب موقع ملا ہے کبھی تمہیں زک دینے سے نہیں چوکے۔ یہ تو اللہ کے ارادے اور اس کے حکم کے آگے بے بس ہو گئے۔ ورنہ اپنی طرف سے تمہارے تباہ کرنے میں انہوں نے کسر اٹھا نہیں رکھی جب دیکھا کہ اسلام جمتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اب کسی کے ہلائے نہ ہلے گا تو جھٹ مسلمانوں کا کلمہ پڑھنے لگے۔ مگر دل میں یہی سوچتے رہے۔ کہ یہ تو اچھا نہ ہوا۔ وہ رنگ رلیاں منانے کے پرانے زمانے غائب ہی ہو گئے۔ زندگی باقاعدہ ہو گئی۔ نماز روزے کا دور دورہ ہو گیا۔ وہ عیش و عشرت کی آزادی نہ رہی کہ چاہا سو کیا۔ مرتے کو اور مارتے رہے۔ زبردستوں کے آگے جھکتے رہے۔ غرض جس طرح ہوا۔ اپنا الو سیدھا کیا اور دوپہر پر تاؤ دے کر مزے سے دندناتے پھرے اب قدم قدم پر پکڑ دھکڑ ہے۔ یہ کرو یہ نہ کرو۔ یہاں بیٹھو۔ یہاں سے اٹھو۔ کسی کو نہ ستاؤ۔ چوری کرو تو ہاتھ کاٹا جائے۔ عورتوں سے منہ کالا کرو تو دُرّے پڑیں۔ شراب پیو تو کوڑے کھاؤ غرض ہر طرح جان عذاب میں ہے۔ القصہ جب تک اللہ کے حکم سے اسلام کا غلبہ پورا ہو گیا۔ یہ اپنی شیطنت سے باز نہ آئے۔ اسلام کا بول بالا ہوا تو جز بز ہو کے رہ گئے مرتا کیا نہ کرتا۔ مگر دل میں خباثت اب بھی بھری ہوئی ہے۔

شروع کے غزوات میں منافقین نے جو کچھ کیا۔ اس کا ذکر آل عمران میں آچکا ہے۔ سورہ نساء میں بھی ان کی روزمرہ کی زندگی میں ریشہ دوانیوں کا ذکر گذر چکا ہے۔

Marfat.com

نہ کرنے کے سو بہانے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ
اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اجازت دے مجھے
وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ
اور بلائی میں نہ پھنسا آگاہ رہو بلائی کے اندر وہ پھنسے ہوئے ہیں
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾
اور بے شک جہنم گھیرنے والی ہے کافروں کو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ
اور بعضے ان میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور
وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ
گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾
اور بے شک دوزخ کافروں کو گھیر رہی ہے

لَا تَفْتِنِّيْ: الف ہ میں نہ پھنسا مجھ کو، نہی کا صیغہ ہے جو [illegible] سے بنا ہے۔ اس مادہ سے مشہور لفظ فتنہ ہے۔ جس کے معنی آزمائش، گمراہی، کفر، گناہ، رسوائی، باہمی اختلاف بہت سے ہیں۔ یہاں پر سب معنی ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ یہ لفظ سورہ بقرہ میں آچکا ہے۔

اوپر سے ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو اسلام میں دنیاوی غرض سے داخل ہوگئے ہیں۔ لیکن ان کا دل انہی جہالت اور خلاف انسانیت باتوں کو پسند کرتا ہے۔ جن میں وہ اسلام سے پہلے پھنسے ہوئے تھے۔ ایسے لوگ محنت اور مشقت کے وقت جان چراتے ہیں۔ مدینہ میں ایسے لوگ شروع میں تھے۔ اور وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو ہمت اور حوصلے کے کاموں سے روکتے تھے۔ پختہ ایمان والے لوگ تو ان کی شرارتیں سب سمجھتے تھے۔ لیکن عوام میں سے بعض پر ان کی ریشہ دوانیوں کا اثر پڑتا تھا۔ اس موقعہ پر ایک خاص شخص کی طرف اشارہ ہے جس کا نام جُد بن قیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غزوہ میں شریک ہو کر شام چلنے کی دعوت دی

اس شریر نے کیا بہانہ تراشا۔ کہ حضور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر میرا دل قابو میں نہیں رہتا۔ رومی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں جاکر گناہ میں پھنس جاؤں گا۔ اس لیے مجھے یہیں رہنے کی رخصت دیجیے۔ البتہ مال سے میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم جاؤ ہمیں ایسی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھا آپ سے جھوٹی پرہیزگاری جتا کر سفر کی مشقتوں سے بچنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا دل پر ذرا اثر نہیں ہے۔ اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے عام منافقوں کی حالت پر تبصرہ کیا ہے۔ ارشاد ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں۔ مجھے تو اپنے ساتھ لے جانے سے معاف رکھیے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ میں وہاں جاکر عورتوں کے ساتھ گناہ کی آفت میں پھنس جاؤں۔ کیونکہ میرا دل انہیں دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ یہ رکا تو اس لیے ہے کہ یہ اور اس کے ساتھی پہلے ہی بہت سی آفتوں میں پھنسے ہوئے ہیں جھوٹے بہانے، عذر، دغا اور فریب ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں ان کو تو آخرت میں دوزخ کی آگ چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

Marfat.com

دوست نما دشمن

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ
اگر پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی غمگین کرتی ہے ان کو
وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا
اور اگر پہنچے تجھ کو مصیبت تو کہتے ہیں
قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ
ہم نے سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی
وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۵۰
اور چل دیتے ہیں اور وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ
اگر تجھ کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو بری لگتی ہے
وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا
اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں
قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ
ہم نے اپنا کام پہلے ہی سنبھال لیا تھا
وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۵۰
اور پھر جاتے ہیں خوشیاں کرتے

حَسَنَةٌ: (بھلائی۔ خوشی) حسنہ اسم ہے۔ ح۔س۔ن سے۔ جس کے معنے ہیں ہر وہ چیز جو دل کو خوش کرے۔ یہاں اس سے مراد دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی ہے۔ اسی طرح مصیبت سے مراد شہید ہو جانا۔ زخمی ہو جانا۔ شکست پانا ہیں۔

اَخَذْنَا: (سنبھال لیا) ماضی کا صیغہ ہے اخذ سے۔ اخذ کے معنی ہیں پکڑنا۔ قابو میں کر لینا۔ یہاں اس سے مراد ہے۔ دور اندیشی کر کے نقصان سے بچ جانا۔

مدینہ کے منافقوں کا طرز عمل بیان ہو رہا ہے۔ یہ رہتے تھے مدینہ میں جہاں مسلمانوں کا پورا عمل دخل ہو چکا تھا۔ لیکن ان کی ہمدردیاں مکہ والوں کے ساتھ تھیں۔ اور مسلمانوں کا عروج دیکھ کر جلتے تھے۔ ان کا کچھ ذکر پچھلی سورتوں میں آچکا ہے۔ یہ مسلمانوں سے کھلم کھلا بگاڑ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے بظاہر ملے جلے رہتے تھے۔ اور باطن میں پوری بدخواہی پر کمر باندھ رکھی تھی۔ ہمیشہ اسی دھن میں رہتے کہ مسلمانوں کو کسی طرح زک پہنچے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی بابت ان کا عام رویہ بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ تو ہمیشہ سے ایسے لوگ ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح اور کامیابی نصیب ہوتی ہے تو ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ جاتی ہیں اور بہت غمگین اور اداس ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے۔ بہت سے شہید یا زخمی ہو جاتے ہیں۔ تو بہت خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی اپنا بندوبست کر لیا تھا۔ کہ کہیں ہم پر آنچ نہ آئے۔ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ مسلمان شکست کھائیں گے۔ یہ جیت نہیں سکتے۔ اتفاق سے کبھی جیت بھی گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ آخر ایک دن جو ہونا ہے۔ وہ ہو کر رہے گا۔ اسی طرح کی ڈینگیں مارتے۔ مجلسوں سے اٹھ کر اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ خوشی چھپائے نہیں چھپتی۔ منافق لوگ قوم کے لیے بغلی گھونسہ ہوتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر امن و امان کے لیے کسی چیز سے خطرہ نہیں۔ یہ تو اللہ عزوجل نے وحی بھیج کر ان کا پردہ فاش کر دیا۔ ورنہ کسی کی کیا مجال کہ ان سے کچھ کہہ سکے۔

Marfat.com

اللہ پر بھروسہ

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ
کہہ دے ہرگز نہ پہنچے گا ہمیں مگر وہی جو لکھ دیا
اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ
اللہ نے ہمارے لیے وہی ہمارا مولیٰ ہے اور اللہ ہی پر
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾
بھروسا کرنا چاہیئے ایمان والوں کو

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ
تو کہہ دے ہمیں ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے
اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ
ہمارے لیے لکھ دیا وہی ہمارا کارساز ہے اور چاہیئے کہ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾
مسلمان اللہ پر ہی بھروسا کریں

انسان کی انتہائی نادانی یہ ہے۔ کہ وہ دوسرے کی مصیبت سے خوش ہو۔ اور اپنے آپ کو اس مصیبت سے بچا ہوا پاکر خوشی سے بغلیں بجانے لگے۔ اور اپنی تدبیر کی اچھائی کا راگ گانے لگے۔ اس رویہ کے تحت ایک غلط خیال دل میں بیٹھ ہوا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان اپنے اوپر اپنی نادانی ہی کی وجہ سے مصیبتیں لاتا ہے۔ اور جو شخص مصیبتوں سے بچتا ہے۔ وہ اپنی دور اندیشی سے ہی ان سے بچنے کا پہلے سے سامان کر لیتا ہے غور کرکے دیکھا جائے تو یہ خیال انسان کو بہت ہی دلیری اور جرأت کے کاموں سے روک دیتا ہے۔ اور انجام کار وہ جن مصیبتوں سے اپنی احتیاط کی بدولت بچنا چاہتا تھا۔ ان سے کہیں زیادہ سخت بلاؤں میں اپنی حد سے زیادہ احتیاط اور بزدلی کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف دنیا کے آرام و راحت کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ تم اللہ کے حکم بجا لانے پر تیار ہو جاؤ۔ دنیا کا آرام و راحت عارضی چیز ہے۔ ایسے ہی یہاں کی مصیبت اور مشقت زیادہ ڈر کی بات نہیں۔ دنیا کی زندگی میں راحت و مصیبت دونوں سے ہر ایک انسان کو کسی نہ کسی شکل میں پالا پڑتا ہے۔ دونوں حالتوں میں انسان کو اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ اور اسی کی اطاعت کو اپنا اصل مقصد قرار دینا چاہیئے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک ایسا گر بتایا گیا ہے۔ جس سے وہ دنیا کی مصیبتوں کو ہیچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور ایک ایسے شغل میں لگ جاتے ہیں۔ کہ جس میں نہ راحت کی پروا ہوتی ہے نہ مصیبت کی۔

ارشاد ہے کہ ان منافقوں سے کہہ دو کہ راحت اور مصیبت جو آنی ہے۔ وہ تو آکر ہی رہے گی۔ ہمیں ان دونوں سے زیادہ اونچا خیال دل میں جمانا چاہیئے۔ تاکہ ان کا اثر کام کی باتوں سے روک ہی نہ سکے۔ وہ یہ کہ اللہ ہمارا نگہبان اور مددگار ہے۔ اس کی طرف سے جو ہمیں ملے گا اس میں سراسر ہماری ہی بہتری ہوگی۔ اس لیے مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور ہمہ تن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ پر توکل کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں اللہ کے حکموں کی تعمیل میں لگا دیتا ہے۔ اور مصیبتوں سے اس کی ہمت پست نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسے کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا:

Marfat.com

پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ
کہدے کیا انتظار کرتے ہو تم ہمارے بارے میں مگر
اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ط وَنَحْنُ
ایک کا دونوں خوبیوں میں سے اور ہم
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ
انتظار میں ہیں تمہارے لیے کہ پہنچائے تمہیں
اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ
اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا
بِاَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
ہمارے ہاتھوں سے اچھا انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ
مُّتَرَبِّصُوْنَ (۵۲)
انتظار کر رہے ہیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ
تو کہہ دے تم ہمارے حق میں کیا امید کرو گے مگر
اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ط وَنَحْنُ
دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم تمہارے
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ
حق میں امیدوار ہیں کہ تم پر اللہ اپنے پاس
اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ
سے کوئی عذاب ڈالے یا
بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ
مُّتَرَبِّصُوْنَ (۵۲)
منتظر ہیں

تَرَبَّصُوْنَ (انتظار کرتے رہو) مضارع کا صیغہ ہے تَرَبُّصٌ سے۔ جو رَبْصٌ سے بنا ہے۔ رَبْصٌ کے معنی ہیں کسی کے لیے بھلائی یا برائی کا انتظار کرنا۔ تَرَبُّصٌ اس کے ہم معنی ہیں۔

اَلْحُسْنَيَيْنِ (دو بھلائیاں) اَلْحُسْنٰی کا تثنیہ ہے جو حُسْنٌ سے افعل التفضیل ہے اور حُسْنٌ کا مؤنث ہے یعنی سب سے اچھی چیز۔

منافق ہمیشہ اسی انتظار میں رہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کو شکست ہو اور ان پر کوئی مصیبت پڑے اس کا جواب پہلی آیت میں دیا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کو نہ دنیا کی تکلیفوں کی کوئی پروا ہے اور نہ اس کی خوشیوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ ان کا کام فقط اللہ کے حکموں کی تعمیل کرنا ہے۔ دنیاوی تکلیفیں ہر انسان کو کچھ نہ کچھ پہنچتی ہیں۔ مسلمان ان کو اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر سمجھتا ہے۔ اس کے مطابق انسان کو کبھی راحت نصیب ہوگی۔ کبھی دکھ پہنچے گا۔

ارشاد ہے کہ تم ہماری بابت دو ہی باتیں سوچ سکتے ہو یا فتح یا شکست۔ ہمارے لیے دونوں اچھی ہیں۔ فتح ہو گئی تو غازی ہوئے مال غنیمت ہاتھ لگا۔ اور اللہ کے فرمانبردار بندے لقب ملا۔ شکست ہوئی تو شہید ہوئے اور شہید کے لیے آخرت میں وہ نعمتیں تیار ہیں جو یہاں کسی کے سان گمان میں بھی نہیں ہے۔ تم تو اللہ کے نافرمان بندے ہو۔ اس کی سزا تمہیں مل کر رہے گی۔ یا تم پر کوئی سخت مصیبت ویسے ہی آپڑے گی۔ اور یا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں تباہی اور بربادی نصیب ہوگی۔ دنیا دیکھ چکی ہے کہ اسلام کا اور مسلمانوں کا آخر میں بول بالا ہوا اور مشرک، کافر، منافق ذلیل و خوار ہو کر رہے۔ یہ سب قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کا نتیجہ تھا۔ جب یہ دونوں باتیں جاتی رہیں۔ مسلمان اصلی معنوں میں مسلمان ہی نہ رہے اور مخالفوں کی بن آئی۔

Marfat.com

مال کی بے وقعتی

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا
کہہ دے خرچ کرو رضی سے یا نارضی سے
لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
ہرگز نہ قبول کیا جائیگا تم سے بے شک تم ہو
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَا مَنَعَهُمْ
لوگ نافرمان اور کوئی مانع نہیں
اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ
اس سے کہ قبول کیے جائیں ان سے ان کے صدقے مگر
اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ
یہی کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کا اور اس کے رسول کا
وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ
اور نہیں آتے وہ نماز کو مگر اس طرح کہ وہ
كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ
سست ہیں اور نہیں مال دیتے مگر اس طرح کہ وہ
كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾
بیزار ہیں۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا
کہہ دے کہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے
لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ
نافرمان لوگ ہو اور ان کے خرچ کا
اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ
قبول ہونا موقوف نہیں ہوا مگر
اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ
اسی بات پر کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول
وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ
سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر
كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ
ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر
كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾
بُرے دل سے

نَفَقَاتُ (خرچ) نفقۃٌ کی جمع ہے۔ آدمی جو مال خرچ کرے، وہ نفقہ ہے۔ خواہ ضرورت میں خرچ کرے۔ یا رفاہ عام کے کاموں میں۔ یہ لفظ سورۃ البقرہ میں آچکا ہے۔ یہاں اس سے مراد صدقے اور خیرات ہیں۔

كُسَالٰى (ہارے جی) کسلان کی جمع ہے، جو کسل سے بنا ہے۔ کسل کے معنی سستی اور جی چھوڑنے کے ہیں۔ کسلان اسی سے صفت کا صیغہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال کا محتاج نہیں۔ اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ تمہاری نیتوں کا حال کھل گیا۔ اس کے بعد تم مسلمانوں کی مدد کے لیے مال خوشی سے دو یا زبردستی کسی طرح قبول نہ کیا جائے گا جب اللہ کی نافرمانی کر بیٹھے۔ رسول کے حکم پر کان نہ دھرا، نماز میں ہارے تھکے گرتے پڑتے دکھاوے کو شامل ہو گئے۔ مال دینا پڑا تو بادلِ نخواستہ دے دیا۔ تو تم اس قابل نہیں رہے کہ تمہارے خیرات اور صدقات مسلمانوں کی مدد کے لیے قبول کیے جائیں۔ ہمیں تمہارا مال بالکل نہیں چاہیئے۔ اللہ تو دل دیکھتا ہے۔ جب دل ہی میں کھوٹ ہے۔ تو مال کا خرچ کرنا بے کار ہے۔ اس کا کوئی ثواب نہیں۔

Marfat.com

مال کا وبال

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ
پس نہ تعجب میں ڈالیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
بات یہی ہے کہ چاہتا ہے اللہ یہ کہ عذاب دے ان کو ان کے ذریعے
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
زندگانی میں دنیا کی اور نکلے ان کی جان
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
اس حال میں کہ وہ کفر میں مبتلا ہوں اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی
اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ
کہ وہ البتہ تم میں سے ہیں اور نہیں وہ تم میں سے
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ
لیکن وہ وہ لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں اگر
يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا
پاویں وہ جائے پناہ یا غار یا گھسنے کی جگہ
لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

تو پھر جاویں وہ اس طرف سب تعلق کو توڑ کر

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ
سو تو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
اللہ ہی چاہتا ہے کہ ان کو ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
زندگی میں عذاب میں رکھے اور وہ اس وقت تک کہ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
انکی جان نکلے کافر ہی رہیں اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ
اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ
بیشک وہ تم سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۸۶﴾ لَوْ
لیکن وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں اگر کوئی
يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا
پناہ کی جگہ پاویں یا غار یا سر گھسانے کی جگہ
لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۸۷﴾

تو اُلٹے اسی طرف بھاگیں رسیاں تڑاتے

تَزْهَقَ (نکل جائے) مضارع کا صیغہ ہے۔ جو زَهَقٌ سے بنا ہے۔ زَهَقٌ کے معنی مٹ جانا۔ ختم ہو جانا۔ جگہ چھوڑ کر چل دینا۔
يَفْرَقُوْنَ (ڈرتے ہیں) مضارع کا صیغہ ہے۔ جو فرق سے بنا ہے۔ فرق کے ایک معنی ڈرنا بھی ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔
مُدَّخَلًا (گھسنے کی جگہ) یہ اسم ظرف ہے جس کا مصدر ادخال اور مادہ د۔خ۔ل ہے۔ دخل کے معنی اندر گھس جانا۔
يَجْمَحُوْنَ (سرکشی کرتے) مضارع کا صیغہ ہے۔ جو جَمْحٌ سے بنا ہے۔ جَمْحٌ کے معنی ہیں سرکشی کرنا۔ سب بندشیں توڑ کر بھاگنا۔

ارشاد ہے کہ ان بے دین منافقوں کے ڈھیر سارے مال اور بہت سی اولاد ان کے لیے ایک جنجال ہے۔ جس میں پھنس کر وہ طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں سہتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی جھوٹ کہتے ہیں۔ کہ وہ تمہارے ساتھی ہیں۔ آج اگر انہیں کوئی سر چھپانے کی ذرا بھی جگہ مل جائے۔ تو اس کی طرف رسیاں تڑا کر بھاگ جائیں۔

Marfat.com

لاہی

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج
اور بعض ان میں وہ ہیں جو طعنے دیتے ہیں تجھ کو صدقوں کے بانٹنے میں
فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا
پس اگر دیے جائیں وہ ان میں سے تو راضی ہو جائیں اور اگر نہ دیئے جائیں وہ
مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ
ان میں سے تو ہی تب وہ بگڑ جاتے ہیں (اچھا ہوتا) اگر
اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ
وہ راضی ہو جاتے اس پر جو دیا انہیں اللہ نے اور
رَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ
دے گا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول
اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع
ہم تو اللہ ہی کی طرف رغبت کرتے ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج
اور بعض ان میں وہ ہیں جو طعنے دیتے ہیں تجھ کو خیرات بانٹنے میں
فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا
سو اگر ان کو اس میں سے ملے تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے تو
مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ
جبھی وہ ناخوش ہو جائیں اور کیا اچھا ہوتا اگر
اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ
وہ اسی پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ نے اور اس کے
رَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
رسول نے دیا اور کہتے ہم کو اللہ کافی ہے
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ
وہ ہم کو اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول
اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۳
ہم کو تو اللہ ہی چاہیئے

يَلْمِزُ طعنے دیتے ہیں مضارع کا صیغہ ہے۔ لَمْزٌ سے۔ لمز کے معنی ہیں کچوکنا۔ تیز نوک کسی میں چبھونا۔ پھر اس کے معنی کسی کے کام میں عیب نکالنا، کام کی برائی کرنا، طعن و تشنیع ہو گئے۔ ان آیتوں میں خود غرض منافقوں کی ایک اور عادت کا بیان ہے پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا۔ کہ ان کو تمہاری خوشنامد اس لیے کرنی پڑتی ہے۔ کہ کہیں تمہیں ان کا اصلی حال نہ معلوم ہو جائے تو پھر کہیں کے نہ رہیں گے۔ اگر انہیں کوئی اور سر چھپانے کی جگہ نظر آجائے تو تم سے منہ موڑ کر فوراً اس میں جا چھپیں۔ اس کے بعد ان کی ایک اور عادت کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیرات و صدقات بانٹتے دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ یہ تو اپنے ہی اپنوں کو دیتے ہیں۔ سب کا برابر خیال نہیں رکھتے۔ لیکن اگر انہیں اس میں سے جی بھر کر مل جاتا ہے۔ تو پھر راضی رہتے ہیں۔ اگر نہ ملا تو پھر ویسی ہی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ بہتر تو یہ تھا۔ کہ اللہ پر اور اس کے رسول کے انصاف پر بھروسا رکھتے۔ اور وہ جو انہیں دے دیتے اس پر راضی ہو جاتے لیکن یہ تو اس بات سے کوسوں دور ہیں۔ ایمان والوں کی شان تو اس سے کہیں اعلیٰ ہے۔ وہ تو بہرحال اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔ اور اسی کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اور رسول کا عطیہ بخوشی قبول کر کے اس پر راضی رہتے ہیں۔

Marfat.com

صدقوں کے مستحق

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ

بات یہ ہے کہ خیرات تو مفلسوں کے لیے اور محتاجوں کے لیے

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ

وہ جو کام کریں ان پر اور پرچائے جائیں جن کے دل

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ

اور گردنوں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے

اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

رستے میں اور راہ چلنے والوں کے لیے مقرر کیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ بعض منافق چاہتے ہیں کہ سارے صدقات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانٹیں وہ انہی کو ملیں۔ دوسرے کو کچھ نہ ملے۔ اس سلسلے میں صدقات یعنی زکوٰۃ کے مال کا پورا قاعدہ اس آیت میں بتا دیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسی کا حق صدقات میں من مانے دعووں اور خواہشوں سے قائم نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ ذیل کے مقصدوں کے لیے صرف کی جاتی ہے۔ جو لوگ ان مستحقین کے زمرہ میں جن کا اس آیت میں بیان ہے نہیں آتے۔ انہیں زکوٰۃ و صدقات میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ ارشاد ہے کہ زکوٰۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دینی چاہیئے۔

(۱) فقیر یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو (۲) مسکین یعنی جو اس کے پاس ہے اس سے اس کی حاجت پورے طور پر پوری نہ ہو (۳) عامل یعنی وہ ملازم جو زکوٰۃ کے وصول کرنے اور اکٹھا کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے معیّن کر دیئے گئے ہیں (۴) مؤلفۃ القلوب یعنی جو لوگ اپنی مالی حاجتیں پوری ہوتی دیکھ کر اسلام میں داخل ہونے کو تیار ہوں (۵) غلاموں کے آزاد کرانے کے لیے (۶) ناگہانی ضرورت کی وجہ سے مالی امداد کے طلب گار لوگوں کے لیے (۷) اللہ کے کاموں میں مصروف لوگ جیسے جہاد کرنے والے اور رفاہ عام کے کام کرنے والے (۸) مسافر جس کے پاس سفر میں پیسہ نہ رہا ہو گو گھر میں ہو۔

زکوٰۃ کے مال کے خرچ کرنے کا طریقہ خود اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ اس نے اپنے علم اور دانائی کی بنا پر اس کو خود ایک دینی فریضہ قرار دے دیا ہے۔ اپنی طرف سے اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا۔ اگر ان میں سے کبھی کوئی جماعت نہ رہے تو زکوٰۃ کا مال باقی ماندہ جماعتوں میں بانٹنا چاہیئے۔

Marfat.com

مخالفت کا نتیجہ

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ
اور ان میں سے وہ لوگ ہیں جو ایذا دیتے ہیں نبی کو اور
يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ
کہتے ہیں وہ تو کان ہے کہہ کان ہے بھلائی کا
لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ
تمہارے لیے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ
مومنوں کا اور رحمت ہے ان کے لیے جو
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ ستاتے ہیں
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۱)
رسول اللہ کو ان کے لیے عذاب ہے دردناک

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ
اور بعض ان میں سے نبی کی بدگوئی کرتے ہیں اور
يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ
کہتے ہیں یہ شخص تو کان ہے تو کہہ کان ہے تمہارے بھلے
لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ
کے واسطے اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں کی
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ
بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
باعث رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کی بدگوئی
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۱)
کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے

پچھلی آیتوں میں بعض منافقوں کے لالچی اور مطلب خور ہونے کا ذکر کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں زکوٰۃ کے مال کا قاعدہ بھی بتا دیا۔ کہ اللہ نے یہ مال چند قسم کے لوگوں کے دینے کے لیے بطور اجتماعی فرض کے مقرر کر دیا ہے۔ اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے تقسیم کرنا چاہیے۔ ان کے علاوہ اور کوئی شخص اس مال میں کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس آیت میں منافقوں کی ایک اور بُری عادت کا ذکر بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ بعض منافق اپنی مل بیٹھنوں کی جگہوں میں آپس کی بات چیت کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور اس پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی خبر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچے گی تو انہیں رنج ہوگا اور دکھ پہنچے گا۔ تو کہتے ہیں کہ ہم چکنی چپڑی باتیں بنا کے انہیں راضی کر لیں گے۔ کیوں کہ وہ تو نرے کان ہیں۔ جو کوئی ان سے کچھ کہتا ہے۔ وہ سُن کر اس کا یقین کر لیتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ اے نبیؐ ان کو جواب دے دے کہ یہ نبیؐ کا اخلاق تمہاری ہی بہتری کے لیے ہے۔ ورنہ اگر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذرا ذرا سی بات میں جوش آجایا کرتا۔ تو تم تو کبھی کے مٹ چکے ہوتے۔ بھلا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اخلاق درست کیوں نہ ہو۔ اس کو اللہ پر یقین ہے۔ وہ اپنے ایمان دار ساتھیوں کی سچائی پر اعتماد رکھتا ہے۔ اور وہ تم میں سے جو سچے مسلمان ہیں ان کے لیے مجسم شفقت اور رحمت ہے۔ اب اگر کوئی اس خوش خلقی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور عنایت حاصل کرنا چاہے تو وہ خوش قسمت ہے۔ اور جو اس نرمی اور بردباری سے غلط فائدہ اٹھا کر آپ کی برائیاں اور غیبتیں کرتا پھرے۔ تو اس کے لیے سخت مصیبت والا عذاب تیار ہے۔ ایسے لوگوں کو دونوں جہان میں سخت سزا ملے گی ؛

Marfat.com

منافقوں کی چال

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ راضی کریں تم کو اور اللہ
وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا
اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ راضی کریں وہ ان کو اگر ہیں وہ
مُؤْمِنِيْنَ (۶۲) اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ
ایمان والے انہوں نے کیا نہیں جانا کہ جو مقابلہ کرے
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
اللہ کا اور اس کے رسول کا پس بے شک اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی
خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ
ہمیشہ رہیں گے اس میں یہی ہے رسوائی
الْعَظِيْمُ (۶۳)
بڑی

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں اور اللہ
وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا
اور اس کے رسول کو راضی کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ
مُؤْمِنِيْنَ (۶۲) اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ
ایمان رکھتے ہیں کیا وہ جان نہیں چکے ۔ کہ جو
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
اللہ سے اور اس کے رسول سے مقابلہ کرے تو اس کے واسطے
خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ
دوزخ کی آگ ہے اس میں سدا رہیں گے ۔ یہی بڑی
الْعَظِيْمُ (۶۳)
رسوائی ہے

يُحَادِدُ (مقابلہ کرے) مفاعلہ کا صیغہ ہے جو حُدُوْدٌ سے بنا ہے ۔ اور جس کا مادہ ح۔ د۔ د ہے ۔ حدّ کے معنی ایک طرف اور کنارے کے ہیں۔ مُحَادَّۃٌ کسی کے سامنے کے کنارے پر لڑنے کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جانا۔ آمنا سامنا کرنا۔ منافقوں کی عادت یہ تھی کہ جب موقع ملتا اور میدان خالی پاتے۔ تو مسلمانوں کی خوب برائیاں کرتے۔ گو بظاہر ان کے ساتھ بڑے گہرا بھائی چارہ بنائے رکھتے تھے۔ جب ان کی یہ دغابازی کھل جاتی تو دوڑے ہوئے مسلمانوں کے پاس آتے۔ اور کہتے ہماری بات افواہوں کا یقین نہ کرو۔ اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ ہماری نیتیں تمہاری طرف سے صاف ہیں۔ ہم کسی طرح تمہاری برائی اور نقصان کے خواہش مند نہیں۔ ہمارا تمہارا دوستانہ بہت اچھا ہے۔ اسی طرح کی باتیں بنا بنا کر مسلمانوں کو منانے اور راضی کرنے کی کوشش کرتے۔ اس آیت میں ان کی اس چالبازی کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ بھانڈا پھوٹ جانے پر تمہارے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر تمہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ حالانکہ تمہارے راضی کر لینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اصل چیز تو یہ ہے۔ کہ اللہ کو اور اس کے رسول کو راضی کریں۔ کیوں کہ اللہ ان کے اصلی حالات سے بخوبی واقف ہے۔ اور اپنے رسول کو بھی ان کے ہتھکنڈوں سے واقف کرتا رہتا ہے۔ اتنی بات ہر ایک سچے ایمان دار کو معلوم ہونی چاہیئے۔ اگر ان میں ایمان ہے تو اللہ اور رسول کو منانے کی کوشش کریں۔ ورنہ انہیں معلوم رہنا چاہیئے۔ کہ اللہ اور رسول کے مخالف چلنے والا دوزخ کی آگ میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔ اور یہ اتنی بڑی رسوائی اور ذلت ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کے سارے عارضی نفعے ہیچ ہیں۔

Marfat.com

مُنافقوں کی پریشانی

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ
ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ نازل ہو
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا
مسلمانوں پر کوئی سورت جو جتلا دے ان کو وہ جو
فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ
منافقوں کے دل میں ہے کہہ دے ٹھٹھے کیے جاؤ
اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾
تحقیق اللہ کھولنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ
منافق اس بات سے ڈرا کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا
سورت نازل ہو کہ ان کو جتلا دے جو ان کے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ
دل میں ہے تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو
اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾
تحقیق اللہ اس چیز کو جس کا تمہیں ڈر ہے کھول کر رہے گا۔

منافقوں کی حالت واقعی عجیب تھی۔ ان کا دل تو بالکل نہ چاہتا تھا۔ کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہوتے چلے جائیں۔ اور اسلام کا بول بالا ہو۔ کیوں کہ اس میں انہیں اپنی سرداری اور بڑے پن کی موت صاف نظر آرہی تھی۔ لیکن واقعات سے مجبور تھے۔ کیونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کی تعداد دن دونی اور رات چوگنی بڑھ رہی تھی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بنائے رکھنا روز بروز زیادہ ضروری ہوتا جاتا تھا۔ اس لیے جہاں تک ہوسکتا۔ یہ لوگ ظاہر میں مسلمانوں کی خوشامد کرتے۔ لیکن دل سے مجبور ہوکر تنہائی میں برائی سے بھی نہ چوکتے۔ اور دل یوں بہلاتے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچ گئی تو وہ تو بڑے حلیم اور بردبار ہیں۔ باتیں بناکر انہیں سمجھا بجھا لیں گے۔ لیکن وحی کا انکار بھی مشکل تھا۔ کیوں کہ اس کی سچائی میں اب ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا تھا۔ کہ کوئی ایسی سورت مسلمانوں پر نازل نہ ہو جائے۔ جس سے ہمارا کچا چٹھا کھل جائے۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ دوغلے ظاہردار لوگ گھبراتے ہیں۔ کہ کہیں مسلمانوں پر ایسی سورت نازل نہ ہو جائے۔ جس میں ہمارے دلی بھید سارے ظاہر ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہماری پوری شامت ہی آجائے گی۔ آگے ارشاد ہے کہ تم اپنی دھوکے بازی کا جال بچھاتے رہو۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی اور ان کی ہنسی اڑانے کی عادتیں جاری رکھو۔ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

رفتہ رفتہ تمہارے سارے بھید کھول کر رکھ دے گا۔ اور تم اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤ گے۔ تمہارا ڈر تمہارے سامنے آجائے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ تمہارے شرارتی ہتھکنڈوں سے دین حق کی ترقی رک جائے۔ اور دنیا پھر اسی تاریکی میں جا پڑے جس میں وہ ایک مدت سے ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

Marfat.com

منافقوں کا عذر لنگ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے کچھ نہیں ہم تھے

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

بات چیت کرتے اور دل لگی کرتے کہہ دے کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے احکام کے ساتھ

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور اس کے رسول کے ساتھ تھے تم ٹھٹھا کرتے

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

مت عذر کرو تم کافر ہو گئے ہو ایمان کے بعد

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ

اگر ہم معاف کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں گے

طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع

ایک گروہ کو اس لیے کہ وہ تھے مجرم

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

اور دل لگی کرتے تھے تو کہہ کیا تم اللہ اس کے حکموں

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے ایمان ظاہر کرنے کے بعد

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ

اگر ہم تم میں سے بعض کو معاف کر دیں گے تو جتا بعض

طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۸

کو سزا بھی دیں گے

جب انسان کے دل میں کسی چیز کی عقیدتی وقعت نہیں ہوتی۔ تو وہ اس کی بناوٹی وقعت کو ہر وقت قائم رکھنے میں ہر وقت کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے دل کی اصلی حالت اپنا رنگ لائے اور رہے گی۔ کچھ منافق جو مسلمانوں کے ساتھ بادلِ ناخواستہ غزوہ تبوک میں شامل پڑے تھے۔ راستہ میں کہنے لگے کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو تھوڑے سے عرب پر قابو پا کر (نعوذ باللہ) اتنا اترا گیا ہے۔ کہ شام و روم کے شاندار شہروں اور لوگوں کو فتح کرنے چلا ہے۔ کہاں یہ تھوڑے سے تجربہ کار مسلمان جو ہر وقت قرآن اور نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ جنہیں کسی بڑی قوم سے لڑائی کا سابقہ نہیں پڑا۔ اور کہاں وہ شاہی اور رومی سورما جو رات دن باقاعدہ لڑائیوں میں ملک کے ملک فتح کرتے رہتے ہیں۔ ان کی اس شرارت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ نے بلا کر پوچھا کہ اپنے لوگوں کی بہت ایسی باتیں بنا کر پیش کرنے کے کیا معنی ہیں۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے

ارشاد ہے کہ اے رسول تیرے پوچھنے پر وہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ یا حضرت یہ باتیں کوئی ہم دل سے تھوڑی ہی کہتے ہیں۔ یہ تو محض راستہ میں دل بہلانے کے لیے خوش گپیاں ہیں۔ اے رسول ان سے کہہ کہ کیا ہنسی اور دل لگی کے لیے تمہیں اللہ اس کا رسول اور اس کے احکام ہی ملے ہیں۔ یہ تمہارے بہانے اور عذر بیکار ہیں۔ تم تو ایمان ظاہر کرتے تھے۔ ایسی کفریہ باتوں سے کیا تم مسلمان رہ سکتے ہو۔ اس کی سزا تمہیں مل کر رہے گی ـــــ جن منافقوں نے ایسی علانیہ گستاخیاں اور شر انگیزیاں نہیں کیں۔ انہیں تو چند روز کی ڈھیل مل بھی جائے گی۔ مگر جو لوگ بالکل کھلم کھلا فساد کا بیج بو رہے ہیں۔ انہیں ان کے جرموں کی سزا ملنی یقینی ہے۔ وہ کبھی بچ کر نہ جائیں گے۔

Marfat.com

نفاق کی علامتیں

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ
منافق مرد اور منافق عورتیں بعض ان کے بعض
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ
ہیں سے ہیں کرنے کو کہتے ہیں بُری بات اور روکتے ہیں
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ
بھلی بات سے اور بھینچتے ہیں اپنے ہاتھ
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
بھول گئے وہ اللہ کو پس وہ بھول گیا ان کو تحقیق منافق
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾
وہی ہیں نافرمان

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ
منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ
ہے بُری بات سکھاویں اور بھلی بات
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ
چھڑاویں اور اپنی مٹھی بند رکھیں
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
اللہ کو بھول گئے سو وہ ان کو بھول گیا۔ تحقیق منافق
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾
وہی نافرمان ہیں

منافقوں کا ذکر بہت دور سے چلا آرہا ہے۔ یہ گروہ مدینہ میں آنے کے بعد ظاہر ہوا۔ اس سے پہلے مکہ میں دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ کھلم کھلا مسلمان یا کھلم کھلا کافر۔ مدینہ میں کچھ لوگوں نے اس میں اپنی مصلحت سمجھی کہ بظاہر مسلمان بنے رہیں۔ اور جب موقع آئے تو مسلمانوں کو زک پہنچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں میں بغلی گھونسہ بن کر رہے۔ احد کی لڑائی میں انہوں نے سخت تکلیف دی۔ لیکن مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ بلکہ اپنا ہی کچھ بگاڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر موقعہ پر ان کی شرارتوں سے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو آگاہ کیا۔ لیکن آپ کی بُردباری اور خوش خلقی کی بدولت یہ لوگ دلیر ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ غزوۂ تبوک کے لیے تیاری کا حکم ہوا۔ اس میں ان کی خباثت کا پورے طور پر بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور اس کے بعد سر نہ اٹھا سکے۔

اس آیت میں ان کی عام نشانیاں بیان کر دی گئی ہیں۔ ارشاد ہے کہ منافقوں کا مرد ہوں یا عورت ایک سا رویہ ہے۔ یہ ظاہر میں دوست بنتے ہیں اور چھپ کر داؤ کرتے ہیں۔ ان سب کا قاعدہ ہے کہ جن باتوں کو سب لوگ بُرا قرار دے چکے ہوں یہ انہیں کرنے کا لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کو سب اچھا مان چکے ہوں۔ ان کے چھوڑ دینے کو کہتے ہیں۔ پرلے درجے کے بخیل ہوتے ہیں۔ مال جمع کرنا ان کا شیوہ ہے اور خرچ کرنے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ یہ اللہ کو دل سے کبھی نہیں مانتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان سے تغافل کرتا ہے۔ اصل بے دین اور نافرمان یہی لوگ ہیں۔ کیونکہ دین کے قانون کا زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ لیکن وقت پر قانون کے خلاف چلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ گناہوں سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کو حاضر ناظر مانتا ہو اور اس کی پکڑ سے ڈرتا ہو۔ ورنہ اگر کوئی اللہ کو نہ مانتا ہو تو اس کو کوئی طاقت اصلی سچا اور دیانتدار نہیں بنا سکتی۔

Marfat.com

کافروں اور منافقوں کی سزا

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ
مقرر کردی اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں
وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
اور کافروں کے لیے آگ دوزخ کی رہا کریں گے
فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ
اس میں وہی کافی ہے ان کو اور رحمت سے دور کردیا ان کو
اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾
اللہ نے اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ رہنے والا

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو
وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا وعدہ دیا ہے اس میں پڑے
فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ
رہیں گے ان کو وہی بس ہے اللہ نے ان کو
اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾
پھٹکار دیا اور ان کے لیے برقرار رہنے والا عذاب ہے

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا
جس طرح وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے وہ تھے
اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا
زیادہ بڑھے ہوئے تم سے زور میں اور بڑھے ہوئے تھے مال میں
وَّاَوْلَادًا ؕ
اور اولاد میں

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا
جس طرح تم سے اگلے لوگ تم سے زور میں
اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا
زیادہ تھے اور مال اور اولاد تم سے زیادہ
وَّاَوْلَادًا ؕ
رکھتے تھے

پچھلی آیت میں منافقوں کی مشترک علامتیں بیان کردیں کہ کافروں کی بھی یہی عادتیں ہیں۔ لیکن دونوں گروہ مقابلے میں آکر تو نہیں ہیں اور منافق موقعہ تاکتے رہتے ہیں اور چھپ کر وار کرتے ہیں۔ بہرحال ان کے مشترک رویہ کا عذاب بھی مشترک ہے۔ ہاں منافقوں کو دھوکے دغابازی کا بدلہ الگ ملے گا۔ اس آیت میں اس عذاب کا بیان ہے جو منافقوں اور کافروں دونوں کے لیے ان کی اسلام کی مخالفت کی وجہ سے تیار ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ چھپے اور کھلے دشمن اسلام یعنی منافق اور کافر دونوں اپنے عام طرز عمل کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہیں اور وہاں پڑے جلا کریں گے۔ گو منافقوں کے لیے جو دوزخ کا طبقہ مقرر ہے وہ بہت زیادہ دکھ درد سے بھرا ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے۔ یہ دوزخ کا عذاب ان کے کرتوتوں کی سزا کے لیے کافی ہوگا۔ اور انہیں صاف معلوم ہوتا رہے گا کہ یہ فلاں جرم کی سزا ہے۔ یہ فلاں گناہ کی پاداش ہے۔ اللہ ان کی فریاد نہ سنے گا۔ کیونکہ وہ دنیا کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور کردیے گئے ہیں۔ اور یہ عذاب ہر وقت ان سے چمٹا رہے گا۔ چاہے نوعیت بدل جائے۔ لیکن یہ ابد تک رہے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کا طرز عمل ویسا ہی ہے۔ جیسے تم سے پہلے زمانے کے لوگوں کا تھا۔ جو ان سے جسمانی قوت میں بھی کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ مال بھی اُن کے پاس ان سے زیادہ تھا۔ اور اولاد کی کثرت میں بھی ان سے پالا لے گئے تھے۔ جو لوگ اللہ کی قدرت اور طاقت کو بھولے ہوئے ہیں ان کو پچھلی قوموں کے حالات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جو ان سے ہر لحاظ سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

Marfat.com

پہلی قوموں سے عبرت

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
پھر انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصہ سے پس تم نے فائدہ اٹھایا
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ
اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھایا انہوں نے
مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ
جو تم سے پہلے تھے اپنے حصے سے اور تم بھی پھنسے
كَالَّذِيْ خَاضُوْٓا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
جیسے وہ لوگ پھنسے تھے ان لوگوں کے اکارت ہوئے
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
اعمال ان کے دنیا میں اور آخرت میں
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۶۹)
اور وہی لوگ ہیں تنہ نقصان اٹھانے والے

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ
اٹھایا جیسے تم سے اگلے اپنے حصے سے
مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ
فائدہ اٹھا گئے اور تم بھی انہی کی سی چال
كَالَّذِيْ خَاضُوْٓا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
چلتے ہو وہ لوگ ان کے عمل
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
دنیا اور آخرت میں مٹ گئے
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۶۹)
اور وہی لوگ نقصان میں پڑے

پچھلی آیت میں اگلے وقتوں کے لوگوں کے حال سے عبرت حاصل کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اس آیت میں ان کے اور ان کے طرز عمل کے یکساں ہونے کا مفصل حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ پہلے زمانے کے لوگ جتنی دنیا ان کے حصے میں آئی تھی اس سے بھی بھر کر لطف اٹھاتے رہے اور انجام کا کبھی خیال نہ کیا۔ اب تم اپنی طرف دیکھو کہ تم کیا کر رہے ہو۔ دنیا جو تمہارے حصے میں آئی ہے۔ وہ ان سے زیادہ نہیں ہے جو ان کے حصے میں آئی تھی۔ وہ بدنی طاقتوں میں تم سے بڑھے ہوئے تھے اور ساز و سامان اور مال و متاع دنیا بھی ان کے پاس تم سے زیادہ تھا۔ تم ہر بات میں ان سے کم ہوتے ہوئے بھی انہی کی طرح غافل اور بدمست ہو کر رنگ رلیاں منا رہے ہو۔ اور چال چلن کا بالکل وہی انداز ہے۔ جو ان کا تھا۔ وہ اپنے ساز و سامان اور قوت و طاقت میں مست ہو کر اللہ کو اور اس کی قدرت کو بھولے ہوئے تھے تم بھی انہی کی طرح دنیا ہی میں پھنسے ہوئے ہو اور اللہ کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ پھر تم نے دیکھا ان کا انجام کیا ہوا۔ ان کے طاقتور بدن۔ سنگین اور پختہ مکان اور نازو نعمت ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ تم ان باتوں میں ان سے کم ہو کر بھی انہی کی طرح دنیا کے جنجال میں پھنسے ہوئے ہو۔ ذرا سوچو کہ جب دنیا کے بڑھے ہوئے سامان بھی ان کو تباہی سے نہ بچا سکے۔ تو تمہارا یہ تھوڑا سا سامان عذاب الٰہی سے کس طرح بچا سکتا ہے۔

ان کا کیا کرایا یقیناً سب اکارت ہو گیا۔ نہ دنیا ہی میں اس نے کچھ کام دیا اور نہ آخرت میں وہ ان کے کسی کام آئے گا۔ نقصان اور گھاٹے میں پھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھنا چاہتے ہو تو ان کو دیکھو ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ اپنا چال چلن درست کرو اور اللہ سے ڈرو۔

Marfat.com

پہلوں کی خبریں

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کیا نہیں آئی ان تک خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ وَقَوْمِ
نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم
اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ
کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیاں
اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ
کے آئے ان پاس ان کے رسول صاف احکام لے کر پس نہ تھا
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اللہ کہ ظلم کرتا ان پر اور لیکن تھے وہی
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾
اپنی جانوں پر ظلم کرتے

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کیا ان کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ وَقَوْمِ
نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم
اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ
کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیاں جو الٹ دی گئی تھیں
اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ
ان کے پاس ان کے رسول صاف حکم لے کر پہنچے سو اللہ تو
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے آپ
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾
پر ظلم کرتے تھے

اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ ان منافقوں کی غفلت شعاری اور محض دنیا ہی کے عیش و عشرت میں پھنسے رہنے کا یہی حال ہے۔ جو پہلے زمانے کے نافرمان لوگوں کا تھا۔ آج ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ حالانکہ دنیا کا جتنا حصہ انہیں ملا ہے اور وہ یقیناً اس سے کہیں جو ان سے پہلے لوگوں کو ملا تھا۔ مگر طرز زندگی ان کا وہی ہے جو ان کا تھا۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اسی کی الجھنوں میں پھنسے رہنے کو زندگی کا حاصل۔ دنیا بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسے ان سے پہلے لوگوں کا تھا۔ آخر ان کو سوچنا چاہیئے کہ ان کا انجام کیا ہوا۔ بھلا یہ اس بات سے کس طرح نڈر ہو گئے۔ کہ ان کے اوپر بھی آفتیں آسکتی ہیں جیسے اُن پر آئیں۔ اس بات میں پہلے زمانوں کی خاص قوموں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے پاس ان قوموں کا حال نہ پہنچا ہو۔ جو ان کے قریب ملک کے اطراف و جوانب میں گذر چکی ہیں۔ قوم نوح نے سرکشی کی اور طوفان سے تباہ ہوئی۔ عاد نے غرور اور تکبر سے کام لیا وہ آندھی سے فنا ہوئی۔ ثمود خود سر ہو گئے اور ایک غیبی چنگھاڑ سے ہلاک ہوئے۔ مدین والے جنہیں اصحاب الایکہ بھی کہتے ہیں۔ زلزلہ اور گھٹا گھپ بادل سے دندھے منہ آئے ان سب کا ذکر سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا۔ ابراہیمؑ اور ان کی قوم کا ذکر سورۃ البقرہ۔ آل عمران اور سورۃ الانعام میں گذرا اور آگے بھی آئے گا۔ مؤتفکات قوم لوط کی بستیوں کا نام ہے۔ ان کو اُلٹ کر ان پر پتھر برسائے گئے۔ سورۃ الاعراف میں ان کا ذکر گذرا ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور غفلت شعاری سے ہلاک ہوئے۔ ان پر ہم نے نہیں بلکہ خود آپ انہوں نے ظلم کیا۔ منافقوں کو ڈرنا چاہیے کہ ان کا حشر بھی کہیں ویسا ہی نہ ہو۔

Marfat.com

مومنوں کی خصوصیتیں

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں بعض ان کے مددگار

بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

بعض کو حکم دیتے ہیں نیک کام کا اور روکتے ہیں

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

برے کام سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

زکوٰۃ اور فرمانبردار ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

یہی لوگ ہیں کہ رحم کرے گا ان پر اللہ تحقیق اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

زبردست حکمت والا ہے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار

بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

ہیں نیک بات سکھلاتے ہیں اور بری بات سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

منع کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے

الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

زبردست حکمت والا ہے

منافقوں کی خصوصیتیں اور ان کے لیے مقرر سزائیں بیان ہو چکیں تو اب اس کے مقابلہ میں خالص ایمان والوں کی خصوصیتوں اور اس کے بعد ان کے انعام و اکرام کا بیان کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہے کہ ایمان والے مرد ہوں یا عورت سب کی خاص صفت یہ ہے۔ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے غمخوار ہمدرد اور مددگار ہوتے ہیں۔ جن باتوں میں سب کا بھلا ہے ان کے کرنے کا حکم کرتے ہیں اور جو باتیں انسان کے لیے تباہ کرنے والی ہیں ان کے چھوڑ دینے کے لیے کہتے ہیں اللہ کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔ اور اس کے ذکر کے لیے وقت پر مل کر نماز ادا کرتے ہیں۔ بخل نہیں کرتے بلکہ محتاجوں کی مدد کے لیے مال کا مقرر حصہ یعنی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ سرکشی اور نافرمانی نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ غرض ان کی ہر عادت منافقوں کی عادتوں کا الٹ ہے۔ اس لیے یقیناً ان کا انجام بھی ان کے بالکل مخالف ہوگا۔ اُن پر اللہ نے لعنت کی۔ اِن پر اللہ رحم کرے گا۔ اللہ کی قوت سب سے بڑی ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے مناسب جزا سزا دے گا۔

منافقوں کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ وہ اللہ کے غضب سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ چونکہ ان سے ملتے جلتے لوگ پہلے گذر چکے ہیں اس لیے انہیں چاہیئے کہ ان کے حالات سے سبق حاصل کریں۔ مومنوں کو آخر میں کہا گیا۔ کہ تم نے دنیا میں جو طرز زندگی اختیار کرکے اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کردی۔ اس کا اور بدلہ تو ملے گا ہی۔ لیکن سب سے بڑا بدلہ یہ ہوگا کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔ اور تم ہمیشہ کے لیے اس کے غضب اور لعنت سے دور ہوگے:

Marfat.com

مومنوں کا انعام

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

مقرر کر دیئے اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

باغات جاری ہیں ان کے نیچے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً

ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مکانات صاف ستھرے

فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ

باغوں میں جو بسنے کے ہیں اور خوشنودی

اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

اللہ کی سب سے بڑی یہی وہ کامیابی ہے

الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

بڑی

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

باغوں کا وعدہ دیا ہے کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً

انہی میں رہا کریں اور ستھرے مکانوں کا

فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ

رہنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضامندی سب

اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

سے بڑی ہے یہی بڑی کامیابی

الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع

ہے

عَدْنٍ: رہنے کی جگہ، عدن اس جگہ یا مکان کو کہتے ہیں جو آدمی کی اپنی مستقل رہائش گاہ ہو وقتی سرائے۔ ہوٹل عارضی اقامت گاہ ہوتے ہیں۔ آدمی کو اصلی خوشی جبھی ہوتی ہے جب آرام کی جگہ اس کی اپنی ہی مستقل رہنے کی ہو ورنہ ہوٹلوں اور سراؤں میں عیش ہوا بھی تو کتنے دن۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے سچے دل سے ماننے والے مرد اور عورت اس دنیا کی زندگی کو اللہ کے اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق بسر کرنے کا پختہ ارادہ کر چکے اور دل میں ٹھان لی کہ کوئی کام جس کی اجازت شرع میں نہ ہو ہرگز نہ کریں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کی نیک کاموں میں مدد کریں گے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کے لیے کہیں گے، بُرے کام سے روکیں گے۔ نماز کو وقت پر مستعدی سے ادا کریں گے۔ ناداروں کی مدد کے لیے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم بجا لانے کے لیے ہر وقت جان اور مال سے تیار رہیں گے۔ ظاہر بات ہے کہ اس پروگرام پر عمل کرنے کی خاطر انہیں بہت سی دنیا کی تفریحیں، سیر اور تماشے چھوڑنے پڑیں گے۔ جی سے سوا تضییع اوقات کے کوئی نتیجہ نہیں۔ مگر ان میں کشش ایسی زبردست ہے کہ اچھے اچھے معقول صورت لوگ ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ ان سب کا صلہ مومنوں کو یہ ملے گا کہ ہرے بھرے سایہ دار اور سیراب باغ انہیں ہمیشہ کے لیے دے دیئے جائیں گے۔ جن کے چھن جانے کا کوئی خطرہ ہی نہ ہوگا اور ان باغوں میں جو عارضی نہیں بلکہ مستقل رہائش گاہ ہوں گے۔ ان کے رہنے کے لیے صاف ستھرے سجے سجائے مکان اور محل ہوں گے اور سب سے بڑھ کر یہ انعام ہوگا۔ کہ اللہ انہیں یقین دلائے گا کہ میں تم سے راضی اور خوش ہوں۔ اس سے بڑھ کر سعادت اور کامیابی کوئی نہیں اور یہ صرف اس کا صلہ ہوگا کہ آدمی ایمان لا کر بے چون وچرا اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے لیے ہر طرح تیار ہو جائے۔ کہنے میں تو آسان ہے لیکن کرتے وقت اس سے زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں۔ اگر دل میں اس کا سچا شوق نہ ہو۔

Marfat.com

جہاد کی ضرورت

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
اے نبی جہاد کر کافروں سے
وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ
اور منافقوں سے اور سختی کر ان پر اور
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور برا ہے
الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا
وہ ٹھکانا قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی نہیں
قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ
کہا انہوں نے اور البتہ ضرور کہا انہوں نے کلمہ کفر کا
وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا
اور منکر ہو گئے اسلام لانے کے بعد اور قصد کر بیٹھے اس کا
لَمْ يَنَالُوْا ۚ
جو نہیں ملی انہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
اے نبی کافروں اور منافقوں سے
وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ
جہاد کر اور ان سے تند خوئی کر اور
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا
الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا
ٹھکانا ہے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ
قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ
ہم نے نہیں کہا اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ
وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا
کہا اور مسلمان ہو کر منکر ہو گئے اور اس چیز کا قصد
لَمْ يَنَالُوْا ۚ
کر لیا جو انہیں نہ ملی

جَاهِدْ (مخالفت کر) یہ جہاد سے امر کا صیغہ ہے۔ جہاد کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں (یعنی کوشش) اس آیت میں حکم ہے کہ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ کسی سے مقابلہ میں جہاد کرنا عام جہاد کی ایک خاص صورت ہے یعنی اس بات کی ہر طرح کوشش کرنا کہ مقابل اپنے ادنیٰ اور مضر انسانیت افعال و اعمال سے یکدم یا انجام کار باز آجائے۔

اس آیت میں کافروں اور منافقوں کے ساتھ سختی کے برتاؤ کا حکم ہے یعنی ان کے ساتھ مداہنت سے پیش نہیں آنا چاہیئے۔ بلکہ معاملہ کا ردیہ اختیار کرنا چاہیئے اسلام میں باہمی میل جول اور خوش اخلاقی کی فضا چاروں طرف سے محیط ہوتی ہے۔ اس میں ہر شخص باہمی درگذر اور مدارات کا علم بردار ہوتا ہے۔ اور یہ ماحول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات اور طرز عمل سے عرب میں اور ان کے ذریعہ ساری دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن عرب کے کئی سرپھرے لوگوں نے پہلے پہلے اس کو قائم نہ ہونے دیا اور مقابلہ کیا۔ تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ ہدایت ملی۔ کہ شریر لوگوں کو سختی سے اور ضرورت پڑے تو لڑائی کر کے دبانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ارشاد ہے کہ یہ شریر کافر جو کھلم کھلا دشمن ہیں۔ یوں نہ مانیں گے۔ یہ زیادہ ڈھیل سے اور زیادہ شرارت کرنے پر دلیر ہوتے ہیں۔ ان پر ہر طرف سے گھیرا کی جھرمٹ کی کر دو تاکہ یہ دبے رہیں اور جو لوگ کھلم کھلا نہیں لڑتے۔ اس لیے ان سے لڑائی کا موقعہ تو آنے کا نہیں لیکن اپنے برتاؤ سے ثابت کر دو کہ وہ بدترین اور شریر ترین لوگ ہیں۔ ان کی سزا آخرت میں جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

Marfat.com

ناشکری کی سزا

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ
اور نہیں بدلہ دیا انہوں نے مگر اس کا کہ مالدار کر دیا ان کو اللہ نے
وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا
اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے پس اگر باز آجائیں وہ
يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا
ہوگا اچھا ان کے لیے اور اگر پیٹھ موڑیں
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا
تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب دردناک دنیا میں
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
اور آخرت میں اور نہیں ان کا ساری زمین پر
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۷۴)
کوئی ساتھی اور نہ مددگار

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ
اور یہ سب اسی کا بدلہ تھا کہ ان کو اللہ نے
وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا
اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا۔ سو اگر توبہ قبول
يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا
کرلیں تو ان کے حق میں بھلا ہے اور اگر نہ مانیں گے تو
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا
اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
عذاب دے گا اور روئے زمین پر کوئی ان کا نہ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۷۴)
حمایتی ہے اور نہ مددگار ہوگا

پچھلی آیت میں حکم ہوا تھا کہ ان کھلے اور چھپے دشمنوں کو زیادہ ڈھیل نہ دو۔ بلکہ ان کو ہر موقعہ پر ڈانٹتے ڈپٹتے رہو۔ کیونکہ ان کے لچھن ایسے نہیں کہ ان کے ساتھ رواداری برتی جائے یا ان کی کوئی رعایت کی جائے۔ اس کے بعد ان کی کچھ شیطانی حرکات بتائی تھیں۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے جی بھر کر اسلام کو برا کہتے ہیں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی یہ خبریں پہنچتی ہیں۔ تو دوڑے آتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے ہرگز ایسی باتیں نہیں کہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کی تبوک سے واپس آنے کی خبر پا کر انہوں نے ایک پہاڑی راستہ میں ان کے گھیر لینے کا منصوبہ تیار کیا اور چہروں کو ڈھالوں سے چھپا کر تاکہ پہچانے نہ جائیں۔ اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ارادہ یہ تھا کہ ہو سکے تو خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ صاف کریں اور سارا قصہ ہی ختم کر دیں۔ لیکن ان بدبختوں نے منہ کی کھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں نے انہیں مار بھگایا۔ گو پہچان نہ سکے کہ وہ کون تھے یہاں تک کہ پچھلے سبق میں بیان ہوا اس کے آگے اس کا تتمہ ہے

ارشاد ہے کہ اللہ کے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ان کی حالت پہلے سے بہت درست ہو گئی ہے۔ مال و دولت بھی ان کے صدقے میں بہت کچھ مل گیا ہے۔ اور امن و امان سے اسلام کے زیر سایہ بسر کرتے ہیں۔ اس کے بدلے میں یہ احسان فراموش، مسلمانوں کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ستاتے ہیں۔ ان حالات میں یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ ان کو قدر عافیت معلوم ہونی چاہیے۔ اگر اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو خیر ورنہ دنیا اور آخرت میں ان کو ایسا سخت عذاب ملے گا کہ چیخ اٹھیں گے اور روئے زمین پر نہ ان کا کوئی دوست اور ساتھی ہوگا نہ مددگار۔

Marfat.com

نفاق کی جڑ بخل

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا
اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا
مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ
اپنے فضل سے تو صدقہ دیں ہم اور ضرور ہو جائیں
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ
نیک لوگوں میں پھر جب دیا ان کو اپنے
فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
فضل سے تو بخل کیا اس میں اور پیٹھ پھیر گئے بے پروائی میں
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
روگردانی کرتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ بھر دیا اللہ نے نفاق ان کے دلوں میں
اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا
اس دن تک کہ ملیں وہ اس سے بوجہ خلاف کرنے کے اللہ سے جو
وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾
وعدہ کیا تھا انہوں نے اور اس وجہ سے کہ تھے وہ جھوٹ بولتے

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا
اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا
مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ
کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں دے تو ہم ضرور خیرات کریں اور
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ
نیکوں میں ہوں پھر جب اس نے انہیں اپنے
فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
فضل سے دیا تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
ٹلا کر اس کے اثر نے ان کے دلوں میں
اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا
نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اس لیے کہ
وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾
انہوں نے جو وعدہ اللہ کے ساتھ کیا تھا اس کے خلاف کیا

اَعْقَبَ: (پیچھے لایا) ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا مصدر اعقاب ہے جو عقب سے بنا ہے۔ عقب کے معنی پیچھے کے ہیں۔ اعقاب ایک بات کے پیچھے دوسری بات پیدا کرنا۔

ایک شخص ثعلبہ بن حاطب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ اللہ بہت مال و زر دے تاکہ میں خوب خیرات کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اسی کو نیک کاموں میں خرچ۔ زیادہ کیا کرے گا۔ اس نے اصرار کیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اس کے مال و دولت میں اتنی برکت ہوئی۔ کہ گاؤں سے باہر اپنی بستی الگ بسالی۔ اور جمعوں اور جماعتوں میں شامل ہونا چھوٹ گیا۔ زکوٰۃ وصول کرنے آپ کے آدمی پہنچے تو جیلے حوالے کر کے ٹال گیا۔

ارشاد ہے کہ کچھ لوگ پہلے تو بڑے بڑے وعدہ کرتے ہیں کہ بہت سا مال ملا تو خیرات کریں گے۔ لیکن مال دار ہوتے ہی مٹھی بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دل میں نفاق پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ ان کی وعدہ خلافی اور جھوٹی باتیں بنانے کا اثر ہوتا ہے۔ اس شخص کی بابت لکھا ہے کہ بعد میں وہ ڈر کر زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے قبول نہ فرمائی۔ کہ ہمیں تیری زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ تینوں حضرات نے اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی۔ آخر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مر گیا۔

Marfat.com

نفاق کی علامت

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ

کیا نہیں جانتے انہوں نے کہ اللہ جانتا ہے بھید ان کے

وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

اور مشورے ان کے اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے چھپی ہوئی باتوں کو

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ

وہ لوگ جو طعنے دیتے ہیں ان مسلمانوں کو جو

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ

مسلمانوں میں سے صدقات کے بارے میں اور ان کو جو

لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ

نہیں پاتے مگر اپنی محنت کا پھر ان سے ٹھٹھا

مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ

کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

عذاب ہے دردناک

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ

کیا وہ نہیں جان چکے کہ اللہ ان کے بھید اور ان کے

وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

مشورے جانتا ہے اور اللہ چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ

وہ لوگ جو طعنے دیتے ہیں ان مسلمانوں کو جو

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ

دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان کو

لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ

نہیں پاتے مگر اپنی محنت کا پھر ان سے ٹھٹھا

مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ

کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

دردناک عذاب ہے

اَلْمُطَّوِّعِيْنَ: رکشادہ دلی کرتے ہیں مُطَّوِّعٌ کی جمع ہے۔ جو اَلتَّطَوُّعُ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا مادہ ط۔ و۔ ع ہے۔ طوع کے معنی ہیں دل سے اور خوشی سے کرنا گو فرض نہ ہو۔ تَطَوُّعٌ۔ تَطَاوُعٌ کا دوسری شکل ہے اور یہ لفظ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔

منافقوں کی خاص پہچان یہ ہے۔ کہ ظاہر بنا وٹ اچھا رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان سے سب خوش رہیں۔ اور وہ ظاہر میں سب کو خوش رکھ کر دل میں کسی کی بابت انتہائی برائی کے منصوبے تیار کرتے رہیں۔ ظاہر ہونے پر چکنی چپڑی باتیں بنا کر مخالف کو منا لیں لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے انہیں کیسا الو بنا رکھا ہے۔ ان کے دل کے بھید کوئی نہیں جانتا۔ ایک فقط اللہ چھپی باتوں سے واقف ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ اللہ کو نہیں مانتے۔ اس لیے کہ یہ بے خوف ہیں کہ ان کے دل کے بھید کوئی نہیں جانتا۔ ایک فقط اللہ چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے جب اس کا انکار کر بیٹھے۔ پھر اب کس کا ڈر۔ بیٹھ پیچھے ہر ایک کی برائی ان کا شیوہ ہو ہی چاہیے۔ چنانچہ جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ عقل ماری گئی ہے۔ نام نمود پر مرتے ہیں اور جو اپنی بساط کے موافق پیسہ دے اسے کہتے ہیں۔ کہ لہو لگا کے شہیدوں میں نام کرتا ہے کہ ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں۔

یہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ وہ ان کے بھید جانتا ہے اور انجام کار وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ یہ اپنے ظاہری حال سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ اپنی جڑ آپ کاٹ رہے ہیں۔

Marfat.com

مغفرت کے لیے ایمان شرط ہے

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
مغفرت طلب ان کے لیے یا نہ مغفرت طلب ان کے لیے
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
اگر تو مغفرت مانگے ان کے لیے ستر
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
تو بھی ہرگز نہ بخشے گا اللہ ان کو یہ اس لیے کہ وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
کافر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾
نہیں راہ دکھاتا ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ
تو ان کے لیے بخشش مانگ یا نہ مانگ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش مانگے
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا یہ اس واسطے کہ وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
اللہ سے اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾
نافرمان لوگوں کو رستہ نہیں دکھاتا

منافقوں نے مدینہ کے اندر مسلمانوں کو بہت تنگ کر رکھا تھا۔ بدنصیب لوگ اسلام کے خلاف لوگوں کو اکساتے پھرتے۔ لیکن جب باز پرس ہوتی تو صاف مکر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے بعید تھا کہ وہ کسی کو بغیر ثبوت صرف شبہ پر سزا دیں۔ آخر جب ان کی چالبازیاں حد سے گذر گئیں تو قرآن حکیم کی آیتوں میں ان کی بدکرداریوں سے آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ اس سے پہلی آیتوں میں مسلسل انہی کی چالبازیوں کا بیان چلا آرہا ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارتاً ان کے ساتھ میل جول کم کرنے کو کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ان کی خراب عادتیں حد سے گذر چکی ہیں۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا بے سود ہے۔ یہ راندۂ درگاہ ہو چکے ہیں اگر تو ان کے لیے ستر بار بھی مغفرت طلب کرے تو بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ یہ آپ کے سامنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا ہے۔ ان کے دل میں ذرا بھی ایمان نہیں، نہ یہ اللہ کو مانتے ہیں، نہ رسول کو کچھ گردانتے ہیں۔ اللہ کی بے دھڑک نافرمانیاں کرتے ہیں۔ اور آنکھ سے اوجھل ہوتے ہی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا برملا انکار کرتے ہیں۔ جب ان کا دل اللہ اور رسول کو مانتا ہی نہیں تو انہیں ان کی شان میں گستاخیاں کرنے سے روکنے والی کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ اللہ ان لوگوں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا، جو بے دھڑک اس کی حکم عدولی کرتے ہیں

مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت سے آپ سمجھ گئے۔ کہ منافقوں سے میل جول کم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر بھی جب مدینہ میں اس آیت کے نزول کے بعد عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی، نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اس آیت کی طرف دلائی تو آپ نے فرمایا بخشنا نہ بخشنا اللہ کا کام ہے۔ مجھے صاف طور پر منع نہیں کیا گیا اس لیے مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں اس کے بعد ایک اور آیت اتری جس میں آپ کو صاف طور پر منع کر دیا۔ پھر آپ نے کبھی بھی منافقوں کے لیے دعائے مغفرت نہ کی۔

Marfat.com

منافق کی پرکھ جہاد ہے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
خوش ہوئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے خلاف
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
رسول اللہ کے اور ناپسند کی یہ بات کہ جہاد کریں
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
پیچھے رہنے والے اپنے گھروں اللہ سے جدا ہو کر بیٹھ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
رہنے سے خوش ہو گئے اور ان سے گھبرائے کہ اپنے
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ
اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں

اجتماعی ترقی میں جس قدر کھنڈت منافق لوگ ڈالتے ہیں کوئی نہیں ڈالتا۔ یہ لوگ ظاہر میں تو جماعت کے ساتھ رہتے ہیں۔ بلکہ ان میں مل ملانے میں اور دل سے کچھ آگے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے دل جماعتی کارروائیوں سے متنفر رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب اجتماعی کام کا کوئی اہم موقعہ آتا ہے اس وقت وہ جماعت کی مدد سے ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر پہلو بچانا چاہتے ہیں اور ایسے بہانے کرتے ہیں جنہیں ایک مخلص آدمی کوئی اہمیت نہیں دے سکتا۔ وہ عام قومی بہبودی کے کاموں میں نہ مالی مدد دینا چاہتے ہیں اور نہ کوئی جسمانی تکلیف برداشت کرنا چاہتے ہیں۔ گو وہ جماعت کی مدد ہر طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں۔ لیکن اسی کے بیرونی دشمنوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور اکثر ان کو ترغیب دیتے ہیں کہ ہمارے ملک پر چڑھائی کرو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اپنی جماعت کو کھلم کھلا چھوڑ کر تمہارے ساتھ مل جائیں گے۔ ایسے لوگوں سے آج کل بھی تقریباً ہر ملک کو سابقہ پڑتا ہے۔ اور شروع اسلام میں تو مسلمانوں کو ان کی وجہ سے بہت سی زحمتیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں۔ وہ تو یوں کہو کہ قومی اور اجتماعی بلا بھاری تھا جس کی وجہ سے انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔ ورنہ انہوں نے مسلمانوں کے برباد کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت انہوں نے کیا کیا۔

ارشاد ہے کہ ان کا دل تو مسلمانوں کے ساتھ کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ اس موقعہ پر جان اور مال دونوں سے کر قومی مدد کے لیے آگے بڑھنے کا مطالبہ ہوا تو ان کے پران چھوٹے گئے اور بہانے گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر پر ٹھہرنے کی اجازت مانگنے آ کھڑے ہوئے۔ آپ نے انہیں بجا قرار دے کر اجازت دے دی تو ان کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا اور لوگوں سے کہنا شروع کیا۔ کہ بھلا ایسی شدت کی گرمی میں جنگوں میں سفر کرنا کس نے بنایا ہے۔

ذرا غور فرمائیے ساری قوم اپنی عزت اور نام بچانے کے لیے متحدہ طور پر کوشش کر رہی ہے اور ان کو گرمی سردی کی پڑ رہی ہے یہی لوگ خود غرض ہوتے ہیں جو اپنے خارجی آرام و راحت کی خاطر قوم کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں:

Marfat.com

ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ
تو کہہ دوزخ کی آگ بہت سخت گرمی ہے اگر
كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
ان کو سمجھ ہوتی سو وہ ہنسیں تھوڑا
وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
اور روئیں بہت بدلہ اس کا جو وہ
يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾
کماتے تھے

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ
تو کہہ دوزخ کی آگ بہت سخت گرمی ہے اگر
كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
ہوتے وہ سمجھ رکھتے پس ہنسیں وہ تھوڑا
وَلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
اور روئیں بہت بدلہ اس کا جو تھے وہ
يَكْسِبُوْنَ ۝
کماتے کرتے

ملک کے اندر کے دغا بازوں یعنی منافقوں کا دبانا سب سے زیادہ مشکل کام ہے خاص کر اس وقت جب کہ انہیں ملک کے بیرونی دشمن کا سہارا ہو ان دغا بازوں کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ ملک کے اصلی خیر خواہ وہی ہیں اور ملک جبھی پنپ سکتا ہے۔ جب ان کا اقتدار قائم ہو جائے۔ مدینے کے منافق اسی قماش کے لوگ تھے۔ وہ مسلمانوں کے بیرونی دشمنوں سے ساز باز کر کے مسلمانوں کو مٹانا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہ ان کے ہم قوم اور وطنی بھائی تھے۔ لیکن مسلمانوں کو تائید غیبی حاصل تھی۔ اور ملکی بیرونی دشمنوں کو کچلنا تھا۔ غزوہ تبوک اس بات کی تمہید تھی۔ کہ غیر ملکی بیرونی دشمنوں سے بچاؤ کی صورت پیدا کی جائے۔ یہ بھلا منافقوں کو کیسے پسند آ سکتا تھا ان کی تو اس کے برخلاف یہ تمنا تھی کہ شام والے ہمارے ملک پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو مٹا میٹ کر دیں اور پھر ہماری بن آئے اور ہم ان کے بل پر مزے سے دندناتے پھریں۔ اسلام نے اس وقت ان منافقوں کا ایسا علاج پیش کیا جس کو آج کل ساری دنیا مان رہی ہے۔ بلکہ اس پر عمل کر رہی ہے۔ وہ علاج یہ تھا کہ منافقوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور مخلصوں اور خیر خواہوں کو ایک مرکز پر متحد کر کے جمع کر لیا جائے۔ منافق آگے چل کر خود بخود بیٹھ رہیں گے۔

ارشاد ہے کہ یہ گرمی کی وجہ سے جنگ کے لیے نکلنا نہیں چاہتے اچھا انہیں چھوڑ دو اور مخلص لوگوں سے کہو کہ مالی اور جانی قربانی کا یہی وقت ہے۔ تم منافقوں سے کہو کہ اچھا تم اس موسمی گرمی سے بچ لو اور سایوں میں آرام کر لو۔ اپنا مال بھی اپنے پاس رکھو ہمیں نہ تمہارے مال کی ضرورت ہے نہ تمہاری جانوں کی لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ آرام عارضی ہے آگے چل کر تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آج تمہارے لب پر جو ہنسی ہے یہ تھوڑی دیر کی ہے۔ اس کے بدلے آگے چل کر تمہارے لیے سوا رونے کے کچھ نہیں۔ رہی گرمی سو اے عقل کے دشمنو! دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے کہیں زیادہ سخت ہے یہ گرمی تو عارضی ہے ختم ہو جائے گی لیکن وہ دائمی ہے اور کبھی نہ چھوڑے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلص کام کرنے والوں کو اپنی طاقت بڑھانے کی تدبیریں کرنی چاہئیں۔ مخالفوں سے الجھ کر سوا تضیع اوقات کے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر مخلص لوگ متحد ہو گئے تو منافق خود بخود بیٹھ جائیں گے ؛

Marfat.com

منافقوں سے قطع تعلق

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ
پس اگر پھر لے جائے تجھ کو اللہ طرف کسی گروہ کے
مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ
ان میں سے پھر وہ اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو کہہ دے
لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا
ہرگز نہ نکلو گے تم میرے ساتھ کبھی اور ہرگز نہ لڑو گے
مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ
میرے ساتھ کسی دشمن سے بے شک تم کو پسند آیا
بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا
بیٹھ رہنا پہلی بار پس بیٹھے رہو
مَعَ الْخَالِفِيْنَ ﴿۸۳﴾
پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ
سو اگر اللہ تجھ کو ان میں سے کسی فرقہ کی طرف پھیر
مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ
لے جاوے پھر تجھ سے نکلنے کی اجازت چاہیں تو کہہ دینا
لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا
تم ہرگز نہ نکلو گے کبھی میرے ساتھ اور نہ کسی دشمن
مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ
سے لڑو گے میرے ساتھ تم کو پسند
بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا
بار بیٹھنا پسند آیا سو بیٹھے رہو
مَعَ الْخَالِفِيْنَ ﴿۸۳﴾
پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ

جب قوم کی بہبودی کے لیے کوئی بڑا کام کرنا پڑے۔ تو عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہمیں میں سے اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اب اگر ہمیں سچ مچ کام کرنا ہی ہے۔ تو صحیح طریقہ یہ ہوگا۔ کہ مخالفوں سے بالکل نہ الجھیں۔ بلکہ اپنے ہم خیالوں اور ہمدردوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی مجموعی طاقت بڑھائیں۔ مخالفوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ اور جو وہ کریں کرنے دیں۔ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر وہ پہلے مرحلہ میں تمہاری مخالفت کر کے آگے چل کر اپنی کسی وقتی غرض کے ماتحت آپ سے گھلنا ملنا چاہیں۔ تو اس وقت ان پر بھروسہ کرنے اور ان سے مل کر کام کرنے میں پوری پوری احتیاط برتنی چاہیئے۔ اگر تمہارے ساتھی مضبوط ہیں تو یہ برتاؤ ان کی جڑ بنیاد ہلا دینے کے لیے کافی ہے۔ ارشاد ہے کہ اپنی طرف سے تو ان سے نہ کچھ کہو نہ سنو۔ بلکہ ہمہ تن اپنی جماعت کو متحد اور مضبوط کرنے میں لگ جاؤ۔ لیکن اے رسول اگر کبھی اتفاق سے ان کی طرف تیرا گذر ہو اور مسلمانوں کی کوشش بار آور ہوتی دیکھ کر ان میں سے کچھ زیادہ سمجھ دار لوگ آگے بڑھیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کے لیے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو ان سے کہہ دو کہ یہاں جب شامل ہونے کا موقعہ اور اس کی ضرورت تھی۔ اس وقت تو تم پیچھے ہٹنے والوں کے ساتھ مل کر بیٹھ رہے اور اب جب تمہاری ضرورت بالکل نہیں ہے تو تم کیوں خواہ مخواہ کی تکلیف اٹھا کر ہمارے سروں پر احسان کر رہے ہو۔ ہمارا کام تمہارے بغیر ہی ہو جائے گا۔ دغا باز لوگوں سے ایسی ہی احتیاط برتنی مناسب ہے کہ ان سے تو نہ الجھ جاتے مگر اپنے کام سے کام رکھا جائے۔

Marfat.com

فاسقوں کا علاج

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اور نہ نماز پڑھو کبھی پر ان میں سے جو مر گیا ہو
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر بے شک وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
کافر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مر گئے
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (۸۴)
اس حال میں کہ وہ نافرمان تھے

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اور ان میں کسی پر جو مر جائے کبھی نماز نہ پڑھ
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو وہ اللہ سے
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (۸۴)
نافرمان مر گئے

ارشاد ہے کہ ان فسادی شریر منافقوں سے میل جول واجبی ہی رکھو تاکہ انہیں صاف طور پر معلوم ہو جائے کہ ان کا روّیہ جماعت کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہے۔ اور وہ اپنی غلطی محسوس کر کے اپنا طریقہ درست کریں۔ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اے رسول اس کے جنازے کی نماز مت پڑھا اور مرنے کے بعد اس کی قبر پر مت کھڑا ہو۔ کہ اس نے بھی ان کے ساتھ کچھ لگاؤ ظاہر کیا ہے۔ مسلمانوں کو بحیثیت جماعت ان سے بے رخی برتنی چاہیئے۔ اس لیے ان کا امیر ایسے شخص کی نماز نہ پڑھائے جس کی بابت معلوم ہو کہ شرعی قانون کی پروا نہ کرتا تھا۔ اس کے رشتہ دار نماز جنازہ پڑھا کر اسے دفن کر سکتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بے باکی کے ساتھ کھلم کھلا اللہ اور رسول کا انکار کرتے رہے اور نافرمانی کرتے کرتے ہی مر گئے۔ توبہ نصیب نہ ہوئی۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جماعت کو واسطہ نہ رکھنا چاہیئے پہلے گذر چکا ہے کہ عبداللہ بن ابی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام انسانی ہمدردی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائی۔ اور کفن کے لیے اپنی قمیص مبارک بھی عنایت فرمائی۔ دفن کے وقت دعائے مغفرت بھی کی۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس کے بعد آپ نے کسی منافق کے جنازے اور کفن میں شرکت نہیں فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے نام بتا دیئے تھے۔ اس لیے حضرت عمرؓ کسی کے جنازے میں شریک ہوتے وقت یہ دیکھ لیا کرتے کہ حضرت حذیفہؓ اس میں شریک ہیں یا نہیں اگر وہ نہ ہوتے تو آپ بھی شریک نہ ہوتے۔ آج کل یہ مسئلہ پیچیدہ ہو گیا ہے کہ بدمعاشوں اور غنڈوں کو کیوں کر سیدھا کیا جائے۔ اس کے لیے قانون بنانے اور ان کی طرف سے ہوشیار رہنے کی عام ہدایات سے کچھ نہیں ہوتا۔ علاج یہی ہے۔ کہ جو ان آیات سے سمجھ میں آتا ہے۔ یعنی قانون پر چلنے والے عوام ان سے معاشری تعلق قطع کر لیں۔ تاکہ وہ بائیکاٹ سے عاجز آ کر اپنے آپ کو درست کرنے پر مجبور ہو جائیں یا لڑ کر فنا ہوں۔ برادری سے خارج کر دینے سے زیادہ مؤثر ان کا کوئی علاج نہیں۔ آجکل شریر لوگوں سے ہر قسم کا میل جول جاری رکھا جاتا ہے۔ اس لیے ان کی تعداد بڑھ رہی ہے:

Marfat.com

اُن کی خوشحالی جنجال ہے

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ۭ
اور نہ تعجب میں ڈالے تجھ کو ان کا مال اور ان کی اولاد
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا
بات یہی ہے کہ چاہتا ہے اللہ یہ کہ عذاب میں پھنسائے ان کو
فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
دنیا میں اور نکلے جان ان کی
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۸۵)
اس حال میں کہ وہ کافر ہوں

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ۭ
اور نہ تعجب میں ڈالے تجھ کو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا
اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں ان چیزوں کے
فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
باعث عذاب میں رکھے اور ان کی جان ایسی حالت میں
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۸۵)
نکلے کہ وہ کافر ہی رہیں

آج کل فریبیوں اور دغا بازوں کی ہر جگہ زیادہ تر اس وجہ سے چل رہی ہے۔ کہ وہ ان دولت کے سب نشانات کوٹھی اور کار اور نوکر چاکر اور بڑے احباب اور اولاد بھی ان کی کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی سی نہ کہیں گے تو کہاں رہیں گے۔ ان کا اثر ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ حکام انتظامی سلطنت پولیس وغیرہ سب ان کی مٹھی میں ہیں اور لوگوں کو دیتے دلاتے بھی رہتے ہیں۔ اپنے طرف داروں کی آؤ بھگت بھی خوب کرتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا میں بہشت کی سی زندگی بسر کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ان کا طریقہ ہی کچھ اچھا ہوگا۔ جو یہ اس قدر خوشحال نظر آتے ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ ان کی یہ دولت اور خوشحالی نرے دکھاوے کی ہے۔ اصل میں ان کا مال ان کی اولاد اور ان کے زیر اثر لوگ ان کے لیے وبال جان ہیں۔ ان کے دوست احباب ان کے لیے چین کرنوں کا حکم رکھتے ہیں۔ اور جب ان کا داؤ چلتا ہے۔ ان کی بوٹیاں تک نوچ کھاتے ہیں۔ ہزار طرح کی دھمکیاں دے کر ان سے روپیہ اینٹھتے ہیں۔ ان کے اندرونی بھید معلوم کرتے اور ان کے واقف کار ہو کر راز فاش کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں سے بنتے ہیں۔ اور وہ اپنا بھرم بنائے رکھنے کی خاطر ان کو ہر طرح راضی رکھنے پر مجبور ہیں۔ ادھر چور اچکے ڈاکو الگ ان کی تاک میں ہر وقت لگے رہتے ہیں غرض ان کی نجی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو سوا پریشانی اضطراب اور بے چینی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اپنی اور اپنے مال کی حفاظت کا فکر ان کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے ان کو اتنی فرصت کہاں کہ دنیا کے جھگڑوں سے ذرا سر بلند کر کے آئندہ زندگی کے لیے بھی کچھ کریں۔ اسی غفلت اور تو تو میں میں کے اندر ان کی جان نکل جاتی ہے۔ اور کافروں میں ان کا نام مرتے وقت درج ہو جاتا ہے۔ ایسی زندگی کسی کے لیے قابل رشک نہ ہونی چاہیے۔

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سبق ہے۔ جو مال دار لوگوں سے مرعوب ہو کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں:

Marfat.com

ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا
اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
اللہ پر اور لڑائی کرو اس کے رسول کے ساتھ مل کر
اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ
تو اجازت چاہتے ہیں مقدور والے ان کے
وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ
اور کہتے ہیں چھوڑ دے ہم کو کہ ہو جائیں ہم بیٹھنے
الْقٰعِدِيْنَ (۸۶)
والوں کے ساتھ

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر
بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو
اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ
تو تجھ سے ان کے مقدور والے رخصت مانگتے ہیں
وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ
اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دے کہ بیٹھنے والوں کے
الْقٰعِدِيْنَ (۸۶)
ساتھ رہ جائیں

مدینہ کے منافقوں کے عام رویّہ کا بیان ہے۔ ان لوگوں سے اس زمانے میں قرآن کی زیر ہدایت جو مسلمانوں نے برتاؤ اختیار کیا۔ اس سے ان کی دال نہ گلنے پائی۔ ورنہ وہ اپنے ہی جھگڑوں میں پھنسا کر مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیتے۔ قرآن حکیم کی آیتوں نے مسلمانوں کو بتایا۔ کہ تم خلوص کے ساتھ اپنی طاقت اور جماعت بڑھاؤ۔ منافقوں کی خوشحالی اور ظاہری بناؤ سے دھوکا نہ کھاؤ۔ ہمیشہ ان کو کمزور اور نہتّا بنا کر رکھنے کی تدبیر میں مصروف رہو۔ ورنہ ان کے چال چلن سے ظاہر ہے کہ یہ تم کو اگر ان کا بس چلا پنپنے نہ دیں گے۔ اس کے بعد اس آیت میں ان کے عام رویہ کی طرف پھر خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ یہ لوگ بظاہر تم سے کیسے گھلے ملے رہتے ہیں۔ لیکن جب کام کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ تو کیسے کیسے بہانے تراش کر نکل بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کسی سورت میں حکم نازل ہوتا ہے۔ کہ اللہ کے اوپر خلوص کے ساتھ ایمان لاؤ اور جب رسول اپنے بچاؤ کے لیے دشمنوں سے لڑنے کے لیے نکلے تو تم ہر طرح اس کا ساتھ دو اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جان اور مال کی بازی لگا دو تو اس وقت تم دیکھتے ہو کہ ان لوگوں میں سے صاحب استطاعت، ہٹے کٹے، کھاتے پیتے مال دار لوگ بسورتے ہوئے آتے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کا سا منہ بنا کر کہتے ہیں۔ کہ کیا کریں صورت کچھ ایسی آ پڑی ہے کہ ہم اس وقت آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔ ہم دل و جان سے چاہتے ہیں کہ شریک ہوں لیکن حالات اجازت نہیں دیتے۔ اس لیے ہمیں رخصت عطا فرمایئے۔ کہ انہیں لوگوں میں بادل ناخواستہ رہنے کے لیے ہمیں بھی چھوڑ دیا جائے۔ جو باہر نہیں نکل سکتے جیسے بچّے، عورتیں، بوڑھے اور اپاہج۔ حالانکہ یہ سب جھوٹے بہانے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اللہ پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ نہیں گردانتے۔

Marfat.com

تندرست ہو کر اپاہج بنتے ہو

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ
راضی ہوئے اس پر کہ رہ جاویں پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ
وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ
اور مہر کر دی گئی ان کے دلوں پر پس وہ
لَا يَفْقَهُوْنَ (۸۷)
سمجھتے نہیں

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ
خوش ہوئے کہ پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ رہ جائیں
وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ
اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی وہ
لَا يَفْقَهُوْنَ (۸۷)
نہیں سمجھتے

جب آدمی کی سمجھ اس کی بے جا خواہشوں کے تابع ہو جاتی ہے۔ تو وہ اصل بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ عقل کی روشنی اس کے اندر پہنچ ہی نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے اسلام میں بڑے زور سے ہدایت کی گئی ہے۔ کہ دیکھو خراب خواہشوں سے دل کو پاک رکھو ان کا اثر دل پر نہ جمنے پائے۔ ورنہ کوئی سیدھی بات اس کے اندر جانے نہ پائے گی۔

آرام طلبی، نکمے پن، بدمعاشی وغیرہ کو صحیح اور درست دل و دماغ کبھی اچھا نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر دل پر کمینی باتوں اور خراب عادتوں کا اثر جم چکا ہے۔ تو وہ اپنی ہی دھن میں رہتا ہے۔ اور اپنی ہی سی کرنی چاہتا ہے۔ مدینے کے منافقوں کو دیکھیے۔ اسلام کی دشمنی اور جاہلانہ رسم و رواج کی محبت ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے۔ اس لیے انہیں بہت سی بری اور کمینہ خصلتوں سے بھی کوئی عار نہیں آتی۔

ارشاد ہے کہ دل کے بگڑ جانے اور عقل کے بے کار ہو جانے کی مثال اگر دیکھنی ہے۔ تو ان منافقوں کا حال دیکھو۔ کمزوروں، عورتوں، اور بچوں کے زمرے میں شامل ہونے سے انہیں کوئی شرم نہیں آتی۔ بلکہ وہ پیچھے رہنے سے بہت خوش ہیں۔ کیوں کہ انہیں بزدل اور نامرد بننا منظور ہے۔ اور مسلمانوں کا آگے بڑھنا ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ مسلمانوں کی یہ عداوت ان کے دل میں ایسی جم گئی ہے۔ کہ اب کوئی اچھی عقل کی بات اس میں جا ہی نہیں سکتی۔ سمجھ دار سمجھتے ہیں۔ کہ ان کی عقل ماری گئی ہے۔ لیکن ان کے گمان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ بالکل ایسی بات ہے۔ کہ ان کے دل میں اسلام کی دشمنی بھر کر اوپر سے اس پر مہر لگا دی گئی ہے۔ اب نہ وہ دشمنی نکل سکتی ہے۔ اور نہ کوئی سمجھ کی بات ان کے دل کے اندر جا سکتی ہے۔ اس آیت سے اشارتاً یہ بات بھی سمجھی جاتی ہے کہ دل کے اندر کسی خراب بات کے بیٹھ جانے سے آدمی عقل کی باتیں سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس لیے بری صحبتوں اور خراب اثروں سے دل کو بچانا چاہیے ورنہ اس کی تباہی میں کوئی شک نہیں۔

Marfat.com

مومنوں کی شان

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
لیکن رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے ساتھ
جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
لڑے وہ اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ز وَ
اور ان ہی کے لیے خوبیاں ہیں اور
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾
وہی کیلے کامیاب ہیں

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
لیکن رسول اور اس کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے
جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
وہ اپنے مال اور جان سے لڑے ہیں
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ز وَ
اور انہی کے لیے خوبیاں ہیں اور
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾
وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

منافقوں کی بابت پچھلی آیت میں کہا گیا۔ کہ یہ لوگ اسلام کو اور مسلمانوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ نہ ان کے آگے بڑھنے کی کوشش کو کوشش قرار دیتے ہیں۔ اور نہ ان کی قربانیوں کو کامیابیوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں۔ ان میں سے مالدار اور با اثر لوگ رسمی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں بنا کر جنگ میں شامل نہ ہونے کی رخصت طلب کرتے ہیں۔ معذور لوگوں میں مل کر گھروں میں بیٹھ رہنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ واقعی کسی طرح معذور ہیں۔ بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ ان کی سمجھ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور دل مضبوطی کے ساتھ بند ہیں کہ ان میں کوئی معقول بات سما ہی نہیں سکتی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کاموں کو کھیل سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اور بے پروائی سے کہتے ہیں۔ کہ ابھی انہیں کسی واقعی جنگجو قوم سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ اور اب شام اور روم سے ٹکر لینے چلے ہیں۔ امید ہے کہ اسی مرحلہ میں پتاشے کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ ورنہ انجام کار تو وہ ان کو دبا ہی لیں گے۔ اور اس میں کچھ دیر نہیں لگے گی۔ کیونکہ وہ لوگ دنیا بھر کو فتح کیے بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ان کی کیا چل سکتی ہے۔ اور اگر بالفرض چلی بھی تو کے دن۔ ان کے برخلاف اس آیت میں اسلام کے طرف داروں کی حالت بیان کی گئی ہے۔ جو دین کی خدمت کرنے میں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ارشاد ہے کہ منافقوں کا حال تو تم نے سنا۔ اب سچے ایمان والوں کا حال سنو۔ یہ رسول کے ماننے والے اور اس کے ساتھ اسلام کی ترقی کی ہر کوشش میں دل و جان سے حصہ لینے والے ہیں۔ ان کی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے۔ کہ کہ جب موقعہ ہاتھ آتا ہے اپنی جان اور مال لے کر حاضر ہو جاتے ہیں اور جو حکم ہوتا ہے۔ بلا پس و پیش بجا لاتے ہیں۔ ان اطاعت گذاروں اور فرمانبرداروں کا انجام کیا ہوگا۔ اس کا فیصلہ کرنے والے یہ منافق لوگ کون ہوتے ہیں اس کا فیصلہ ہم سے سنو۔ دو جہان کی کامیابی اور بہترین زندگی انہی کے لیے ہے۔ اور یہ ہر جگہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوں گے اور ان کا اچھا پھل پاویں گے۔

دنیا کی کامیابی تو ابھی ظاہر ہو جاوے گی۔ اور آخرت میں جو ان کو اجر ملے گا۔ اس کا بیان آگے کی آیت میں آتا ہے:

Marfat.com

آخرت کا بدلہ

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے لیے باغ کہ جاری ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا
ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۸۹)
یہی ہے کامیابی بڑی

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
اللہ نے ان کے واسطے باغ تیار کر رکھے ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں رہا کریں گے
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۸۹)
یہی ہے بڑی کامیابی

غزوۂ تبوک کی تیاری کا جس حالت اور جس زمانے میں حکم ہوا ہے۔ اس کا کچھ حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مسلمان تھکے ماندے لڑائی سے اسی وقت واپس آئے تھے۔ فوراً انہیں دوسری جنگ کے لیے پھر تیار ہو جانے کا حکم ہوا۔ گرمی بلا کی تھی۔ آدمی کا دل خواہ مخواہ سایہ کی جگہوں میں آرام سے پڑے رہنے کو چاہتا تھا۔ خاص کر تھکے ماندے لوگ جو ابھی ابھی دھوپ میں سفر کر کے آئے ہوں۔ کسی طرح آرام سے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے لیکن اس موقعہ پر مسلمانوں نے جو مستعدی دکھائی۔ خلوص اور اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ حکم ملتے ہی تمام مسلمان تعمیل حکم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور سوائے تین آدمیوں کے کوئی صاحب مقدور اس غزوہ میں شامل ہونے سے نہ بچا۔ اپنی جان لے کر اس کو اسلام پر قربان کرنے کے لیے سب حاضر ہو گئے۔ جو مال دار تھے انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مال لا کر حاضر کر دیا۔ بلکہ بعض لوگوں نے تو حیثیت سے زیادہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا اثاثہ لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے آدھا مال دے دیا۔ حضرت عثمانؓ نے دل کھول کر مدد کی۔ اور یہ سب کسی دنیاوی لالچ کے لیے نہیں۔ بلکہ سچے دل سے اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پھر ان کو جو کامیابی نصیب ہوئی یقیناً وہ اس کے مستحق تھے۔

پچھلی آیت میں ان کے لیے دونوں جہان کی عام کامیابی کا حکم سنایا گیا۔ جو دنیا میں من وعن یوں پورا ہوا کہ غزوہ تبوک سے بامراد واپس ہوئے اور اطراف عالم میں ان کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور سب ان کے نام سے کانپنے لگے۔ اس آیت میں اس آرام و آسائش کا ذکر ہے جو ان کے لیے آخرت میں تیار ہے۔ انہوں نے اس غزوے میں شامل ہونے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر سایہ دار درخت، ٹھنڈا پانی، گھر کا آرام سب کچھ چھوڑا۔ ان کے لیے آخرت میں سرسبز لہلہاتے میووں سے لدے ہوئے باغ تیار ہیں۔ وہاں سے انہیں کوئی نکالنے والا نہیں۔ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ بسر کریں گے۔ ٹھنڈے پانی کی نہریں ان کے سامنے بہتی ہوں گی۔ اور ان سب نعمتوں سے جی بھر کر لطف اندوز ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہو گی۔ دنیا کے چند روزہ عارضی آرام کو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چھوڑ کر اور ان کی فرمانبرداری میں یہاں کی دھوپ گرمی اور پیاس سہہ کر آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے آرام کا تمام سامان حاصل کر لینا واقعی خوش قسمتی کی انتہا ہے۔ اور آج بھی جو خوش نصیب یہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہی قربانی کا راستہ کھلا ہے:

Marfat.com

دیہاتیوں کا حال

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

اور آئے بہانے باز دیہاتیوں میں سے

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ

تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے عنقریب پہنچے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

ان کو جو ہوئے ان میں سے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

دردناک

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

اور بہانہ کرنے والے گنوار آئے

لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ

تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ

اللہ سے اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

اور اب ان کو جو ان میں سے کافر ہیں۔ عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

دردناک پہنچے گا

پچھلی آیتوں میں ان منافقوں کا ذکر ہوا جو شہر مدینہ میں آباد تھے۔ یہ لوگ غزوۂ تبوک کی تیاری کو کچھ اہمیت نہ دے کر اپنے اپنے بہانے لے کر حاضر ہوئے اور گھر بیٹھ رہنے کی رخصت طلب کی۔ اس آیت میں دیہاتیوں کا ذکر ہے۔ انہوں نے جب سنا کہ مسلمانوں کو شام کی طرف لڑائی کے ارادے سے کوچ کرنے کا حکم مل چکا ہے۔ اور لوگ اس کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو ان میں سے بعض نے ظاہری تعلقات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس موقعہ پر ہماری شرکت مشکل ہو گی۔ علاوہ فصل کی تیاری اور موسمی گرمی کے ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ آس پاس کے دشمن ہماری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہمارے گھر بار و مال سب لوٹ لیں گے۔ اس لیے ہمیں اجازت مل جائے کہ ہم گھر ہی پر ٹھہریں۔ یہ لوگ مُعَذِّرُوْنَ میں شامل ہیں۔ کچھ ایسے تھے کہ انہوں نے جنگ کی تیاری نہ کی۔ خبر اس کان سے سنی اور اس کان سے نکال دی۔ اور گھر سے ملے ہی نہیں۔ یہ لوگ قَاعِدُوْنَ کہلائے۔ اس آیت میں ان دونوں کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ دیہات والوں میں سے کچھ تو ظاہری بھرم بنائے رکھنے کے لیے گھر پر ٹھہرنے کی اجازت حاصل کرنے مدینہ آئے اور کچھ یوں ہی بیٹھ رہے۔ اور ظاہرداری کی بھی پروا نہ کی۔ یہ دونوں قسم کے لوگ قابل الزام ہیں۔ اب اگر انہیں آگے چل کر توبہ نصیب نہ ہوئی بلکہ کافر ہی جیے اور کافر ہی مرے تو ان کے لیے آخرت میں بہت دردناک پہنچانے والا عذاب تیار ہے ہاں جن لوگوں کے عذر معقول ہیں وہ اجازت کے مستحق ہیں۔ باقی جھوٹے بہانے باز دنیا میں بھی پچھتائیں گے اور آخرت میں بھی عذاب کے مستحق ہوں گے بشرطیکہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

مفسرین نے ان دیہاتیوں کے نام لکھے ہیں لیکن ان کے ناموں کا جاننا نہ جاننا برابر ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں کا انجام معلوم ہو جائے تاکہ ہر ایک اپنی جگہ پر ڈرے۔ اور اچھی طرح سمجھ لے کہ اللہ اور رسول کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ وہاں تو خلوص اور سچے ایمان کی پوچھ ہے۔ باتیں بنانے والے کسی گنتی میں نہیں۔ ان کی بری نیتوں کا انہیں بدلہ مل کر رہے گا۔ اگر موقعہ ہوا تو دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور بالضرور۔ اور ان کی یہ سزا مسلمانوں کے لیے موجب عبرت ہے کہ وہ بھی اللہ کی اطاعت سے یونہی بہانے بنا کر تو منہ نہیں موڑ رہے ؛

Marfat.com

قابل قبول عذر

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

اور نہ ان پر کہ نہیں پاتے جو وہ خرچ کریں

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

کوئی گناہ جبکہ خیرخواہ ہوں اللہ کے اور اس کے رسول کے

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ

نہیں نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ الزام کی اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

بخشنے والا مہربان ہے

پچھلی آیت میں جھوٹے عذر کرنے والوں اور جھوٹ موٹ کے بہانے گھڑنے والوں کا ذکر ہوا۔ اس آیت میں ان لوگوں کو گنوایا ہے۔ جن کے عذر قابل قبول ہیں۔ وہ عذر یہ ہیں۔ کمزوری۔ بیماری۔ تنگ دستی۔ ان کے علاوہ ایک اور عذر بھی قابل سماعت ہے جس کا ذکر آگے کی آیت میں آئے گا۔

ارشاد ہے کہ عورتیں، بچے، بوڑھے کمزوری کی وجہ سے معذور ہیں۔ یہ اگر لڑائی میں شامل نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو بیماری کی وجہ سے مشقت بدنی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں وہ بھی غیر حاضر ہیں۔ مفلس لوگ بھی معذور رکھے جا سکتے ہیں۔ کیوں کہ سفر کے واسطے زاد راہ اور لڑائی کے واسطے ہتھیار اور بچاؤ کے سامان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر شامل ہونا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ اگر جنگ میں شامل نہ ہوں تو ان کا عذر قبول کیا جا سکتا ہے یہ واقعی معذور ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ رہیں اور خلقی مدد سے انہیں تقویت پہنچائیں۔ تندرست مالدار لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ ایسی کوئی بات اپنے قول و فعل سے ظاہر نہ ہونے دیں جس سے دوسروں کی ہمت ٹوٹے۔ اپنی ہر بات سے نیکی اور خلوص کا ثبوت دیں۔ اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی اس مرحلے میں ہر طرح مدد جو ان کے بس کی ہے کریں۔

ایسے لوگ جو ہر قدم پر اپنے نیک ہونے کا ثبوت دیں۔ ہر الزام سے بری ہیں۔ یہ سب محسنین کے زمرے میں داخل ہیں اور محسن پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی چھوٹی موٹی خطائیں جو بہ تقاضائے بشریت سرزد ہوں اللہ معاف کرے گا۔ وہ غفور و رحیم ہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

نہیں ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

کچھ گناہ جبکہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دل سے صاف ہوں

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ

نیکی کرنے والوں پر الزام کی کوئی راہ نہیں اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

بخشنے والا مہربان ہے

Marfat.com

سواری نہ ہونا عذر ہے

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ
اور نہ ان لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آئے کہ تو
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ
ان کو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں
عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ
جس پر تمہیں سوار کروں تو الٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے
مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا
آنسو بہتے تھے اس غم میں کہ نہیں پاتے
مَا يُنْفِقُوْنَ (۹۲)
وہ چیز کہ خرچ کریں

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ
اور نہ ان پر جو جب تیرے پاس آئے
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ
تو سواری دے تو ان کو تو نے کہا نہیں پاتا میں وہ چیز کہ تمہیں سوار کروں
عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ
جس پر تمہیں سوار کروں تو الٹے پھرے اور ان کی آنکھیں بہ رہی ہیں
مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا
آنسوؤں سے اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ
مَا يُنْفِقُوْنَ (۹۲)
کہ خرچ کریں

واقعی ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ کبھی کسی ایسی تحریک سے جان نہیں چُرا سکتا۔ جو جمہور نے اپنی حفاظت اور ترقی کے لیے ضروری قرار دی ہو۔ وہ اس میں جان و مال سے شریک ہونے کی ضرور کوشش کرے گا۔ اس کا دل کبھی نہیں مان سکتا کہ وہ ایسے موقعہ پر کسی کونے میں دبک کر بیٹھ رہے۔ اور اگر اس کے پاس شامل ہونے کے لیے کافی سامان نہیں ہے اور نہ کہیں سے دستیاب ہو سکتا ہے' تو اس کے دل پر ایسا صدمہ ہوگا' جیسے اپنے کسی ذاتی نقصان سے کسی کو ہو سکتا ہے۔ اس جذبۂ تعاون کا ثبوت جتنا صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دیا ہے دنیا کی تاریخ کے صفحات اس سے خالی ہیں۔

ارشاد ہے کہ کچھ اللہ کے بندے جہاد کے شوق میں تیرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے ضرورت کے مطابق سامان سفر کا بندوبست کر لیا ہے۔ مگر اتنا مقدور نہیں کہ سواری کے لیے گھوڑے وغیرہ کا بندوبست کریں۔ آپ اس کا ہمارے لیے بندوبست کر دیں۔ اور جب تو ان کو یہ جواب دیتا ہے کہ میرے پاس جو سامان جمع ہوا تھا وہ سب کام میں آچکا۔ اب میرے پاس کوئی گھوڑا یا اونٹ نہیں ہے' جو میں تمہاری سواری کے لیے تمہیں دوں۔ تو وہ لوگ یہ سن کر افسردہ دل اور غمگین ہوتے ہیں اور ناکام واپس آتے ہیں اور رنج کے مارے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوتے ہیں کہ ہائے افسوس ہمارے پاس اتنا بھی نہیں کہ سواری خرید سکیں' اور جہاد میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

تبوک کی طرف سفر چونکہ ایک دور دراز کا سفر تھا۔ اس میں بغیر سواری شامل ہونا نہایت دشوار تھا۔ اس لیے کے پاس سواری نہ تھی اور نہ عام چندے کے مال میں سے دی جا سکتی تھی۔ ان کو شمولیت سے معذور گیا۔ اور ان کے دل کے جذبات کو ان کی شمولیت ہی کے برابر سمجھا گیا۔

Marfat.com

گرفت کن کی ہے؟

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ	اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
بجز اس کے نہیں کہ الزام کا راستہ ان لوگوں پر ہے	
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا	
جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ دولت مند ہیں راضی ہوتے	
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطُبِعَ	
اس سے کہ رہیں وہ رہ جانے والوں میں اور مہر کر دی	
اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا	
اللہ نے ان کے دلوں پر پس وہ نہیں	
يَعْلَمُوْنَ (۹۳)	
جانتے	

پیچھے ذکر ہوا کہ مخلص لوگ جو کسی صحیح عذر کی وجہ سے لشکر میں شامل نہیں ہو سکتے وہ واقعی معذور ہیں۔ ان پر کسی قسم کے نفاق یا بغاوت کا جرم عاید نہیں ہو سکتا۔ کمزور، بیمار، مفلس لوگ واقعی مجبور ہیں۔ ان کی عملی شرکت کی جگہ ان کا خیر خواہی کا جذبہ قبول کیا جائے گا۔ اور ان کو ان کی نیت کا ثواب ملے گا۔ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے۔ جو بلا عذر اور بغاوت کے الزام کے سزاوار ہیں۔

ارشاد ہے کہ مواخذہ تو صرف ان سے ہو گا جن کے دل قومی خیر خواہی سے خالی ہیں اور ان لوگوں کی مدد سے گریز کرتے ہیں جن کے دل انسانی حقوق کے حاصل کرنے کے لیے جان اور مال کی قربانی کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ ان کا زبانی یہ کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں کسی کام کا نہیں۔ کیونکہ ان کے دل صحیح جذبے سے خالی ہیں اور وہ اپنی قوم کی فتح کے بجائے ان کو نیچا دکھانے کے درپے ہیں اور ان کے دشمنوں کی اخلاقی مدد کر رہے ہیں۔ ایسے موقعہ پر کہ جب ساری قوم اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو کر اپنا حق زندگی طلب کر رہی ہے۔ یہ لوگ عورتوں اور اپاہجوں کے زمرے میں اپنا نام لکھانے پر راضی ہیں۔ ایسے پُرفریب اور دغاباز لوگوں کے کرتوت کیا انہیں دُنیا اور آخرت میں ترقی اور عزت دلا سکتے ہیں نہیں بلکہ وہ تو ان کے دلوں کو اصلی عزت اور ترقی کی باتوں کی طرف سے پورے طور پر ہٹا چکے ہیں۔ ان کے بُرے خیالات اور اعمال نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اللہ عزوجل نے بھی حسبِ ضابطہ حکمت ان کی اس مُہر کو برقرار رہنے دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کے لیے صحیح اور درست باتوں کے جاننے کا کوئی موقع نہیں رہا ہے۔ ان کی عقل ان کی بیجا خواہشوں کی یاور و مددگار ہو گئی ہے۔ اب جو بھی یہ سوچتے ہیں وہ ٹیڑھی ہی بات ہوتی ہے۔ سیدھی اور اصلی راہ سے یہ بالکل نکل چکے ہیں نہ ان کی خود غرضی انہیں حق بات کو دیکھنے دیتی ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قوم اپنے انسانی بنیادی حقوق حاصل کرنے کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اتر چکی ہو ان کی مدد یا کم سے کم اخلاقی ہمدردی، ہر راست باز سیدھی چال چلنے والے انسان کا فرض ہے اور یہ فرض اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے جب لڑنے والے اس سے اور بھی رشتے رکھتے ہوں:

Marfat.com

واپسی پر پھر اپنا رونا روئیں گے

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ
عذر کرنے لگیں گے وہ تمہارے پاس جب واپس جاؤ گے تم
اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ
ان کی طرف کہدو عذر نہ کرو ہرگز ہم یقین نہ کریں گے تمہ
قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى
بتا دیا ہے ہمیں اللہ نے سب حال تمہارا اور عنقریب دیکھے گا
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے تم
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
طرف جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر کے
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۴)
پھر وہ تم کو بتائے گا جو تھے تم کرتے

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ
بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم ان کی طرف پھر کر
اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ
جاؤ گے تم بہانے مت بناؤ ہم تمہاری بات ہرگز
قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى
نہ مانیں گے ہم کو اللہ تمہارے احوال بتا چکا ہے اور ابھی دیکھے گا
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر تم اس چھپے
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
اور کھلے کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۴)
پھر وہ تم کو بتائے گا جو تم کر رہے ہو

يَعْتَذِرُوْنَ (بہانے کریں گے) مضارع کا صیغہ ہے جو اعتذار سے بنا ہے جس کا مادہ عذر ہے۔ عذر کے معنی ہیں کسی کام کے نہ کرنے کی جھوٹی یا سچی وجہ بتانا۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ کام کا حکم کرنے والا ناراض نہ ہو جائے۔

نَبَّاَ (خبر دے دی) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تَنْبِئَةٌ ہے جو نَبَاءٌ سے بنا ہے۔ نَبَاءٌ کے معنی خبر کے ہیں۔ اس سے نَبَّاَ اور اَنْبَاءَ فعل بنائے گئے ہیں اور دونوں کے معنی خبر دے دینا حال بتا دینا ہیں۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (چھپے اور کھلے کا جاننے والا) غیب وہ چیز ہے جو انسان کو نظر نہ آئے اور شہادۃ کھلی ظاہر چیزیں۔ اس سے مراد اللہ عزوجل ہے۔ کیوں کہ وہ ظاہر اور باطنی دونوں قسم کی چیزوں سے واقف ہے۔

غزوۂ تبوک کے وقت منافق لوگوں نے جھوٹے بہانے بنا کر شرکت سے معافی چاہی۔ پھر جب مسلمان غزوہ سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔ تو وہی منافق دوبارہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔

ارشاد ہے کہ جب تم تبوک سے واپس آئے۔ تو یہ منافق پھر جھوٹے عذر لے کر آ گئے۔ ان سے کہہ دو کہ تمہارا سارا حال اللہ نے ہمیں بتا دیا ہے۔ اب تم آئندہ کی فکر کرو۔ کیونکہ اللہ تمہارے دل کی تہ سے واقف ہے۔ اب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری کرتوتوں پر نگاہ رکھیں گے۔ اور اُن کے مطابق تمہیں سزا یا جزا ملے گی۔ مرنے کے بعد تم اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور وہ تمہاری چھپی اور کھلی باتیں کھول کر تمہارے سامنے رکھ دے گا۔

Marfat.com

منافقوں کے ساتھ برتاؤ

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
اب وہ قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے آگے جب واپس آؤ گے
اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا
ان کی طرف تاکہ تم درگذر کرو ان سے پس درگذر کرو
عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ
ان سے بے شک وہ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا
دوزخ ہے بدلے ہیں اس کے جو تھے وہ
يَكْسِبُوْنَ (۹۵)
کماتے

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
اب جب تم ان کی طرف پھر کر جاؤ گے تو تمہارے سامنے
اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا
اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگذر کرو سو تم ان
عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ
سے درگذر کرو بے شک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا
دوزخ ہے ان کے کاموں کے
يَكْسِبُوْنَ ۹۵
بدلے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لشکر سمیت جب غزوہ تبوک سے واپس آئے تو منافق جو پیچھے جھوٹے بہانے کرکے گھر بیٹھ رہے تھے۔ جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہونے سے خوف زدہ ہوئے۔ کہ کہیں پچھلی باتوں کی وجہ سے ہم سے باز پرس نہ کرلی جائے اگر ایسا ہوا تو ممکن ہے کچھ سزا ملے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس تشریف لانے پر فوراً دوڑے آئے اور نئے سرے سے اپنے قصور کی معذرت پیش کرنے لگے۔ منشا یہ تھا کہ مسلمان ہم سے ناراض نہ ہوں۔

ارشاد ہے کہ جب تم واپس مدینہ پہنچ جاؤ گے۔ تو یہ منافق لوگ پھر تمہارے پاس آئیں گے۔ اور چاپلوسی اور خوشامد شروع کردیں گے مقصد یہ ہوگا۔ کہ ان کی پچھلی خطاؤں کی وجہ سے ان کی گرفت نہ کی جائے۔ اور معاملہ کو رفع دفع کردیا جائے اور مل جل کر ہنسی خوشی جیسے پہلے رہتے تھے رہنے لگیں۔ دل میں بخشش باقی نہ رہے بالکل راضی ہوجائیں۔

ان سے تعرض نہ کرو۔ اور ان کو ان کے حال پہ چھوڑ دو۔ کیوں کہ یہ لوگ مجسم ناپاکی اور گندگی ہیں۔ گندگی کا ایک طرف پڑا رہنا ہی اچھا ہے۔ ورنہ اس کے چھیڑنے سے سوائے بدبو پھیلنے کے کچھ نتیجہ نہ نکلے گا۔ دنیا میں تمہیں ان کے ساتھ بعض حالات کے لحاظ سے ضروری ہوگیا ہے۔

آخرت میں تو تمہیں ان سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اور بالکل ہی پیچھا چھوٹ جائے گا۔ کیوں کہ ان کے اعمال تمہارے اعمال سے بالکل جدا ہیں۔ ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان کی سزا بھگتیں گے۔ اور تم اللہ کی فضل برداری کے عوض نعمت میں رہو گے۔ اور ان کے اعمال انہیں کھینچ کر دوزخ میں لے جائیں گے۔ اور وہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔

یہ طے شدہ بات ہے۔ کہ آخرت میں آدمی وہیں جائے گا جہاں اس کے عمل اسے لے جائیں گے۔ اور قرآن کی یہ اٹل تعلیم کا نچوڑ یہی ہے:

Marfat.com

اللہ نافرمانوں سے راضی نہیں

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ
قسمیں کھائیں گے تمہارے آگے تاکہ راضی ہو تم ان سے

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى
پس اگر تم راضی ہوئے ان سے تو تحقیق اللہ نہیں راضی ہوتا

عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (۹۶)
ان لوگوں سے جو نافرمان ہیں

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ
تمہارے سامنے وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى
سو اگر تم ان سے راضی ہو گئے تو اللہ نافرمان

عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (۹۶)
لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

ارشاد ہے کہ منافقوں کی ساری قسمیں اور خوشامدانہ باتیں اس لیے ہیں کہ کسی طرح تم ان سے راضی ہو جاؤ لیکن یہ نادان لوگ نہیں جانتے کہ آدمیوں کا راضی کرنا تو فقط اس عارضی دنیاوی زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے کے لیے کام آسکتا ہے۔ آخرت میں جا کر تو اللہ سے کام پڑے گا اور یہ دنیا کا سب دھندا یہیں رہ جائے گا۔ ان کو چاہیئے کہ اگر یہ کچھ عقل رکھتے ہیں تو اللہ کو راضی کریں۔ اللہ کے راضی کرنے کا طریقہ اللہ نے واضح طور پر بتا دیا ہے اور چونکہ انسان کے لیے یہی بات سب سے اہم ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرے۔ اس لیے اللہ عزوجل نے اس کے لیے خاص انتظام کیا ہے۔ اس نے وقتاً فوقتاً اپنے رسول دنیا میں بھیجے۔ ان کو کتابیں عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ یہ کتابیں ان کو پڑھ کر سنا دو اور سمجھا دو کہ جو کچھ ان میں لکھا ہے، ان کے مطابق عمل کریں۔ تاکہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور آخرت میں دائمی عیش و آرام نصیب ہو۔ جو اللہ کے راضی کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم دے کر بھیجا۔ کہ اگر اللہ کو راضی کرنا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو۔ وہ تم کو قرآن مجید پر عمل کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ تاکہ تم اللہ کو راضی کر سکو۔

اس آیت سے اشارہ نکلتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں بُروں سے پالا پڑتا ہے۔ ان کے ساتھ معافی اور درگذر کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی گندگی کو پھیلا کر فضا کو ناقابل زیست نہ بنا دیں اور ان کو نرمی سے سمجھاتے رہنا چاہیئے کہ ہمیں فقط دنیا ہی کا خیال کسی طرح زیبا نہیں۔ بلکہ آخرت کا فکر بھی ضروری ہے۔ اس لیے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا بندوبست کرنا مناسب ہے۔ یہی عفو، درگذر اور میل ملاپ کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیدائشی خوش اخلاقی اور قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق شروع سے دنیا میں پھیلانا چاہا تھا لیکن شریر لوگوں نے نہ مانا اور مسلمانوں کو جنگ پر مجبور کر دیا۔ اسلام کو فقط یہ سمجھانا مقصود ہے۔ کہ زندگی صرف دنیا ہی کی زندگی نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی ایک زندگی ہے۔ اس لیے دونوں کے سنوارنے کا خیال کرنا چاہیئے۔ دنیا میں پھنس کر آخرت کی زندگی کو نہ بھولنا چاہیئے۔

Marfat.com

دیہاتیوں کا حال

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا
دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں
وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ
اور اسی لائق کہ نہ سیکھیں وہ خاص طریقے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ
جو نازل کیے اللہ نے اپنے رسول پر
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا
گنوار کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں
وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ
اور اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ حدیں جو اللہ تعالیٰ نے
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ
اپنے رسول پر نازل کیے نہ سیکھیں
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾
اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

اَجْدَرُ (زیادہ موزوں ہیں) افعل التفضیل ہے جَدَارٌ سے۔ جدر کے معنی لائق ہونا۔ قابل ہونا۔ اس سے صفت جدیر ہے۔ اور جو مقابلے میں دوسرے سے زیادہ ہو اسے اجدر کہتے ہیں۔ عام بول چال میں اس کے لیے کہتے ہیں۔ یہ اسی جوگا ہے۔ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ شہر کے باشندے اخلاق و آداب جلدی سیکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ماحول میں تربیت کے ذریعے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے دیہات کے باشندے سخت مزاج ہوتے ہیں اور نئی باتوں کو جلدی نہیں سیکھتے۔ پہلے شہری باشندوں کی بابت ذکر ہوا۔ کہ ان میں کافر منافق اور خالص ایمان والے تینوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مزاج کی صلاحیت چاہتی ہے کہ اچھی باتوں کو جلدی سیکھ لیں۔ دیہاتی ان کے مقابلے میں زیادہ اکھڑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ شہری اور دیہاتی کا فرق روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے۔ پھر بھی ان میں لوگوں کی یہ تینوں قسمیں موجود ہیں اس آیت میں دیہاتیوں کا عام حال بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ عام طور پر دیہات کے رہنے والے گنوار اپنی پرانی عادتوں پر زیادہ پکے ہوتے ہیں۔ ان میں اونچی باتوں کے سوچنے سمجھنے والے کم ہوتے ہیں۔ کفر اور نفاق جب ایک دفعہ ان میں رائج ہو چکا۔ تو اب ان عادتوں کو وہ سختی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ اور دونوں میں طاق ہیں۔ ان لوگوں کی طبیعتیں ہی ایسی ہو گئی ہیں۔ کہ یہ کسی نئے قاعدے اور طریقے کے سیکھنے میں بہت سست ہوتے ہیں۔ یہ ان باضابطہ قواعد و احکام کو جنہیں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے سکھایا سیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ مگر اللہ سب کی طبیعتوں کی افتاد اور قابلیت سے واقف ہے۔ اور وہ ہر ایک کے ساتھ اس کی قابلیت اور لیاقت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس لیے ان کے لیے مشکل کام نہیں رکھے گئے۔ اور ان کو وہ بلند درجے بھی نہیں دیئے جائیں گے۔ جو شائستہ مزاج عقلمندوں کے لیے رکھے گئے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کا مزاج درست کرنے میں اس کے اردگرد کے حالات کو بہت دخل ہے۔ مہذب ملکوں میں رہنے سے ہی آدمی بڑی حد تک درست ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ تعلیم و تربیت کے لیے حالات کو درست کرنا نہایت اہم عنصر ہے۔

Marfat.com

دیہاتی ماحول کا اثر

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا

اور بعض گنوار ایسے ہیں کہ سمجھتے ہیں تمہارے لیے

يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ

جو وہ خرچ کریں تاوان اور راہ دیکھ رہے ہیں تمہارے لیے

الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ

گردشوں کی انہی پر ہے گردش تباہی کی

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا

اور بعض گنوار ایسے ہیں کہ اپنے خرچ کو تاوان

يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ

شمار کرتے ہیں اور تمہارے لیے زمانے کی

الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ

گردشوں کا انتظار کرتے ہیں انہی پر آرہی ہے بُری گردش

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

مَغْرَمٌ (تاوان) اس کا مادہ غ۔ر۔م ہے اور اسی سے غَرَامَۃٌ بنا ہے۔ جو فقہ میں مستعمل ہے۔ ان دونوں کے معنی جرمانہ۔ تاوان ہیں جس کو عام طور پر چٹی بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ رقم جو زبردستی یا دلِ نخواستہ ادا کرنی پڑے۔

اس سے پہلی آیت میں گاؤں والوں کی عام کیفیت بیان کی گئی۔ ان کی تعلیم و تربیت شہریوں سے مختلف طریقے پر ہوتی ہے۔ اور ان کے رہنے سہنے کے طریقے ان کو شائستہ اور مہذب نہیں ہونے دیتے۔ اگر کوئی ان کو کچھ سکھانا چاہے۔ تو مناسب فضا میسر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو موٹی موٹی باتیں سکھانے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ قانونی حد بندیوں کو یہ لوگ کم خاطر میں لاتے ہیں۔ اسلام کے جس زمانے کا ان آیات میں ذکر ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو سنت کا تاوان اور ڈنڈ سمجھتے تھے۔ کیونکہ دل میں اللہ کی اور اس کے مقرر کیے ہوئے قانونوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔ اس لیے وہ اپنی رقم خرچ کرتے ہوئے جز بز ہوتے تھے اور کہتے تھے یہ مسلمان کہاں سے پیدا ہو گئے جو ہر وقت ہم لوگوں سے مالی امداد اور چندے وصول کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ ہوں تو کیسی بے فکری سے زندگی بسر ہو۔ مسلمان کو کوستے تھے اور ہر وقت اس انتظار میں رہتے تھے۔ کہ ان پر کوئی ایسی مصیبت پڑے۔ کہ جس سے ہمیں ان کے پنجے سے رہائی ملے اور ہم آزادی کے ساتھ جو چاہیں کریں اور ان کی پابندیوں سے چھٹکارا نصیب ہو۔

ارشاد ہے کہ کچھ ان گنواروں میں سے زکوٰۃ۔ صدقات اور رفاہ عام کے کاموں میں روپیہ دینے کو چٹی سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان تباہ ہو جائیں۔ تو یہ بھی اسلام سے نکل جائیں۔ لیکن مسلمان تو اپنے مخلص عملوں کی وجہ سے اللہ کی مدد پاکر کامیاب ہوں گے۔ اور یہی لوگ اپنے نفاق کی وجہ سے برباد ہونگے۔ اللہ اپنے تمام بندوں کی سنتا ہے۔ اور ہر ایک کی رگ رگ سے واقف ہے۔ ان کے اعمال اسی قابل ہیں کہ ان پر بڑی بڑی مصیبتیں نازل ہوں۔

Marfat.com

بعض دیہاتی اچھے بھی ہیں

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور بعض دیہاتی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور دن پر

الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

آخرت کے اور گردانتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں نزدیکیاں

عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ

اللہ سے اور دعائیں رسول کی سن رکھ

اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ

یقیناً وہ نزدیکی ہے ان کے لیے جلد داخل کرے گا ان کو

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اللہ اپنی رحمت میں بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

مہربان ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور بعض گنوار وہ ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے

الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

دن پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ

ہونا اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں سنو

اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ

بے شک وہ ان کے لیے نزدیکی کا وسیلہ ہے اللہ ان کو

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲ ۱۰ ۱

مہربان ہے

قُرُبٰتٍ (نزدیکیاں) قُرْبَةٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی نزدیکی کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہے نزدیکی کا وسیلہ۔

صَلَوٰتُ (دعائیں) صَلٰوةٌ کی جمع ہے۔ بڑے آدمیوں کی دعائیں صلوات کہلاتی ہیں۔ یہ عجیب تماشا ہے کہ اردو میں اس کے معنی بُرا کہنے اور گالیوں کے ہیں۔ محاورہ ہے۔ کہ "میں نے بھی اسے خوب صلواتیں سنائیں"۔ خوب؛ برعکس نہند نام زنگی کافور

پہلے ذکر تھا کہ بعض دیہاتی تعلیم و تربیت سے محروم ہونے کی وجہ سے اچھے اخلاق سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اور اگر انہیں کچھ اللہ کی راہ میں دینا پڑجائے تو منہ بناتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کوستے ہیں کہ ان کا ناس ہو۔ یہ ہم پہ خرچ کا بار ڈالتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے غافل ہیں اور اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اگر اللہ کو اور قیامت کے دن کے حساب اور اعمال کی جزا سزا کو برحق مانیں تو ممکن نہیں ایسی نادانی کی باتیں کریں۔ ان کے مقابلے میں بعض دیہاتی اچھے بھی ہیں۔ وہ اپنی پیدائشی نیک مزاجی کی وجہ سے گاؤں کی خراب فضا سے متاثر نہیں ہوتے۔ انہیں اس بات کا یقین آجاتا ہے کہ اللہ برحق ہے۔ اور قیامت کا دن برحق ہے۔ اس میں ہمیں ہمارے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی۔ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ ان دیہاتیوں میں بعض اچھے لوگ بھی ہیں۔ ان کی فطری صلاحیت انہیں نیک کاموں اور اچھے خیالوں سے محروم نہیں ہونے دیتی۔ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں۔ اس کو اللہ کا قرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اچھی طرح سن لو کہ ان کی یہ امید پوری ہوگی۔ اور اللہ ان کو اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کا بیڑا پار کریں گی۔ اللہ ان کے قصور بخش دے گا۔ اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

Marfat.com

اسلام لانے والوں کا انعام

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ

اور مہاجرین اور انصار میں سے جنہوں نے سبقت کی اور

وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

اور ان سے پہلے ایمان لائے اور جو نیکی کے ساتھ ان کے پیرو

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

ہوئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا

اور تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغ کہ جن کے نیچے بہتی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ

ہیں نہریں رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ یہ

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

بڑی کامیابی ہے

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کوئی وقعت نہ دی۔ ان لوگوں نے دین تو کھویا ہی۔ دنیا سے بھی تھوڑے دنوں میں ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن کچھ لوگ اللہ کے سعادت مند بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فوراً لپکے۔ اور آپ کی مدد کے لیے کمر کس لی۔ اس کے بعد اوروں نے بھی ان کی تقلید کی۔ اور یکے بعد دیگرے اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ انہوں نے دنیا میں کامیابی حاصل کی۔ اور آخرت میں بھی انعام و اکرام کے مستحق ہوئے۔ مخالفوں کے حالات بیان کرنے کے بعد اس آیت میں دعوت اسلام قبول کرنے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ان میں بھی چند طبقے تھے۔ کچھ تو سننے کے ساتھ ہی فوراً ایمان لے آئے اور کچھ ان کے بعد رفتہ رفتہ داخل اسلام ہوتے رہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ داعی اسلام کی آواز سنتے ہی لپکے۔ اور اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئے۔ جن میں سے بعض مکہ کے رہنے والے مہاجر اور بعض مدینہ کے باشندے انصار تھے۔ ان سے اور نیز جو لوگ نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ ان کے بعد یکے بعد دیگرے اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ ان سب سے اللہ راضی ہوا۔ اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوئے۔ یعنی ان کی نیک نیتی اور خلوص کو اللہ نے پسند فرمایا۔ اور انہوں نے بھی سب کچھ چھوڑ کر اللہ کا سہارا لیا۔ اور اس کی اطاعت میں تکلیفیں جھیلنے کو تیار ہو گئے۔ ان سب کے لیے اللہ نے سرسبز و شاداب باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ حقیقت میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

Marfat.com

اردگرد کے لوگوں کا حال

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

اور ان میں جو تمہارے گرد ہیں دیہاتیوں میں سے

مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا

منافق ہیں اور مدینے والوں میں سے کچھ اڑے ہوئے ہیں

عَلَى النِّفَاقِ ۖ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ

نفاق پر نہیں جانتا تو ان کو ہم انہیں جانتے ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

عنقریب انہیں ہم عذاب دیں گے دو بار پھر وہ لوٹائے جائیں گے

اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (۱۰۱)

طرف عذاب عظیم کے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

اور بعض تمہارے گرد کے گنوار

مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا (وقف ممنوع مع لہ)

منافق ہیں اور بعض مدینے کے لوگ نفاق پر

عَلَى النِّفَاقِ ۖ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ

اڑ رہے ہیں تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

عنقریب انہیں ہم عذاب دیں گے دو بار پھر وہ بڑے عذاب

اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (۱۰۱)

کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

مَرَدُوْا اڑ گئے ماضی کا صیغہ ہے۔ جو مادہ م-ر-د سے بنا ہے۔ اسی مادہ سے بنا ہوا تمرّد ایک مشہور لفظ ہے۔ مَرَدَ کے معنی عربی میں سرکشی کے ہیں۔ جس کا نتیجہ کسی بات پر بیجا طور سے اڑ جانا ہوتا ہے۔ تمرّد میں یہ معنی بالکل ظاہر ہیں یعنی تکبّر کے ساتھ سرتابی کرنا۔

پچھلی آیتوں میں دیہاتی لوگوں کی عادتوں اور مزاج کا ذکر تھا۔ کہ اسلام جو پابندیاں عاید کرتا ہے وہ اس سے گھبراتے ہیں خاص کر خرچ سے تو بالکل جان چراتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا ذکر تھا۔ کہ بعض دیہاتی سمجھی ہوئی طبیعت کے ہوتے ہیں اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان ایمانداروں کے صدقات و خیرات ضرور انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔

اس آیت میں مدینہ اور اس کے گرد و نواح کی آبادی کا حال مسلمانوں کے آگے بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے کہ مدینہ کے گرد و نواح کے گاؤں کے بعض لوگ منافق ہیں۔ جو ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ اور مدینہ میں بھی بہت سے لوگ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کی ظاہری وضع اور رویّہ سے یہ کہنا مشکل ہے کہ محض دکھاوے کے مسلمان ہیں۔ لیکن اللہ کو ان کا سارا حال معلوم ہے۔ ان کو دو دفعہ سزا دی جائیگی۔ ایک تو ان کو دنیا کی مصیبتوں میں پھنسایا جائے گا۔ ذلیل و خوار کیا جائے گا۔ پھر عذاب قبر میں مبتلا ہونگے۔ آخرکار قیامت کے دن ان کو بہت بڑے عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

اس میں اشارہ ہے کہ کسی دنیاوی غرض کے لیے بظاہر مسلمان بن جانا انجام کار عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ نجات کے لیے ضروری ہے۔ کہ دل میں ایمان ہو۔

Marfat.com

خطاکار مسلمان

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ
اور کچھ لوگ ہیں کہ اقرار کیا اپنے گناہوں کا
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ
ملایا ایک کام نیک اور دوسرا برا
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ
توقع ہے اللہ سے کہ پھر توجہ کرے ان پر
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾
بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ
کچھ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ
اور ایک نیک کام اور دوسرے بد کام کو ملا دیا
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ
امید ہے کہ اللہ ان کو معاف کرے
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾
بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مسلمانوں کو ان عام لوگوں کے احوال سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ جو اسلام میں داخل ہو چکے ہیں پچھلی آیت میں کہا گیا تھا کہ ان میں سے کچھ دیہات کے اور کچھ شہر مدینہ کے باشندے دل سے مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔ ظاہر میں باتیں مسلمانوں کی سی کرتے ہیں۔ لیکن دل میں ایمان کا ذرا اثر نہیں ہے۔ مسلمانوں میں ملے رہتے ہیں۔ لیکن موقعہ پہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو سے انہیں نقصان پہنچے۔ ان لوگوں کا ظاہری اسلام کچھ کام نہ آئے گا۔ یہ بدباطن لوگ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ ان کو ایک دفعہ تو دنیا میں ان کے اس دوغلے پن کا برا پھل ملے گا۔ دوسری مرتبہ قبر میں بے چینی نصیب ہوگی۔ اور ان کے کرتوت ڈراؤنی شکلیں اختیار کرکے ان کو دکھ درد میں پھنسائے رکھیں گے۔ تیسری مرتبہ آخرکار جہنم کے کندے بن جائیں گے اور بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے۔ کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ دل سے اللہ کو مانتے ہیں اور رسول کو برحق مان کر ان کے فرمان پر چلتے ہیں۔ لیکن طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی گناہ کا کام بھی ان سے سرزد ہو جاتا ہے۔ اور جب ہوش میں آتے ہیں۔ تو اپنے گناہ پر نادم ہوتے ہیں اور اپنی خطا کا اقرار کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن پھر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔ اور گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ تو پھر توبہ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ بھلے اور برے کام ملے جلے کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان کے دل میں ایمان صحیح موجود ہے۔ اس لیے امید ہے کہ اللہ ان کی خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔ اور ان کو اپنے جوار رحمت میں پناہ دے گا۔ کیونکہ اس کی مغفرت اور رحمت بہت وسیع ہے۔ اکثر مسلمان اسی طبقہ کے اندر داخل نظر آتے ہیں ان کو چاہیئے کہ شرک سے دور رہیں۔ اور بشریت کے تقاضے سے کوئی گناہ سرزد ہو۔ تو فوراً اللہ کے سامنے حاضر ہو کر عاجزی سے گڑگڑا کر معافی کے خواستگار ہوں۔ سچے دل سے توبہ کریں۔ جان بوجھ کر نافرمانی نہ کریں۔ امید ہے کہ اللہ ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

Marfat.com

نیک کاموں کی ترغیب

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً | خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

لے ان کے مالوں میں سے صدقہ | لے ان کے مال میں سے صدقہ کر تو ان کو

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ

کہ پاک کرے تو ان کو اور برکت پیدا کرے ان میں اس سے اور دعا کر

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ

ان کے حق میں تحقیق تیری دعا تسکین ہے ان کے لیے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

اور اللہ سننے والا جاننے والا

تُطَهِّرُ (پاک کرے تو ان کو) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تطہیر ہے جس کے معنی پاک کرنا ہیں۔ اس کا مادہ ط ہ ر ہے۔ اس سے دو لفظ طہر اور طہارت بہت مستعمل ہیں۔ دونوں کے معنی پاکی اور ستھرائی ہیں۔

تُزَكِّيْ (بڑھاتے ان کو) مضارع کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تزکیہ ہے۔ اس کے معنی زیادہ کرنا اور بڑھانا ہیں۔ اس کا مادہ ز ک و ہے۔ جس سے لفظ زکات بہت مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں صدقہ۔ اپنے مال سے مختاج کو دینا۔ یہ بڑھوتری اور زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔ اور اسی کو برکت کہتے ہیں۔ زکات جس کو زکوٰۃ بھی لکھتے ہیں۔ مال کے بڑھنے اور اس میں برکت کا باعث ہے جیسے سبق میں ذکر کیا گیا۔ کہ بہت سے اللہ کے بندے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ لیکن گناہ بھی کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ فوراً توبہ کریں۔ اور نیک کام کریں۔ کیونکہ نیک کام کرنے سے برائیوں کا کفارہ ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں ایک خاص نیک کام کا ذکر ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور سوسائٹی کی حالت سدھرتی ہے۔ اور عام لوگ فقر و فاقہ کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتے۔ ارشاد ہے کہ ان کی کمائی میں سے محتاجوں کے لیے صدقہ لیا کریں۔ کیونکہ صدقہ ان کو برائیوں سے پاک کرے گا اور لوگ نسبتاً خوشحال ہوں گے۔ لوگوں کی خوشحالی بھلے کاموں کی طرف بلانے کا موقعہ دیتی ہے۔

پھر ان لوگوں کے لیے دعا بھی کر۔ کیونکہ تیری دعا سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوگا۔ اور اس بات سے کہ اللہ اور رسول ہمارے حمایتی ہیں۔ ایک ہم پر رحمت کی بارش کر رہا ہے اور ایک ہماری بہتری کی دعائیں مانگ رہا ہے۔ ان کے دل میں اچھے کام اور صدقہ اور خیرات کرنے کی امنگ پیدا ہوگی۔ اور آپس کا میل جول بڑھے گا۔ نیک کام کرنے کو اور زیادہ جی چاہے گا۔ آپس میں بھی اچھی باتوں کے تذکرے کا موقعہ ملے گا۔ اللہ ان سب باتوں کا سننے والا اور دل کے ارادوں کا جاننے والا ہے۔ وہ ان کو نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق دے گا اور ان پر مہربانی فرمائے گا۔

Marfat.com

اللہ سب کے کام دیکھ رہا ہے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ
کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ خود قبول کرتا ہے
التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ
توبہ اپنے بندوں کی اور لیتا ہے صدقے
وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾
اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ
اور کہہ دو عمل کیے جاؤ پس عنقریب دیکھے گا اللہ تمہارے
وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ
اور رسول اور مسلمان اور جلد لوٹائے جاؤ گے تم
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
طرف جاننے والے چھپے اور کھلے کے پس وہ تمہیں بتا دیگا تمہیں
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾
جو تھے تم کرتے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ
کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ بندوں کی توبہ
التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ
قبول کرتا ہے اور صدقے لیتا ہے
وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾
اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ
اور کہہ دو عمل کیے جاؤ پھر آگے اللہ اور اس کا رسول
وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ
اور مسلمان تمہارے کاموں کو دیکھ لیں گے پھر تم لوٹائے جاؤ گے
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
جاننے والے چھپے اور کھلے کے طرف پھر وہ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾
تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے

الصَّدَقٰتِ اصدقے ۔ یہ صَدَقَةٌ کی جمع ہے جو اس سے پہلی آیت میں گذرا۔ صَدَقَہ کا مادہ ص۔د۔ق ہے۔ اس سے دو لفظ صدق اور صداقت مشہور ہیں۔ پہلے کے معنی سچائی اور دوسرے کے معنی خیر خواہی اور دوستی کے ہیں۔ سچائی اور دوستی میں گہرا تعلق ہے۔ دوست وہی ہے جس کا دل سچا۔ کھلا ہوا ہو۔ صدقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو سچائی اور خیر خواہی اور خوشی سے دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے دی جائے۔ اور صَدُقہ۔ دال کے پیش سے مہر کو کہتے ہیں۔ جو شادی کے موقعہ پر دلہن کو خوشی سے دیا جاتا ہے۔ یہاں مراد فرض۔ نفل اور خیرات ہے۔

ایمان والے جانتے ہیں کہ اللہ لوگوں کی توبہ اور دعا اور ان کے صدقات اور خیرات خود قبول کرتا ہے۔ اور وہی براہ راست مہربانی فرماتا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ان کا تعلق براہ راست اللہ سے ہے جو کام وہ اس کے لیے کریں گے وہ اسے قبول کرے گا۔ ان سے کہہ دیں کہ نیک کام کیے جاؤ۔ اس کو اللہ تو دیکھتا ہی ہے۔ اس کا رسول اور ایمان والے بھی سب دیکھیں گے۔ دنیا میں تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائیگا جیسے تمہارے عمل امتحان سے ثابت ہونگے۔ آخرکار ایک دن اللہ کے روبرو پیش ہوگے وہ تمہاری چھپی اور کھلی سب باتوں سے واقف ہے تم کو بتا دے گا کہ تمہارے عمل کس قابل ہیں اور ان کا بدلہ کیا ملنا چاہیئے ؛

Marfat.com

دو اور گروہ

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا
اور دوسرے اور ہیں جو ٹھہرا دیئے گئے ہیں اللہ کے حکم سے یا
يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
عذاب دے تو ان کو اور یا توبہ قبول کرے ان کی اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٠٦﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
جاننے والا حکمت والا ہے اور جو لوگ جنہوں نے بنائی
مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا
مسجد ضرر پہنچانے کو اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو
بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ
مسلمانوں کے درمیان اور گھات کے لیے اس شخص کی جو لڑا
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ
اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا
اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ رکا ہوا ہے اللہ کے حکم
يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
آنے تک یا ان کو عذاب دے یا ان کو معاف کر دے اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٠٦﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
جاننے والا حکمت والا ہے اور جنہوں نے بنائی
مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا
مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو
بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ
مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ
اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے لڑ رہا ہے

مُرْجَوْن (روکے گئے) اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اصل میں مَرْجَاؤُنَ ہے۔ پڑھنے میں ہمزہ کو گرا دیا ہے۔ اس کا مصدر اِرْجَاءٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں ملتوی کر دینا اور کسی اور وقت پر ٹال دینا۔ اس کا مادہ ر۔ ج۔ ء ہے رَجَاءٌ کے معنی امید اور توقع کے ہیں۔ اِرْجَاءٌ امید میں رکھنا۔ انتظار میں رکھنا۔

ضِرَارٌ (دوسرے کو نقصان پہنچانا) یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور ضرر سے بنا ہے۔ اس کی دوسری شکل مُضَارَّةٌ ہے۔ دونوں کے معنی ہیں۔ دوسرے کو ضرر پہنچانا۔

اِرْصَادٌ (گھات لگانا) مصدر ہے جو رصد سے بنا ہے۔ رصد کے معنی گھات کے ہیں۔ ارصاد گھات لگانے میں مدد دینا۔ جگہ مہیا کرنا۔

بہت دور سے ان لوگوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ جنہوں نے غزوہ تبوک میں حصہ نہیں لیا۔ ان میں سے کچھ منافق تھے۔ اور کچھ مخلص مسلمان تھے۔ جو شامل نہ ہوئے۔ ان مسلمانوں میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو فوراً نادم ہوئے اور اپنے آپ کو خود سزا دے لی۔ یہ ابولبابہ تھے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔ اور کہا کہ اب اس سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی واپس آ کر کھولیں گے۔ تین آدمی ایسے تھے جنہوں نے نہ ندامت کا اظہار کیا نہ توبہ کی ان کا ذکر آگے آئے گا۔

دوسری آیت میں کچھ اور لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے مسجد قبا کو چھوڑ کر دوسری مسجد بنا لی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی یہ لوگ مسلمانوں کے خفیہ دشمن تھے۔ اس مسجد کو ابو عامر نے اپنا ٹھکانا مقرر کرنا چاہا تھا تاکہ مسلمانوں کے زک دینے کی تدبیریں وہاں بیٹھ کر سوچے۔ یہ ایک عیسائی راہب تھا۔ جو مسلمانوں سے ہر لڑائی میں کافروں کے ساتھ ہو کر لڑا۔

Marfat.com

بہ ظاہر خیر خواہ بنتے ہیں

وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ
اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی
وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾
اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں
لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ
تو اس میں کبھی نہ کھڑا ہو

مدینہ سے باہر ایک محلہ قبا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے تشریف لائے تو پہلے اسی محلہ میں ٹھہرے۔ قبا میں جہاں آپ نے نمازیں ادا کی تھیں۔ وہاں آپ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے مسجد تعمیر کر لی۔ اس مسجد کا نام مسجد قبا ہے۔ اس میں محلہ کے تمام لوگ نماز ادا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان لوگوں کے مقابلے میں وہاں ایک اور مسجد بنا لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ ہم نے یہ مسجد قریب کے لوگوں، حاجت مندوں اور ضعیفوں کے آرام کے لیے بنوائی ہے۔ آپ اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھ لیں۔ تو یہ مسجد با برکت ہو جائے۔ آپ اس وقت غزوۂ تبوک پر روانہ ہونے کی تیاری فرما رہے تھے۔ ان سے کہا کہ اس وقت تو فرصت نہیں تبوک سے واپسی پر اس کا انتظام کیا جائے گا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو مدینہ کے بالکل قریب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان میں بتایا گیا کہ یہ نئی مسجد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی غرض سے بنائی گئی ہے۔ اس میں آپ ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے یہ مسجد تعمیر کی ہے منافق ہیں اور اسلام کے سخت دشمن۔ ابو عامر مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ عیسائی ہو کر راہب بن گیا تھا۔ اور لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ تو اس نے اپنی بات بگڑتے دیکھی۔ اسلام کا دشمن ہو گیا۔ اور ہر غزوہ میں کفار کی مدد کی آخر کار شام چلا گیا۔ اور وہاں سے مدینہ کے منافقوں کو لکھا۔ کہ تم ایک مسجد بنا لو تاکہ ہمارا ایک ٹھکانا ہو جائے۔ عنقریب میں شام والوں کو مسلمانوں پر چڑھا کر لاتا ہوں۔ وہ ان کا کام تمام کر دینگے۔ ارشاد ہے کہ ان مکاروں نے یہ مسجد کفر کی مدد، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اللہ اور رسول کے دشمن ابو عامر کی کمین گاہ کے طور پر بنائی ہے۔ یہ غلط کہتے ہیں کہ ان کی نیت درست ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تو کبھی اس میں نماز نہ پڑھ۔ چنانچہ آپ نے مدینہ پہنچ کر حکم دیا کہ اس مسجد کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دو۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

Marfat.com

نیک نیتی اصل چیز ہے

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
بے شک وہ مسجد جو اٹھائی گئی ہے تقوی پر
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ
شروع دن سے سزاوار ہے اس کی کہ تو قیام کرے اس میں
فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں پاک رہنا
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اول دن سے پرہیزگاری
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ
پر رکھی گئی ہے اس لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو
فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے

پچھلی آیت میں آپ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔ کہ جو لوگوں نے پرانی مسجد قبا کے مقابلے میں بنائی تھی۔ اور بنانے والوں کی بدنیتی کو صاف بیان کر دیا گیا۔ کہ یہ مسجد اس غرض سے بنائی گئی ہے۔ کہ سلام کے مقابلے میں کفر کو رائج کریں۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر سردست کم سے کم دو جماعتیں تو پیدا کر ہی دیں۔ آگے چل کر اور اختلافات کے پھیلانے کا موقع ملے گا۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نماز ادا کرنے کے لیے کونسی مسجدیں مناسب ہیں جو مسجدیں اس آیت کے معیار پر پوری نہ اتریں وہ اس قابل نہیں کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس میں نمازیں ادا کریں۔

ارشاد ہے کہ وہ مسجدیں جو شروع ہی سے خلوص اور نیک نیتی کی بنا پر بنائی گئی ہیں۔ یہی اس قابل ہیں کہ ان میں نماز پڑھی جائے۔ ایسی مسجدیں اس وقت مسجد نبوی اور پرانی مسجد قبا تھیں۔ ان مسجدوں میں ایسے لوگ ہیں جن کے دل کفر اور نفاق اور بدنیتی سے پاک صاف ہیں۔ اور اپنے ظاہر کو بھی وہ قاعدے کے مطابق پاک و صاف رکھتے ہیں۔ اللہ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر خالص اللہ کی عبادت کے لیے ہونی چاہیے۔ مسجد کی تعمیر کسی خاص گروہ کی تائید اور مدد کے لیے بنانا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کے اندر اختلاف اور تفرقہ پیدا ہوگا اور بجائے اس کے کہ خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کی جائے۔ اپنے فرقہ کی حمایت اور ترقی کے منصوبے سوچنے کے کام آئے گی۔ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا فرقہ بنانے والوں کی تائید کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان بٹ کر بہت سے فرقے بن جائیں گے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اسلام میں سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ آدمی ضد میں آکر غیر نہیں کیا کیا کر بیٹھتا ہے۔ اس بات کا خوف کیا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ دوسروں کو زک پہنچانے کے لیے کفر تک نوبت پہنچ جائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل نفاق کی علامات تو کھلم کھلا دیکھی جا رہی ہیں۔ کفر کی بابت یہ ہے کہ اگر احتیاط سے کام لو تو کافر نہ کہو ورنہ علامتیں اس کی بھی کچھ کم ظاہر نہیں ؛

Marfat.com

تقویٰ پائیدار بنیاد ہے

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى
پس بنیاد رکھی جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی ڈر پر
مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ
اللہ کے اور خوشنودی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی
بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ
اپنی عمارت کی اوپر کنارے گڑھے کرنے والے کے پس گرا وہ
بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
اس کو لے کر دوزخ کی آگ میں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
ان لوگوں کو جو ظالم ہیں

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى
بھلا جس نے اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور
مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ
اس کی رضامندی پر بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی
بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ
عمارت کی بنیاد رکھی ایک کھائی کے کنارے پر جو گرنے کو ہے پھر وہ
بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
اس کو لے کر گر پڑی دوزخ کی آگ میں اور اللہ راہ نہیں دیتا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
ظالم لوگوں کو

اَسَّسَ (بنیاد رکھی) ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تاسیس ہے جس کا مادہ ا۔س۔س ہے۔ اسی سے لفظ اساس بنا ہے۔ جو نیو اور بنیاد کے معنی میں مشہور ہے۔ اَسٌّ اس کی دوسری شکل ہے۔ جو اسی معنی میں مستعمل ہے۔

جُرُفٌ (گڑھا۔ کھائی) ایسا گڑھا جس کے کنارے کو پانی نے نیچے سے کھا کر کھوکھلا کر دیا ہو اور وہ گرنے کو ہو۔

هَارٍ یہ ہور سے اسم فاعل ہے اور انہار جو اس کے بعد ہے وہ بھی اسی مادہ سے بنا ہے اور ماضی کا صیغہ ہے انہار سے جس کے معنی ہیں گر پڑنا۔

پہلے سے مسجد قبا کا اور جو اس کے مقابلے میں مسجد بنائی گئی تھی اور جس کا نام قرآن مجید کے فرمان کی رُو سے مسجد ضرار پڑ گیا۔ اس کا ذکر چلا آرہا ہے اور یہ کہہ دیا گیا ہے۔ کہ پہلی مسجد جو نیک نیت اور پاک صاف لوگوں نے محض اللہ کی عبادت کی خاطر بنائی ہے۔ اس میں ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ بدنیت تفرقہ انداز لوگوں کے ساتھ ان کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی جائے۔

ارشاد ہے کہ جو شخص مسجد اس نیت سے بنائے کہ اس کے اندر اللہ کی عبادت کرنے کے لیے اس کے فرمانبردار لوگ جمع ہوں۔ وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جس کی نیت ڈانواں ڈول ہے۔ اور مسجد بنانے سے اس کی غرض اللہ کی رضامندی حاصل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مختلف دنیاوی مقاصد ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک گڑھے کے کنارے پر جو گرنے کو ہو رہا ہو۔ مکان بنائے۔ یقیناً وہ کسی نہ کسی دن اسے لے کر گڑھے میں گر پڑے گا۔ اس کے بعد وہ اپنی بدنیتی کی وجہ سے اپنے اعمال سمیت دوزخ میں جا پڑے گا۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ اللہ کا خوف اور اس کو راضی کرنے کی خواہش آدمی کے ہر عمل کی بنیاد ہونی چاہیے۔ اس کے سوا اور سب نیتیں دنیا کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ اور اس کے اعمال جو ان پر مبنی تھے جو بظاہر نیک تھے سب برباد ہو جائیں گے۔

Marfat.com

مسجد ضرار کا وبال

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً
ہمیشہ رہے گی ان کی عمارت جو بنائی انہوں نے شبہ بن کر
فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ط
ان کے دلوں میں مگر یہ کہ ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾ ع
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً
جو عمارت انہوں نے بنائی تھی۔ اس سے ان کے دل میں ہمیشہ
فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ط
شبہ رہے گا مگر جب ان کے دل کے ٹکڑے ہو جائیں
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾ ع
اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

رِيبَةً (بے اطمینانی) اس کا مادہ ر۔ ی۔ ب ہے۔ رَيْب۔ سورۃ البقرہ کی پہلی آیت میں اور اس کے بعد کئی جگہ گذرا ہے۔ رِيبَةً اسی کی دوسری شکل ہے۔ دونوں کے معنی ہیں ایسی چیز جو دل کو بے قرار رکھے اور اطمینان نصیب نہ ہونے دے۔ ایسی حالت ہمیشہ بے چینی اور اضطراب کا باعث ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ شک و شبہ، بدنیتی، غم، غیظ و غضب سے حاصل ہوتی ہے۔ حسرت اور ندامت بھی یہی حالت پیدا کر دیتی ہے یہاں یہ سب معنی کھپ سکتے ہیں۔

تَقَطَّعَ (ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے) مضارع کا صیغہ ہے۔ اصل میں تَتَقَطَّعَ تھا۔ پہلی تاء بولنے میں گرا دی گئی۔ اس کا مادہ قطع ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں اس مادہ سے لفظ قطعہ، تقطیع، انقطاع، مقاطعہ وغیرہ مستعمل ہیں۔ یہاں جو لفظ ہے اس کا مصدر تقطّع ہے۔ اس کے اور انقطاع کے معنی کٹ جانے اور جدا ہو جانے کے ہیں۔ باقی الفاظ کے معنی کاٹ دینے کے ہیں۔

اس آیت میں بھی مسجد ضرار کا جو منافقوں نے مسجد قبا کے مقابلے میں بنائی تھی ذکر ہے۔ اس مسجد کی بنیاد بدنیتی پر تھی مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اس کا مقصد تھا۔ لیکن چونکہ اس کی بابت بذریعہ وحی اطلاع دے دی گئی۔ اس لیے اس کو ڈھا دیا گیا اور بنانے والوں کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ البتہ اسلام سے ان کا دل اور زیادہ پھر گیا۔ نفرت اور غیظ و غضب کے جذبات بھڑک اٹھے اور دل کا اطمینان غائب ہو گیا۔

ارشاد ہے کہ جو عمارت مسجد کے نام سے انہوں نے بنا کر کھڑی کی تھی۔ وہ تو اس قابل تھی ہی نہیں جو محفوظ اور صحیح سالم رکھی جاتی۔ وہ تو اسی قابل تھی کہ ڈھا دی جاتی۔ چنانچہ ڈھا دی گئی۔ لیکن منافقوں کے دل میں نفاق، عداوت اور ضد اس مسجد کی وجہ سے اور زیادہ بیٹھ گئے۔ وہ کچھ کر تو نہ سکے لیکن دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ یہ کمینہ جذبات ان کے دل میں بہت گہرے بیٹھ گئے۔ اور اب یہ نکل نہیں سکتے جب تک کہ ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیا جائے۔ اللہ کو ان کی بدنیتی کا بخوبی علم تھا۔ اس نے مصلحت اور حکمت کی بنا پر ان کا داؤ چلنے نہ دیا اور ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اور مسلمانوں کو ان کے ایمان اور نیک نیتی کی وجہ سے ہر طرح سرخرو کیا اور اپنی رحمت سے عزت و دولت عطا کی۔ اور آئندہ کے لیے ہر مسلمان کو اس واقعہ سے یہ سبق لینا چاہیئے کہ کسی معاملہ میں اللہ کی رضا کے سوا اور دنیاوی فائدے مدنظر نہ رکھے۔

Marfat.com

نفع کا سودا

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
اللہ نے خریدیں ایمان والوں سے ان کی جانیں
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ
اور ان کے مال اس بات پر کہ ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ
اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ
یہ وعدہ ہے اس کا ٹھیک تورات میں اور انجیل میں
وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
اور قرآن میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے قول کا اللہ سے
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ
پس خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو کر چکے تم نے اس سے
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾
اور یہ خصوصاً کامیابی ہے زبردست

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کے مال خرید لیے
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ
اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ
اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور مرتے ہیں
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ
وعدہ ہو چکا اس کے ذمے سچا تورات میں اور انجیل میں
وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ
اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون ہے
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ
سو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے خوشیاں کرو
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾
اور یہی بڑی کامیابی ہے

بَايَعْتُمْ (سودا کیا تم نے) ماضی کا صیغہ ہے جس کا مصدر مبایعۃ ہے۔ یہ بیع سے بنا ہے بیع کے معنیٰ ہیں خرید و فروخت۔
مُبَايَعَةٌ (دوسرے کے ساتھ سودا کرنا۔ اپنا مال دوسرے کو دے کر اس کے بدلے اس سے کچھ لینا۔)

یہ آیت دین اسلام کا خلاصہ ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جس کو سارے نبی سکھاتے چلے آئے ہیں۔ اور ہر رسول کو جو کتاب ملی اس میں اس کو اسی طرح پیش کیا گیا ہے اس آیت کے مضمون پر غور کرنا چاہیئے۔ ارشاد ہے کہ انسان کے لیے جو دین مقرر کر دیا گیا ہے۔ وہ نہایت آسان ہے۔ انسان سمجھ سے کام لے تو اس میں کوئی بات مشکل نظر ہی نہیں آتی۔ جو رسول جس زمانے میں انسان کو گمراہی سے جس کی وجہ سے زندگی میں تمام مشکلات پیش آتی ہیں بچانے کے لیے آیا۔ اس نے انسانوں سے یہی کہا کہ اللہ کا دل سے یقین کرو یعنی اس پر ایمان لاؤ اس کے بعد اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تم سے یہ چاہتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی تم اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کر کے اس کے حکم کے مطابق بسر کرو۔ اللہ کے ہاتھ اپنی جانیں اور اپنے مال بیچ دو۔ بیچ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جب کوئی حکم کرے فوراً اپنی جان اور مال سے اس کی تعمیل کے لیے حاضر ہو جاؤ جان جائے یا رہے مال رہے یا نہ رہے۔ دونوں صورتوں میں تمہیں اس کے حکم کی تعمیل کے بدلے میں جنت ملے گی۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں موجود ہے۔ اللہ سے زیادہ قول کا سچا کوئی نہیں اس لیے تم خوش ہو جاؤ کہ تم نے اس سے سودا کر لیا اور جان و مال اس کے ہاتھ بیچ کر جنت خرید لی۔ یہ اتنی بڑی کامیابی ہے جس کے مقابلے میں ساری عارضی کامیابیاں ہیچ ہیں۔

Marfat.com

مُسلمانوں کے کام

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
توبہ کرنے والے عبادت گزار حمد و ثنا کرنے والے
السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ
بے تعلق رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے
الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ
حکم کرنے والے نیک کام کا اور روکنے والے
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
برے کام سے اور خیال رکھنے والے اللہ کی قائم کی ہوئی
اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
حدوں کا اور بشارت دے مومنوں کو

التَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
وہ توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے شکر کرنے والے
السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ
بے تعلق رہنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے
الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ
نیک بات کا حکم کرنے والے بری بات سے
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے
اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
اللہ اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے

السَّآئِحُوْنَ (چلنے پھرنے والے) سائح کی جمع۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے سیاحۃ سے۔ سیاحت کے معنی جا بجا پھرتے رہنے کے ہیں۔ سیاح لوگ۔ ایک جگہ جم کر نہیں رہتے۔ بلکہ شہر بہ شہر ملک بہ ملک پھرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کے کہیں مستقل تعلقات قائم نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ مسلمان دنیا سے مستقل تعلق قائم نہیں کرتا مسافروں کی طرح رہتا ہے۔

پچھلی آیت میں کہا گیا کہ اللہ کے ماننے والے کا اللہ کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ اللہ کے ہاتھ اپنی جان و مال بیچ دیتا ہے اور اللہ اس کو خرید لیتا ہے۔ اور اس کی قیمت میں اسے جنت عطا کرتا ہے۔ اللہ مومن کی جان و مال خرید کر انہیں اسی کے پاس چھوڑ دیتا ہے۔ اس شرط پر کہ جب ان کے خرچ کرنے کو کہا جائے گا۔ تو وہ انہیں ہدایت کے مطابق خرچ کرے گا اور مرنے جینے مفلس ہونے کی پرواہ نہ کرے گا۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جو یہ سودا اللہ کے ساتھ سچے دل سے کر لیتا ہے اس میں مندرجہ ذیل صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ کوئی قصور ہو جائے۔ تو فوراً توبہ کرتا ہے۔ اللہ کی بندگی میں مشغول رہتا ہے۔ اس کا شکر زبان سے اور دنیا قطع سے ادا کرتا رہتا ہے۔ دنیا میں اپنے آپ کو سیاح اور مسافر سمجھتا ہے۔ اور انہی کی طرح چیزوں سے حسب ضرورت فائدہ اٹھاتا ہے مگر ان سے بے تعلق رہتا ہے۔ اللہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکاتا ہے۔ ماتھا زمین پر ٹیکتا ہے۔ نیک کام کرنے کو کہتا ہے۔ برے کاموں سے رکتا رہتا ہے۔ اللہ کی حدود سے کسی بات یا کسی کام میں باہر نہیں نکلتا۔ اللہ سے سودا کر لینے والے اور ان صفات پر قائم رہنے والے لوگ البتہ ایمان دار لوگ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ ان کو خوشخبری سنا دے کہ یہ لوگ دونوں جہان میں کامیاب ہوں گے۔

ان دو آیتوں میں دین کی حقیقت پورے طور پر واضح کر دی گئی ہے اور دیندار جس طرح اس دنیا میں بسر کرتے ہیں۔ اس کا پورا نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ جو شخص اسلام کو سمجھنا چاہے اسے چاہئے کہ ان آیتوں پر غور کرے۔

Marfat.com

مشرکوں سے دینی بے تعلقی

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا
نہیں ہے نبی کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے
اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوٓا
یہ کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ ہوں وہ
اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ
قرابت والے اس کے بعد کہ کھل چکا ان پر
اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾
کہ وہ دوزخ والے ہیں

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا
نبی کو اور مسلمانوں کو لائق نہیں
اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوٓا
کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ
اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ
قرابت والے ہوں جب ان پر کھل چکا
اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾
کہ وہ دوزخ والے ہیں

مسلمانوں کو پچھلی آیتوں میں اسلام کا مطلب سمجھا کر اور ان کے طرز عمل پر پوری روشنی ڈال کر اب یہ بتلایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں سے جو اسلام میں داخل تو نہیں ہوئے یعنی یا تو اللہ کو سرے سے مانتے ہی نہیں بلکہ دوسروں کو اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے یا زبان سے مانتے ہیں اور دل سے اس کے ساتھ عہد و پیمان مذکور (یعنی مبایعت) نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کا کیا سلوک ہونا چاہیئے۔ پہلے جو کچھ کہا جا چکا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کے ساتھ دنیا میں دینی سلوک کرو جو وہ تمہارے ساتھ کریں۔ اگر مل جل کر رہنا چاہیں اور معاملات میں سیدھے رہیں۔ تو تم بھی مل جل کر رہو۔ بلکہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ اور اگر دشمنی کریں اور ستانے پر کمر باندھیں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں۔ تو تم بھی ان سے لڑو اور فساد ختم کر کے دم لو۔ اس آیت میں ان کے ساتھ دینی پہلو سے سلوک بتایا ہے۔ دینی اعتبار سے تم میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ تم اللہ کے فضل و کرم کے امیدوار ہو اور وہ اللہ سے کھلم کھلا یا دل سے برگشتہ ہیں۔ اس لیے اللہ کی مغفرت کے سزاوار نہیں ہیں۔ اس لیے تم ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب مت کرو۔ کچھ رحم دل مسلمان اور خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو رحمت مجسم ہیں اللہ کی رحمت کی وسعت دیکھ کر اپنے مشرک یا منافق رشتہ داروں (ماں، باپ، بھائی) کے لیے دعائے مغفرت کرتے تھے اور اپنے غیر مسلم زندہ یا فوت شدہ متعلقین کے لیے بخشے جانے کی دعا مانگتے تھے اس آیت میں اس کی بابت صاف ہدایت ہے۔

ارشاد ہے کہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت مانگنا نبی کو اور مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کا اللہ سے کوئی عہد نہیں ہے۔ اور وہ اس کی طرف سے بالکل غافل تھے یا ہیں۔ اس لیے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ تم کو ان کے لیے جب تمہیں معلوم ہو چکا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے دعائے مغفرت مت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت کا وعدہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے ہاتھ اپنا سب کچھ بیچ چکے ہیں اور جن کی زندگی ان شغلوں میں بسر ہوتی ہے۔ جن کا پچھلی آیت میں ذکر ہوا۔ جو لوگ ایسے نہیں ان کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

ایک غلط فہمی کی اصلاح

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ
اور نہ تھا مغفرت مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے
اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
مگر بسبب ایک وعدہ کے جو کہ کیا تھا اس سے پھر جب
تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ
کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا بیزار ہوگیا اس سے
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾
تحقیق ابراہیم البتہ بڑا رحم دل بردبار تھا

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ
اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے [illegible]
اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب
تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ
ابراہیم پر کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوا
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾
بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تحمل کرنے والا تھا

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔ اس میں بیان تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو بہت اچھی طرح دلیلیں دے کر سمجھایا کہ بت پرستی چھوڑ دے۔ لیکن باپ نے صاف انکار کر دیا۔ بلکہ دھمکایا کہ اگر ایسی باتیں کیں تو میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ یہاں تیرا رہنا مجھے گوارا نہیں کہیں اور چلا جا اور میرا پیچھا چھوڑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے افسوس کے ساتھ کہا کہ اچھا میں جاتا ہوں۔ اب میرے بس کا یہی ہے کہ تیرے لیے اللہ سے دعا کروں کہ اسے ہدایت کر تاکہ ایمان لے آئے۔ اور اسی کی بدولت اس کی پچھلی خطائیں معاف ہو جائیں۔ اس قصہ کو سن کر بعض مسلمان بھی اپنے مشرک ماں باپ اور رشتہ داروں کے حق میں بخشش طلب کرنے لگے۔ پچھلی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عام مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا۔ اور کہہ دیا گیا کہ جب وہ بوجہ ایمان نہ لانے کے دوزخ کے مستحق ہیں۔ تو ان کے لیے مغفرت کی دعا نہ کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو اپنے مشرک باپ کے لیے دعا کی تھی۔ اس کی ایک وجہ تھی۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لیے جو مغفرت کی دعا کی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ چلتے وقت انہوں نے باپ سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنے رب سے تیرے گناہوں کی معافی کی درخواست کروں گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ رب سے دعا کریں گے کہ اس کو ہدایت کر کہ یہ ایمان لے آئے اور اس کی بدولت اس کے گناہ بخشے جائیں۔ لیکن جب کفر کے اندر ہی مر گیا تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ اس کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے اس کی طرف سے بالکل توجہ ہٹالی۔ اور کبھی دعائے مغفرت نہ کی۔ اس لیے جب تمہیں یقینی طور پر یا صاف علامتوں سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ پھر اس کے لیے دعائے مغفرت مانگنی کیسی اس کا معاملہ اللہ ارحم الراحمین کے حوالے کرو۔ اور خود اللہ کے احکام کی تعمیل میں جان اور مال سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو کر لگ جاؤ۔

Marfat.com

جان کر نہ ماننا گمراہی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ
اور نہیں ہے اللہ ایسا کہ گمراہ کرے کسی قوم کو بعد اس کے کہ ہدایت دی انہیں
حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
یہاں تک کہ کھول دے ان پر جس سے وہ بچیں بیشک اللہ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱۵ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
ہر چیز کا جاننے والا ہے بیشک اللہ ہی کے لیے بادشاہت
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا
آسمانوں کی اور زمین کی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور نہیں
لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۱۱۶
تمہارے لیے اللہ سے کوئی ساتھی اور نہ مددگار

پچھلی آیت میں اس کا بیان تھا کہ کچھ لوگ مسلمانوں میں سے اپنے مشرک ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتے تھے۔ ان کو اس سے یہ کہہ کر روک دیا کہ مغفرت ان کے لیے ہے جو اللہ کو مان کر اس کے حکم کی تعمیل کے لیے جان و مال سے تیار ہو گئے مشرک اللہ کو مانتے ہی نہیں اس لیے ان کی مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آیت میں یہ حکم دینے کے بعد بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے جنہوں نے مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کی کیا ان کی پکڑ ہوگی۔ اس آیت میں اس کا تفصیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ پکڑ گمراہوں کی ہوگی۔ اور اللہ کے نزدیک گمراہ وہ ہیں۔ جو کسی حکم کے نازل ہونے کے بعد اس کی خلاف ورزی کریں جس چیز سے رک جانے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کوئی اسے کر بیٹھا ہے۔ اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اس کی بابت کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے اور اسلام کے طریقے پر چلنے لگے۔ ان کو گمراہ صرف اس وقت شمار کیا جائے گا۔ جب پہلے صریح حکم نازل کر دیا جائے کہ اس کام کو نہ کریں اور پھر وہ اس کو جان بوجھ کر نہ مانیں۔ اس لیے جنہوں نے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مشرکوں کے لیے استغفار کیا۔ ان سے ان کے اس فعل کا مواخذہ نہ ہوگا۔ مواخذہ ان سے ہوگا جو منع کرنے کے بعد ایسا کریں گے۔

آسمانوں کا اور زمین کا بادشاہ اور حاکم اللہ ہے سب پر اسی کا حکم چلتا ہے جو اس کی حکم عدولی کرے گا۔ اسے اس کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔ اس لیے اسی کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہو۔ وہی تم پر رحم کرے گا اور حکم نہ ماننے والوں کو سزا دے گا۔

Marfat.com

ایثار کا بدلہ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ
البتہ خاص توجہ کی اللہ نے نبی پر اور مہجرت کرنے والوں پر

وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
اور ان کے مددگاروں پر جو ساتھ رہے نبی کے تنگی کی گھڑی میں

مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ
اس کے بعد کہ قریب تھا پھر جائیں دل ایک فریق کے

مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ
ان میں سے پھر متوجہ ہوا وہ ان پر تحقیق وہ ان پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
مہربان رحم کرنے والا ہے

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ
اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین

وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
اور انصار پر جو مشکل گھڑی میں نبی کے ساتھ رہے

مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ
بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے بعضوں کے

مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ
دل پھر جائیں پھر ان پر مہربان ہو بے شک ان پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
مہربان رحم کرنے والا ہے

ساعۃ العسرۃ سختی کا وقت ساعۃ تھوڑے سے زمانہ یعنی ایک گھڑی کو کہتے ہیں یہاں اس سے مراد وقت ہے۔ عسرۃ کے معنی مشکل سختی اور تنگی کے ہیں۔ ساعۃ العسرۃ سے مراد غزوہ تبوک کی تیاری کا زمانہ ہے۔ اس وقت چاروں طرف مشکل ہی مشکل تھی۔ مسلمانوں کا لشکر جو ایسے وقت میں تیار ہوا وہ بھی جیش العسرۃ کہلاتا ہے۔ اس وقت یہ مشکلیں درپیش تھیں۔ لوگ تھکے ہوئے تھے کیونکہ ابھی لڑائی سے واپس آئے تھے۔ گرمی بہت سخت تھی۔ کھجوروں کے پکنے کا موسم تھا۔ ایسے موسم میں باغوں کی حاضری ضروری ہوتی ہے۔ دور دراز کا سفر تھا۔ ایک بڑے طاقتور دشمن سے مقابلہ تھا۔ ساز و سامان کچھ نہ تھا۔ لشکر میں کھانے کے لیے روزانہ دو سپاہیوں کو ایک کھجور ملتی تھی۔ آخر میں ایک ہی کھجور کو کئی آدمی باری باری چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ سواری میسر نہ تھی۔ دس دس آدمی ایک اونٹ پر باری باری اترتے چڑھتے۔ ان حالت میں ثابت قدم رہنا ہر ایک کے بس کا نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر اور انصار نے اس وقت جس ہمت اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسا ایثار اور وفاداری کی مثال دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

آیت میں ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے سچے وفاداروں نے ایسی سخت گھڑی ایسی ہمت اور ایثار سے کام لیا جس سے رحمت الٰہی نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ مسلمان سب کے سب مشقتیں اور سختیاں جھیلنے کو آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ صرف چند اشخاص بلا عذر کے رہ گئے جن کا بیان آگے آتا ہے۔ ان سب کو اللہ نے اپنے انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرایا۔ اور جو لوگ پس و پیش کے بعد شامل ہوئے ان کو بھی معاف کر دیا۔ اللہ مسلمانوں پر مہربانی و رحم کرنے والا ہے۔ جو وقت پر ساتھ دیں۔ وہی لوگ سزاوار رحمت ہیں ؛

Marfat.com

ایمان والوں کو معافی

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا

اور ان تین پر جن کو پیچھے رکھا گیا تھا یہاں تک کہ جب

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ

اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان گئے کہ

لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ

نہیں پناہ اللہ سے مگر اسی کی طرف پھر

تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

توجہ کی اللہ نے ان پر تاکہ وہ متوجہ ہوں تحقیق اللہ

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

یقیناً توجہ کرنے والا رحم کرنے والا ہے

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا

اور ان تین شخصوں پر کہ کام معلق چھوڑا دیئے گئے یہاں تک کہ جب

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

جب ان پر زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہو گئی

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ

اور وہ جانوں سے تنگ آ گئے اور سمجھ گئے کہ

لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ

اللہ سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کی طرف پھر

تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

مہربان ہوا ان پر اللہ تاکہ وہ پھر آئیں بے شک اللہ

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع ۱۴

مہربان اور رحم والا ہے

اس آیت میں ذکر ہے کہ اللہ کی رحمت میں وہ تین آدمی بھی شامل ہیں جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اور التزا کے زمانے میں مسلمانوں کو ان سے بالکل قطع تعلق کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ تین شخص کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع ہیں۔ یہ لوگ سچے مسلمان تھے اور مالدار بھی تھے۔ لیکن آج روانہ ہوں گے۔ کل روانہ ہوں گے۔ کرتے کرتے رہ گئے اور لشکر میں شامل نہ ہو سکے۔ واپسی پر تینوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ سچ سب کچھ کہہ دیا۔ اور اپنے قصور کا اقرار کیا۔ ان تین کی بابت کوئی فیصلہ نہیں سنایا گیا۔ اس آیت میں ان کا بیان ہے۔ کہ وہ انتظار کی زحمت کے علاوہ قطع تعلق کی مصیبت میں اتنے دن تک پھنسے رہے، جب تک یہ آیت نازل ہوئی۔ آخر ان کو بھی معاف کر دیا گیا۔ کیوں کہ ان میں سے کسی کی نیت بری نہ تھی، سچے ایمان والے، شرک اور نفاق دونوں سے پاک تھے۔

ارشاد ہے کہ ان کا بھی قصور معاف کر دیا گیا۔ جن کا فیصلہ فوراً نہیں سنایا گیا تھا۔ ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لوگوں نے ملنا جلنا، بول چال سب ترک کر دی تھی۔ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ تو آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ اور کوئی بھی ان کے ساتھ نہ بولتا تھا سب کترا کر نکل جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا جینا دشوار ہو گیا۔ ناک میں دم آ گیا۔ دن رات گریہ و زاری کرتے تھے کہ یا اللہ تیرے سوا ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت کعب بن مالک کو غسان کے عیسائی بادشاہ نے یوں دعوت دلانا چاہا کہ ان کے نام ایک خط بھجوا دیا کہ تم وہاں کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو۔ ہمارے پاس آ جاؤ اور آرام سے رہو۔ لیکن یہ سچے مسلمان تھے کسی کی نہ سنی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر اپنا قصور معاف کیے جانے کی التجا کرتے رہے، آخر اللہ نے رحم فرمایا اور معافی کی بشارت آ گئی ؛

Marfat.com

سچائی کی قدر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
اے لوگو جو ایمان لا چکے ہو ڈرو اللہ سے
وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ
اور ہو جاؤ سچے لوگوں میں سے نہیں نیب دیتا
لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ
مدینے والوں کو اور ان کو جو ان کے گرد
الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
دیہاتی ہیں کہ ساتھ چھوڑیں رسول اللہ کا
وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ
اور نہ یہ کہ زیادہ چاہیں اپنی جانوں کو رسول کی جان سے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو
وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ
اور سچوں کے ساتھ رہو مدینے
لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ
والوں کو اور ان کے گرد کے
الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
دیہاتیوں کو نہ چاہیے کہ رسول اللہ کے ساتھ سے پیچھے رہ جائیں
وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ
اور نہ یہ کہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان کو چاہیں

پچھلے واقعات سے مسلمانوں کو جو سبق سیکھنا چاہیے۔ اس کو اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔ جب غزوہ تبوک کی تیاری کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ تو لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ سچے مسلمان حضورؐ کے جان نثار تو حسب دستور بے چون و چرا ہر طرح تیار ہو گئے اور سامان کی درستی کے لیے حسب توفیق مال لا حاضر کیا۔ انہی میں کچھ لوگ سوچ میں پڑ گئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ادھر انتہائی دکھ اور تکلیف۔ آخر ایمان نے مجبور کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مشقتیں برداشت کر رہے ہیں۔ تو ہمیں پیچھے رہ جانے کا کیا حق ہے۔ اور اپنی دلی کمزوری پر نادم ہو کر شامل ہو گئے۔ باقی رہا سوا ان تین آدمیوں کے جن کا ذکر پچھلی آیت میں گذرا۔ اور سوا ان کے جنہوں نے اپنے آپ کو سزا دے لی۔ اب فقط کمزوروں اور ناداروں کا گروہ باقی رہ گیا۔ اور ان کے علاوہ ایک گروہ منافقوں کا بھی باقی رہ گیا۔ پہلا گروہ تو معذور تھا۔ دوسرا گروہ دنیا اور آخرت میں سخت سزا کا سزاوار ہوا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قابل تقلید کون لوگ ہیں جو دوسروں کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ کے غضب اور عتاب سے ڈریں اور آئندہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہیں۔ جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا۔ یہ لوگ ان صفتوں کی بدولت انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے اور جن سے کچھ کوتاہی ہوئی تھی۔ انہیں ان کی سچائی اور نیک نیتی کی بنا پر معاف کر دیا گیا۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں کو ہرگز یہ زیبا نہیں کہ آپ راحت اور آرام سے گھروں میں بیٹھے رہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں گرمی بھوک اور پیاس کی تکلیفیں جھیل رہے ہوں۔ ان کو لازم ہے کہ اپنی جانوں سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو عزیز رکھیں ؛

Marfat.com

مشقّت کا اجر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ
یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ مشقت
وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ
اور نہ بھوک اللہ کے راستے میں اور نہ وہ چلتے ہیں
مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ
وہ جگہ جس سے چیں کافر اور نہ وہ حاصل کرتے ہیں دشمن سے کچھ
نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ
لکھا جاتا ہے ان کے لیے اس کے بدلے ایک نیک کام تحقیق
اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۲۰)
اللہ نہیں ضائع کرتا اجر اچھے کام کرنے والوں کی

یہ: نہیں پہنچتی، مضارع کا صیغہ ہے جو وَصَلَ سے بنا ہے وصل کے معنی کسی چیز کو پاؤں سے روندتا، چلنا

یَطَـُٔوْنَ: نہیں چلتے، مضارع کا صیغہ ہے جو وَطْءٌ سے بنا ہے وطء کے معنی کسی چیز کو پاؤں سے روندنا، چلنا

مَوْطِئٌ: چلنے کی جگہ، یہ اسی مادہ سے اسم ظرف ہے اور حاصل مصدر بھی ہے ترجمہ میں اسے حاصل مصدر لیا گیا ہے یعنی چال۔

لَا يَنَالُوْنَ: نہیں لیتے، مضارع کا صیغہ ہے نَيْلٌ سے جو اس کے بعد ہی آیت میں مذکور ہے۔ نیل کے معنی کوئی چیز پا لینا۔ لے لینا۔

پچھلی آیت میں مسلمانوں کو جو مدینے اور اس کے اطراف میں موجود تھے۔ ہدایت کی گئی۔ کہ تمہیں اللہ کے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محنت مشقت میں مستعدی اور خلوص کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ تو آرام حرام چھوڑ کر اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے سختیاں، دکھ اٹھائیں۔ بھوکے پیاسے رہیں اور تم آرام سے گھروں کے اندر مخمل بیٹھو اور کھانے پینے میں مشغول رہو۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے واسطے جو تکلیف برداشت کرو گے۔ وہ تمہارے نامۂ اعمال میں نیک عمل شمار ہوگی۔

ارشاد ہے کہ یہ مسلمانوں سے اس لیے کہا جا رہا ہے کہ اس میں ان کے لیے آخرت میں بڑے درجے ہیں۔ ہر ایک تکلیف کے بدلے ایک نیک عمل ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور پھر اس کا پھل دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملے گا۔ دنیا میں آخر کار کامیابی، عزت، نیک نامی نصیب ہوگی اور آخرت میں جنت ملے گی۔ ان کی بھوک، پیاس، محنت اور سرکش کافروں کے دبانے کے لیے کوئی قدم اٹھانا۔ ان کو ان کی ڈھٹائی اور سرکشی کی مناسب سزا دینا۔ چونکہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کے لیے ہے اس لیے ان میں سے ہر ایک چیز عمل صالح کے تحت لکھی جائے گی۔ اللہ تم سے مفت کام لینا نہیں چاہتا۔ اس کے ہاں اچھے کام کرنے والوں کے لیے اجر اور ثواب مقرر ہے۔ کسی کا کوئی اچھا کام اس کے ہاں ضائع نہیں ہونے پاتا۔

Marfat.com

نیکی کا بدلہ

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً
اور نہیں کرتے وہ کچھ خرچ چھوٹا اور نہ بڑا

وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ
اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے

لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ
ان کے لیے تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس سے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱﴾
جو تھے وہ کرتے

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً
اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا یا بڑا

وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ
اور نہ کوئی میدان طے کرتے ہیں مگر ان کے

لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ
واسطے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کو اللہ بہتر بدلہ دے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱﴾
اس کام کا جو وہ کرتے تھے

نَفَقَةً: کوئی چیز جو خرچ کی جائے / یہ لفظ سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ يُنْفِقُوْنَ اسی سے بنا ہے جو انفاق سے مضارع کا صیغہ ہے۔ انفاق کے معنی ہیں کوئی چیز خرچ کرنا۔

يَقْطَعُوْنَ طے کرتے ہیں / مضارع کا صیغہ ہے قطع سے۔ قطع کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ راستہ کاٹنا ہماری زبان میں بھی محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کسی میدان کو طے کرنا۔

اس آیت میں نیک کاموں کا ذکر ہے جو مسلمان کریں۔ یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے۔ چونکہ ہر مسلمان کا ہر کام ایمان اور نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے اور جو سختیاں جھیلتا ہے وہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے جھیلتا ہے۔ اس لیے سختی جھیلنا بھی نیک کام ہی شمار ہوگا یعنی نیک کام کرنا اور کوئی تکلیف برداشت کرنا دونوں اس کے اچھے عمل کی صورت میں لکھ لیے جائیں گے۔

ارشاد ہے کہ مسلمان جو بھی خرچ کریں تھوڑا ہو یا بہت اور جو چیز بھی اللہ کے واسطے دیں چھوٹی ہو یا بڑی اور جو کام بھی محض اللہ کے واسطے اور اسلام کی مدد کرنے کے لیے طے کریں یہ سب کچھ ان کے نامۂ اعمال میں نیک عمل شمار کر کے درج کر لیا جائے گا اور اس کے بدلے ان کو ایسی اجرت ملے گی جو ان کے کام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ اس آیت میں مسلمانوں کی ساری مالی بدنی اور جانی قربانیوں کی بابت بتایا ہے کہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ ان میں ہر ایک چھوٹی یا بڑی قربانی کا اللہ کے ہاں بہت بڑا بدلہ ملے گا۔

دنیا میں تو ان کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی جماعت منظم اور مضبوط ہو کر آگے بڑھے گی۔ ان میں اتفاق اور اتحاد ہوگا اور ان کے سامنے دشمن ان کے ہاتھوں تباہ ہوں گے۔ اور اسلام کا یہ پودا جو شروع میں چھوٹا سا تھا۔ اپنی جڑ مضبوطی سے جما کر ایک عظیم الشان درخت بن جائے گا جس کی شاخیں اور پتے اس قدر پھیلیں گے کہ تمام دنیا اگر چاہے گی۔ تو اس کے سایہ میں آرام و فرحت کی زندگی بسر کرے گی اور اس کے پھل کھائے گی اور آخرت میں یہ سب چھوٹی یا بڑی قربانیاں ہمیشہ کے لیے آرام و راحت کا باعث بنیں گی۔ جنت کا آرام دیکھ کر مسلمان کہہ اٹھیں گے۔ کہ ان نعمتوں کے مقابلے میں ہمارے دنیا کے کام اور کوششیں تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔

Marfat.com

قومی کام کرنے کا طریقہ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً

اور نہیں ہیں مسلمان اس لیے کہ نکلیں سب کے سب

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

پس کیوں نہ نکلیں ہر فرقے میں سے ان کے

طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

کچھ لوگ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

اور تاکہ وہ خبردار کریں اپنی قوم کو جب وہ لوٹیں ان کی طرف

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۱۲۲

تاکہ وہ بچ بچ رہیں

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً

مسلمانوں کے لیے یہ نہیں ہے کہ سارے کے سارے نکل

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

کھڑے ہوں سو کیوں نہ نکلے ہر فرقے میں سے ان کا ایک

طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

حصہ تاکہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کریں

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

اور جب قوم کی طرف لوٹ کر آئیں تو اس کو خبردار کریں

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۱۲۲ ع ۱۵

تاکہ لوگ بچتے رہیں

نَفَرُوْا (چل پڑیں) مضارع کا صیغہ ہے نَفَرَ سے نفر کے معنی ہیں جگہ چھوڑ کر نکل کھڑے ہونا۔ اس کے بعد لفظ نَفَرَ اسی سے ماضی کا صیغہ ہے یہاں مراد ہے رفاہ عام کے کام کے لیے اٹھ کھڑے ہونا۔

ارشاد ہے کہ اگر ہر کام کرنے کے لیے سارے کے سارے آدمی اٹھ کھڑے ہوں تو کام بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ اور دوسرے کام پڑے رہ جائیں گے۔ اس کے لیے محنت آپس میں بانٹ لینی چاہیئے اور ہر کام کے لیے وہی لوگ اٹھنے چاہئیں۔ جو اس کام کے اہل ہوں۔ چنانچہ مثال دے کر سمجھایا گیا۔ کہ علم حاصل کرنا قومی فرض ہے۔ کیونکہ جب تک قانون سے واقف لوگ عوام کی رہنمائی کے لیے موجود نہ ہوں گے۔ نظم و نسق تہ و بالا ہو جائے گا۔ اب اگر سارے قانون کا علم حاصل کرنے میں لگ جائیں تو دوسرے کام جو زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً زراعت تجارت صنعت و حرفت ان کو انجام دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ کچھ لوگ جو ذہنی اعتبار سے تحصیلِ علم کے اہل ہوں۔ دین کے قانون میں مہارت حاصل کریں یہاں تک جائیں۔ اور بوقتِ ضرورت عوام کو ان کے ٹھیک چال چلن کا طریقہ سکھا دیں۔ اور جس کو ضرورت ہو۔ ان سے پوچھے اور مشورہ کرے۔ اسی طریقہ پر چلنے سے یہ امید ہو سکتی ہے۔ کہ لوگ مضر کام چھوڑ کر مفید کاموں میں لگے رہیں گے۔ اس آیت میں صاف صاف تقسیم کار کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کی قابلیت یکساں نہیں ہوتی۔ کوئی ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہوتا ہے۔ وہ محنت کے کام مثلاً کاشتکاری اور جنگ وغیرہ کے لیے موزون ہے۔ کسی کا ذہن تیز ہوتا ہے۔ وہ مختلف علوم و فنون حاصل کرنے میں حسب قابلیت لگ سکتا ہے۔ البتہ اگر ساری قوم دشمن کے نرغے میں پھنس گئی ہے اور گورنمنٹ نے ہر ایک کو لڑائی کے لیے اٹھنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس وقت سب کچھ چھوڑ کر قوم کے بچاؤ کے لیے ہر ایک کو حاضر ہو جانا چاہیئے۔ اور جو کام اس کو دیا جائے اس کو انجام دینا چاہیئے:

Marfat.com

حفاظت کا طریقہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ

اے ایمان والو جو ایمان لے آئے ہو لڑو ان سے

يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے۔ اور چاہیئے کہ پاویں وہ تمہارے اندر

غِلْظَةً ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

سختی اور جان لو کہ اللہ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ساتھ ہے ڈرنے والوں کے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ

اے ایمان والو اپنے نزدیک کے کافروں سے

يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

لڑتے جاؤ اور چاہیئے کہ وہ تمہارے اندر اپنے پاوے

غِلْظَةً ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

میں سختی پائیں۔ اور جان لو کہ اللہ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ڈرنے والوں کے ساتھ ہے

پچھلی آیت میں مسلمانوں کو ہر کام کے مناسب لوگوں کی جماعتیں بنا لینے کی ترکیب سمجھائی گئی تھی۔ اس آیت میں لڑائی کا اور دشمنوں کو بے بس کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ کام بھی زبردستی مسلمانوں کے سر پر آ پڑا تھا۔ دنیا نے ابھی نہیں سکھا دیا کہ شورہ پشت لوگوں کے دبانے کا آخری طریقہ سوا جنگ کے اور کوئی نہیں۔ انسان کی شخصی اور جماعتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ حیوانی صفات کو انسانی صفات کے تحت دبا کر رکھا جائے۔ اور ان سے بوقت ضرورت اتنا ہی کام لیا جائے جتنے کی ضرورت ہے۔ لیکن حیوانی صفات کے غلبہ نے اس وقت مشرکوں کو اتنی بات سمجھنے سے روک دیا اور یہی نہیں بلکہ انہوں نے وحشی درندوں کی طرح مسلمانوں کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا اور سمجھے کہ ہم بدنی اور اجتماعی قوت سے ان کو بیٹھا بیٹھ کر دیں گے۔ آخر کار مسلمانوں کو بتایا گیا کہ انسانی درندے بھی طاقت ہی سے دبائے جا سکتے ہیں۔ پہلے پہل کافروں کا زور توڑنے کے لیے سب کو جمع ہو کر لڑنا پڑا لیکن جب دیکھا کہ لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو پھر اس کا روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ناچار اس کے لیے قوانین مقرر کرنے پڑے۔ اور ان میں حیوانی طریقے سے لڑنے کو خلاف انسانیت بتایا گیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو اس کے حکم بردار ہیں۔ اور اس کے غضب سے ڈرتے ہیں۔ اس اصل کو سامنے رکھ کر دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ چاہیئے کہ مسلمانوں کی زبردستی اپنے قریب کے دشمنوں پر اپنا رعب جمائے رکھے اور ان کے سامنے قوت کا مظاہرہ کرتی رہے۔ تاکہ وہ شرارت سے باز آجائیں اور سمجھ لیں۔ کہ نرا جانور بننے سے کام نہیں چلے گا۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ جسمانی اور مادی قوت کے بل پر دوسروں کو دبانے کی کوشش انسانیت کو ختم کرنے کے ہم معنی ہے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ مسلمان امن و امان کے حامی ہیں۔ لڑنے میں کبھی اپنی طرف سے پہل نہ کریں گے۔ ہاں اگر کوئی ان کو ظلم اور زبردستی سے دبانے کی کوشش کرے گا تو اس کو اپنے پروردگار کے حکم سے دبا کر رہیں گے اور جب تک وہ درست نہ ہو جائے گا اس کو نہ چھوڑیں گے۔

Marfat.com

وحی کا اثر

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ

اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت تو ان میں سے

مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ

بعض کہتے ہیں تم میں سے کون ہے کہ زیادہ کر دیا اس کو

هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اس نے ایمان میں سو جو لوگ

اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ

ایمان لائے ہیں اس نے بڑھا دیا ان کو ایمان میں اور وہ

يَسْتَبْشِرُوْنَ (۱۲۴)

خوشیاں مناتے ہیں

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے

مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ

بعض کہتے ہیں اس سورت نے تم میں سے

هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

کس کا ایمان زیادہ کر دیا سو جو لوگ ایمان لائے ہیں

اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ

ان کا ایمان اس سورت نے زیادہ کر دیا اور وہ

يَسْتَبْشِرُوْنَ (۱۲۴)

خوش دل ہوتے ہیں

اس آیت میں ان لوگوں کا جن کے دل میں نور ایمان نہیں ہے ایک اور طرز عمل بیان کیا گیا ہے۔ ایسے لوگ اسی زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے اور اس کے بعد آج تک ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں۔ اور بظاہر احوال ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہوتے ہی رہیں گے جن کے دل میں اسلام کی ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ ایسے لوگ اسلام ہی نہیں بلکہ ہر نظام اور ہر جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ جو قانون اور تنظیم کو بے معنیٰ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ہر سوسائٹی میں گھن کا کام دیتے ہیں اور اندر ہی اندر اسے کھوکھلا کرتے رہتے ہیں۔ اگر سوسائٹی میں مخلص سمجھ دار اور باوفا لوگ نہ ہوں۔ تو ایسے لوگوں کے ہاتھوں تباہی آنا یقینی ہے۔

پہلے بھی بیان ہوا ہے کہ مدینہ کے اندر اور اس کے گرد و نواح میں ایسے لوگ موجود تھے۔ اب ارشاد ہے کہ جب قرآن کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے۔ تو منافق لوگ آپس میں یا بعض سیدھے سادے مسلمانوں سے کہتے ہیں۔ کیوں جی اس سورت سے تمہارا ایمان کتنا بڑھا۔ اور اس میں کیا اضافہ ہوا۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ہنسی اڑائیں اور لوگوں کو کسی طرح بتائیں۔ کہ اس میں کچھ نہیں رکھا۔ ان کی بے ہودگی کے جواب میں واقعی بات نہایت بردباری اور سہولت کے ساتھ سمجھائی گئی ہے۔ کہ جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور اپنے اللہ سے لو لگائے ہوئے ہیں۔ انہیں ان سورتوں میں دل کی تسکین، جان کا حقیقی آرام اور اللہ کے وعدوں کے پورا ہونے کا سامان کھلم کھلا نظر آتا ہے۔ انہیں اپنی امیدیں جو انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ لگا رکھی ہیں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور ان کا دل مزید یقین اور اطمینان کے ساتھ اللہ کے حکموں کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔

Marfat.com

نفاق کی حقیقت

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ	وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ
اور جو لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں	اور جن کے دلوں میں مرض
مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا	مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا
بیماری ہے تو بڑھا دی اس نے ان کی پلیدی	ہے سو ان کے لیے گندگی
اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ	اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ
پلیدی پر اور مرے وہ ایسے کہ وہ	پر گندگی بڑھا دی اور وہ مرتے دم تک
كٰفِرُوْنَ (۱۲۵)	كٰفِرُوْنَ (۱۲۵)
کفر کرنے والے تھے	کافر ہی رہے

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری جم گئی ہے انہیں ان سورتوں میں کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمہ ان کے مرض میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایمان داروں کو اپنے یقین و استحکام میں روز بروز بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں اور ان کے ارادوں کی پختگی کے سامنے ان کے اپنے ارادے انہیں روز بروز پست ہوتے نظر آتے ہیں اور ان کی باطنی صحت لحظہ بہ لحظہ گھٹتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ اس سے ان کے حسد، کینے اور بغض میں اور ترقی ہوتی ہے اور یہ وہ روحانی امراض ہیں جن کا واحد علاج صرف اللہ کے مقرر کردہ قانون کا ماننا اور اس کے رسول کی ہدایت پر چلنا ہے۔ جتنا اللہ، رسول اور اس کے قانون یعنی قرآن پر بھروسہ اور اعتماد حاصل ہوگا۔ اتنی ہی انسان کی اندرونی خباثت گھٹتی جائے گی۔ اس خباثت ہی کا نام روحانی مرض ہے۔ چنانچہ جو نئی سورت قرآن کی نازل ہوتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے لیے باعث تسلی اور اطمینان ہوتی ہے۔ اور وہی منافقوں کی ضد اور دشمنی میں اور اضافہ کر دیتی ہے۔ بالکل جیسے بارش سے اچھی زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ اور خراب زمین میں بجز خار دار جھاڑیوں کے کچھ نہیں اگتا۔

ان آیتوں میں انسان کے دو قسم کے فریقوں کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہر زمانے میں انسان کے دو فریق نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو اچھی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور قانون کی پابندی کو انسان کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو قانون کی پابندی کو وبال جان سمجھتے ہیں۔ اور آزادی کے معنی یہ لیتے ہیں۔ کہ انسان بالکل وحشی جانوروں کی طرح پھرے۔ ان میں سے بعض کھلم کھلا قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اور بعض گو ظاہر میں شریف بنتے ہیں۔ لیکن باطن میں خبیث ہوتے ہیں۔ یہ منافق ہیں۔ پہلے فریق پر اچھی باتوں کا اثر صحت بخش ہوتا ہے۔ اور یہی باتیں دوسرے فریق کی شرارت پر تازیانہ کا کام دیتی ہیں:

Marfat.com

بلاؤں سے سبق نہیں لیتے

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ

کیا نہیں دیکھتے وہ کہ وہ بلا میں پھنسائے جاتے ہیں ہر

كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا

سال کے اندر ایک بار یا دو بار پھر بھی نہ

يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۱۲۶)

توبہ کرتے ہیں اور نہ وہ سبق حاصل کرتے ہیں

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ

کیا دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال آزمائے جاتے ہیں

كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا

ایک بار یا دو بار پھر بھی

يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۱۲۶)

توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں

یہ آیت پہلے ہی مضمون کا تتمہ ہے۔ اور اس میں بد باطن لوگوں کو مصیبتوں سے مفید سبق حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ یہ اسلام سے منہ موڑنے والے اور خلاف انسانیت آزادی کے قائل لوگ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بڑی بڑی مصیبتوں میں پھنستے ہیں۔ کبھی قحط ہے، کبھی وبا ہے، کبھی زلزلہ ہے، کبھی طوفان ہے۔ غرض کوئی سال آفتوں سے خالی نہیں جاتا چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ہر مصیبت کے بعد اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکتے اور سمجھ لیتے۔ کہ ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اسی کے حکم کے آگے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن یہ اور الٹے سرکش ہو جاتے ہیں۔ اللہ کو تو مانتے نہیں۔ بجائے اس کے اپنی عقل اس میں لڑانے لگتے ہیں کہ ایسی تدبیر کیا ہو۔ کہ ان آفتوں سے نجات ہو۔ اور زندگی چین آرام سے کٹے۔

نہیں سمجھتے کہ چین اور آرام تو اللہ کو مان لینے سے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ عقلی ڈھکوسلوں سے اگر کچھ حاصل ہوا بھی۔ تو اس سے تمام افراد انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کچھ لوگ البتہ عارضی طور پر گلچھرے اڑا لیتے ہیں۔ لیکن اور لوگ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اتنے میں دونوں کو موت آدباتی ہے۔ اور وہ اس کے ہاتھ سے بے بس ہو جاتے ہیں۔ اور منہ کھول دیتے ہیں۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ شاید حسرت کے ساتھ ہر آدمی اس وقت یہ دیکھتا ہوگا۔ کہ جان نکل کر جسم کو خالی چھوڑ کر چلی جا رہی ہے۔ اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ مغرور لوگ اسی دھوکے میں پھنسے رہتے ہیں۔ کہ مجموعی طور پر ہماری قوم ترقی کر رہی ہے۔ افراد تو مرتے ہی رہتے ہیں۔ ان کا خیال کرنا فضول ہے۔

یہ نہیں جانتے۔ کہ افراد کا مرنا بھی ایک مصیبت ہے جس سے عقل مندوں کو سبق لینا چاہیئے۔ کہ اگر ان کو خود کچھ نہیں سوجھتا۔ تو ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے اللہ کے رسول اور ان کی کتابیں موجود ہیں۔ ان کی طرف رجوع کرنے سے انسانی ہستی کا راز بخوبی معلوم ہو سکتا ہے ؛

Marfat.com

منافقوں کی بدنصیبی

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ
اور جب آتاری جاتی ہے کوئی سورت تو دیکھتا ہے
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ
ایک ان کا ایک کو کہ کیا دیکھتا ہے تم کو
مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ
کوئی پھر چل دیتے ہیں پھیر دیئے
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
اللہ نے دل ان کے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں
لَّا يَفْقَهُوْنَ (۱۲۷)
کہ نہیں جانتے

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ
میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتا ہے کہ کیا
مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ
تم کو کوئی مسلمان دیکھتا ہے پھر چل دیتے ہیں
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
ان کے دل اللہ نے پھیر دیئے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ
لَّا يَفْقَهُوْنَ (۱۲۷)
لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے

مسلمانوں کے ساتھ منافقوں کے ایک طرز عمل کا اس آیت میں بیان ہے مسلمانوں کو حکم تھا۔ کہ سوا اس کے جو ان پر کھلم کھلا زیادتی کرے کسی کو نہ ستائیں بلکہ سب کے ساتھ احسان کریں اور لوگوں کے قصور اور کوتاہیوں کو معاف کرتے رہیں۔ اور سمجھیں کہ یہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور انہوں نے نادانی کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اسلام بے شک یہی سکھاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہوشیار رہنا بھی سکھاتا ہے تاکہ لوگ مسلمانوں کی بردباری سے دلیر ہو کر ان کو نقصان پہنچانے کی جرأت نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے آیت قرآنی میں ان کی شرارتوں کو کھول دیا گیا ہے۔ اور ان کی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں تاکہ مسلمان ان سے دھوکا نہ کھائیں اور ان کی چال سے آگاہ رہیں۔ اس آیت میں ان کی ایک عادت کا بیان ہے جس سے ان کی بدنیتی صاف عیاں ہے۔

ارشاد ہے کہ جب یہ لوگ مسلمانوں کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور کوئی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے اور آپ اسے حاضرین کو پڑھ کر سناتے ہیں تو سچے مسلمان تو کان لگا کر سنتے ہیں اور جو ارشاد ہوتا ہے اس کو گرہ میں باندھتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو اس کا سننا ناگوار ہوتا ہے خاص کر جبکہ وحی میں منافقوں کی بری عادتوں کو بیان کیا گیا ہو۔ یہ لوگ چپکے سے وہاں سے کھسکنا چاہتے ہیں۔ اور آپس میں اشارے کرتے ہیں کہ جس وقت کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ آنکھ بچا کر چل دینا چاہیئے۔ چنانچہ موقعہ تاک کر سارے کے سارے ایک ایک کر کے کھسک جاتے ہیں۔ اور مجلس سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ اللہ کے ہاں کیا پروا ہے۔ وہ اس کی پاداش میں ان کے دل اچھی باتوں کی طرف سے پھیر دیتا ہے جب یہ ہدایت کی باتیں سننا ہی نہیں چاہتے نادانی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں تو اللہ کو کیا غرض پڑی ہے کہ ان کو سیدھا راستہ زبردستی دکھائے۔

اکثر لوگوں کا اب بھی یہی حال ہے کہ مجلس میں جب تک ہنسی مذاق تفریح کی باتیں اور شغل ہوتے ہیں تو بڑے ذوق شوق سے بیٹھے رہتے ہیں اور جہاں اصلاح عمل اور درستی اخلاق وغیرہ سے متعلق کام کی باتیں شروع ہوئیں۔ تو بددلی ان کے چہرہ سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور وہ موقعہ تاک کر آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔

Marfat.com

رسول کا تعارف

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
یقیناً آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بھاری ہے اس پر جو تمہیں ضرر پہنچے دل سے چاہتا ہے تمہاری بھلائی
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸)
ایمان والوں پر شفیق مہربان ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
تمہارے پاس رسول تم میں کا آیا ہے
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بھاری ہے اس پر جو تکلیف پہنچے تمہیں حریص ہے تمہاری بھلائی
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۸)
پر ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے

مَا عَنِتُّمْ (جو دکھ تم جھیلتے ہو) ما موصولہ ہے جس کے معنی جو ہیں۔ عَنِتُّمْ ماضی کا صیغہ ہے جو عَنَتٌ سے بنا ہے۔ عَنَتٌ کے معنی ضرر دکھ تکلیف کے ہیں۔ عَنِتُّمْ کے معنی جو چیز تمہارے لیے دکھ اور ضرر کا باعث ہو۔ یہ لفظ سورۂ نساء میں پانچویں پارے کے شروع میں آچکا ہے۔ وہاں اس سے مراد رنج و غم۔ شرمندگی خفت وغیرہ ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہر وہ چیز جو دل یا بدن کو دکھ پہنچائے۔

حَرِيْصٌ (طلبگار) صفت کا صیغہ ہے حرص سے۔ حرص مشہور لفظ ہے جس سے مراد کسی چیز کی بہت زیادہ خواہش کرنے کے ہیں۔ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کا مطلب عربی محاورے کے مطابق یہ ہے کہ وہ ہر طرح تمہاری بھلائی چاہتا ہے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہے۔

اس آیت میں پہلے رسول اللہ علیہ وسلم کا عام انسانوں کے ساتھ اور پھر خاص ایمان والوں کے ساتھ تعلق نہایت صاف اور واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے۔ اور اس سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ انسان اگر ایسے اوصاف والے رسول کی قدر نہ پہچانیں تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ یہاں وہ اوصاف گنوائے گئے ہیں جن کا تعلق دوسروں کے ساتھ ہے اور ان پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ اور یہ چار صفتیں ہیں جن میں سے پہلی تین کا تعلق تمام انسانوں کے ساتھ اور چوتھی کا خاص طور پر ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب انسانوں سے افضل ہیں ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنے سارے کام آپ کے طریقہ کے مطابق سرانجام دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی مخلوق نہیں بنایا جس کی کوئی انسان پیروی نہ کر سکے۔

۲۔ ان کے اندر انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ دوسرے کی تکلیف اور اذیت ان پر بہت شاق گذرتی ہے۔

۳۔ یہ ہمدردی فقط احساس تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ ہر ایک کو اذیت اور دکھ سے بچانے کی دل و جان سے کوشش کرتے ہیں۔ واقعی تعجب ہے اگر ایسے انسان پر ہر شخص جان و مال نچھاور کرنے کے لیے تیار نہ ہو جائے۔

۴۔ ایمان والوں کے ساتھ بھی بہ حیثیت انسان ہونے کے ان کا یہی برتاؤ ہے۔ ان کے اوپر شفقت اور مہربانی فطری طور پر زیادہ ہے۔ کیونکہ جو نصیحت قبول کرے اور بات مان لے، اس کی دل جوئی کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۫ لَآ اِلٰهَ

پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے کافی ہے مجھے اللہ جس کے سوا

اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

کوئی بندگی کے لائق نہیں اسی پر میں بھروسا رکھتا ہوں اور وہی مالک ہے

الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (۱۲۹)

تخت بڑے کا

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۫ لَآ اِلٰهَ

پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کافی ہے مجھے اللہ جس

اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسا کیا اور

الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (۱۲۹) ع ۱۶

وہی عرش عظیم کا مالک ہے

عَرْش: (تخت) لغت میں عرش کے معنی اونچا اٹھانے کے ہیں۔ جو چیز اونچی ہو اسے بھی عرش کہتے ہیں۔ اسی لیے یہ لفظ تخت شاہی کے معنی میں مشہور ہوگیا۔ بادشاہ کا تخت اس کی قوت اور اقتدار کی علامت ہے۔ اللہ عزوجل سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ اس لیے اس کا تخت عرش عظیم یعنی بڑا عظیم الشان تخت ہے۔ یہ عرش اس نے اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ اس کی شکل و صورت ہم پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ فقط اس کی قدرت کے سب سے زبردست ہونے سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا عرش کس شان کا ہوگا۔

پچھلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسانوں کو چاہیئے کہ اس رسول کی قدر و منزلت سمجھیں اور اس کے حکم پر خوشی کے ساتھ چلیں کیونکہ انسان جن صفات کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ وہ سب ان میں موجود ہیں۔ یہ انسانیت کا کامل نمونہ ہیں۔ ایسا انسان جو تمام انسانوں کا ہمدرد اور خیرخواہ اور ہر اچھی بات میں ان کا مددگار ہو ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ تمہیں اللہ نے اپنی رحمت سے بیٹھے بٹھائے دے دیا ہے اس کی جتنی قدر کرو کم ہے۔ اس کی اطاعت میں تمہارا سراسر فائدہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اے رسول اگر باوجود ان سب اچھی عادتوں کے لوگ تیری طرف متوجہ نہ ہوں اور پیٹھ موڑ کر بیٹھ رہیں۔ تو تجھے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تیرا حامی اور مددگار اللہ ہے۔ لوگوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ان کے لیے رسول کی عنایت اور شفقت خود ان کے لیے مفید ہے۔ اس لیے اے رسول تو دل میں یہ کہا کر۔ کہ مجھے اللہ کا سہارا کافی ہے۔ وہی میرا مددگار اور حامی ہے۔ میرا بھروسا اسی پر ہے۔ میرا سہارا وہی ہے۔ وہ سارے جہان کا بادشاہ اور مالک ہے۔ جہان بھر کے تخت سلطنت کا بھی وہی مالک ہے اس کی قدرت میں سب کچھ ہے۔

یہ ارشاد ہم لوگوں کو سکھاتا ہے کہ خود دوسروں کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کے لیے تیار رہیں لیکن خود سوا اللہ کے کسی سے مدد نہ مانگیں نہ کسی کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر کریں۔ یہ سبق ہے جس کو اگر انسان سیکھ لے۔ تو دنیا کی تمام خرابیاں دور ہو جائیں۔

یہ آیت انسان کے لیے ایک بڑی زبردست سہارا ہے اور سبق ہے۔ اس کا مضمون [illegible] دور کرنے کے لیے اکسیر اعظم ہے۔

Marfat.com

سورۂ توبہ پر ایک نظر

پچھلے صفحہ میں ایک عظیم الشان آیت پر سورۂ توبہ ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ دوسری منزل بھی ختم ہوئی۔ اس کے آگے سورۂ یونس ہے جس سے تیسری منزل شروع ہوتی ہے۔ سورۂ توبہ کے مضامین پر غور کرنے کی آج کل بہت ضرورت ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے۔

یہ سورت ہمیں اسلامی سیاست کے وہ اصول بتاتی ہے جنہیں اس دنیا کی زندگی میں ہمیں اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ ہیں ۲۳ سال تک کلام مقدس یعنی قرآن مجید انسان کو اس کی بھلائی اور بہبودی کے اصول سمجھاتا رہا۔ ان اصولوں کو اس وقت کے انسان قبول کر لیتے تو مسلمانوں کی ایک الگ امت نہ بنتی۔ بلکہ تمام انسان ایک امت ہوتے تمدن کے تمام مل جل کر دنیا میں امن و امان کی زندگی بسر کرتے اور مرنے کے بعد آرام و راحت کی زندگی حاصل کرنے کا موقعہ ہر اس شخص کو آسانی کے ساتھ حاصل ہوتا۔ جو آخرت کو مانتا وہ بھی آج دنیا میں سب کے ساتھ مل کر بے کھٹکے یہاں کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا۔

لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا اس لیے مدینہ میں پہنچتے ہی مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اپنی ایک تنظیم کریں اور کہہ دیا گیا۔ کہ تمہارے ساتھ جو جیسا سلوک کرے۔ اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ امن کرو۔ اور باہمی اتحاد اور اتفاق کسی حالت میں نہ چھوڑو۔ مسلمانوں کو اپنے اندرونی انتظام کا یہ طریقہ سکھایا گیا ہے کہ رسول کی رہنمائی اپنی زندگی کا بندھن اور شیرازہ سمجھیں یہ انسانوں کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو ایسا مہربان حکیم اور ہمدرد انسان رسول مل گیا وہ جو تمہیں حکم دیتا ہے قرآن حکیم کی روح کو سامنے رکھ کر دیتا ہے۔

تمہارے سامنے تین قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے ساتھ جیسا ہونا چاہیئے۔ ویسا برتاؤ کرو۔

۱۔ کافر یہ وہ لوگ ہیں۔ جو تم سے کھلم کھلا لڑتے اور اگر ہو سکے تو تمہیں نیست و نابود کرنے کی کوشش کریں گے ان کے مقابلہ کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ جب تک کہ وہ یہ نہ سمجھیں۔ کہ اسلام دنیا میں جم کر رہنے کے لیے آیا ہے اس کی مخالفت کرنا دنیا میں فساد پھیلانے کا سبب ہوگا اور اس نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ کہ اس سے آشتی و صلح کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ وہ چاہے اسلام کو مانیں یا نہ مانیں لیکن اس کے ساتھ مصالحت کر کے رہنا دنیا کے امن و امان کے لیے ضروری ہے۔ تم خود کسی سے لڑنے میں پہل نہ کرو۔ جو تم سے لڑے وہ فسادی ہے۔ اس لیے اس حد تک لڑو کہ وہ مصالحت کے لیے تیار ہو جائے۔

۲۔ منافق یہ لوگ بھیسے دشمن ہیں اور اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے۔ ان کی طرف سے چوکنا رہو۔ ان کی چالوں میں مت آؤ۔

۳۔ مسلمان تمہارے بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ مہربانی، ہمدردی، شفقت اور امداد باہمی کے طریقے اختیار کرو۔

یہ سب اس سورت میں موجود ہے۔ اس لیے اسے بار بار مطالعہ کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

سورۂ توبہ کیا سکھاتی ہے

اس سورت کے ختم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ آپ نے اس دُنیا کی زندگی میں جو کچھ کیا۔ وہ انہی اخلاق کے تحت تھا۔ حتّٰی کہ آپ کی اپنے مخالفوں سے جنگ بھی انہی اخلاق پر مبنی تھی۔ آپ کی جنگ لٹیروں، ڈاکوؤں کی سی نہ تھی اور نہ دوسرے لوگوں پر بادشاہ بن کر حکومت کرنے کے لیے تھی۔ بلکہ انسان کی بہتری اور امن و امان کی زندگی دنیا میں قائم کرنے کے لیے تھی۔ اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ سفاکی کے ساتھ انسانوں کا خون بہاکر دوسروں پر رعب جمایا جائے اور ان کو زبردستی اپنا خادم بناکر رکھا جائے۔ اور مجبور کیا جائے کہ وہ آپ کو بادشاہ مان کر آپ کے اشاروں پر چلیں۔ اور آپ کے دنیاوی عیش و عشرت کا سامان مہیا کرنے میں لگے رہیں۔

وہ زمانہ جس میں آپ رسول بناکر دنیا میں بھیجے گئے انتہائی ظلم و ستم کا زمانہ تھا۔ دنیا بھر میں ہر ملک پر خودغرض عیش و عشرت کے دلدادہ اور خواہشوں کے غلام لوگوں کا قبضہ تھا۔ زبردست لوگ اپنا جتھا قائم کرکے کسی سرکش اور ظالم کو اپنا سرغنہ بناکر اس کے مددگار ہوجاتے تھے۔ اور اسے بادشاہ کہہ کر اس کے نام سے عوام الناس کو اپنے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرنے کے لیے مجبور کرتے تھے اور ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتے تھے۔ زبردست اپنی زندگی کا مقصد زبردست کو دبانا بنائے ہوئے تھا۔ خدا کی مخلوق ظالموں کے پنجے میں پھنسی ہوئی تھی اور قریب تھا کہ انسانیت دنیا سے مٹ جائے اور زور آور انسان خونخوار درندے بن کر کمزوروں کو بالکل کھا جائیں اور اپنے برابر والوں سے اس کا شکار خود چھیننے کے لیے لڑیں۔ اور ہر ایک اپنی طاقت بڑھانے میں لگا رہے اور دنیا میں قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، چھینا جھپٹی کے سوا انسان کا اور کوئی شغل ہی نہ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ان سرکش لوگوں کے بالکل خلاف تھا۔ آپ کے خلاق فطری مزاج کے مطابق خود بخود بننے شروع ہوئے اور اللہ کی حفاظت ہر قدم پر آپ کے ساتھ رہی۔ شروع ہی سے آپ کی نظر کائنات پر ایسے زاویۂ نگاہ سے پڑی۔ جو دنیا میں پھنسے ہوئے لوگوں کے نقطۂ نظر سے بالکل علیحدہ تھا۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ اگر انسان کو اس دنیا میں رہنا ہے۔ تو اس کا طریقہ یہ نہیں جو عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔

آپ وہ طریقہ ڈھونڈتے تھے جو انسان کی بقا کا ضامن ہو اور اس کی روح کو اضطراب اور بے چینی سے عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے بچائے۔ اس طریقہ کا بتانے والا آپ کو دنیا میں کوئی نظر نہ آیا۔ اس وقت آپ کی طبیعت تنہائی کی جانب زیادہ مائل ہوئی۔ اور حکیم مطلق نے آپ کو جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا تھا اپنی خاص رحمت سے اس کو پورا کرنے کا کام شروع کر دیا۔

Marfat.com

اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے دیکھنے والے تمام تاریخ نویس اور سارے وقائع نگار متفقہ طور پر شہادت دیتے ہیں کہ بحیثیت انسان آپ سمجھ اور عقل میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ حالات کو دیکھ کر جو رائے قائم کرتے تھے۔ وہ سب سے اچھی ہوتی تھی۔ فضول اور لغو باتوں سے بچتے تھے چہرے سے بشاشت ٹپکتی تھی، ہنس مکھ تھے۔ خاموشی پسند تھے کثر چپ رہتے تھے۔ دنیا کے بنانے والے اور پالنے والے کو یاد کرتے تھے۔ عرب میں اس لیے اللہ کا لفظ پہلے ہی موجود تھا۔ آپ کے دل میں اس کا تصور اوروں سے مختلف تھا۔ آپ سمجھتے تھے کہ وہ ایک ہے۔ وہ کسی اور کا محتاج نہیں۔ وہ عالم سمیع، بصیر اور خبیر ہے۔ زبان سے چپکے چپکے اس کا ذکر کرتے اور ہدایت کی دعا مانگتے رہتے تھے۔ صحیح بات کو فوراً مان لینے والے ملنسار اور خوش خُو تھے۔ آپ کے نزدیک اپنا پرایا زور آور اور کمزور خویش اور اجنبی حقوق انسانی میں سب برابر تھے۔ مسکینوں سے محبت کرتے تھے۔ نادار کو اس کے افلاس کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے تھے۔ بادشاہوں اور جباروں کے رعب میں ذرا نہ آتے تھے۔ کسی کے زبردست ہونے کی وجہ سے اس سے نہ ڈرتے تھے۔ شریف لوگوں اور اچھی عادت والوں کی خاطر کرتے تھے۔ ملنے والے کا دل موہ لیتے تھے۔ جو ملنے آتا اس کے پاس سے خود نہ ہٹتے تھے۔

جب تک وہ خود ہی نہ جانا چاہتا۔ اپنے ملنے والوں کے حالات پوچھتے رہتے۔ اور لوگوں کے عام حالات لوگوں سے دریافت کرتے رہتے تھے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ دودھ خود دوہتے۔ جوتی خود گانٹھتے، کپڑے میں خود پیوند لگاتے، پیوند لگے ہوئے اور گانٹھے ہوئے جوتے اور کپڑے پہننے سے عار نہ کرتے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت تک کبھی جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ مہینہ مہینہ اور دو دو مہینے گذر جاتے اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ چند کھجوروں اور پانی پر گذر کرتے رہتے۔ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے اور اپنے لیے کسی سے مدد نہ مانگتے اپنے گرد کے تمام لوگوں کے ساتھ اپنے ہوں یا پرائے انسانیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور آپ کی خوش خلقی، امانت داری اور انصاف کا ادنیٰ اور اعلیٰ سب کو اعتراف تھا۔ ایسے اعلیٰ اوصاف کا مالک ہوتے ہوئے آپ کو لڑائی کیوں کرنا پڑی۔ آپ حکومت کے طلب گار نہ تھے۔ کسی سے کچھ چھیننے کے بجائے اس کو خود اپنے پاس سے کچھ نہ کچھ دینا چاہتے تھے۔ ہر ایک کی غم خواری، ہر ایک سے ہمدردی ہر ایک پر شفقت اور مہربانی آپ کا شیوہ تھا۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا کرم اور ایسا شفقت کرنے والا کسی کو ستانے پر راضی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کو لڑنا پڑا تو کیوں؟ فقط کفار مکہ کی ناسمجھی اور ناعاقبت اندیشی سے۔

Marfat.com

لڑائی کا سبب

جب آپ کا وقار سب کرنے لگے اور ہر ایک بڑے چھوٹے کے دل میں آپ کی محبت اور عزت بیٹھ گئی۔ رب العالمین نے آپ کو اپنا رسول بنانے کے لیے انتخاب کیا۔ آپ کے اخلاق کو سراہا۔ اور حکم دیا کہ تم ہمارے رسول ہو اپنے گھر شہر اور ملک والوں کو سمجھا کر اپنے ساتھ لو۔ اور دنیا بھر میں اعلان کردو کہ لوگو جس طریقے سے تم زندگی بسر کر رہے ہو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا چھوڑ دو۔ تمہارا خالق اور رب سب سے بڑا ہے۔ اپنے آپ کو اس کا بندہ سمجھو۔ اور اسی کے احکام بجا لاؤ۔ اللہ نے آپ کا دل اپنے نور سے روشن کر دیا۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ میرا رب درنگہبان اللہ ہے اور کوئی مجھے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر۔ کمر ہمت باندھ کر تعمیل حکم الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جن لوگوں میں نیکی کی صلاحیت تھی۔ آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ جو لوگ انسان کی صفت سوا خود غرضی کے اور کوئی مانتے ہی نہ تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہو نہ ہو۔ یہ ایک نئے طریقے سے دنیا اثر جما کر دنیا کے جاہ و جلال کا طالب ہے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک ایک سمجھ دار انسان کی اور کوئی غرض ہو ہی نہیں سکتی۔ ان کی اس غلط فہمی سے دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور جو ہونا چاہیئے تھا وہ نہ ہونے پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راکھ سمجھایا۔ کہ میں اپنے لیے کچھ نہیں چاہتا۔ جو کچھ کہتا ہوں۔ تمہارے بھلے کے لیے کہتا ہوں۔ تیرہ ۱۳ سال کامل تکلیفیں جھیل کر، ایذائیں سہہ کر ان کو سمجھایا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر باہر کے آنے والوں کے سامنے اپنا پیغام پیش کیا۔ مدینے والوں کی قسمت میں سعادت دارین لکھی تھی۔ وہ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور آپ پر جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آخر کار جب مکہ والے اپنی ضد پر اڑ ہی گئے تو آپ نے مدینہ کا رُخ کیا اور اسلامی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی۔

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جن میں ۸۸ مکہ میں اور ۲۶ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ انسان کی بہبودی اور سعادت کے تمام اصول کھول کھول کر مکی سورتوں میں سمجھا دیئے گئے ہیں۔ جن کی تقدیر میں سعادت تھی۔ انہوں نے ان کو گرہ میں باندھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنے کے لیے کمربستہ ہوئے۔ مکہ میں صبر اور استقلال کا سبق سیکھا۔ اور مدینہ میں جب لڑنے کا حکم ہوا۔ تو بہترین لڑنے والے ثابت ہوئے۔

مدنی سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو حکم ہوا۔ کہ مکہ کے وہ لوگ جن کے ساتھ اہل کتاب بھی مل گئے ہیں۔ بغیر گوشمالی کے باز نہ آئیں گے۔ اس لیے ان سے لڑو۔ لیکن زیادتی اور ظلم نہ کرو۔ کیونکہ لڑائی سے غرض صرف فساد کا دفع کرنا ہے۔ اور کوئی غرض نہیں ؛

Marfat.com



اسلام میں لڑائی

لڑائی کی اجازت مل جانے کے بعد مدنی سورتوں میں اس کی بابت ہدایات تفصیل کے ساتھ دی گئیں اور ساتھ کے ساتھ سوسائٹی کا طریق کار سکھایا جاتا رہا۔ اور سیاست کی تعلیم پورے طور پر دی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بہ نفس نفیس اسلامی لشکر کی قیادت کی اور چند مقام پر اپنے معتمد غلاموں میں سے کسی کو یہ کام سپرد کیا۔ آپ جن لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ اُن میں سے اوّل غزوۂ بدر اور آخری غزوۂ تبوک ہے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو بلا ارادہ اور بلا تیاری کے لڑنا پڑا۔ غزوۂ تبوک میں ارادتاً تیاری کی گئی۔ لیکن لڑنے کی نوبت نہیں آئی اس آخری لڑائی کا ذکر سورہ توبہ میں تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔

لڑائی سے یہ خرابی تو ضرور ہوئی کہ اسلام کے سمجھنے میں دشواریاں پیدا کی گئیں۔ خود غرض لوگ اگرچہ اسلام کو جنگ کے ذریعے دبا تو نہ سکے۔ لیکن اس کی اصل خوبی کو گرد وغبار کے اندر چھپا دینے کی کوشش میں لگے رہے۔ اسلام چاہتا تھا کہ دنیا میں فساد اور خون ریزی کا قلع قمع ہو۔ لیکن شرارت پسند خود غرضوں نے کہا۔ کہ لڑائی دنیا میں رہے گی اور کمزوروں کو دبانے کا دستور باقی رہے گا۔ اسلام نے بہ مجبوری خود غرض لوگوں کے ہوش درست کرنے کا ذریعہ اس وقت کے حالات میں یہی مناسب سمجھا کہ ان کی گوشمالی کی جائے۔ لیکن اس سے ایک فائدہ بھی ضرور ہوا۔ اور وہ یہ کہ خود مسلمانوں کی تنظیم میں اس سے بڑی مدد ملی۔ کمزور، خائن، دغاباز اور منافق چھٹتے چلے گئے اور صرف مخلص مسلمان ہی میدان میں باقی رہ گئے۔ مشقتیں اور دشواریاں جھیلتے جھیلتے ارادے میں استواری عزم میں پختگی اور اخلاق میں اعتدال پیدا ہوگیا۔

اس سورت کے ذیل میں صرف آخری مہم یعنی غزوۂ تبوک کے واقعات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسا سخت امتحان تھا کہ ابتدا میں خود مسلمانوں کا ایک گروہ سخت شش و پنج میں پھنس گیا تھا۔ آخرکار نور ایمان نے ان کی رہنمائی کی۔ اور وہ راہ راست پر آگئے۔ مسلمان اس وقت سینکڑوں کی نہیں ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ سبھی اس دشوار سفر کے لیے تیار ہوگئے۔ صرف معذور، اپاہج اور نادار لوگ رہ گئے۔

منافق جو ان میں ملے جلے تھے۔ وہ اپنی چال بازیوں کی وجہ سے پہچانے گئے اور وحی نے ان کا پردہ بالکل فاش کردیا۔ اور وہ سب کے سب حیلے بہانے کرکے الگ ہوگئے۔ مخلص مسلمانوں میں صرف تین شخص ایسے تھے۔ جو لیت ولعل میں رہ گئے اور ان کی توبہ ایک کڑی سزا کے بعد قبول ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سرگذشت اس غزوہ سے متعلق خود بیان کرتے ہیں۔ اس سے ضروری باتیں اس غزوہ کی بابت معلوم ہوں گی۔ آیندہ صفحات میں اسی کو بیان کیا جائے گا۔

Marfat.com

بیان حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک رہا۔ سوائے غزوہ تبوک کے۔ اس زمانے میں میں سب سے زیادہ طاقتور اور خوشحال تھا۔ اس وقت میرے پاس پہلی بار دو اونٹ ہو گئے تھے جو بڑے طاقتور اور سامان سے لد کر سفر کے قابل تھے۔ اس سے پہلے جس غزوے میں آپ کو جانا ہوتا۔ تو اس کا اعلان نہ فرماتے تھے۔ لیکن تبوک کے لیے آپ نے اعلان فرمایا اور تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ اس وقت گرمی بہت سخت تھی۔ دور دراز کا سفر تھا۔ بڑے بڑے خشک اور چٹیل میدان طے کرنے تھے اور ایک زبردست دشمن سے مقابلہ تھا۔ اس لیے جہاں جانا تھا اور جس لیے جانا تھا۔ صاف صاف سب کو بتا دیا۔ اور اس کے لیے مناسب تیاری کا حکم دیا۔ اس وقت پھل تیار تھے۔ لوگ آرام سے سایہ دار درختوں کے نیچے رہنا اور پھلوں سے حظ اٹھانا چاہتے تھے۔ میں بھی اسی طرف مائل تھا۔ روزانہ صبح تیاری کا ارادہ کرتا۔ لیکن شام کو دیکھتا کہ کچھ نہیں ہوا۔ پھر کتنا اچھا کل ضرور تیاری کروں گا۔ دل میں تھا کہ میری تیاری میں کیا لگے گا۔ سب کچھ موجود ہے۔ جب چاہوں گا فوراً چل دوں گا۔ اسی پست و تعل میں لشکر چل دیا۔ اور بہت دور نکل گیا۔ میں نے چاہا کہ روانہ ہو جاؤں اور اس سے جا ملوں۔ لیکن اس میں بھی سستی کی اور آخر رہ گیا۔ اب میرے گرد سوا منافقوں اور معذوروں کے کوئی نہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ اس کے بعد بھی ایک انصاری ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ ہمت کر کے آپ سے جا ملے۔ لیکن مجھے اس کی توفیق نہ ہوئی۔ جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو میں نے سوچا کہ کوئی جھوٹا بہانہ گھڑ کے آپ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ لیکن پھر قصد کر لیا کہ جو کچھ بھی ہو میں سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ کچھ اوپر اسی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور جھوٹے عذر بیان کر کے آپ کو راضی کرنا چاہا۔ آپ نے ان کی بات مان لی اور ان کے دل کا حال اللہ پر چھوڑ دیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے سچ سچ کہہ دیا کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں فقط آج کل کرتا رہ گیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا تم نے سچ کہہ دیا۔ اب جاؤ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو میں چل آیا۔

لوگوں نے کہا اب بھی جا اور کوئی جھوٹا عذر پیش کر دے۔ آپ حلیم و کریم ہیں۔ معاف کر دیں گے۔ میں نے پوچھا میری طرح کسی اور نے بھی کیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں دو شخص اور بھی تیری طرح کے ہیں جنہوں نے سچ بولا ان کا نام مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن امیہ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ بہت نیک بدری لوگ ہیں۔ میں انہی کی پیروی کروں گا۔ اور جھوٹا مقدمہ پیش کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ ساری دنیا اندھیر ہو گئی۔ ہر چیز مجھ سے اجنبی بن گئی۔ پچاس دن ہم نے اسی حالت میں گذارے۔ میرے

Marfat.com

دو ساتھی تو گھر میں سوگ کرنے جا بیٹھے۔ میں ان سب میں زیادہ جوان اور ہمت والا تھا۔ نمازوں میں شریک ہوتا اور بازاروں میں پھرتا رہا۔ نماز کے بعد حاضر ہو کر آپ کو سلام کرتا۔ لیکن جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے اور کوئی بات نہ کرتے یہ حال دیکھ کر میں بوقتادہؓ کے گھر کی دیوار پر چڑھا جو میرے چچا زاد بھائی تھے۔ اور مجھ سے محبت رکھتے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ خدا کی قسم انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں مایوس ہو کر نیچے اترا۔ بازار میں سے گذر رہا تھا۔ کہ میں نے سنا۔ شام کا ایک دیہاتی جو تجارتی جنس بیچنے آیا تھا مجھے پوچھ رہا ہے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ کہ وہ ہے۔ وہ میرے پاس آیا اور مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا۔ جس میں لکھا تھا۔ "سنا ہے کہ تیرے پیشوا نے تجھے نکال دیا ہے اور تو تنگ حال ہے۔ ہمارے پاس چلا آ ہم تیری خاطر کریں گے"۔ میں نے پڑھ کر دل میں کہا۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو تنور میں جھونک دیا۔

چالیس دن کے بعد حضورؐ کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ حضورؐ کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے الگ رہ۔ میرے دو ساتھیوں کو بھی یہی حکم ملا۔ ہلال بن امیہ نے درخواست بھجوائی کہ میں بوڑھا ہوں مجھے خادم کی ضرورت ہے۔ آپ نے اجازت دی کہ تیری بیوی تیری خدمت کر سکتی ہے۔ لیکن تو اس سے دور رہ۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تو بھی یہی کر۔ میں نے کہا نہیں میں جوان ہوں۔ جب پچاس روز کامل گذر گئے۔ اللہ نے آپ پر وحی بھیجی اور میرا قصور معاف کر دیا گیا۔ لوگ خوشخبری لے کر میری طرف دوڑے۔ اور میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ فرمایا: آج کا دن تیرے لیے جب سے تو پیدا ہوا۔ بہترین دن ہے۔ اللہ نے تجھے معاف فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ جی چاہتا ہے اس خوشی میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں کچھ اپنے گذارے کے لیے بھی چھوڑنا چاہیئے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ اللہ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے معاف کیا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ مرتے دم تک جھوٹ نہ بولوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد سے میں نے آج تک جان بوجھ کر کبھی جھوٹ نہ بولا۔

میں اپنے اس عمل کو سب سے بڑھ کر سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال سچ سچ عرض کر دیا۔ اور ان لوگوں میں شامل نہ ہوا جن کی مذمت میں بوجہ جھوٹے عذر پیش کرنے کی آیتیں نازل ہوئیں۔

اس واقعہ

سے ہمیں یہ سیکھنا ہے۔ کہ جھوٹ اور دھوکے بازی سے بچیں۔ اور جو کام کریں۔ اللہ سے ڈر کر کریں۔ کیوں کہ وہ ظاہر اور باطن دونوں سے واقف ہے۔ اور اس سورت میں منافقوں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں ان سے بچیں۔ کیوں کہ اللہ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور مسلمانوں کا معاملہ سب سے پہلے اللہ کے ہاتھ ہے۔ دوسری منزل تمام ہوئی۔ الحمد للہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com